हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या..................................

पुस्तक संख्या..................................

क्रम संख्या.........९८९०.........

۷۸۶

جلد دوم

ACADEMY
Date of Receipt 26.10.79

کتاب

الدر المنظم

فی مناقب

غوث الاعظم

(از تالیف لطیف)

حضرت محی الملۃ جامع فضائل غوثیت حامل کمالات قطبیت فرد فرید طریقت قلندری المشرب قطب الاقطاب شمس العارفین

سیدنا و مولانا حافظ شاہ محمد علی انور قلندر روّح اللہ روحہ الاطہر

بتصحیح و ترتیب

حضرت معدن فیض و موہبت صدر الاماثل مرجع الافاضل ملاذ الاصاغر والاکابر مولانا مولوی غلام قادر المعروف بہ شاہ محمد حبیب حیدر قلندر مدظلہ

حسب فرمائش

محب الفقرا مخلص باصفا مقبول اولیاء کبار جناب منشی سلامت علی صاحب سربراہکار

باہتمام شیخ محمد قادر بخش

در مطبع اصح المطابع وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ طبع شد

فہرست مضامین جلد ثانی کتاب مستطاب الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم

مضمون کتاب	صفحہ
وصل بیان حال ولادت حضرت غوث پاک رضؓ	۱
تحقیق لفظ جیل وگیل	۷
وجہ تسمیہ بہ عبد القادر محی الدین رضؓ	۸
حلیہ شریف کا بیان	۱۲
کیفیت زمانہ طفلی آنحضرت رضی اللہ عنہٗ	۱۳
کیفیت وبیان دعائے قطب	۱۶
کیفیت تحصیل علم آنحضرت رضی اللہ عنہٗ	۱۸
وصل در ذکر بعض اساتذہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہٗ	۲۲
حال حضرت شیخ ابو الوفا علی بن عقیل بن محمد رضی اللہ عنہٗ	″
حال حضرت شیخ ابو الخطاب محفوظ ابن احمد بن حسن کلوادانی رضؓ	۲۴
حال حضرت شیخ قاضی ابو الحسن بن فرار البغدادی حنبلی رضؓ	۲۶
حال حضرت شیخ محمد بن حسن بن احمد الباقلانی الکرخی البغدادی	″
حال حضرت شیخ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون رسی رضؓ	″
حال حضرت شیخ ابو بکر احمد بن مظفر بن سوس تمار	۲۸
حال حضرت شیخ ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین قاری السراج بغدادی	″
حال حضرت شیخ ابو القاسم علی بن احمد بن بیان کرخی	۲۹
حال حضرت شیخ ابو عثمان اسمٰعیل بن محمد بن احمد بن جعفر بن ملت اصبہانی رضؓ	۳۰
حال حضرت شیخ ابو طالب عبد القادر بن محمد بن عبد القادر بن محمد بن یوسف بغدادی رضؓ	″
حال حضرت شیخ ابو طاہر عبد الرحمٰن بن احمد بغدادی	″
حال حضرت شیخ ابو البرکات ہبۃ اللہ بن مبارک بن موسیٰ سقطی بغدادی	۳۱

مضمون کتاب	صفحہ
حال حضرت شیخ ابو الغر محمد بن مختار ہاشمی وشیخ ابو نصر وشیخ ابو غالب احمد وشیخ ابو عبد اللہ یحییٰ قدس اسرارہم	۳۱
حال حضرت شیخ ابو الحسین ابن الطیوری	۳۲
حال حضرت شیخ ابو منصور عبد الرحمٰن بن ابی غالب محمد بن عبد الواحد بن حسن قزاز رضی اللہ عنہ	۳۳
حال حضرت شیخ ابو البرکات طلحہ بن احمد عاقولی	″
حال حضرت شیخ ابو زکریا خطیب تبریزی رضؓ	۳۴
علم ظاہر کی کیفیت	۳۵
وصل دربیان اسامی تلامذہ آنحضرت رضی اللہ عنہٗ	۳۷
بیان سلسلہ تلمذ حضرت مصنف کتاب تا حضرت غوثیت مآب رضؓ	۳۹
وصل دربیان تصانیف حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہٗ	۴۱
بیان اجازت قصیدہ غوثیہ از حضرت کلید عرفان سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہٗ بخاندان حضرت مصنف	۴۵
وصل بیان سیر آنحضرت رضی اللہ عنہٗ	۴۶
آپکے معاش اور لباس کی کیفیت	۵۲
تنبیہ لباس معمولی ولباس فاخرہ کے متعلق	۵۳
فائدہ دولت دنیاوی کے مانع یاد الٰہی کے نہ ہونیکے بیان مین	۵۶
وصل بیان طریقہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ مین	۵۹
بیان خرقہ خلافت وسلسلہ شریفہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہٗ	۶۵
وصل تحقیق خرقہ کے بیان مین	″
فائدہ ذکر صالحین کیوقت نزول رحمت ہونیکے بیان مین	۹۱
وصل شیوخ طریقت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے بیان مین	۹۵

مضمون کتاب	صفحہ	مضمون کتاب	صفحہ
ذکر حضرت شیخ تاج العارفین ابو الوفا محمد بن محمد بن	۹۷	بیان ارشاد کریمہ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ	۲۳۱
زید حلوانی شہور بکاکیس رضؓ		فائدہ متعلق بمصنف کتاب بہجۃ الاسرار	۲۴۵
ذکر حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب بن یوسف بن الحسین	۱۰۰	وصل در بیان کلام معجز نظام حضرت غوث انام رضی اللہ عنہ	۲۴۸
بن وہرہ ہمدانی		سوال متعلق شہود ذات معہ جواب	//
ذکر حضرت شیخ حماد بن مسلم دباس رضی اللہ عنہ	۱۰۳	سوال متعلق بوارد الٰہی و طوارق شیطانی معہ جواب	۲۴۹
ذکر حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ معہ ذکر	۱۰۶	محبت	۲۵۰
مشائخ و بیان لقاء حسن بصری با جناب امیر کرم اللہ وجہہ		حقیقت توحید	//
تحقیق شیق در بیان استفاضہ حضرت سید الطائفہ از حضرت حارث محاسبیؒ	۱۱۲	تفرید	//
فائدہ متعلق بکنیت حضرت شیخ نجم الدین کبری ابی الجناب	۱۱۵	تجرید	۲۵۱
وصل در ذکر بعض مشائخ سلسلہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہم	۱۲۵	معرفت	//
حال حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ	//	ہمت	//
فائدہ حال حضرت شیخ عبد الرحمن سلمی	۱۳۳	حقیقت	//
حال حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ	۱۳۸	اعلیٰ درجہ ذکر	//
فائدہ نافعہ اقوال محدثین کے فرق میں	۱۴۶	شوق	//
فائدہ علم جرح و تعدیل کے بیان میں	۱۶۱	توکل	۲۵۲
فائدہ اول جامع علم جرح و تعدیل یحییٰ بن سعید قطان تھے	۱۶۶	انابت	۲۵۴
فائدہ دوم تعدیل کے الفاظ کے مراتب کے بیان میں	۱۷۰	توبہ	//
فائدہ سوم وضع حدیث کے علم کے بیان میں	۱۷۳		
حال حضرت خواجہ حبیب بن عیسیٰ عجمی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۰	بکا	۲۵۷
حال حضرت شیخ کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۲	دنیا	۲۵۹
تنبیہ محدثین کی افراط فی الاحتیاط و تشدید فی الاشتراط میں	۱۸۴	تصوف	۲۶۳
محاکمہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ	۱۹۰	فرق تعزز و تکبر	۲۶۶
حال حضرت خواجہ ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار البصریؒ	۱۹۷	حقیقت شکر	//
فائدہ بیان و تعریف حدیث متصل	۲۰۷	معنی آیۃ فاذکرونی اذکرکم	۲۶۹
حضرت خواجہ کے مرتبہ باطنی کا حال	۲۰۸	معنی آیۃ ثم تاب علیہم لیتوبوا	//
فرزدق کا حال	۲۲۱	صبر	//
وصل بیان وعظ و درس حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ	۲۲۳	تحقیق حدیث الفقر فخری	۲۷۸

مضمون کتاب	صفحہ
خلق	۲۸۰
کسی چیز کے لینے اور پھیر دینے کے متعلق	۲۸۱
صدق	〃
فنا	۲۸۲
بقا	〃
وفا	۲۸۳
رضا	〃
ارادہ	۲۸۴
عنایت	〃
وجد	〃
خوف	۲۸۶
رجا	۲۸۸
علم الیقین	۲۹۲
موافقت	۲۹۷
دعا	〃
حیا	۳۰۵
مشاہدہ	۳۰۶
قرب	۳۰۷
فائدہ متعلقہ بہ بیعت	۳۱۱
سکر	۳۱۴
سوال متعلق بہ انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی	۳۱۷
سوال منصور کی انا الحق اور بایزید کی سبحانی مین کیا سر تھا اور اگر یہ وہ اور وہ یہ کہتے تو کیا تھا۔	۳۱۸
شیطان اور حضرت حسین بن منصور کی انا مین کیا فرق تھا	۳۱۹
فائدہ حضرت حسین بن منصور حلاج کا حال	〃
فائدہ نافعہ متعلق بہ شطحیات حضرات صوفیہ	۳۲۷

مضمون کتاب	صفحہ
حضرت حسین بن منصور کے عبادات وریاضات وکرامات وارشادات کے بیان مین	۳۶۴
حضرت حسین بن منصور کا سبب قتل	۳۷۱
وقائع مابعد واقعہ قتل حضرت حسین بن منصور	۳۸۰
وصل کرامات حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے بیان مین	۳۸۶
تحقیق اثبات کرامات اولیاء اللہ	〃
ذکر کرامات حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ	۴۰۱
فائدہ متعلق بہ تحقیق جن	۴۱۰
تحقیق انیق متعلق بہ جن	۴۱۲
نظر لگنے کا بیان	۴۲۹
فائدہ مسند امام احمد کے متعلق	۴۳۰
وصل در بیان حال حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ	۴۵۷
تحقیق متعلق تاریخ وفات آنحضرت	۴۶۲
فائدہ متعلق وجہ تسمیہ بغداد	۴۶۵
وصل بیان ذکر ازواج واولاد حضرت غوثیت مآب رض	۴۶۶
حال خلف اکبر حضرت ابو عبد اللہ سید عبد الرحمن رض	۴۶۷
حال خلف دوم حضرت امام سیف الدین عبد الوہاب رض	〃
حال خلف سوم حضرت سید شرف الدین رضی اللہ عنہ	۴۶۸
حال خلف چہارم حضرت امام جمال الدین ابو عبد الرحمن رض	۴۶۹
حال خلف پنجم حضرت حافظ تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق رض	۴۷۰
حال خلف ششم حضرت شیخ شمس الدین ابو محمد رض	۴۷۳
حال خلف ہفتم حضرت شیخ ابو اسحق ابراہیم رض	〃
حال خلف ہشتم حضرت شیخ ابو الفضل سید محمد	〃
حال خلف نہم حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ	۴۷۳
حال خلف دہم حضرت ابو زکریا یحییٰ رض	〃
وصل ذکر اولاد صاحبزادگان حضرت غوثیت مآب رض	۴۷۴

مضمون کتاب	صفحہ	مضمون کتاب	صفحہ
حضرت سید عبدالرزاق رضی کے صاحبزادگان کا حال	۴۸۱	ذکر حضرت شیخ موفق الدین مقدسی رض	۵۳۰
حضرت شیخ عبدالرحیم و حضرت شیخ ابونصر	//	ذکر حضرت شیخ عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی رض	۵۳۲
حضرت شیخ ابو محمد اسمٰعیل و حضرت شیخ ابوالمحاسن	۴۸۳	حال حضرت شیخ ابراہیم بن عبدالواحد مقدسی رض	۵۳۵
فضل اللہ رضی اللہ عنہم		حال حضرت شیخ محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی رض	۵۳۸
حضرت بی بی سعادت و حضرت بی بی ام عائشہ	//	حال حضرت شیخ جمال الدین یونس قصار ہاشمی	۵۳۹
ذکر حضرت سید محی الدین ابو عبداللہ معروف بتوحیدی	۴۸۴	حال حضرت شیخ ابوالبقاء عبداللہ بن حسین بن عبداللہ العکبری	۵۴۱
نسب نامہ حضرت مصنف کتاب رحمۃ اللہ علیہ	۴۸۵	حال حضرت شیخ حسن بن مسلم بن حسن جوزی	۵۴۲
حضرت قاری امیر ابراہیم و قاری محمد اسمٰعیل کا حال	۴۸۶	حال حضرت شیخ ابوالعباس بن عریف صنہاجی اندلسی مری	۵۴۳
وصل در بیان خلفاء حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ	۴۹۱	حال حضرت شیخ اسحٰق بن احمد بن محمد بن غانم علثی	۵۴۴
انتساب طریقت حضرت مصنف بطریق مختلف بحضرت	//	وصل در بیان فضل اصحاب و مریدان و محبان حضرت غوثیت مآب	۵۴۵
غوثیت مآب رضی اللہ عنہ		بیان جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ	۵۵۵
اسامی خلفاء حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ	۴۹۳	وصل در بیان معانی استمداد و استعانت	۵۵۹
ذکر حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رح	۴۹۴	علامہ سیوطی کے جوابات و سوالات سبعہ	۵۶۵
ذکر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح	۴۹۶	وصل بیان طریقہ فاتحہ شریفہ اور اُسکے متعلقات مین	۵۷۰
ذکر حضرت شیخ ابومدین شعیب مغربی رح	۴۹۹	مسئلہ اول تحقیق و حکم فاتحہ کے بیان مین	۵۷۲
ذکر حضرت شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق رح	۵۰۶	سوال کھانونکی تخصیص بزرگونکے فاتحہ مین اور اسکا جواب	۵۷۸
ذکر حضرت شیخ ابو محمد عبداللہ جبائی رح	۵۱۱	مسئلہ دوم روز وفات مشائخ کے عرس کرنیکے بیان مین	۵۸۰
ذکر حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ادریس یعقوبی رح	۵۱۳	مزارات پر چادر ڈالنے اور طواف کرنے اور بوسہ	۵۸۳
ذکر حضرت شیخ ابو عمر مرغینی رض	۵۱۸	دینے کا بیان	
ذکر حضرت شیخ قضیب البان موصلی رض	۵۱۹	مسئلہ ہاتھ پیر چومنے کا بیان	۵۸۴
فائدہ بیان فرق درمیان بروز و تناسخ	۵۲۲	مسئلہ سوم روشنی کے متعلق تحقیق	۵۹۰
ذکر حضرت شیخ احمد بن مبارک بغدادی رض	۵۲۵	مسئلہ چہارم نذر و نیاز کے بیان مین	۵۹۳
ذکر حضرت شیخ صدقہ بن حسین بن حسن بن بختیار بغدادی رض	//	خاتمہ آداب سلسلہ شریفہ جلیلہ علیہ قادریہ علیہ کے	۵۹۸
ذکر حضرت شیخ محمد الاوانی مشہور بابن القائد رض	۵۲۷	بیان مین	
ذکر حضرت شیخ ابوالسعود ابن الشبل رض	۵۲۸	قطعہ تاریخ تالیف کتاب ہذا	۶۰۳

جلد دوم

الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصل بیان حال ولادت حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ مین

چمکتا ہے بخت بلند انجمن کا — بیانِ ولادت ہے شاہِ زمن کا
مبارک ہو بلبل کو سیرِ گلستان — یہان ذکر ہے اپنے رشکِ چمن کا
نہ دور اب رُکے جام عرفان کا ساقی — کہ یان دور دورہ ہے توبہ شکن کا
نہین دل ہی قابو مین یارو کہون کیا — نہ پوچھو کچھ احوال دیوانہ پن کا
گریبان و دامن پہ آئی ہے آفت — کہ سودا ہوا مجھکو گل پیرہن کا
بھلا خاک اکسیر کی اب ہوس ہے — کہ ہون آرزومند اُس سیم تن کا
جو دل مین رُخِ شاہ پرتو فگن ہے — ہے روشن چراغ اپنے داغ کہن کا
ہے محبوب سبحان مسیحائے دوران — کہون حال کیا اُسکے مین بانکپن کا
بسی ہے رگ و پے مین بوے محمدؐ — وہ مظہر ہے کامل حسین و حسن کا

شائقین سماع حالات حضرت محبوب سبحانی و عاشقین حضرت غوث صمدانی کو معلوم ہو کہ آپکی ولادت باسعادت کا مژدہ خود ارشاد فیض بنیاد حضرت خاتم النبیین رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پایا جاتا ہے جیسا کہ تواریخ حبیب الہ مین ہے کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہ زہراؓ کا نکاح حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے منعقد کیا تو یہ دعا کی جمع اللہ

شملکما واسعد جدکما وبارک علیکما واخرج منکما کثیرا طیبا یعنی خداوند تعالے تم دونون کو بخوبی یکجا رکھے اور تمھارا نصیب نیک کرے اور تم مین برکت دے اور تمسے بہت پاکیزہ اولاد پیدا کرے اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کی دعا قبول فرمائی اور بنی فاطمہ مین ایسے پاکیزہ اور ستھرے لوگ پیدا کیے کہ اور کسی کی اولاد مین نہین ہوے مثل ائمۂ اطہار و اولیاے نامدار و ہادی عالم غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے شیخ محی الدین ابن العربی رح نے فتوحات مکیہ مین بیان مقامات و مراتب تصرفات اولیا مین حضرت غوث الثقلین رض کو بہت عالی مرتبہ اور قوی التصرف لکھا ہے اور اور اولیا ء ما بعد نے بھی آپ کی کمال فضیلت اور علو مرتبت اور زمان ولادت کے متعلق بشارتین دی ہین۔ اقتباس الانوار مین تحفتہ الراغبین سے منقول ہے کہ سید ابو صالح محمد حضرت کے والد ماجد زمانہ سیاحت مین جنگلون مین پھرتے اور ریاضات و مجاہدات کرتے تھے ایک مرتبہ آپ پر تین فاقے گذرے آپ اُسی حالت مین دریا کے کنارے چلے جاتے تھے دیکھا کہ پانی پر ایک سیب تیرتا ہوا آرہا ہے اور کنارہ آکر ٹھہر گیا حضرت سید ابی صالح نے اُسکو اُٹھا کر تناول فرمایا پھر آپ کے دل مین گذرا کہ معلوم نہین یہ سیب کس کا ہو اور مجھپر حلال بھی ہو مین نے کیون کھایا اب کیا کرنا چاہیے سوچکر یہ راے قرار دی کہ جسطرف سے یہ سیب آیا ہے اُسی طرف چلنا چاہیے اور اسکے مالک کو تلاش کر کے اس سے عذر کر کے معاف کرانا چاہیے چنانچہ اسی خیال پر چلتے چلتے چند دنون کے بعد ایک بڑی عمارت اور باغ نظر پڑا دیکھا تو اُس باغ کے اندر ایک بڑا درخت سیب کا ہے اور اُسکی شاخین دریا مین لٹکتی ہین جس سے سیب چھوٹ کر دریا مین گرتے اور بہتے جاتے ہین اس سے آپ کے دل کو تسکین ہوئی سمجھے کہ وہ سیب غالباً اسی درخت کا تھا اور اُس کا مالک بھی یہین رہتا ہوگا آپ نے باغ کے اندر جاکر پوچھا لوگون نے بتایا کہ یہ باغ سید عبد اللہ صومعی کا ہے آپ اُن کی خدمت مین گئے اور بعد سلام کے سارا حال بیان کر کے معذرت کی سید عبد اللہ صومعی آپ کی باتین سنکر سمجھے کہ غالباً یہ شخص دوستان خدا سے ہے اسی کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کہ جسکی عمر اڑتالیس سال کی ہو چکی ہے کر دینا چاہیے کیونکہ کہین سے اُسوقت تک اُن کی بات چیت نہین آئی تھی یہ خیال کر کے اُنھون نے فرمایا کہ اگر معافی چاہتے ہو تو بارہ برس میری خدمت کرو تب مین تمھاری خطا معاف کرونگا آپ نے فرمایا بہتر

پھر کہا کہ ایک خدمت اور بھی ہے اُسکو بھی قبول کرو کہا فرمایئے کہنے لگے کہ میری بیٹی کو جسمین تین عیب ہین قبول کرو پہلا عیب یہ ہے کہ اُسکے آنکھین نہین ہین دوسرے یہ کہ کانون سے بہری ہے تیسرے یہ کہ ہاتھ پیر سے لنج ہے پھر بعد نکاح کے دو برس میری خدمت مین رہو آپ نے قبول کرکے نکاح کیا۔ جب سید ابو صالح اپنی بی بی کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ماہ سما دلبری اور اُن عیوب سے بری ہین خلاف بیان مذکورہ پاکر شب بھر الگ رہے صبح کو سید ابو عبداللہ صومعی نے فراست سے جان کر فرمایا کہ اے سید ابو صالح مین نے جو باتین کہی تھین وہ سب ٹھیک اور میری بیٹی مین موجود ہین نابینا تو وہ اس لیے ہے کہ ابتک اُسکی آنکھ کسی نامحرم پر نہین پڑی اور بہری اس لیے ہے کہ اُس نے اپنے کانون سے سوا سخن حق کے کچھ سنا ہی نہین اور لنج اسوجہ سے ہے کہ ہاتھون سے نامحرم کو نہین چھوا نہ پیرون سے کہین بے ٹھکانے چلی سید ابو صالح یہ باتین سنکر خوش ہوے اور بی بی کے پاس جانے لگے۔ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہین اور نقاش ازل نے اُن کے رحم مین نقش صورت حضرت سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی کا منقش کیا ہے **نقل** ہے کہ جب اُس رشحہ نیسان احسان دُر دریاے عمان عرفان نے صلب پدر سے صدف رحم مادر مین نزول فرمایا تو آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر ساٹھ برس کی ہو چکی تھی اور یہ زمانہ اولاد سے یاس کا ہوتا ہے مگر یہ بھی خدا کی عنایت اور اُس برگزیدہ خدا کی کرامت سمجھنا چاہیے بعضے کہتے ہین کہ ساٹھ برس کے سن مین حاملہ ہونا خاصہ قریش کی عورتون کا ہے اورون کو نہین ہوتا اس مین سر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اور کہین نعمت تخلیق ایک وقت پر ختم ہو جاتی ہے اور اس گروہ باشکوہ مین جسمین حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے یہ عنایت کسی وقت پر موقوف نہین بلکہ ہر نعمت وقت اور بے وقت عطا ہوتی رہتی ہے اور اس سے کچھ تعجب نہین کرنا چاہیے کیونکہ نور محمدی و ظہور احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات جو کچھ ہون وہ کم ہین ؎

بر زمینے کہ خضر سان روی ای آبحیات	گر ہمہ سنگ بود سبزہ تر برگیرد
نخل خشکیدہ کہ بزیرش نفسے بنشینی	سبز و خرم شود و باز ز سر برگیرد

فتوحات مکیہ مین ہے کہ جب آپ کی والدہ ماجدہ چھینک لینے کے بعد الحمد للہ کہتی تھین تو آپ بمصداق السعید من سعد فی بطن امہ ماں کے پیٹ سے یرحمک اللہ جواب مین باواز

بلند فرماتے تھے یہ اول کرامت تھی جو آپکے کمال مرتبہ ولایت اور جلالت پر مشعر تھی آرے

ہر کرا عاقبت بود محمود	ہم در اول براہ صدق و صفاست
راست گفتند این مثل مردم	خوبی میوہ از گلشن پیداست

نقل اقتباس الانوار مین تحفۃ الراغبین سے منقول ہے کہ اسی زمانہ مین ایک روز آپکی والدہ ماجدہ اپنے باغ کی سیر و تفریح مین مصروف تھین کہ ایک درخت سیب کا خوب پھلا ہوا نظر پڑا اُس مین سے ایک سیب اُن کو اچھا معلوم ہوا خود توڑنا چاہا مگر ہاتھ وہانتک نہ پہونچا تب چوکی بچھا کر سیب توڑنا چاہا اُس سیب پر ایک بڑا سانپ بیٹھا تھا اُن کو اُس کا کچھ خیال نہوا حضرت نے اُن کے ہاتھ اُٹھانے کے وقت ناخن اُن کے جگر پر مارنا شروع کیا جس سے آپ کی والدہ کے پیٹ مین ایسا درد ہوا کہ وہ بیتاب ہوگئین اور اُترنے مین چوکی پر سے گر پڑین اُسی وقت سانپ بھی درخت سے گرا سب نے کہا کہ خدا نے بڑی خیر کی بیشک اُس کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہین ہوتا یہ درد اگر اُس وقت نہ اُٹھتا تو سانپ آپ کو نہ چھوڑتا آخر وہ وقت گزر گیا جب آپ کی ولادت ہوچکی اور آپ تین چار مہینے کے ہولیے تو ایک روز آپ والدہ کی گود مین کھیل رہے تھے اُنھون نے یونہی پیار سے آپکے چہرہ پر طمانچہ مارا فوراً آپ بول اُٹھے کہ کیا یہ عوض اُس ناخن کا ہے جو مین نے آپ کے جگر پر مارا تھا وہ تو مین نے سانپ کی وجہ سے مارا تھا نہ اور کسی وجہ سے مگر آپ با این ہمہ معاف فرمائیے۔ **نقل** شیخ رشید بن محمد جنیدی کہتے تھے کہ جب زمانہ آپ کی ولادت باسعادت کا قریب پہونچا تو بڑے بڑے اولیا کبار اور مشایخ ذی وقار آپکی ولادت کا چرچا اپنی مجلسون مین بوفور بہجت و سرور کرنے لگے اور الطف قادریہ مین شیخ ابو محمد شبلی سے منقول ہے وہ کہتے تھے کہ ایک مقبول خلائق عبدالقادر نام عراق مین ہونگے اور جاے قیام اُن کا اشرف البلاد شہر بغداد ہوگا صحائف لطائف ابن بخار مین ہے کہ شیخ ابو احمد بن علی بن موسی الجون اپنی مجلس مین اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ایک لڑکا سرمایہ سعادت خاندان سیادت سے بصد شرافت و نجابت ہزارون جاہ و جلال کے ساتھ عنقریب ملک عجم مین پیدا ہوگا اور تمام عالم اُسکے شمع جمال جہان آرا پر پروانہ وار شیفتہ و بیقرار ہوگا اور وہ خلعت قطبیت اور غوثیت اور محبوبیت سے آراستہ اور زیور کمالات و حسنات سے پیراستہ ہوگا **نقل** بہجۃ الاسرار مین ہے کہ ایک دن چند فقرا شیخ علی بن وہب کی خدمت مین حاضر ہوے اُنھون نے اُن سے

پوچھا کہ تم کہان سے آتے ہو اور کس شہر کے رہنے والے ہو اور کہان جاؤگے اُنھون نے عرض کیا کہ ہم عجم کے غریب بندے اور جیلان کے باشندہ ہین شیخ نے فرمایا بے شک اللہ نے ایک شخص کی وجہ سے تمھارے مُنھ روشن کردیے ہین جو عنقریب تم مین سے عراق مین ظاہر ہوگا اور بغداد مین رہے گا اور کہے گا کہ میرا قدم کل اولیا کی گردنون پر ہے اور اُس کو سب اولیاء زمانہ بحکم الٰہی مانین گے غرضکہ اُس آفتاب بیت الشرف ولایت مہر سپہر شریعت سُہا اسماء طریقت عرش معرفت کرسی حقیقت شیر نیستان کمال مرد میدان جلال بہار بیخزان گلشن کرامت میوہ اشجار چمن ولایت سلطان الاتقیا برہان الاصفیا مرشد زمانہ ہادی یگانہ یکتائے روزگار مظہر خاص پروردگار نور حدیقۂ خاندان مصطفوی نور حدقۂ چشم مرتضوی سیدنا ابو محمد سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے یکم ماہ رمضان کو بقول صاحب سیر الاولیا و تاریخ الاولیا و مناقب غوثیہ قصبہ جیلان مین پیدا ہوکر تمام زمین کو اپنے مہر جمال جہان آرا سے رشک چرخ برین فرمایا فقیہ ابو المعالی شیخ احمد بن شیخ ابو الحسن علی بن احمد بن عبد الرزاق بن عیسی ہلالی[ل] بغدادی کہتے تھے کہ مجھ سے قاضی ابو صالح نصر نے بیان کیا اور اُن سے اُن کے والد سید عبد الرزاق نے کہ مین نے حضرت والد سے اُن کا سال ولادت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھکو تحقیق تو یاد نہین لیکن بغداد مین جس سنہ مین آیا اُسی سنہ مین تیمی کا انتقال ہوا تھا اور اُس زمانہ مین میرا سن اٹھارہ برس کا تھا شیخ ابو الحسن علی کہتے تھے کہ تیمی سے مراد ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوہاب بن عبد العزیز بن حارث بن اسد ہین جنھون نے سنہ چار سو اٹھاسی مین وفات پائی تو اس حساب سے آپ کا سنہ ولادت چار سو ستر ہوتا ہے اور شیخ ابو الفضل احمد بن صالح جیلی حنبلی کا قول ہے کہ آپ سنہ چار سو اکھتر مین جیلان مین پیدا ہوے اور بغداد مین سنہ چار سو اٹھاسی مین تشریف لائے اور اُس وقت آپ کا سن شریف اٹھارہ برس کا تھا اور یہی تاریخ یافعی مین بھی ہے خلاصہ یہ کہ آپکی سنہ ولادت مین اختلاف ہے اور ماہ ولادت مین بھی اور آپکی عمر شریف اکانوے برس کی ہوئی اگر سنہ ولادت چار سو اکھتر اور تعداد عمر شریف اکانوے سال ہو تو سال وفات پانسو باسٹھ ہونا چاہیے اور اگر سال ولادت چار سو ستر ہو اور تعداد عمر شریف اکانوے برس کی تو سنہ وفات پانسو اکسٹھ ہونا چاہیے حضرت شاہ ابو المعالی نے

[ل] ہلالی منسوب بہ ہلال ایک قبیلہ کا نام ہے ہوازن سے ۱۲ منتخب

تحفۂ قادریہ مین تاریخ ولادت آپکی سنہ چار سو ستر نقل کر کے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

آنکہ ہر دہ ہزار بندۂ اوست ❊ غوث اعظم شہ خجستہ نہاد
چون زباغ حسن چو گل بشگفت ❊ چار صد بود بعد از ہفتاد

اور شیخ ابو الفضل احمد کی روایت مین ولادت آپکی سنہ چار سو اکہتر مین ہونا پائی جاتی ہے اور یہ تاریخ اُنھون نے لکھی ہے ؎

بادشاہے کہ اولیاء اللہ ❊ زیر پایش نہادہ جملہ رقاب
زان ولی مالک الرقاب آمد ❊ سال تاریخ مولدش بحساب

اور کسی اُستاد نے یہ قطعہ بھی لکھا ہے اس سے بھی سال ولادت اور مدت عمر شریف اور سنہ وفات ظاہر ہوتے ہین اور اسکو اکثرون نے نقل بھی کیا ہے ؎

محی الدین کہ انوار جمالش ❊ زعرش و کرسی از مہ تا بماہے
تولد عاشق و کامل سنینش ❊ وصالش دان زمعشوق الٰہی

تکملۂ فتوح الغیب مین ہے کہ آپ کی ولادت سنہ چار سو ستر مین ہے اور وفات پانسو اکسٹھ مین اور آپ کا سن شریف اکانوے برس کا ہوا کسی نے اس سب کو اس شعر مین جمع کردیا ہے ؎

ان باز اللہ سلطان الرجال[1] ❊ جاء فی عشق و مات فی کمال

تو لفظ عشق کے عدد چار سو ستر ہوتے ہین یہ تاریخ ولادت ہے اور لفظ کمال کے عدد اکانوے یہ عمر شریف کی تعداد ہوئی اور جب عشق کو کمال سے ملائین تو پانسو اکسٹھ حاصل ہوتے ہین یہ تاریخ وفات ہوئی - کذا حققہ[2] فی البہجۃ و قلائد الجواہر و نزہۃ الخاطر واللہ اعلم اور اسی سنہ چار سو ستر کے سنہ ولادت ہونے کے شیخ قطب یونینی اور علامہ شیخ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی محدث بھی قائل ہین اور سال ولادت مین اختلاف کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ موافق عادت عرب کے بعض نے مہینون کے کسرات ملاکر اکہتر کہے اور بعض نے اسکو نکال کر ستر کہے واللہ اعلم **نقل** محبوب المعانی مین ہے کہ آپکی شب ولادت کو گیلان مین کوئی لڑکی پیدا نہین ہوئی سو لڑکون کے اور گیارہ سو گیارہ لڑکے تمام وہی زمین پر

[1] بیشک باز اللہ کا جو مردون کا بادشاہ ہے وہ عشق مین آیا اور کمال مین وفات پائی ۱۲ منہ [2] اسیطرح اسکی تحقیق کی ہے بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر و نزہۃ الخاطر مین ۱۲ منہ

اُس شب مین پیدا ہوے اور وہ سب صاحب خدمات اور صاحب کمالات ہوے۔
نقل حضرت کی والدہ فرماتی تھین کہ مین جب ماہ رمضان مین دن کو اپنے بیٹے شیخ عبدالقادر کے منھ مین دودھ دیتی تھی تو وہ نہین لیتے تھے ایکبار رمضان کا چاند ابر کی وجہ سے کھائی نہین دیا لوگون نے مجھ سے آکر پوچھا مین نے کہا مین نہین جانتی لیکن میرے بیٹے نے آج دودھ نہین پیا ہے اُسکے بعد ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا اور بلدہ جیل مین مشہور ہوگیا کہ ابو عبداللہ صومعی کے بیٹی کے جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ رمضان مین دن مین دودھ نہین پیتا ہے بہجتہ الاسرار مین ہے کہ آپ منسوب ہین جیل بکسر جیم و سکون یا کی طرف اور وہ نام چند شہرون کا ہے طبرستان کے قریب وہین آپ ایک قصبہ مین جسکو نیف کہتے ہین پیدا ہوے اور اُسکو جیلان و گیلان بھی کہتے ہین اور گیل بھی بغداد سے ایک دن کی راہ پر دجلہ کے کنارے واسط کے راستہ کے قریب ایک گاؤن ہے اور گیل کو جیل بھی کہتے ہین اسیوجہ سے گیل العجم اور گیل العراق اور جیل العجم اور جیل العراق بھی کہتے ہین چنانچہ ابو ثابت بن منصور گیلی گیل عراق کے رہنے والے تھے اور جیل ایک گاؤن ہے مدائن کے مضافات مین علامہ شیخ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی محدث کا قول ہے کہ آپ بلدہ جیل مین پیدا ہوے اور جیل دو مقامون کا نام ہے ایک اُس جگہ کا جو بلاد دیلم کے قریب زمین کا ایک وسیع حصہ ہے جسمین بہت سی جگہین آباد ہین مگر کوئی بڑا شہر نہین ہے اور دوسرا بلدہ شیخ عبدالقادر کے نام کا جسکو گیل بکاف مشوبہ بجیم خالصہ بھی کہتے ہین اور اُسی کا حافظ ابو عبداللہ بن محمد سعد دبیثی نے کال نام رکھا ہے اور یہ اُنھون نے ابن الحجاج شاعر سے لیا ہے کہ اُس نے اپنے بعضے شعرون مین اُس کا نام کال رکھا ہے اور وہ ایک گاؤن مدائن کسریٰ کے مضافات سے ہے اور مولف روض الزاہر لکھتے ہین کہ آپ منسوب ہین جیل کی طرف جو بکسر جیم و یا ساکنہ بعد اُسکے لام ہے اور وہ نام چند متفرق شہرون کا ہے جو طبرستان کے قریب ہین اور اُسکو جیلان بھی کہتے ہین اور گیل اور گیلان بھی شیخ ابو الفضل احمد بن شافع جیلی کہتے ہین کہ آپکی ولادت سنہ چارسو اکھتر مین ہوئی اور آپ نیق مین پیدا ہوے جو ایک قصبہ بلاد جیلان سے ہے اور جیلان نام اُن بلاد متفرقہ کا ہے جو طبرستان کے قریب ہین اور زبدۃ الآثار مین بھی نیق قاف سے لکھا ہے اور یہ بھی کہ وہ جیل کا ایک قصبہ ہے اور جامع الاصول مین نیف فا کے ساتھ ہے منتخب اللغات مین ہے کہ نیق بالفتح پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی کو کہتے ہین سفینۃ الاولیا

مین ہے کہ صاحب روضۃ النواظر کہ جو اکابر وقت سے تھے اور قول اُن کا مستند ہے
لکھتے ہین کہ جو لوگ حضرت کو اُس جیل کی طرف کہ جو ایک موضع دجلہ کے کنارہ ہے یا جیل
مدائن کے قریب والے موضع کی طرف منسوب کرتے ہین یہ قول اُن کا غلط ہے یہ ہوسکتا ہے
کہ آپنے وہان چند دنون اقامت فرمائی ہو جیسا کہ برج عجمی مین فرمائی لیکن اصل مین آپ ولایت
گیلان کے رہنے والے تھے اور صاحب معجم البلدان آپ کو بشتیر کی طرف منسوب کرتے ہین
جو ایک گاؤن مضافات گیلان مین ہے اور قاموس مین بھی بشتیری بضم با لکھا ہے اور یہ
قول آپکے پوتے قاضی ابو صالح جیلی کا ہے طبقات شرنوبی مین ہے کہ آپ کو جیلی اسوجہ سے
کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے آپ پر سو بار تجلی فرمائی جبکہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ مین تھے
لہذا اُسی وقت سے ملائکہ نے آپ کا نام جیلانی رکھا پھر جب اور لوگون نے سنا تو وہ اور زائدہ
مشہور ہوگیا نام نامی آپ کا عبد القادر اور کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے صاحب بہجۃ الاسرار
لکھتے ہین کہ مجھ سے شیخ ابو محمد رجب بن ابو منصور داری نے بلدہ قاہرہ مین ۶۷۱ھ چھ سو ستر
مین بیان کیا اور اُن سے دو بزرگون شیخ ابو الفضل اسحق بن احمد بن غانم اور شیخ ابو بکر محمد بن عمر
بن ابو بکر مقری بغدادی مشہور بہ ابن النخال نے سنہ چھ سو ستائیس مین اور شیخ ابو الفضل کہتے
تھے کہ مجھ سے شیخ ابو محمد طلحہ بن مظفر بن غانم علثی نے قریہ علث مین سنہ پانسو بانوے مین اور شیخ
ابو بکر کہتے تھے کہ مجھ سے دو بزرگون شیخ ابو حفص عمر بن ابی نصر بن علی بغدادی مشہور بہ ابن الغزال
اور شیخ ابو الثنا محمود بن عثمان مشہور بہ نغال نے بہت بزرگون سے سُنکر بیان کیا کہ ایک مرتبہ
وہ سب حضرت کی خدمت بابرکت مین حاضر تھے لوگون نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا نام
محی الدین کس وجہ سے ہے آپ نے فرمایا کہ ۵۱۱ھ مین جب مین بعضے سفرون سے پلٹا
تو جمعہ کے دن بغداد مین ننگے پیر دن آیا ایک بیمار شخص کو دیکھا جو دُبلا تھا اور اُسکے چہرہ کا
رنگ متغیر تھا اُس نے مجھے سلام کیا مین نے جواب دیا پھر اُس نے اپنے قریب بلا کر
مجھسے کہا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھا دو مین نے جیسے اسکو اُٹھا کر بٹھایا فوراً وہ توانا ہوگیا اور اُسکی صورت
بھی اچھی خاصی اور رنگ صاف ہوگیا مین یہ دیکھکر ڈرا اُس نے کہا کہ تم مجھے نہین پہچانتے
مین نے کہا نہین اُس نے کہا مین دین ہون او رہلاک ہوگیا تھا اب خداوند تعالی نے
تمھاری وجہ سے مجھے زندہ کردیا تم محی الدین ہو پھر جب مین وہان سے اُٹھکر جامع بغداد مین
آیا تو ایک شخص نے استقبال کرکے میرے سامنے جوتے لاکر رکھدیے اور کہنے لگا یا سیدی

محی الدین جب مین نماز سے فارغ ہوا تو بہت سے لوگون نے آکر میرے ہاتھون کو بوسہ دیکر کہنا شروع کیا یا شیخ محی الدین حالانکہ اس سے قبل مجھے کبھی کوئی اس لقب سے نہین پکارتا تھا اور ریاض الحیات مین وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت آپکے والدین ملہم ہوئے تھے کہ اس لڑکے کا محی الدین نام رکھا جائے اور اصطلاح حضرات صوفیہ مین عبد القادر ایک مرتبہ کا نام بھی لکھا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس مرتبہ مین حق تعالیٰ اُسکو جلانے اور مارنے کی قدرت بخشتا ہے اور وہی مرتبہ کمال اہل ولایت کا ہے چنانچہ حضرت غوثیت مآب ولادت ہی کے وقت سے اس مرتبہ پر فائز ہوے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاۗءُ[۱] وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ لطیفہ جامع الاصول مین ہے کہ اولیاء کے مظاہر اور مراتب تمام اسماء الٰہیہ مین ہوتے ہین اور عبد القادر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہدہ کل مقدورات مین کرے بوجہ اسم قادر کے اُسپر تجلی ہونے کے تو وہ گویا صورت یدِ قدرت الٰہیہ ہوتا ہے اور کوئی چیز اُسکو مانع نہین ہوتی اور وہ قدرت حق کی تاثیر سبب مین دیکھتا ہے اور معدومات کو باوصف اُن کی ذاتی معدومیت کے جو وجود کی مدد برابر پہونچتی رہتی ہے اُسے بھی برابر دیکھتا ہے یہانتک کہ اپنے نفس کو بھی بذاتہٖ معدومیت کے ساتھ قدرت حق سے اشیا مین مؤثر پاتا ہے اور یونہی عبد المقتدر بھی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مبدءِ ایجاد اور اُسکے حال کا شاہد ہوتا ہے لطائف الاعلام فی اشارات اہل الالہام مین ہے کہ عبد القادر اسم قادر کا مظہر ہوتا ہے اور وہ روح یدِ قدرت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[۲] اور کلمات قدسیہ مین ہے کہ فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش تو جسکو خدا پکڑتا ہے اُس کا کوئی روکنے والا نہین ہے نہ دفع کرنیوالا فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ[۳] اور عبد القادر اُسکو بھی کہتے ہین جسکو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کا تعلق کل محدثات کے ساتھ مشاہدہ کرا دیا ہو وہ عین قدرت کو معہ اُس کی تعینات کے مظاہر موصوفہ مین بفعل وانفعال دیکھتا ہو اس طرح کہ جس فعل اور انفعال کو دیکھے وہ اُسی سے دیکھے اور یہ بھی بعلم ذوقی جانتا ہو کہ کل ماسوا اللہ حادث ہے اور تجدد اور امداد کو

---

[۱] یہ بخشش اللہ کی ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے [۲] جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہین وہ اللہ سے بیعت کرتے ہین کیونکہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہوتا ہے ۱۲ [۳] پھونکتا ہون اسمین تاکہ وہ اُڑجانے والا جانور ہوجائے اللہ کے حکم سے ۱۲

انفاس سے اور سریان قدرت کو جسکے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہین ہوتی مشاہدہ کرتا ہو مع اُسکے عموم شمول کے اور ایسا شخص وہی ہوگا جو اپنی عبودیت اور عدمیت کو دیکھتا ہوا ور حقارت منزلت اور افتقار ذاتی مین کوئی چیز اُسے حجاب نہو کیونکہ وہ تو اپنے رب کی قدرت کو تمام سب چیزون مین ساری دیکھتا ہوگا اسی سبب سے وہ سب سے حقیر چیز کا بھی محتاج ہے اور یہی حال عبدالمقتدر کا بھی ہے صرف اسمین حالت ایجاد کی معتبر رکھی گئی ہے بعضے علما بسند متصل شیخ سلیمان داوٗد بن یوسف سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ ایکبار شیخ عقیل کے سامنے ذکر ہوا کہ ایک جوان عجمی شریف عبدالقادر نام بغداد مین مشہور ہوے ہین اُنھون نے فرمایا وہ تو آسمانون مین زیادہ مشہور ہین اور زمین مین لوگ اُن کو جوان رفیع القدر کہتے ہین اور ملکوت مین باز اشہب بہجۃ الاسرار مین شیخ ابوالرضا محمد بن احمد بن داوٗد بغدادی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مجھے اکثر اس امر کا خیال رہا کرتا تھا کہ کوئی شخص ایسا ملتا جس سے مین کچھ مرتبہ قطبیت کے متعلق پوچھتا ایکبار مین اور شیخ ابوالخلیل احمد بن اسعد بن وہب بن علی مقری بغدادی ہروی سنہ پانسو اڑتالیس مین جامع رصافہ مین گئے وہان شیخ ابوسعد قیلوی اور شیخ ابوالحسن علی بن ہیتی بھی موجود تھے مین نے شیخ ابوسعد قیلوی سے پوچھا کہ ہر زمانہ مین اولیاء اللہ کا سلسلہ ایک قطب پر مبنی ہوتا ہے تو اس زمانہ مین کون قطب ہے اُنھون نے فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر مین آپ کی خدمت مین حاضر ہونیکے ارادہ سے اُٹھا تو اور لوگ بھی ساتھ ہو لیے جب ہم سب حضرت کے حضور مین حاضر ہوے تو آپ اُسوقت وعظ فرما رہے تھے سب بیٹھ گئے آپ نے وہ بیان موقوف کرکے فرمانا شروع کیا کہ اب مین قطب کی تعریف بیان کرتا ہون اور اسکی تعریف کون بیان کرسکتا ہے درحقیقت کوئی ایسا مسلک نہین ہے جسمین اُسکو مستقل حصہ نہو اور نہ کوئی ولایت مین ایسا درجہ ہے جو اُسکا گذرگاہ نہو اور نہ کوئی انتہائی مقام ایسا ہے جسمین اُس کا قدم راسخ نہو اور نہ مشاہدہ مین کوئی ایسا مقام ہے جسمین اُس کا مشرب خوشگوار نہو اور نہ حضرت الٰہیہ مین کوئی معراج ایسی ہوتی ہے جو اس کی سیرگاہ نہوتی ہو اور نہ عالم ملک و ملکوت مین کوئی امر ایسا ہوتا ہے جسکا اُس کو کشف نہوتا ہو اور نہ عالم غیب و شہادت کا کوئی سر ایسا ہوتا ہے جسپر وہ مطلع نہو اور نہ کوئی مظہر عدم سے وجود مین ایسا آتا ہے

ؔ وفات شیخ ابوالرضا ۵۷۷ھ مین ہوئی کذا فی تاریخ الاولیا ۱۲ منہ

جسکے حقایق و اسباب پر وہ قبل سے مطلع اور شارک نہو اور نہ کوئی فعل قوی ایسا ہوتا ہے جسمین وہ باطناً شریک نہو اور نہ کوئی نور ایسا ہوتا ہے جسمین اُسکی شعاعین نہ ہوتی ہون اور نہ کوئی کرامت ایسی ہوتی ہے جو اُسکے واسطے نہ ہو چکی ہو اور نہ کوئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے جسکی طرف وہ مجذوب نہو چکا ہو اور نہ کوئی نفس ایسا ہے جسکو وہ محبوب نہو وہ حامل لواء عزت اور منتہاے سیف قدرت اور حاکم وقت اور سلطان جیوش محبت اور متولی عزل و نصب کا ہوتا ہے اُسکے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہین ہوتا اور نہ کوئی حاضر چیز اُس سے مخفی ہوتی ہے اور نہ اُس کا حال پوشیدہ ہوتا ہے اور نہ اُسکے وجود سے زائد کسی کا وجود اتم ہوتا ہے اور نہ اُس سے بڑھ کر کوئی تبع شریعت ہوتا ہے وہ خلق مین موجود ہوتا ہے اور اُن سے علٰحدہ بھی اُن سے متصل بھی ہوتا ہے اور منفصل بھی ارضی بھی ہوتا ہے اور سماوی بھی اُس کا اول و آخر مرتبہ تمکین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے حواشی سے وابستہ ہوتا ہے اور وہ آپ ہی کے تسنیم لطف و رعایت کا بادہ خوار ہوتا ہے اور در حقیقت آپ نے یہ سب اپنے حالات و مقامات سے خبر دی بعد اسکے آپنے چند اشعار پڑھے جسمین سے دو شعر تبرکاً یہان پر لکھے جاتے ہین ؎

انا بلبل الافراخ املاء دوحها	طرباً و فی العلیاء باز اشهب

یعنی مین بلبل بچہ دار ہون کہ عالم قدس کے درخت کے تنہ پر آشیانہ رکھتا ہون اور ہر بیضۂ دل سے بچہ نکال کر اُسکی پرورش اور حفاظت اور تربیت کرتا ہون تاکہ وہ سدرۃ المنتہی تک اُڑ سکے یعنی مرید کو معارف کے اعلیٰ درجہ پر پہونچاتا ہون اور میری نسبت طائران قدسی کے ساتھ ایسی ہے جیسے باز سفید کی کہ کوئی جانور اُس سے بلند نہین اڑسکتا ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا	ابداً علی افق العلی لا تغرب

اگلون کے آفتاب غروب ہو گئے اور میرا آفتاب ہمیشہ بلندی پر ہے کبھی غروب نہو گا اُسی وقت شیخ ابو المظفر منصور بن المبارک واعظ معروف بجرادہ نے اُٹھکر یہ اشعار پڑھے ؎

بك الشهور تهنا والمواقيت	يا من بالفاظه تعلوا اليواقيت
الباز انت فان تفخر فلا عجب	وسائر الناس فى علينى فوخيت
اشم من قد ميك الصدق مجتهدا	لانه قد مرفى نعله الصيت

پھر شیخ علی ابن ہیتی نے اُٹھکر آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا مین نے اس مجلس کا حال لکھ رکھا اور جو کچھ اس مین واقع ہوا تھا اُس کو بھی یاد کر لیا ابن دبیقی کہتے تھے کہ مینے شیخ ابوالخلیل ہروی نے آکر اس قصہ کو پوچھا تو اُنھون نے بھی ایسا ہی بیان کیا ؎

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر اُفتاد

حلیہ شریف کا بیان

بہجتہ الاسرار مین محمد بن قدامہ سے منقول ہے کہ آپ نحیف البدن میانہ قد تھے اور چوڑے سینہ اور لانبی چوڑی داڑھی کے گرلانبا پن خوشنما اور سُرخ و سفید رنگ تھا اور پیوستہ ابرو اور روشن چہرہ اور آواز ایسی بلند کہ دور و نزدیک سے سننے مین برابر آتی تھی اور سننے والے اُس سے حلاوت اور لذت پاکر وجد مین آجاتے تھے اور آپکے کلام مین سرعت و جہر تھا جب بات کرتے تھے تو سب لوگ چپ ہوجاتے تھے اور جب کسی بات کا حکم دیتے تو لوگ فوراً اُسکی تعمیل مین مصروف ہوجاتے جمعہ کے روز جب آپ جامع مسجد تشریف لے جاتے تو لوگ بازارون مین کھڑے ہوکر آپ سے عرض حاجات کرتے **نقل** ایک مرتبہ آپ کو جامع مسجد مین جمعہ کے دن چھینک آگئی لوگون نے اُس کا جواب دیا تو اتنی آوازین بلند ہوئین کہ مستنجد باللہ خلیفہ جو اُسوقت مقصورہ جامع مین تھا سنکر پوچھنے لگا کہ یہ شور کیسا ہے لوگون نے کہا کہ حضرت شیخ عبدالقادر کو چھینک آئی ہے اُس کا جواب لوگون نے دیا ہے خلیفہ اس سے مرعوب ہوگیا اور آپ صاحب ہیبت عظیمہ تھے جب کسی کی طرف دیکھتے تو وہ کانپنے لگتا تھا اور جب بیٹھتے تو سب لوگ آپکے گرد حلقہ باندھ لیتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شیر بیٹھا ہوا ہے اور نظر مین یہ تاثیر تھی کہ اگر جن وانس اور وحش وطیر پر پڑتی تھی تو دل تک خبر لیتی تھی کوئی سنگین دل ایسا نہ تھا جو پانی نہین ہوجاتا تھا اور جمال باکمال جو دیکھتا تھا وہ حق یہ ہے کہ آپ ہی کا ہو رہتا تھا اور جسکی طرف آپ دیکھ لیتے تھے وہ سکتہ مین رہ جاتا تھا ؎

(حاشیہ متعلق صفحہ ۱۱) ؎ آپ سرسبز مینہ اور اوج سیار کباد کہتے ہین اور آپ وہ شخص ہین جنکے الفاظ سے یاقوتون مین گرانی آتی ہے آپ باز ہین تو اگر فخر کیجیے تو کچھ عجب نہین اور اور لوگ میری نظر مین فاختہ ہین مین آپ کے قدمون سے صدق کی خوشبو سونگھتا ہون اور وہ صدق آپکے قدم سے مشہور ہوتا ہے ۱۲ منہ

سوی ہر کس کہ باین شکل و شمائل نگری
کے تواند کہ ترا بیند و آہے نہ کند

جس سے جو بات فرماتے وہ جان و دل سے تعمیل کرتا تھا شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الآثار مین لکھتے ہین کہ آپ کو کیسا ہی سخت دل دیکھ لیتا تھا تو فوراً نرم ہو جاتا تھا اور آپ ایسے تھے کہ جو کوئی آپ کو صرف دیکھ لیتا تھا اُسے کسی اور کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہ جاتی ہے

کہہ سکے کون ہے کیسا رُخ زیبا اُن کا
قصہ کوتاہ خدا آپ ہے شیدا اُن کا

واہ کیا صورت و سیرت ہے مین قربان اُنپر
مظہر شان محمد ہے سراپا اُن کا

ارنی طالب دیدار کے لب پر ہے مدام
فراۓ رت روئے خدا حسن خود آرا اُن کا

اک نظر جلوۂ رخسار جو دیکھے یوسف
مثل یعقوب رہے محو تماشا اُن کا

زندگی ہوتی ہے عشاق کی اُنکے دم سے
نام مشہور رہے عالم مین مسیحا اُن کا

واہ کیا بات ہے محشر مین ہو گر ہمکو نصیب
پرتو نور نبی جلوۂ رعنا اُن کا

مظہر رحمت حق سبط نبی ابن علی
جان نثارون کو ہو کیونکر نہ بھروسا اُن کا

ہاے کس منھ سے کرون مدح شہنشاہ زمان
مین تو ہون خاک نشین مرتبہ اعلیٰ اُن کا

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود
ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر اُفتاد

کیفیت زمانۂ طفلی آنحضرت رضی اللہ عنہ

تحفۂ قادریہ مین حضرت سید عبدالرزاقؒ سے منقول ہے کہ حضرت غوث الآفاق رضؓ فرماتے تھے کہ زمانہ لڑکپن مین مین جب لڑکون کے ساتھ کھیلنا چاہتا تھا تو غیب سے آواز آتی تھی کہ اے مبارک میری طرف آ دمین اس آواز کو سُنکر ڈر جاتا تھا اور بھاگ کر والدہ کی گود مین چھپ جاتا تھا اب وہی آواز خلوت مین آتی ہے اور حضرت سید عبدالرزاق یہ بھی فرماتے تھے کہ مین نے ایک بار آپ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے آپ کو ولی کب سے جانا فرمایا دس برس کی عمر سے کیونکہ مین جب مکتب کو جاتا تھا تو راستہ مین دیکھتا تھا کہ ملائکہ میرے ساتھ ہین اور جب مکتب مین پہونچتا تھا تو سنتا تھا کہ وہی سب کہتے تھے کہ اللہ کے ولی کو جگہ دو ایک بار ایک اجنبی کو دیکھا کہ اُس نے فرشتون کی آواز سُنکر ایک مکتب کے لڑکے

سے مجھکو پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے اُس نے جواب دیا ابو صالح کا اُس نے کہا کہ عنقریب
اس کی بڑی شان ہوگی اور یہ شخص وہ ہوگا جسکو بغیر روک ٹوک ملے گا یعنی اسے
ایسا قرب حاصل ہوگا کہ جسکے بعد بعد نہوگا اور ایسی تمکین بخشی جائیگی جو بغیر حجاب ہوگی اور
ایسا قرب دیا جائیگا جسمین کوئی مکر نہوگا پھر بعد چالیس برس کے مین نے اُسکو پہچانا کہ وہ
اُسوقت کے ابدالون مین سے تھا اور اُسی کتاب مین ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مین شباب
کے زمانہ مین سفر مین تھا ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ اے عبد القادر مین نے تجھے
اپنے لیے منتخب کیا مگر کہنے والا دکھائی نہ دیا خلاصۃ الاخبار مین ہے کہ حضرت اکثر کنار دایہ
یا گہوارے سے غائب ہوجاتے تھے جب دایہ نہایت مضطرب ہوتی تو تھوڑی دیر کے بعد
آپ پھر وہین موجود ہوتے جب آپ کا آفتاب ہدایت اور ماہتاب کرامت تابان و
درخشان ہوا تو دایہ نے پوچھا کہ اُس زمانہ مین وہ کیا حالت تھی آپ نے فرمایا کہ مردان غیب
کی ملاقات کو جاتا تھا بہجۃ الاسرار مین ہے کہ شیخ ابو محمد عبد اللہ بن قائد آوانی کہتے تھے
کہ مین حضرت کی خدمت مین حاضر تھا آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپکے امر کی بنا
کس چیز پر قائم ہوئی فرمایا صدق پر مین کبھی جھوٹ نہین بولا نہ اب نہ بچپن مین جبکہ مکتب
مین پڑھتا تھا اعجاز غوثیہ مین ہے کہ حضرت ایک روز لڑکپن مین دایہ کی گود مین آرام
کرتے تھے یک بیک آغوش دایہ سے پرواز کر کے ہمسر خورشید ہوے اور وہان آپکے
جسم کو ایک حرکت سیماب کے مانند ہوئی دایہ غریب یہ ماجرائے عجیب دیکھکر حیران رہگئی
اور آسمان کی طرف دیکھنے لگی اتنے مین آپ اُس کی گود مین آگئے دایہ نے اس بات کو
اپنے دل ہی مین رکھا اور کسی سے ظاہر نہین کیا جب آپ جوان ہوے اور بغداد
مین رونق افروز مسند ہدایت ہوے تو وہ آپ کی زیارت کو گیلان سے بغداد آئی
اور تنہائی مین ایک روز پوچھنے لگی کہ اے خورشید فلک ولایت و اے ماہ برج کرامت ایکدن
آپ میری گود سے پرواز کر کے آفتاب کے برابر پہونچے تھے ویسی کیفیت اب بھی ہوتی
ہے فرمایا ہان اے مادر مہربان خدا کی عنایت مجھپر اُس سے سو حصہ زیادہ ہے عالم
طفلی مین تو مین بمقتضائے سن اُس کی تجلیات کا تحمل نہین ہوتا تھا بیقرار ہوجاتا تھا اب خدا نے
مجھے وہ ظرف عطا کیا ہے کہ ویسی تجلی مجھ مین ہزارون سما جاتی ہین اور مجھکو اپنی جگہ سے
جنبش نہین ہوتی ہے

رفت آنکہ بیک جام می از دست شدم خود بادہ شدم بادہ کجا مست شود	از نرگس مخمور بتان پست شدم کے مست شوم چون زلبت مست شدم

بہجتہ الاسرار مین ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مین بچپن مین اپنے وطن مین عرفہ کے دن تھا وہان سے کھیلتا ہوا قریب کے گاؤن مین چلا گیا وہان ایک گائے نے میری طرف دیکھکر کہا کہ اے عبدالقادر تم اس لیے نہین پیدا کیے گئے ہو اور نہ تمھین یہ حکم دیا گیا ہے مین ڈر کر گھر چلا آیا اور کوٹھے پر چڑھ گیا تو لوگون کو عرفات مین کھڑا دیکھا نیچے اُتر کر والدہ سے عرض کیا کہ مجھکو آپ اللہ کو بخش دیجیے اور اجازت دیجیے کہ مین بغداد جاکر علم حاصل کرون اور اولیا کی زیارت کرون اور خدا کی یاد مین مصروف ہون اُنھون نے اسکی وجہ پوچھی مین نے وجہ بتائی اُنھون نے روکر اجازت دی اور اسّی دینار جو والد کے میراث سے تھے اُن مین سے چالیس میرے بھائی کے لیے رکھ لیے اور چالیس میرے دلق مین بغل کے نیچے سی دیے اور یہ عہد لیکر رخصت کیا کہ کسی حال مین جھوٹ نہ بولنا مین رخصت ہو کر قافلہ کے ساتھ بغداد روانہ ہوا جب شہر ہمدان سے گذرا اور زمین ترنتک مین پہونچا تو ساٹھ سوار یکایک جنگل سے نمودار ہوے اور اُنھون نے قافلہ کو آکر گھیر لیا ایک نے اُن مین سے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تیرے پاس کیا ہے مین نے کہا چالیس دینار اُس نے پوچھا کہان مین نے کہا کہ میرے دلق مین بغل کے نیچے ہین وہ سمجھا کہ یہ مجھ سے ہنستے ہین مجھے چھوڑ کر چلا گیا پھر دوسرے نے پوچھا مین نے وہی جواب دیا اُس نے جاکر اپنے سردار سے یہ حال بیان کیا اُس نے کہا کہ اُس فقیر کو یہان لے آؤ مجھے وہان سب لے گئے وہ سب ایک ٹیلہ پر بیٹھے قافلہ کا مال تقسیم کر رہے تھے مجھ سے پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہے مین نے پھر وہی کہا کہ چالیس دینار میری دلق مین بغل کے نیچے سلے ہین وہ بولا کہ دلق کو کھول ڈالو جب وہ کھولی گئی تو چالیس دینار نکلے اُس نے کہا کہ تم نے یہ کیسے بتا دیے مین نے کہا کہ میری والدہ نے عہد لیا ہے کہ جھوٹ نہ بولنا لہذا مین اُسی عہد پر قائم ہون وہ یہ حال سنکر رو دیا اور کہنے لگا کہ ایک تم ہو کہ اپنی والدہ کے عہد مین خیانت نہین کرتے اور ایک مین ہون کہ معلوم نہین کتنی مدت سے خدا کے عہد مین خیانت کر چکا اور اب تک کر رہا ہون افسوس میرا حال کیا ہوگا اب اس سے باز آتا ہون چنانچہ اُسی وقت اُس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی تب اُس کے

ساتھیون نے کہا کہ تم چوری مین چونکہ ابتک ہمارے سردار اور مقدم رہے لہذا اب توبہ مین بھی مقدم رہو سب نے توبہ کی اور تمام مال قافلہ کا واپس دیدیا سب سے پہلے اُنھین لوگون نے میرے ہاتھ پر توبہ کی سچ ہے الصدق ینجی والکذب یھلک[1]

نازم بقدرتت کہ بتقدیر کار ہا	؎	برہم زنی معاملۂ روزگار ہا
از دامن شفق بدر آری چو آفتاب		عالم شود منور و دولت دود شتاب
ترک عجمی کاکل ترکانہ برانداخت		از خانہ برون آمد و صد خانہ برانداخت
آندم کہ عقیق لب خود در سخن آورد		خون از دہن ساغر و پیمانہ برانداخت

بحر الاسرار قادریہ مین سید سعد اللہ سے منقول ہے کہ چورن کے سردار کا نام سید احمد بدوی تھا وہ توبہ کرنے کے بعد جب حضرت کو اپنے گھر مین لایا اور مراتب خدمت گذاری عمدہ طور سے پورے کئے تو اپنی لڑکی بھی حضرت کی خدمت مین پیش کی جو آپکے جناب مین مقبول ہوئی پھر ان زوجہ مطہرہ کو وہین چھوڑکر آپ بغداد روانہ ہوے بعد تحصیل علوم اور مجاہدہ وغیرہ کے جب آپ نے قیام کیا تو اُن کو بلوالیا اقتباس الانوار مین ہے کہ صاحب تحفۃ الراغبین لکھتے ہین کہ بعضے رسائل اوراد معظمہ حضرات قادریہ مین ہے کہ جب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت سفر مانگی تو اُنھون نے یہ دعاے قطب سکھلا کر فرمایا کہ تھارے والد سے مجھے یہ پہونچی ہے اور اُنھون نے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے عبد القادر کو یہ دعا بتادینا لہذا مین تم کو اس کی اجازت دیتی ہون اور یہ بھی کہا تھا کہ وقت نزول بلیات وآلام ومصائب کے اگر یہ دعا بعدد حروف قطب پڑھی جائے تو وہ سب دفع ہوجائینگے حضرت فرماتے تھے کہ مین نے جو کچھ پایا اسی دُعا کی برکت سے پایا اور وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم[2] اللہ الکافی وقصدت الکافی وجدت الکافی کفانی الکافی لکل کاف کافی ونعم الکافی وللہ الحمد کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ یہ دعاے کافی المہمات جسکو دعاے قطب بھی کہتے ہین آپکو اپنی والدہ سے

[1] سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتاہے ۱۲ منہ [2] شروع کرتاہون اللہ کے نام سے کہ جو مہربان اور رحیم ہے اللہ میرا کفایت کرنے والا ہے اور قصد کیا مین نے اُسی کفایت کرنے والیکا اور مین نے پایا اپنے کفایت کرنے والے کو اور کافی ہے مجھکو میرا کفایت کرنے والا اور ہر کفایت کرنے والے کے لیے وہ کافی ہے اور بہتر کفایت کرنے والا اور اللہ کے واسطے تعریف ہے ۱۲ منہ

پہونچی ہے اور جو کچھ آپ نے پایا اسی کی برکت سے پایا اس دعا کے پڑھنے کا طریقہ
یہ ہے کہ پہلے دوگانہ روح پُر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ نیت ہدیۃ الرسول پڑھے
اس طرح کہ ہر رکعت مین الحمد للہ کے بعد قل ہو اللہ تین بار پھر حضرت کے حضور مین مطلب
عرض کرے پھر دوسرا دوگانہ پڑھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی روح کو بخشے اور نیت کرے
کہ ہدیۃ الی ابی العباس خضر علیہ السلام اور ہر رکعت مین الحمد کے بعد قل ہو اللہ پانچ
پانچ بار پڑھے بعد سلام کے اپنا مطلب عرض کرے اور حضرت خضر علیہ السلام کی سلامتی
کا فاتحہ پڑھے پھر تیسرا دوگانہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح پر نذر کے لیے پڑھے
اور اس طرح سے نیت کرے کہ نویت[۱] ان اصلی رکعتین ہدیۃ الی غوث الثقلین شیخ محی الدین
عبد القادر جیلانی اور اس دوگانہ مین الحمد کے بعد گیارہ گیارہ بار قل ہو اللہ اور پانچ
پانچ مرتبہ درود شریف پڑھے اور بعد سلام کے حضرت کی روح پر فتوح سے مدد طلب
کرکے اپنا مطلب عرض کرے اور نماز سے پہلے اور بعد ایک ہزار گیارہ بار مع بسم اللہ کے
یہ دعا پڑھے اور پڑھنے مین کسی سے بات نہ کرے اور اس دعا کے معانی پر لحاظ رکھے
خصوصاً لفظ قصدت مین یہ خیال کرے کہ فلان امر مین نے قصد کیا اور وجدت
مین یقین کرے کہ فلان مطلب مین نے پایا پھر اُسی کتاب مین ہے کہ بارہ ہزار بار یہ
دعا مع بسم اللہ پڑھے آپ فرماتے تھے کہ مجھکو کشف اسی دعا کی مواظبت سے شروع
ہوا اگر بارہ ہزار بار نہ پڑھ سکے تو ایک ہزار گیارہ مرتبہ پڑھے اُسکی سب مرادین حاصل
ہوجائین اور اگر اسقدر بھی نہ پڑھ سکے تو پانسو مرتبہ اور اگر اتنا بھی نہ ہوسکے تو ایک سو
گیارہ بار بعد لفظ مطلب کے پڑھے چھوڑ نہ دے اگر کوئی مطلب دینی ہو تو بعد نماز عشا یا
تہجد کے اتنے عدد کے مطابق پڑھے اور اگر کوئی دنیاوی کام ہو تو بعد نماز فجر کے
طلوع آفتاب کے بعد پڑھے اور طریقہ عالیہ قادریہ مین ہے کہ وقت حاجت کے پہلے
ایک دوگانہ پڑھے بعد اُسکے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح پر فاتحہ پڑھے پھر
آپکے والدین اور نانا کی روح پر اور فاتحہ اسطرح پڑھے کہ پہلے گیارہ بار درود پھر
گیارہ بار سورہ فاتحہ پھر گیارہ بار آیۃ الکرسی پھر گیارہ بار قل یا ایہا الکافرون پھر گیارہ بار
قل ہو اللہ پھر گیارہ گیارہ بار قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پھر گیارہ بار درود

[۱] نیت کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں دو رکعتین اور ہدیہ کردوں اُسکو حضرت غوث الثقلین کی طرف ۱۲

بعد اُسکے ایک سو گیارہ بار یہ دعا پڑھے پھر ایک دوگانہ نماز پڑھکر سلام پھیر کر سجدہ مین جائے پھر دعاے مذکورہ اسی قدر پڑھے اور اگر اس طرح نہو سکے تو بعد پانچون نماز کے گیارہ گیارہ بار پڑھ کر دل پر دم کرلے اسکے بہت منافع اور بیشمار فضائل ہین پھر اسی کتاب مین ہے کہ جب آپ کا سن شریف زیادہ ہوا تو آپ نے بجائے اور وظیفون کے جو اوقات مقررہ مین تھے اسی دعائے قطب پر اکتفا فرمائی اور بعضے مشائخ سلسلہ شریفہ نے اسی دعا کے فضائل مین یہ لکھا ہے کہ جسکو اس کا ورد ہو اور احیاناً کبھی قضا ہو جائے تو اُسکو چاہیے کہ اسکے عوض مین ہر نماز کے بعد اس دعا کو گیارہ بار پڑھ لیا کرے تو گویا سارے وظیفہ اُس نے پڑھ لیے اور ثواب و فتوحات باطن اور حصول مہمات ظاہر کے لیے یہ دعا بہت موثر اور مجرب ہے ؎

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

کیفیت تحصیل علم آنحضرت رضی اللہ عنہ

جب آپ سن تمیز کو پہونچے اور یہ سمجھے کہ علم اوضح مناہج تقوی وارفع معارج یقین و اعلی مدارج متقین و اعظم مناصب دین و افخر مراتب سہتدین و مرقات مقامات قرب و معرفت و وسیلہ وصول حضرت عزت ہے اُسوقت سے آپ نے اسکی طلب مین کوشش فرمائی اور فروع اور اصول کی تحصیل مین مسافرت گوارا کرکے ۴۸۸ھ چار سو اٹھاسی مین بغداد تشریف لائے آپکے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے متعدیات سعادت بغداد خجستہ بنیاد پر وارد ہوئے یعنی سحاب رحمت اُسکی شش جہت پر چھا گیا اور بوستان عراق سرسبز و سیراب اور چمنستان اُس جگر گوشہ آفاق کا شاداب ہو گیا اُس زمانہ مین آپ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی آپ نے علماء اعلام و فضلاء و مشائخ و ائمہ ذوی الاحترام کی صحبت اختیار کی اور قرآن مجید اور اُسکے اتقان مین مصروف ہوئے پھر شیخ ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی اور شیخ ابو الخطاب محفوظ کلواذانی حنبلی اور شیخ ابوالحسین محمد بن قاضی ابویعلے محمد بن الحسین بن محمد فراء حنبلی اور قاضی ابی سعید و بقوسے سعد مبارک بن علی المخزومی حنبلی رحمہم اللہ سے فقہ پڑھی اور شیخ ابی زکریا یحیی بن علی تبریزی سے ادب پڑھا اور ایک جماعت محدثین مشہورین سے کہ جنمین سے شیخ ابو غالب محمد بن الحسین الباقلانی

اور شیخ ابو سعد محمد بن عبد الکریم بن خُشیش اور شیخ ابو الغنائم محمد بن محمد بن علی بن میمون الرسی اور شیخ ابو بکر احمد بن مظفر اور شیخ ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین قاری السراج اور شیخ ابو القاسم علی بن احمد بن بنان کرخی اور شیخ ابو عثمان اسمٰعیل بن محمد بن احمد بن جعفر بن ملة الاصفہانی واعظ اور شیخ ابو طالب عبد القادر بن محمد بن عبد القادر بن محمد بن یوسف اور اُن کے چچا کے بیٹے شیخ ابو طاہر عبد الرحمٰن بن احمد اور شیخ ابو البرکات ہبة اللہ ابن المبارک اور شیخ ابو العز محمد بن المختار ہاشمی اور شیخ ابو نصر محمد اور شیخ ابو غالب احمد اور شیخ ابو عبد اللہ یحییٰ ابنا امام ابی الحسن بن بنا اور شیخ ابو الحسین مبارک ابن عبد الجبار اور شیخ ابو منصور عبد الرحمٰن ابن ابی غالب اور شیخ ابو البرکات طلحہ ابن احمد العاقولی وغیرہم رضی اللہ عنہم سے حدیث سنی اور قدوة المحققین و امام السالکین ابو الخیر شیخ حماد بن مسلم الدباس کی صحبت اُٹھائی اور اُنھین سے علم طریقت حاصل کیا اور خرقہ شریفہ حضرت قاضی ابی سعید مخزومی کے ہاتھ سے پہنا اور ایک جماعت شیوخ زمان و اکابر مشایخ اولی العرفان سے ملاقات کی کذا فی تاریخ الیافعی و قلائد الجواہر پھر آپ تمام علوم مین سب پر فایق ہوئے اور حق تعالیٰ نے آپکو خلق پر ظاہر فرما کر ہیبت و جلالت وافرہ و مناقب شریفہ فاخرہ عنایت کیے اور آپ کے دل فیض منزل سے چشمہ ہائے حکمت و علامات قدرت و امارات ولایت ظاہر کیے اور مجاہدہ و عبادت اور ہوا اور خواہشات پیدا کرنے والی باتون سے خالص تجرد اور کنارہ کشی خوب پختگی کے ساتھ اور صبر جمیل طلب مولیٰ مین قطع علائق کے ساتھ اور تحمل سختیون اور بلاؤن کا عنایت فرمایا اور حقائق کی کنجیان آپ کو دین اور خزانہ ہائے معارف آپکے سپرد کیے ریاست علم و عمل آپ ہی کی ذات پر منتہی ہوئی اور آپ علم و حکمت مین قطب وقت ہوئے اور اصول و فروع کو مدلل فرمایا اور علم کو معہ عمل کے بیان فرمایا اور کتب مفیدہ تصنیف اور فوائد مفیدہ تحریر کیے غرضکہ تمام عالم مین آپ کا شہرہ ہوا جوق جوق لوگ آپکے حضور مین حاضر ہوتے اور فضائل و مناقب طرح طرح سے بیان کرتے بعضے آپ کو ذو البیانین و اللسانین کہتے تھے اور بعضے صاحب البرہانین و السلطانین کہتے تھے اور بعضے واضح الطریقین و امام الفریقین و کریم الجدین و قطب الخافقین و غوث الثقلین کہتے جوق جوق علما و فضلا و فقہا و عرفا و بلغا و شعرا و شرفا و نجبا و فقرا و غربا و اغنیا

سلہ عاقول ایک شہر ہے نہروان اور مغرب مین اور ایک گانو ہے موصل مین اور عاقولا کوفہ کا نام ہے توریت مین ۱۲ منتخب

وامرا اولیا و اتقیا اطراف ارض و اقطار عالم و اصناف جن و بنی آدم یعنی ہندی و عجمی و
رومی و چینی و مصری ہزار در ہزار قطار در قطار عقیدت و ارادت سے آپکے آستانہ فیض کاشانہ
پر حاضر ہوتے اور شرف زیارت و استفادہ سے بہرہ یاب ہوتے قلائد الجواہر مین ہے
کہ حضرت شیخ ابی سعید کا ایک مدرسہ تھا باب ازج مین وہ اُنھون نے آپ کو عنایت
کردیا تھا اُسمین آپنے وعظ فرمانا شروع کیا اور وہان مجمع ہونے لگا یہانتک کہ جب مدرسہ مین
بہت تنگی ہونے لگی تب آپ دروازہ رباط کی طرف راستہ کے مقابل تشریف رکھنے
لگے تاکہ لوگون کو دقت نہو پھر اُسکے گرد مکانات بڑھائے گئے اور بہت وسعت دیگئی
اُمرا نے بہت سا مال خرچ کیا اور فقیرون نے خود اپنے ہاتھون سے اُسمین کام کیا۔
ایک بار ایک غریب عورت اپنے شوہر کو لیکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی اور عرض
کرنے لگی یہ میرا خاوند ہے اور اسکے ذمہ میرے مہر کے بیس دینار ہین مین اسکو آدھا مہر
اس شرط پر بخشتی ہون کہ یہ آپکے مدرسہ مین کام کرے اُسکے شوہر نے یہ شرط قبول کرکے
لکھدیا عورت نے وہ نوشتہ لیکر آپ کو نذر کردیا چنانچہ وہ شخص مدرسہ مین کام کرتا تھا
اور آپ اُسکو ایک روز مزدوری دیتے اور ایک دن نہین دیتے تھے کیونکہ آپ کو معلوم
تھا کہ یہ فقیر محتاج ہے اسکے پاس کچھ ہے نہین یہانتک کہ اُس نے پانچ دینار کا کام
کیا تب آپ نے وہ خط نکالکر اسکو دیدیا اور فرمایا کہ انت فی حل من الباقی[1] اور اُس
مدرسہ کی تکمیل سنہ پانسو اٹھائیس مین ہوئی اور آپ ہی کی طرف وہ منسوب ہوا صاحب
بہجۃ الاسرار نے ایک جماعت عظیمہ اعیان مشائخ اور علما اور فقہا اور اولیا کو اپنی کتاب
مین ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہ سب قادریہ تھے اور آپ کی بڑی تعظیم کرتے اور آپ کے مراتب
عالی اور فضل ذاتی کے مقر تھے آپکی محبت کو دلمین چھپائے تھے اور آپکے مراتب عالی
بیان کرتے اور ایک دوسرے کو آپ کی متابعت کی وصیت کرتے تھے چنانچہ اُن مین سے
بعضے یہ ہین شیخ ابو محمد عبد القادر بن عثمان بن ابی البرکات بن علی بن ابی محمد رزق اللہ تیمی
بردانی شیخ ابو الحسن الفارسی شیخ ابو الفضل احمد بن صالح بن شافع الجیلی شیخ حافظ ابو العز
عبد المغیث بن زہیر بن الزراد بن علوی حربی شیخ ابو الحسن علی اور اُن کے بھائی قاضی
ابو محمد حسن ابنا قاضی ابو الحسن علی دامغانی شیخ ابو الفتح محمد مشہور بابن مندائی شیخ ابی محمد ابراہیم

[1] باقی تجھے معاف ہے ۱۲ منہ

بن محمود بعلبکی بطائحی۔ شیخ ابو محمد عبدالرحمن ابن امام ابی حفص عمر بن الغزال شیخ ابو محمد عبداللہ بن ابی نصر محمود بن مبارک حنابذی مشہور بہ ابن اخضر شیخ ابو المجد عیسی بن موفق الدین قدامہ مقدسی شیخ ابو موسی عبداللہ بن حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی حافظ ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد بن عبدالرحمن مقدسی شیخ ابو محمد عبدالحمید بن شیخ ابی احمد عبدالہادی بن یوسف بن محمد بن قدامہ مقدسی اور اُن کے بھائی شیخ ابو عبداللہ محمد مقدسی شیخ ابی الفتوح نصر بن ابی الفرج محمد بن علی بغدادی مشہور با بن حضری شیخ ابو العباس احمد بن اسمعیل بن ابی البرکات مبارک مشہور بہ ابن طبال اور اُن کے بیٹے شیخ ابو الرضا حمزہ شیخ ابو العباس احمد صریفینی شیخ ابو محمد عبدالعظیم ابن شیخ عبدالکریم مشہور با بن یاسمینی شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن جوہر بعلبکی مشہور بہ بطائحی شیخ ابو عبداللہ محمد بن حسین بن عبداللہ بن عیسی بن ابی الرجال یونینی بعلبکی شیخ ابو عبداللہ محمد بن عبدالصمد بن ابی عبداللہ بن حمائل بن جلیل بن راشد انصاری سعدی صوفی ابو محمد ابراہیم بن محمود بطائحی سے جو بہت بڑے قاری اور فقیہ اور مشہور ولی تھے نقل ہے کہ وہ کہتے تھے کہ شیخ ابو محمد ابراہیم بعلبکی کے سامنے جب کوئی بزرگان دین کا حال بیان کرتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ میرے شیخ اور پیشوا بعد رسول خدا اور اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے شیخ محی الدین عبدالقادر ہین اور مشایخ قادر ہر ایک سے عہد لیکر کہتے تھے کہ ہمارے اور تمھارے شیخ اور پیشوا شیخ محی الدین عبدالقادر ہین آپ کا علم لدنی ایسا تھا کہ جسکی تعریف کوئی شخص کرہی نہین سکتا بعض حضرات مشایخ شیخ کیسمانی اور بزاز سے نقل کر کے بیان کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ حضرت کے حضور مین حاضر تھے آپ نے دودھ نوش فرما کر آرام کیا پھر فرمایا کہ اسوقت میرے قلب پر بہتر دروازہ علم لدنی کے کھولے گئے اُن مین سے ہر دروازہ اتنا چوڑا ہے جیسے آسمان و زمین کی چوڑائی پھر کچھ ارشادات متعلق بہ حقائق و معارف اہل اللہ ایسے فرمائے کہ جسکے سننے سے حاضرین مدہوش ہوگئے ؎

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود
ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

———{ ⁂ }———

وصل در ذکر بعضے اساتذہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حال حضرت شیخ ابوالوفا علی بن عقیل بن محمد رضی اللہ عنہ

ان کی ولادت سنہ چار سو اکتیس ہجری مین ہوئی یہ اکابر علما سے تھے اور اپنے وقت مین گویا شیخ الاسلام تھے اولاً انھون نے کلام اللہ یاد کیا پھر حدیث پڑھی اور فرائض و اصول سیکھے اور کل علوم مین کامل ہوے امام یافعی تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ یہ اپنے وقت مین شیخ الحنابلہ اور صاحب تصانیف مفیدہ تھے اور ان کی تصنیف سے کتاب الفنون ہے جو چار سو جلد سے زائد مین ہے اور بڑے حاذق و ذکی تھے بیشتر وقت ان کا تصنیف و تالیف مین صرف ہوتا تھا انھون نے فقہ قاضی ابوالعلا وغیرہ سے پڑھی اور علم کلام شیخ ابی علی ابن الولید اور شیخ ابوالقاسم بن التبان وغیرہ سے اور روایت حدیث شیخ ابی محمد جوہری سے کی ابو اسحٰق شیرازی لکھتے ہین کہ یہ امام دنیا اور بہت بڑے زاہد و مناظر تھے ابن جوزی لکھتے ہین کہ انھون نے درس دیا اور اکابر علما سے مناظرہ کیا اور تصانیف بھی کیے اور علمی شاغل ان کے بہت تھے مین نے خود ان کے ہاتھ کا لکھا دیکھا ہے کہ مین ایک ساعت بھی اپنی عمر ضایع کرنا حلال نہین سمجھتا اور مین اپنے مین اس اسّی سال کی عمر مین بیس سال کی عمر سے زائد علم کی حرص پاتا ہون" سنہ چار سو چھیتر ہجری مین جب حنابلہ و اشاعرہ مین فسادات ہوے تب سے انھون نے وعظ کہنا چھوڑ دیا صرف درس دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے انکو انکی سماعت و بصارت اور کل اعضا سے بہت فائدہ اٹھانے کا موقع دیا سلفی کہتے تھے کہ مینے ان کا ایسا شخص نہین دیکھا کوئی ان سے بوجہ وفور علم و بلاغت کلام اور قوی دلائل اور حاضر جوابی کی گفتگو نہین کر سکتا تھا علم کلام جاننے والون کی مذمت کیا کرتے تھے کہا کرتے تھے کہ مجھے اس امر کا یقین ہے کہ حضرات صحابہ کی وفات ہوگئی مگر انھون نے جوہر و عرض جاننا پسند نہ کیا اور مین نے عمر بھر اصول مین بہت غور و فکر کیا بجز چند دنون کے اور تائید سنت و تردید متکلمین کے متعلق ان کا کلام بہت ہے بلکہ تصانیف بھی ہین بعضون نے ان سے بذریعہ تحریر دریافت کیا کہ اصحاب امام احمد کو آپنے انصافاً کیسا پایا انھون نے جواب دیا کہ میری راے مین وہ لوگ سخت تھے اُن کے اخلاق لوگون کے میل جول سے

علیحدہ تھے اور اُن کی طبیعتیں مداخلت سے سخت نفین اور وہ فضول ولغو بات سے بہت بچتے تھے اور نفوس کو ریا سے بچاتے تھے اور روایات مین اپنی رائین شریک کرنے سے ڈرتے تھے اور ظاہر حدیث پر تمسک کرتے تھے تاویل نہین کرتے تھے اور اعمال صالحہ کی طرف زیادہ راغب تھے علوم غامضہ کی طرف متوجہ نہین ہوتے تھے بلکہ ورع کی طرف زیادہ توجہ کرتے تھے اور مجھے یاد نہین کہ اُن مین سے کوئی بھی ایسا ہوا ور یہ بات اُن مین اس وجہ سے تھی کہ وہ آیات واخبار کے ظاہری معانی پر ایمان رکھتے تھے اُس مین کوئی تاویل یا انکار نہین کرتے تھے اور خدا جانتا ہے کہ مین اسلام کے گروہ مین کسی فرقہ کو بدعت سے خالی نہین سمجھتا سوا ان لوگونکے والسلام" اور انھین کا مقولہ ہے کہ مین ایک عجیب بات بعض جاہلون کی زبان سے سنتا ہون کہ وہ کہتے ہین کہ امام احمد فقیہ نہ تھے محدث تھے حالانکہ یہ نہایت جہل ہے کیونکہ اُنھون نے ایسے اختیارات حاصل کیے تھے جنکی بنا ایسی احادیث پر تھی جنکو اکثر لوگ جانتے ہی نہ تھے اور فقہ مین ایسے دقیق امور نکالے تھے جسکو کسی نے دیکھا بھی نہو گا پھر امام احمد کے کلام سے چند مسائل لکھے اور لکھا کہ اکثر علما کہتے ہین کہ ہم اصول مین امام احمد کے تابع ہین اور فروع مین فلان کے تو اُن کو وہی کافی ہے جسکے وہ اصول مین تابع ہین اور یہ کہا کرتے تھے کہ اس مذہب کو اُن کے اصحاب نے تاریک کردیا ہے کیونکہ اصحاب امام ابی حنیفہ وامام شافعی مین سے جب کوئی شخص علم مین کامل ہوا تو وہ ممالک مین سے کسی ولایت کا قاضی ہوگیا اور وہی اُسکی تدریس اور علمی مشاغل کا سبب ہوا اور امام احمد کے اصحاب مین بہت کم ایسے ہوے کہ جو کسی علمی شغلہ مین متوجہ رہے ہون سوا زہد وعبادت کے کہ ان امور مین ان کے اوقات زائد صرف ہوتے تھے مگر باایہمہ اُن کا کلام اکثر مجتہدانہ ہوتا تھا اور جو دلیل اُن کو معلوم ہوتی تھی اسکا پورا اتباع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دلیل کی اتباع واجب ہے امام احمد کی اتباع واجب نہین اور اُن کے خود کے ذاتی مسائل بہت ہین جنمین مذہب کی مخالفت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُن کی نظر مختلف رہتی تھی اور اجتہاد بھی بدلتا رہتا تھا کہا کرتے تھے کہ میرے نزدیک مجتہد کے فضائل مین سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ اختلاف دلیل کی صورت مین حکم دینے مین بھی متردد ہو چنانچہ اُن کے مسائل اجتہادی مین سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ عورتونکو

ریشمی کپڑا استعمال کرنا سوائے لباس اور طرح یعنی بچھانے یا تکیہ لگانے کے طور سے ناجائز ہے اور دوسرا یہ کہ نماز جنازہ کی پڑھنا تنہا بھی جائز ہے اور تیسرا یہ کہ سود صرف انھین چھ چیزون مین حرام سمجھا جائیگا جنکی تصریح حدیث مین ہے اور چوتھا یہ کہ وقف کی بیع جائز نہین چاہے وہ خراب ہوجاے اور اُس کا کوئی نفع نہ باقی رہے اور پانچوان یہ کہ امر شروع اولاد کی تقسیم مین یہ ہے کہ سب اولاد کو خواہ وہ لڑکے ہون یا لڑکیان برابر دینا چاہیے اور چھٹا یہ کہ مکاتبہ لونڈی سے وطی ناجائز ہے اگرچہ عقد کتابت مین اسکی شرط بھی کرلی ہو اور ساتوان یہ کہ کھیتیان اور پھل اگر نجس پانی سے بھی سینچی جائین تو بھی وہ طاہر اور اُن کا کھانا مباح ہے چاہے پھر بعد کو وہ طاہر پانی سے سینچی جائین یا نہین اور یہ کہا کرتے تھے کہ رضا بقضا الٰہی امراض و مصائب کی حالت مین واجب ہے اور دن کو رات پر فضیلت ہے ایکبار لوگون نے ان سے پوچھا کہ آپ جاہل کی گوشہ نشینی اختیار کرنیکے بابت کیا کہتے ہین تو انھون نے جواب دیا کہ یہ اُسکے لیے وبال اور مضر ہے اُس کو اس سے کوئی نفع نہین ہوگا پھر عالم کی عزلت کے متعلق پوچھا گیا تو جواب دیا کہ اُسے کیا پوچھتے ہو اُسکا علم اُسکے ساتھ موجود ہے وہی اُسکے درخت یقین کو سینچے گا اور اُسکو محفوظ رکھے گا اُسکے مرنے تک ان کے اشعار بھی بہت نفیس ہوتے تھے وفات انکی سنہ پانسو تیرہ ہجری مین ہوئی علامہ ابن رجب نے اپنے طبقات مین ان کا حال کئی ورقون مین لکھا ہے اور یہی سنہ وفات ان کا امام یافعی نے بھی اپنی تاریخ مین لکھا ہے۔

حال حضرت شیخ ابوالخطاب محفوظ بن احمد بن حسن کلوذانی بغدادی رضی اللہ عنہ

ان کی ولادت سنہ چارسو بتیس ہجری مین ہوئی یہ بھی ائمہ وقت سے تھے ایک جماعت علما سے انھون نے حدیث سنی اور اپنے مسموعات سب اپنے ہاتھ سے لکھے اور مذہب و خلاف مین بہت کامل ہوے درس بھی دیتے تھے اور فتوی نویسی بھی کرتے تھے اور عمدہ تصانیف اصول وغیرہ مین کیے اور بہت حدیثین نہایت صدق سے بیان کین اور اصحاب امام احمد بن حنبل مین ائمہ سے تھے کیاہراسی جب ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ فقہ آگئی ابن سمعانی کہتے تھے کہ ایکبار ان کے پاس ایک فتوی دو شعر دن مین آیا جو یہ ہے ؎

قل للامام ابی الخطاب مسئلة	جاءت الیک وما یرجی سواک لہا

ماذا علی رجل رام الصلوۃ فمذ	لاحت لناظرہ ذات الجمال لہا

یعنی امام ابی الخطاب کے پاس مین یہ سوال لیکر آیا ہون کیونکہ اُن کے سوا کسی سے اِس کے جواب کی امید نہین ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنا چاہے اور اسکو اُسوقت کوئی اچھی صورت نظر آئے تو کیا کرے اُنھون نے اُسی وقت اسکا جواب لکھا ؎

قل للادیب الذی وافی بمسئلۃ	سرت فؤادی لمّا ان اصحت لہا
ان الذی فتنۃ عن مبادتہ	خریدۃ ذات حسن فانثنی ولہا
ان تاب ثم قضی عنہ عبادتہ	فرحمۃ اللہ تغشی من عصی ولہا

یعنی اُس ادیب سے جس نے بات پوچھی ہے کہو کہ جو کچھ تم نے بیان کیا اس سے میرا دل خوش ہوا بیشک جس چیز نے کہ اُسکو عبادت سے باز رکھا وہ ایک حسینہ باحیا ہے کہ جسکی محبت سے وہ جھک پڑا اب اگر اُس نے توبہ کی پھر اپنی نماز پوری کر لی تو رحمت الٰہی اسکو ڈھانپ لے گی کہ جو محبت کی وجہ سے عاصی ہوا۔ ان کے بھی چند خاص مسائل ہین جسمین یہ اور لوگون کے موافق نہین ہین اُن مین سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز عصر سے قبل بھی چار رکعتین ہین دوسرے یہ کہ کفار غلبہ پانے پر اہل اسلام کے مال کے مالک نہین ہوسکتے بلکہ وہ انھین کو واپس دیدیا جائے ہر حالت مین اگرچہ وہ مال غنیمت مین تقسیم ہوگیا ہو اور وہ کافر مسلمان ہوگیا ہو کہ جسکے قبضہ مین وہ مال ہو تیسرے یہ کہ قربانی کا جانور بہ نیت قربانی خرید کرنے پر ملک مین نہین رہے گا اور نہ اُسکے مالک کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی حال مین اُسکو بدل سکے چوتھے یہ کہ زرافہ[1] حرام ہے سامری کا قول ہے کہ یہ ان سے سہو ہوا پانچوین کہ کلام اللہ جب سونے کے پانی سے لکھا جائے تو اگر وہ سونا بمقدار نصاب ہو تو اُس کی زکوۃ دینا بھی واجب ہے اور اُس سونے کو رگڑ دینا اور اُسکو لے لینا جائز ہے اور انھین کی رائے کے موافق ابن ارغوانی بھی ہین بلکہ اُنھون نے تو یہ زیادہ کیا ہے کہ کلام اللہ کا آب زر سے لکھنا حرام ہے اور وہ رگڑ ڈالا جائے اور کسی کو اس کا لینا جائز نہین انکی وفات سنہ پانسو دس مین ہوئی اور امام احمد بن حنبل کے پہلو مین دفن ہوے اور یہی سنہ وفات ان کا امام یافعی نے اپنی تاریخ مین بھی لکھا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ مین کلوذانی منسوب

---

[1] زرافہ ایک جانور کو کہتے ہین جو مصر کے نواح مین ہوتا ہے اور فارسی مین اسکو شترگاؤ پلنگ بولتے ہین کیونکہ اُسکی گردن اونٹ کی گردن سے مشابہ ہوتی ہے اور سم گائے کے سُم سے اور رنگ چیتے کے رنگ سے کذافی المنتخب ۱۲ منہ

بہ کلواذان ایک گاؤن ہے بغداد کے قریب کذا فی منتہی الادب

حال حضرت قاضی شیخ ابو الحسن بن فرا البغدادی حنبلی رضی اللہ عنہ

یہ بڑے مفتی اور مناظر تھے اور مذہب واصول مین کامل تھے اور زہد و دیانت مین اپنے زمانہ والون سے فائق تھے اکثر لوگ ان کی وجہ سے اشعریت کی طرف مائل ہو گئے تھے شب عاشورا سنہ پانسو چھبیس مین ان کو کسی نے قتل کیا اور اُن کا مال سب لے لیا پھر اُن کا قاتل بھی مار ڈالا گیا کذا فی مراۃ الجنان للامام الیافعی

حال حضرت شیخ محمد بن حسن بن احمد الباقلانی الکرخی البغدادی رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت صاحب تذکرۃ الحفاظ ابو طاہر لکھتے ہین مگر صاحب بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر و فتح المبین نیز امام یافعی نے ابو غالب لکھی ہے یہ بھی اکابر علما محدثین مجتہدین بلکہ حفاظ حدیث سے تھے اور جملہ علوم مین ان کو تبحر حاصل تھا اور اپنے معاصرین پر فایق تھے تمام اطراف واکناف مین ان کی شہرت تھی علم حدیث مین لوگ انھین کی طرف رجوع کرتے تھے یہ نہایت عمدہ صفات کے شخص تھے اور بہت زاہد لوگون سے بہت کم ملتے تھے ان کی وفات سنہ چارسو نواسی مین بعمر تہتر سال بغداد مین ہوئی کذا فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی باقلانی بمعنی باقلا فروش و باقلا بفتح با و سکون الف و کسرہ قاف و تشدید لام و سکون الف ایک مشہور دانہ ہوتا ہے جسکو شام کی لغت مین فول کہتے ہین کذا فی منتہی الادب اور ہندی مین باقلا کو لوبیا کہتے ہین۔

حال حضرت شیخ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون نرسی رضی اللہ عنہ

بہجۃ الاسرار مین میمون رسی ہے اور قلائد الجواہر مین میمون فرسی اور فتح المبین مین میمون قرشی ہے علامہ ذہبی اپنی تاریخ تذکرۃ الحفاظ کی چوتھی جلد مین لکھتے ہین کہ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون الکوفی المقری ان کا لقب ابی النرسی تھا ان کی ولادت سنہ چارسو بیس مین ہوئی انھون نے سماعت حدیث شیخ محمد بن علی بن حازم اور اور چند بزرگون سے کوفہ مین کی اور کریمہ مروزیہ سے مکہ مین اور شیخ ابو اسحق برمکی اور شیخ ابو عبد اللہ بن حبیب

فارسی اور شیخ احمد بن محمد زعفرانی اور شیخ احمد بن محمد بن نقرحل اور شیخ ابو منصور ابن سواق اور شیخ ابوالقاسم تنوخی اور ان کے طبقہ والون سے بغداد مین اور ایک جماعت سے شام مین کی اور بہت کتابین لکھین اور تصنیفات کیے اور خود اپنا معجم تیار کیا اور ان سے روایت حدیث فقیہہ نصر مقدسی اور حمیدی و ابن انماطیہ وسلفی و ابن ناصر و معالی بن ابی بکر کتانی و مسلم بن ثابت نحاس و محمد بن حمیدرہ بن عمر زبدی و ابو الفرج بن کلیب نے کی اور ایک جماعت کثیر نے اور یہ خود کہا کرتے تھے کہ کوفہ مین اہلسنت وحدیث سے میرے سوا کوئی نہین ہے اور بغداد اکثر آیا کرتے تھے کوفہ سے یہ تیس برس کی عمر مین نکلے اور اول سماعت حدیث انھون نے سنہ چار سو بیالیس مین کی اس کو عبدالوہاب بن الانماطی نے لکھا ہے اور ان کے حفظ و اتقان کی بہت تعریف لکھی ہے محمد بن علی بن فولاد طبری کہتے تھے کہ مجھ سے یہ خود بیان کرتے تھے کہ جب مین بزرگون سے قرآن مجید بچپن مین پڑھتا تھا تو وہ لوگ بوجہ میرے تیز پڑھنے کے کہا کرتے تھے کہ تم تو ہم سے بھی بڑھ گئے ابن طاہر کہتے تھے کہ یہ بڑے حافظ ثقہ و متقن تھے ان کا ایسا مین نے کسی کو نہین دیکھا رات مین تہجد کے علاوہ اکثر بیدار رہتے تھے ایک بار ان کے سامنے ابن سلفہ نے حدیث پڑھی انھون نے اُسکی انکار کی اور کہا کہ یہ حدیث میری روایت مین نہین ہے انھون نے اس کے متعلق کچھ کلام کیا انھون نے کہا کہ مین اپنی مرویہ حدیثین پہچانتا ہون کیونکہ متعدد بار مین نے ان کو پڑھا اور ان مین غور کیا ہے تو اُن کی کوئی بات ایسی نہین جسے مین جانتا نہون سنہ چار سو اٹھانوے سے ان کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ ہر سال رجب کے مہینہ سے یہ بغداد مین آکر ٹھہر جاتے تھے اور بعد عید تک رہتے تھے اور اُجرت پر کتابت کیا کرتے اسی سے بسر اوقات کرتے تھے ابو حازم عبدری ان کی بہت تعریف کرتے تھے بغداد مین یہ بیمار ہوے تو لوگ ان کو اسی حالت مین کوفہ لے گئے اثنار راہ مین حلہ پہونچ کر ان کی وفات ہوگئی پھر نعش کوفہ گئی اور وہین ۵ شعبان سنہ پانسو ودش ہجری مین دفن ہوے ۔ رسی منسوب بہ رس قوم ثمود کے بنائے ہوئے کنوین کا نام ہے نیز اُس گاؤن کا جسمین وہ لوگ یعنی اصحاب الرس رہتے تھے اور نرسی منسوب نرس کی طرف ہے جو عراق مین ایک گاؤن ہے فقط

حال حضرت شیخ ابوبکر بن مظفر بن سوسن تمار رضی اللہ عنہ

یہ اکابر علماء و صلحاء و زہاد وقت سے تھے اور ان کو ایک خاص مقبولیت حاصل تھی لوگ ان کو بہت ملنتے اور بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ ان کی وفات سنہ پانسوتین ہجری مین ہوئی علامہ ذہبی جلد چہارم تذکرۃ الحفاظ مین شیخ عمر بن عبدالکریم ابن سعدویہ کے حال مین لکھتے ہین کہ مسند بغداد شیخ ابوبکر احمد بن مظفر بن حسین بن سوسن الیمان نے بانوے سال کی عمر مین اسی سنہ پانسوتین مین انتقال کیا بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر و فتح المبین سے توسوس تمار معلوم ہوتا ہے یا تمار مگر علامہ ذہبی سوسن الیمان لکھتے ہین سوس بضم سین اول وسکون واو وسین ثانی بمعنی اصل و طبیعت اور ایک درخت کا نام ہے جسکی جڑ شیرین اور شاخ کڑوی ہوتی ہے اور ایک کیڑے کا نام ہے اور ایک مقام کا بھی اہواز مین جو سوس بن سام بن نوح علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور وہین حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام کی قبر ہے اور شوش بضم شین معجمہ اول وسکون واو وشین آخر بھی ایک مقام کا نام ہے ابن عمر کے جزیرہ کے قریب اور ایک محلہ ہے جرجان مین اور ایک قلعہ ہے دجلہ موصل کے شرقی جانب اور شہر سوس خوزستان کا بھی نام ہے تمار بفتح تاء و تشدید میم وسکون الف و راء چھوہارا بیچنے والے کو کہتے ہین اور ثمار بثاء مثلثہ سے میوہ فروش کو کہتے ہین کذا فی منتہی الارب

حال حضرت شیخ ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین قاری السراج بغدادی رضی اللہ عنہ

ان کی ولادت سنہ چارسو سترہ یا اوائل سنہ اٹھارہ مین ہوئی اور شیخ ابوالمعمر مبارک بن احمد بن عبدالعزیز انصاری اپنی کتاب وفیات الشیوخ مین لکھتے ہین کہ ان کی ولادت سنہ چارسو سولہ مین بغداد مین ہوئی یہ بڑے حافظ عصر و علمائے زمانہ سے تھے اور صاحب تصانیف عجیبہ انھین کی کتاب مصارع العشاق ہے انھون نے روایت حدیث شیخ ابی علی بن شاذان و شیخ ابوالقاسم و لقبولے ابی الفتح بن شاہین اور خلال و برمکی و قزوینی و ابن

فیلان وغیرہم سے کی اور ان کی بہت بڑی جماعت شاگرد تھی اور روایت حدیث بھی ان سے بہتون نے کی چنانچہ حافظ ابو طاہر سلفی بھی ان سے راوی ہین بلکہ وہ ان سے روایت حدیث پر بہت فخر کرتے تھے باایہمہ کہ اُس زمانہ کے اور علما سے بھی راوی تھے ان کے اشعار بہت نفیس ہوتے تھے منجملہ اُن کے چند یہ ہین ؎

بان الخلیط فما دمعی	وجدا علیہم تستھل
وحدی بھم حادی الفراق	عن المنازل فاستقلوا
قل للذین ترحّلوا	عن ناظری والقلب حلوا
ودمی بلا جرم اتیت	فداۃ بینھم استحلوا
ما ضرہم لو انھلوا	من ماء وصلھم وعلوا

یعنی دوست جُدا ہوے تو مین غمگین ہو کر بلند آواز سے رویا اور فراق کے نغمہ سنانے والے نے اُن کو منازل کے نعمون سے بھلا لیا اُن لوگون سے کہو کہ جو میری نظرون سے غائب ہو کر دل مین سما گئے کہ میرا خون ناحق جو اُنھون نے حلال کر لیا ہے کل سامنے آئیگا اب بھی کچھ نقصان نہین ہے اگر دوبارہ شربت وصل سے سیراب کرین اس کے علاوہ ان کے اور بھی اشعار ہین ان کی وفات شب یکشنبہ اکیس ماہ صفر سنہ پانچسو مین ہوئی اور باب ابرزین دفن ہوے ابن جوزی کہتے تھے کہ ان کی صحت بہت اچھی تھی صرف چند دنون بیمار رہوے اور انتقال کر گئے اور ان سے میرے شیوخ حدیث نے بہت حدیثین روایت کین سب سے آخر راویہ شہدہ بنت ابری تھین اور امام یافعی نے تاریخ مراۃ الجنان مین ان کا سنہ وفات پانچسو نوے لکھا ہے

حال حضرت شیخ ابو القاسم علی بن احمد بن بیان کرخی رضی اللہ عنہ

آپ بھی اجلہ علما و مشائخ سے تھے اور اعلیٰ درجہ کے فقیہ و فاضل زہد و تورع و تواضع و حسن خلق مین بہت بڑھے ہوے تھے آپ کے دادا کا نام ایک روایت مین بجائے بیان کے بنہان لکھا ہے اہل عراق آپکو بہت مستند سمجھتے تھے. علامہ ذہبی اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ مین شیخ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون الکوفی المقری النرسی کے ضمن حال مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ پانچسو دس مین مسند عراق ابو القاسم علی بن احمد بن محمد بن بیان رزاز نے

ستانوے سال کی عمر پاکر انتقال کیا کرخی کرخ کی طرف منسوب ہے اسکے معنی بازار کے ہین متعدد مقامات پر اطلاق آیا ہے چنانچہ بولتے ہین کرخ بصرہ کرخ بغداد وغیرہ وغیرہ یاقوت حموی کا بھی قول ہے کذا فی قاموس الامکنۃ والبقاع مطبوعہ مصر۔ رزاز بفتح رار و تشدید زار و سکون زار و الف یہ لقب کئی شخصون کا تھا اور وہ سب بزرگ اور محدث تھے انھین بزرگون مین سے ایک بزرگ شیخ علی بن احمد بن بیان صاحب تذکرہ تھے کذا فی منتہی الارب

حال حضرت شیخ ابو عثمان اسمعیل بن محمد بن احمد بن جعفر بن ملت اصبہانی رضی اللہ عنہ

آپ بھی علماء راسخین و صلحا متقین سے تھے نہایت جلیل القدر و رفیع المنزلت اصبہان کے لوگ آپکے بہت گرویدہ اور متبع تھے بیشتر طلبہ کے افادہ مین متوجہ رہتے تھے امام یافعی اپنی تاریخ مرأۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ آپ کی وفات سنہ پانچسو نو ہجری مین ہوئی آپ ہی کی تصنیف کتاب المجالس ہے بہجۃ الاسرار و فتح المبین مین ابن ملت اصبہانی ہے مگر تاریخ مراۃ الجنان و تذکرۃ الحفاظ علامہ شمس الدین ذہبی مین بن ملکا اصبہانی ہے۔

حال حضرت شیخ ابو طالب عبد القادر بن محمد بن عبد القادر بن محمد بن یوسف بغدادی رضی اللہ عنہ

یہ بھی سر آمد علماء زمانہ تھے اور مستند وقت فقہ و حدیث وغیرہ مین اور بہت اہد و محتاط و صالح و متعفف اور نہایت پابند سنت احادیث غریب معہ اسناد کے اکثر ان کو یاد تھے علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ کے جلد چہارم مین لکھتے ہین کہ ان کی وفات سنہ پانسو سولہ ہجری مین ہوئی اور عمر اسّی سال سے کچھ متجاوز ہوئی۔

حال حضرت شیخ ابو طاہر عبد الرحمن بن احمد بغدادی رضی اللہ عنہ

یہ بڑے فاضل متورع و زاہد بے نظیر تھے علمی مشاغل کے پابند اور بہت قوی الحافظہ و فقیہہ محدث سنن دار قطنی کے خاص طور سے راوی تھے اور بہت ہی جلیل القدر بزرگ بغداد کے لوگ ان کو بہت مانتے تھے ان کی وفات حسب تحریر صاحب مراۃ الجنان سنہ پانسو گیارہ مین ہوئی پھر اسی سنہ کے واقعات مین لکھا ہے کہ حافظ ابو زکریا یحیی بن عبد الوہاب

(पुस्तकालय)

بن حافظ بن اسحق بن محمد بن یحیی بن منده عبدی اصبہانی صاحب التاریخ نے بھی اسی سال مین وفات پائی اور انھون نے بیہقی اور اُن کے طبقہ والون سے حدیث سنی سمعانی کہتے تھے کہ وہ بڑے عالی مرتبہ بزرگ واسع الروایۃ حافظ حدیث کثیر التصانیف تھے ایک جماعت محدثین سے انھون نے حدیث سنی اور خود اُن سے اکثر شیوخ نے حدیث سنی اور لکھی چنانچہ اُنھین سے ایک حضرت شیخ الشیوخ سیدنا ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے چنانچہ حافظ سمعانی نے اس کو کتاب المورخین کی کتاب الذیل مین لکھا ہے اور اُن کے فضائل وجلالت قدر اور خاندان علم وفضل سے ہونا بھی لکھا ہے مگر حضرت کے اساتذہ مین ان بزرگ یعنی حافظ ابوزکریا یحیی ابن عبد الوہاب کا نام اور کسی کتاب مین میری نظر قاصر سے نہین گذرا واللہ اعلم

حال حضرت شیخ ابو البرکات ہبۃ اللہ بن مبارک بن موسی سقطی بغدادی رضی اللہ عنہ

یہ بھی بڑے عالم وحافظ حدیث وشعراے وقت سے تھے اور بہت سخی کتب سیر واخبار بہت دیکھا کرتے تھے اور ضعفا ومساکین کے حال کی بہت نگرانی اور خبر گیری رکھتے تھے اکثر اپنے پاس سے اُن لوگون کو کھانا دیا کرتے تھے امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ اُن کی وفات سنہ پانسو نو ہجری مین ہوئی سقطی سقط فروش کو کہتے ہین جسکے لغوی معنی ذلیل چیز کے ہین اور وہ جو کسی سے چھوٹ کر گر پڑے کذا فی المنتخب تذکرۃ الحفاظ کے جلد چہارم مین بھی ان کا سنہ وفات یہی لکھا ہے

حال حضرت شیخ ابو الغر محمد بن مختار ہاشمی وشیخ ابو نصر محمد وشیخ ابو غالب احمد وشیخ ابو عبد اللہ یحیی قدست اسرارہم

ان حضرات کے متعلق صرف اسی قدر پتہ چلتا ہے کہ آپ سب حضرت شیخ ابی علی حسن بن بناؔ کی اولاد سے تھے اور خداوند عالم نے علاوہ اور کمالات کے سب سے زیادہ اور بہت مقبلیت ان حضرات کو یہ دی تھی کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نیز اکثر صاحبزادگان والاشان کو نسبت تلمذ اسی خاندان سے تھی امام یافعی تاریخ مراۃ الجنان مین وقایع سنہ چارسو اکھتر ہجری مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ مین شیخ ابو علی بن البنا فقیہ زاہد حسن بن احمد بغدادی

حنبلی نے وفات پائی ان کے تالیفات بہت عمدہ ہین اور بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت سنہ تین سو چھیانوے ہجری مین ہوئی اور انھون نے ایک جماعت محدثین سے حدیث سُنی اور عرصہ دراز تک پڑھایا اور فتوے دستخط کرتے رہے اہل بدعت کے حق مین یہ بہت سخت تھے اور مسلمانون کو برابر اُن کے عقیدہ حدیثین بتایا کرتے تھے بہت کم لوگ بظاہر ایسے معلوم ہوتے تھے جو جملہ فنون کے جاننے والے ہون سوا ان کے کہ یہ ہر فن کو اچھا جانتے تھے علامہ ابن جوزی کہا کرتے تھے کہ ان کا خود مقولہ تھا کہ مین نے پانچسو تصنیفات لکھے آن کی وفات سنہ چارسو اکھتر ہجری مین کہ جو سنہ ولادت حضرت غوثیت مآبؓ کا تھا واقع ہوئی اس قدر آپ کا حال معتبر تاریخون سے دستیاب ہوسکا اولاد و احفاد کا حال نہین معلوم ہوا البتہ امام یافعی کی تاریخ مراۃ الجنان مین وقایع سنہ پانسو اکتیس ہجری مین ہے کہ شیخ عبداللہ یحییٰ بن حسن بن احمد بن بنا ربغدادی علماء کبار سے تھے اور اسی سنہ مین اُنھون نے وفات پائی اور شیخ ابو غالب بن بنا ربغدادی حنبلی کی وفات سنہ پانسو ستائیس مین ہوئی۔

حال حضرت شیخ ابو الحسین بن الطیوری رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام مبارک بن عبدالجبار تھا امام یافعی تاریخ مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ ابن سمعانی کہتے تھے کہ یہ بڑے بزرگ اور صالح امین و صادق القول و صحیح الاصول تھے اور نہایت آہستگی پسند اور کثیر الکتابت انھون نے روایت حدیث شیخ عمر بن علے بن احمد لیث ابو مسلم لیثی بخاری سے کی اور انھون نے بخارا مین شیخ ابی سہل عبدالکریم بن عبدالرحمن کلاباذی اور شیخ علی بن احمد بن تمیمی و محمد بن محمد حاضر ہراس اور شیخ یوسف بن منصور سیاری اور شیخ عبدالملک بن علی اور اور لوگون سے سماعت کی اور سمرقند مین شیخ مطہر بن محمد خاقانی و شیخ محمد بن جعفر طیبی و شیخ بکش عبدالعزیز بن احمد حلوانی سے اور بلخ مین شیخ ابو عمر محمد بن احمد مستملی و شیخ محدث مظفر بن حسین و شیخ علی بن محمد لبان دینوری سے اور ہرات مین شیخ عطار بن احمد اور اور چند لوگون سے اور بوشنج مین شیخ منصور بن عباس تمیمی اور مرو مین شیخ ابو عمر محمد بن عبدالعزیز قنطری و شیخ ابو غانم کراعی سے اور نیشاپور مین شیخ ابن سرور و ابو الحسین فارسی و شیخ محمد بن عبدالعزیز حیری سے اور اصبہان

مین شیخ عبدالرحمن بن مُندہ اور اُن کے طبقہ والون سے اور ہمدان مین شیخ محمد ابن عثمان توسانی سے پھر سنہ پانسو ساٹھ ہجری مین بغداد آئے اور وہان شیخ عبدالصمد بن ہارون اور اُن کے طبقہ والون سے سماعت حدیث کی اُن کی وفات سنہ پانچسو نوے مین ہوئی طیوری منسوب بہ طیور اسکے لغوی معنے تیز چلنے والے اور چالاک اور جلد واپس آنے والے کے ہین. عرب مین کہتے ہین کہ فلان شخص طیور رفور ہے یعنی بہت تیز ہے فقط

حال حضرت شیخ ابو منصور عبدالرحمن بن ابی غالب محمد بن عبدالواحد بن حسن قزاز رضی اللہ عنہ

یہ ابن زریق قزاز کے نام سے زیادہ مشہور تھے اور بڑے مستند وقت اور اصول مین بہت ہی لائق و فائق تھے اور اپنے زمانہ مین نہایت صاحب زہد و ورع و محدث و واعظ و مدرس تھے مسافرین کی خدمت بہت کرتے تھے اور ان کے لیے خود کھانا لیجاتے تھے اور پاس بیٹھکر کھلاتے تھے اکثر اوصاف مین بےمثیل تھے لوگ اکثر اُن کو مثال مین پیش کیا کرتے تھے اور بہت کم سخن تھے علامہ شمس الدین ذہبی جلد چہارم کتاب تذکرۃ الحفاظ مین شیخ ابوالقاسم اسمعیل بن محمد بن فضل بن علی قرشی طلحی اصبہانی کے ضمن حال مین لکھتے ہین کہ ان کی وفات بھی اسی سنہ پانچسو پینتیس ہجری مین ہوئی۔ قزاز قاف کے زبر سے اس کے معنی ابریشم بیچنے والے کے ہین اور بضم قاف بھی آیا ہے یعنی وہ جو عیوب و معاصی سے محترز ہو کذا فی منتہی الارب

حال حضرت شیخ ابوالبرکات طلحہ بن احمد عاقولی رضی اللہ عنہ

ان کی ولادت سنہ چارسو بتیس ہجری مین ہوئی انھون نے ایک جماعت علما سے حدیث سُنی ابن شافع کہتے تھے کہ ان کی سماعت حدیث بہت صحیح طور پر تھی اور یہ بڑے ثقہ اور راہب تھے اور ان مین بہت سلامت روی اور اخفای حال کی شان تھی ان سے ابن کامل وغیرہ نے سماعت حدیث کی یہ کہتے تھے کہ میرا ایک دوست ثابت نامی تھا ایک بار مین نے اُس کو خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ تم امام احمد بن حنبل کے قرب مین کیسے رہے کیونکہ وہ وہین دفن ہوا تھا تو اُس نے جواب دیا کہ امام احمد کے قرب مین کسی کو عذاب دوزخ نہین ہوتا ان کی وفات سنہ پانچسو بارہ مین ہوئی عاقول بفتح عین و سکون الف و ضم قاف و سکون واو و لام اس کے معنے بڑے دریا یا اسکی موج اور ندی کے ہین اور ریت کے تودہ اور پوشیدہ امر کو بھی کہتے ہین

اس کی جمع عوافیل آئی ہے آور بے نشان زمین اور گھانس کو بھی کہتے ہین اور دیرعاقول ایک شہر کا نام ہے نہروان مین اور ایک شہر ہے مغرب مین اور ایک گاؤن بھی ہے موصل مین کذا فی منتہی الارب

حال حضرت شیخ ابوذکریا خطیب تبریزی رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام یحیی ابن علی بن محمد بن حسن بن بسطام شیبانی تبریزی مشہور بخطیب تبریزی تھا یہ ائمہ ادب ونحو ولغت سے تھے ان کی ولادت سنہ چارسو اکیس مین ہوئی انھون نے حدیث مدینہ صور مین فقیہہ ابی الفتح سلیم بن ایوب رازی سے سُنی اور شیخ ابی القاسم عبدالکریم بن محمد بن عبداللہ بن یوسف دلال ساوی بغدادی و شیخ ابوالقاسم عبداللہ بن علی وغیرہم سے بھی اور دیگر علوم شیخ ابوالعلار معری اور شیخ ابوالقاسم عبیداللہ بن علی رقی اور شیخ ابی محمد دہان لغوی وغیرہم سے اور ان سے شیخ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب مصنف تاریخ بغداد اور حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر اور شیخ ابومنصور موہوب بن احمد جوالیقی اور شیخ ابوالحسن سعد خیر بن محمد بن سہل اندلسی وغیرہم راوی ہین۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ مین ادب کا درس دیا اور بہت تصانیف کئے اُن مین سے کتاب اعراب القرآن العظیم ہے کہ جو چار جلدون مین ہے اور کتاب الکافی فی علم العروض والقوافی اور شرح لمعہ ابن جنی اور شرح دیوان حماسہ اور شرح دیوان متنبی اور شرح مفضلیات اور شرح سبعہ معلقہ اور شرح مقصورہ ابن درید اور شرح سقط الزند معری اور ان کے علاوہ اور کتابین بھی ہین اور شرح تہذیب غریب ابن سمعانی ابوالفضل بن ناصر سے نقل کرکے کھتے تھے کہ یہ ثقہ تھے لغت مین نیز اپنی مرویات مین ابوزکریا ابی الجوائز حسن بن علی واسطی شیخ ابی الحسن مخاری ادیب سے نقل کرتے تھے کہ ایک بار متنبی واسط مین بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے پاس اُن کے بیٹے محمد کھڑے تھے اور بہت سے لوگ اُن سے پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ مین اس شعر کا اجازہ کرانا چاہتا ہون یعنی اس قافیہ پر اور شعر کہلانا چاہتا ہون شعر یہ تھا ؎

زادنا فی الظلام یطلب سرا	فافتضحنا بنورہ فی الظلام

یعنی ہم سے ملاقات کی اندھیرے مین اور پردہ چاہتا تھا تو ہم کو اُسکی روشنی نے اندھیرے مین فضیحت کردیا متنبی نے سر اُٹھا کر اپنے بیٹے سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ الٹا اتھ تیرے پاس لایا ہے تو داہنا ہاتھ دے اُن کے بیٹے نے یہ شعر پڑھا ؎

فالتجانا الی حنادس شعر	سترتنا عن اعین اللوام

یعنی ہم نے اُس کی زلف سے التجا کی اور اُس نے ہماری پردہ داری کی ابوالجوایز کہتے تھے کہ متنبی کے اس قول کے کہ یہ اُلٹا ہاتھ تیرے پاس لایا ہے تو داہنا ہاتھ دے "معنی یہ ہین کہ چونکہ اُلٹے ہاتھ سے پورا کام نہین ہوتا اور داہنے ہاتھ سے پورے کام ہوتے ہین تو اُسکی خواہش یہ ہے کہ اس شعر کے معنی مین احتمال زیادتی کا ہے تو اُسکو بیان کر تو متنبی نے اشارہ مین لطافت کی اور اُن کے بیٹے نے اس اشارہ کے سمجھنے مین ماہ جمادی الآخر سنہ پانچسو دو زمانہ خلافت ابن العباس احمد مستظہر باللہ بن مقتدی بامر اللہ مین انھون نے وفات پائی اور مقبرہ باب ابرز مین دفن ہوئے ؎

از رہ گذر خاک سر کوئے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

علم ظاہر کی کیفیت

آپ کے علم ظاہر کا یہ حال تھا کہ برابر فتوی بلاد عراق سے آیا کرتے تھے مگر کبھی ایسا نہین ہوتا تھا کہ اُن کو رات بھر آپ رکھ لیتے کتاب مین دیکھنے یا غور کرنے کی غرض سے بلکہ پڑھ کر اسی وقت جواب تحریر فرما دیتے تھے اور آپ فتوی حضرت امام شافعی و امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے مذہب پر دیتے تھے ایسا ہی صاحب بہجۃ الاسرار کے قول سے معلوم ہوتا ہے مقصود ان کا غالباً یہ ہے کہ آپ خود مجتہد تھے اور آپ کا اجتہاد کبھی مذہب شافعیہ کے مطابق ہوتا تھا اور کبھی مذہب حنبلی کے مطابق اور مشہور یہ ہے کہ آپ حنبلی مذہب تھے جیسے بغداد مین اور بہت لوگ تھے امام احمد بھی بغداد مین تھے اور انکا مزار مبارک بھی وہین ہے اور پہلے امام شافعی بھی بغداد مین رہتے تھے پھر امام احمد کو یہان چھوڑ کر وہ مصر چلے گئے اور امام ابی حنیفہ کے مذہب سے اختلاف ظاہر کرنا شروع کیا خود حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی اپنی کتاب مین بہت جگہ ہے کہ قال الامام احمد یا قال امامنا احمد اور آپ ان کی بہت تعریف کرتے تھے شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی کہتے تھے کہ مین ایک بار حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطو کے ہمراہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مزار پر گیا وہان مین نے دیکھا کہ امام صاحب اپنی قبر سے باہر نکلے اور شیخ عبدالقادر کو اپنے سینہ سے لگا کر اُن کو خلعت پہنایا اور فرمایا کہ اے شیخ عبدالقادر تمھاری طرف لوگون کو شریعت و علم طریقت مین بہت ضرورت ہوگی۔ کذا فی زبدۃ الآثار اقتباس الانوار۔

مین ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ آپ خود صاحب مذہب اور اہل اجتہاد تھے جو امر آپ کے اجتہاد مین
آتا تھا اُسی کے مطابق عمل کرتے تھے چونکہ بیشتر مسائل اجتہادیہ آپ کے مطابق مذہب حنبلی پڑتے
تھے اسوجہ سے بعضے لوگ آپکو حنبلی گمان کرتے تھے جیسا کہ شعرانی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے
اور محرر سطور کہتا ہے کہ عبارت کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے
کہ آپ حنبلی تھے کما لا یخفی علی من طالعہ اور ابن اثیر کا قول ہے کہ آپ حنبلی المذہب تھے
کذا فی تاریخ الاولیا بہجۃ الاسرار مین ہے کہ آپکے فتوے علماے عراق کے سامنے جاتے تھے
اُن کو آپکے صدق وصواب سے تو تعجب نہین ہوتا تھا مگر اس کا تعجب ضرور ہوتا تھا کہ آپ جواب کتنا
جلد دیتے تھے چنانچہ ایک بار عجم سے بغداد مین ایک فتوی آیا تمام علماے عراق عجم وعراق عرب
کو اُس کا جواب دینا مشکل ہو گیا کسی کی سمجھ مین اُس کا جواب شافی نہ آیا صورت مسئلہ کی یہ تھی کہ
کیا فرماتے ہین حضرات علما اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میری عورت کو تین طلاقین
ہون اگر مین خدا کی عبادت ایسی نہ کرون کہ جیسی روے زمین پر کسی نے نہ کی ہو ورنہ اُسوقت
مین میرے ساتھ کوئی شریک ہو اُس عبادت مین تو اب وہ کون عبادت کرے جو اُس قسم سے
باہر ہو جب فتوی آپکے حضور مین لایا گیا تو آپنے فوراً اُس کا جواب لکھا کہ وہ شخص مکہ جائے اور
اپنے لیے مطاف خالی کرائے اور اکیلا وہان روزانہ ایک ہفتہ تک طواف کرے تب قسم مین سچا
ہو جائے گا۔ چنانچہ مستفتی کو وہان رات کو رہنے کی ضرورت نہین پڑی اور فوراً فتوی لے کر
واپس گیا۔ **نقل** ایک بار لوگ ایک شخص کو آپ کی خدمت مین لائے کہ جو دعوی کرتا تھا کہ مین اللہ
کو ان آنکھون سے دیکھتا ہون آپ نے اُس سے پوچھا کہ یہ لوگ جو تمھارا مقولہ بیان کرتے ہین
یہ سچ کہتے ہین یا نہین اُس نے عرض کیا ہان سچ کہتے ہین آپ اُس پر بہت خفا ہوے اور منع
فرمایا کہ اب یہ نہ کہنا پھر کسی نے آپ سے پوچھا کہ یہ شخص اس کہنے مین سچا ہے یا جھوٹا آپنے
فرمایا کہ یہ کہتا تو سچ ہے مگر وہ دھوکہ مین پڑ گیا ہے اُس نے دیکھا کچھ ہے اور سمجھا کچھ اُس نے
اپنی بصیرت سے نور جمال کو دیکھا ہے اس طرح پر کہ اُسکے دیدۂ قلب سے دیدۂ سر پر ایک
روشنی چمکی اُس وقت اُس نے اپنی بصر سے بصیرت کو دیکھا اور اُس کی بصیرت کی شعاع اُسکے
نور شہود سے متصل ہو گئی جس سے اُسکو گمان ہوا کہ مین نے بصر سے بھی وہی دیکھا جو بصیرت سے
دیکھتا ہون حالانکہ ایسا نہ تھا اس نے اپنی بصر ہو صرف بصیرت ہی کو دیکھا اور کچھ نہین قال اللہ

؎ جیسا کہ اس کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہین ہے ۱۲ منہ

مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان ایک جماعت مشایخ اور اکابر علما اُس وقت موجود تھی سب کو یہ ارشاد سنکر بہت خوشی ہوئی ایسا کہ آپ کی اس لطف بیان سے جو اُس شخص کے حال ظاہر کرنے مین واقع ہوئی لوگ سب بیہوش ہو گئے بلکہ ایک جماعت تو اپنے کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل گئی۔ کذا فی نورالابصار نقل شیخ ابی عبداللہ محمد بن شیخ عباس بن خضر حسینی موصلی کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے سُنا اور اُنھون نے اپنے والد سے کہتے تھے کہ مین نے ایک بار خواب مین دیکھا کہ حضرت کے مدرسہ بغداد مین ایک مکان عظیم الشان ہے اور تمام مشایخ بحر و بر وہان موجود ہین اور حضرت صدر مین تشریف رکھتے ہین اور ہر ایک شخص کے سر پر عمامہ ہے اور ہر عمامہ پر ایک طرہ اور بعضے پر دو طرہ اور آپ کے عمامہ پر تین طرہ مجھے حیرت ہوئی کہ یہ تین طرہ کیسے اور ان کا کیا مطلب ہے جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ آپ میرے سر پر کھڑے فرماتے ہین کہ اے خضر ایک طرہ علم شریعت کا ہے اور دوسرا علم طریقت کا اور تیسرا علم حقیقت کا سبحان اللہ

ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	از رہ گذر خاک سر کوئے شما بود

وصل در بیان تلامذہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالی عنہ

نقل - جب آنحضرت رض علوم و فنون ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو درس دینا شروع کیا اور اُس مین ایسی شہرت پائی کہ سب معاصرین اور اطراف و جوار کے علماء آپ کے تبحر و فضیلت کے قائل ہو گئے اور تمام فصحا و علماء معانی و بیان آپ کے کلام و ارشادات سے استناد کرتے تھے اکثر لوگون نے آپ کو صاحب البراہین والسلطانین کا لقب دیا تھا اور اکثر امام الفریقین والطریقین اور ذی السراجین والمنہاجین کہا کرتے تھے اور علما کی ایک جماعت کثیر آپ کی طرف انتساب رکھتی تھی اور بیشمار فقہاء آپکے شاگرد تھے منجملہ اُن کے جنھون نے علم شرعیہ آپ سے حاصل کیے اور حدیث بھی سُنی شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلام قرشی نزیل مصر اور شیخ ابو مدین شعیب مغربی تھے چنانچہ شیخ سعد بن عثمان بن مرزوق کہا کرتے تھے کہ میرے والد حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کو بالفاظ استاد و سید و شیخ و امام یاد کیا کرتے تھے علاوہ ان دو حضرات کے اور بھی بہت سے حضرات ہین کہ جن کی پوری تفصیل معلوم نہین ہو سکی چند اسماء متبرکہ

ف۱ جاری کیے دو دریا بہتے ہوئے اور ان مین ایک پردہ ہے جو انھین بڑھنے نہین دیتا ۱۲

معلوم ہوے وہ یہ ہیں شیخ قاضی ابو یعلی محمد بن فرا حنبلی عبد العزیز بن اخضر کہتے تھے کہ میں نے خود شیخ ابو یعلی کو کہتے سنا کہ میں حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بہت حاضر رہا ہوں شیخ ابو الفتح نصر بن منثی شیخ ابو محمد محمود بن عثمان نعال شیخ ابو حفص عمر بن ابی نصر بن علی غزال شیخ ابو محمد حسن فارسی شیخ عبد اللہ احمد خشاب شیخ ابو عمر عثمان ملقب بہ شافعی زمانہ شیخ محمد بن کیزانی شیخ رسلان بن عبد اللہ بن شعبان شیخ محمد بن قائد آوانی شیخ عبد اللہ بن سنان الردینی شیخ حسن بن عبد اللہ بن رافع انصاری شیخ طلحہ بن مظفر بن غانم علیمی و بقولے علثی شیخ احمد بن اسعد بن وہب بن علی ہروی شیخ محمد الازہری صیر فینی شیخ یحیی بن برکت بن محفوظ دبیقی شیخ علی بن احمد بن وہب ازجی قاضی القضاۃ عبد الملک بن عیسی بن درباس الماردینی اور ان کے بھائی شیخ عثمان اور ان کے بیٹے عبد الرحمن شیخ عبد اللہ بن نصر بن حمزہ بکری شیخ عبد الجبار بن ابی الفضل تفصی شیخ علی بن ابی ظاہر انصاری شیخ عبد الغنی بن عبد الواحد مقدسی شیخ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن وہب قدامہ مقدسی حنبلی اور ان کے بھائی شیخ ابو عمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی شیخ ابراہیم بن عبد الواحد مقدسی حنبلی شیخ شمس الدین عبد الرحمن بن عمر مقدسی کہتے تھے کہ میرے چچا شیخ موفق الدین کہا کرتے تھے کہ میں نے اور حافظ عبد الغنی نے حضرت شیخ الاسلام شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے ایک وقت میں خرقہ پہنا اور کچھ فواید فقہ سنے اور آپ کی صحبت شریف سے خاص نفع پایا مگر زمانہ حیات آپ کا زیادہ نہیں ملا صرف ایک مہینہ بیس روز ملا شیخ محمد بن احمد بن بختیار شیخ محمد ابو عبد اللہ بن ابی الحسن جبائی شیخ ابو القاسم خلف بن عیاش مصری شیخ عبد المنعم بن علی حرانی شیخ ابراہیم حداد یمنی شیخ عبد اللہ اسدی یمنی شیخ عطیف بن زیاد یمنی شیخ عمر بن احمد ہجری شیخ ابو محمد مدافع بن احمد شیخ ابو اسحق ابراہیم بن بشارت بن یعقوب عدنی شیخ عمر بن مسعود بزاز و اشباہ میر بن محمد جیلانی شیخ عبد اللہ بطائحی نزیل بعلبک شیخ مکی بن عثمان سعدی اور ان کے دونوں بیٹے عبد الرحمن اور صالح شیخ عبد اللہ بن حسین عکبری شیخ ابو القاسم بن ابی بکر بن احمد اور ان کے بھائی احمد اور عتیق شیخ عبد العزیز بن ابی نصر جنابذی شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابو المکارم یعقوبی شیخ ابو عبد الملک ذیال عراقی اور ان کے بیٹے ابو الفرج شیخ ابو احمد المعروف بالفضلیت شیخ ابو الفرج عبد الرحمن بن ابی العلا نجم خزرجی شیخ یحیی تکریتی شیخ ہلال بن امیہ عدنی شیخ ابو محمد یوسف بن مظفر عاقولی ازجی شیخ ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن حمزہ شیخ ہبۃ اللہ بن

عبداللہ بن احمد بن منصوری شیخ ابو عبداللہ محمد بن سمدویہ صریفینی شیخ عثمان باصری شیخ محمد واعظ خیاط شیخ تاج الدین بن بطر شیخ عمر بن مدائنی شیخ عبدالرحمن بن بقا شیخ ابو عمر بن محمد نخال شیخ ابو محمد عبدالعزیز بن دلف شیخ عبدالکریم بن محمد مصری شیخ ابو منصور عبداللہ بن محمد بن ولید بغدادی شیخ ابو الفرج عبدالمحسن بن محمد بن احمد بن دریرہ شیخ محمد بن ابی الحسن شیخ دلف حریمی شیخ احمد بن الدبیقی شیخ محمد بن احمد موذن شیخ یوسف بن ہبۃ اللہ دمشقی شیخ احمد بن مطیع شیخ علی بن نفیس ماموںی شیخ محمد بن اللیث ضریر شیخ احمد بن منصور شیخ علی بن ابی بکر بن ادریس شیخ محمد بن نصر شیخ عبداللطیف بن محمد حرانی وغیرہم رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہم وعلی اتباعہم واتباع اتباعہم و الحمد للہ کہ فقیر کاتب الحروف کا سلسلۂ تلمذ بھی بذریعۂ حضرت سیدنا شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے جو یہان بر تحدثاً للنعمۃ و اظہاراً للتفاخر درج کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ؎

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا		بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس است	

اور وہ اس طرح پر ہے کہ فقیر حقیر نے جملہ علوم متعارفہ حضرت جد امجد اسوۃ الکملا و عمدۃ الفضلا العلامۃ الاشہر مولانا شاہ تقی علی قلندر نور اللہ مرقدہ الاطہر سے و نیز اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ العلما زبدۃ الفضلا مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے پڑھے اور اُنھون نے حضرت جد امجد موصوف سے اور اُنھون نے ابتدائی کتابین متوسطات تک اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے اور بقیہ حضرت مولانا محمد مستعان کاکوری سے پڑھین حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ کو علوم متعارفہ مین تلمذ اپنے عم حقیقی حضرت استاذ العصر مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ سے تھا اور اُن کو مولانا قاسم علی سندیلی و مولانا حیدر علی سندیلی و مولانا عبدالواجد خیرآبادی و مولانا ذوالفقار علی ساکن دیوہ نیز اپنے والد ماجد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کاکوری سے اور اُن بزرگان موصوفین کو باستثناء مولانا ذوالفقار علی ساکن دیوہ کے تلمذ مولانا حمداللہ سندیلی سے تھا اور اُن کو حضرت استاذ الہند ملا نظام الدین محمد فرنگی محلی اور مولانا ذوالفقار علی موصوف کو بواسطہ تلمذ حضرت ملا نظام الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اور انکو اپنے والد ماجد ملا قطب الدین شہید سہالوی و ملا امان اللہ بنارسی و ملا غلام نقشبند لکھنوی سے اور حضرت ملا قطب الدین شہید سہالوی کو مولانا عبدالقادر فاروقی لکھنوی سے اُن کو ملا عبدالسلام ساکن دیوہ سے اور ملا صاحب نے جملہ علوم متعارفہ اپنے نانا حضرت ملا عبدالکریم کاکوری

سے پڑھے اور عرصہ تک بزمان شاہجہان بادشاہ دہلی مدرسہ لاہور مین مدرس رہے حضرت ملا صاحب کو تلمذ اپنے جد امجد حضرت مولانا قاری نظام الدین مشہور بہ مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی سے تھا اور اُن کو اپنے والد ماجد حضرت قاری امیر سیف الدین کاکوروی سے ان کو اپنے والد ماجد قاری حبیب اللہ نظام الدین سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری نصیر الدین دلیل اللہ سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری محمد صدیق سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری عبید اللہ سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری عبد الصمد سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری امیر شمس الدین خرد مشہور بہ قاری محقق جامع کتاب جمع الجوامع الکبیر فی بیان لغت الاحادیث والتفاسیر سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری عبد المجید سے کہ جو حاجب آستان حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اُن کو اپنے والد ماجد حاجی الحرمین الشریفین امیر سلطان حسین سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت قاری ابراہیم سے اُن کو اپنے نانا اور پیر و مرشد حضرت سیدنا شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق رضی اللہ عنہ سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت غوث الثقلین امام الفریقین والطریقین سیدنا و سندنا شیخ ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالی عنہ سے اور حضرت مولانا محمد مستعان کاکوروی کو تلمذ حضرت ملا محمد اعلم سندیلی ہمشیرزادہ و تلمیذ خاص حضرت ملا احمد اللہ سندیلی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اور اُن کو حضرت ملا نظام الدین محمد فرنگی محلی رح سے علاوہ اسکے دوسرا سلسلہ تلمذ یون ہے کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر رح کو حضرت ملا حمید الدین کاکوروی رح سے تلمذ تھا اور اُن کو مولوی محب الرحمن کاکوروی سے اور اُن کو ملا محمد زمان کاکوروی سے اور اُن کو اپنے والد ملا محمد رضا کاکوروی سے اور اُن کو اپنے والد ملا محمد اشرف کاکوروی سے اور اُن کو اپنے والد ماجد ملا عبد القادر دانشمند مدرس کاکوروی برادر خورد حضرت ملا عبد الکریم کاکوروی مسبوق الذکر سے اور اُن کو اپنے جد امجد حضرت قاری امیر نظام الدین مشہور بہ مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ سے تا آخر حضرت مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اسلاف کرام یکے بعد دیگرے برابر قاری اور صاحب تدریس و افادہ رہے جیسا کہ کتاب مستطاب کشف المتواری فی احوال نظام الدین القاری مولفہ حضرت قدوۃ العارفین مرشد الاصاغر والاکابر جامع علوم الباطن والظاہر مرشدنا و جدامجدنا مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر سے صاف ظاہر ہے ۔

از رہ گذر خاک سر کوئے شما بود — ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل در بیان تصانیف حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالی عنہ

امام ابی محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ جب خداوند عالم کو منظور ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات سے خلق اللہ کو نفع پہونچے تو اُسی زمانہ مین آپکے اُستاد اور شیخ طریقت حضرت قاضی شیخ ابی سعید مبارک مخزومی نے اپنا مدرسہ باب الازج آپکو عنایت کیا آپ نے وہان جاکر اقامت اختیار کی اور اسمین اور مکانات بنوائے امرا نے اپنے اموال خرچ کیے اور فقرا نے اپنے ہاتھون سے سب کام کیے اس مدرسہ کی عمارت کی تکمیل سنہ پانچسو اٹھائیس ہجری مین ہوئی جب ہی سے آپ نے تدریس اور وعظ و فتوی نویسی شروع کی علما اور فقہا اور صلحا کی جماعت کثیر حاضر ہوکر آپ کی صحبت اور خدمت سے مستفیض ہوتی تھی اور اطراف و جوانب سے لوگ حاضر ہوکر آپ سے پڑھتے اور کلام معجز نظام سُن کر متنفع ہوتے تھے علاوہ اسکے تربیت مریدین اور اُن کی طرف توجہ اور تصرف اور اُن کی حالات کی نگرانی کا مشغلہ تو ایسا تھا کہ ممالک عراق اور اُس کے اطراف مین بے نظیر مانا جاتا تھا باوجود اس کے مشغلہ تصنیف و تالیف کو بھی باوجود موانع اور مشاغل کے آپ نے ترک نہین فرمایا چنانچہ آپ کے تصنیفات سے ایک غنیۃ الطالبین ہے جو بہت جامع و نافع اور سالکین و طالبین مبتدئین و منتہین کے لیے نہایت مفید ہے اسمین فوائد عقائد اور قواعد طاعات اور عبادات اور اخلاق حسنہ نیز حالات قیامت جو آیات و احادیث سے ثابت ہین مع حضرات اولیاء اللہ کے حکایات کے اُن سب کا بیان ہے دوسری کتاب فتوح الغیب ہے کہ جو اس سے مختصر اور خلاصہ تصوف ہے اُس کے جامع آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ شرف الدین عیسیٰ رح تھے یہ بھی بے نظیر کتاب ہے اور کیونکر نہو کلام الملوک ملوک الکلام اور ایک کتاب جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر ہے اور بعض مکاتیب فارسی مین بعضے اصحاب نامعلوم الاسم کے نام ہین یہ بھی بہت مفید ہین اور اکثر اشعار ہین جن مین بیشتر اسرار اور مقامات منظوم ہین اُن مین سے ایک قصیدہ عینیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے سه

فوادی بہ شمس المحبۃ طالع	ولیس لنجم العذل فیہ مواقع

یہ بہت بڑا قصیدہ ہے اور ساڑھے تین سو سے زائد اسمین اشعار ہین اور نہایت فصیح و بلیغ اور

سه ۱ ایک دل ہے جسمین محبت کا آفتاب چمکتا ہے اور ستارہ تحیر کا اسمین گذر نہین ۱۲

دوسرا قصیدہ یائیہ ہے کہ جس کا ابتدائی شعر یہ ہے

عَلَی الْاَولیاءِ القیتُ سِرّی و برہانی[۱] ... فَہُمْ مواہبہ فی سرّ سرّی و جلانی

اس کا مضمون قصیدۂ خمریہ سے بہت ملتا ہوا ہے اور اکیس شعرون کا ہے اسی کے شروع مین امام منزلی نے ایک شعر اور ترجیع کے طور پر بڑھا دیا ہے اور وہ حضرت کا شعر نہین ہے جو یہ ہے

صلاتی علی المختار من خیر عدنان[۲] ... سلامی علی الجیلانی شیخی و برہانی

کذا فی حاشیۃ بہجۃ الاسرار۔ اور تیسرا قصیدہ بائیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے

دنوت من المحبوب اعلی المراتب[۳] ... فاوھبنی بالقرب ازکی المواھب

یہ بھی نہایت نفیس اور لطیف ہے اس مین بتیس شعر ہین اور ایک شعر اور بعض اصحاب یا مریدین نے بڑھا دیا ہے جو یہ ہے

صلاتی علی المختار بدر الکواکب[۴] ... والہ والاصحاب اہل المناقب

اور چوتھا قصیدہ الفیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے

رفعت علی اعلی الوری اعلامنا[۵] ... لما بلغنا فی الغرام مرامنا

یہ بھی بہت اعلی درجہ کا ہے اس مین صرف دس شعر ہین اور بہت خوب ہین اور پانچوان قصیدہ بھی الفیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے

سالتک یا جبار یا سامع الندا[۶] ... یا حاکم احکم فی الذی قد تجبرا

اس مین گیارہ شعر ہین یہ قصیدہ مناجاتیہ معلوم ہوتا ہے اور چھٹا قصیدہ لامیہ ہے جس کا ابتدائی شعر یہ ہے

اتطلب ان تکون کثیر مال[۷] ... و یسمع منک دوما فی کل قال

[۱] اولیاء اللہ پر مین نے اپنے اسرار اور دلائل القا کیے تو انھون نے اُن سے اپنے سر مین میرے بطون و ظہور کو حاصل کیا ۱۲ [۲] درود اُن نبی مختار پر جو بہترین بنی عدنان سے ہین اور سلام شیخ عبد القادر جیلانی پر جو میرے شیخ اور رہنما ہین ۱۲ [۳] مین اپنے محبوب سے اعلی مرتبہ مین قریب ہوا تو اُسنے بوجہ اس قرب کے مجھکو بہترین نعمتین عطا فرمائین ۱۲ [۴] درود نبی مختار پر جو ستارون مین ماہتاب ہین اور اُن کے آل و اصحاب جو زیادہ قابل تعریف ہین ۱۲ [۵] بلند کیے گئے فضائے عالم پر ہمارے جھنڈے جبکہ ہم شدت محبت مین اپنے مقصود کو پہونچے ۱۲ [۶] اے جبار اور اے ندا سننے والے مین نے تجھ سے سوال کیا اور اے حاکم اور سب سے بڑے حاکم اس جہان مین کہ جسمین تیری حکومت ہے ۱۲ [۷] کیا تم صاحب دولت ہونا چاہتے ہو وہ ہمیشہ تمھاری ہر گفتگو سنتا ہے ۱۲

اس مین بیشتر پند و نصائح ہین اور شعر بھی غالباً نو یا دس ہین اُس کے علاوہ اور چند اشعار ہین جنمین آپ نے اپنے مدارج و مقامات عالیہ بیان فرمائے ہین جسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

[1] انا القران والسبع المثانی	[2] وروح الروح لا روح الاوانی

یہ غالباً آٹھ یا سات شعر ہین پھر ساتوان قصیدہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

[3] ولما صفا قلبی وطابت سریرتی	ومنی دنا صحوی لفتح البصیرۃ

یہ بھی قصیدہ بڑا ہے اسمین انچاس شعر ہین اور کچھ حالات سلوک نیز اشارات وخطابات بیان فرمائے ہین پھر آٹھوان قصیدہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

[4] نظرت بعین الفکر فی حان حضرتی	حبیبا تجلی القلوب فجنتی

اس مین علاوہ حالات سلوک وعنایات حق کے اپنے سے توسل کرنے کو اور قادری الوقت ہونیکے متعلق ہدایت فرمائے ہین چنانچہ ایک شعر مین ارشاد فرماتے ہین ؎

[5] توسل بنا فی کل ھول وشدۃ	اغیثک فی الاشیاء طرا بھمتی
وکن قادری الوقت للہ مخلصا	تعش سعید اصادقا بمحبتی

اسمین اکتیس شعر ہین اور بہت خوب ہین پھر نوان قصیدہ ہے جسکے متعلق صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ یہ قضاے حاجات کے واسطے بہت مجرب ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

[5] یا من تحل بذکرہ	عقد النوائب والشدائد

اس مین بھی سولہ شعر ہین اور سب مناجاتیہ ہین پھر دسوان قصیدہ میمیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

[6] طف بحامی سبعا ولذ بذ ماامی	وتجرد لزورتی کل عام

اسمین اپنے مراتب و درجات بیان فرمائے ہین اور اکیس شعر ہین پھر چند اشعار اور ہین کہ جن کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ الاسرار مین لکھکر انکی تشریح و توضیح

---

[1] مین قرآن اور سبع مثانی ہون (نام سورہ فاتحہ) اور روح الروح ہون نہ روح تعنیات ۱۲ [2] جب میرا قلب صاف اور جی خوش ہوا اور بصیرت کھلنے کی وجہ سے مجھ سے میرا صحو قریب ہوا [3] مین نے غور سے حضوری کے وقت اپنے محبوب کو دیکھا جس نے قلوب روشن کیے اور مجھکو ڈھانپ لیا ۱۲ [4] ہر سختی اور ہر شدت مین میری طرف توسل کر دکر مین اپنی علو ہمتی سے سب امور مین تمہارا فریادرس ہون اور خدا کے حضور مین مخلص ہوکر قادری الوقت ہوجاؤ اور سعادت وصداقت سے میری محبت مین زندگی گذارو ۱۲ [5] اے وہ شخص جسکے ذکر سے مصائب وشدائد کی عقدہ کشائی ہوتی ہے ۱۲ [6] میرے گرد سات بار طواف کر اور میرے حق سے لذت حاصل کر اور میری زیارت کے لیے ہر سال خالی ہوکر آ ۱۲

کردی ہے اُس کا آخری شعر یہ ہے ؎

۱ افلت شموس الاولین وشمسنا	ابدا علی افق العلی لا تغرب

یہ بارہ شعر ہین انھین اشعار سے باز اشہب آپکے لقب ہونے کا ثبوت معلوم ہوتا ہے پھر اور چند اشعار ہین جنمین کا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

۲ اذا ضاق حالی اشتکیت لخالقی	قدیر علی تیسیر کل عسیر

ان مین اپنے حالات بیان فرمائے ہین اور صرف چھ شعر ہین پھر چند اشعار اور متعلق بحالات ہین ان کا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

۳ سقانی حبیبی من شراب ذوی المجد	فاسکرنی حقا فغبت علی وجدی

یہ صرف دس شعر ہین پھر چند اشعار اور ہین جنمین اپنے حالات وصول بیان فرمائے ہین جسکا جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

۴ رفع الحجب عن بدور الکمال	مرحبا مرحبا باهل الجمال

یہ صرف دس شعر ہین پھر اور چند اشعار سنا جاتے ہین ان کا ابتدائی شعر یہ ہے -

۵ ایا نفحة الالطاف من لطف ربنا	ویا سرعة الیسر المشتت للعسر

یہ صرف سات شعر ہین اور بہت نفیس و بلیغ ہین پھر گیارھوان قصیدہ وہ ہے جو عوام مین قصیدہ غوثیہ اور خواص مین خمریہ کے نام سے مشہور ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

۶ سقانی الحب کاسات الوصال	فقلت لخمرتی نحوی تعالی

اسمین اٹھائیس شعر ہین صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ حضرت نے اس کو حالت جذب اور استغراق مین پڑھا تھا اسکے خواص بہت ہین منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ جو شخص روزانہ اسکو گیارہ مرتبہ پڑھا کرے وہ خدا کا مقبول ہوجائے اور خلق مین بھی محبوب ہو اور جو شخص اسکو اپنے وظیفہ مین رکھے اُسکی قوت حافظہ بڑھ جائے جو کچھ پڑھے یا سُنے اُسکو کبھی نہ بھولے

۱ اگلون کے آفتاب غروب ہوگئے اور ہمارا آفتاب ہمیشہ بلندی پر ہے جو غروب نہ ہوگا ۱۲ ۲ جب میرا حال تنگ ہوا تو مین نے اپنے خالق سے شکایت کی جو ہر دشوار امر کی آسان کرنے پر قادر ہے ۱۲ ۳ میرے حبیب نے مجھکو بزرگی شراب پلائی بس مجھکو نشہ پیدا ہوا اور مجھ سے خود میرا حال فراموش ہوگیا ۱۲ ۴ مبارک مبارک صاحبان جمال کے لیے کمال کے چاندون سے حجابات رفع ہوگئے ۱۲ ۵ اے ہمارے رب کی مہربانیون کی ہوائین اور اے یسر کی سرعت اور عسر کی متفرق کرنے والی ۱۲ ۶ محبت نے مجھے وصال کے پیالے پلائے تو مین نے شراب سے کہا کہ میرے پاس آ ۱۲

اور جو شخص اس کو پڑھتا رہے وہ عربی سمجھنے لگے چاہے اُس نے عربی نہ پڑھی ہو اور جو شخص اسکو ایک چلہ تک کسی حاجت کے لیے پڑھے تو چلہ کے اندر اس کا مقصد پورا ہو جائے اور جو شخص اسکو اپنے پاس رکھے اور ہر روز تین بار پڑھتا رہے یا کسی دوسرے سے پڑھوا کر سنتا رہے یا ہر صبح کو باعتقاد صحیح اسکو دیکھتا رہے تو حضرت غوث الثقلین کی زیارت سے خواب مین مشرف ہو اور آپکی مکالمت سے برکت پائے اور امرا و سلاطین کے یہان معظم سمجھا جائے اور اُسکے برکات عامہ مین سے یہ بھی ہے کہ پڑھنے والا جس نیت سے پڑھے اور عقیدہ بھی ٹھیک رہے وہ مقصد اُس کا حاصل ہو جائے اور جب پڑھنے کا ارادہ کرے تو اولاً سورہ فاتحہ پڑھ کر حضرت کی روح پُرفتوح پر ہدیہ کرے پھر تین بار یہ درود شریف پڑھے اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد معدن الجود والکرم منبع العلم والحلم والحکم وبارک وسلم اس کے بعد قصیدہ شروع کرے الحمد للہ کہ اس قصیدہ شریفہ کی اجازت فقیر کاتب الحروف کو بھی اپنے حضرت والد ماجد قدوۃ العلما زبدۃ الفضلا مولانا شاہ علی اکبر قلندر و حضرت جد امجد اسوۃ الکملا عمدۃ الصلحا العلامۃ الاشہر مولائی و استادی شاہ تقی علی قلندر قدس اللہ سرہما الاطہر سے بواسطہ و بلا واسطہ بہت کم واسطون سے پہونچی ہے اور وہ اس طور سے ہے کہ حضرت جد امجد قدس سرہ کو اجازت اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ الاصاغر والاکابر الجامع بین علمی الباطن والظاہر مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے اور اُن کو اپنے والد ماجد حضرت مرشد الآفاق سیدنا و مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ سے اور اُن کو اپنے پیر و مرشد برحق جناب مستطاب سید السادات و منبع الفضائل والبرکات مرشدی شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہ سے اور آپکو بلا واسطہ بطریق اویسیت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے جسکا واقعہ آپکے ملفوظ مین یون مرقوم ہے کہ حضرت سید السادات فرماتے تھے کہ دسوین ماہ ربیع الآخر سنہ گیارہ سو چھیاسٹھ ہجری روز پنجشنبہ کو پہر دن چڑھے کے وقت مجھکو حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کی جناب سے اس قصیدہ کے عمل کی اجازت تین طریقون سے مع اُن کے شرائط کے ملی اور یہ ارشاد ہوا کہ اے باسط علی قلندر مین تمکو یہ عمل بخشتا ہون اس طرح پر کہ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کو دعائے سریانی ملی تھی اور تمکو اور تمھاری اولاد اور طالبین کے واسطے اس قصیدہ کا عمل کل مہمات دینی و دنیوی کے واسطے کافی ہے بلکہ میرا صرف حکم ہی کافی ہے اور وہی بجائے نصاب زکوۃ کے ہے اور

اسکو وظیفہ کے طور سے روزمرہ ایک بار پڑھ لینا کافی ہے اور تم کو سب تکلیفیں معاف ہین جسطرح چاہو پڑھو اور جس شخص کو چاہو اُسکی استعداد کے موافق بتاؤ پھر چوبیس ماہ ذی الحجہ روز دوشنبہ سنہ گیارہ سو ستر ہجری کو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالی عنہ نے اسی قصیدہ کے چند خواص اور ارشاد فرما کر اُن کی اجازت مرحمت فرمائی پھر ارشاد ہوا کہ یہ جملہ مطالب و مقاصد دارین کے واسطے کافی ہے حضرت پیر و مرشد برحق مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کتاب مستطاب اصول المقصود مین حضرت سید السادات مرشدنا شاہ باسط علی قلندر قدس سرہ کے حال مین تحریر فرماتے ہین کہ حضرت کو عالم ارواح سے بہت مناسبت تھی جسوقت چاہتے تھے ارواح کی حضوری ہو جاتی تھی اور اُسوقت آپ کی حالت متغیر ہو جاتی تھی یعنی وجد و شورش کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی چنانچہ آپکے والد بزرگوار و حضرت پیر و مرشد کی روحانیت تو قریب قریب ہر وقت موجود رہتی تھی باقی اور ارواح کی حضوری اندک توجہ مین ہو جاتی تھی اور ارواح حضرات پنجتن پاک علیہم السلام و حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی حضوری بہت حاصل رہتی تھی ایسے کہ کمتر حضرات اولیاء اللہ کے متعلق سنی گئی چنانچہ منقول ہے کہ جب حضرت قصیدہ پڑھنا شروع کرتے تھے تو فوراً ہی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح مبترکہ موجود ہو جاتی تھی اور آپ کی حالت متغیر ہو کر وجد و شورش پیدا ہو جاتی تھی ایسی کہ آپ قصیدہ تمام نہین کر پاتے تھے۔ سبحان اللہ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	از رہ گذر خاک سر کوے شما بود

وصل بیان سیرت آنحضرت رضؓ

نقل شیخ ابو المظفر منصور بن مبارک کہتے تھے کہ میری آنکھون نے کوئی شخص خوش اخلاق اور کشادہ دل اور بزرگ ذات اور صادق الوعد اور محبت کا نباہنے والا حضرت محبوب سبحانی سے بڑھکر با وجود جلالت قدر اور علو منزلت اور فراخی علم کے نہین دیکھا آپ چھوٹون مین بھی شامل رہتے اور بڑون مین بھی اور سلام مین سبقت کرتے اور ضعیفون پر شفقت فرماتے اور اُن کے پاس بیٹھتے اور فقرا سے عاجزی اور انکساری کرتے اور کسی نافرمان یا امیر کی تعظیم نہ کرتے اور کبھی کسی امیر یا وزیر و سلطان کے دروازہ پر جاتے اور اگر خلیفہ یا وزیر آپ کی خدمت مین حاضر ہوتا تو اُس کے آنے سے پہلے گھر مین چلے جاتے وہان سے

پھر باہر آتے تاکہ اُن کے لیے قیام نہ کرنا پڑے اور اُن سے بہت نصیحت فرماتے اور وہ سب آپکے ہاتھ چومتے اور آپ کے حضور مین بہت مودب بیٹھتے اور اگر خلیفہ وقت کو کچھ لکھتے تو اس طرح کہ عبدالقادر تجھ سے ایسا کہتا ہے اور اُس کا حکم تجھپر نافذ ہے اور وہ تیرا پیشوا اور حجت ہے اور جو شخص آپ کے صحیفہ کو دیکھتا وہ ضرور اسکو چوم لیتا اور کہتا کہ حضرت غوث الاعظم سچ فرماتے ہین **نقل** شیخ معمر ابی المظفر منصور بن مبارک بن فضل واسطی واعظ معروف بجرادہ کہتے تھے کہ مین ایک روز آپ کی خدمت مین حاضر تھا اور آپ بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ چھت سے مٹی گری آپ نے جھاڑ ڈالی تین مرتبہ ایسا ہی ہوا ہر مرتبہ وہ گرتی اور آپ جھاڑ ڈالتے چوتھے بار آپ نے سر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا تو وہان ایک چوہا نظر آیا جو مٹی گرا رہا تھا آپ کا دیکھنا تھا کہ اُس کا سر ایک طرف کٹ گرا اور بدن ایک طرف آپ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے مین نے عرض کیا کہ رونے کا کیا سبب ہے فرمایا کہ ڈرتا ہون کہ کہین مسلمان سے بھی اسی طرح میرا دل نہ دُکھے کہ اس کا بھی یہی حال ہو **نقل** شیخ ابوالقاسم بزاز عمر بن مسعود کہتے تھے کہ ایک روز آپ مدرسہ مین وضو کرتے تھے کہ ایک چڑیا نے آپ پر پیشاب کردیا آپ نے اُس کی طرف جو سر اُٹھا کر دیکھا تو وہ فوراً مر گئی جب آپنے وضو ختم کیا تو اُس جگہ کو جہان پیشاب پڑا تھا دھوڈالا پھر اس کپڑے کو اُتار کر مجھ کو دیا اور فرمایا کہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت تصدق کردو **نقل** شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور ابو محمد عبدالحق حریمی کہتے تھے کہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ اکثر روتے اور کہتے تھے کہ اے پروردگار مین تجھے تحفہ اپنی روح کیسے نہ بھیجون کیونکہ یہ تو یقینی ثابت ہے کہ سب چیزین تیرے ملک مین ہین اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

وما ینفع الاعراب ان لم یکن تقی	وما ضر ذا تقوی لسان العجم

یعنی عربی زبان سے عربون کو اگر وہ متقی نہ ہون کوئی فائدہ نہین اور فارسی زبان سے عجمیون کو کچھ نقصان نہین اگر وہ متقی ہون **نقل** حافظ ابو عبداللہ بخاری کہتے تھے کہ مجھکو ابو عبداللہ جبائی نے لکھا اور مین نے اُسے نقل کرلیا کہ مجھ سے شیخ محی الدین عبدالقادر فرماتے تھے کہ مجھے آرزو ہے کہ مین جنگلون مین رہتا جیسے پہلے رہتا تھا تاکہ نہ مین خلق کو دیکھتا اور نہ وہ مجھے دیکھتے لیکن اللہ نے مجھ سے خلق کی منفعت چاہی اور وہ ہوئی کہ میرے ہاتھ پر پانچسو سے زاید یہود اور نصاری مسلمان ہوے اور عیارون اور ان کے علاوہ لوگون نے بھی ایک لاکھ

سے زائد توبہ کی اور یہ بہت بڑی خیر ہوئی **نقل** حضرت سید عبدالرزاق فرماتے تھے کہ میرے والد نے جب سے کہ اُن کی شہرت ہوئی صرف ایکبار حج کیا اور مین اُس حج مین اُنکے ہمراہ تھا آمد و رفت مین جب ہم سب حلہ مین جو بغداد کا ایک محلہ ہے اُترے تو والد نے فرمایا کہ جاکر دیکھو یہان محتاجون مین سب سے زائد کون محتاج ہے اور کس کے گھر نہین ہے مین ڈھونڈھتا ہوا گیا ایک گھورے پر دیکھا کہ ایک خیمہ کمل کا تنا ہوا ہے اور اسمین ایک بڈھا اور ایک بوڑھیا اور چند بچے ہین مین نے واپس آکر کیفیت بیان کی آپ نے ٹھہرنیکی اجازت مانگی اُس نے اجازت دی آپ وہین معہ سب ہمراہیون کے فروکش ہوے وہان کے مشائخ اور روسا نے حاضر ہوکر یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ یہان سے اُن کے گھرون پر اُٹھ چلین آپ نے منظور نہین کیا سب مجبوراً اپنے اپنے گھر جاکر کھانا پانی اور سونا چاندی اور طرح طرح کے تحائف لائے غرضکہ وہ مقام ببرکت آپکے قدوم کے روکش عمرانات ہوگیا ہے

ہمہ خوبی و عشرت باشد ای دوست	در آنخانہ کہ مہمانش تو باشی

پھر آپ نے ہمراہیون سے فرمایا کہ اس اسباب مین سے جتنا میرا حصہ ہے وہ مین اس فقیر اور اسکے بچون کو دیدیتا ہون ہمراہیون نے عرض کیا کہ ہم سب بھی اپنے اپنے حصے انھین لوگون کو دیتے ہین چنانچہ وہ سب اُن لوگون کو دے کر آپنے صبحکو وہان سے کوچ فرمایا حضرت سید عبدالرزاق فرماتے ہین کہ ایک برس کے بعد مین پھر وہین گیا اُس شخص کو دیکھا تو بڑا مالدار پایا اُس نے مجھ سے کہا کہ یہ سب اُسی رات کی برکت ہے آپ کی عادت تھی کہ جب آپ کے پاس کوئی روپیہ یا اشرفی لاتا تو اُسکو آپ خود ہاتھ سے نہین چھوتے تھے اور کہدیتے تھے کہ مصلے کے نیچے رکھدو جب خادم آتا تو فرماتے کہ جو کچھ مصلے کے نیچے ہے اُٹھالو اور نانبائی و بنئے کو دیدو اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ خلیفہ کے یہان سے آپ کو جو خلعت آتا تو اُسکو ابوالفتح طحان کو دلوا دیتے طحان آٹا پیسنے والے کو کہتے ہین آپ اُسی سے فقہا اور مہمانون کے واسطے آٹا قرض لیا کرتے تھے **نقل** شیخ ابو محمد عبداللطیف بن شیخ ابی النجات خادم آنحضرت کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ ایک بار آپ دو سو پچاس دینار کے مقروض ہوگئے تو اُسی زمانہ مین ایک شخص آیا جسکو ہم لوگ نہین پہچانتے تھے وہ بلا اجازت آپکے حضور مین چلا آیا اور دیر تک باتین کرتا رہا بعد اسکے اُس نے ایک تھیلی اشرفیون کی نکالی اور کہنے لگا کہ یہ آپکے قرضہ کی ادائی کے لیے ہے

اور یہ کہکر چلا گیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ لیکر جس جس کا قرضہ دینا ہے دیدو پھر آپ نے
فرمایا یہ صراف قدر تھا مین نے پوچھا کہ قدر کا صراف کیسا فرمایا ایک فرشتہ ہے جس کا یہی
کام ہے کہ بحکم الٰہی اولیاء اللہ کا قرض ادا کیا کرتا ہے آپکے کچھ کھیون وجہ حلال سے بعضے
زمیندارون کے پاس تھے کہ جو وہ لوگ آپکے واسطے بویا کرتے تھے اور آپ کے خدام
اُس کو بیکر آپکے واسطے چار یا پانچ گردہ پکا کر آخر دن مین لے آیا کرتے تھے آپ حاضرین
کو تقسیم فرما کر بقیہ اپنے واسطے رہنے دیتے تھے اسی طرح تحائف بھی حاضرین پر تقسیم فرما دیتے
تھے آپ ہدیہ قبول کر کے اس کا عوض بھی فرما دیتے تھے اور نذر بھی لے لیتے تھے اور اُسے
صرف کرتے تھے **نقل** شیخ ابو عبد اللہ محمد بن خضر حسینی موصلی کہتے تھے کہ مجھ سے میرے
باپ بیان کرتے تھے کہ مین ایک بار حضرت کے ساتھ جمعہ کے دن جامع مسجد مین تھا
ایک سوداگر نے آکر عرض کیا کہ میرے پاس مال غیر زکوٰتی ہے مین چاہتا ہون کہ اسکو
فقیرون اور غریبون کو دون مگر اب تک کوئی مستحق نہین ملا آپنے ارشاد فرمایا کہ تم دو
مستحق ہو یا غیر مستحق خدا تم کو بھی دہ دے گا جس کے تم مستحق ہو اور جسکے تم مستحق نہین۔ **نقل**
راوی کہتے تھے کہ ایک بار حضرت نے ایک فقیر شکستہ دل کو دیکھا پوچھا کہ کیا حال ہے اُسنے
عرض کیا کہ آج مین دجلہ پر گیا تھا ملاح سے کہا کہ مجھے اُس پار اُتار دو اُس نے نہ اُتارا
مجھے اپنی محتاجی سے سخت رنج ہوا وہ فقیر یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر
ایک تھیلی جسمین تیس دینار تھے پیش کی آپ نے فقیر سے فرمایا کہ یہ ملاح کے پاس لیجاؤ
اور کہو کہ فقیر کو رد نہ کیا کر پھر اپنا لباس بھی عنایت کیا جو اُس نے بیس دینار کو بیچ ڈالا۔
نقل شیخ ابو القاسم عمر بزاز کہتے تھے کہ جتنی دیر ہم حضرت کے حضور مین بیٹھے رہتے تھے
تو نہایت سکون و آرام رہتا تھا جب اُٹھ آتے تو وہ سب جاتا رہتا تھا آپ بہت بڑے
سخی تھے ہر رات کو حکم کھانے کے زیادہ نکالنے کا دیتے تھے خود بھی مہمانون کے ساتھ
نوش کرتے تھے اور ضعیفون کے پاس بیٹھتے تھے اور طالبعلمون کی کج خلقی پر صبر کرتے
تھے اور سریع البکا اور مقبول الدعوات اور کثیر الہیبت اور کریم الاخلاق تھے بدگوئی و
غیبت سے دور رہتے اگر کسی سے کوئی امر سرزد ہوتا تھا تو البتہ ناخوش ہوتے تھے
مگر اپنی ذات کی وجہ سے کبھی غصہ نہ کرتے نہ سائل کو کبھی محروم پھیرتے یہانتک کہ اپنے جسم
شریف کا کپڑا تک اُتار دیتے تھے توفیق الٰہی آپکے پیش رو تھی اور تائید ایزدی قوت بازو

اور علم آپ کا مہذب اور قرب مودب اور معرفت پناہ اور حضور قلب اور انس آپ کا ندیم اور خطاب الٰہی مشیر اور ملاحظہ و کشف سفیر اور بسط نسیم اور فتح بضاعت اور راستی و حلم صناعت اور ذکر وزیر اور فکر مصاحب مکاشفہ آپکی غذا اور مشاہدہ شفا آداب شریعت آپ کا ظاہر اور اوصاف حقیقت آپکے اسرار نقل شیخ ابوالحسن سے منقول ہے کہ آپ بہت خوش اخلاق اور پاکیزہ نفس اور سخی تھے اس طرح کہ ہر حاضر رہنے والا سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو آپکے حضور اقدس مین رسوخ نہین اور نہ مجھسے زیادہ کسی پر عنایت ہے اور اگر آپکے دوستون سے کوئی آجاتا تھا تو آپ اُس کا حال اور اُس کے گھر کی خیریت پوچھتے اور مقتضیات دوستی نباہتے اگر کوئی قسم کھاتا تو اُسکو سچا سمجھتے اور اُسکے عیوب سے چشم پوشی کرتے اور آپ کا ایسا صاحب حیا بھی کوئی نظر نہ آیا شیخ ابوعمر بزار جب حضرت کا ذکر کرتے تو یہ دو شعر ضرور پڑھتے ؎

الحمد للہ انی فے جوار فتی	حامی الحقیقۃ نفاع وضرار
لا یرفع الطرف الا عند مکرمۃ	من الحیاء ولا یغضی علی عار

یعنی خدا کا شکر کہ مین ایسے شخص کی پناہ مین ہون جو حامی حقیقت ہے اور بہت نفع دینے اور ضرر پہونچانے والا اور وہ آنکھ حیا سے نہین اُٹھاتا مگر بخشش کے وقت اور حلم نہین کرتا کسی ننگ و عار پر نقل کسی نے شیخ ابوالحسن علی قرشی سے آپکے صفات پوچھے تو اُنھون نے فرمایا کہ آپ نہایت نورانی چہرہ اور تازہ رو اور نیک خو اور خوش مزاج اور وسیع الاخلاق اور عمدہ طبیعت کے شخص تھے اور بہت مہربان اور باشفقت اپنے پاس بیٹھنے والیکو بہت عزیز رکھتے تھے اور جب اُسکو ملول یا متفکر دیکھتے تو مطمئن اور مسرور کردیتے اور بہت لطیف ظریف کہ ویسا مین کسیکو نہین دیکھا شیخ ابوالحسن علی بن ارزم محمدی کہتے تھے کہ مینے امام مفتی عراق شیخ محی الدین ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حامد بغدادی معروف بہ حیدری کی تحریر ۶۳۶ھ چھ سو چھتیس مین دیکھی اور اُس کی نقل لے لی انھون نے لکھا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ بہت رقیق القلب اور خائف اور کثیر الہیبت مستجاب الدعوۃ کریم الاخلاق اور پاکیزہ ترین لوگون مین سے تھے بُری باتون سے دور رہتے اور امر حق کے بہت پابند تھے امر خلاف شریعت پر بہت جلد غصہ آجاتا تھا مگر اپنے نفس کے لیے غصہ کبھی نہین کرتے اور سائل کو کبھی رد نہین کرتے تھے نقل تحفہ قادریہ مین شیخ داود سے منقول ہے وہ کہتے تھے کہ جب ہمارے حضرت کے در دولت پر دنیا گدائی کرنے لگی اور

بہت سے امرا و وزرا اس درگاہ کے خادم ہوئے تو ایک چور نے اپنے دل مین خیال کیا ؎

آنرا کہ چنین جاہ و حشم روی نمود		درخانۂ او تودہ زر خواہد بود	

چلو ان کے گھر مین چلین تاکہ مطلب دلی برآئے اور سعت دولت ہاتھ لگے غرضکہ اس ارادہ بد سے وہ حضرت کے گھر مین آیا تمام گھر ڈھونڈھ ڈالا مگر کچھ نہ ملا تو یہ کہ بیٹھے بٹھلائے اندھا ہوگیا ؎

خفاش کہ درخانۂ خورشید رود		روشن کہ چنین بے بصر و کور شود	

جب آپ کو اُس کا یہ حال منکشف ہوا تو فرمایا کہ یہ تو مروت سے بعید ہے کہ کوئی ہمارے گھر آسرا لگا کر آئے اور ناکام چلا جائے اگر کچھ ہو تو اُسے دیدینا چاہیے آپ اسی خیال مین تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے والی ممالک ولایت ایک ابدال اسوقت مرگیا ہے کوئی اُس کا قائم مقام ہونا چاہیئے آپ نے فرمایا کہ ہمارے یہان ایک شخص شکستہ دل پڑا ہے اُسے جاکر لے آؤ تاکہ اُسی کو مقرر کردین حضرت خضر علیہ السلام جاکر اُس کو لے آئے آپ نے چشم زدن مین اپنی ایک نظر عنایت سے اُسے وہ مقام عطا فرمادیا اے گدایان بارگاہ حضرت قادری خوش ہونے کا مقام ہے کہ جب تمھارے پیر دستگیر نے ایسے شخص کو اسطرح ایسی دولت سے مالامال فرمادیا تو تم اگر صدق و عقیدت سے متوجہ ہو تو آپ کا کرم کبھی نہ روا رکھے گا کہ آپ کی دولت کرامت سے محروم رہو ؎

دزدی کہ آید پئے دزدی بر تش وانکہ بصد صدق و صفا رہ و نہد		از کرمش واصل و عارف شود بر در او حالت او چون بود	

نقل شیخ ابوالعباس احمد رکابدار آنحضرت کہتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ سواری پر جامع منصور مین تشریف لے گئے جب وہان سے آپ مدرسہ مین تشریف لائے تو ایک بچھو پیشانی مبارک سے اُتار کر زمین پر پھینکدیا وہ زمین پر چلنے لگا پھر فرمایا مر جا وہ مرگیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس بچھو نے مسجد سے یہانتک مجھے ساٹھ مرتبہ کاٹا ع

اللہ اللہ چہ بردبار بہاست ؎

از رہگذر خاک سر کوے شما بود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	

آپ کے معاش اور لباس کی کیفیت

نثر الجواہر مین ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ابتدا ًایک بار بغداد مین بیس روز تک
کچھ کھانے کو نہ ملا مین نوشیروان کے مکانات کے ویرانہ کی طرف چلا گیا کہ شاید وہان
کچھ ملجائے وہان پہونچا تو دیکھا کہ ستر اولیاء اللہ اسی تلاش مین سرگردان ہین مین نے اپنے
دل مین کہا کہ ان لوگون کے تلاش مین مزاحم ہونا خلاف مُروت ہے ویسا ہی بغداد واپس
آیا یہان میرا ایک دوست تھا اُس نے ایک ٹکڑا سونے کا مجھے یہ کہکر دیا کہ تمھاری والدہ نے
بھیجا ہے مین نے اُس مین سے تھوڑا ٹکڑا توڑ کر اپنے لیے رکھا اور باقی اُس ویرانہ مین
لیجا کر اُن ستر آدمیون پر تقسیم کر دیا ؎

نیم نانے گر خورد مرد خدا	بذل درویشان کند نیمے دگر

اُنھون نے پوچھا یہ کیسا مین نے کہا کہ یہ میری والدہ نے بھیجا تھا مجھے تم کو نہ دینا اور تنہا
کھا لینا بہتر نہ معلوم ہوا پھر مین نے آکر اُس بقیہ ٹکڑے کا کھانا منگوایا اور فقرا کو بلا کے اُنکے
ہمراہ کھایا غرضکہ شام تک وہ سونا سب صرف ہوگیا واقعی مریدین الی اللہ کے عادات
سے ہے یہ کہ وہ صرف بھوکہ اور پیاس دور کرنے بھر کو کھاتے پیتے ہین اور سوا ضرورت
کے وقت کے نہین بولتے ہین اور یہ اسوجہ سے تاکہ وہ امر واجب کا ثواب پائین کیونکہ
انسان جب مباحات مین سے کسی چیز کے اختیار کرنے پر مُضطر ہوتا ہے تو اُسپر اُس مباح کا
کرنا واجب ہو جاتا ہے اور واجب کا مرتبہ مباح سے کہین بڑھ کر ہے جو مرید مباحات کو
بلا ضرورت کرے گا وہ رخصت مین پھنسے گا اور پھر اُس سے اس طریقہ فقر مین کچھ نہو سکے گا
کذا فی رسالۃ ارشاد الطلبۃ والمریدین للشیخ عبد الوہاب الشعرانی اور آپ کے لباس کا
یہ حال تھا کہ شیخ ابو الفضل احمد بن قاسم قرشی بغدادی بزاز رحمہ اللہ کہتے تھے کہ آپ کا
لباس علما کا سا ہوتا تھا اور بہت قیمتی طیلسانؔ یعنی چادر اوڑھتے تھے ایک مرتبہ
شششہ پانسو اٹھاون مین آپ کا خادم میرے پاس کچھ روپیہ لیکر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے ایسا

لہ طیلسان بفتح طا و سکون یا و لام و فتح سین و سکون الف و نون سبز رنگ کی کملی کو کہتے ہین کہ جو صوف کی ہوتی
ہے اور اسکو خواص علما و مشایخ پہنتے تھے کذا فی المحیط اور منتہی الارب مین ہے کہ طیلسان یعنی چادر اور منتخب مین ہے کہ
ایک کپڑا ہوتا ہے جو کندھے پر ڈالا جاتا ہے کذا فی حاشیہ زبدۃ الاسرار ۱۲ منہ

کپڑا چاہیے جو ایک اشرفی گز کے حساب سے ہو مین نے پوچھا کہ ایسا کپڑا کس کے لیے چاہیے کہنے لگا کہ حضرت کے لیے مین نے اپنے دل مین کہا کہ حضرت نے تو خلیفۂ وقت کے لیے کوئی لباس ہی باقی نہین رکھا جب آپ ایسا کپڑا قیمتی پہنین گے تو پھر بادشاہ کیا پہنے گا یہ خطرہ آیا ہی تھا کہ میرے پاؤن مین ایک کیل چبھ گئی مین بے قرار ہو گیا تمام لوگ اُس کے نکالنے کو جمع ہوے مگر کوئی نکال نہ سکا تب مین نے کہا کہ اب مجھے حضرت ہی کی خدمت مین لیچلو لوگون نے حضرت کے حضور مین مجھے پہونچایا آپنے ارشاد فرمایا کہ ابو الفضل اپنے دل مین تم نے مجھپر اعتراض کیا قسم ہے عزت معبود کی کہ مین نے اپنی خواہش سے ایسا کپڑا نہین پہنا جب تک مجھ سے کہا نہین گیا کہ مجھے میری قسم ایسا کپڑا پہن جو ایک اشرفی گز کا ہو اور اے ابو الفضل یہ میرا کفن ہے کیونکہ مین مردہ ہون بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ وہ تو ایک ہی بار مر کر کفن پاتا ہے اور مین صدہا مرتبہ کا مرا ہوا ہون تب یہ کفن ملا ہے اور کفن مردہ کا اچھا ہونا چاہیے پھر اپنا دست مبارک میرے پیر پر پھیرا وہ کیل فوراً نکل گئی۔ اور درد بھی جاتا رہا بخدا مجھے نہین معلوم کہ وہ کیل کہان سے آئی اور کہان گئی وہان سے مین اپنے پیرون چلا آیا جب مین اُٹھا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تمھارا اعتراض تھا جو کیل کی صورت ہو کر تمھارے گڑا۔ کذا فی زبدۃ الآثار تنبیہ شیخ مجد الدین فیروز آبادی سفر السعادت مین لکھتے ہین کہ اکثر لوگ اس امر مین دو طرح پر ہین ایک وہ لوگ ہین جنھون نے اچھے کپڑے سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی صرف مرقعات و محقرات ہی پہننا اختیار کر لیا اور دوسرے وہ لوگ ہین جو بہت عمدہ اور نفیس کپڑے پہنتے ہین حالانکہ یہ دونون گروہ مخالف سنت نبوی علیہ السلام ہین جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کپڑا شہرتی پہنے گا اُس کو قیامت کے دن ذلت کا کپڑا پہنایا جائیگا اور پھر اُس مین آگ لگنا شروع ہوگی اس سے اشارہ ہے اس طرف کہ اگر پہننے والے کا ارادہ تکبر یا مفاخرت کا ہو گا تو اُسکے خلاف یہ عذاب کیا جائیگا اور اگر اچھا کپڑا پہننا بغرض زینت و اظہار نعمت الٰہی کے ہو تو جائز ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جس شخص کے دل مین ذرہ برابر کبر ہو گا وہ بہشت مین نہین جائیگا کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کپڑا عمدہ اور جوتا اچھا پسند ہے کیا یہ بھی غرور مین داخل ہے آپ نے فرمایا نہین ان[1] اللہ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس

[1] اللہ خوب ہے اور پسند کرتا ہے خوبی صورت اور سیرت کو اور غرور حق کی نافرمانی کرتا ہے اور لوگون کو ذلیل سمجھنا ۱۲ منہ

پھر فرمایا کہ اسقدر غرور محسوب نہوگا بلکہ بُرا غرور وہ ہے کہ حق کو باطل کردے یعنی جو کچھ امر
توحید و عبادت حق واجب ہو اُس کا انکار کرے اور اس کے قبول کرنے سے باز رہے
اور اللہ کے بندون کو حقیر و ذلیل سمجھے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس بیان کی
شرح مین لکھتے ہین کہ خلاصہ کلام یہ کہ اسبات مین معتبر قصد و نیت ہے ترک زینت اور
ذلیل کپڑے پہنا اگر بخل و خست طبع کی وجہ سے یا اظہار فقر و زہد اور ریا سے ہو تو بُرا ہے
اور اگر بقصد زہد اور تواضع اور ایثار کے ہو تو بہتر اور عمدہ ہے اور زینت بہ لباس فاخرہ
و ترفع اگر بقصد تکبر و تفاخر و اسراف ہو وہ بھی بُرا ہے اور اگر بوجہ اظہار نعمت حق اور ادائے شکر
اور اعزاز دین اور عفت اور ستر حال کے ہو تو مستحسن ہے غرضکہ دار مدار نیت پر ہے اور
اسی وجہ سے دیکھا گیا ہے کہ مشائخ صوفیہ قدست اسرارہم کی وضعین اور طریقے اس امر مین مختلف
ہین صاحب مواہب لدنیہ بطور سوال و جواب کے لکھتے ہین کہ چونکہ سنت نبوی اور طریقہ
سلف صالح کا بدحالی صورت اور کپڑون کی بوسیدگی پر ہے بخلاف گروہ صوفیہ منتسبین سلسلہ
شاذلیہ کے کہ وہ اپنی صورتون اور لباسون مین بہت تکلف کرتے ہین حالانکہ اُن کے طریقہ
کی بنا اقتدا بسنت نبوی اور اتباع طریقہ سلف صالح پر ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ
ان لوگون کی نظر معانی اور حکمتون پر ہے اور جب ان لوگون کو معلوم ہوا کہ سلف صالح نے خود
بوجہ اہل غفلت کے دنیائے دینہ مین مشغولی اور زیب و زینت ظاہری مین انہماک اور بوجہ
تفاخر بہ دنیا یہ امور اختیار کیے تو اُن کی مخالفت کے اظہار کی وجہ سے اُنھون نے بوسیدہ
کپڑون کو اظہار حقارت کے طور پر اختیار کر لیا اور یہ سمجھے کہ اسکو خداوند تعالیٰ ہی نے حقیر جانا
ہے اگرچہ عقلاً اسکو تعظیماً بوجہ شان فقر اور آخرت کے عمدہ سمجھتے ہون اور جب اسی خیال پر
مدتین گذر گئین اور ان باتون کے بھولنے سے دل سخت ہو گئے اور اہل غفلت نے بدحالی
صورت اور کپڑون کی کہنگی کو حیلہ اور وسیلہ مفاخرت و علامت تزہد و ریا قرار دیدیا تو
اصل بات ہی پلٹ گئی لہذا یہ مخالفت لباس و ہیأت مین بھی طریقہ سلف صالح و علامت
سنت سے ہو گئی اور زینت ثیاب اور ہیأت ہی علامت صدق و اخلاص و ستر حال کی
ہو گئی چنانچہ اسی امر کی طرف ارشاد اور اشارہ حضرت سیدی امام ابوالحسن شاذلی کا ہے
جب کہ اُن پر بعض لوگون نے اعتراضات کیے اور کہنے لگے کہ آپ کی یہ قطع اور ہیئت
کیا ہے تو آپنے فرمایا کہ یہ میری ہیئت بزبان حال کہتی ہے کہ الحمد للہ الذی اغنانی بفضلہ

اور یہ تمھارا لباس کہتا ہے کہ اعطونی[1] شیئاً من دینا کم لہذا ان لوگون کے افعال واعمال حکمت اور نیت پر موقوف سمجھنا چاہیئے انتہی کلام المواہب اور بعضے حضرات صوفیہ بعضے وقتون مین جناب صمدیت عزاسمہ سے لباس نفیس پہننے پر مامور ہوتے ہین جیسا کہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بعد ریاضات شاقہ مامور ہوے چنانچہ نقل ہے کہ آپ پچیس برس تک بغداد کے جنگلون مین پھرتے رہے آپکی کوئی جگہ معین نہ تھی نہ کھانا کپڑا مقرر پھر آپ اُس لباس کے پہننے پر مامور ہوے جو ایک اشرفی گز کا ہوتا تھا اور آپ لباس نفیس کے بارہ مین فرمایا کرتے تھے کہ ھذا[2] کفن المیت وکفن المیت اجمل وھذا بعد الف موت اور شیخ ابی المسعود سے کہ جو مقام ترک تردید واختیار مین بہت عالی مرتبہ تھے منقول ہے کہ وہ کبھی ایسا لباس پہنتے تھے کہ جسکی قیمت چار درم کی ہوتی تھی اور کبھی بہت نفیس اور قیمتی پہنتے بالجملہ مرید کے حال کا اقتضا یہی ہے کہ اپنی مقدار ضرورت پر کفایت کرے اور اُس سے زیادہ اگر ہو تو مباح ہے بشرطیکہ تکبر اور خود پسندی نہو اور اعتدال کل باتون مین بہتر ہے اور جو چیز جس قوم کی عادت ہوگئی ہو اور اُن کی تمیز اور تعریف کا باعث ہو اسمین بہت رخصت ہے اور حضرات صوفیہ کا مرتبہ تو بہت عالی اور نیتون اور حکمتون پر مبنی ہے کہ جنکو وہی جانتے ہین واللہ اعلم حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحدثین مین حضرت امام مالک کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ بہت خوش لباس تھے عدن کے کپڑے جو بہت نفیس اور بیش قیمت ہوتے ہین آپ پہنا کرتے تھے اور خراسان ومصر کے اعلیٰ قسم کے کپڑے بھی اور بیشتر لباس آپ کا سفید ہوتا تھا اور اکثر اوقات عطر نہایت عمدہ بھی لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ جسکو خدا نے نعمت وثروت دی ہو اس کا اثر اسپر ظاہر نہ ہو کیونکہ کتمان نعمت کفران نعمت ہے کاتب الحروف کہتا ہے کہ سلف صالح کی نیت انکے لباس کپڑون اور اور باتون کے اختیار کرنے مین صالح تھی جو شخص نفیس المزاج ہوتا تھا وہ اظہار نعمت الٰہی مین کوشش کرتا تھا اور اچھے کپڑے پہنتا تھا اور جو شخص ادنیٰ قسم کے کپڑے پہنتا تھا اُس کی نیت تواضع اور گمنامی کی ہوتی تھی تو اُن مین سے ہر شخص معیب ہے

[1] مجھے کچھ دو اپنی دنیا مین سے ۱۲ منہ [2] یہ مردہ کا کفن ہے اور مردہ کا کفن اچھا ہونا چاہیے اور یہ ہزار بار مرنے کے بعد ہوتا ہے ۱۲

اور ہر ایک کو ثواب اس کی نیت کے موافق حاصل ہو گا ولّلناس فیما یعشقون

مذاہب انتہی **فائدہ** حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ایک قوم دنیا مین ایسی ہو گی جو بچھے ہوے فرشتون پر اللہ کو یاد کرے گی اور اللہ اُن کو جنات عالیات مین داخل کرے گا اس حدیث کو ابو یعلی نے اپنی مسند مین روایت کیا ہے اور طبرانی نے کتاب الدعا مین مگر اُن کی روایت مین قوم کے بجاے رجال کی لفظ ہے اور ابن حبان نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور انکی روایت مین اقوام کی لفظ بجاے قوم کے ہے اور درجات کی لفظ بجاے جنات کے ملا علی قاری شرح حصن حصین مین بعد نقل قول مصنف کے لکھتے ہین کہ یہ اسکی دلیل ہے کہ سلاطین اور امراء وغیرہ کو اُن کی حشمت اور دولت اللہ کی یاد سے مانع نہین ہوتی اور وہ ماجور اور مثاب ہوتے ہین اور اللہ ان کو محض اپنے فضل وکرم سے جنات عالیات مین داخل فرماے گا اور اس سے بعضے حضرات صوفیہ کے طریقہ کی طرف مثل حضرت سیدی محی الدین عبد القادر جیلانی اور حضرات سلسلہ نقشبندیہ وشاذلیہ وبکریہ کے بھی اشارہ ہے کہ جنھون نے ان سب تکلفات کی بنا بھی بظاہر آزادی اور بے تکلفی پر رکھی تھی اور باطن تو وہ صوفی تھے ہی اور یہ سب امور صرف بارادہ اخفاء ورد افشا وسمعہ وریا کے ہے اور یہی عین راہ حضرات ملامتیہ وقلندریہ قدست اسرارہم کی ہے (جیساکہ ناظرین کتب وملافیظ حضرات موصوفین پر خوب ظاہر ہے) البتہ بہت سے متصوفہ متکلفہ متاخرین خصوص ابناء زمانہ نے اس امر کو بھلا دیا ہے اور کھانے پینے پہننے مین اہل غفلت کی طرح وسعت دیدی ہے اور اہل دنیا کی طرح خود دنیا مین منہمک ہو گئے ہین اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا اور یہ بھی حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص بازار مین جاکر کہے لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر اللہ اُسکے لیے ہزار ہزار نیکی لکھے اور ہزار ہزار برائیان محو کرے اور ہزار ہزار درجے اُس کے بلند کرے اور جب

---

۵۱ آدمیون کے لیے اُس چیز مین کہ جسکے وہ عاشق ہین مذہب ہین ۱۲ منہ ۵۲ سلوک وریاضت ومجاہدہ وتزکیہ نفس وتصفیہ قلب وتخلیہ روح وتخلیہ سر مقام فنا وبقا تک جو کہ حالات ومقامات سے حاصل ہوتا ہے اسکو طریقہ کہتے ہین ۱۲

۵۳ نہین کوئی معبود ہے سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اور کوئی اس کا شریک نہین اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے سب تعریفین ہین وہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہی زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا اسی کے ہاتھ مین بہتری ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت والا ہے ۱۲ منہ

اس خصوصیت بازار کی یہ ہے کہ بازار غفلت کا مقام ہے تو ان مین یاد کرنے والے کی شال جہاد کرنے والے شخص کی ہے اور یہی دلیل اُسکی ہے جسکو سادات نقشبندیہ نے اکابر صوفیہ مین سے اختیار کیا ہے کیونکہ ان لوگون کا قول ہے کہ خلوت جلوت ہے اور عزلت مخالطت اور صوفی وہ ہے کہ جو کائن بائن ہو اور غریب قریب اور عرشی فرشی اور جو احادیث دیکھتا اور آنحضرت صلعم کے اخبار و احوال و افعال و اقوال کو جانتا ہے اُسکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہ طریقہ جسکو حضرت نے بعثت کے بعد اختیار فرمایا اور اپنی امت کو اسپر کاربند کیا اور اکابر صحابہ نے اس کی متابعت کی وہ بہت اعلی ہے اور اُس سے کمتر وہ ہے جسکو مبتدعہ نے نکالا ممکن ہے کہ بعضے اُن مین اچھی بھی ہون اور کاتب الحروف کے نزدیک اس مین کسی خاص طریقہ کی خصوصیت نہین بلکہ یہی طریقہ تمام محققین صوفیہ کا ہے بدلیل قول باری تعالی شانہ رجال[۱] لا تلہیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ بلکہ یہ معلوم ہے کہ حضرات نقشبندیہ نے جو اقتصار ذکر قلبی پر کیا وہ محض مریدین پر آسانی کی غرض سے اور اسی وجہ سے تسبیح و تہلیل و تحمید و تکبیر و صلوۃ و تسلیم و قراءت آیات قرآنیہ و اذکار لسانیہ و نوافل و اوراد و برکہ جو اخبار و آثار صحیحہ صریحہ مین وارد ہین اکتفا کی اور جنمین سے بہت سے معمول بہ اکابر صوفیہ کے ترک کیا ہین کیونکہ قد علم کل اناس مشربھم[۲] وکل حزب بما لدیھم فرحون[۳] واھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم[۴] پھر ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین[۵]۔ **نصیحت** شیخ عبدالوہاب شعرانی رسالہ ارشاد الطلبۃ والمریدین مین لکھتے ہین کہ حضرات صوفیہ کے اخلاق سے ہے دنیا کی زینت کی طرف متوجہ نہونا یا ان مین سے جب کوئی عمدہ لباس یا نیا صوف پہنے ہو تو اُسکی طرف دیکھنا بخوف دشمنی چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایک حلہ پہنے ہوئے تھین وہ آپکو بہت اچھا معلوم ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فوراً حکم دیدیا کہ اسکو اتار ڈالو یا خود حضور اقدس ایکبار ایک چادر دھاری دار اوڑھے ہوئے تھے آپکو اُسکی دھاری اچھی معلوم ہوئی آپنے فوراً اُسے اتار ڈالا

[۱] وہ لوگ کہ غافل نہین ہوتے سودا کرنے اور بیچنے مین اللہ کی یاد سے [۲] پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ [۳] اور ہر فرقہ جو اُنکے پاس ہے اسپر ریجھ رہے ہین ۱۲ منہ [۴] چلا ہمکو سیدھی راہ یعنی اُن کی راہ جنپر تو نے فضل کیا ۱۲ [۵] وہ لوگ جنپر انعام کیا اللہ نے نبی اور صدیق اور شہید اور نیکبخت بندہ ہین ۱۲

یہ فعل آپ کا محض امت کی ہدایت کے لیے تھا اس خوف سے کہ وہ لوگ ایسی چیزون سے کہین فتنہ مین نہ پڑ جایئن ورنہ ہمارا اعتقاد تو آپکے بارہ مین یہی ہے کہ آپکو کوئین کی کوئی چیز اللہ سے غافل نہین کرسکتی تھی اسی لحاظ سے طالب کو چاہیئے کہ ایسے کپڑون کے پہننے سے کہ جسکی طرف اُس کا دل راغب ہو پرہیز کرے اور یہ خیال کرے کہ لاو جیسے اور کاملین اہل اللہ نے عمدہ لباس پہنے ہین مین بھی ویسے کپڑے پہنون یا اُنکی سی صورت بناؤن کیونکہ اُن کا نفس تو ان کپڑون کے پہننے سے غیر حق مین مشغول نہین ہوا اور اُن کو اچھے اور برُے اور قیمتی اور غیر قیمتی کا خیال ہوا کہ اُن کے نزدیک سب برابر ہے بخلاف اسکے کہ وہ اسکی حالت نہین تو جب یہ اُس مقام پر پہونچ لے تب البتہ اُن کے ایسے کپڑے پہن سکتا ہے حضرت شیخ اکبر فراتے تھے کہ مریدین کپڑا پہننے مین دو طرح پر ہین۔ بعضے وہ ہین جو آخرت کے لیے پہنتے ہین اور بعضے وہ جو بحکم وقت پہنتے ہین تو آخرت کے لیے تو وہ لوگ پہنتے ہین جنکی غرض ستر یا جاڑہ یا گرمی سے بچنا ہوتا ہے انکو کچھ ارزانی و گرانی قیمت کا ہرگز لحاظ و خیال نہین ہوتا اور جو لوگ بحکم وقت پہنتے ہین اُنکی علامت صدق یہ ہے کہ وہ ایسا کپڑا پہنتے ہین جسپر علما حرف گیری نہ کرسکین اور نہ احمق لوگون کے دکھانے کی غرض ہو حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ مرید کو چاہیے کہ وہ بالکلیہ دنیا سے ایسا بے تعلق ہو کہ لوگون پر آرہا ہو کہ وہی اُسے کھلائین اور پلائین جیسے عورتون کو ان کے شوہر وغیرہ کھلاتے پلاتے ہین کہ یہ بھی دنارت ہمت ہے چنانچہ مین نے اپنی کتاب منن کبری مین لکھا ہے کہ ایک شخص پیشہ ورون مین سے حضرت شیخ ابراہیم مبتولی کی زیارت کو انکی خانقاہ مین آیا وہان فقرا اسکو اچھے معلوم ہوے وہ بھی اپنا پیشہ چھوڑ کر وہین آکر بیٹھ گیا شیخ نے اُس سے پوچھا کہ تو نے اپنا پیشہ کیون چھوڑ دیا وہ کہنے لگا کہ جب مین یہان آیا تو مین نے دیکھا کہ ایک اندھا اُلو اس زاویہ کے طاق مین بیٹھا ہے اور اسکو ایک شکرہ ہر روز آکر ایک گوشت کی بوٹی کھلاجاتا ہے تب مین نے کہا کہ واہ سبحان اللہ کیا خدا کی شان ہے اور توکل بھی کیا چیز ہے مجھے بھی اللہ پر توکل کرنا چاہیئے لہذا مین سب چھوڑ چھاڑ کر فقرا کے پاس آکر بیٹھ رہا تب شیخ نے اُس سے فرمایا کہ افسوس تو نے اپنے آپ کو اُلو بنایا شکرہ کیون نہ بنا کہ خود بھی اپنی کمائی سے کھاتا اور اور لوگون کو بھی کھلاتا اس نے اسیوقت توبہ کی اور اپنا قدیم پیشہ کرنا شروع کر دیا ۃ

ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	از رہ گذر خاک سر کوے شما بود

وصل بیان طریقہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ مین

شیخ ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی کہتے تھے کہ شیخ ابو الحسن علی بن الہیتی سے لوگون نے پوچھا کہ حضرت غوثیت مآب کا طریقہ کیا تھا فرمایا کہ آپ کا طریقہ ہر امر کو خدا کے سپرد کرنا تھا اور اپنی حول و قوۃ سے بالکل علیحدگی اور توحید تجرید اور توحید تفرید معہ حضور کے موقف عبودیت مین سیر کے ساتھ اور آپکی عبودیت کمال ربوبیت سے مستمد تھی اور آپ وہ بندے تھے جو احکام شریعت کا لحاظ کر کے مقام تفرقہ سے مطالعہ جمع تک ترقی کر گئے تھے۔ شیخ عدی ابن مسافر سے کسی نے حضرت کا طریقہ پوچھا۔ اُنھون نے کہا کہ امور قضا و قدر مین محویت قلب و روح کی موافقت اور ظاہر و باطن کے اتحاد کے ساتھ اور صفات نفس سے جدا ہونا بغیر خیال کسی نفع و ضرر و قرب و بعد کے۔ شیخ بقا بن بطو کہتے تھے کہ حضرت کا طریقہ تھا قول و فعل کا ایک ہونا اور نفس و قلب کا متحد رکھنا اور اخلاص و تسلیم اختیار کرنا اور ہر لحظہ اور ہر خطرہ اور ہر سانس اور ہر وارد اور ہر حال مین کتاب و سنت پر مضبوطی سے قائم اور اللہ کے ساتھ ثابت رہنا اور یہ کمالات اگرچہ سب اولیا مین ہوتے ہین لیکن بعضون مین زیادہ ہوتے ہین اور بعضون مین کم شیخ ابو الفرح عبد الرحیم کہتے تھے کہ مین جب بغداد مین آیا تو آپکی خدمت مین بھی حاضر ہوا اور آپ کا حال اور فراغ قلب اور خلوص ایسا کچھ دیکھا کہ اپنے آپ کو بھول گیا واپسی پر جب اُم عبیدہ مین شیخ احمد رفاعی کے پاس جو میرے ماموں تھے حاضر ہوا تو جو کچھ حال حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کا دیکھا تھا بیان کیا اُنھون نے فرمایا اے فرزند کسی کو اب اتنی طاقت نہین ہے جتنی اُنکو ہے اور جس حال پر وہ ہین اُنھین کے شایان ہے اور وہی اُسپر فائز ہوئے ہین شیخ ابی الحسن علی قرشی سے نقل ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی دیکھے تو وہ اُنکو قوت طریق الی اللہ اور رشد اور لزوم مین ایک مرد فائق پائیگا تمام اہل طریق کی قوتون پر اُنھین کی قوت غالب رہے گی اور آپکا طریقہ توحید تھا وصفا اور حالا اور اسکی تحقیق شرع شریف ظاہراً و باطناً اور آپ کا قلب فارغ رہتا تھا اور ہستی غائب اور مشاہدہ رب حاضر اس دل سے کہ جسمین شکوک کا گذر نہ تھا اور اس سر سے جسمین اغیار کا جھگڑا نہ تھا اور اس قلب سے جو

نفسانیت کی وجہ سے پریشان نہین ہوتا شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الفتح ہروی کہتے تھے
کہ مین نے حضرت کی خدمت چالیس برس کی اُس زمانہ مین آپ کا یہ معمول تھا کہ صبح کی نماز
عشا کے وضو سے پڑھتے تھے اور رات مین کئی مرتبہ خلیفہ وقت آپ کی ملازمت کو حاضر
ہوا اور اُس نے حاضر ہونا چاہا مگر آپ کو فرصت ہی نہ تھی اور مین بھی چند رات آپ کی
خدمت مین رہا تو مین نے دیکھا کہ آپ اول وقت رات مین تھوڑی دیر نماز پڑھنے کے بعد
ذکر کرتے یہان تک کہ تمامی رات گذر جاتی تھی تب فرماتے تھے المحیط العالم الرب الشہید
الحسیب الفعال الخلاق الخالق البارئ المصور اُسی وقت آپ کا جسم فوراً لاغر ہو جاتا
تھا اور پھر تیار ہو جاتا تھا اور کبھی آپ ہوا مین اڑکر سب کی نظرون سے غائب ہو جاتے
تھے پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے یہانتک کہ دوسرا ثلث گذر جاتا اور سجدے بڑے
بڑے کرتے تھے ایسا کہ گمان ہوتا تھا کہ آپ کا روے مبارک زمین مین چپک گیا اور
بعد اسکے مراقب اور متوجہ ہوکر قریب طلوع فجر تک بیٹھے رہتے تھے اور آپ کو ایک نور
ڈھانپ لیتا تھا جسکے دیکھنے سے بینائیان خیرہ ہو جاتی تھین اور آپ اُسی نور مین غائب
ہو جاتے تھے مین آپکے پاس برابر آواز سلام علیکم سنتا تھا اور آپ جواب سلام دیتے
تھے اور آپ فرماتے تھے کہ پچیس برس تک مین عراق کے جنگلون اور ویرانون مین پھرتا
رہا اور مین لوگون کو پہچانتا تھا مگر وہ مجھے نہین پہچانتے تھے اور میرے پاس بہت سے
گروہ آدمیون اور جنون کے آتے تھے اور مین اُن کو خدا کا راستہ بتلاتا تھا اور چالیس
برس تک عشا کے وضو سے مین نے صبح کی نماز پڑھی اور پندرہ برس عشا پڑھکر ایک پیر سے
کھڑے ہوکر قرآن پڑھتا تھا اور ایک پیر اور ہاتھ اُس میخ مین جو دیوار مین گڑی تھی باندھ
دیتا تھا نیند کے خوف سے یہانتک کہ قریب صبح قرآن مجید پورا ختم ہو جاتا تھا اکثر ایسا بھی
ہوا کہ چالیس برس تک مین نے روزہ پر روزہ رکھا اور کچھ کھانے کو نہین ملا اور نیند صورت
بنکر میرے پاس آتی تھی اور مین اسپر چیخ مارتا تھا کہ وہ دفع ہو جائے اور دنیا اور تمام
چیزین اس کی مختلف صورتون پر میرے سامنے آتی تھین کبھی پری کی صورت اور کبھی
اور کسی کی صورت مین مین اُن پر بھی چلا دیتا تھا اور اپنی ہیبت اور عظمت سے اُن کو
بھگا دیتا تھا کیونکہ ؎

عشق فارغ کرد از دنیا و مافیہا مرا	کے تواند برد از رہ عشوۂ دنیا مرا

اور گیارہ برس تک مین برج عجمی مین رہا جو میرے زیادہ قیام کی وجہ سے برج عجمی کے نام سے مشہور ہوگیا ایک مرتبہ مین اُسی برج مین تھا کہ مین نے اللہ سے عہد کیا کہ نہ کھاؤن نہ پیون گا جب تک کھلایا پلایا نہ جاؤن اسی حالت مین چالیس دن گذر گئے کہ مین نے کچھ کھایا پیا نہین چالیس روز کے بعد ایک شخص عمدہ کھانا لیکر آیا اور میرے سامنے رکھکر چلا گیا میرا نفس بھوک کی شدت کی وجہ سے قریب تھا کہ اُس پر گر پڑے مگر مین نے کہا خدا کی قسم مین نے جو عہد کیا ہے اُس سے نہ ہٹون گا چنانچہ مین نے اپنے پیٹ سے آواز سنی کہ نفس پکارتا تھا الجوع الجوع مین نے کچھ اُس کی طرف توجہ نہین کی کہ اتنے مین شیخ ابو سعید مبارک مخزومی جو اُدھر سے کہین جاتے تھے وہ آواز سنکر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ آواز کیسی ہے مین نے کہا کہ یہ نفس کا قلق اور اضطراب ہے باقی روح میری نہایت آرام سے اپنے مولی کی طرف متوجہ ہے اُنھون نے فرمایا کہ باب الازج تک آؤ یہ کہکر وہ چلے گئے مگر مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہان سے باہر نہ نکلون گا اتنے مین حضرت خضر علیہ السلام نے آکر کہا کہ اُٹھو اور ابو سعید کے پاس جاؤ مین اُن کی خدمت مین گیا دیکھا تو وہ کھانا لیے میرے منتظر ہین اُنھون نے مجھے دیکھکر فرمایا کہ اے عبدالقادر تم نے میرے بُلانے پر کفایت نہ کی جب تک کہ خضر نے نہ کہا پھر اُنھون نے اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر مجھے کھلانا شروع کیا یہانتک کہ مین سیر ہوگیا پھر اُنھون نے مجھے اپنا خرقہ پہنایا **نقل** شیخ ابو عمر صریفنی کہتے تھے کہ مین نے خود آپ سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ مین مین رات دن خرابہ مین رہتا تھا اور بغداد نہین آتا تھا اور شیاطین کے صف سوار و پیادہ طرح طرح کے ہتھیار لگائے میرے سامنے آتے تھے اور لڑا کرتے تھے اور مجھے ڈراتے تھے اور آگ پھینکتے تھے مگر مین اپنے دل کو مضبوط پاتا تھا اور باطن سے آواز سنتا تھا کہ اے عبدالقادر ہم تمھارے مددگار ہین اور کمک پر ہین اور یہ سب تمھارے اُٹھنے پر بھاگ جائینگے ایکبار شیطان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہان سے چلے جاؤ ورنہ ایسا ایسا کرون گا اور بہت کچھ کہکر ڈرایا مین نے ایک طمانچہ اُسکے منھ پر ایسا مارا کہ وہ بھاگ گیا مین لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہتا جاتا تھا اور وہ بھاگتا جاتا تھا ایکبار ایک شخص کریہ المنظر بدبو دار میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مین ابلیس ہون تمھاری خدمت کے لیے آیا ہون کیونکہ تم نے مجھے اور میرے ساتھیون کو

سخت تکلیف پہونچی ہے مین نے کہا جا مین تجھکو پہچان گیا فوراً غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور ایسا طمانچہ اُس کے مارا کہ اُس کا سر زمین مین گھس گیا ؎

مدعی خواست کہ آید بہ تماشا گہ راز
دست غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد

پھر ایک بار شیطان آگ کا نیزہ ہاتھ مین لیکر میرے مقابل آیا اُسی وقت ایک شخص سیاہ و سفید گھوڑے پر سوار چادر کندھے پر ڈالے آیا اور میرے ہاتھ مین تلوار دی فوراً وہ بھاگا تیسری بار مین نے دیکھا کہ مجھسے دور پرے پھرتا ہے اور منھ پر خاک ڈالتا اور کہتا ہے کہ اے عبدالقادر تم نے مجھے نا امید کیا مین نے کہا تو ہمیشہ مردود ہی رہے گا مین تیرے فریب سے خوب واقف ہون اور ہمیشہ ڈرتا رہتا ہون ؎

تا شدی اے شاہ گیلانی بجز بی آیتے
در زدی آتش بکفر و کافری و معصیت

خطبہ رحسنت ملک ہر روز از بر می کند
ہر دم از دست تو شیطان خاک بر سر می کند

اور آپ فرماتے تھے کہ ایک بار میرے پاس ایک شخص آیا جسکو مین نے کبھی نہین دیکھا تھا اُس نے مجھسے کہا تم صحبت اختیار کرنا چاہتے ہو مین نے کہا ہان کہنے لگا شرط یہ ہے کہ مجھسے مخالفت نہ کرنا مین نے کہا اچھا کہنے لگا کہ اسی جگہ بیٹھے رہنا جب تک مین آؤن یہ کہکر غائب ہو گیا اور سال بھر تک نہ آیا مین اُسی جگہ بیٹھا رہا پھر جب آیا تو میرے پاس ایک گھڑی بیٹھکر کہنے لگا کہ اپنی جگہ سے نہ اُٹھنا جب تک مین نہ آؤن یہ کہکر پھر چلا گیا پھر دوسرے برس آیا یونہی تین برس تک اُس نے کیا پھر جب آیا تو روٹی اور دودھ اسکے ساتھ تھا کہنے لگا کہ مین خضر ہون اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمھارے ساتھ کھانا کھاؤن چنانچہ کھایا اُس نے کہا کہ اُٹھو اور بغداد جاؤ لوگون نے آپ سے پوچھا کہ آپ اُسوقت کیا کھاتے پیتے تھے آپنے فرمایا کہ زمین پر جو چیزین پڑی رہتی تھین وہ اُٹھا کر کھا لیتا تھا۔

نقل شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسی آپکے صاحبزادہ فرماتے تھے کہ مین نے آپ سے سُنا کہ بعضے سفرون مین مجھے چند روز تک کہین پانی نہ ملا پیاس کی شدت ہوئی فوراً ابر نے سایہ کر لیا اور ایک چیز مشابہ ندی کے ظاہر ہوئی کہ جس سے مین سیراب ہو گیا پھر دیکھا کہ ایک نور ہے کہ جس سے افق روشن ہو گیا اس سے ایک صورت نکلی اور اُسنے مجھے پکار کر کہا کہ اے عبدالقادر مین تیرا پروردگار ہون اور تجھپر حرام چیزین حلال کرتا ہون جو چاہو وہ لو مین نے کہا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اے شیطان دور ہو چنانچہ وہ

روشنی گل ہوکر اندھیرا ہو گیا اور وہ صورت دھوان ہو گئی اور پھر مجھ سے کہنے لگی کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے علم کی وجہ سے مجھ سے نجات پائی قسم ہے پروردگار اور تیرے تفقہ کی کہ مین نے اس طرح اکثر اولیا کو گمراہ کر دیا تھا مین نے کہا یہ خداوند عالم کا فضل و احسان تھا جس نے مجھے تجھسے بچا دیا لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے اسکو کیونکر پہچانا کہ یہ شیطان تھا فرمایا کہ اُس کے اس قول سے کہ مین نے حرام چیزون کو تجھپر حلال کر دیا۔ نقل شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزاز کہتے تھے کہ مین نے خود آپ سے سُنا فرماتے تھے کہ جو حالات ابتدا مین مجھپر آتے تھے اُن کو مین لیکر اُن کا مالک ہو جاتا تھا اور پہلے اُن کے سمجھنے مین بہت کوشش کرتا تھا مگر نہین معلوم ہوتا تھا کہ کیا ہے پھر جب وہ حال مکشوف ہو جاتا تھا تو مین اپنے آپ کو اُس سے دور پاتا تھا ایک بار خرابہ بغداد مین مجھپر ایک حال وارد ہوا مین ایک ساعت تک کوشش کیا گیا مگر کچھ نہ کھلا پھر جب کھلا تو دیکھا کہ مین بلاد شوستر مین ہون حالانکہ شوستر اور بغداد مین بارہ روز کی سافت ہے مین سخت متفکر ہوا یہ کیا ہے پھر ایک عورت کو دیکھا کہ وہ کہتی تھی کہ تم کو اس سے تعجب کیون ہے تم تو شیخ عبدالقادر ہو نقل شیخ ابوسعید کہتے تھے کہ حضرت فرماتے تھے کہ مین نے نفس کو شروع مین جس مجاہدہ مین پکڑا اُسپر اسی ملازمت مین سختی کی ایک سال تک خرابہ مدائن مین رہا اور گری پڑی مباح چیزون کے کھانے پر قناعت کرتا رہا اور ایک برس تک کچھ کھایا ہی پیا نہین اور نہ سویا ایک شب کو سخت جاڑا تھا ایوان کسریٰ مین گیا وہان فوراً غسل کی ضرورت ہو گئی دریا کے کنارے پر جاکر نہایا اور پھر آیا پھر وہی حال ہوا یہانتک کہ چالیس مرتبہ اُس رات کو سویا اور ہر بار نہانے کی ضرورت ہوئی ہر بار دریا پر جاکر نہاتا تھا اور واپس آتا تھا آخر وہان سے واپسی پر مین چھت پر چڑھ گیا تاکہ نیند نہ آئے اور خرابہ کرخ مین سالہا سال رہا وہان میری غذا کچھ نہ تھی صرف ردی جو ایک قسم کا خرمہ ہوتا ہے کھاتا تھا اور ہر سال ایک شخص صوف کا جبہ لے آتا تھا وہی پہنتا تھا بہت لوگ مجھے گونگا اور مجنون سمجھتے تھے مگر کسی امر مین اُس ارادہ کے متعلق مجھے حائل نہین ہوتے تھے مین برابر اُن امور کو کرتا تھا اور ہرگز میرا نفس مجھپر غالب نہین ہوتا تھا اور نہ کسی زینت دنیا کی میری نظر مین کچھ وقعت ہوتی تھی بلکہ لڑکپن مین بارہا ایسا ہوا ہے کہ مین کانٹون مین بلا کسی اندیشہ کے چلا جاتا تھا نقل شیخ عبداللہ جبائی کہتے تھے کہ مجھ سے

خود حضرت فرماتے تھے کہ ایک بار میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ بغداد مین اب فسادات بہت ہین یہان سے نکل چلنا چاہیے چنانچہ اسی ارادہ پر مین نے اپنا قرآن لیکر کندھے پر لٹکایا اور باب حلبہ کی طرف چلا کہ وہین سے جنگل کی طرف نکل جاؤن اُسیوقت مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کہان جاتے ہو اور مجھے گمان ہوتا ہے کہ اُس نے شاید میری پیٹھ پر ہاتھ بھی پھیرا کہ جاؤ نہین یہین رہو لوگون کو تم سے نفع ہوگا مین نے کہا کہ مجھ سے خلق کو کیا نفع ہوگا مین نے تو اپنا دین بچانے کی غرض سے جنگل جانے کا ارادہ کیا ہے اُس نے کہا پلٹو تمھارا دین بچا ہوا ہے مگر کہنے والا کوئی دکھائی نہین دیتا تھا اسکے بعد پھر جو مشکلین مجھپر حالات و واردات کی تھین وہ سب خود بخود حل ہوگئین اور مجھکو خواہش ہوئی کہ مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کون تھا دوسرے دن مین ظفریہ مین گیا وہان ایک شخص نے اپنے گھر کا دروازہ کھولکر مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے عبدالقادر یہان آؤ مین گیا اُس نے کہا کہ کل شب مین تم کیا مانگتے تھے مین کچھ سمجھا ہی نہین پھر چپ ہوگیا وہ کیواڑے بند کر کے چلا گیا ایکبار دروازہ کی طرف سے غبار اُڑ کر میرے منھ پر پڑا جب مین وہان سے چلا تو مجھے یاد آیا کہ مین نے اللہ سے یہ مانگا تھا اور میرے دل مین یہ خطرہ آیا کہ یہ غالباً نیک بندون یا اولیا ءاللہ مین سے تھا پھر مین اُسی دروازہ کی طرف پلٹا مگر وہ دروازہ ہی نہ ملا مجھے اُسیوقت قبض ہوگیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ شیخ حماد دباس تھے جب مین نے اُن کو پہچانا تو اُن کی صحبت مین رہا یہانتک کہ جو مشکلین تھین وہ سب اُن کی صحبت کی برکت سے حل ہوگئین اور جب مین طلب علم کو اُن کے پاس سے کہین اور جاتا تھا اور واپس آتا تھا تو وہ مجھ سے کہتے تھے کہ تم کیون میرے پاس آتے ہو تم تو فقیہہ ہو فقہا کے پاس جاؤ مین چپ ہو جاتا اور وہ مجھے بہت اذیتین دیتے اور مارتے تھے اکثر جب مین پڑھ کر واپس آتا تو کہتے کہ آج ہمارے پاس بہت اچھی چیزین فالودہ وغیرہ آئین تھین وہ سب ہم نے کھالین اور تمھارے واسطے کچھ نہین رکھا تمام مریدین اُن کی یہ حالت دیکھکر مجھ سے کہتے تھے کہ واقعی تم فقیہہ ہو یہان کیون آتے ہو مگر جب شیخ حماد دباس سنتے تو فرماتے کہ تم کیون ستاتے ہو واللہ میرے یہان تم مین ان سے بہتر ایک بھی نہین ہے مین اُن کو صرف امتحان کے لیے ستاتا ہون تا کہ اُن کو ایک کوہ غیر متحرک پاتا ہون **نقل** شیخ ابوالحسن قریشی اور راور لوگ بیان کرتے تھے کہ سنہ ۵۵۹ھ مین ہم لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ کچھ اپنے حالات

ابتدائی و انتہائی بیان فرمادین کہ ہم اُسی کی متابعت کرین آپنے اسکے جواب مین کچھ اشعار پڑھے جنکا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ مین مرتبہ عشق و سر مین ہون وہ تمپر کھل نہین سکتا۔ تب لوگون نے کہا کہ ہم لوگ بھی آپکی طرح روزہ رکھتے ہین اور نمازین پڑھتے ہین اور مجاہدہ کرتے ہین مگر جیسا حال آپ کا ہے ویسا ہمارا نہین ہے آپنے فرمایا کہ تم لوگ عمل مین میرا مقابلہ کرلو مگر خدا کی عنایت و مہربانی و بخشش مین میری برابری نہین کرسکتے اور کیسے کرسکتے ہو کہ واللہ ما اکلت حتی قیل لی بحقی علیک کل ولا شربت حتی قیل لی بحقی علیک اشرب وما فعلت شیئا حتی امرت بفعلہ

از رہگذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

بیان خرقہ خلافت و سلسلہ شریفہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ

وصل تحقیق خرقہ کے بیان مین

حضرت شیخ اکبر امام محی الدین ابو بکر بن عربی اپنے رسالہ خرقہ مین لکھتے ہین کہ خرقہ وہ ہے جسے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند جلشانہ سے لائے اور قرآن مجید مین اسی کی طرف اشارہ اس آیہ کریمہ سے ہے کہ یا بنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر یعنی اے بنی آدم ہمنے اتارا تمپر ایک ایسا لباس کہ جو ڈھانپتا ہے تمھارے شرمگاہون کو اور وہ لباس زینت اور لباس تقوی ہے اور وہ ہی بہتر ہے تو لباس ظاہری مین ضروری تو اسقدر ہے جو ستر عورت کرے اور لباس زینت وہ ہے جو اس سے زائد ہو اور اُس سے زینت بھی ہو اور زینت سے مراد وہ زینت ہے جو اللہ تعالی نے اپنے بندون کے لیے خزانہ غیب سے نکالی اور اُسکو مخصوص مسلمانون کے لیے دنیا مین کر دیا اور قیامت مین اُن سے اسپر محاسبہ نہوگا جب کہ وہ اُس کو اس نیت سے پہنین گے یعنی زینت کی غرض سے اور اُس سے مقصود فخر اور غرور نہ رکھین گے تو یہ زینت صرف دنیا ہی کے لیے ہوگی کیونکہ کپڑا تو ایک ہی ہے

لہ خدا کی قسم مین نے کبھی نہین کھایا جب تک مجھسے کہا نہین گیا کہ کھا بسبب اس حق کے کہ جو تجھپر ہے اور نہ مین نے کبھی پیا تا وقتیکہ مجھسے کہا نہین گیا کہ پی بسبب اس حق کے کہ جو تجھپر ہے اور کبھی مین نے کوئی بات بلا حکم نہین کی ۱۲

مگر اختلاف مقاصد سے اُس کا حکم مختلف ہوجاتا ہے اللہ نے جو اپنے نیک بندون کے قلوب کو لباس تقوی دیا اور اُسکو بہتر لباس کہا اور صورتاً بھی اسکو لباس ظاہر کے برابر کیا اسوجہ سے لباس دو طرح پر ہوا ایک تو لباس ضروری جو شرمگاہ باطنی کو ڈھانپے یعنی تقوی مطلقاً محارم سے اور دوسرا وہ جو مثل زینت لباس ظاہر ہو وہ لباس مکارم اخلاق ہے جیسے نوافل اور عبادات اختیار کرنا یا درگذر اور صلاح کرنا اگرچہ شارع علیہ السلام نے اسکو ہمپر مباح کردیا محض حق لینے کی وجہ سے مگر وضع اُسکی بغرض آراستگی باطن رکھی گئی اور وہی زینت الہی باطنی ہے اور اس کا اطلاق ہر لباس باطنی پر ہے جسکی طرف شریعت نے ہمکو راہ بتائی تو لباس باطن مین یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ شرعاً صورتاً ظاہری پر ہوا اور جیسے کہ ظاہر با اختلاف مقاصد اور نیات مختلف ہوجاتا ہے اسی طرح لباس باطن بھی نیتون اور ارادون کے بدلنے سے مختلف ہوجاتا ہے اور جب اہل اللہ کے دلون مین یہ بات پڑگئی تو اُنھون نے چاہا کہ ان لباسون مین جمع کرکے دونون زینتون سے آراستہ ہون اور دونون خیرون کے مجمع ہون لہذا انھون نے اسکو دونون طرح اختیار کرلیا اور خرقہ کے اس ہیئت معلومہ پر پہننے کا سبب اُن لوگون کے نزدیک یہ ہے تاکہ اُن لوگون کو اُن کے اُن ارادون پر جو لباس باطنی سے اُنھون نے رکھے ہین تنبیہ ہوجائے اور اسکی بنا اُنھون نے محبت اور ادب پر رکھی اور اس کی اصل میرے نزدیک یہ ہے کہ حق تعالی نے اپنے بندے کے قلب کا خرقہ پہنا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے کہ ما وسعنی ارضی ولا سمائی ولکن قلب عبدی[1] یعنی وسعت نہ کی میرے لیے زمین و آسمان نے

[1] حضرت شیخ ابراہیم کردی اپنے رسالہ مین لکھتے ہین کہ یہ حدیث یعنی ما وسعنی ارضی ولا سمائی اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے اور شیخ صدرالدین محمد بن اسحق قونوی نے بھی اسکو بلفظ ما وسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المومن التقی النقی الوادع روایت کیا ہے یعنی گنجائش نہین رکھتی میری نہ زمین نہ آسمان اور گنجایش ہوتی ہے میری اس بندہ کے قلب مین کہ جو پرہیزگار اور صاف ستھرا اور متورع ہوتا ہے اور سخاوی مقاصد حسنہ مین لکھتے ہین کہ حدیث ما وسعنی سمائی ولا ارضی ولکن وسعنی قلب عبدی المومن کو امام غزالی نے احیاء مین بلفظ قال اللہ لم یسعنی لکھا ہے اور بالفاظ ووسعنی قلب المومن اللین الوادع بھی اور مخرج احیاء یعنی عراقی کہتے ہین کہ مین نے اسکی اصل نہین دیکھی اور نہ اُسکے اسناد معروف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پائے اور اُن کے اس قول سے اشارہ اس روایت کی طرف ہے جو اسرائیلیات مین ہے اور اُسی کو امام احمد نے کتاب الزہد مین وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی نے جب آسمانون کو حضرت حزقیل پر کھولا اور اُنھون نے عرش کو دیکھا تو عرض کیا کہ تو پاک ہے اور بہت عظیم ہے اے پروردگار تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ آسمان اور زمین اگرچہ بہت گنجایش والے ہین مگر میرے واسطے وسیع بندہ مومن کا قلب ہے کہ جو پرہیزگار اور نرم ہو سخاوی کہتے ہین کہ طبرانی کی روایت حدیث ابی عینبہ خولانی سے مرفوعاً (بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٧ پر دیکھیے

مگر میرے بندے کے دل نے او کپڑا اپنے پہننے والے کو وسعت کرتا ہے اب جمع ان دونون لباسون مین یہ طریقہ حضرت شبلی اور ابن خفیف کے زمانہ سے ظاہر ہوا اور اسوقت تک سلسلہ بسلسلہ رہا اور مین بھی اس بارہ مین انھین کے مشرب پر ہون اور مین نے خود خرقہ سادات مشائخ کے ہاتھون سے پہنا بعد اُن کے صحبت اُٹھانے اور ادب سیکھنے کے تاکہ لباس ظاہری اور باطنی صحیح ہو جائے اور میری رائے مریدین کو لباس دینے مین علاوہ امر مروجہ موجودہ وقت کے یہ ہے کہ شیخ مربی جس مرید کو لباس پہنانا چاہے تو پہلے اُسکے حال کو دیکھ لے جس مرید کے حال مین جو نقصان پائے تو شیخ اُس حال سے خود متلبس ہو کر خوب اُس حال مین متحقق ہو اور اُس حال کو اپنے مین اور اُس کپڑے مین پھیلا دے کہ جو خود پہنے ہوئے ہو پھر اُسی وقت اُس کپڑے کو اتار کر اس مُرید کو پہنا دے تاکہ اس کپڑے کی برکت اُس مین ساری ہو جائے جیسے شراب کا اثر اعضا مین پھیلتا ہے اور اس نقصان کو کمال سے بدل دے اے ولی حمیم موفق الدین احمد بن علی بن احمد بن بریم قیسی اشبیلی مین اس لباس صحبت و ادب کو اپنے ہاتھ سے تمکو پہناتا ہون اور میرا نام محمد بن علی بن محمد بن العربی الحاتمی ہے اور مین عبداللہ بن حاتم کی اولاد سے ہون مین نے اس خرقہ صوفیہ کو شیخ جمال الدین یونس بن یحیی بن ابی الحسن بن ابی البرکات بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن احمد بن حمزہ بن اسمعیل بن محمد بن عیسی بن موسی بن علی بن عبداللہ بن عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مکہ مین مقابل رکن یمانی کعبہ شریف کے ۵۹۹ھ مین بعد اُن کی صحبت اُٹھانے اور ادب سیکھنے کے پہنا اور انھون نے شیخ الوقت عبدالقادر بن ابی صالح بن عبداللہ جیلی سے پہنا اور انھون نے حضرت شیخ ابی سعید مبارک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶) اس طرح ہے ان للہ انیۃ من اہل الارض وانیۃ ربکم قلوب عبادہ الصالحین واحبہا الیہ الینہا وارقہا یعنی اللہ تعالی کے لیے ظرف ہے زمین مین اور اس کا ظرف نیک بندون کے قلوب ہین اور محبوب تر قلبون مین وہ ہے کہ جو نرم اور رقیق تر ہو مگر اس کی سند مین بقیہ بن ولید مدلس ہے اگرچہ اس نے تحدیث کی تصحیح کر دی ہے لہذا شواہد حدیث قدسی مذکورہ کے ہو جامین گی کیونکہ قلوب معرفت کے ظروف ہین اور وہ مختلف درجون پر ہوتے ہین پس موافق تفاوت قلب معرفت مین بھی تفاوت ہوتا ہے جیسا کہ اسطرف اشارہ ہے ارشاد سید الطائفہ جنید قدس سرہ مین کہ لون الماء لون انائہ یعنی پانی کا رنگ اس کے برتن کے رنگ کا ایسا ہوتا ہے واللہ اعلم۔

بن علی سے اُور انھوں نے حضرت شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف قرشی ہکاری سے اور
اُنھوں نے حضرت شیخ ابی الفرج یوسف طرطوسی سے اور اُنھوں نے حضرت شیخ
ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز تیمی سے اُنھوں نے اپنے والد حضرت شیخ عبد العزیز تیمی
سے اُنھوں نے حضرت شیخ ابو بکر محمد خلف بن جحدر شبلی سے اور حضرت شبلی نے صحبت اٹھائی
حضرت شیخ ابو القاسم جنید بن محمد کی اور اُن سے ادب سیکھا اور حضرت جنید نے
صحبت اُٹھائی اپنے ماموں حضرت سری سقطی کی اور اُن سے حاصل کیا اور ادب سیکھا
اور حضرت سری سقطی نے صحبت اُٹھائی حضرت معروف کرخی کی اور حضرت معروف نے
صحبت اُٹھائی حضرت امام علی بن موسی رضا کی پھر فتوحات مکیہ کے پچیسوین باب مین بعد
قصہ ملاقات حضرت خضر علیہ السلام کے لکھتے ہین کہ جب حضرت خضر علیہ السلام اور ایک صاحب
ہمارے شیوخ سے جن کا نام علی بن عبد اللہ بن جامع تھا اور وہ اصحاب علی متوکل اور
ابی عبد اللہ قضیب البان سے تھے موصل کے باہر مقلی مین جہان اُن کا ایک باغ تھا
جسمین وہ رہا کرتے تھے یکجا ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اُن کو حضرت شیخ قضیب البان
کی موجودگی مین خرقہ پہنایا اور خود شیخ نے بھی اُسی مقام پر اُن کے باغ مین جہان حضرت
خضر علیہ السلام نے اُن کو پہنایا تھا اُن کو خرقہ پہنایا اسی طرح جسطرح حضرت خضر علیہ السلام سے
واقع ہوا تھا اور مین نے بھی ایک بعید طریقہ سے حضرت خضر علیہ السلام کا خرقہ پہنا ہے اپنے
ایک دوست کے ہاتھ سے جن کا نام شیخ تقی الدین عبد الرحمن بن علی بن میمون بن آب التوزری
تھا اور اُنھوں نے شیخ صدر الدین سے جو دیار مصر مین شیخ الشیوخ تھے اور اُنھوں نے حضرت
حمویہ سے اور حمویہ نے اپنے دادا سے اور اُنھوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے اور اُسی
وقت سے مین لباس خرقہ کا قائل ہوا اور مین نے بھی اُسکو لوگون کو پہنایا ورنہ اس سے
پہلے مین اس خرقہ معروفہ کا قائل نہ تھا کیونکہ میرے خیال مین خرقہ سے مراد صحبت اور ادب
اور تخلق تھا کیونکہ اس کا پہننا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل نہین پایا جاتا تھا
البتہ صحبت اور ادب پایا جاتا تھا جسکو لباس تقوی کہتے ہین اور اُسی وقت سے اصحاب
حالات کا یہ دستور ہو گیا کہ جب وہ اپنے دوستون مین سے کسی مین کوئی نقص دیکھتے تھے
اور اس کی تکمیل چاہتے تھے تو اُس کی ذات کو اپنے مین متحد کر لیتے تھے اور جو کپڑا اُس
حال مین پہنے ہوتے تھے وہ اُتار کر اُسے پہنا دیتے تھے تاکہ یہ حال اسمین مین بھی ساری

ہوکر اُسکے نقص کو دور کر کے تکمیل کردے اور یہی لباس ہمارے نزدیک معروف ہے اور یہی ہمارے شیوخ محققین سے منقول ہے اور اسی کو مناوی نے بھی شرح جامع صغیر مین بیان وجہہ تسمیہ خضر مین لکھا ہے اور بعضے محققین بہجۃ الاسرار کا قول ہے کہ لفظ صحبت گروہ صوفیہ مین زبان برکت نشان جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جنید کے وقت تک بولا جاتا تھا پھر اُسکے بعد سے ابتک اُسی جگہہ پر لفظ خرقہ مستعمل ہوتا رہا جسکی وجہ یہ ہے کہ حضرات جنید سے پہلے یہ شان ارباب خلوت مین مخفی اور خواص عرفا سے مخصوص تھی جب حضرت جنید کا وقت ہوا تو اُنھون نے علم طریقت و معرفت و حقیقت کو کتابون مین جمع اور خطبون مین بیان کرنا شروع کیا بعد اُن کے زیادہ اشاعت حضرت شبلی نے اور اُن کے منتسبین نے کی جیسا کہ شیخ الاسلام والحفاظ ہروی وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے پھر شیخ ابن قیم حنبلی کی کتاب شفاء العلیل کی عبارت اور شیخ صدرالدین قونیوی اور شیخ اکبر کے ارشادات نقل کر کے لکھتے ہین کہ اسکی وضاحت اور تائید حدیث مرویہ حضرت ابی ہریرہ سے جو بخاری مین بھی ہے ہوتی ہے کہ فاذا احببتہ کنت سمعہ وبصرہ الخ[1] اور ابی امامہ کی روایت طبرانی کے نزدیک اور ابی یعلے کی روایت ام المومنین حضرت میمونہ سے اسقدر زیادتی کے ساتھ ہے کہ ولسانہ الذی ینطق بہ وقلبہ الذی یعقل بہ جیسا کہ سیوطی اپنے فتاوی حدیثیہ مین سے رسالہ قول الجلی فی حدیث الولی مین لائے ہین کیونکہ جو مراد و معنی کے بارے ہے وہی مراد کنت قلبہ الذی یعقل بہ اور کنت کنزا مخفیا کے بارے بھی ہے فقط اب مین پھر اصل کلام کی طرف رجوع کرتا ہون وہ یہ کہ مختصر بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ علامہ ناشری رحمتہ اللہ علیہ ایضاح شرح حاوی صغیر مین جو فقہ شافعی مین ہے لکھتے ہین کہ بعضے لوگون نے بعضے بزرگون سے لبس خرقہ متداولہ حضرات صوفیہ کے متعلق پوچھا کہ شریعت سے بھی اسکی کچھ اصل ہے یا نہین اور اسکی سند بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتصال محکوم ہے یا نہین اور درصورت اتصال اسکی سند حسن صحیح ہے یا مشہور یا غریب وغیرہ اور اسکی انکار صواب ہے یا خطا اور جو گمان کرے کہ یہ بدعت ہے یعنی اول قرن مین نہ تھی تو وہ مصیب ہے یا مخطی اور اگر بدعت ہے تو کس قسم کی اور درصورت ثبوت اسکی روایات بالاجازت دینی جائز ہے

[1] پس جب مین اُس بندہ کو دوست کرلیتا ہون تو مین ہی اُس کے کان اور آنکھ ہوجاتا ہون ... اور اسکی وہ زبان جس مین بولتا ہے اور وہ قلب جو ادراک کرتا ہے ۱۲ منہ

جیسے اور حدیث کی یا نہین تو اس کا جواب قاضی جمال الدین ابن ظہیرۃ المکی نے لکھا کہ خرقہ پہننا ایک امر مشہور اور معمول بہ زمانہ سلف سے ابتک ہے اور اسکی اصل شرعاً یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کو اُن کے قصیدہ مشہورہ بانت سعاد پڑھتے وقت کہ جسکا پہلا مصرع یہ ہے ع بانت سعاد فقلبی الیوم مبتول اپنی ردائے مبارک اتار کر عنایت کی جیسے اہل سیر وغیرہم نے ذکر کیا ہے اور آنحضرتؐ نے بہت صحابیون کو پہنایا مثل حضرت عبدالرحمن ابن عوف وغیرہ کے اور تلاش سے بہت سے ایسے مرد اور عورتین ملین گی اور ہمیشہ اکابر صوفیہ عارفین باللہ اسپر عامل رہے چنانچہ متقدمین مین سے حضرت معروف کرخی و حضرت سری سقطی و حضرت جنید وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم تھے اور متاخرین مین قطب الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ ابی نجیب سہروردی اور اُن کے قبل امام ابو حامد غزالی اور اُن کے شیخ امام الحرمین وغیرہم اور اسی پر لوگون کا عمل تمام اطراف مین رہا کہ وہ اسکو تبرکا کرتے رہے اور اُن لوگون کے اسمین طرق کثیرہ صحیحہ متصلہ بمدار باب ولایت و حالات و لائحات لاثانیہ مین اور اعیان صوفیہ سب اس بات پر متفق ہین کسی کو بھی اختلاف نہین لہذا اس کا منکر جاہل و غبی ہے اور فقہاے جامدین سے کچھ بحث نہین اور حضرت شیخ معروف کرخی کا طریقہ حضرت امام ابی الحسن الرضا سے کہ جو متصل اُن کی آبا کرام علیہم السلام تک ہے واضح ہے البتہ حضرت خواجہ حسن بصری کا طریقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تو اسمین اہل حرمین حضرت حسن بصری کے سماع اور روایت کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قائل نہین ہین بوجہ اُن کی عدم ملاقات کے حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے اگرچہ ملاقات ممکن ہے مگر اہل طریق اسپر متفق نہین ہین تو جو شخص اسے بدعت سمجھے وہ خاطی ہے کیونکہ خرقہ قرن اول مین موجود تھا تو اسکی روایت بالاسانید جائز ہے کوئی چیز اس مین مانع نہین بلکہ طالب خیر کو اس مین رغبت کرنا چاہیے تاکہ اسکو اولیا اللہ سے اتصال اور طریقہ مین داخل ہونے کے برکات حاصل ہون اور مین نے اس کو خود پہنا ہے اور میرے پاس اسکے طرق کثیرہ ہین اور اسی طرح میرے مشائخ نے بھی اور دیار مصر و شام و عراق و خراسان و مغرب اور بلاد اسلامیہ مین سب لوگ اسپر عامل ہین اللہ تعالی ہم سب کو قول مع العمل کی توفیق دے اور خطاؤن اور لغزشون سے دور رکھے اور میرے والد فرماتے تھے کہ سند خرقہ صحیح نہین ہے چنانچہ اُنھون نے اولاً اسپر انکار کی پھر بعد مراجعت کلام علماے حدیث یہ کہا کرتے تھے کہ یہ سند امہات خمس مین نہین ہے

قرطبی وغیرہ کا قول ہے کہ اُمہات خمس سے مراد وہ امور ہین جنپر اسلام کا دارو مدار ہے ان کے
علاوہ ہر چیز انھین سے متفرع ہو گی اور جو چیز بعد کو ہو گی وہ انھین سے متفرع ہو گی قاضی
ابو بکر بن العربی کا قول ہے کہ کسی کو دعا بغیر ان امور کے جو امہات خمس مین ہین نہین کرنا چاہیے
اور میرا اعتقاد ہے کہ خرقہ سے مراد ایک قسم کا تصرف نیک لوگون کا ہے اس شخص پر جسکو وہ پہناتے
ہین جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر کے سینہ پر ہاتھ مار کر تصرف فرمایا کہ وہ گھوڑے
پر سنبھل کر بیٹھنے لگے حالانکہ اس سے پہلے اُن سے بیٹھا نہین جاتا تھا اور آنحضرت نے حضرت
ابی ہریرہ رضؓ کو ایک چیز دی جسکی برکت سے اُن کا حافظہ ایسا قوی ہو گیا کہ پھر کبھی وہ کسی چیز کو
بھولتے ہی نہ تھے حالانکہ اس سے قبل اُن کا یہ حال تھا جیسا کہ شیخ علی طواسی سے منقول
ہے کہ انھون نے امام یافعی کو دبوچ لیا اور اللہ نے اس سے ان کو نفع دیا اب یہ نہین ہے
کہ صرف خرقہ کا پہنا قرب موصلہ الی اللہ ہو بلکہ اسمین پہنانے والے کے پہنانیکا بھی خاص
اثر ہوتا ہے اور آنحضرت نے جو ایک جماعت کو پہنایا تو وہ اور فوائد کے لیے تھا خواہ وہ تصرف
ہو یا دعا اور تبرک کے طور پر پہننا خرقہ کا اُس مرد صالح سے جو خود صاحب خرقہ نہو نہین
بہتر ہے بہ نسبت اُس کے جو خرقہ کو کسی سند والے سے پہنے اور اُسپر برکت کا اثر ہو اور اگر
صرف پہننا استحبابات شرعیہ سے ہوتا تو علماء شریعت کی مجلسین تمام اس سے آباد ہو جاتین کیونکہ
وہ لوگ ورثۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور جس چیز سے وہ اعراض کرتے ہین اس کو سمجھنا
چاہیے کہ وہ آپ کی وراثت ہی سے نہین اور جو آپ کی موروثی نہین وہ شیطان کی موروثی ہے
کیونکہ فماذا بعد الحق الا الضلال[1] واللہ اعلم اور اس جواب کو قاضی جمال الدین نے لکھا ہے
اور اسی پر عبداللہ بن حسن عفیف کازرونی حنفی نے اجابت السائلین مین اعتماد کیا ہے
رہا یہ شک کہ یہ امہات خمسہ سے نہین یہ بھی باطل ہے کیونکہ تمام روایات موطا کتب خمسہ مین
نہین ہین اور بہت سے احادیث احکام وغیرہ امام ابی یوسف اور امام محمد اور امام شافعی اور امام احمد
وغیرہ کی کتابون مین جو باہین صحیح اور حسن اور مقارب کے ہین وہ ان پانچون مین سے نہین ہین
اور حفاظ نے بہت سی تصنیفین زوائد مسانید اور معاجم کے بیان مین کتب ستہ پر لکھی ہین صاحب
بہجۃ الاسرار نے سلسلہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے خرقہ کے بیان مین حضرت جنید کا
ذکر کر کے لکھا ہے کہ اسکو ابی القاسم نے اپنے شیخ سے جو ان کے ماموں بھی تھے یعنی حضرت

---

[1] اور کیا ہے بعد حق کے سوا ضلالت کے ۱۲ منہ

خواجہ سری سقطی سے پہنا اور انھون نے اپنے شیخ حضرت معروف کرخی سے پہنا اور انھون نے ادب سیکھا حضرت امام علی موسی رضا سے تو انھون نے سلسلہ کی نسبت آخر تک بہ لفظ ادب کی ہے نہ بخرقہ اور امام محدث اہل زبید فقیہہ قاضی ابو العباس شہاب الدین احمد بن ابی بکر ابن الرداد قرشی صدیقی صوفی اپنی کتاب عدۃ المرشدین وعمدۃ المسترشدین مین لکھتے ہین کہ مینے اپنے شیخ یعنی شیخ شیوخ العارفین امام ائمۃ المحققین شرف الملۃ والدین قطب الاولیاء المقربین ابی معروف اسمعیل بن ابراہیم بن عبد الصمد الجبرتی القرشی الہاشمی العقیلی الصوفی الیمنی الزبیدی سے خرقہ پہنا پھر اُس سلسلہ عالیہ قادریہ کو حضرت جنید تک لکھکر لکھتے ہین کہ اُنھون نے حضرت سری اپنے ماموں سے پہنا اور انھون نے حضرت معروف کرخی سے اور انھون نے ابی سلیمان داؤد بن نصیر الطائی سے اور انھون نے ابی محمد حبیب بن محمد عجمی سے اور انھون نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اور انھون نے حضرت امیر کرم اللہ وجہ سے اور انھون نے حضرت رسول رب العالمین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت نے حضرت رب العالمین سے بواسطہ روح الامین کے پہنا الحمد للہ رب العالمین[1] شیخ احمد بعد اس سند کے تحریر کے لکھتے ہین کہ اس نسبت مذکورہ مین تحریر ذکر لبس اور اسکی تحقیق بذکر ید یہ لفظ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کا ہے انھین الفاظ و حروف کے ساتھ اور حضرت سے اُسکی روایت کرنے والے شیخ حافظ ابو محمد یونس بن یحیٰی ہاشمی محدث تھے اور وہ کہتے تھے کہ مین نے امام قطب الاسلام غوث الانام شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی سے نسبت خرقہ تصوف کی سنہ پانسو پچاس مین سُنی اور اسکو اُنھین کے ہاتھ سے پہنا پھر سب سلسلہ ذکر کیا جو سابقاً مذکور ہوا۔ شیخ ابن العیدروس اپنی کتاب مین بعد بیان نسبت خرقہ کے لکھتے ہین کہ مین نے روایت کیا باسناد مذکورہ شیخ صالح شہاب الدین احمد بن ابی بکر الرداد سے اور اُنھون نے باسناد مذکورہ شیخ حافظ ابی طاہر سلفی سے کہ وہ کہتے تھے کہ نسبت خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منتقل ہوئی حضرت علی بن ابی طالب کی طرف اور اُن سے حضرت حسن بصری اور اُن سے حضرت حبیب عجمی اور اُن سے حضرت داؤد طائی اور ان سے حضرت معروف کرخی اور اُن سے حضرت سری سقطی اور اُن سے حضرت جنید اور اُن سے متفرق مشایخ رضی اللہ عنہم کی طرف رداد کا قول ہے کہ نسبت خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منتقل ہوئی حضرت

[1] اور سب تعریفین ثابت ہین اللہ کے لیے کہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے ۱۲ منہ

حسین ابن علی کی طرف اور اُن سے حضرت امام زین العابدین اور اُن سے حضرت امام محمد باقر
اور اُن سے حضرت امام جعفر صادق اور اُن سے حضرت امام موسی کاظم اور اُن سے حضرت داؤد طائی
اور اُن سے حضرت معروف کرخی اور اُن سے حضرت سری سقطی اور اُن سے حضرت جنید کیطرف
اور اسی کو امام ابو طاہر سلفی نے اصل معرفت خرقہ اور اُسکی نسبت مین بدرجہ صحیح لکھا ہے دونون
طریقون مین یعنی ایک طریقہ اہلبیت اور دوسرے طریقہ حضرت خواجہ حسن بصری مین اور
مشہور و مستفیض جو قوم کے نزدیک مخفی نہین ہے یہ ہے کہ حضرت حسین ابن علی نے اپنے
والد سے پہنا اور اپنے صاحبزادہ حضرت امام زین العابدین کو پہنایا اور اُنھون نے اپنے
صاحبزادہ حضرت امام محمد باقر کو اور اُنھون نے اپنے صاحبزادہ حضرت امام جعفر صادق کو اور
اُنھون نے اپنے صاحبزادہ حضرت امام موسی کاظم کو اور اُنھون نے اپنے صاحبزادہ حضرت
امام علی رضا کو اور اُنھون نے خواجہ معروف کرخی کو پہنایا اور خواجہ معروف کرخی کے دو طریقہ
ہوے ایک امام علی رضا سے دوسرا حضرت داؤد طائی سے اور حضرت داؤد طائی کے
بھی دو طریقہ ہوے ایک حضرت امام موسی کاظم سے اور دوسرا حضرت خواجہ حبیب عجمی سے
اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھی دو طریقہ ہین ایک اپنے والد سے اور دوسرا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے اور محققین اسپر متفق ہین کہ حضرت نبوی سے حضرت جنید تک بد صحبت و ارادت
اور الباس دست بدست بھی تھا مگر اس کے خلاف ایک گروہ کا وہم ہے کہ وہان صحبت کے
سوا لبس خرقہ وغیرہ کچھ نہ تھا حالانکہ یہ اُن کا وہم بوجہ قلت علم کے ہے ورنہ اکثر اصحاب و محققین
علوم و اخبار و عارفین غوامض و اسرار کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ لبس محقق متصل ہے پھر
دو طریقہ یعنی طریقہ حضرت امام حسین ابن علی و طریقہ خواجہ حسن بصری اور اس سب کو شیخ نور الدین نے
وسیلۃ التائبین عن تلخیص الفوائد الوفیہ فی اصل الخرقۃ الصوفیہ مین لکھا ہے اور علامہ جلال الدین
بھی منجملہ معتقدین اتصال خرقہ صوفیہ ہین اور اُسکو حضرات صوفیہ کی طرف منسوب کرتے ہین چنانچہ
اپنی کتاب عقود اللآلی فی احادیث المسلسلۃ العوالی کے دیباجہ مین لکھتے ہین کہ یہ احادیث مسلسلہ
صحاح و حسان اور عوالی صحیحہ ہین کہ آج دنیا مین اُن سے اعلی نہین پاے جاتے ہین اور کسی
مسلمان کو ان سے اعراض بہتر نہین ہے کیونکہ اسناد کا قرب و علو اللہ و رسول کا قرب و علو ہے
اور ہم نے یہ قرب اور تلاوت قرآن کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک متصل کرکے حاصل
کیا پھر اتصال صحبت اور لبس خرقہ عالیہ تصوف سے اور درر المنتثرہ فی احادیث المشتہرہ مین کہ جو

بدرالدین زرکشی کی کتاب کا مع تنقیح اور زیادات کے خلاصہ ہے لکھتے ہین کہ حدیث لبس خرقہ
مشہورہ حضرات صوفیہ حضرت خواجہ حسن بصری تک یون ہے کہ اُنھون نے حضرت علے
کرم اللہ وجہہ سے پہنا ابن وحیہ کہتے ہین کہ یہ باطل ہے اور یہی ابن الصلاح کا بھی قول ہے
پھر اتحاف الفرقہ مین لکھتے ہین کہ ایک جماعت حفاظ حدیث سماع خواجہ حسن بصری کے بھی
حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے مُنکر ہین اور اُسی سے بعضے متاخرین نے بھی تمسک کیا ہے
اور اِس طریق لبس اور تلقین کو مخدوش جانا ہے اور ایک جماعت نے اُسکو ثابت کیا
ہے اور وہی میرے نزدیک بھی بوجوہ راجح ہے پھر زاد المسیر مین لکھتے ہین کہ مین نے اس
بارہ مین ایک مختصر رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام اتحاف الفرقہ لوصل الخرقہ ہے اور بعضے
نسخون مین بجاے وصل الخرقہ کے رفع الخرقہ ہے کذا فی سمط المجید اور کشف الظنون مین
برفعۃ الخرقہ ہے زرقانی مختصر مختصر مقاصد حسنہ مین لکھتے ہین کہ سیوطی نے اس بارہ مین ایک
رسالہ لکھا ہے جسکا نام اتحاف الفرقہ برفع الخرقہ ہے اور اس تالیف کا منشاء اس امر کا ثبوت
ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے سماعت کی اور اس بات کا اسمین
اثبات نہین ہے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے حضرت حسن بصری کو خرقہ اس صورت متعارفہ
صوفیہ پر پہنایا اور قشاشی اس اعتراض کو یون لکھتے ہین کہ اگر کوئی کہے کہ جو کچھ اتحاف مین
لکھا ہے اُس سے مقصود سماع اور اثبات ملاقات حضرت خواجہ حسن بصری با حضرت امیر کرم اللہ وجہہ
ہے نہ لبس و تلقین ذکر تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کا تمسک اس رسالہ مین عدم سماعت حضرت
حسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک گروہ حفاظ کے انکار کی بنا پر ہے اور کوئی دلیل نفی لبس
پر قائم نہین ہوئی سوا انکار سماع کے تو جب سماع اسانید ائمہ کتب معتبرہ مین صحیح اور ثابت ہوا
مثل امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور حاکم اور ضیاء مقدسی اور ابی نعیم اور دار قطنی اور ابو یعلے
وغیرہم کی کتابون سے تو وہ انکار قائم نہ رہی حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی
جواہر مسلسلہ مین لکھتے ہین کہ بحمد اللہ مین اُن مین سے ہون جنھون نے طائفہ صوفیہ ایک
جماعت کثیرہ سے پہنی اُن مین سے ایک امام زاہد رضوان المقری حافظ تھے اس لباس کے
ساتھ جو اُن کو ملا شیخ جمال عبد اللہ بن العلاء العسقلانی سے اور اُن کو شیخ محمد بن محمد البکری سے
اور انکو قطب کبیر ابی بکر محمد بن احمد قسطلانی سے اور اُن کو امام شہاب الدین ابی حفص سہروردی سے
اور ان کو قطب الاقطاب شیخ ابی محمد عبد القادر بن ابی صالح گیلانی سے اور اُن کو شیخ

ابی سعید مبارک مخزومی سے اور اُن کو شیخ ابی الحسن علی بن احمد ہکاری سے تا حضرت معروف کرخی
رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت معروف کرخی نے ابی سلیمان داؤد بن نصیر طائی سے اور انھون نے
ابی محمد حبیب عجمی سے اور انھون نے امام ابی سعید بصری سے اور انھون نے برسلک حضرات صوفیہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے
پہنی اور یہ مین نے اس جگہ تبرکاً بذکر صالحین و اتباع اکثر ائمہ حدیث متقدمین لکھا ہے نہ یہ کہ
مین معتمد ہون اسکی صحت اتصال پر بلکہ یہ منقطع ہے اور یہی میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ
ابن حجر کا قول ہے کہ کسی طریقہ مین یہ ثابت نہین ہوتا اور نہ کوئی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف کی
روایت آئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خرقہ بر صورت متعارفہ حضرات صوفیہ کسی
صحابی کو پہنایا ہو نہ آپنے کسی صحابی کو اسکے پہنانے کا حکم دیا اور جو کوئی اس بارہ مین صریح
روایت بیان کرے وہ باطل ہے اور اس کا جھوٹ اور بہتان ہے اور جو یہ کہے کہ حضرت
امیر کرم اللہ وجہہ نے خواجہ حسن بصری کو خرقہ پہنایا تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ ائمہ حدیث کے
نزدیک حضرت حسن کا سننا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت نہین چہ جائیکہ خرقہ پہنانا
سخاوی کہتے ہین کہ اس امر مین یہ رائے تنہا میرے شیخ ہی کی نہین ہے بلکہ اُن کے پہلے
بھی ایک جماعت کا یہی قول تھا جسے مین نے ایک جزو خاص مین جو اپنے اسانید مین لکھا
ہے بیان کیا ہے اور مقاصد حسنہ مین ہے کہ حدیث لبس خرقہ صوفیہ اور حضرت حسن بصری
کا پہننا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن دحیہ اور ابن الصلاح کے نزدیک باطل ہے اور
یہی قول ہمارے شیخ کا بھی ہے اور یہ رائے کچھ اُنھین کی تنہا نہین ہے بلکہ ایک جماعت
کی رائے یہی ہے مثل دمیاطی اور ذہبی اور ہکاری اور ابی حیان اور علائی اور مغلطائی
اور عراقی اور ابن الملقن اور ابناسی اور برہان حلبی اور ابن ناصر الدین کی جنھون نے اسکے
متعلق تحریرات لکھے اور اسکو علحدہ بھی بیان کیا ہو انکے علاوہ ہمارے اصحاب سے اور لوگون نے بھی کہ جواب موجود نہین ہین
لکھا ہو اور اس سکو مین نے ایک علحدہ رسالہ اور بعضے تعلیقات مین واضح کردیا ہے باوجودیکہ میرے خود ایک جماعت
اعیان متصوفہ کو اُن لوگون کے کہنے سے بوجہ تبرک بذکر صالحین اُس شخص کی اتباع مین کہ جس نے اس امر کو
حفاظ متعمدین سے ثابت کیا ہے کعبہ شریفہ کے سامنے بیٹھکر پہنایا ہے شیخ قشاشی کہتے ہین کہ سخاوی کا قدح
سماع حضرت خواجہ حسن بصری کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُسکی رد مین وہ وجہین کافی ہین جو سیوطی نے اتحاف الفرقہ مین
لکھی ہین مین کہتا ہون کہ حافظ ابن حجر نے خود ہی سماع حضرت حسن بصری کو ترجیح دی ہے اور اسکو صحیح و ثابت
کیا اور اس سماع کو اُنھون نے اطراف مختارہ مین لکھا ہے جیسا کہ سیوطی اتحاف الفرقہ مین

رجحان اثبات کے بیان کے بعد لکھتے ہین کہ اسی کو ضیاء مقدسی نے مختارہ مین ترجیح دی ہے اور ان کا قول ہے کہ حسن بن ابی الحسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور بعضے کہتے ہین نہین سُنا ہے اور اسی کی متابعت حافظ ابن حجر نے اطراف مختارہ مین کی ہے لیکن پھر اُنھون نے بعد کو اُن کے سماع کو ترجیح دیکر اُسکی تصحیح کی ہے اور سیوطی نے بھی وجوہ مرجحۂ سماع بیان کیے ہین جو اُن کو دیکھنا چاہے وہ فتاوی سیوطی مین دیکھ سکتا ہے اور سیوطی نے پہلے اس بارہ مین ایک رسالہ اتحاف الفرقہ نام لکھا تھا پھر اُسکو اپنے اُس فتاوی مین جس کا نام الحاوی للفتاوی ہے شامل کر دیا غرضکہ لبس خرقہ حضرت حسن بصری ایک جماعت اہل اللہ نے روایت کیا ہے جنہین سے اکثر وہ لوگ بھی ہین جو فقہ و تصوف و حدیث کے جامع تھے خود علامہ شیخ ابن حجر فتاوی حدیثیہ مین لکھتے ہین کہ حضرت حسن بصری کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سماع مین اختلاف ہے اکثر نے تو انکار کی ہے اور ایک جماعت نے ثابت کیا ہے سیوطی لکھتے ہین کہ میرے نزدیک یہی راجح ہے حافظ ضیاء الدین مقدسی اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اطراف مختارہ مین بھی اسکو بچند وجوہ ثابت کیا ہے اول وجہ یہ کہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ حضرت حسن بصری جب پیدا ہوے تو اُسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے دو برس باقی تھے اور وہ ساتوین برس جب سن تمیز کو پہونچے تو برابر نماز جماعت مین آیا کرتے تھے اور شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک اُنھین کی اقتدا مین نماز پڑھتے رہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اُس زمانہ مین مدینہ طیبہ ہی مین تشریف رکھتے تھے اور وہ بھی ہر فرض نماز کی جماعت مین تشریف لایا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک وہ بھی کہین اور تشریف نہین لے گئے حضرت حسن بصری کا سن اُسوقت چودہ برس کا تھا تو کیونکر اُن کی سماعت کی انکار حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے کی جاسکتی ہے درانحالیکہ آپ اُن کے ساتھ ہر روز پانچون وقت مسجد مین نماز جماعت مین سات برس تک شریک ہوا کیے علی بن المدینی کا قول ہے کہ حضرت حسن بصری نے جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو مدینہ مین دیکھا لڑکپن کی حالت مین اور اُس سے بڑھ کر یہ ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام ہر روز ازواج مطہرات کے پاس تشریف لیجاتے تھے اُنھین مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھین اور حضرت حسن بصری معہ اپنے والدہ کے اُنھین نے گھر مین رہتے تھے کیونکہ اونکی والدہ اُن کی لونڈی تھین اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ان کو حضرات صحابہ کی خدمت مین برکتہً بھیجا کرتی تھین چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت مین جب یہ گئے تو اُنھون نے ان کو یہ دعا دی کہ یا اللہ اسکو دین کا عالم اور محقق کر اور لوگون کا محبوب بنا اس امر کو مزی نے لکھا اور عسکری نے روایت کیا ہے اور مزی نے تہذیب مین بھی ابی نعیم کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بصری سے کسی نے کہا کہ جب آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہین تو پھر قال رسول اللہ کیون کہتے ہین آپنے فرمایا کہ مین جس بات مین یہ لفظ کہتا ہون تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے کہتا ہون اور کیا کرون کہ ایسے وقت مین ہون کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام ہی نہین لے سکتا اور وہ حجاج کا زمانہ تھا تو یہان تو خود حضرت حسن بصری کے ارشاد سے اُن کی روایت حضرت امیر علیہ السلام سے ظاہر ہوگئی تو اب کوئی وجہ خلاف و اختلاف کی باقی نہین رہی اور یون زمانے کی بات ہی دوسری ہے پھر حافظ ابن حجر نے بہت سی حدیثین وہ لکھی ہین جنمین حضرت حسن بصری کی روایت جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے بعضی روایات وہ ہین جن کے راوی ثقات لوگ ہین اور حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ مین نے حضرت جناب امیر علیہ السلام سے سنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے مثل امتی مثل المطر الحدیث[1] اور حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ حدیث مسند ابو یعلی مین بھی بروایت حوثرہ بن اشرس آئی ہے اور وہ کہتے تھے کہ مجھسے بیان کی عقبہ بن ابی الصہبا باہلی نے اور وہ کہتے تھے کہ مین نے سُنا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو کہ فرماتے تھے کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مثل امتی مثل المطر الحدیث محمد بن حسن صیرفی شیخ الشیوخ کہتے تھے کہ یہ نص صریح حضرت حسن بصری کی سماع مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور اس حدیث کی رُوات ثقہ ہین اور حوثرہ کی توثیق ابن حبان نے کی ہے چنانچہ کتاب الثقات مین اُن کا قول ہے کہ حوثرہ بن اشرس عدوی ابو عامر اہل بصرہ سے تھے اور وہ حماد بن سلمہ اور بصرہ والون سے روایت کرتے تھے اُن کا انتقال سنہ دوسو اکتیس مین ہوا اور یہ حوثرہ بن اشرس بن عون بن مجشر بن حجین بن ربیع عدوی تھے ان سے ابن حبان نے اپنی صحیح مین بھی احتجاج کیا ہے اور عقبہ کی توثیق امام احمد بن حنبل اور ابن معین نے بھی کی ہے کہ جو بقول محدثین تنقید رجال مین بہت سخت تھے اور ابن حبان نے

[1] میری امت کی مثال بارانی کی ایسی ہے آخر حدیث تک ۱۲

ثقات مین لکھا ہے کہ عقبہ بن صہیب ابن ابی الصہبا رباہلی اہل بصرہ سے تھے اور وہ سالم اور حجاز والون اور حسن اور ابن سیرین سے روایت کرتے تھے اور اُن سے زید بن حباب اور ابوالولید طیالسی روایت کرتے ہین ابن ابی حاتم کتاب الجرح والتعدیل مین ان کے حال مین لکھتے ہین کہ ابو حزم بصری سالم اور نافع سے روایت کرتے ہین اور اُن سے زید بن حباب اور ابوالولید روایت کرتے ہین اور ابو سلمہ کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے بھی یہی سُنا ہے اور علاء بن بدرجن سے معتمر بن سلیمان اور ابو داؤد طیالسی روایت کرتے تھے اور ابو عمر خوصی کی روایت تھی کہ مجھ سے محمد بن عوف حمصی کہتے تھے کہ امام احمد بن حنبل کا گمان یہ تھا کہ عقبہ بن ابی الصہبا شیخ صالح تھے اور یہی قول اُن کے والد کا بھی تھا کہ جنھون نے اسحاق بن منصور سے اور اُنھون نے یحییٰ بن معین سے سُنکر کہا تھا کہ عقبہ بن ابی الصہبا ثقہ ہین اور مین نے اپنے والد سے ان کے متعلق پوچھا تھا تو اُنھون نے کہا کہ وہ سچے اور عقبہ اصم سے زائد معتبر تھے اور انھین سے امام احمد نے سند مین احتجاج کیا ہے تو یہ حدیث مسلسل بامر اہل بصرہ ہوئی اور زیادہ تحقیق اس کی اور مقامات پر بھی ہے یہان اُس سب کے نقل کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی خلاصہ یہ کہ یہ حدیث حضرت حسن بصری کے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے سماعت پر دلیل جلیل ہے حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین کہ منکرین نفی پر گواہ ہین اور پھر اسپر متفق ہین کہ حضرت حسن بصری اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونون مدینہ مین ایک مدت تک رہے تو باایں ہمہ ملاقات نہونا بہت بعید معلوم ہوتا ہے پھر اصحاب سلاسل نے اسناد متصلہ نقل کیے ہین کہ جنکے اتصال مین کوئی شک نہین تو اُنپر طعن کرنے پر توکوئی مسلمان جرأت نہین کرسکتا اور جو جرأت کرے وہ اسکی کم عقلی اور بیوقوفی ہے کیونکہ یہی سندین حد تواتر کو پہونچ چکی ہین اور اسکے راوی سب اولیا صاحب کرامات ہین لہذا اسمین شک کرنا سخت ذلت ہے اور یہ تواتر بعد صدر دل کے ہوا ہے اب سخاوی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو پہنانا کسی صحابی کو یا حکم دینا کسی صحابی کو اسکے پہنانے کا اس صورت متعارفۂ حضرات صوفیہ پر کہین نہین آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے اگرچہ نفی کیفیت مخصوصۂ معمولۂ حضرات صوفیہ معلوم ہوتی ہے لیکن مطلقاً کیفیت مخصوصہ کی نفی نہین ہوتی کیونکہ آنحضرت نے حضرت علی اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے

عمامہ باندھا اور حضرت عباس اور ان کے صاحبزادہ کے بھی تو کیفیت مطلقاً پہنانیکی
ثابت ہے اور اس کا جواز بھی عمامہ اور رابنجانیہ وغیرہ کے ساتھ تو نفی کیفیت مذکورہ کوئی
نقصان دہ نہین ہے اسواسطے کہ اس سے صرف نفی اصل اللباس کی بغیر اس کیفیت کی
ظاہرا نہین معلوم ہوتی ہے شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف مین لکھتے ہین کہ
یہ امر مخفی نہین کہ خرقہ پہننا اس ہیئت پر کہ جیسا اس زمانہ مین معمولات مشائخ سے ہے
زمان برکت نشان حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین نہ تھا اور یہ ہیئت اور اجتماع اُسکے
لیے اور اُس کا معتبر جاننا بزرگان دین کے مستحسنات سے ہے پھر بھی ان کا یہ قول بعد
تحریر حدیث ام خالد کے ہے کہ جو مثبت اصل لبس کی ہے تو معلوم ہوا کہ اس خاص صورت
سے ہونا یہ منافی اصل لبس کے نہین ہے اس کے علاوہ آنحضرتؐ کے لباس کا تعدد
مختلف کیفیتون سے ثابت ہوا ہے اور وہی اسکی دلیل ہے کہ اس امر مین گنجایش ہے
کچھ کیفیت مخصوصہ مین منحصر نہین ہے نہ خاص کپڑون اور نہ عورت و مرد اور چھوٹے اور بڑے
کے ساتھ کیونکہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کو پہنانا اور حضرت ابن عوف کے عمامہ باندھنا یا ام خالد
کو سیاہ کملی اپنے ہاتھ سے دیکر فرمانا کہ ابلی واخلقی ثابت ہے اور حضرت ابن عباس سے
بھی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ دوشنبہ کی صبح کو تم اپنے
بیٹے کو لیکر آؤ تو مین تمہارے لیے برکت کی دعا کرون اللہ تم کو اُس سے نفع دیگا چنانچہ
حضرت عباس فرماتے تھے کہ صبح کو مین اپنے لڑکے کو لیکر حضرت کے حضور مین حاضر ہوا
اور آپنے ہم کو کملی اُڑھائی اور فرمایا کہ یا اللہ عباس اور اُن لڑکے کو مغفرت ظاہر و باطن
عطا کر جسکے بعد پھر کوئی گناہ نہو اور اُن کے اور ان کے بیٹے کو محفوظ رکھ ترمذی کہتے ہین کہ
یہ حدیث حسن غریب ہے سوا اس طریقہ کے روایت کے اور کسی طرح سے مجھے نہین معلوم
ہوئی اور رزین عبدری نے اس دعا کے آخر مین اتنی عبارت اور بڑھادی ہے کہ انکی
اولاد مین خلافت باقی رکھ علامہ ابن جوزی اپنی کتاب تلبیس ابلیس مین بعد کچھ مباحثہ کے
مرقعہ صوفیہ پر لکھتے ہین کہ صوفیہ نے اپنی طور پر یہ رائے قائم کرلی ہے کہ مرقعہ نہین پہننا چاہیے
سوا شیخ کے ہاتھ سے اور اسکی سندین متصل کہتے ہین حالانکہ یہ کذب و محال ہے جیسا کہ اسکو
محمد بن طاہر نے اپنی کتاب مین لکھا ہے اور ایک باب باب السنة فی لبس الخرقة من ید الشیخ

ل یعنی پیاز ۱۲ منہ

کے الفاظ سے علحدہ کر دیا ہے تو گویا انھون نے اسکو سنت قرار دیا ہے اور اسپر ام خالد کی حدیث سے حجت لائے ہین کہ آنحضرتؐ کی خدمت مین ایک بار ایک کپڑا آیا جسمین سیاہ دھاریان تھین آپ نے سب لوگون سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگون کے خیال مین یہ کس کو دینا مناسب ہے حاضرین خاموش رہے تب آپنے فرمایا ام خالد کو بلاؤ وہ بلائی گئین آپنے اپنے دست مبارک سے وہ اُن کو پہنادیا اور فرمایا ابلی واخلقی ابن جوزی کہتے تھے کہ حضرت نے اُن کو اس واسطے وہ کپڑا پہنایا کہ وہ لڑکی تھین اور اُن کے باپ خالد بن سعید بن العاص تھے اور ماں ہمینہ بنت خلف وہ حبشہ ہجرت کر گئی تھین وہاں ام خالد پیدا ہوئین جب وہ مدینہ مین ان کو لیکر آئین تو حضرت نے اُن کی صغرسنی کی وجہ سے بہت انکی خاطر مدارات کی یا کچھ ہوا ہو مگر یہ فعل سنت نہین ہو سکتا نہ حضرت کی عادت الباس کی تھی اور نہ کسی صحابہ و تابعین کی اور صوفیہ کے نزدیک بھی پہنایا جانا صغیر و کبیر کو سنت نہین نہ یہ کہ خرقہ سیاہ ہو یا مرقعہ ہو یا بے سلا کپڑا پھر کیون نہ خرقہ سیاہ کو سنت قرار دیا گیا جیسا کہ حدیث ام خالد مین مروی ہے مین کہتا ہون کہ صوفیہ کے نزدیک یہ سنت نہین ہے کہ خرقہ مرقعہ ہی ہو بلکہ مسنون وہ لباس ہے جو مناسب اور اصلح بحال مرید ہو دفع شہرت وریا و سمعہ و زینت کی غرض سے **فائدہ** ابلی اخلقی ابلی بفتح ہمزہ و سکون باء موحدہ امر ہے ابلاء سے اور اسی طرح اخلقی امر ہے اخلاق سے ان دونون کے معنے بوسیدہ اور پرانا کرنے کے ہین یعنی پہن اور پھاڑ کر اتار عرب اسکو دعاے درازی عمر کے لیے کنایۃً بولتے ہین یعنی تو اتنا زندہ رہ کہ یہ کپڑا پورانا ہو کر پھٹ جائے اور ایک روایت مین اخلفی فاء کے ساتھ آیا ہے اور وہ نسبت اخلاق بالقاف بہتر ہے کیونکہ اس مین تاکید لازم آتی ہے اسلیئے کہ ابلاء و اخلاق دونون ایک معنی مین ہین مغائرت لفظی کی وجہ سے عطف جائز ہوا ہے اور جب اخلفی ہوگا تو معنی اسکے یہ ہونگے کہ اسکو پھاڑ کر اتار اور اسکے عوض دوسرا پہن اور اسی کی موید ابی نضرہ والی حدیث ہے جیسا کہ سابقاً بیان ہوا کذا فی فتح الباری اور یہی حدیث سنن ابی داؤد مین بھی ابی نضرہ نے ابی سعید خدری سے روایت کی اُس مین یون ہے کہ ابو نضرہ کہتے تھے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت تھی کہ ان مین جب کوئی شخص نیا کپڑا پہنتا تو اُس سے کہا جاتا ابلی ویخلف اللہ تعالیٰ یعنی اُس کو تو پورانا کر اور اللہ اُسکے عوض تجھکو اور نیا کپڑا پہنائے شیخ تقی الدین کہتے تھے کہ بعضے مشائخ نے

بس خرقہ کی اصل اسی حدیث سے نکالی ہے اور اُن کی مراد بعضے سے شیخ شہاب الدین سہروردی ہین کہ جنھون نے عوارف مین لکھا ہے کہ اصل خرقہ پہننے کی اسی حدیث سے ہے اور خرقہ کے پہننے سے مراد شیخ و مرید مین باہمی رابطہ ہی شیخ مرید مین اپنا تصرف ظاہر کرنے کے لیے پہناتا ہے تو خرقہ پہننا اللہ و رسول کے حکم مین تفویض و تسلیم کی علامت ہے اور سنت مبایعت کا زندہ کرنا اور شیخ تقی الدین کا قول ہے کہ خرقہ پہننا اس وضع پر کہ جسکو اس زمانہ کے مشایخ نے معتبر جانا ہے یہ زمانہ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین نہ تھا اور مین نے بعض مشایخ کو دیکھا ہے جو خرقہ پہنانے کو ضروری نہین جانتے تھے البتہ مرید کو سلوک کراتے تھے اور ایک گروہ سلف صالح بھی خرقہ پہنانے کو ضروری نہین جانتے تھے اور نہ مریدون کو پہناتے تھے تو جو لوگ پہناتے ہین اُن کا بھی مقصد صحیح ہے کیونکہ اسکی اصل سنت سے ہے اور شاہد بھی شرع مین موجود اور جو خرقہ نہین پہناتے یہ اُن کی راے ہے کیونکہ مشایخ کے معمولات بیشتر صدق و صواب اور نیک نیتی سے خالی نہین ہوتے ہین انتھی

مختصرا لکذا فی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد للشیخ جلال الدین السیوطی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مین لکھتے ہین کہ حق وہ ہے جو سہروردی کا قول ہے اگرچہ محققین اہل حدیث اس اتصال کی حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرتے ہین باایں ہمہ برابر وہ پہنتے اور پہناتے رہے ہین کیونکہ اسکی اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اُسکو شیخ ابو القاسم جنید بغدادی اور اُن کے طبقہ والون سے منسوب کرتے رہتے ہین واللہ اعلم اور صاحب فصوص الآداب نے حدیث عبارے خرقہ صوفیہ پر استدلال کیا ہے اور اس کساء ام خالد کو اصل سلسلہ خرقہ قرار دی ہے اور حضرت شیخ نجم الدین کبری کا قول لکھا ہے کہ اُنھون نے اس امر کو اخبار صحیحہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ حقیقت خرقہ کی یہی ہے کیونکہ یہ سلک تطہیر اور تنویر مین شامل ہونے کی علامت ہے نفحات مین شیخ سعد الدین فرغانی کے حال مین لکھا ہے کہ اُنھون نے اپنی کتاب مناہج العباد الی بیان المعاد مین اپنے خرقہ کی نسبت کو شیخ شہاب الدین سہروردی تک بیان کر کے لکھا ہے کہ شیخ نے نسبت خرقہ کو حضرت جنید تک پہونچا کر اُس سے زیادہ نہین بیان کیا ہے کیونکہ حضرت جنید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک صحبت تھی خرقہ نہ تھا اور شیخ مجد الدین بغدادی اپنی کتاب تحفۃ البررہ مین لکھتے ہین کہ خرقہ متصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بحدیث

متصل صحیح کیونکہ آنحضرت نے خرقہ جناب امیر علیہ السلام کو پہنایا اور انھون نے حضرت حسن بصری اور کمیل ابن زیاد کو اور اُنھون نے حضرت عبدالواحد بن زید کو اور انھون نے شیخ ابو یعقوب سوسی کو تا آخر سلسلہ کبرویہ فرغانی کہتے تھے کہ اس بیان پر خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جاتا ہے سیوطی زاد المسیر مین لکھتے ہین کہ ابن الصلاح کا قول ہے کہ خرقہ پہننا عبادت ہے اور بعضے مشایخ اسکی اصل سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے لیتے ہین یعنی ام خالد کی حدیث سے پھر اس کی تفصیل بیان کی ہے جو بخاری مین روایت ہوئی اگرچہ وہ حاکم کی رائے کے خلاف ہے پھر سیوطی کہتے ہین کہ مین نے خرقہ کی ایک اصل اور سنت سے استنباط کی ہے جو پہلے سے بھی واضح تر ہے پھر عمامہ باندھنے کی حدیث ابی داؤد اور بیہقی کی روایت سے بیان کر کے کہا کہ اس سے استدلال خرقہ پر زیادہ مناسب ہے واللہ اعلم قشاشی کہتے ہین کہ یہ ٹھیک ہے اور حدیث ام خالد سے استدلال الباس خرقہ کے لیے زیادہ مناسب ہے بہ نسبت استدلال بحدیث ابن عوف کے لیکن اس خبر سے استدلال کہ جو مین نے جامع کبیر اور فتاوی سیوطی سے نقل کی ہے یعنی حدیث حضرت علے ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پہنانے کی وہ اس استدلال سے بھی انسب ہے کیونکہ یہ امر ظاہر ہے کہ تمام سلاسل حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف منتہی ہوتی ہین ابن عوف کیطرف نہین ہوتی شیخ محمد عابد سندی کا بھی یہی قول ہے کہ حدیث ام خالد استدلال کے لیے اولی ہے کیونکہ آنحضرت کا الباس ان کو بموجودگی جماعت عظیم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہوا تھا مین کہتا ہون کہ ابن عوف کے عمامہ باندھنا بھی بحضور شیخین اور مہاجرین کے تھا جیسا کہ دار قطنی نے افراد مین روایت کیا ہے اور ابن عساکر کی ایک روایت مین اور ابو نعیم کی روایت معرفت مین اور بزاز کی روایت مسند مین اور محمد بن عمر بن اسحاق کی روایت مین ہے کہ وہ گیارہ آدمی تھے جنمین خلفاے اربع بھی تھے اور حضرت امیر علیہ السلام کو عمامہ عنایت کرنا خیبر بھیجتے وقت یہ بھی ایک مجمع کثیر مین تھا اور استدلال حضرت امیر علیہ السلام کے عمامہ عنایت کرنے پر خم غدیر کے دن سب سے اولی اور اعلی ہے کیونکہ وہ بھی جماعت کثیرہ صحابہ کے سامنے ہوا تھا قشاشی کہتے ہین کہ حدیث عبدالرحمن ابن عوف سے مطلقاً اصل الباس کا اثبات ہے اور یہ کہ وہ سنت شرعیہ اُس شخص کے لیے ہے جو حضرات اکابر سے اپنے متبعین کے ساتھ اس کا تابع ہوا اور اُس کے علاوہ والی صورتین اخص ہین

واللہ اعلم شیخ احمد مغربی معروف بہ زروق قواعد الطریقہ مین لکھتے ہین کہ الباس خرقہ اور مناولت سبحہ اور معاہدہ اور مصافحہ اور مشابکہ یہ سب علم روایت سے ہے یہ کہ اس سے کوئی حال مقصود ہو تو وہ اسی شخص خاص کے لیے ہوگا اور الباس خرقہ کا ان احادیث سے ثبوت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کو پہنانے کے بارہ مین آئی ہین سیر الاولیا مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۳۴۳ مین ہے کہ حضرت سلطان المشایخ فرماتے تھے کہ مین نے بخط شیخ شہاب الدین سہروردی لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اُنھون نے خرقہ پہنانے کو ذکر کیا ہے مگر الباس خرقہ کو حضرت جنید تک لکھا ہے بعد اُسکے صحبت پر اختصار کیا ہے اور اور مشایخ خرقہ کو منسوب ایک کے بعد دوسرے کی طرف کرتے ہین اور اس نسبت خرقہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہین اور شیخ سہروردی نے حدیث ام خالد پر اعتبار کیا ہے اور مشایخ کے خرقہ پہنانے مین دو طریقہ ہین ایک طریقہ حسنیہ منسوب حضرت حسن بصری کی طرف اور دوسرا طریقہ کمیلیہ منسوب حضرت کمیل رح ابن زیاد کی طرف حضرت حسن بصری رح کا خرقہ تو مشہور ہے اور حضرت کمیل رح نے پہنایا خواجہ عبدالواحد بن زید کو اُنھون نے ابو یعقوب سوسی کو اُنھون نے ابو یعقوب نہرجوری کو اُنھون نے ابو عبداللہ بن عثمان کو اُنھون نے ابو یعقوب طبری کو اُنھون نے ابوالقاسم بن رمضان کو اُنھون نے ابو العباس بن ادریس کو اُنھون نے داؤد بن محمد معروف بخادم الفقرا کو اُنھون نے محمد بن مالک کو اُنھون نے اسمعیل قیصری کو اُنھون نے ابو الجناب احمد بن عمر صوفی کو اُنھون نے اس فقیر کو اور بخط حضرت سلطان المشایخ یہ بھی نقل ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ سنت اللہ اس امر پر جاری ہے کہ کوئی چیز عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف بلا واسطہ نہین آتی ہے حضرت ابی ہریرہ[1] زمان خیبر مین مسلمان ہوے اور تین برس آنحضرت صلعم کی خدمت مین رہے اور اُنکی روایت بھی اور لوگون سے کہ جو عمر بھر رہے زاید ہے اور آنحضرت صلعم کا ان کو اپنی کملی پہنانا

[1] حضرت ابی ہریرہ بلاد اندلس سے تھے سال خیبر مین جو ساتوان سال ہجرت کا تھا مسلمان ہوے اور حضرت کے ساتھ رہے ان کا انتقال مدینہ مین سنہ انسٹھ مین اٹھتر برس کی عمر مین ہوا اور بقیع مین دفن ہوے اور بعضے کہتے ہین کہ عقیق مین ان کا انتقال ہوا اور اُن پر نماز پڑھی ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے جو اس وقت امیر مدینہ تھے یہ قول ابن عبد البر کا ہے اور تفریح الاذکیا مین انکا سنہ وفات ستاون لکھا ہے اور مدفن بقیع مین اور عمر ۷۸ برس کی اور ساتوان برس ہجرت کا ساٹھوان سال عمر شریفہ حضرت نبوی کا ہوتا ہے اور غزوہ خیبر آخر محرم مین ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سنہ گیارہ ہجری مین ہوئی اس حساب سے اُن کی صحبت کا زمانہ تین برس کئی مہینہ ہوتا ہے ۱۲ منہ

مشہور ہے جو وداعہٗ علیہ کہ اُس گلی مین تھے اُن کی انکار کیسے ہو سکتی ہے یا جو اسرار اُس خرقہ مین امانت تھے کہ جو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنایا ان کی انکار کیسے ممکن ہے۔ عوارف مین ہے کہ خرقہ کا سر یہ ہے کہ طالب صادق جب شیخ کامل کی صحبت مین داخل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو مثل لڑکے کے باپ کے ہاتھ مین سپرد کر دیتا ہے تو شیخ اسکی پرورش اپنی اس علم سے کرتا ہے جسمین وہ مستمد حق سے بصدق افتقار وحسن استقامت ہوتا ہے اور چونکہ وہ اپنی بصیرت سے بواطن پر مطلع ہوتا ہے اس لیے کبھی مرید کو موٹے کپڑے پہناتا ہے جیسے متقشفین متزہدین کے کپڑے ہوتے ہین اگرچہ اس ہیئت مین بھی اُس کے نفس مین ایک خواہش پوشیدہ رہتی ہے وہ یہ کہ اپنے آپ کو نظر زہد سے دیکھتا ہے حالانکہ وہ چاہتا ہے کہ اچھا لباس پہنے اور نفس کو اُس کی خواہش اور اختیار کے موافق عمدہ اور نفیس اور چُست کپڑے پہنائے تو شیخ ایسے شخص کو وہ کپڑے پہناتا ہے کہ جس سے اسکی خواہش ٹوٹے اور کبھی مرید ایسی قطع خاص بھی رکھتا ہے جس سے نفس خوش ہو تو اُسکو شیخ وہ کپڑے پہناتا ہے جس سے نفس اپنے عادات اور خواہشات سے علیحدگی اختیار کرے اور شیخ کا تصرف ملبوس مین بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ مطعومات وغیرہ مین غرضکہ شیخ جیسا بواطن واختلاف استعدادات کو دیکھتا ہے ویسا مریدین کو اُن کے امور معاش ومعاد مین بمناسبت وقت حکم دیتا رہتا ہے لہذا بوجہ تنوع استعدادات کے مراتب دعوت بھی مختلف ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [1] اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ تو حکمت ایک خاص مرتبہ ہے دعوت مین اور موعظۃ بھی اور مجادلہ بھی شیخ ہی جانتا ہے کہ کون ابرار کی وضع پر ہے اور کون مقربین کے اور کس مین صلاحیت دوام ذکر کی ہے اور کس مین نہین اور کس مین صلاحیت مواظبت صلوٰۃ کی ہے اور کس مین نہین ہے اور کس کو کپڑا کیسا پہننا چاہیئے مختصر مفید یہ کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید کو اسکے عادات اور ہواے نفسانی سے نکالے اور اپنے اختیار سے اُسے کھلائے پلائے پہنائے اور جو بات اُسکے لیے مناسب ہو وہ کرے اور مقصد اس سے یہ رکھے کہ اسکو اُس کے اختیار وخواہش سے نکال کر مقام رضا تک پہونچا دے تو جس مرید صادق کا باطن آتش ارادت سے پہلے جل چکا ہوتا ہے اسکی مثال مارگزیدہ کی ایسی ہوتی ہے جو جھاڑ پھونک اور علاج پر

---

[1] بلا اپنے رب کی راہ پر عمدہ باتین اور نصیحت کرکے اور الزام دے ان کو جسطرح بہتر ہو ۱۲ منہ

حریص ہوتا ہے اور جب اُسکو شیخ کامل مل جاتا ہے اور وہ اُسکے باطن سے صدق عنایت کی خوشبو پاتا ہے اور شیخ اسکی باطن سے صدق محبت کی خوشبو پاتا ہے تو اسوقت شیخ جو قمیص مرید کو پہناتا ہے وہ خرقہ ہوتا ہے جسکو مرید پیر کی عنایت سمجھکر اُس سے خوش ہوتا ہے اور وہ خرقہ اُسکے ساتھ وہی کرتا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا نقل ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ مین ڈالے گئے تو ان کے سب کپڑے اتار ڈالے گئے اسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حریر جنت کا ایک کرتہ لاکر انھین پہنا دیا وہ کرتہ حضرت کے پاس رہا جب آپ کا انتقال ہوا تو وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ملا اُن کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو آپنے اُس کا ایک تعویذ سلوا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے مین ڈالدیا جب وہ کنوئین مین ڈالے گئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر وہی تعویذ اُن کے گلے سے کھولکر اور اُس سے کرتہ نکال کر اُن کو پہنا دیا مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ عالم ترجیح تھے مگر یہ نہین جانتے تھے کہ اُن کا کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کیسے واپس دیگا لیکن چونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کرتہ تھا اسوجہ سے جب اُن سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ اپنا کرتہ بھیجدو اسمین خوشبوے جنت ہے جو بیمار یا مبتلا سونگھے گا وہ صحیح وتندرست ہوجائیگا تب اُنھون نے وہ کرتہ بھیجا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی عود کر آئی اس قصہ کو ابن ابی حاتم نے مطلب بن عبداللہ حنطب سے موقوفاً روایت کیا ہے اور ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً کچھ زائد الفاظ مذکورہ سے جیسا کہ دُر ربین ہے صاحب عوارف کہتے ہین خرقہ مرید صادق کے لیے خوشبوے جنت سونگھانیوالا ہوتا ہے بوجہ اسکے صحبت باب ہونے اور اُس صحبت کے معتبر جاننے کے اور خرقہ پہننے کو وہ اپنے واسطے اللہ تعالی کی عنایت اور فضل سمجھتا ہے قشاشی کہتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہنانا چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورت کو بکیفیات مختلفہ ثابت ہوا ہے تو اُس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس امر مین گنجایش ہے اور جس طرح اللہ نے آنحضرت کو بنور باطن دکھلا دیا کہ کون شخص کس حال اور کس کپڑے کے لائق ہے اسیطرح شیخ جو وارث نبی ہے اُسکو بھی اللہ تعالی بنور ولایت ہر شخص کا حال اور زمان ومکان جو اُسکے لائق ہوتا ہے دکھا دیتا ہے اور اسمین شک نہین کہ حالات باختلاف اشخاص وزمان ومکان مختلف رہوتے ہین اسی وجہ سے شیخ بنور ولایت

جو بدولت اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا ہوتا ہے اپنے تابعین کی رعایت کرتا ہے
جیسا کہ اُن کے حال اور زمان و مکان کے موافق دیکھتا ہے اور وہ ان سب مین سنت کا
بلا کسی خاص کیفیت مین حصر کے متبع ہوتا ہے اور سب سے بڑھکر اعلی اور عمدہ دلیل الباس
خرقہ کے بارہ مین یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اپنی وفات شریف کے
بعد ایک جماعت اولیاء اللہ کو ثابت ہے چنانچہ شیخ الاسلام محدث فقیہہ ابوالبیان بناء بن
محمد بن محفوظ قرشی دمشقی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری مین خرقہ پہنایا تھا اور وہ
ایک مدت تک اُن کے پاس باقی رہا لوگ اُس کی زیارت کرتے تھے اور اُسکو متبرک جانتے
تھے اور یہ خبر ممالک مصر و شام مین بہت مشہور ہے اور اِس کے راوی جمہور محدثین حفاظ اور
مشاہیر صوفیہ محققین تھے اور اُنھین مین سے امام احمد ابوالفتوح حافظ نورالدین صوفی بھی تھے
جیسا کہ انھون نے اپنے رسالہ جمع الفرق لرفع الخرق مین لکھا ہے اور اُنھین مین شیخ ابواسحاق
ابراہیم بتولی تھے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً خواب پھر بیداری دونون مین خرقہ
پہنایا اور اُن کے رفیق شیخ علی خواص تھے کہ ان کا انتقال نہین ہوا جب تک کہ انھون نے
خرقہ لیکر پہنا نہین اور وہ روزانہ پچاس ہزار بار درود شریف آنحضرت کی روح پر فتوح
پر بھیجتے تھے اور اِسکے راوی شیخ عبدالوہاب شعرانی بھی ہین اور انھین مین سے شیخ المحققین
شمس الواصلین ودہ عمر روشنی تھے جیسا کہ اسکے راوی شیخ ابراہیم کردی ہین اور شیخ
شمس الدین محمد بن محمود خوارزمی حنفی کہتے تھے کہ مین ۷۶۲ھ سات سو باسٹھ مین مدینہ منورہ
مین تھا میری عادت تھی کہ بعد نماز صبح کے مین مسجد نبوی مین بیٹھا رہتا تھا اور ذکر و تلاوت
قرآن طلوع آفتاب تک کیا کرتا تھا ایک بار بیسوین رجب کو اپنی عادت کے موافق بیٹھا تھا
کہ یکایک نیند کے غلبہ سے سو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے سامنے تشریف
لاکر فرمانے لگے کہ تو ننگے سر ہے پھر اپنے سر مبارک سے طاقیہ سفید اتار کر مجھے عطا کی اور فرمایا

---

[۱] شیخ تاج الدین سبکی طبقات کبری مین لکھتے ہین کہ یہ شیخ گروہ بیانیہ تھے جو دمشق مین انکی طرف منسوب ہے
اُنھون نے حدیث سنی شیخ ابوالحسن علی ابن الموازینی اور شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن قبیس مالکی وغیرہما سے اور اُن سے روایت کی شیخ یوسف
ابن عبدالواحد بن موقا سلمی اور قاضی اسعد ابن المنجا اور فقیہہ احمد عراقی اور شیخ عبدالرحمن بن الحسن ابن عبدان وغیرہم نے اور یہ امام عالم عابد
زاہد متورع عارف اہل لغت اور فقیہہ اور شاعر تھے اُن کے بہت سے اشعار اور تصانیف مفیدہ ہین اور مناقب کثیرہ اور فضائل شہیرہ اور
برکات معروفہ بھی جنکو لوگ ابتک یاد کیا کرتے ہین انکی رباط بھی دمشق مین ہے پھر علامہ سبکی نے انکی ملاقات کا قصہ حضرت خضر علیہ السلام
سے بیان کرکے لکھا ہے کہ اُن کی وفات ظہر کے وقت منگل کے دن ۸ ماہ ربیع الاول سنہ ۵۵۱ پانسو اکاون مین ہوئی اور باب الصغیر مین دفن ہوے وہین انکا مزار مشہور ہے

اسے پہن لے مین نے عرض کیا کہ آپ پہنا دین آپنے اپنے دست مبارک سے میرے سر پر پہنا کر
برابر کردی جب مین بیدار ہوا تو اپنے کو روتا ہوا پایا دیکھا تو طاقیہ سر پر ویسی ہی رکھی ہوئی
ہے اسکے راوی سید محمد بن عبداللہ ملقب بشاہ عالم محبوب اللہ ہین اپنے والد قطب العالم
شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن قوام سے نیز شیخ ابوبکر بن ہوارا کو خواب مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خرقہ پہنایا اور اسکو اُنھون نے
بیداری مین پایا چنانچہ وہ طاقیہ شیخ ابن ہوارا نے اپنے مرید شیخ ابو محمد شنبکی کو دی اور اُنھون نے
اپنے مرید شیخ ابوالوفا کو اور اُنھون نے اپنے مرید شیخ علی بن ہیتی کو اور اُنھون نے اپنے
مرید شیخ علی بن ادریس کو پھر اُن کے بعد وہ کھو گئی چنانچہ یہ قصہ بتفصیل اوپر بیان ہوچکا ہے[۱]
صاحب بہجۃ الاسرار کہتے ہین کہ مجھ سے شیخ صالح فقیہ ابو محمد عبدالحمید بن شیخ ابی حفص عمر
بن شیخ عبدالحمید بن شیخ ابی بکر بن عبدالحمید بن ابی بکر شیبانی سخاوی نے بیان کیا اور
اُن سے اُن کے والد نے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے سُنا اپنے دادا شیخ ابوبکر سے کہ وہ
کہتے تھے کہ مین نے شیخ علی بن وہب کی اقتدا مین چالیس برس تک نماز پڑھی ایک بار
اُن سے مین نے اُن کے ابتدا حال کو پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ مین ابتدا مین پڑھتا
تھا اور اُس مسجد مین عبادت کرتا تھا جو مدینہ کے باہر ہے وہین رات کو ایک بار سو رہا
تھا کہ خواب مین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی
مجھے حکم ہوا ہے کہ مین یہ طاقیہ تم کو پہنا دون یہ کہکر آپنے آستین سے طاقیہ نکال کر میرے
سر پر رکھدی مین جاگ پڑا دیکھا تو طاقیہ میرے سر پر رکھی تھی بعد اُسکے وہی پورا قصہ جو حضرت
شیخ ابوبکر بن ہوارا کے حال مین گذرا ہے نقل کیا ہے اور صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین
کہ مجھ سے بیان کیا ابو محمد حسن ابن ابی القاسم احمد بن محمد بن ابی القاسم دلف بن احمد
بن محمد بغدادی حریمی نے کہ جنکے دادا ابن قوقا مشہور تھے وہ کہتے تھے کہ مین نے
اپنے والد سے سُنا اور وہ اپنے والد سے نقل کرکے کہتے تھے کہ مین نے شیخ ابوعبداللہ
محمد بن احمد بلخی بغدادی کی ایک برس تک خدمت کی ایک روز مین نے اُن سے
انکا ابتدائی حال پوچھا اُنھون نے نہین کہا پھر مین نے ایک سال اور اُن کی خدمت
کی پھر پوچھا تب بھی اُنھون نے چھپایا پھر سال بھر اور خدمت کی بعد اسکے پھر پوچھا آپ

۱ یعنی پہلی جلد مین حضرت شیخ علی بن ہیتی کے حال مین ۱۲ منہ

انھون نے کہا کہ تم میرا حال کیون پوچھتے ہو وہ مین نے اب تک کسی سے کہا ہی نہین خیر
اب اس شرط پر کہتا ہون کہ تم میری زندگی بھر کسی اور سے نہ کہنا جب مجھ سے یہ اقرار
لے لیا تو بولے کہ جوانی مین مین بلخ سے بغداد اس غرض سے آیا کہ شیخ عبد القادر جیلانی کی
زیارت کرون جب مین یہان پہونچا تو آپ کو مدرسہ مین عصر کی نماز پڑھتے دیکھا اور اس سے
قبل مین نے کبھی آپ کو نہین دیکھا تھا نہ آپنے مجھے جب آپ نے سلام پھیرا اور لوگ
آپ کی طرف سلام کرنے کو جھکے تو مین نے بھی بڑھ کر مصافحہ کیا آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مسکرائے
اور فرمایا مرحبا اے بلخی اے محمد اللہ نے تیرا مرتبہ مجھے دکھا دیا اور تیری نیت کا علم دیا یہ آپکا
ارشاد کیا تھا گویا زخمی کی دوا اور بیمار کی شفا تھی بوجہ شدت رعب اور خوف کے مین رونے
اور سارے بدن سے کانپنے لگا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر جوڑ مین شوق و محبت بھر گیا اور خلق سے
وحشت معلوم ہونے لگی اور مین نے اپنے مین ایک ایسی بات پائی جسکو زبان سے کسی طرح
بیان نہین کر سکتا تھا وہ حالت بڑھتے اور قوی ہونے لگی پھر ایک مرتبہ اندھیری رات مین
بیٹھا وظیفہ پڑھتا تھا کہ یکایک میرے قلب سے دو شخص ظاہر ہوے جن مین سے
ایک کے ہاتھ مین پیالہ اور دوسرے کے ہاتھ مین ایک خلعت تھا خلعت والے نے
کہا کہ مین علی بن ابی طالب ہون اور یہ شخص ملائکہ مقربین مین سے ہے اور یہ پیالہ
شراب محبت کا ہے اور یہ خلعت رضا ہے پھر حضرت نے وہ خلعت مجھے پہنائی اور دوسرے
شخص نے پیالہ دیا اسی وقت ایک ایسی روشنی ہوئی کہ جس سے مشرق اور مغرب سب
روشن ہو گئے جب مین نے وہ پیالہ پیا تو تمام اسرار غیب اور مقامات اولیاء اللہ اور
عجائب مجھپر کھل گئے اور منجملہ واقعات کے یہ بھی ہے کہ سید محمد غوث کتاب المعراجات مین
لکھتے ہین کہ اکابر اہل برزخ کے ایک گروہ جیسے ابی یزید بسطامی اور شیخ محی الدین جیلی اور
شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہ سے منقول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوے اور آپ نے اُن کو خرقہ پہنایا کذا فی سمط المجید پھر سید محمد غوث
اپنے اوراد مین لکھتے ہین کہ وہ حضرت شیخ فرید کی زیارت سے مشرف ہوے اور انھون نے
ان کو اپنا خرقہ پہنایا اور حضرت مخدوم جہانیان کے ملفوظ مین ہے کہ ان کو خواب مین
حضرت شیخ ابو الفتح رکن الدین نے اپنی ٹوپی دو مرتبہ پہنائی اور دونون بار جگنے
کے بعد اُنھون نے وہ ٹوپیان اپنے سر پر پائین اور ایک مدت تک وہ ٹوپیان باقی رہین

لطیفہ قشاشی کہتے ہین اور اُنھین کے تابع شیخی کردی بھی ہین کہ خرقہ پہنانے اور ذکر سکھانے کے نہ مشہور ہونے کا سبب اوائل اہلحدیث کے نزدیک یہ ہے کہ یہ ایک امر مخصوص طریق عزیمت کے خواص اہل سلوک سے تھا جو اپنے احوال اور اعمال کی طرف زیادہ مائل تھے نہ روایت احادیث اور نقل احکام شریعۃ مطہرہ کی طرف جن کا عموم اور شہرت ضروری ہو چنانچہ شداد ابن اوس کی حدیث سے اسکی تصریح معلوم ہوتی ہے اور وہی وہ حدیث ہے جسکو امام احمد نے اپنی سند مین روایت کر کے لکھا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی حکم ابن نافع ابو الیمان نے اور اُن سے اسمعیل بن عیاش نے اور اُن سے راشد بن داؤد نے اور اُن سے یعلی بن شداد نے اور وہ کہتے تھے کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ شداد بن اوس نے اور عبادہ بن صامت بھی وہان موجود تھے وہ اسکی تصدیق کرتے جاتے تھے وہ کہتے تھے کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر تھا آپنے فرمایا کہ تم مین کوئی غریب یعنی اہل کتاب تو نہین ہے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی نہین ہے تب آپ نے دروازہ بند کرنے کا حکم دے کر فرمایا کہ اپنے ہاتھون کو اُٹھاؤ اور لا الٰہ الا اللہ کہو سب نے اپنے ہاتھ تھوڑی دیر اُٹھائے پھر حضرت نے اپنا دست مبارک رکھکر فرمایا کہ الحمد للہ اے اللہ تو نے مجھے اس کلمہ کی اشاعت کے لیے بھیجا اور اسی کے ساتھ حکم دیا اور اسی پر تو نے جنت کا مجھ سے وعدہ فرمایا اور تو وعدہ خلاف نہین ہے پھر فرمایا کہ تمکو خوشخبری ہو کہ اللہ عزوجل نے تم کو بخشا اس حدیث کی سند مسلسل شامیین سے ہے اور حکم نے احتجاج کیا ائمہ ستہ نے اور یعلی سے بھی حدیث نقل کی ایک گروہ ثقات نے اور اُسکی توثیق ابن حبان نے کی ہے اور اسی سے احتجاج کیا ابو داؤد اور ابن ماجہ نے منذری ترغیب مین لکھتے ہین کہ حسن اور اسمعیل باتفاق ائمہ جرح و تعدیل اہل شام مین بڑے پیشوا سمجھے جاتے تھے اگرچہ اس مین بعض متاخرین بمتابعت ابی اسحق فزاری مخالف ہین مگر اور تمام محققین نے اسکی رد کی ہے بلکہ بعض ائمہ نے ان ثقہ لکھا ہے اور راشد کو اگرچہ دار قطنی نے امام بخاری کی متابعت سے ضعیف کہا ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ سب سے بڑے جو نقاد رجال ہین یعنی ابن معین اور دحیم اُنھون نے ان کو ثقہ کہا ہے اور اسی سے احتجاج نسائی نے بھی کیا ہے بالیں ہمہ کہ وہ متعنت الرجال ہین ابن حبان کتاب الثقات مین لکھتے ہین کہ اُنھین سے روایت کی اہل شام اور ہیثم بن حمید

وغیرہ نے تو ابن حجر کا بمتابعت ان دونون کے یہ کہنا کہ لہ اوہام معتبر نہین ہے اور انھون نے خود اور طرق حدیث مین یعلی سے حدیث بیان کرنیکی تصریح کر دی ہے تو جس شخص کا یہ قول ہے کہ ان دونون راویون کے درمیان نافع ہے یہ باطل ہے اسی وجہ سے مزی نے بھی اسکی تمریض کی ہے طبرانی کہتے تھے کہ مجھ سے حدیث بیان کی احمد بن عبد الوہاب بن نجدہ حوطی نے کہ جو ثقہ اور سچے اور شیوخ نسائی سے تھے وہ کہتے تھے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اور وہ بھی ثقہ تھے اور اُن سے ابو داؤد و نسائی نے بھی احتجاج کیا ہے وہ کہتے تھے کہ مجھ سے اسمٰعیل بن عیاش نے بیان کیا اور اُن سے راشد بن داؤد نے اُن سے یعلے بن شداد بن اوس نے اسی حدیث کو (اور اسمین یہ بھی ہے کہ عبادہ بن الصامت اُسکی تصدیق کرتے جاتے تھے) اور وہ حدیث یہی ہے کہ کیا تم مین کوئی اہل کتاب ہے لوگون نے کہا نہین یا رسول اللہ تا قول وانک یعنی حدیث بیان کی مجھ سے احمد بن المعلے دمشقی اور حسین ابن اسحٰق تستری نے اور یہ دونون حافظ بلکہ شیوخ نسائی سے تھے یہ دونون کہتے تھے کہ ہم سے بیان کیا ہشام بن عمار نے اور وہ بخاری کے شیوخ سے تھے اور اُن سے بیان کیا عبد الملک بن محمد صنعانی نے جو ثقہ تھے تقریب مین ہے کہ وہ لین الحدیث تھے مگر اُن سے احتجاج چارون محدثین نے سوا ترمذی کے کیا ہے اور بزار اپنی مسند مین لکھتے ہین کہ مجھ سے حدیث بیان کی عمر بن الخطاب سجستانی نے اور اُن سے حسن بن علی سکونی نے اور اُن سے اسمٰعیل بن عیاش نے اسی حدیث کو مگر اُس مین یون ہے کہ ہم سے بیعت لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا تم مین کوئی غریب یعنی اہل کتاب ہو کہ نہین پھر سب وہی بیان ہے جو امام احمد کے بیان سے سابقاً معلوم ہوا اور ہاتھ رکھنا اور الحمد للہ کہنا یہ کچھ نہین ہے بزار کہتے تھے کہ اس حدیث کو مین نہین جانتا کہ ان اسناد کے سوا اور سندون سے بھی روایت کی گئی ہو لیکن اور سندون سے بھی روایت کی گئی ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا تو یہ صحیح ہے اسمین سوائے راشد ثقہ کے ائمہ کے نزدیک اور کوئی نہین جو متہم بسقم ہوا در عمر ثقہ اور سچے اور شیوخ ابو داؤد اور ایک جماعت محدثین سے تھے ابن حبان نے بھی اُن کو ثقات مین لکھا ہے اور یہ بھی لکھا کہ یہ مستقیم الحدیث تھے اور حسن بھی ثقہ تھے اور حمص کے رہنے والے ان کو بھی ابن حبان نے ثقہ لکھ کر لکھا ہے کہ اُن سے روایت کی یعقوب بن سفیان فارسی نے اور کسی بات کا زیادہ ہونا ثقہ کے بیان سے

باتفاق ائمہ مقبول ہے اور سیوطی نے اُسکو حاکم کی طرف منسوب کیا ہے جمع الجوامع مین فشاشی کہتے ہین کہ حضرت کا اُس پوچھنے کے بعد دروازہ بند کرنے کا حکم دینا یہ اسبات پر تنبیہ ہے کہ ایک امر خاص ہے جسکو اجنبی کے سامنے نہین کرنا چاہیئے اور یہ بھی کہ غیر طالبین جو طالبین کے ایسے یا اُن کے قلب پر نہون اُن کو اسوقت خاص مین طالبین کے پاس نہ جانا چاہیے وہ اہل کتاب ہون یا کوئی اور تاکہ طالبین کو تشویش نہو کیونکہ اجنبی شخص جب اپنے مخالف بات اُن طالبین سے دیکھے گا تو اُس کے خیالات بدلین گے اور اُس کے تغیر سے اُن کی کیفیتون مین قبض آجائے گا تو برکت ذکر جو مطلوب ہے جاتی رہے گی اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس طرح تلقین کرنے والا اُس طریقہ خاص سے اُس راہ کو چلنا چاہتا ہے جسمین اسرار وہبی ہوتے ہین اور اس تلقین کا منشا یہ ہے کہ وہ اُسی کو سکھلائے جائین جو صاحب حفظ و امانت ہو کیونکہ اسرار سوا امین کے اور کسی کو نہین بتائے جاتے اور یہ تلقین اُس تلقین عام کی طرح نہین ہے جو مستفاد اُس حدیث شریف سے ہو کہ امرت ان اقاتل[1] الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ یہ حدیث صحیح بلکہ متواتر اہلحدیث کے نزدیک ہے جیسا کہ سیوطی نے لکھا ہے کیونکہ اس سے مقصود دروازہ اسلام کا کھولنا ہے اسی وجہ سے وہ کلمہ تلقین کیا جاتا ہے جا ہے مشرکین کے سامنے صف قتال ہی مین کیون نہو اور وہ اس لیے ہے تاکہ کلمہ پڑھنے والا اُس حصن الٰہی مین داخل ہو جائے جسمین داخل ہونے والے کے لیے عذاب دائمی سے نجات حاصل ہے واللہ اعلم بالصواب الحاصل حضرات صوفیہ کے معاملات مخصوصہ اس باب مین ہین جو کتب معتبرہ مین تلاش سے مل سکتے ہین وباللہ التوفیق اب مین بعد تمامی مختصر کلام خرقہ کے سلسلہ حضرت غوثیت مآب اور اُن کے حضرات مرشدین کے ذکر اجمالی سے پردہ گوش سامعین کو مثل پردہ گل کے رنگین کرتا ہون ؎

از رہ گذر خاک سر کوئے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

فائدہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہونیکے بیان مین

علامہ ابن جوزی مقدمہ صفوۃ الصفوۃ مین اور اُن کے تابعین عراقی اور مجد شیرازی اور عسقلانی اور سخاوی اور محمد بن یوسف دمشقی وغیرہ حضرت سفیان سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے

[1] مین حکم دیا گیا ہون لوگون سے لڑائی کرنے پر جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہین ۱۲

کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اور اسی کو حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کتاب العلم اور کتاب الاستغنا رمین اپنے شیخ سفیان بن سعید ثوری کی طرف منسوب کیا ہے اور صاحب مجمع الاحباب امام عبد اللہ بن المبارک کی طرف منسوب کرتے ہین ابن الصلاح کا علوم حدیث مین قول ہے کہ ہم نے اسکو روایت کیا ہے ابی عمرو اسمعیل بن نجید سے اور وہ کبار شیوخ حاکم وغیرہ سے تھے علامہ سبکی طبقات مین لکھتے ہین کہ اُن کے بارہ مین حاکم کا قول ہے کہ یہ زاہد اور عالم اور شیخ وقت تصرف وعبادت ومعاملت مین اور خراسان مین مستند تھے اور اُن سے روایت حدیث کرتے ہین انکے پوتے ابو عبد الرحمن سلمی اور ابو عبد اللہ حاکم اور ابو نصر احمد بن عبد الرحمن صفار اور عبد القاہر بن طاہر فقیہ اور ساعد بن محمد قاضی اور ایک جماعت مثل ابی سعد احمد بن محمد مالینی اور ابی الفضل محمد بن احمد جارودی اور ابی حازم عمر بن احمد عبدوی کے اور سب سے آخر مین ابو حفص عمر بن المسرور اور اُنھون نے حاکم کے حال مین لکھا ہے کہ انھون نے صحبت اُٹھائی گروہ صوفیہ مین ابو عمر ابن نجید اور جعفر خلدی اور ابو عثمان مغربی اور ایک جماعت کی اور اسمعیل بن نجید اجل اصحاب عبد اللہ بن امام احمد سے تھے ابن الصلاح کہتے تھے کہ مجھ سے بیان کیا ابی عمر ابن اسمعیل بن نجید نے کہ مین نے ابو جعفر ابن حمدان سے پوچھا کہ مین کس نیت سے حدیث لکھا کرون اُنھون نے کہا کہ الستم تروون عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمۃ یعنی کیا تم نے روایت نہین کیا کہ اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اُنھون نے کہا ہان کہنے لگے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو راس الصالحین تھے ملا علی قاری کہتے تھے کہ اگر لفظ تروون رواء سے ہو مشتق روایت سے تو یہ فی الجملہ دلالت کریگا کہ یہ حدیث ہے اور اُسکی اصل بھی ہے اور اگر تروون رویت سے بصیغہ معروف یا مجہول ہو تو یہ دلالت حدیث ہونے پر نہ کریگا کیونکہ اُسکے معنی یہ ہونگے کہ کیا اعتقاد اور گمان نہین کرتے ہو علامہ سیوطی اور سخاوی وغیرہما نے بمناسبت ائمہ کے اثبات وجود ابدال مین لکھا ہے کہ اس کلام کی شہرت ائمہ اعلام مین یہ بہت بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ اس حدیث کی اصل اصیل ہے کیونکہ اس امر مین محض رائے سے نہین کہا جا سکتا اور حضرت امام غزالی نے بھی اسکو خبر کرکے لکھا ہے تو غالباً اُن کو اسکا حدیث ہونا معلوم ہوا ہوگا اور شیخ ابن العربی نے کوکب دُری مین اُسکو اثر کرکے لکھا ہے اور شیخ الاسلام ہروی کے طبقات مین ہے کہ شیخ بغداد امام محمد بن منصور

طوسی صوفی محدث استاد حافظ عثمان بن سعید دارمی ایک جماعت مین وعظ کہہ رہے تھے
وہان کچھ ذکر فرقہ ملامتیہ کا چھڑا کسی نے کہا کہ ہم کو اس ذکر سے کیا فائدہ تب امام نے فرمایا کہ
صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اُنھون نے اتنا کہا تھا کہ فوراً بغیر ابر آئے
پانی برسنے لگا تب لوگون نے کہا کہ یہ صورت اُنھین معانی فالصنہ کی تھی اور اس سے بلا ابر
آئے پانی برسا تو رحمت نازل وہی معانی ہوے اور اسی جگہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ
دیلمی کی روایت جو معاذ سے مرفوعاً ہے کہ انبیا کا ذکر عبادت ہے اور صالحین کا ذکر کفارہ تو
اس حدیث کی بھی اصل ہے اگرچہ اس مین بعضے راوی ایسے بھی ہین جن کے متعلق لوگونکو
اعتراضات ہین اور اُس سے اسامی معتبر کہ حضرات مشائخ طریقت کے پڑھنے کا بھی مستحسن
ہونا پایا جاتا ہے اسانید حقیقیہ معروفہ سے جسکو عرفاً شجرہ کہتے ہین صاحب تاریخ نیشاپور
لکھتے ہین کہ حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسی الکاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت
امام محمد باقر بن حضرت علی زین العابدین بن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم جب نیشاپور مین
تشریف لائے تو آپ روے مبارک پر نقاب ڈالے بغلہ شہبا پر سوار بازار مین تشریف لیجاتے
تھے حافظ ابوزرعہ اور محمد ابن اسلم طوسی معہ اور اہل علم وحدیث کے حضرت کے تشریف لانیکی
خبر سنکر شوق زیارت مین دوڑ پڑے آپ راہ مین ملے سب نے عرض کیا کہ اے سید جلیل آپ کو
اپنے آباء اطہرین اور اسلاف اکرمین کی قسم ہمکو اپنا روئے مبارک دکھلایئے اور کوئی حدیث
اپنے جد سے بواسطہ اپنے اکابر کے بیان فرمایئے تاکہ ہم اُسکو یاد کرکے اُس کے ذریعہ سے آپکی
یاد رکھین آپنے غلامون سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ اور خود ٹھہر کر نقاب اپنے رُخ روشن ماہ وآفتاب
سے اُٹھا کر سب کی آنکھون کو اپنے طلعت زیبا سے نور وسرور بخشا لوگون نے زیارت کی اور اُن
دو گیسوؤن کو کہ آپکے دوش مبارک پر لٹکتے تھے دیکھا کوئی رو دیا اور کوئی ہاے واے
کرنے لگا اور کوئی خاک پر لوٹتا اور کوئی خچر کے سمون کو بوسہ دیتا غرض سب مین ایک کہرام
پڑگیا اور میدان قیامت کا نقشہ نگاہون مین پھر گیا جب لوگون کے ہائے واے مین
زیادتی ہوئی تو سب علمانے بلند آواز سے لوگون سے کہا کہ چپ رہو اور اپنے نفع کی بات
سنو بالجملہ ابوزرعہ رازیؒ اور محمد بن اسلم طوسیؒ نے روبرو حاضر ہوکر اپنی خواہش عرض
کی حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد امام
موسی کاظمؒ نے اپنے والد امام جعفر صادقؒ سے اُنھون نے اپنے والد امام محمد باقرؒ سے اُنھون نے

اپنے والد امام علی زین العابدین رضؓ سے اُنھون نے اپنے والد حضرت شہید کربلاؓ سے اُنھون نے
اپنے والد حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ حدیث بیان کی مجھ سے
میرے حبیب اور میری آنکھ کی پتلی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ سے بیان کیا
جبرئیل علیہ السلام نے اور جبرئیل علیہ السلام سے حضرت رب العزت جل جلالہ نے کہ کلمہ
لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے یہ کہا وہ میرے قلعہ مین آگیا اور جو میرے قلعہ مین آگیا
وہ میرے عذاب سے بے ڈر ہوگیا پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے نقاب ڈال لیا اور
تشریف لے گئے راوی کہتے تھے کہ بعد اُس کے جو لکھنے والون کا شمار کیا گیا تو بیس ہزار
سے زائد نکلے حضرت شیخ ابو القاسم قشیری فرماتے تھے کہ یہ حدیث اسی سند سے بعض
امرا سامانیہ کو پہونچی تو اُنھون نے آب زر سے لکھوا کر وصیت کی کہ یہ میری قبر مین رکھدی جائے
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اُس امیر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ حق تعالے
نے تیرے ساتھ کیا کیا اُس نے کہا کہ مجھے بخشدیا لا الٰہ الا اللہ کے کہنے اور محمد رسول اللہ
کی تصدیق سے اِسکو مناوی نے شرح جامع صغیر مین اور اور لوگون نے بھی نقل کیا ہے
صواعق محرقہ مین بعد اسناد اس حدیث کے بطریق حضرت امام علی بن موسی رضا مسلسل
انکے آبا کرام علیہم السلام تک لکھا ہے کہ امام احمد کہتے تھے کہ اگر یہ اسناد مجنون پر پڑھے
جائین تو وہ اُسیوقت اچھا ہوجائے اور ایک روایت مین ہے کہ اگر مجنون پر پڑھے جائین
تو اُسکو افاقہ ہوجائے اور بیمار پر تو وہ شفا پاجائے اور حاکم نے تاریخ نیشاپور مین اس سند سے
جسمین کوئی جرح نہین محمد بن عبد اللہ بن طاہرؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین اپنے
باپ کے سرہانے کھڑا تھا اور اُن کے پاس احمد بن حنبلؒ اور اسحق بن راہویہ اور ابو الصلت
ہروی بھی تھے تو میرے والد نے کہا کہ تم مین سے کسی کو کوئی حدیث بیان کرنا چاہیے
تو ابو الصلت بولے کہ یہ حدیث بیان کی مجھ سے حضرت علی بن موسی رضاؓ نے اپنے آبا
کرام کی سند سے حدیث الایمان قول وعمل کو حاضرین مین سے بعضون نے کہا کہ یہ اسناد
کیا چیز ہین میرے والد نے اُن سے کہا کہ یہ مجنون کا ناس ہے جب اُسکو سونگھایا جائے
تو وہ اچھا ہوجائے ۔

از رہگذر خاک سر کوے شما بود
ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل شیوخ طریقت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے حالات مین

شیخ عبدالوہاب شعرانی طبقات کبری مین شیخ محمد حنفی شاذلی کے حال مین اُن کے ایک کلام کے ضمن مین لکھتے ہین کہ ایک بار حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کا شیخ کون ہے فرمایا کہ پہلے میرے شیخ شیخ حماد دباسؒ تھے اور اب مین دریاے نبوت اور فتوت دونون سے سیراب ہوتا ہون شیخ ابوالحسن شاذلیؒ سے لوگون نے پوچھا کہ آپ کا شیخ کون ہے اُنھون نے کہا کہ پہلے تو میرے شیخ شیخ عبدالسلام بن مشیشؓ تھے اور اب مین دس دریاؤن سے سیراب ہوتا ہون جنمین پانچ سماوی اور پانچ ارضی ہین اس جگہہ سے بعض لوگ بھٹک گئے ہین کہ شیخ ابوالحسن کا مرتبہ اعلی ہے مگر جامع الاصول مین ہے کہ محققین کا قول ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ ہی کا مقام اعلی ہے اور کتاب نشر المحاسن العالیہ فی فضل مشائخ الصوفیہ واصحاب مقامات العالیہ مین ہے کہ مناقب شیخ مین ایک جماعت نے مشائخ اکابر وعلماء افاضل سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے اپنی مجلس وعظ مین یکبارگی فرمایا[1] کہ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور اُسوقت مجلس مین عامہ مشائخ عراق پچاس اور بعضے کے نزدیک پچاس سے زائد تھے تو اُسی وقت روے زمین پر کوئی باقی نہین رہا جس نے اپنی گردن نہ جھکادی ہو سوا ایک مرد اصفہانی کے کہ جس نے گردن نہین جھکائی تو حال اُس کا سلب ہوگیا یہ بھی دلیل قوی آپ ہی کی فضیلت کی ہے کما لایخفی وہذا ہو الحق عندی حضرت ملا جیون امیٹھوی اپنی بعضے مصنفات مین لکھتے ہین کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد شیخ ابی صالح موسی جنگی دوست سے خرقہ پہنا اور اُنھون سنے اپنے والد سید عبداللہ سے اُنھون نے اپنے والد سید یحیی زاہد سے اُنھون نے اپنے والد سید محمد سے اُنھون نے اپنے والد سید داؤد سے اُنھون نے اپنے والد سید عبداللہ سے اُنھون نے اپنے والد سید موسی الجون سے اُنھون نے اپنے والد ابی عبداللہ محض سے اُنھون نے اپنے والد حضرت امام حسن مثنیؓ سے اُنھون نے اپنے والد حضرت امام حسن علیہ السلام سے اُنھون نے اپنے والد حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اِسی کو صاحب تاریخ الاولیا نے بھی آپ کا سلسلہ علویہ کرکے لکھا ہے مگر شاہ ولی اللہ

[1] میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے ۱۲ منہ سنہ ۵۰ جیسا کہ پوشیدہ نہین اور یہی امر میرے نزدیک ٹھیک ہے ۱۲

محدث دہلوی انتباہ مین لکھتے ہین کہ بعضے حضرت غوث پاک کا استفاضہ اپنے والدین سے مسلسل اُن کے آبار کرام تک لکھتے ہین تو اسمین نظر ہے اس واسطے کہ کوئی قرینہ اس پر قائم نہین ہوتا کہ تربیت باطنی آپکی اس طرح پر ہوئی ہو واللہ اعلم اور اگر ایسا ہوتا تو آپ ضرور اُسکی روایت کرتے حالانکہ ایسا نہین ہوا اور نہ کسی نے آپ کے اصحاب اور اولاد سے اسکی روایت کی اور نہ اورون نے جنھون نے آپکے مناقب اور اقوال جمع کیے مثل قطب قسطلانی اور ابی الحسن لخمی اور مجد شیرازی اور یافعی اور ابن الملقن وغیرہ کے اگر یہ ہوتا تو یہ لوگ ضرور لکھتے البتہ بعضے مشیخین نے اسکو لکھا ہے اور اُن سے بعضے متاخرین نے بھی بسبب حسن ظن کے قبول کر لیا ہے اسکی کچھ ضرورت نہ تھی بلکہ بہتر تو یہ تھا کہ جو اس سے زائد عالی ہے وہ روایت کیا جاتا وہ یہ کہ آپکو بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نعمت ملی اور جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے بیداری اور مشافہ مین جیسا کہ بہجۃ الاسرار مین ہے کہ مجھکو خبر دی فقیہہ ابو الفتح نصر اللہ بن قاسم بن یوسف بن خلیل بن احمد ہاشمی بغدادی کرخی نے بمقام قاہرہ سنہ چھ سو ستر ہجری مین اور اُن سے قاضی القضاۃ ابو صالح نصر بن حافظ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق نے بمقام بغداد سنہ چھ سو تیس مین اور اُن سے اُن کے والد اور چچا سید عبد الرزاق اور سید عبد الوہاب اور عمران کیمانی اور بزاز نے بمقام بغداد سنہ پانسو نوے ہجری مین کہ ہم نے حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ سے سنہ پانسو تریں مین سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ مین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہ شنبہ سترھوین شوال سنہ پانسو اکیس مین ظہر کے بعد دیکھا آپنے مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹے تو کیون نہین وعظ کہتا مین نے عرض کیا کہ مین عجمی ہون فصحاے بغداد کے سامنے کیسے زبان کھول سکتا ہون تب آپ نے فرمایا کہ مُنھ کھولو مین نے منھ کھولا آپنے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن اسمین ڈال دیا اور فرمایا کہ وعظ کہو اور لوگون کو خدا کی راہ پر حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلاؤ مین ظہر پڑھ کر اُسیوقت بیٹھ گیا بہت سے لوگ جمع ہو گئے مین نے اول کہنا چاہا مُنھ سے بات نہ نکلی پھر مین نے جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ وہ اسی جگہ میرے سامنے کھڑے فرما رہے ہین کہ تم وعظ کیون نہین کہتے مین نے عرض کیا کہ مین تو کہنا چاہتا ہون مگر گھبرا گیا کرون بات ہی نہین نکلتی فرمایا مُنھ کھولو مین نے مُنھ کھولا آپ نے چھ بار اپنا لعاب دہن میرے مُنھ مین ڈالا تب مین نے عرض کیا کہ آپ نے سات بار کیون نہین لعاب دہن ڈالا فرمایا بوجہ ادب رسول اللہ صلعم کے پھر آپ میری نگاہ سے غائب ہو گئے

مین نے دیکھا کہ غواص فکر دریائے قلب مین معارف کے موتیون کے حاصل کرنیکے لیے غوطہ لگاتا اور اُن کو نکال کر سینے کے کنارہ پر لاتا ہے اور دلال ترجمان زبان اُن کی خریداری کی ندا کرتا ہے اور اُن کو بیش قیمت چیز سے جو حُسن طاعت ہے خریدتا ہے اُن گھرون مین جنکے متعلق اللہ نے اجازت دی بلند کرنے کی یہی آپ کا پہلا کلام تھا جو آپنے اُس روز کرسی پر فرمایا اور اس کی سند یقینی جید ہے اسی وجہ سے اس روایت کو شیخ الاسلام حافظ سراج الدین عمر بن علی انصاری فقیہہ شافعی معروف با بن الملقن نے جو اجل شیوخ حافظ ابن حجر سے تھے طبقات الاولیا اور کتاب مناقب شیخ عبد القادر مین بیان کیا ہے اور اُن سے سیوطی نے بھی تنویر الحلک فی امکان رویۃ الجن والنبی والملک مین نقل کیا ہے اور اُن کے علاوہ اور لوگون نے بھی اب آپ کے ان شیوخ طریقت کے حالات لکھے جاتے ہین جنکو صاحب بہجۃ الاسرار و صاحب قلائد الجواہر نے ذکر کیا ہے یا اور کتب معتبرہ سے جن کا پتہ چلتا ہے

ذکر حضرت شیخ تاج العارفین ابو الوفا محمد بن محمد بن زید حلوانی مشہور بکاکیس رضی اللہ عنہ

آپ سردار مشائخ عراق اور اپنے وقت کے مشاہیر بزرگون سے تھے ریاست تصوف آپ ہی کی ذات پر منتہی ہوتی تھی آپ سے اکثر مشائخ عراق جیسے شیخ علی بن الہیتی اور شیخ بقا بن بطو اور شیخ عبد الرحمن طفسونجی اور شیخ مطر باذرانی اور شیخ ماجد کردی اور شیخ احمد بقلی یانی وغیرہم مستفید ہوے آپ کا کلام حقائق مین بہت عالی ہوتا تھا اور آپ کے چالیس خادم صاحب حال تھے نقل ہے کہ جس وقت آپ کے شیخ حضرت ابو محمد شنبکی نے آپ سے عہد لیا تو کہا تھا کہ آج میرے جال مین ایک ایسی چڑیا پھنسی ہے کہ ویسی کسی بزرگ کے جال مین نہین پھنسی آپ ابتداءً رہزنی کیا کرتے تھے اس سے توبہ کرنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز آپ ایک نار مین گئے اور وہان مویشی پکڑے اور وہ نار شیخ ابو محمد شنبکی کے پڑوسیون کی تھی چرواہون نے آکر شیخ کی خدمت مین فریاد کی کہ ہمارے مویشی کو کوئی شخص پکڑے گیا ہے اور ہم اُس تک جا نہین سکتے آپ نے خادم سے کہا کہ تو جا

اور اُس لے جانے والے سے کہہ کہ تمھین شیخ ابو محمد شبنکی بلاتے ہین آؤ اور آکر توبہ کرو اور اُن سب کے مویشی پھیر دو جب خادم وہان گیا اور انھین اُس نے دیکھا تو وہ بیہوش ہوگیا جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ اُس کا سر ان کے زانو پر رکھا ہے آپنے اُس خادم سے پوچھا کہ تجھ سے شیخ نے کیا کہا تھا وہ بولا کہ اُنھون نے کہا تھا کہ توبہ کرو اور مویشی اُن کے مالکون کو پھیر دو تب انھون نے جواب دیا کہ اچھا مین توبہ کرتا ہون اور سر آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا کہ قسم ہے تیری زندگی کی کہ اب مین توبہ کرتا ہون بعد اس کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور مویشی جنکے تھے اُن کو واپس دیدیے اور خادم سے کہا کہ تو چل اور شیخ سے عرض کر کہ وہ آتا ہے خادم نے آکر شیخ سے عرض کیا حاضرین کہنے لگے کہ وہ آچکے شیخ نے کہا نہین ابوالوفا ضرور آئے گا جھوٹھ نہ بولے گا اتنے مین آپ آگئے شیخ نے اُٹھکر آپ سے معانقہ کیا اور عہد لیا پھر اپنا لباس پہنا کر اپنے قریب بٹھا لیا جب ظہر کا وقت آیا اور موذن نے اذان دی تو انھون نے عرض کیا کہ ٹھہرئیے عرش کا مرغ اذان دیلے شیخ نے فرمایا کہ کیا تم عرش کے مرغ کی آواز سنتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہان مین تیس برس سے سنتا ہون تب شیخ نے کہا کہ اے ابوالوفا اللہ نے تیرے علم کا پردہ کھولدیا اب تم جاؤ اور وعظ کہو آپ وہان سے بغداد آئے اور منادی غیب نے آسمان سے ندا دی کہ اے لوگون کے پاس جاؤ اُسی وقت سے آپ کی طرف رجعیت شروع ہوئی مشائخ بطائح کہا کرتے تھے کہ ہمکو اُس شخص سے تعجب معلوم ہوتا ہے جو شیخ ابوالوفا کا نام لیتا ہے یا اللہ کا نام لیتا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور اپنا ہاتھ مُنھ پر نہین پھیرتا ہے تو وہ ہیبت کی وجہ سے منھ کے بل گر کیون نہین پڑتا۔ **نقل** شیخ عزاز کہتے تھے کہ مین نے ایک بار حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا کہ آپ شیخ ابوالوفا کے بارہ مین کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین اُس شخص کے بارہ مین کیا کہون گا جسپر خود قیامت کے دن مجھکو فخر اور ناز ہوگا **نقل** آپ سے منقول ہے کہ آپ نرجبی الاصل تھے جو ایک قبیلہ اکراد کا ہے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ کے دروازہ پر کوئی مرد کردی شیخ ابوالوفا کے مثل نہین ہے انھین کا قول ہے کہ مین نے شام کی تو عجمی تھا اور صبح کی تو عربی ہوگیا بہجۃ الاسرار مین ہے کہ یہ قلینیا مین آکر رہے کہ جو عراق کا ایک گاؤن ہے اور ان کی کنیت ابوالوفا شیخ ابو محمد شبنکی نے رکھی تھی ان کے وفاے عہد کی وجہ سے

اور اُن کا نام کاکیس ہے اور یہ نرجی الاصل قبیلہ اکراد سے تھے قاضی القضاۃ مجیر الدین علیمی
مقدسی حنبلی اپنی تاریخ المعتبر فی ابناء من عبر مین لکھتے ہین کہ تاج العارفین سید ابوالوفا محمد بن
محمد بن محمد بن زید بن حسن بن المرتضیٰ الاکبر عریضی بن زید بن زین العابدین علی بن الحسین
بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شریف حسینی توسانی سید جلیل قطب زمان علامہ آوان تھے
ان کی ولادت بر قول صحیح بارھوین رجب سنہ چار سو ستر مین ہوئی اُن کے مذہب مین اختلاف
ہے بعضے حنبلی کہتے ہین اور بعضے شافعی اور اُن کی وفات بیسوین ربیع الاول سنہ پانسو ایک
مین قلمینیا مین ہوئی جو ایک شہر ہے بغداد کے اطراف مین رضی اللہ عنہ کذا فی قلائد الجواہر
بہجۃ الاسرار مین ہے کہ سب سے پہلے انھین کا لقب عراق مین تاج العارفین ہوا اور
انھین کا ارشاد ہے کہ انسان جب ہی شیخ ہوتا ہے کہ جب کاف سے قاف پہچاننے
لگے پوچھا گیا کہ کاف اور قاف سے کیا مطلب ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اُن سب چیزون
پر جو کونین مین ہین اور ابتداے خلق سے بلفظ کن ہوئی ہین وقفوھم[۱] انھم مسئولون
کے مقام تک مطلع کر دے آپکے کرامات اور مناقب مین ایک خاص کتاب ہے سن شریف
اسی سال سے متجاوز ہوا نقل آپ اپنی وفات سے قبل ایک درخت کے پاس گئے
جو آپکے زاویہ کے قریب تھا اور اُسپر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے کہ بوس و دوس اس کے معنے
کسی کے سمجھ مین نہ آئے جب آپ کا انتقال ہو گیا تو وہ درخت کاٹا گیا اور اسکی لکڑی سے
آپ کی ضریح بنائی گئی اور دروازہ کی چوکھٹ بھی اُسی سے بنی تب معلوم ہوا کہ اُس
ارشاد کا مطلب یہ تھا۔ نقل شیخ ماجد کردی کہتے تھے کہ آپ ایک دن منبر پر وعظ کہتے تھے
کہ حضرت شیخ عبد القادر اُس مجلس مین آ گئے اور وہ اُن کے شباب کا زمانہ تھا اور وہ
پہلے پہل بغداد آئے تھے آپ نے بات کاٹ کر حکم دیا کہ ان کو اس مجلس سے نکال دو
وہ نکال دیے گئے بعد اُس کے آپ وعظ کہنے لگے پھر حضرت شیخ عبد القادر آئے آپ نے
پھر ان کو نکلوا دیا اور وعظ مین مصروف ہو گئے تیسرے بار پھر حضرت شیخ عبد القادر آئے
تب آپ نے کرسی سے اُتر کر اُن سے معانقہ کیا اور اُن کی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ
دیا اور حاضرین سے کہا کہ اُٹھو ولی اللہ کی تعظیم کے لیے اور اے بغداد والو مین نے اُن کو
بطور ذلیل کرنے کے نہین نکلوایا تھا بلکہ اس لیے تاکہ تم ان کو پہچان لو اور قسم عزت معبود کی

[۱] اور کھڑا رکھو ان کو ان سے پوچھنا ہے ۱۲ منہ

کہ اُن کے گیسو مشرق و مغرب سے بڑھ گئے ہین پھر اُن سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے عبدالقادر ابھی ہمارا وقت ہے پھر عنقریب تمھارا ہو جائیگا عراق تم کو بخشا گیا ہے اور ہر ایک کا ایک زمانہ تک طوطی بولتا ہے اور چپ ہو جاتا ہے مگر تمھارا طوطی قیامت تک بولے گا بعد اُسکے اپنا سجادہ اور کرتہ اور پیالہ اور زینہ اور تسبیح آپکو عنایت کی تب بعض حاضرین نے کہا کہ اسپر ان سے عہد لو فرمایا اُن کی پیشانی پر نشان محریت ہے جب وہ مجلس ختم ہو گئی تو آپ منبر سے اُتر کر اُسکے آخر زینہ پر بیٹھے اور شیخ عبدالقادر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تمھارا ایک وقت ہو گا جب وہ وقت آئے تو اس بوڑھے کو بھی یاد رکھنا شیخ عمر بزاز کہتے ہین کہ وہ تسبیح جو آپ نے شیخ عبدالقادر کو دی تھی جبوقت اُسکو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے زمین پر رکھا تو ہر دانہ اُس کا چلنے لگا اور وہ آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہی پھر اُسکو شیخ علی بن ہیتی نے لیا اُن کے بعد شیخ علی بن قائد نے اور پیالہ کا یہ حال تھا کہ جو کوئی اُسکو اپنے ہاتھ سے چھوتا تھا تو کندھے تک اُس کا ہاتھ ہلنے لگتا تھا کذا فی بہجۃ الاسرار آپ کا سلسلۂ طریقت یون ہے کہ آپ مرید و خلیفہ شیخ محمد و بقول ابو محمد طلحہ شنبکی رضی اللہ عنہ کے ہین اور وہ مرید و خلیفہ شیخ ابو بکر بن ہوار البطائحی رضی اللہ عنہ کے اور وہ مرید و خلیفہ اویسی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور وہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب بن یوسف بن الحسین بن وہرہ ہمدانی رضی اللہ عنہ

آپ اکابر اسلام اور اعیان مشائخ کرام سے تھے خراسان مین تربیت مریدین و سالکین آپ کی ذات پر ختم تھی آپ کی خانقاہ مین بہت علما اور فقہا اور صلحا رضی اللہ عنہم جمع ہوتے اور نفع اُٹھاتے تھے صغر سن سے زمانہ وفات تک آپ عبادت و خلوت و ریاضت نفس مین ایک حالت سے قائم رہے اور ایک گروہ زاہدین کی صحبت اُٹھائی اور ایک جماعت علما زمانہ نے آپ سے فقہ حاصل کی تمام اعیان خراسان آپکے شاگرد تھے اور آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے حقایق مین

ا بفتح واو و سکون ہائے اول و فتح را و سکون ہائے دوم نام جد یوسف بن الحسین ۱۲ تاریخ ابن خلکان ۱۲

آپ کا کلام بہت عالی ہوتا تھا شیخ علی جوینی کہتے تھے کہ ایک دن مین آپ کے وعظ مین حاضر تھا آپ مجمع عام مین وعظ فرما رہے تھے اس مین دو فقیہ بھی تھے اُن دونون نے آپ سے کہا کہ چپ رہو تم مبتدع ہو آپ نے فرمایا کہ تم چپ رہو اور مر جاؤ وہ اُسی وقت اُسی جگہ مر گئے شیخ ابی اسحق شیرازی بغدادی اور شیخ ابوالمعالی جوینی نیشاپوری اور اُن کے علاوہ بہت سے لوگ آپ کے شاگرد تھے علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ ایک دن آپ وعظ کے لیے بیٹھے عام مجمع تھا اس مین سے ایک فقیہ ابن السقا نام نے اُٹھ کر آپ کو سخت اور سُست کہا اور ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اُس سے فرمایا کہ بیٹھ جا مجھے تیری باتون سے بوئے کفر معلوم ہوتی ہے اور عجب نہین کہ تو کافر مرے چند دنون کے بعد بادشاہ روم کا قاصد خلیفہ بغداد کے پاس آیا اُس کے ساتھ ابن السقا چلا گیا اور وہان جا کر نصرانی ہو کر مر گیا یہ قرآن نہایت عمدہ پڑھتا تھا جس نے اُسکو قسطنطنیہ مین دیکھا تھا وہ کہتا تھا کہ مین نے اُسکو بیماری کی حالت مین دیکھا اُس کے ہاتھ مین ایک پنکھا تھا جس سے کھیان منھ پر جھلتا تھا مین نے اُس سے پوچھا کہ اب تجھکو کچھ قرآن یاد ہے یا نہین اُس نے کہا صرف ایک آیت یاد ہے ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین[1] اور باقی سب بھول گیا واقعی انسان کو چاہیے کہ وہ اولیاء عارفین اور علماء عاملین وصالحین مومنین سے اعتقاد کامل رکھے اور اُن پر اعتراض نہ کرے کہ اُن کے ترکش مین جو زہر کے بجھے ہوئے تیر ہوتے ہین اُن سے کمتر کوئی بچتا ہے جس نے اُن پر اعتراض کیا وہ سالم نہین رہا ذلیل و رسوا ہی ہوا دیکھو یہ شخص اُس اعتراض اور بد اعتقادی کی بدولت کیسا ہلاک ہوا نسأل[2] اللہ العفو والعافیۃ وحسن الخاتمۃ بمحمد والہ۔ کذا فی قلائد الجواہر **فائدہ** یہ حکایت ابن السقا کی جو صاحب بہجۃ الاسرار نے لکھی ہے یہ حضرت غوث پاک کے حال مین لکھی ہے جو مین نے شروع کتاب مین نقل کی مگر اس کتاب مین ان بزرگ کے حال مین لکھی ہے ممکن ہے کہ ابن السقا دونون صاحبون کا معتوب ہو بہجۃ الاسرار مین ہے کہ اہل فرنگ ہمدانسی ایک لڑکے کو قید کر لے گئے اُسکی مان آپ کی خدمت مین روتی ہوئی آئی آپ نے فرمایا صبر کر اُسے صبر نہ آیا آپ نے فرمایا یا الٰہ اسکے قیدی کو چھوڑ دے اور اسکو جلد فرحت ومسرت عطا فرما پھر اُس سے فرمایا کہ اپنے گھر جا

[1] کسی وقت آرزو کرینگے یہ لوگ جو منکر ہین کہ کسی طرح مسلمان ہوتے ۱۲ [2] ہم سوال کرتے ہین اللہ سے معافی اور آرام اور نیکی انجام کی بطفیل محمد اور اُن کی اولاد کے ۱۲

وہان تیرا لڑکا تجھے ملے گا وہ جو گھر مین پہونچی تو دیکھا کہ لڑکا گھر مین موجود ہے اُسکو تعجب ہوا پوچھنے لگی تو کیسے یہان آیا اُس نے کہا کہ قسطنطنیہ مین تھا بیڑیان پیر مین پڑی تھین اور محافظین میری نگہبانی پر تھے کہ ایک شخص آیا جسکو مین نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا وہ مجھے اُٹھا کر ایک پلک مارتے یہان لے آیا اُس کی مان خوش ہو کر آپ کی خدمت مین دوڑی آئی اور یہ حال کہنے لگی آپنے فرمایا تو خدا کے کام سے تعجب کرتی ہے آپ اصل مین قصبہ بوزنجرد کے رہنے والے تھے جو مضافات ہمدان سے ایک گاؤن ہے وہین آپ حدود سنہ چارسو چالیس مین پیدا ہوے اور آپ کی وفات دوشنبہ بارھوین ربیع الاول سنہ پانسو پینتیس مین بامین مین ہوازن سے مرو کی طرف پلٹنے مین ہوئی اور وہین ایک زمانہ تک دفن رہے پھر آپ کی نعش مرو مین لا کر سنجار کے کنارہ اُس درگاہ مین جو آپ کی طرف منسوب ہے دفن کی گئی وہین آپ کا مزار زیارتگاہ خلائق ہے بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر مین بوزنجرد نون کے ساتھ ہے اور قلائد الجواہر مطبوعہ مصر مین بے کے ساتھ ہے اور بامین نون کے ساتھ اور بہجۃ الاسرار مین بنا مین ہے اور تاریخ وفات بائیس ربیع الاول اور لکھا ہے کہ آپ کی وفات ہمدان سے مرو کی طرف واپس ہوتے ہوے ہوئی اور بہجۃ الاسرار مین ہے کہ سنجدان کے کنارہ اُس حظیرہ مین جو آپ کی طرف منسوب ہے آپ دفن ہوے واللہ اعلم وعلمہ اتقن واحکم بہجۃ الاسرار مین ہے کہ حافظ ابن النجار بغدادی کہتے تھے کہ عبد اللہ بن ابی الحسین بن جبائی بیان کرتے تھے کہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ فرماتے تھے کہ بغداد مین ایک صاحب ہمدان سے آئے جنکو یوسف ہمدانی کہتے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ وہ قطب تھے خانقاہ مین آ کر اُترے جب مین نے سُنا تو اُن کی ملاقات کو گیا مگر وہ نہین ملے تب لوگون سے پوچھا کہ وہ کہان ہین کسی نے کہا کہ وہ سرداب[1] مین ہین وہان گیا اُنھون نے جب مجھے دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوے اور اپنے پاس بٹھلایا اور میرے سب حالات بیان کیے اور میرے بہت مشکلات حل کیے اور فرمایا کہ اے عبد القادر وعظ کہا کر مین نے کہا کہ مین ایک مرد عجمی ہون فصحائے بغداد کے سامنے کیسے بول سکتا ہون اُنھون نے کہا کہ اب تم نے فقہ اور اصول فقہ اور خلافیات اور نحو اور تفسیر قرآن یاد کر لی ہے اب یہی بہتر ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہو مین تمکو مثل ایک شاخ کے دیکھتا ہون کہ بہت جلد وہ بڑھ کر درخت

[1] سرداب بالکسر خانہ زیر زمین معرب سردابہ ۱۲ منتخب اللغات

ہو جائے گی صاحب فتح المبین و نیز صاحب قلائد الجواہر لکھتے ہین کہ علامہ ابراہیم ویری شافعی مؤلف مختصر روض الزاہر نے لکھا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے آپ سے اخذ تصوف کیا ہے اور سلسلہ آپ کا یہ ہے کہ آپ کو اجازت و خلافت حضرت خواجہ ابی علی فارمدی سے ہے اور اُن کو شیخ ابو الحسن خرقانی سے اور اُن کو حضرت شیخ ابو یزید بسطامی سے اور اُنکو حضرت امام جعفر صادق ؓ سے اور اُنکو حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے اور اُنکو حضرت سلمان فارسی سے اور اُن کو حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اُن کو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ حماد بن مسلم دباس رضی اللہ عنہ

آپ اجلاے مشائخ بغداد اور رؤساے زہاد سے تھے صاحب کشف خارق و حالات نفیسہ و کرامات ظاہرہ و وجاہت سینہ تھے علوم حقائق کے بیان اور تربیت مریدین مین آپکو قبولیت عامہ حاصل تھی آپکے وقت مین بغداد مین کوئی آپ کے مثل نہ تھا موارد مخفیہ کا کشف آپ کا بہت بڑھا ہوا تھا آپ کا شمار عظماے مشائخ بغداد مین تھا تمام فقرا اور صوفیہ آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے آپ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے پیر صحبت و خلافت بھی تھے اور حضرت آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے اور کرامات بھی روایت کرتے تھے شیخ ابو الوفا جب بغداد مین تشریف لاتے تھے تو آپ ہی کے یہان ٹھہرتے اور آپ کی بہت تعظیم کرتے علاوہ ان کے تمام مشائخ بغداد آپکے حکم کو بہت معظم و موقر خیال کرتے اور آپ کے سامنے مودب بیٹھکر آپ کے کلام کو بہت غور سے سنتے تھے اور جس بات مین باہم مشائخ مین اختلاف ہوتا اسمین آپ ہی حکم کیے جاتے تھے حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی کہا کرتے تھے کہ اگر شیخ ابو القاسم قشیری شیخ حماد دباس کو دیکھتے تو اُن کا تذکرہ اپنے رسالہ مین بہت سے مشائخ کے تذکرون پر مقدم کرکے لکھتے شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کہتے تھے کہ شیخ حماد دباس کی تدقیقات متقدمین سے بہت بڑھی ہوئی ہے اور آپ اپنے نفس کے ساتھ شدید المناقشہ تھے نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک امیر کو جو گھوڑے پر نشہ کی حالت مین سوار تھا دیکھکر تنبیہ کی اُس نے آپکے ایک کوڑا مارا آپ نے کہا کہ اے

سلہ دبس بکسر تین معنی بشیرہ خرما و شہد اور دباس شیرہ بیچنے والے کو کہتے ہین ۱۲ منہ

اللہ کے گھوڑے اسکولے وہ گھوڑا اجلی سا کو ند کر پلٹا اور ایسا بھاگا کہ پھر اُس کا پتہ ہی نہ لگا بعد کو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ کوہ قاف کے اس طرف مر گیا اور وہین سے اُٹھایا جائیگا۔ نقل ایک مرتبہ آپ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کو گئے راستہ مین کسی گھر سے ایک لڑکی کے گانے کی آواز سُنی فوراً اپنے گھر پلٹ آئے اور لڑکے بالون کو جمع کر کے فرمایا کہ کون گناہ آج ہوا ہے جسمین مین پکڑا گیا ہون سب نے کہا کہ کوئی نہین سوا اسکے کہ کل ایک برتن مول آیا تھا اُسمین تصویر بنی تھی آپ نے فرمایا کہ اسی کی یہ شامت ہے وہان سے اُٹھکر آپ نے فوراً اُس برتن کی تصویر کو مٹا دیا علم تصوف مین آپ کا کلام بہت عالی ہوتا تھا چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ دل تین طرح کے ہوتے ہین ایک وہ جو دُنیا مین مشغول رہے دوسرا وہ جو آخرت مین مشغول رہے تیسرا وہ جو اللہ مین مشغول رہے تو جو دل دنیا مین مشغول رہا وہ زندیق ہوا لہذا اپنے دل کو یقین کے ذریعہ سے پاک کرنا چاہیے تاکہ اُسمین حق تعالی کی قدرتین ظاہر ہون اور اللہ کی طرف سب سے قریب راہ محبت کی ہے یا وہ چیز جو اس محبت مین صفائی پیدا کرے ایسا کہ محب محض روح بلا نفس رہجائے تو جب تک نفسانیت باقی رہے اُسوقت تک اللہ کی وجہ سے دوستی رکھے اور جب نفسانیت مٹجائے تب سمجھے کہ اللہ کی سچی محبت پیدا ہوئی شیخ ابونجیب سہروردی فرماتے تھے کہ جن مشائخ بغداد سے مین ملا ہون اُن مین سب سے زیادہ بزرگ مین نے شیخ حماد کو پایا اور یہی وہ پہلے بزرگ تھے جن کی برکت اللہ نے مجھپر ظاہر کی آپ کا بنایا ہوا شیرہ ایسا ہوتا تھا کہ جسمین نہ بھڑ جاتی تھی نہ مکھی اور آپ کا رعب و داب ایسا تھا کہ جس سے ہر شخص خوف کھاتا تھا خلیفہ مسترشد باللہ کے بعض غلام آپ کی ملاقات کو آیا کرتے تھے اُن مین سے ایک شخص خلیفہ وقت کا زیادہ مُنھ لگا تھا اور آپ اُس سے فرمایا کرتے تھے کہ مین تیری قسمت مین قرب الٰہی کا حصہ دیکھتا ہون تو دنیا چھوڑ دے وہ اُسکو کچھ سنتا نہ تھا اور نہ اسکی کوئی فکر کرتا کئی بار آپنے اس سے فرمایا مگر اُس نے نہ سُنا آخر آپ نے ایک بار فرمایا کہ اب مجھے اللہ کا حکم تیرے بارہ مین یہ ہے کہ مین تجھے خلق سے علیحدہ کر کے حق کی طرف پہونچا دون لہذا مین نے برص کو حکم دیا ہے کہ وہ تیرے جسم کو ڈھانپ لے آپ یہ باتین کر رہے تھے کہ اُس کا سارا بدن سفید ہو گیا حاضرین یہ دیکھکر حیران ہو گئے وہ غلام وہان سے اُٹھ کر خلیفہ کے پاس چلا گیا خلیفہ نے یہ حال دیکھ کر طبیبون کو جمع کیا۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ یہ مرض لاعلاج ہے تب خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کا مال اور اسباب اسکو دے کر

دارالامارۃ سے باہر نکال دو جب وہ نکالا گیا تو آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور بعد قدمبوسی
کے اپنی بیماری کا سب حال بیان کیا اسیوقت سے آپ کی خدمت مین رہ پڑا
خدمت کرنے لگا آپ نے ایک روز اُس کا کرتہ اتار کر کہا کہ اے برص تو جہان سے آیا ہے
وہان چلا جا فوراً اُس کا سارا بدن صاف ہو گیا اور سب سفیدی سٹ گئی اُسکو خطرہ آیا کہ اب
پھر کلہ خلیفہ کے پاس جانا چاہیے تب آپنے اُسکے خطرہ پر مشرف ہو کر اُسکی پیشانی پر انگلیون
سے ایک نشان کھینچدیا اُتنا حصہ پھر سفید ہو گیا آپنے کہا کہ بس اب یہ نشان تجھے خلیفہ کے
پاس نہ جانے دیگا چنانچہ وہ مدۃ العمر آپ ہی کی خدمت مین رہا اور مر گیا بہجۃ الاسرار مین ہے
کہ شیخ ابو محمد حسن بن قوقا بغدادی کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو محمد عبداللطیف بن سمر بن
عسکر بن قاسم بن محمد ازجی مخزومی مودب نے بیان کیا اور اُن سے اُن کے دادا عسکر
صاحب قاضی ابی سعد مخزومی نے وہ کہتے تھے کہ شیخ حماد دباس کی مجلس مین ایک
بار حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا اور حضرت اُس زمانہ مین جوان تھے
تو آپ نے کہا کہ مین نے شیخ عبدالقادر کے سر پر ولایت کے دو علم دیکھے جو اُن کے
لیے نصب کیے گئے تھے تحت الثری سے ملکوت اعلیٰ تک اور مین نے منادی غیب سے
سنا کہ وہ افق اعلیٰ مین اُن کو صدیقین کے القاب سے پکارتا تھا شیخ شمس الدین
ابو المظفر یوسف بن قزعلی بغدادی عونی سبط حافظ ابن الجوزی کہتے تھے کہ آپ کے اور
فضائل اگرنہ بھی ہوتے تو یہ کیا کم فضیلت ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر آپکے شاگردون مین
سے تھے اصل مین آپ رہنے والے رحبہ شام کے تھے پھر بغداد کے محلہ مظفریہ مین رہے
اور وہین سنہ پانسو پچیس مین وفات پائی آپ کی عمر بہت ہوئی اور مقبرہ شونیزیہ مین دفن
ہوے وہان آپ کا مزار مشہور ہے اور بعضے کہتے ہین کہ آپ کا مزار دمشق کے مقبرہ باب المعلی
مین ہے مگر صحیح اول ہی روایت ہے یعنی مقبرہ شونیزیہ مین دفن ہونا آپ مرید و خلیفہ
حضرت شیخ ابو محمد طلحہ شنبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے جن کا سلسلہ اوپر حضرت
تاج العارفین شیخ ابو الوفا کے حال مین بیان ہو چکا ہے اور نیز آپ نے اخذ کیا شیخ
ابی سعید محمد مغربی سے اُنھون نے شیخ ابی بکر احمد بن عثمان مغربی سے اُنھون نے حضرت
شیخ ابی الفضل عبدالواحد تمیمی سے تا آخر سلسلہ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ

آپ کا اصلی نام مبارک بن علی بن حسین بن بندار ہے اور کنیت ابوسعید اور بعضے ابوسعد لکھتے ہین چنانچہ حافظ ابن ناصر الدین نے نکات الاثیریہ علی الاحادیث الجزریہ مین یہی لکھا ہے اور منتخب بہجۃ الاسرار مین بھی سعد ہی لکھا ہے اور ابوسعید بھی آیا ہے اور ابی سعید بھی آیا ہے اور لفظ مخرمی بہ رسالہ خرقہ امام ابن العربی مین بکسر را مہملہ مشددہ ہے منسوب بہ مخرم جو بغداد مین پورب کی طرف ایک محلہ کا نام ہے اور اسمین یزید بن مخرم کے اولاد کے بعضے لوگ رہتے تھے اور وہ محلہ اخیین کی طرف منسوب تھا یہ منذری نے لکھا ہے اور طبقات ابن رجب مین بھی ایسا ہی لکھا ہے شیخ مجد الدین شیرازی کہتے تھے کہ یہ ایک محلہ ہے بغداد مین یزید بن المخرم کا اور اخیین کی موافقت علامہ ذہبی اور ابن جزری اور ابن ناصر الدین اور یافعی اور زادہ اور شیخ علی متقی اور شیخ عبد الوہاب متقی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے کی ہے اور قشاشی اور کردی اور سندی نے بھی اور نفحات اور اسکے حاشیہ مین ہے کہ اسانید حنبلیہ بلاد ہند مین مشہور ومذکور مخزومی ہے مین کہتا ہون کہ اگر یہ صحیح بھی ہو تو دونون صورتون کے جمع ہونے مین کیا مضائقہ ہے یعنی آپ اُس قبیلہ سے ہون اور اس محلہ مین رہتے ہون شیخ محمد بن یحییٰ تاد فی حنبلی قلائد الجواہر مین لکھتے ہین کہ مخرمی بضم میم وفتحہ خا معجمہ وکسرہ را مہملہ مشددہ پھر میم بعد اُس کے یا یہ نسبت ہے محلہ مخرم کی طرف جو بغداد مین ہے اور اسمین بعض اولاد یزید بن مخرم کی جو بنی مخرم کہلاتے تھے آکر رہے تھے اسی وجہ سے اُس کا نام مخرم ہوگیا آپ اجلہ علما زمانہ سے تھے اور بہت بڑے فقیہہ اور جامع علوم ظاہری وباطنی اور حنبلی المذہب تھے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے علوم درسیہ بھی آپ سے پڑھے تھے بعض کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عہدۂ قضا پر بھی مامور رہے پھر سب ترک کردیا مدرسہ ازج کی بنا آپ ہی نے ڈالی اور اپنی حیات مین اُسکو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کو دیدیا تھا کہ جسمین مدۃ العمر حضرت نے درس دیا اور صاحبزادون نے بھی آپ کی وفات کے بعد پڑھایا آپ خود فرماتے تھے کہ شیخ عبد القادر نے خرقہ مجھ سے پہنا اور مین نے اُن سے اور ہر ایک نے دوسرے سے تبرک لیا امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ آپ مذہب مین کبار ائمہ سے شمار کیے جاتے تھے روایت حدیث قاضی

ابی یعلی اور ایک جماعت ائمہ سے کی اور فقہ شیخ ابی جعفر بن ابی موسی سے پڑھی اور بڑے
زاہد اور متورع صاحب فضائل جلیلہ ومحاسن جمیلہ وقدوۂ اولیاء زمان وزبدۂ مشائخ
جہان وصاحب مقامات بلند وکرامات ارجمند تھے صبر ورضا توکل وتفویض مین قدم راسخ
رکھتے تھے اور تجرید وتفرید مین یگانۂ وقت تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحب تھے
آپ کی وفات سنہ پانسو تیرہ مین باتفاق اہل تواریخ ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ دس محرم
سنہ مذکور زمانہ خلافت مسترشد باللہ خلیفہ بست ونہم عباسی مین آپ کی وفات ہوئی آپ نے
خرقہ پایا شیخ الاسلام ابی الحسن علی بن احمد سے جیسا کہ جمہور محدثین اور مورخین کا قول ہے
اور انھین کی موافقت مرداد اور قشاشی اور کردی اور ابن العربی اور مولانا جامی اور محدث
دہلوی نے بھی کی ہے اور وہ شیخ محمد بن یوسف قرشی اموی ہکاری کے بیٹے تھے علامہ
ابن خلکان آپ کے حال مین لکھتے ہین کہ ابو الحسن علی بن احمد بن یوسف بن جعفر بن عرفۃ الہکاری
ان کا لقب شیخ الاسلام تھا یہ اولاد عتبہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن اُمیہ سے تھے
اور بڑے کثیر الخیر والعبادۃ بہت شہرون مین پھرے اور علماء ومشائخ کی خدمت مین گئے
اور اُن سے حدیث پڑھی پھر خانہ نشین ہوگئے بہت لوگ ان کی طرف رجوع ہوے اور
معتقد ہوے اور شیخ ابو العلاء معری سے بھی یہ ملے ہین اور اُن سے بھی حدیث سنی ہے
جب اُن کے پاس سے واپس آئے تو اُن کے بعضے یارون نے اُن کی کیفیت اور عقیدہ کا
حال پوچھا تب اُنھون نے کہا کہ وہ ایک مرد مسلمان ہے اور مین نے بعضے اکابر سے سُنا
کہ اُنھون نے ان سے کہا کہ تم شیخ الاسلام ہو تب انھون نے کہا کہ نہین بلکہ مین ایک شیخ
ہون اسلام مین ان کی ولادت سنہ چارسو نو مین ہوئی اور وفات اوائل محرم سنہ چارسو چھیاسی
مین اور ہکاری بفتح ہا وتشدید کاف اور بعد الف را مہملہ یہ نسبت ایک قبیلہ اکراد کی طرف ہے
جنکے مکانات اور قلعہ اور گانون بلاد موصل سے پورب جانب واقع ہین اور قاموس مین ہے
کہ ہکاریہ بہ تشدید کاف ایک گانون ہے موصل پر حاشیہ طبقات شعرانی مین ہے کہ ہکار
بفتح ہا وتشدید کاف اور آخر مین را مہملہ بعد الف ایک شہر کا نام ہے جو پہاڑ کے قریب موصل
کے جزیرہ سے اوپر واقع ہے کذا فی الانساب اور ابن اثیر لباب مین لکھتے ہین کہ ہکاریہ
ایک ولایت کا نام ہے اطراف موصل مین جسمین قلعہ اور گانون ہین اور انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ
مین ہے کہ ہکاری بہ تخفیف کاف منسوب بہکارہ جو اکراد کا ایک قبیلہ ہے اور یہی قول شیخ

ابراہیم کردی کا ہے اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ پر اور ملا عبد الغفور لاری شیخ عدی
بن مسافر کے حال مین لکھتے ہین کہ لفظ ہکاری جو قبیلہ اکراد کی طرف منسوب ہے وہ بہ تخفیف
پڑھنا چاہیے اور جو ہکاریہ کی طرف منسوب ہے وہ بہ تشدید پڑھنا چاہیے تطبیق اسی طرح
ہو سکتی ہے اور شیخ الاسلام ابو الحسن علی اموی قرشی منسوب ہین شہر ہکاریہ کی طرف
نسب الانساب کی بعض تحریرات مین ایسا ہی دیکھا گیا ہے حضرت شیخ ابو الحسن نے اخذ کیا
شیخ ابو الفرج محمد بن عبد اللہ طرطوسی سے یہ نسبت ہے طرسوس کیطرف قاموس کہ طرسوس مثل حلزون ایک اسلامی
شہر کا نام ہے جو پہلے ارمن کا تھا پھر مسلمانون کو ملگیا یہ علاوہ شیخ ابو الحسن سلمی کے ہین جو اساس
مین آکر رہے تھے مگر اُن کی یہ کنیت اور کہین نہین لکھی دیکھی گئی اور سلمی کے بارہ مین ذہبی کا قول
ہے کہ یہ کچھ نہ تھے اور شیخ ابی الفرج نے اخذ کیا شیخ ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز سے
اسی طرح ہمارے مشائخ کی سند مین بھی ہے اور محدث لخمی اور شیخ اسحٰق محدث طبری اور
فقیہہ تقی شعبی اور حافظ برہان علوی اور فقیہہ جمال بن عمر اور حافظ شمس الدین ابن الجزری
اور حافظ ابی الفتوح طاؤسی اور محدث رداد اور یافعی وغیرہ کے اسناد مین بھی ہین اور
شیخ ابی الفضل نے اخذ کیا حضرت شیخ ابی بکر شبلی جعفر بن یونس سے جیسا کہ اسکی تصحیح شیخ الاسلام
ہروی نے کی ہے اور انھین کی متابعت جامی نے بھی کی ہے اور یہی اُن کے مزار پر بغداد
مین لکھا ہوا بھی ہے اور سلمی اور قشیری اور کلاباذی اور جلالی اور ابن خلکان اور ذہبی
اور یافعی ان کا نام دلف[1] بن جحدر[2] لکھتے ہین اور بعضون نے دلف بن جعفر لکھا ہے اور لخمی
ابو بکر بن محمد بن خلف لکھتے ہین اور کنیت دلف اور محدث رواد کہتے ہین کہ اسی پر ہمارے
مشائخ بھی متفق ہین اور اُنھین کے تابع قشاشی اور کردی اور سندی بھی ہین کہ محمد بن دلف
بضم دال مہملہ و فتح لام بن خلف بن محمد جحدر بفتح جیم بعد اُس کے دال و را مہملہ بروزن
جعفر یہ محدث فقیہہ مالکی مصری بغدادی تھے سماع مین ان کی وفات ہوئی جیسا کہ ہروی
کی روایت سے معلوم ہوتا ہے حافظ یونس عباسی اور اُن کے دوست شیخ ابن العربی
اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور قسطلانی اور قدوۃ الجمال عسقلانی اور امام جلال
بخاری محدثین اور فقیہہ محدث شیخ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ اور

[1] دلف بفتح دال و بفتحتین آہستہ چلنا اور بوڑھون کی چال اور سامنے آنا لشکر کا لڑائی مین کذا فی المنتخب

[2] جحدر یعنی کوتاہ ۱۲

حافظ ابوالمظفر یوسف سرسمری اور حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر دمشقی مشہور
با بن ناصر الدین اور حافظ زین رضوان مقری اور حافظ سخاوی اور شیخ علی متقی
اور محدث تشاشی اور کردی وغیرہم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابی الفضل
عبدالواحد بن عبد العزیز یتیمی کا قول ہے کہ مجھکو لباس پہنایا میرے والد عبدالعزیز
بن حارث یتمی نے اور شیخ ابو بکر شبلی نے اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری شافعی
شارح بخاری کہتے تھے اور اُن کے تابع اُن کے بیٹے بھی تھے کہ شیخ عبدالعزیز تیمی
نے شیخ ابو القاسم احمد سے اور اُنھون نے شیخ ابو بکر عبداللہ شبلی سے اخذ کیا اور
لباس پہنا اور فصول سعودیہ مین ہے کہ شیخ عبدالواحد بن عبد العزیز تیمی کی کنیت
ابوالفضل تھی اور اُن کے والد کا نام عبد العزیز تیمی بن حرث بن اسد تھا آپ کی وفات
ماہ جمادی الآخر سنہ چار سو پچیس ہجری مین ہوئی اور مزار آپ کا مقبرہ حضرت امام احمد
بن حنبل مین ہے اور اُن کے مرشد شیخ ابو بکر شبلی تھے اور شیخ عبدالعزیز اپنے والد
کے واسطہ سے حضرت شبلی کو پہونچے ہین والاعتماد علی الاول اور حضرت مرشدی و
مرشد الشیخ والشاب سیدنا ومولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ اپنی کتاب کشف المتواری
مین تحریر فرماتے ہین کہ بعضے خاندان قادریہ مین درمیان حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد اور حضرت
ابو بکر شبلی کے حضرت عبدالعزیز تیمی کا واسطہ لکھتے ہین اور بعضے جگہہ نہین لکھتے تو دونون
صورتین جائز ہین اس لیے کہ شیخ ابی الفضل اپنے والد شیخ عبدالعزیز سے بھی مجاز تھے
اور شیخ ابو بکر شبلی قدس سرہ سے بھی کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ بیشک جب ایک زمانہ
مین دونون صاحبون کا ہونا ثابت ہے اور یہ بھی کہ حضرت شیخ ابوالفضل نے دونون سے
اخذ طریقہ کیا تو دونون طرح سے آپ نے سلسلہ جاری فرمایا ہوگا اور اس مین کوئی مضائقہ
نہین اور محرر سطور کے سلسلہ مین بھی یونہی ہے کہ آپکے نام کے بعد آپ کے حضرت والد
ماجد کا واسطہ ہے ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب الاشربہ مین بعد ایک بحث کے لکھتے
ہین کہ علما کا قول ہے کہ خرقہ نبویہ مین کثرت وسایط افضل ہے بوجہ حصول برکت کے بخلاف
اسناد کے کہ اسمین جب قلت وسایط ہوگی تو اس کا درجہ اعلیٰ ہوگا کیونکہ وہ خطار فی الروایت سے
بعید ہوگا شیخ محمد اکرم مناہج السالکین مین لکھتے ہین کہ حضرت خواجہ بزرگ کا ارشاد ہے کہ

سلہ مراد از حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ منہ

علم باطن کی سند مین جتنے واسطہ زیادہ ہون گے اُتنی ہی وہ سند عالی ہوگی اس واسطے کہ مشایخ انوار حقیقت کے مقتبس مشکوۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے ہین توجسقدر کہ اُن کے انوار باطنی کا اجتماع ہوگا اُتنے ہی اُن کے واسطے سے طالب پر راہ زیادہ واضح ہوگی اور بعضے محققین کا قول ہے کہ کثرت وسایط سے مراد اُن واسطون کی کثرت ہے سند کے طول مین جسکو سلسلہ و شجرہ کہتے ہین نہ کثرت عرض مین کہ وہ روایت حدیث مین معتبر ہے پس کثرت واسطون کی طول کے طریقہ پر باعث علو اسناد علم باطن ہے بخلاف روایت احادیث کے کہ ان مین جتنے وسایط طول مین کم ہون گے اتنے ہی وہ اسناد قوی تر ہونگے اور یہ عبد العزیز بن حارث ابی الحسن تمیمی حنبلی وہ نہین ہین جنھون نے ایک یا دو حدیث غلط بنا کر سند امام مین رکھدین اور بعضے کے موضوع ہونیکا اعتراف کیا نسال اللہ العافیۃ والسلامۃ اور اگر خدا نخواستہ ہون بھی تو یہ ممکن ہے کہ یہ فعل اُن سے قبل توبہ کرنے اور حضرت شبلی کی خدمت سے مشرف ہونے کے سرزد ہوا ہو واللہ اعلم بتعیین احد الامرین اور شبلی نسبت ہے شبلہ کی طرف جو ایک گانون ہے مضافات اسروشنہ بلاد ماوراء النہر سے اُن کی وفات ۳۳۴ھ تین سو چونتیس مین ہوئی کذا فی تاریخ الیافعی انھون نے تربیت کی حضرت خیر النساج ابی الحسن محمد بن اسمعیل سامری بغدادی صاحب ابی حمزہ بغدادی اور حضرت سری سقطی کی مجلس مین اور اخذ کیا حضرت سید الطائفہ ابی القاسم جنید بن محمد بن جنید قواریری الزجاج الخزاز بغدادی سے انکا نام اسیطرح ائمہ متقدمین یعنی سمعانی اور سبکی وغیرہ نے لکھا ہے اور قاموس مین ہے کہ جنید مثل زبیر لقب ہے ابی القاسم سعید بن جنید سلطان طائفہ صوفیہ کا اُن کی وفات سنہ دو سو اٹھانوے مین ہوئی یہ اصل مین نہاوند کے رہنے والے تھے اور مولد و منشا عراق تھا کذا فی تاریخ الیافعی حضرت جنید نے اخذ کیا اپنے ماموں فقیہہ محدث ابو الحسن سری سقطی ابن مغلس سے سَرِی بروزن حری یعنی جوان مرد مغلس بغین معجمہ اسکے معنی اندھیرے مین نماز فجر پڑھنے والے کے ہین اور سقطی نسبت ہے سقط کے بیچنے کی طرف قاموس مین ہے کہ سقط ردی اسباب کو کہتے ہین تاریخ ابن خلکان مین ہے کہ مغلس بضم میم و فتح غین معجمہ و کسر لام مشددہ بعد اس کے سین مہملہ ہے اُنکی وفات

سلہ سوال کرتے ہین اللہ سے آرام اور بچاؤ کا ۱۲ منہ سکہ اور اللہ بڑا جاننے والا ہے دو باتون سے ایک بات کا ۱۲ منہ

سنہ دوسو تین مین ہوئی اور انھون نے اخذ کیا بقول صحیح فقیہ محدث ابی محفوظ معروف بن فیروز و بقولے فیروزان سے اور بعضے اُن کو علی کرخی کہتے ہین تاریخ ابن خلکان مین ہے کہ کرخ بفتح کاف و سکون را بعد اُس کے خا معجمہ نو جگہون کا نام ہے جنکو یاقوت حموی نے اپنی کتاب مین لکھا ہے مشہور تر اُن مین کرخ بغداد ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ وہین کے رہنے والے تھے اکثر حفاظ حدیث یعنی ابونعیم اصبہانی اور ابن جوزی نے اُن کے مناقب مین کتابین لکھی ہین ابن جوزی صفوۃ الصفوۃ مین لکھتے ہین کہ ابراہیم حربی کہتے تھے کہ حضرت معروف کی تربت قضاے حاجات اور اجابت دعوات کے لیے تریاق مجرب ہے اور اسکا تجربہ متواتر اہل معرفت اور ثقہ لوگون کو ہوا اُسکے ناقل سلمی و قشیری و ہروی و ابن خلکان و یافعی و سبکی و شمس ابن الجزری و مجد لغوی و شعرانی وغیرہ تھے اور یہی اور بہت لوگون کا بیان ہے کہ اُن کے مزار سے استسقا کیا جاتا ہے اور علامہ ذکریا انصاری شرح رسالہ قشیریہ مین لکھتے ہین کہ اشہب اور ابن القاسم کی نسبت بھی یہی کہا جاتا ہے کہ وہ مستجاب الدعواۃ تھے اور اُن کی قبور بھی تریاق مجرب ہین اور یہ دونون امام مالک کے شاگرد تھے اور ابن حبان نے ثقات مین لکھا ہے کہ حضرت معروف کرخی کے کرامات اور استجابت دعا کے بارہ مین عباد و قرا اہل عراق سے بہت حکایتین منقول ہین اور حضرت معروف کرخی نے اخذ کیا امام ہمام محدث فقیہ حضرت امام ابی الحسن علی رضا سے رضا بکسر را و ضاد معجمہ بقول صاحب تقریب وغیرہ ہے اور بتجربۂ متواترۂ اہل سنت ثابت ہے کہ حضرت کے مزار پر اندھے حاضر ہو کر اچھے ہو گئے ہین اور ایسی کرامتین بہت آپکے مزار فائز الانوار کی لکھی ہوئی ہین بس ملا علی قاری کا اپنے رسالہ موضوعات مین یہ لکھنا کہ اندھون کے بینا اور لنجون و لنگڑون کے ٹھیک ہو جانیکو بقبرہ حضرت امام علی بن موسی رضا رضی اللہ عنہ سے شیعہ جو ثابت کرتے ہین تو یہ بہتان ہے یہ قول کچھ نہین کیونکہ یہ تو امر مشہود و محسوس کی صریح انکار ہے ابن حبان صاحب الصحیح اپنی کتاب الثقات مین حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے حال مین لکھتے ہین کہ جب مین طوس مین تھا تو کوئی امر مکروہ مجھے ایسا نہین پیش آتا تھا جسمین آپکے مزار شریف کی زیارت کر کے اللہ تعالی سے اُسکے دفع ہونے کی دعا نہ کرتا ہون اور وہ دور نہ ہو جاتی ہو اور مین نے اس کا بہت مرتبہ تجربہ کیا ہے اماتنا[1] اللہ علی محبۃ المصطفے واہل بیتہ اجمعین

[1] موت دے ہم کو اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ساری اولاد کی محبت پر ۱۲ منہ

اور حضرت امام علی بن موسی رضا علیہ السلام نے اخذ کیا اپنے والد یا جد حضرت امام ابی الحسن ابی ابراہیم موسی الکاظم رضی اللہ عنہ سے جنکے متعلق حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت امام موسی کاظم کا مزار تریاق مجرب ہے اور اسکو بہت لوگون نے لکھا ہے کہ جنمین شیخ احمد زروق مغربی وغیرہ بھی ہین اور حضرت امام موسی کاظم نے اخذ کیا اپنے والد یا جد امام ابی عبد اللہ جعفر صادق سے اور اُنھون نے اپنے والد یا جد امام محمد باقر سے اور اُنھون نے اپنے آبا ر کرام سے علیہ وعلی آبائہ الصلوۃ والسلام تحقیق رشیق حضرت سید الطائفہ جنید نے امام الطریقہ ابی عبد اللہ یا ابی الحارث بن اسد محاسبی بصری بغدادی سے بھی استفاضہ کیا ہے جو محدث وفقیہہ شافعی صاحب تصانیف کثیرہ زہد اور اصول دیانات مین تھے اور مخالفین معتزلہ ورفضہ کی تردید بھی کرتے تھے جیسا خطیب وغیرہ نے لکھا ہے اور محدثین وفقہا نے جو ان کی تعریف کی ہے وہ طبقات کبری سبکی وغیرہ مین موجود ہے اور سبکی نے طبقات مین لکھا ہے کہ ایک گروہ صوفیہ کا قول ہے کہ اُن کے مصنفات دوسو کی تعداد تک پہونچے ہین اور اُنھین کی تصنیف کتاب القصد الی اللہ اور کتاب الرعایۃ اور کتاب فہم السنن وغیرہ ہین ذہبی کا ان کو ضعفا مین لکھنا باوصف اسکے کہ کسی نے ان کی تضعیف نہین کی سوا اسکے کہ وہ باطل ہو اور کیا کہا جائے اور اسیطرح ابن جوزی کا اپنی کتاب تلبیس ابلیس مین ان کی کتابون پر کلام کرنا بھی مستوجب ملامت ہے اور حضرت جنید کو امام محمد بن علی القصاب اور امام محمد بن منصور طوسی بغدادی محدث اور امام ابی احمد قلانسی مصعب بن احمد مروزی بغدادی اور ابی علی حسن بن علی المسوحی سے بھی استفاضہ ہے اور وہ اُن کے ہم زمانہ تھے اُنھون نے سری اور رحانی سے اخذ کیا اور نیز حضرت جنید نے خرقہ پہنا ابی محمد جعفر الخذ ارسے کہ جو اُن کے اقران سے تھے اُنھون نے عبد الرحیم ابی عمرو الاصطخری سے اُنھون نے ابی تراب نخشبی سے اُنھون شقیق بلخی سے اُنھون نے حضرت ابراہیم بن اُدہم سے اور حضرت سری نے اخذ کیا بشر حانی اور فضیل بن عیاض سے

---

۱ ان کی وفات ۱۸۳ھ ہجری مین ہوئی ۱۲ منہ ۲ ان کی وفات شعبان ۱۴۸ھ مین ہوئی اور سن شریف تراسی برس کا ہوا ۱۲ منہ ۳ ان کی وفات سترھوین جمادی الاولی سنہ دو سو پینتالیس ہجری مین ہوئی ۱۲ منہ ۴ ان کی شہادت ۲۴۰ھ ہجری مین ہوئی اور مزار ختلان مین ہے ۱۲ منہ ۵ ان کی وفات سولھوین جمادی الاول ۱۶۲ھ یا ۱۶۳ھ مین ہوئی اور مزار جبلہ شام مین ہے اور ایک روایت مین بغداد مین اور قول اول صحیح ہے ۱۲ منہ

اوران کی روایت ان دونون سے بھی ثابت ہے جیسا کہ تہذیب اور تذہیب اور لسان المیزان مین ہے اور حضرت سری نے اخذ کیا ابی جعفر سماک بغدادی سے اور حضرت معروف کرخی رحمہ کا استفادہ اور کئی جگہون سے بھی ثابت ہے جنکی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے اخذ کیا امام ہمام جامع علوم کتاب و سنت واخرو فقہ ونحو وفصاحت وشعر ابی سلیمان داؤد بن نصیر طائی خراسانی کوفی سے تو بعض خاندانون مین حضرت داؤد طائی کا واسطہ نہین ہے جیسا کہ کاتب الحروف کے سلسلہ مین ہے اور بعضے خاندانون مین ہے جیسے اُس سلسلہ مین جو حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ کو پہونچا ہے حضرت مرشدی کشف المتواری مین فرماتے ہین کہ حضرت معروف کرخی کو حضرت داؤد طائی سے بھی پہونچا اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی اور اس صورت مین کوئی قباحت نہین اور حضرت معروف کرخی کو حضرت داؤد طائی سے پہونچنا اور کتب معتبرہ سے بھی ثابت ہے چنانچہ نفحات مین حضرت معروف کرخی کے حال مین لکھا ہے کہ حضرت معروف کرخی نے حضرت داؤد طائی کی صحبت اٹھائی اور طبقات شعرانی مین بھی یہی ہے اور شیخ ابوالقاسم قشیری اپنے رسالہ مین باب الصحبت مین لکھتے ہین کہ اُستاد ابو علی کہتے تھے کہ مین نے اس طریقہ کو نصر آبادی سے لیا اور نصر آبادی نے حضرت شبلی سے اور حضرت شبلی نے حضرت جنید سے اور حضرت جنید نے حضرت سری سے اور حضرت سری نے حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف نے حضرت داؤد سے اور یہی شیخ ابی بکر بن داؤد اور شیخ عبدالجلیل ابن العبید رودس اور مسند الدنیا سلفی نے بھی لکھا ہے اور سلفی وہ شخص تھے جنکی شان مین ذہبی کا قول ہے کہ یہ شیخ الاسلام وحجت الرواۃ تھے اور ان کا حال بالتفصیل طبقات ذہبی اور طبقات سبکی وغیرہما مین موجود ہے اور وہ شیوخ اجازت امام ابن العربی سے تھے اور اسی پر اعتماد صاحب مجمع الاحباب کا ہے اور شیخ الاسلام ہروی نے اپنے طبقات مین لکھا ہے کہ حضرت معروف کرخی نے صحبت اُٹھائی حضرت داؤد طائی کی اور جامع الاصول مین بھی یہی ہے اور کشف المحجوب مین ہے کہ معروف بن فیروز کرخی حضرت سری سقطی کے استاد تھے اور حضرت داؤد طائی کے مرید اور حضرت شیخ سعید فرغانی کہ اکابر خلفاے شیخ علی برغش[1] سے تھے اپنی کتاب مناہج العباد مین لکھتے ہین کہ حضرت جنید نے اپنے ماموں حضرت سری سقطی سے اخذ کیا اور حضرت سری سقطی نے حضرت معروف کرخی سے

---

[1] برغش بباے موحدہ ورائے مہملہ وغین معجمہ آخر بین شین ۱۲ منہ

اور اُنھون نے حضرت داؤد طائی اور حضرت امام علی بن موسی رضا سے اور حضرت داؤد طائی نے حضرت حبیب عجمی سے اور اُنھون نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اُنھون نے جناب امیر علیہ السلام سے اور اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور خواجہ محمد پارسا بخاری فصل الخطاب مین لکھتے ہین کہ حضرت شیخ نجم الحق والدین ابو الجناب احمد بن عمر بن محمد بن عبد اللہ صوفی نے اپنے ایک اجازت نامہ مین جو شیخ جمال الدین سادی کو لکھا تھا لکھا ہے کہ مین نے مصر مین صحبت اُٹھائی شیخ روزبہان کبیر فارسی کی اور اُن سے علم طریقت سیکھا پھر شیخ ابی القاسم گرگانی کے حال مین لکھا ہے کہ اُنھون نے صحبت اُٹھائی شیخ ابو عثمان مغربی کی اور اُن سے علم طریقت اخذ کیا اور اُنھون نے صحبت اُٹھائی اور علم طریقت سیکھا شیخ ابی علی کاتب سے اور شیخ ابی علی نے شیخ ابو علی روزباری سے اور شیخ ابو علی نے حضرت جنید سے اور حضرت جنید نے اپنے ماموں حضرت سری سقطی سے اور حضرت سری نے حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف کرخی نے حضرت داؤد طائی سے اور حضرت داؤد نے حضرت حبیب عجمی سے اور حضرت حبیب عجمی نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اور اُنھون نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت اُٹھائی اور علم طریقت لیا اور یہی صحیح ہے اور یہ جو بعضے کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی صحبت اُٹھائی اور اُن سے علم طریقت لیا تو یہ صحیح نہین ہے واللہ اعلم بحقیقتہ۔ لیکن حضرت شیخ نجم الدین کبری نے بعد کو اس امر کی تحقیق کر کے اس قول سے رجوع کی ہے اور منتخب التواریخ مین جو بعضے محدثین کی تصنیف اور عمدہ کتاب ہے خود شیخ کے دستخطی اجازت نامہ سے جو اُنھون نے شیخ رضی الدین علی ابن ابی العلا سعید غزنوی معروف بہ لالا کو لکھا ہے یہ نقل کیا ہے کہ اما بعد کہتا ہے ضعیف تر بندگان خدا احمد بن عمر ابن محمد بن عبد اللہ صوفی کہ مین نے خرقہ پہنا حضرت شیخ اسمعیل بن حسن غزنوی ابی عبد اللہ قصری سے تا آخر سلسلہ پھر لکھتے ہین کہ عبد الواحد بن زید شاگرد حسن بصری کی تھی اور اُنھون نے خرقہ پہنا کمیل بن زیاد سے اور خواجہ حسن بصری شاگرد حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے تھے اور ان دونون تحریرون کی تاریخ گو معلوم نہین ہے لیکن اسکے متعلق یہی قیاس بہتر ہے کہ اول اجازت نامہ پہلے کا ہے تا کہ خلاف سواد اعظم بلکہ اجماع اہل معرفت نہو با این ہمہ کہ ثانی مثبت اور اوّل نافی ہے اور اسی کی موید یہ ہے کہ شیخ رضی الدین علی لالا آخر عمر تک حضرت شیخ نجم الدین کبری کی خدمت مین رہے

اور ان کی شہادت کے کچھ پیشتر تخمیناً ایک ماہ کم وبیش علٰحدہ ہو گئے اور شیخ جمال الدین کی اجازت سات برس قبل لکھی گئی تھی اور اس کا مؤید یہ بھی ہے کہ ان کے خلفائے محققین جیسے شیخ مجد الدین شرف بغدادی اور شیخ حافظ سیف الدین باخرزی اور شیخ باباکمال جندی نے ان سے یہ نقل نہین کیا اور نہ ان حضرات کے اصحاب شیخ احمد معروف بہ مولانا جندی اور شیخ جمال الدین احمد جوزقانی اور شیخ بہاء الدین کبری اور شیخ نور الدین عبدالرحمن الاسفراینی اور شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی وغیرہما نے جیساکہ ان کی کتابون سے معلوم ہوتا ہے اور خواجہ ابوالوفا خوارزمی جن کو شیخ ابوالفتح سے بھی نسبت ہے انھین مشائخ کے سلسلہ کے بیان مین لکھتے ہین ع

رسید فیض علی را ز احمد مختار	پس از علی حسن آمد خزینہ اسرار
حبیب و طائی و معروف پس سری و جنید	دو بوعلی است دگر مغربی سر اخیار
عقیب اینہمہ بوالقاسم و پس از نساج	امام احمد و پس سہروردی و عمار
پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین	کہ بود قدوۂ اخیار و بدر ابرار
کمال و احمد و آنگہ بہاء ملت و دین	دگر محمد و پس بوالفتوح فخر کبار

فائدہ۔ حضرت شیخ نجم الدین کبری کی کنیت ابوالجناب تھی اور یہ کنیت حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ مین ان کو عنایت فرمائی تھی اور وہ واقعہ نفحات مین مرقوم ہے اور لقب طامۃ الکبری تھا اور یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ یہ ایام شباب اور طالب علمی کے زمانہ مین جس سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے اسپر غالب آجاتے تھے لوگون نے اسی سبب سے ان کا لقب طامۃ الکبری رکھدیا اور یہی لقب ان کا مشہور ہو گیا پھر کثرت استعمال سے طامۃ کی لفظ گر گئی اکیلا کبری رہ گیا اور یہی وجہ صحیح ہے اور اسی کو ایک گروہ نے ان کے اصحاب معتبر اور ثقہ سے بیان کیا ہے طبقات الکبری شیخ تاج الدین سبکی مین ہے کہ جناب بفتح جیم پھر نون مشدد اور کبری بروزن عظمی اور بعضے کہتے ہین کبرا جمع تکسیر کبیر کی ہے تاریخ یافعی مین ہے کہ صحیح اول ہی ہے یعنی کبری اور ان کو شیخ ولی تراش بھی کہتے تھے اس وجہ سے کہ غلبات وجد مین ان کی نظر جسپر پڑتی تھی وہ ولی ہو جاتا تھا آپ بروایت صحیح ۶۱۸ھ مین شہید ہوے جیساکہ نفحات مین ہے اور حضرت مجد الدین کی شہادت ۶۰۶ھ مین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ۶۱۶ھ مین اور شیخ روزبہان کبیر مصری گازرونی الاصل تھے مگر مصر مین رہتے تھے

اور شیخ ابو نجیب سہروردی کے مرید تھے اکثر اوقات استغراق مین رہتے تھے حضرت شیخ
نجم الدین کبری بھی اُن کی صحبت مین پہونچے ہین اور ریاضتین کین اور خلوتون مین بیٹھے
اور شیخ روزبہان نے اُنھین اپنی لڑکی بیاہ دی تھی اور اُس سے دو لڑکے پیدا ہوے
اور شیخ اسمعیل قصری بھی اصحاب شیخ ابو نجیب سہروردی سے تھے اور شیخ نجم الدین کبری
بھی اُن کی صحبت مین پہونچے اور اصل خرقہ بھی انھین کے ہاتھ سے پہنا اور اُنھون نے
خرقہ پہنا محمد بن مانکیل سے اُنھون نے محمد داؤد معروف بخادم الفقراء سے اُنھون نے
ابو العباس ادریس سے اُنھون نے ابو القاسم بن رمضان سے اُنھون نے ابو یعقوب طبری
سے اُنھون نے ابو عبد اللہ عثمان سے اُنھون نے ابو یعقوب نہرجوری سے اُنھون نے ابو یعقوب
سوسی سے اُنھون نے حضرت عبد الواحد بن زید سے اُنھون نے حضرت کمیل بن زیاد
سے اُنھون نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اُنھون نے
حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح اسکو شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے
اپنے بعضے مصنفات مین لکھا ہے اور علامہ قسطلانی نے بھی مواہب لدنیہ مین بعد معترضین
کے اعتراضات نقل کرنے کے اتصال لبس خرقہ حضرت حسن بصری مین جناب امیر سے لکھا ہے
کہ ہان خرقہ صوفیہ کا پہننا معہ اتصال صحبت حضرت کمیل بن زیاد سے وارد ہوا ہے اور اُنھون
نے صحبت اٹھائی جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی اور اس امر مین ائمہ جرح و تعدیل کا کوئی اختلاف
نہین ہے مین کہتا ہون کہ حضرت حسن بصری کے اتصال خرقہ مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سے ناظر غیر مناظر کو کوئی شبہہ نہین رہ سکتا ہے اگر انصاف سے تحقیق سابقہ کو دیکھے منتخب التواریخ
مین حضرت خواجہ حسن بصری کے حال مین ہے کہ امیر سید غیاث الدین شاہ میر کہتے تھے کہ
مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری نے حضرت علی رض کی صحبت اُٹھائی
اور اُن سے خرقہ پہنا اور کوئی شک نہین کہ یہ جمہور اولیا اور مشائخ علما عامہ محدثین اور
فقہا سے معتبر تر اور عمدہ تر تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ عامہ محدثین اور فقہا کا قول تو معتبر ہو اور
ان بزرگان صادقین متقین کا قول جو جامع علم و عمل اور زلل اور خلل سے محفوظ تھے وہ غیر معتبر
ہو میرے نزدیک تو انھین حضرات جامعین مراتب کے قول کا زیادہ وثوق کرنا چاہیئے کہ یہ
لوگ مویدین من عند اللہ ہین اور حق تعالی نے ان کو مطالب کشف فرما دیے ہین اور
اسکے دلائل اپنے مقام پر موجود ہین چنانچہ اسی کا نمونہ وہ قضیہ ہے جو حضرت خواجہ محمد پارسا

بخاری اور حافظ جزری سے واقع ہوا تھا اور وہ رشحات سے یون منقول ہے کہ حافظ شمس الدین محمد بن محمد جزری زمانہ مرزا الغ بیگ مین جب سمرقند آئے اور محدثین کے اسناد پر انتقاد کرنا چاہا تو اُن سے بعضے حاسدین نے کہدیا کہ خواجہ محمد پارسا بخاری بھی بہت سی حدیثین بیان کرتے ہین مگر معلوم نہین کہ ان کی سندین صحیح ہین یا کیا اگر آپ کی تحقیق سے اُن کی سندین ثابت ہو جائین تو آپ کو بڑا ثواب ہوگا اُنھون نے سلطان میرزا الغ سے کہا کہ خواجہ صاحب کو بلا کر جو حدیثین وہ بیان کرتے ہین اُن کی اسناد صحیحہ اُن سے پوچھے جائین چنانچہ بخارا سے خواجہ صاحب بُلائے گئے جب خواجہ صاحب سمرقند پہونچے تو ایک مجلس منعقد ہوئی اور حافظ جزری اور خواجہ عصام الدین شیخ الاسلام سمرقند اور تمام علما جمع ہوئے حافظ جزری نے ان سے ایک حدیث پوچھی خواجہ صاحب نے اُسکو اپنے اسناد سے بیان کیا جزری نے کہا کہ اس حدیث کے صحت ہونے مین تو کوئی کلام نہین ہے لیکن میرے نزدیک یہ سند ثابت نہین ہے یہ سن کر تمام حاسدین و معاندین خاموش ہوے پھر خواجہ صاحب نے دوسری سند اُسکی بیان کی حافظ جزری نے پھر وہی کہا کہ یہ مین نہین جانتا ہون خواجہ صاحب سمجھے کہ اب کوئی سند یہ لوگ نہین مانین گے تب تھوڑی دیر سر جھکا کے شیخ عصام الدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ فلان مسند تمھارے نزدیک صحیح ہے یا نہین اور اس کے اسناد معتمد علیہ ہین یا نہین شیخ نے کہا کہ ہان وہ کتاب محدثین محققین کے نزدیک معتبر ہے اور اسکی سند مین کسی نے کلام نہین کیا ہے اگر آپ کی سند اسی مین کی ہے تو پھر ہمکو کوئی کلام نہین خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ مسند تمھارے کتبخانہ مین فلان طاق پر فلان کتاب کے نیچے ہے اور اسکی ایسی قطع اور ایسی جلد ہے اور یہ حدیث اُس کتاب مین اتنے ورقون کے بعد فلان صفحہ مین موجود ہے اُسے منگوا اور دیکھو شیخ عصام الدین کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ کتاب میرے کتبخانہ مین ہے کہ نہین سب لوگ حیران ہو گئے کہ یہ کیا کہہ رہے ہین۔ کیونکہ خواجہ کبھی شیخ عصام الدین کے گھر تشریف ہی نہین لے گئے تھے نہ اُن کا کتبخانہ دیکھا تھا غرض ایک شخص کتب خانہ کے داروغہ کے پاس بھیجا گیا خواجہ صاحب نے جیسا فرمایا تھا اُسی قطع کی ایک کتاب وہ وہان سے لے آیا اُسمین جو دیکھا گیا تو وہ حدیث اُسی سند سے اُتنے ورق کے بعد اُسی صفحہ مین جسمین خواجہ صاحب نے کہی تھی موجود ملی سب لوگ بہت متحیر اور نادم ہوے اور شیخ عصام الدین سب سے زیادہ متعجب ہوے جب یہ خبر مرزا الغ بیگ کو

پہونچی تو وہ اپنی حرکت پر سخت نادم اور متاسف ہوے شیخ جلال الدین سیوطی کہ اصاغر طلبہ حضرات صوفیہ سے تھے اُنھون نے بھی کئی مرتبہ بیداری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ سے احادیث کی تصحیح کی شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی نے میزان مین اُن ائمہ مجتہدین کے ذکر مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بیداری مین مشرف ہوے لکھا ہے کہ اکثر اُن اولیا اللہ سے جو ائمہ مجتہدین سے مرتبتاً یقیناً کم ہین شہرت کے ساتھ مروی ہے کہ وہ بارہا آنحضرت کی زیارت سے مشرّف ہوے اور اُن کے زمانہ والون نے اسکی تصدیق کی اور ایک گروہ کو لکھا ہے کہ یہ حضرات بھی اس گران مایہ دولت سے مشرف ہوے ازانجملہ شیخ جلال الدین سیوطی کو بھی لکھا ہے اور یہ بھی کہ مین نے ایک ورق خود علامہ سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا اُن کے شاگرد شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس دیکھا جو کسی شخص کے خط کا جواب تھا اُس شخص نے علامہ سیوطی کو لکھا تھا کہ آپ سلطان قائتبای سے میری سفارش کر دیجیے اُس کے جواب مین اُنھون نے لکھا تھا کہ اے بھائی مین اسوقت تک پچھتر مرتبہ بیداری اور مشافہہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو چکا ہون اگر مجھکو اس کا خوف نہوتا کہ حضرت مجھ سے میرے امرا کے پاس جانے آنے سے محتجب ہو جائینگے تو مین قلعہ پر چڑھ کر بادشاہ سے تمھارے بارہ مین کہدیتا مین تو ایک شخص خدام حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہون اور مجھے آپ کی ملازمت کی ضرورت یہ بھی ہے کہ مین اُن حدیثون کی جنکی محدثین نے اپنے طریقون سے تضعیف کی ہے تصحیح کرون اور کوئی شک نہین کہ یہ نفع میرے نزدیک تمھارے نفع سے کہین بڑھ کر ہے اور اسی کی موید یہ ہے کہ سیدی محمد بن زین مداح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری اور مشافہہ مین آپکی زیارت کی اور جب حج کیا تو مزار مقدس کے اندر سے آپ نے اُن سے باتین کین اور یہ امر اُنھین ایک عرصہ تک حاصل رہا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اُن سے ایک شخص بخراوی نے حاکم شہر سے سفارش کرائی یہ اُس حاکم کے پاس گئے جب وہان پہونچے تو حاکم نے اُن کی بہت تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا اُس دن سے اُن کو زیارت ہونا موقوف ہو گئی پھر یہ برابر آنحضرت سے آپکی زیارت طلب کیا کرتے لیکن نہوتی ایک روز دور سے زیارت ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو میری زیارت چاہتا ہے اور ظلمت کے بچھونے پر بیٹھتا ہے ہرگز اس حالت مین تجھے زیارت نہوگی چنانچہ پھر تا دم مرگ اُن کو زیارت نہین نصیب ہوئی اور امام شعرانی یواقیت دالجواہر

فی عقائد الاکابر مین لکھتے ہین کہ مجھ سے شیخ عطیہ ابناسے اور شیخ قاسم مغربی مقیم تربت
شافعی اور قاضی ذکریا شافعی نے بیان کیا کہ ہم نے شیخ جلال الدین سیوطی کو کہتے ہوے
سُنا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری مین ستر مرتبہ سے زیادہ کی چنانچہ
ایک مرتبہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین جنتی ہون یا نہین آپ نے فرمایا ہان مین نے
عرض کیا کہ بلا عذاب کے فرمایا ہان شیخ عطیہ کہتے تھے کہ مین نے ایک مرتبہ علامہ سیوطی
سے کہا کہ میری ایک ضرورت سے آپ سلطان غوری سے ملین اور میرے بارہ مین کچھ
کہہ سُن دین اُنھون نے کہا اے عطیہ مین آنحضرت کی زیارت بیداری مین کر چکا ہون اب
مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ غوری کے ملنے کی شامت سے وہ زیارت جاتی رہے جیسا کہ
ایک صحابی کو ملائکہ سلام کیا کرتے تھے اُنھون نے ایک دن اپنے بدن پر کسی ضرورت
سے داغ لیا اُس دن سے اُنھون نے پھر ملائکہ کو نہین دیکھا شیخ جلال الدین سیوطی نے
ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والجن والملک ہے
اُس مین جو جو حضرات صحابہ اور اولیا اور علما کہ مشرف بزیارت حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
و ملائکہ بیداری مین ہوے ہین اُن کا حال لکھا ہے مگر اپنا کچھ بھی حال جو ان تینون بزرگون
سے مروی ہے نہین لکھا ہے جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُنھون نے وہ کتاب سخاوی وغیرہ
اپنے زمانہ کے منکرین مدعیین رویت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا رویت ملائکہ کے لیے لکھی
ہے وہان اپنا ذکر لکھنا مناسب نہ سمجھے امام شعرانی مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ
مین اپنے شیخ علی خواص سے نقل کرکے لکھتے ہین کہ وہ لوگ جنکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیداری اور مشافہہ مین مشرف بہ زیارت ہونے کی خبر ہمکو پہونچی ہے اُنھین مین شیخ ابو مدین
مغربی بھی تھے اور ایک جماعت ہے جنمین آخری علامہ سیوطی ہین کہتے تھے کہ مین نے
آنحضرت کی زیارت بیداری مین ستر بار سے زائد کی ہے اور مجھ سے بعض منکرین سیوطی
کہتے تھے کہ شعرانی نے عہود محمدیہ مین لکھا ہے کہ شیخ علی خواص نے علامہ سیوطی سے کہا کہ
اے شیخ فلان مقام اور بندہ کے درمیان مین فلان فلان مقامات ہین اُن مین سے دس
مقام تو بیان کرو تو سیوطی اُن کو بیان نہ کر سکے تب مین نے کہا کہ عہود محمدیہ مین یہ قصہ یون
نہین ہے بلکہ اس طرح ہے کہ مین شیخ علی مرصفی کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آکر کہنے لگا کہ
مین ایسے مقام تک پہونچ گیا ہون جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسوقت چاہتا ہون بیداری

بیداری مین دیکھ لیتا ہون تب اُنھون نے کہا کہ اے لڑکے اس مقام مین اور عبد مین دو لاکھ سینتالیس ہزار مقامات ہین تو تو مجھ سے اُن مقامات مین سے دس ہی مقام بیان کردے وہ لاجواب ہو کر شرمندہ ہوا۔ فاعلم ذالک واللہ یھدی من یشاء الی[۱] صراط مستقیم

سخن دوست گران بود فراوان کردم		جان بہ بیعانہ بیارید کہ ارزان کردم	

اب پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حضرت معروف کرخی کا اخذ کرنا حضرت داؤد طائی سے تکملہ فتوح الغیب مین بھی مرقوم ہے اور حضرت ملاجیون امیٹھوی کہ علماء فحول اور کملاء زمانہ سے تھے اپنے جد شیخ عبد الرزاق بن خاصہ خدا کے شجرہ قادریہ مین لکھتے ہین کہ حضرت معروف کرخی کو حضرت داؤد طائی سے ہو پہنچا اور اُن کو حضرت حبیب عجمی سے اور اُن کو حضرت خواجہ حسن بصری سے اور اُن کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نیز حضرت معروف کرخی کو امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہ سے آخر سلسلہ نبی تک اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ فی سلاسل اولیا اللہ مین لکھتے ہین کہ حضرت معروف کرخی بہت بزرگون کی صحبت مین رہے جن مین سب سے بڑے دو صاحب تھے ایک حضرت امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت داؤد طائی پھر شیخ تاج الدین سنبھلی کے رسالہ سے لیکر اُسی کتاب مین لکھتے ہین کہ وللمعروف نسبۃ[۲] اُخری الی داؤد الطائی عن حبیب العجمی عن حسن البصری قدس اللہ اسرارھم[۳] انتھی اور شیخ محمد عابد سندی مدنی نے حصر الشارد مین اپنے تلقیم[۴] کے بارہ مین جو سند لکھی ہے اُسمین بھی حضرت معروف کرخی کا واسطہ حضرت داؤد سے لکھا ہے اور ابو اسحاق شاطبی کہتے تھے کہ اسی اسناد سے جو اس رسالہ مین ہے مین نے بھی مصافحہ کیا ہے اور نفح الطیب[۵] مین ہے کہ محدثین کا کلام اس سند مین مشہور ہے اور بعضے محدثین حضرات صوفیہ کے معین ہین اور قرطبی[۶] نے بھی اپنے تذکرہ مین سلسلہ کلام حصر الشارد کو لکھا ہے اور وہ سند امام الحرمین تک ہے اور وہان تک برابر واسطے عالم فاضل یا عارف اور کامل کے ہین اور اُن سے حضرت حسن بصری تک محدثین ثقات

---

[۱] اسکو سمجھ لے اور اللہ ہدایت کرتا ہے جس شخص کو چاہتا ہے سیدھے راستہ پر ۱۲ منہ [۲] اور معروف کو ایک نسبت خاص ہے داؤد کی طرف انکو حبیب عجمی سے انکو حسن بصری سے پاک کرے اللہ اُن کے اسرار کو ۱۲ منہ [۳] لقمہ کھلانا ۱۲ [۴] مولف نفح الطیب شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ابو محمد المقری بکسر میم و تشدید قاف بعد اسکے را مہملہ مالکی تھے [۵] قرطبی محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح القرطبی ابو عبد اللہ حافظ مفسر تھے مصنف کتاب التذکرہ باحوال الموتی و امور الآخرہ کے ۱۲

مشہور ہین بلکہ ائمہ اجلۂ عارفین کے فرؔ۱ال مجال المقال واللّٰہ اعلم مافی البال۔ اب اگر کوئی کہے
کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت شب یازدہم ماہ ربیع الاول روز شنبہ و بقولے
ربیع الآخر ۱۵۳ھ ایک سو ترپن مین ہوئی اور یافعی نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ حضرت کی
ولادت بروز جمعہ بعض شہور سنہ ایک سو ترپن مین مدینہ مین ہوئی اور بعضون کے نزدیک
ساتوین شوال اور بعضے آٹھوین اور بعضے چھپن سنہ ایک سو اکاون مین اور ابن خلکان نے بھی
ایسا ہی لکھا ہے اور بعضے سنہ ساٹھ مین کہتے ہین اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر کا قول ہے کہ حضرت
داؤد طائی کی وفات سنہ ایک سو پینسٹھ مین ہوئی اور اسی کو ترجیح دی ہروی نے اور بعضے
سنہ ساٹھ مین کہتے ہین تقریب التہذیب مین ہے کہ داؤد بن نصیر بضم نون ابو سلیمن الطائی کوفی
ثقہ فقیہہ زاہد کا انتقال سنہ ساٹھ مین ہوا اور بعضے سنہ پینسٹھ مین کہتے ہین اور بعضے سنہ اکسٹھ
اور بعضے ترسٹھ کہتے ہین اور ابو داؤد طیالسی کہتے ہین کہ اسرائیل اور داؤد کا انتقال اُس
زمانہ مین ہوا کہ جب مین کوفہ مین تھا اور ابو نعیم اور قعنب بن الحرز کا قول ہے کہ ان کا انتقال
سنہ ایک سو ساٹھ مین ہوا اور ذہبی وغیرہ کا قول ہے کہ ۱۶۰ھ مین اور بعضے باسٹھ کہتے ہین
اور نفحات مین سنہ وفات حضرت داؤد طائی کا ۱۶۵ھ لکھا ہے پس راجح سنہ وفات حضرت
داؤد رحمۃ اللہ ۱۶۱ یا ۱۶۲ ہوگا تو سن حضرت امام رضا علیہ السلام کا اوسوقت آٹھ یا نو یا دس
برس کا ہوگا تو کیونکر خیال کیا جائے کہ حضرت معروف امام علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان
ہوے ہون اور بعد اُس کے حضرت داؤد کی خدمت مین آکر اُن سے استفادہ کیا ہو سکا
جواب یہ ہے کہ اس مین کوئی استبعاد نہین کیونکہ ابن جوزی وغیرہ کی روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت معروف کو اللہ تعالیٰ نے زمانہ طفولیت ہی مین برگزیدہ کر لیا تھا
جبکہ وہ اپنے استاد کے قول کو رد کرتے تھے وہ کہتا تھا کہ کہہ ثالث ثلثۃ اور یہ کہتے تھے
بلؔ۲ ھو اللہ الواحد الفقا واحد احد یہانتک کہ ایک روز اُن کو معلم نے بہت مارا یہ بھاگ
گئے اور دو برس تک غائب رہے تو کیسے خیال کیا جائے کہ جب اللہ نے ان کو برگزیدہ
کیا تو علم فراست نہین عطا کیا اور اُن کو فراست سے یہ بات معلوم ہوگی کہ امام رضا علیہ السلام
کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی مین حکمت و معرفت عطا کی ہے کیونکہ وہ ثمرۂ شجرۂ مصطفوی و مرتضوی

سلہ پس جاتی رہی گفتگو کی مجال اور اللہ بڑا جاننے والا ہے اسکو جو دل مین ہے ۱۲ منہ ؔ۲ بلکہ وہ اللہ یکہ
بڑا غالب ہے ایک ہے ایک ۱۲ منہ

تھے اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ اُن کے ہاتھ پر میری تکمیل ہوگی یا اللہ نے اُن کو الہام کے ذریعہ سے آگاہ کیا ہوگا جیسا کہ پہلے توحید کا الہام کیا تھا اور وہ امام رضا علیہ السلام کے پاس اگر مسلمان ہوے ہون بعد اسکے کو نہ جاکر حضرت داؤد طائی سے ملاقات کرکے اُن سے استفادہ کیا ہو اور جب حضرت داؤد طائی نے وفات پائی ہو اور اُن کی تکمیل نہوئی ہو تو انھون نے بعضے اصحاب داؤد کی خدمت کی ہو اور ابن السماک کی نصیحت سُنی ہو اور پھر امام موسی رضا علیہ السلام کی خدمت مین آکر اُن کی خدمت اور ملازمت اختیار کرلی ہو اور استفادہ حاصل کرکے اپنی مراد کو پہونچے ہون ھذا ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا[ل] اور حضرت داؤد طائی کا استفادہ ایک گروہ تابعین سے بھی ثابت ہے جنمین سے امام ابو حکیم حبیب بن سالم راعی تھے اُنھون نے اخذ کیا شیخ معمر مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی عبداللہ سلمان فارسی معروف بسلمان الخیر سے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر امیر المومنین ابی بکر الصدیق رض سے اور اُن کا استفادہ اگرچہ حضرت امیر علیہ السلام سے بھی ممکن ہے لیکن جمہور صوفیہ شاہیر نے نہین لکھا ہے اور نہ اُن کے اخذ کرنے کو حضرت ابی بکر صدیق رض سے سوا سلسلہ نقشبندیہ کے اور کسی سلسلہ کو لکھا اگرچہ اُن کا زمرہ اصحاب جناب امیر علیہ السلام سے ہونا مشہور ہے اور قاضی شہید لہ صاحب کتاب شروط التصوف سے منقول ہے کہ حضرت داؤد نے ایک جماعت تابعین کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اُن مین سے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہما تھی کیونکہ امام زین العابدین کی وفات سنہ ۹۲ یا ۹۳ یا ۹۴ مین بر قول ان کے اہل بیت اور اہل بلد کے ہوئی اور یہ بھی ابن سعد کا قول ہے کہ جو اسکے عالم تھے کہ بعضے ۹۵ اور ۹۹ اور سو مین کہتے ہین اور اس سب کو اُنھون نے رد بھی کیا ہے اور امام محمد باقر کی وفات سنہ ۱۱۴ بقول سنہ ایکسو چودہ یا سترہ یا اٹھارہ مین ہوئی اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا مزار بقیع مین اُس مقبرہ مین ہے جسمین آپکے چچا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا مزار ہے قبہ حضرت عباس بن عبد المطلب مین کذا فی فصول المہمہ اور حضرت امام محمد باقر قبہ عباس مین مدفون ہین درر الاصداف مین ہے کہ اپنے والد کیطرح ان کو بھی زہر دیا گیا اور ایسا ہی فصول المہمہ مین بھی ہے واللہ اعلم ترجمہ صواعق مین ہے کہ سنہ ایکسو سترہ مین امام محمد باقر کی وفات ہوئی اور یہی صحیح ہے اور ابو بکر بن داد نے اپنی سند مین حافظ ابی طاہر سلفی سے

ل اس کلام کو اختیار کر شاید اللہ تعالی اسکے بعد کوئی نئی بات ظاہر کردے ۱۲ منہ

نقل کرکے لکھا ہے کہ حضرت داؤد نے حضرت امام موسی کاظم سے خرقہ پہنا اور حضرت امام موسی کاظم
کی وفات پانچویں رجب وبقولے ۲۴ صفر روز جمعہ ۱۸۳ھ ایکسو تراسی مین ہوئی اور آپ کا
سن شریف پچپن برس کا تھا اور ایک روایت مین پینٹھ برس کا اور حضرت معروف نے
استفاضہ کیا علامہ سعید بن عبدالعزیز بن ابی یحیی تنوخی دمشقی سے جنکی کنیت ابی محمد یا ابی
عبدالعزیز تھی اور وہ شیخ شام تھے اُنھون نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اور ان سے
حدیث طلب الحق فریضۃ بھی روایت کی ہے چنانچہ اس روایت کی تحسین حافظ سلفی نے
کی ہے اور اُن کی متابعت صلاح علائی اور شمس ابن الجزری اور مجد بن یعقوب شیرازی
اور سخاوی نے بھی کی ہے اور حضرت معروف کرخی نے استفاضہ کیا امام بکر بن خنیش
کوفی نزیل بغداد سے بھی جو حضرت خواجہ حسن بصری کے اصحاب سے تھے خنیش بمعجمہ و نون آخر مین
شین مصغر کذا فی التقریب اور جامع الاصول مین بسین مہملہ ہے اور حضرت معروف کرخی کی روایت
حضرت امام جعفر صادق سے طلب الحق فریضۃ پر ہروی اور حافظ عبدالاول اور حافظ جمال
یونس ہاشمی اور دیلمی اور رافعی اور ابن عساکر اور ذہبی و ابن حجر اور سیوطی اور سخاوی اور
مناوی وغیرہ نے سکوت کیا ہے اور ذہبی میزان مین لکھتے ہین کہ علان بن زید صوفی غالباً
اس حدیث کے واضع ہین تو اسکو لکھا تو ہے مگر کچھ کلام نہین کیا ہے تو اسی سے حضرت معروف
کے بلا واسطہ حضرت امام جعفر صادق سے اخذ کرنے کا وہم ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہین ہے
اور ان لوگون کا سکوت بھی غفلت شدیدہ ہے کیونکہ امام رضا علیہ السلام جن کے ہاتھ پر حضرت
معروف مسلمان ہوے اُنھون نے اپنے جد حضرت امام جعفر کا وقت ہی نہین پایا بلکہ وہ اُن کی
وفات کے پانچ چھ برس کے بعد پیدا ہوے جیسا کہ فصل الخطاب وغیرہ مین ہے تو حضرت
معروف حضرت امام جعفر صادق سے کیسے اخذ کرتے اور حضرت معروف نے حضرت بشر حافی بن
حارث بن عبدالرحمن بن عطا بن ہلال بن ماہان بن عبداللہ بن ابی نصر مروزی بغدادی سے
بھی جو امام احمد کے شیوخ سے تھے اخذ کیا ہے اور اُنھون نے حضرت فضیل بن عیاض اور
امام عمر مکی سے اور اُنھون نے حضرت حسن بصری سے علامہ ابن خلکان لکھتے ہین کہ بشر حافی کو
حافی اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ ایک موچی کے پاس گئے اُس سے جوتہ کا تسمہ مانگا جو ٹوٹ
گیا تھا موچی نے کہا ما اکثر کلفتکم علی الناس اُنھون نے اُسی وقت جوتہ پھینکدیا اور قسم

سلہ اُنکی وفات دسوین محرم روز چہار شنبہ ۲۲۷ھ ہجری مین ہوئی اور مزار بغداد کے باہر ہے ۱۲ منہ سلہ ۲ تم کیسے لوگونکو تنگ کیا کرتے ہو ۱۲

کھائی کہ اب جوتہ نہ پہنون گا اور حضرت امام جعفر صادق نے اپنے نانا حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر
الصدیق سے بھی استفاضہ کیا اُنھون نے حضرت سلمان فارسی سے اخذ کیا چنانچہ اسکو حضرات
نقشبندیہ نے لکھا ہے مگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ مین لکھتے ہین کہ اخذ کرنا قاسم
کا سلمان سے بظاہر ممکن نہین مگر ہان بباطن ہو سکتا ہے جیسا کہ تتبع کتب اسمار الرجال سے ظاہر
ہوتا ہے حضرت قاسم کا انتقال سنہ ۱۰۱ ایکسو ایک مین ہوا اور بعضے ایکسو دو مین کہتے ہین اور
اسی کو ابن حبان نے ترجیح دی ہے اور بعضے ایک سو چھ کہتے ہین اور ابن حجر کے نزدیک یہی
صحیح ہے اور بعضے ایک سو سات کہتے ہین اور ایک گروہ ایک سو آٹھ اور بعضے ایک سو نو اور
بعضے ایک سو بارہ اور بعضے ایک سو سترہ مین اور انکی عمر سب کے نزدیک ستر یا بہتر برس کی
ہوئی اور حضرت سلمان کا انتقال بر قول خلیفہ ابن خیاط سنہ ۳۶ مین ہوا اور دوسری جگہ ان کا اور ابن
زنجویہ اور ابو عبیدہ وغیرہ کا قول ہے کہ اُن کی وفات مدائن مین سنہ ۳۳ مین ہوئی اور اسی کو ابن
حبان نے قطعی کہا ہے اور کہا ہے کہ بعد غزوہ جمل کے اور بعضے سنہ پانچ کہتے ہین اور اسی کو ابن
عبد البر نے ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ قول اکثر ہے اور بعضے سنہ چار کہتے ہین اور یہی معتمد علیہ
ابن حجر کا ہے تقریب مین اور بعضے زمان خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین کہتے ہین حالانکہ
یہ غلط ہے کیونکہ عبد الرزاق نے جعفر بن سلیمان سے اور انھون نے ثابت سے انھون نے
انس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود اور سعد سلمان کے پاس اُن کی وفات کے
قریب آئے تو سلمان رونے لگے اور حماد بن سلمہ نے علی بن زید سے انھون نے ابن المسیب اور
حمید الطویل سے اُنھون نے مورق عجلی سے روایت کی ہے کہ جب سعد اور ابن مسعود سلمان کی
عیادت کو گئے تو وہ رونے لگے ابن حجر نے اصابہ مین مزی کی متابعت سے لکھا ہے کہ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ سلمان کا انتقال ابن مسعود سے پہلے ہوا اور حضرت ابن مسعود کا انتقال قبل سنہ
چونتیس کے ہے تو اُن کا انتقال سنہ ۳۳ یا ۳۲ مین ہوا ہوگا اور حضرت ابن مسعود کے سال انتقال
مین بھی اختلاف ہے اکثر لوگ سنہ بتیس کہتے ہین اور اسی کا یقین ابن حبان اور ابو عمر اور ابن الجوزی
اور ذہبی وغیرہم نے کیا ہے اور بعضے سنہ تینتیس کہتے ہین اور سنہ ۳۴ کا کسی کا قول نہین ہے
تو سلمان نے بر قول صحیح سنہ ۳۱ یا ۳۲ مین وفات پائی ہوگی اور حضرت قاسم بر قول راجح قبل سنہ
تیس مین پیدا ہوے اور بعضے کہتے ہین سنہ ۲۹ مین اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو معلوم ہو کہ حضرت قاسم بزمانہ وفات حضرت
سلمان تین یا چار برس کے ہونگے تو استفاضہ اُن کا بطور تصرف کے اگر ہوا ہو تو ہو سکتا ہی واللہ اعلم

بحقیقۃ الحال اور وہ جو تاریخ صغیر بخاری مین عروب بن رویم سے مروی ہے کہ ابو عبدالرحمن قاسم نے اُن سے بیان کیا کہ ہم نے سلمان اثر کی زیارت کی تو وہ قاسم ابن عبدالرحمن ابو عبدالرحمن دمشقی مولی بنی اُمیہ کے ہونگے کاشف مین ہے کہ وہ حضرت علیؓ اور حضرت سلمانؓ سے مرسلاً راوی ہین عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ مین ہے کہ حضرت سلمان فارسی مجوسی بلاد فارس کے رہنے والے تھے پھر راہبین نصاریٰ کی صحبت مین رہے اور ایک راہب سے پاس دوسرے کے پاس جایا کرتے تھے جب شام مین آئے وہان آنحضرت کی بعثت کی خبر سُنکر حاضر حضور ہوے اور اسلام لائے اور آپ کے ساتھ غزوۂ خندق وغیرہ مین شریک ہوے انکی وفات ۳۵ھ آخر زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین ہوئی اور بعض سلسلہ مین کہتے ہین ان کی عمر ڈھائی سو اور بعضے کہتے ہین کہ ساڑھے تین سو برس کی ہوئی انتہیٰ ؎

از رہگذر خاک سر کوئے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل ذکر بعض مشایخ سلسلۂ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ مین

حال حضرت سید جلیل ولی جفیل الکامل المتورع المرتاض شیخ ابو علی المعروف بہ خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ

علامہ ذہبی جلد دوم میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ یہ بہت بڑے زاہد اور شیخ الحرم اور اُن معتبر بزرگون مین سے تھے جن کی ثقاہت اور جلالت متفق علیہ تھی اور وہ جو احمد بن ابی خثیمہ کا قول ہے کہ مین نے قطبہ بن العلاء کو کہتے سُنا کہ مین نے فضیل بن عیاض سے روایت حدیث ترک کردی کیونکہ اُنھون نے چند ایسی حدیثین روایت کین جن مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نقصائص کا بیان تھا تو ابن ابی خثیمہ کا یہ قول قابل اعتبار نہین کیونکہ معلوم نہین قطبہ کون شخص تھا اور کیون جرح کرتا تھا اور جب وہ خود ہی کچھ نہ تھا تو اُس کی جرح کیا قابل وقعت ہوسکتی تھی حضرت فضیل نے جو سُنا وہ روایت کردیا اس سے ان کی ذات کے متعلق کوئی سقم نہین ہوسکتا وہ خود مشایخ اسلام سے تھے اُن کی وفات ۱۸۷ھ ایک سو ستاسی مین ہوئی ابن اثیر کہتے ہین کہ آپ اصحاب طبقات عالیہ وارباب فضل وکرامات وافیہ سے تھے سنصور وارعطا

بن السائب اور اعمش سے حدیث روایت کرتے تھے اور شیخ الاسلام کہتے تھے کہ حضرت فضیل کہا کرتے تھے کہ مین اللہ کی عبادت ایسی دوستی سے کرتا ہون جس سے صبر نہین کر سکتا امام یافعی مراۃ الجنان کے وقایع ۱۸۷؁ھ مین لکھتے ہین کہ ابن مبارک کہتے تھے کہ حضرت فضیل بن عیاض سے زائد روے زمین پر کوئی افضل نہین ہوا قاضی شریک کہا کرتے تھے کہ فضیل بن عیاض اپنے زمانہ والون کے لیے حجت تھے **نقل** خلیفہ ہارون رشید نے ایک دن آپ سے عرض کیا کہ آپ بہت بڑے زاہد ہین آپ نے فرمایا نہین مجھ سے بڑھکر تم زاہد ہو انھون نے پوچھا کیسے فرمایا کہ مین دنیا مین زہد کرتا ہون اور تم آخرت مین اور دنیا فانی چیز ہے اور آخرت باقی آپ فرماتے تھے کہ جب اللہ کسی بندہ کو دوست کر لیتا ہے تو اسکو غم زیادہ دیتا ہے اور جب کسی کو دشمن کر لیتا ہے تو اسکو دنیا بہت دیتا ہے اور اگر تمام دنیا کی چیزین مجھپر پیش کی جائین اور اُس کا مجھسے حساب وکتاب بھی نہ لیا جائے تو بھی مین اُسے ایسا ناپاک جانون اور اُس سے بھاگون جیسے سب لوگ نجاست پرسے اپنے کپڑے بچاتے رہتے ہین کہ کہین ان مین نجاست نہ بھر جائے اور فرماتے تھے کہ لوگون کے دکھانے کو کسی عمل کا ترک کرنا ریا ہے اور لوگو نکے دکھانے کو عمل کرنا شرک ہے اور اگر میری کوئی دعا قبول ہوتی تو مین سوا امام وقت کے اور کسی کے لیے نکرتا کیونکہ جب امام وقت اچھا ہوگا تو شہر اور شہر والے سب امن وامان مین رہینگے شیخ ابو علی رازی کہتے تھے کہ مین تیس برس حضرت فضیل کی صحبت مین رہا مگر مین نے ان کو کبھی ہنستا یا مسکراتا نہین دیکھا سوا اُس دن کے کہ جب اُن کے بیٹے علی کا انتقال ہوا تھا مین نے پوچھا کہ آج آپ ہنستے کیون ہین فرمایا اسوجہ سے کہ جس بات کو اللہ نے پسند کیا اُسکو مین نے بھی پسند کیا وہ صاحبزادہ جوان صالح بلکہ بڑے بزرگ تھے لوگون نے آپ سے کہا کہ آپکے بیٹے علی کہتے تھے کہ مین ایسی جگہ پہونچ گیا ہون جہان سے لوگون کو دیکھ لیتا ہون مگر وہ مجھے نہین دیکھ سکتے آپ رونے لگے اور فرمانے لگے کہ کاش علی وہ مقام پورا پا جاتا اور مین تو ایسے مقام پر ہون کہ جہان نہ لوگ مجھے دیکھتے ہین اور نہ مین اُن کو ابن المبارک کہتے تھے کہ جب حضرت فضیل کی وفات ہوئی تو گویا غم دنیا سے اُٹھ گیا آپ کا شمار اُن حضرات مین تھا جو مشغوفین محبت الٰہیہ سے تھے آپکے مناقب اور اوصاف وخصائل بہت مشہور ومعروف تھے مولد آپ کا سمرقند تھا اور بعضے کہتے ہین کہ کوئی اور شہر بلاد عجم سے وہان سے پھر آپ کوفہ آئے اور وہین حدیث سنی پھر مکہ معظمہ آئے اور وہین رہ پڑے اور انتقال کیا مزار شریف بھی وہین ہے

حضرات مشائخ کی کتابون سے یہ امر پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدا مین ڈاکو تھے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ آپ ایک عورت پر عاشق ہوے اُس کے ملنے کو اُس کے گھر کی دیوار پر چڑھے وہان سنا کہ کوئی شخص پڑھ رہا ہے الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ یعنی کیا وقت نہین آیا مسلمانون کو کہ اُن کے قلوب عاجزی کرین اللہ کی یاد پر فوراً آپ کی زبان سے نکلا کہ بیشک وہ وقت آگیا اور دیوار سے اُتر کر چلے آئے کچھ رات باقی تھی کہ ایک ویرانہ مین پہونچے وہان دیکھا کہ چند مسافر باہم ایک دوسرے سے کہتے ہین رات تھوڑی رہ گئی ہے اب تو ہم چلتے ہین دوسرے نے کہا کہ ابھی رات باقی ہے ہم نہ چلین گے راستہ مین کہین فضیل لوٹ نہ لین آپ کو یہ سنکر بہت ندامت ہوئی فوراً توبہ کی اور اُن سے معترض نہ ہوے. **نقل** ایک دن آپ ہارون رشید سے کہنے لگے کہ اے خوشرو تمھین وہ ہو جس نے اس امت کے کامون کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے ہارون رشید رو دیا پھر اُس نے جو جو اولیا و علما اُسوقت وہان موجود تھے انکو ایک ایک تھیلی دی سب نے لے لی مگر انھون نے نہین لی ہارون رشید نے کہا کہ اے ابو علی اگر تم اسے اپنے لیے حلال نہین سمجھتے تو خود نہ صرف کرو بلکہ کسی قرضدار کا قرضہ ادا کر دو یا کسی بھوکے کو کھانا کھلا دو یا کسی ننگے محتاج کو دیدو کہ وہ اپنے کپڑے بنالے اس حکایت کے راوی حضرت سفیان بن عیینہ کہتے تھے کہ جب وہان سے سب لوگ اُٹھے تو مین نے اُن سے کہا کہ اے ابو علی تم نے بڑی غلطی کی کہ تھیلی نہ لی لے لیتے اور کسی نیک کام مین لگا دیتے تب اُنھون نے میری داڑھی پکڑ کے کہا کہ اے ابو محمد تم فقیہ اور مستند اہل شہر ہو کر ایسی غلطی کرتے ہو اگر اس کا لینا سب کے واسطے بہتر ہوتا تو میرے لیے بھی ہوتا اور تذکرۃ الاولیا مین قصہ تو یون لکھا ہے کہ یہ ابتداءً ایک عورت پر عاشق تھے ڈاکہ مار کر جو مال لاتے وہ اُسی کو بھیجدیتے اور کبھی کبھی خود بھی اُس کے پاس جایا کرتے اور اُسکی محبت مین رویا کرتے اور اُسکی محبت کی وجہ سے جس قافلہ مین کوئی عورت ہوتی اُسکو نہ لوٹتے ایک رات کو اپنی جماعت کے ساتھ ایک قافلہ کے قریب پہونچے تو ایک شخص اُس قافلہ مین یہ آیت پڑھ رہا تھا کہ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ یعنی کیا مسلمانون کے لیے وہ وقت نہین آیا کہ اُن کے سوتے دل اللہ کی یاد سے بیدار ہو جائین یہ گویا ایک تیر تھا جو اُن کے دل پر لگا۔ اُسی وقت سے اُن کو رقت اور سوزش پیدا ہو گئی اُنھون نے فوراً توبہ کر کے دشمنون کو راضی کیا مگر ایک یہودی کسیطرح راضی نہین ہوتا تھا بہت رد و بدل کے بعد کہنے لگا کہ مین نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میرا مال نہ دو گے تب تک مین معاف نہ کرون گا اور میرے سرہانے اشرفیان

رکھی ہوئی اُن کو مجھے اُٹھا دو آپ نے سرہانے سے اُٹھا کر یہودی کو دیدین وہ بولا کہ پہلے مجھے
مسلمان کرو آپ نے پوچھا کیون کہنے لگا مین نے توریت مین دیکھا تھا کہ جو سچے دل سے توبہ
کرتا ہے اُسکے ہاتھ مین مٹی سونا ہو جاتی ہے چنانچہ آج مین نے اسکا امتحان کیا میرے سرہانے
مٹی ہی تھی جو تمھارے ہاتھ کی برکت سے سونا ہو گئی اسوجہ سے میرا اعتقاد ہے کہ تمھاری توبہ سچی
ہے اور سفینۃ الاولیا مین ان کی توبہ کا سبب یہ لکھا ہے کہ یہ ایک دن اپنے چھوٹے لڑکے کو
گود مین لیے پیار کر رہے تھے بیٹے نے کہا کہ کیا تم مجھکو دوست رکھتے ہو کہنے لگے ہان کہا کہ
خدا کو بھی دوست رکھتے ہو کہا ہان تب کہا کہ ایک دل مین دو کی دوستی کیسے ہو سکتی ہے فوراً یہ
سمجھے کہ یہ بات کسی اور طرف سے ہے سر پیٹ کے لڑکے کو اُتار دیا اور اللہ کی یاد مین مشغول
ہو گئے تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ بعد توبہ کے آپ کوفہ آئے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبت اُٹھائی اور بہت اولیاء اللہ سے ملاقات کی اور پھر بصرہ اس ارادہ سے گئے کہ وہان
حضرت خواجہ حسن بصری کی خدمت اختیار کرین بصرہ کے قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ
حسن بصری کی وفات ہو گئی یہ رونے لگے ایک شخص نے رونے کی وجہ پوچھی انھون نے بیان
کی اُس نے کہا کہ اب تم حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید کے پاس جاؤ حضرت خواجہ حسن بصری کے
اب وہی نائب اور خلیفہ برحق ہین اُن کا ایسا کوئی کامل اُس زمانہ مین نہین ہے اور حضرت خواجہ
حبیب عجمی بھی اُن کے دوستون مین ہین اور وہ ہر ہفتہ اُن کے یہان آیا کرتے ہین غرض کہ یہ
بشوق تمام حضرت خواجہ عبد الواحد بن زیدؒ کی خدمت مین پہونچے آپ نے بہت نوازش اور
شفقت کے بعد فرمایا کہ اے فضیل سب چیزون سے اعراض کرکے اُن سب کو چھوڑ دو اور درویشی
بیخویشی اور خاموشی ہے اُسے اختیار کر لو اور اپنے ماتم مین رہو اور ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کو حاضر
وناظر جانو تمھارا نام آج ہی سے محبان حق کے گروہ مین لکھ گیا اور تم اللہ کے دوست ہو گئے پھر فرمایا
کہ خلوت اختیار کرو اور ذکر نفی و اثبات کیا کرو آپنے بتعمیل حکم مکہ معظمہ جا کر عزلت اختیار کی اور ذکر مین
مشغول ہوے چند دنون مین ایسی ترقی کی کہ قطب وقت ہو گئے آپ کی کنیت ابو علی تھی مگر بعضے
ابوالفیض بھی کہتے تھے اصلی باشندہ آپ کوفہ کے تھے اور بعض کے نزدیک اطراف خراسان و
ناحیہ مرو و سمرقند مین پیدا ہوے اور باورد مین نشو و نما پایا اور بعضے کہتے ہین بخاری الاصل تھے
اور جماعت مشایخ مین ورع و ریاضت و کرامت و معرفت مین بے مثل تھے اولاً ٹاٹ اور
پشمینی ٹوپی اور گلے مین تسبیح پہنا کرتے تھے آپ کے دوست و احباب بہت تھے اور

سب چور اور ڈاکو وہ لوگ جس قافلہ کو لوٹتے تو پہلے مال آپ ہی کے سامنے لاتے کیونکہ آپ سردار تھے آپ ہی مال تقسیم کیا کرتے تھے اور جسقدر چاہتے اپنا حصہ لیکر وہ مسجد کے بنانے مین دے دیتے اور جو نماز نہ پڑھتا تھا اُسکو نکال دیتے ایک دن آپکے ساتھیون نے ایک قافلہ لوٹا اور مال آپ کے پاس لائے اُسمین ایک تھیلی ایسے روپیون کی نکلی جسپر آیۃ الکرسی لکھی تھی آپ نے وہ اُٹھا کر اُس کے مالک کو دیدی اُنہون نے کہا کہ اس مین تو بہت اچھے روپیہ تھے وہ کیون دیدیے گئے کہنے لگے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہین ایسا نہو کہ جو لوگ کلام مجید اور آیۃ الکرسی کے معتقد ہین اُن کو جب یہ معلوم ہو کہ آیۃ الکرسی لکھنے سے کچھ نفع نہین ہوا بلکہ وہ تھیلی چور لے گئے تو وہ قرآن شریف اور آیۃ الکرسی سے بداعتقاد ہو جائین اور اس کا وبال مجھ پر آئے اور میری خلاصی قیامت مین چوری اور ڈاکہ زنی کے وبال سے زیادہ آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ کوئی مرد مسلمان قرآن اور آیۃ الکرسی سے بدعقیدہ ہو جائے صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہین کہ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اور خوف خدا سے اتنا روتے کہ جو کوئی دیکھتا وہ مصیبت زدہ سمجھکر رو دیتا جس روز سے آپ مرید ہوئے اُسی روز سے کسی دنیا دار کا منھ نہین دیکھا بلکہ اُن کے راستہ پر بھی نہین چلے اگر کبھی بھولے سے چلے جاتے تو کپڑے اُتار کر فقیرون کو دیدیتے اور کہتے کہ ایسا نہو کہ کسی دنیا دار کی خاک اسپر پڑ گئی ہو آپ بڑے بزرگ صاحب عظمت و کرامت تھے کبھی تین اور کبھی چار پانچ روز کے بعد افطار کرتے اور پانچ سو رکعت نماز اسکے شکرانہ مین پڑھا کرتے اور فرماتے کہ میری خواہش یہ ہے کہ بیمار ہو جاؤن تاکہ نماز جماعت مین نہ جا سکون اور حتی الوسع خلق کو نہ دیکھون اور بڑا احسان اُس شخص کا ہے کہ جو مجھپر ہو کر گذرے اور سلام نہ کرے اور جو بیمار ہون تو دیکھنے نہ آئے اور جب رات آتی ہے تو مین خوش ہو جاتا ہون کہ اب مجھے خلوت بے تفرقہ ہوگی اور جب صبح ہوتی ہے تو غمگین ہو جاتا ہون کہ اب مخلوق جمع ہو کر مجھے پریشان کرے گی حضرت سفیان ثوری کہتے تھے کہ ایک رات مین اُن کے پاس گیا اور آیتین اور حدیثین پڑھنے لگا وہین یکایک میری زبان سے نکل گیا کہ آج کی رات بھی کیا مبارک رات تھی اور کیا اچھی صحبت کہ اب ویسی نیک صحبت میسر ہوگی آپ فوراً بول اُٹھے کہ بُری رات اور خراب صحبت تھی مین نے کہا کیون کہنے لگے کہ تم اُسوقت اس فکر مین تھے کہ ایسی بات کہو جو مجھے پسند آئے اور مین اس فکر مین تھا کہ ایسا جواب دون جو تمھین پسند آئے تو مین اور تم دونون باہمی باتون مین پڑ گئے اور اللہ کی یاد سے غافل رہے لہذا تنہائی بہتر ہے اور خدا کے ساتھ مناجات ہی اچھی ہے مرآت الاسرار مین ہے کہ ایک رات خلیفہ

ہارون رشید آپ کی زیارت کو آیا آپ قرآن مجید پڑھنے مین مصروف تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے ام حسب الذین اجترحوا السیأت ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصلحات سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون یعنی کیا گمان کرتے ہین وہ لوگ جو برائیان کرتے ہین یہ کہ ہم اُن کو اُن لوگون کے مثل کردین کہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اُن کی زندگی اور موت برابر ہے او رو ہ بُرا حکم کرتے ہین جب خلیفہ کے کان مین یہ آیت پہونچی تو کہنے لگا کہ یہی نصیحت کافی ہے پھر فضل وزیر خلیفہ نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے پوچھا کون ہے وزیر نے کہا کہ امیر المومنین آپنے کہا کہ مجھ سے اُن کا کیا کام اور مجھکو اُن سے کیا مطلب وزیر نے کہا کہ حاکم کی اطاعت واجب ہے آپ نے کہا کہ مجھے پریشان نہ کرو ہارون نے کہا مین صرف اپنے نفس کی شفاعت کے لیے آیا ہون فوراً آپ نے چراغ بجھا کر دروازہ کھولدیا خلیفہ نے اندر جا کر ہاتھ بڑھایا آن کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چھو گیا آپنے کہا کہ کیا نرم ہاتھ ہے اگر دوزخ کی آگ سے بچ جائے خلیفہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ اور کچھ کہو تب آپنے کہا کہ تمھارے باپ حضرت عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اُنھون نے ایکبار درخواست کی کہ مین ایک قوم پر امیر کردیا جاؤن تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا تمھارے لیے اس کام سے بہتر حق کی تابعداری ہے خلیفہ نے کہا اور فرمایئے آپ بولے کہ جب عمر ابن عبد العزیز تخت خلافت پر بٹھلائے گئے تو اُنھون نے سالم بن عبد اللہ اور محمد بن کعب سے کہا کہ مین اس کام مین مبتلا ہوا ہون اب میرے لیے کیا تدبیر ہے اُنھون نے کہا کہ اگر آخرت مین نجات پانا چاہتے ہو تو بوڑھو نکو باپ اور جوانون کو بھائی اور چھوٹون کو لڑکا اور عورتون کو مثل بہنون کے سمجھو غرضکہ بہت نصیحتین کین بعد اسکے ہارون رشید نے ہزار اشرفیان تذر پیش کین آپنے فرمایا کہ میری ان نصیحتون نے تمکو کچھ فائدہ نہ کیا اور تم پھر اُسیطرح ظلم کرنے لگے مین تمھاری نجات چاہتا ہون اور تم مجھکو بلا مین ڈالتے ہو یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوے خلیفہ رخصت ہوا اور چلتے وقت اپنے وزیر سے کہنے لگا کہ مرد درحقیقت یہی لوگ ہین نقل آپ فرماتے تھے کہ اللہ کو بوجہ اُسکی محبت کے پوجتا ہون نہ بوجہ خوف کے آپ سے کسی نے پوچھا کہ دین کی اصل کیا ہے آپنے کہا عقل پھر اُس نے پوچھا کہ عقل کی اصل کیا ہے آپنے کہا حلم پھر اُس نے پوچھا کہ حلم کی اصل کیا ہے آپنے کہا صبر اور آپ کہتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ ظاہر و باطن دونون مین حالت تسلیم ہو نفحات مین ہے کہ آپکے صاحبزادہ علی زہد و عبادت اور خوف مین آپ سے بھی بڑھے ہوے تھے ایک دن وہ مسجد الحرام مین زمزم کے پاس بیٹھے تھے

ایک شخص نے یہ آیت پڑھی یوم ترى المجرمین تا آخر اُنھون نے سنتے ہی ایک آہ کھینچی اور انتقال کر گئے صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہین کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنی دونون لڑکیون کے متعلق لوگون سے فرمایا کہ جب مجھے دفن کرنا تو اُن کو کوہ بوقبیس پر لیجا کر لہذا کہ الٰہی فضیل نے ہمکو نصیحت کی تھی کہ ان لڑکیون کو ہم تیرے سپرد کر دین لہذا سپرد کرتے ہین چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا گیا اتفاقاً اُسیوقت امیر یمن معہ اپنے لڑکون کے اُدھر سے گذرا اور حال پوچھنے لگا لوگون نے سب حال بیان کیا اُس نے اُسیوقت ان کا نکاح اپنے لڑکون سے کر دیا اور یمن لے گیا آپکی وفات تیسری ماہ ربیع الاول اور ایک روایت مین محرم ۱۸۷ھ ہجری مین مکہ معظمہ مین یون ہوئی کہ ایک شخص سورہ القارعہ پڑھتا تھا آپنے ایک نعرہ مارا اور انتقال کیا مرقد مبارک مکہ معظمہ مین مزارات جنۃ المعلیٰ مین قریب روضہ مقدسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہے صاحب سیر الاقطاب نے آپ کی تاریخ وفات قطب جہان لکھی ہے سفینۃ الاولیا مین ہے کہ آپ کہتے تھے کہ جو شخص خدا سے نہ ڈرا وہ سب چیزون سے ڈریگا اور فرماتے تھے کہ جو اپنے آپکو باوقعت جانیگا اُسکو تواضع سے کچھ حصہ نہ ملیگا اور فرماتے تھے کہ جہانتک ممکن ہو ایسی جگہ ٹھہرو کہ جہان نہ کوئی تمکو دیکھ سکے اور نہ تم کسی کو اور فرماتے تھے کہ جسطرح بہشت مین رونا تعجب انگیز ہے اُس سے بڑھ کر دنیا مین ہنسنا عجب تر ہے اور فرماتے تھے کہ دنیا مین آنا آسان ہے لیکن اُس سے باہر نکلنا اور چھوٹنا مشکل ہے اور اگر کوئی تم سے پوچھے کہ خدا کو دوست رکھتے ہو تو چُپ رہو کیونکہ اگر اُس کے جواب مین نہین کہوگے تو کافر ہوگے اور اگر ہان کہوگے تو جھوٹے ہوگے کہ تمھارا فعل دوستون کا ایسا نہین ہے سیر الاقطاب مین ہے کہ آپ کے پانچ خلیفہ تھے سلطان ابراہیم بن ادہم اور شیخ محمد بن یزید شیرازی اور خواجہ بشر حافی اور خواجہ ابی جار عطاری اور خواجہ عبد اللہ سیاری قدست اسرارہم اور حضرت سری سقطی نے بھی آپ سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا اور انھین وسائط سے آپ حضرت غوث ماب رضی اللہ عنہ کے پیران سلسلہ مین ہین میرے نزدیک حضرت خواجہ فضیل بن عیاض نیز حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہما دونون کا استفادہ اور کئی صاحبون سے بھی ہے اولاً حضرت امام ہمام علم الاعلام شیخ المعارف والحقائق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور دوم اپنے والد ماجد حضرت ابی جعفر امام محمد باقر رض سے پھر دونون حضرات نے بلاواسطہ استفاضہ کیا حضرت امام محمد باقر رض سے اور اُنھون نے اپنے والد ماجد امام ہمام افضل ہاشمیین زمانہ ابی الحسن

ل جس روز کہ تو گنہگارون کو دیکھے گا ۱۲

علی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پھر حضرت امام محمد باقرؓ نے استفادہ اپنے جد حضرت امام حسین شہید دشت کربلا علیہ السلام سے کیا اور اُن کی روایت اپنے جد سے بلا شک ثابت ہے جیسا کہ اصابہ مین مذکور ہے کہ یہ یوم کربلا دس برس یا چھ یا پانچ کے تھے اور بعض کہتے ہین تین یا چار برس کے اور بعض اسکے سوا بھی کہتے ہین اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد ماجد امام الائمہ حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے استفادہ کیا اور حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم نے حضرت مالک بن دینار ابو یحییٰ البصری تابعی صاحب امام حسن بصریؒ کی صحبت بھی اُٹھائی ہے اور یہ واقعہ صحیح ہے کہ اُن کو بہلے لوگون نے ترویہ کے دن بصرہ مین دیکھا پھر عرفہ کے دن عرفات مین اسکی راوی وہ جماعت ہے جنکے آخری علامہ ابن جوزی تھے مشہور یہ ہے کہ آپنے چالیس برس تک نماز عشا کے وضو سے نماز صبح پڑھی اور اُن کی روایت حضرت مالک دینار سے حافظ ابی عبداللہ محمد بن اسحٰق ابن مندہ اصبہانی اور حافظ ابی الفضل ابن ناصرالدین فارسی ثم البغدادی اور حافظ ابی طاہر سلفی اصفہانی اور حافظ ابن عساکر دمشقی اور حافظ ابن المظفر ہمدانی الاسکندری اور حافظ مزی وغیرہم کے نزدیک ثابت ہے نیز حضرت ابراہیم بن ادہم نے شیخ موسیٰ بن زید یا یزید راعی ابی عمران دیلمی نزیل بلخ سے خرقہ پہنا اور اُنھون نے خیر التابعین اویس بن عامر یا عمر قرنی یمنی نزیل کوفہ سے اُنھون نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی طور پر نیز حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنے ابتداے حال مین شیخ داؤد بلخی سے اسم اعظم وغیرہ اخذ کیا اور یہ داؤد علاوہ داؤد بن حماد بن قراقصہ بلخی نزیل نیشاپور کے تھے اور طبقہ متاخرین سے تھے یہ ابن عیینہ اور وکیع اور ابراہیم بن اشعث خراسانی وغیرہم سے روایت کرتے ہین نیز حضرت ابراہیم بن ادہم نے ابتداے حال مین حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تھی جنکے راوی سلمی اور ابو نعیم اور قشیری اور سہروردی اور ابن عساکر اور مزی وغیرہ اکابر حفاظ ہین اور علامہ ابن حجر نے بھی اسکو اصابہ مین لکھکر اسپر سکوت کیا نیز حضرت ابراہیم بن ادہم نے امام معمر جیلی تابعی صوفی سے ماوراء النہر مین خرقہ پہنا اور شیخ معمر یا مین اردبیل اور جیلان کے وفن ہین نیز حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے صحبت اُٹھائی امام ابو عتاب منصور بن معتمر بن عبداللہ السلمی کی اُنھون نے اخذ کیا امام ابن مریم ربعی بن حراش عبسی کوفی سے اُنھون نے حضرت علیؓ سے اور ربعی کا سماع حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے ابن ابی شیبہ اور امام احمد اور مسلم اور حاکم وغیرہ کے نزدیک صحیح ہے اور ربعی نے ایک گروہ اکابر صحابہ کی صحبت اُٹھائی ہے جنمین حضرت عمر و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت حذیفہ بن الیمان

و ابو ذر غفاری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور امام منصور نے امام رائی سے بھی اخذ کیا ہے اور بھی امام منصور نے صحبت اُٹھائی ابو بکر محمد بن مسلم بن شہاب زہری تابعی جلیل کی کہ جنھون نے بہ قول ابن حبان دس صحابیون کو دیکھا اور امام محمد بن جبیر کی صحبت اُٹھائی اور اُنھون نے اپنے والد جبیر بن مطعم قرشی صحابی جلیل القدر کی اور اُنھون نے صحبت اُٹھائی امیر المومنین حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اُنھون نے استفاضہ کیا سید الخلق وحبیب الحق جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نیز حضرت فضیل نے حضرت علاء بن المسیب کی صحبت اٹھائی اُنھون نے حضرت عارف باللہ ابی الدرداء صحابی رضی اللہ عنہ سے تہذیب اور تہذیب التہذیب مین عبد اللہ جوزجانی رفیق حضرت ابراہیم بن ادہم سے منقول ہے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ ایکبار حضرت ابراہیم نے دریا مین غزوہ کیا جب وہان سے اور لوگ واپس آئے تو اُنھون نے آکر بیان کیا کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمتہ اللہ علیہ اپنی شب وفات مین پچیس بار پاخانہ گئے اور ہر مرتبہ وہ اپنی نماز کا نیا وضو کر کے اسکو ادا کرتے رہے جب انکی وفات کا وقت قریب پہونچا تو کہنے لگے کہ میری کمان کو کھینچو تو جب اُن کی روح قبض ہوئی تو کمان اُن کے ہاتھ مین موجود تھی اور وہ بحر روم کے جزیرہ مین سے کسی مقام پر دفن ہوے امام بخاری کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے ۱۶۱ھ مین وفات پائی بلاد روم کے قلعہ مین دو بانداروں کے درمیان مین دفن ہوے ابو لویہ حلبی کا قول ہے کہ اُن کی وفات ۱۶۲ھ مین ہوئی اور دریا کے کنارہ پر دفن ہوے اور یہی تاریخ اُن کی وفات کی ابن یونس نے بھی لکھی ہے اور بعضے سنہ ایک سو چھیاسٹھ اور بعضے سنہ دو سو اسی ۲۸۰ جمادی الاولیٰ کہتے ہین واللہ اعلم

فائدہ حضرت شیخ عبد الرحمن سلمی کا حال

علامہ سیوطی طبقات حفاظ مین اُن کے حال مین لکھتے ہین کہ یہ حافظ عالم زاہد اور بڑے بزرگ تھے بہت صاحب مریدیت وتصنیف وتالیف اور بہت لوگون سے اُنھون نے حدیث سُنی لوگ دُور دُور سے اُن کی تصانیف لیتے آتے تھے قشیری اور بیہقی اور ابو صالح موذن اور محمد بن یحییٰ مزکی اور ابو عبد اللہ ثقفی اور علی بن احمد بن الاحزم موذن اور محمد بن اسمٰعیل تفلیسی وغیرہ ان کے شاگرد تھے مگر ضعیف تھے کیونکہ شیخ محمد بن یوسف قطان نیشاپوری کا اُن کے بارہ مین یہ قول ہے کہ امام حافظ ناقد ابی عبد الرحمن سلمی ثقہ نہ تھے بلکہ صوفیہ کے واسطے حدیثین بنایا کرتے تھے مگر یہ قول ان کا محض

حسد سے تھا جو باہم ہمعصرون مین ہوا کرتا ہے لہذا قابل قبول نہین اور اسی کی تقلید سخاوی اور
ابن عراقی اور مناوی نے بھی کی ہے اور یہ سخت جرأت بلکہ بہت بڑا گناہ ہے قطان کی رد تو
اُن کے شاگرد امام احمد ابن علی حافظ ابوبکر خطیب بغدادی ہی نے کردی ہے اور بغداد کی
تاریخ مین قطان کے قول کے بعد لکھا ہے کہ ابی عبدالرحمٰن کا مرتبہ شہر والون کے نزدیک بہت بزرگ
ہے پھر دوسری جگہ لکھا ہے کہ اُن کا مرتبہ بڑا ہے اور باایہمہ یہ صاحب حدیث بھی تھے اور انھون
نے بھی شیوخ اور اُن کے حالات اور ابواب جمع کیے اور حضرات صوفیہ کے لیے رباطین بنائین
اور تفسیر اور تاریخ لکھی ہے اور حاکم تاریخ نیشاپور مین لکھتے ہین کہ یہ کثیر السماع والحدیث تھے اور
حدیث اور زہد اور تصوف مین بہت پختہ بیہقی کا بھی اسکے قریب قریب قول ہے اور یہ بھی کہ اُنکو اکابر
علما معتمد نہ تھے اور اُن کو وہمی کہتے تھے اور جب اُن سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہتے کہ
مجھ سے حدیث بیان کی ابو عبدالرحمن سلمی نے بذریعہ اصل کتاب کے حافظ عبدالغافر فارسی
اپنی تاریخ نیشاپور مین لکھتے ہین کہ یہ اپنے وقت مین شیخ الطریقت تھے اور جملہ علوم حقائق و
معارف سے خوب واقف اور تصوف تو ان کا علم موروثی تھا ان کے والد اور دادا بڑے عمائد
صوفیہ مین تھے اور اسقدر کتابین جمع کین جتنی اور کسی کو جمع کرنے کی نوبت نہین آسکی اور اُنکے
تصانیف کی فہرست سو یا اس سے زاید تعداد کو پہونچ گئی اور چالیس برس سے زائد تک
انھون نے لکھا اور پڑھ کر حدیث سُنائی اور مرو اور نیشاپور اور عراق و حجاز مین بہت حدیث لکھی
اور بڑے بڑے حفاظ حدیث نے اُن حدیثون کا انتخاب کیا اور علامہ ذہبی کا بمتابعت ابن تیمیہ
یہ کہنا کہ انھون نے حقائق التفسیر تالیف کر کے اس مین تاویلات باطینہ اور بُری باتین لکھدی ہین
اللہ تعالیٰ اُن سے محفوظ رکھے یہ قول اُن کا اس حدیث مشہور سے کہ انّ للقران ظھرا وبطنا[1]
مردود ہے جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل لکھا ہوا ہے اسی وجہ سے حاکم اور بیہقی اور خطیب وغیرہم نے
کچھ اس کا تعرض نہین کیا باایہمہ کہ وہ اس تعرض کے لیے ذہبی اور ابن تیمیہ سے بہت زیادہ حقدار
تھے معلوم ہوتا ہے کہ ذہبی اور ابن تیمیہ دونون نے واحدی کی متابعت کی ہے کیونکہ اُنھون
نے لکھا ہے کہ سلمی نے حقائق التفسیر تصنیف کی اگر وہ اسکی تفسیر ہونے کے معتقد تھے تو کافر تھے
اور اسی کو امام حافظ ابن الصلاح نے اپنے فتوی مین رد کر کے لکھا ہے کہ جو شخص اہل تصوف سے
ثقہ سمجھا جائے جیسے سلمی جو علم و معرفت مین اکابر صوفیہ سے تھے گمان یہ ہے کہ انھون نے اُسکو

[1] بیشک قرآن مجید کا ایک ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ۱۲ منہ

تفسیر کے طور پر لکھا ہوگا نہ مثل تشریح کلمہ کے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرات صوفیہ باطنیہ کے مسالک پر چلتے اور رہوتے حالانکہ ایسا نہین ہے اور اسقدر جو ان حضرات سے ہوا وہ اسی سبب سے ہوا کہ وہ لوگ اس جزو کو دیکھ لین کہ جو قرآن شریف مین وارد ہوئی ہے کیونکہ نظر تو نظیر کے ساتھ مذکور ہوتی ہے با این ہمہ اُمید یہی ہے کہ ان حضرات نے تساہل نہ کیا ہوگا کیونکہ اس مین ایک نوع کا ابہام والباس موجود ہے مین کہتا ہون کہ حاشا یہ تساہل نہین ہے بلکہ یہ وہ ہے جسکا اقرار ایک گروہ کر چکا ہے انھین مین علامہ تفتازانی بھی ہین کیونکہ یہ اشارات خفیہ اُن دقایق کیطرف ہین جو ارباب سلوک کو منکشف ہوتے ہین تو یہ محض ایمان اور کمال عرفان ہے ابن النقیب علماے اسی حدیث مشہور کے بارہ مین نقل کرتے ہین کہ ظہر قرآن سے مراد اُسکے وہ معانی ہین جو ارباب علم ظاہر کو ظاہر ہون اور بطن سے مراد وہ اسرار ہین جو قرآن مین موجود ہین اور اللہ تعالی نے اُن پر ارباب حقائق کو خبردار کر دیا ہے حافظ سبکی نے طبقات کبریٰ مین واحدی کے حال مین حافظ ابی سعد سمعانی سے نقل کیا ہے کہ اُنھون کتاب التذکرہ مین لکھا ہے کہ واحدی ہر تعظیم و توقیر کا مستحق تھا لیکن اس کی زبان ائمہ متقدمین پر بہت دراز تھی یہانتک کہ مین نے شیخ ابوبکر احمد بن محمد بن بشار کو نیشاپور مین ایک تذکرہ مین کہتے سُنا کہ علی بن احمد واحدی ایسا کہتے تھے اور ایک واہیات بات نقل کردی اور حافظ شمس الدین محمد ابن الجزری نے اپنی کتاب اسنی المطالب فی مناقب الامام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مین حدیث دراہم مسلسل بقول راوی مین کہ مین نے اس کا تجربہ کیا تو ویسا ہی پایا یہ لکھا ہے کہ اسی طرح یہ مروی ہے سلمی سے اُس خوبی تسلسل سے جسکی رواۃ مین کوئی مقدوح صحیح یا غیر صحیح طور پر پایا ہی نہین گیا جیسے ابن قطان کا بہتان اور یہین سے تعاقب سخاوی کا بطور حجت کے رد کر دیا گیا ہے شیخ محمد بن طیب مغربی کہتے تھے کہ تعقب سخاوی کا سلمی اور اُن کے شیخ کے بارہ مین ذہبی کے کلام سے جیسا کہ میزان مین ہے وہ سلمی کے متعلق کوئی قدح نہین کر سکتا کیونکہ ان کی برأت بیہقی اور اُن کے معاصرین نقادنے اس سے کردی ہے اور اسی سبب سے اسپر حافظ ابو صالح احمد بن عبد الملک موذن اور حافظ ابوجعفر محمد بن حسن بن محمد اور حافظ دیلمی اور حافظ محمد بن ناصر اور اُن کے شاگرد حافظ ابن الجوزی شیخ المتشددین المنکرین علی الصوفیۃ المحققین اور اُن کے بیٹے حافظ یوسف اور حافظ تقی الدین محمد بن فہد اور حافظ جمال الدین محمد بن یوسف بن محمد بن مسعود سرمری ساکت ہین اور ظاہر ہے کہ حاکم اور بیہقی اور ابو صالح موذن نقادین کی جماعت مین سب سے آخر ہین اُن سب نے سلمی کی صحبت اٹھائی

اور اُن سے استفادہ کیا اور حدیث روایت کی اور اُن کی تعریف کی جبپر اُن کی تصانیف شاہد ہین
پھر اگر اُن کے نزدیک سلمی کا علم و عمل اور فضل اعلیٰ درجہ کا نہوتا تو یہ لوگ ایسا کیون کہتے اور اُنکی
خدمت مین استفادہ کے لیے کیون آتے حافظ سبکی اپنے طبقات مین لکھتے ہین کہ سلمی خراسان کے
مشائخ اور علمائے صوفیہ سے تھے پھر اُن کی سماعت ایک گروہ ائمہ ناقدین سے بیان کی اور
یہ بھی کہا کہ اُن سے حاکم اور قشیری اور بیہقی اور ابو سعید ارش اور ابو بکر محمد بن یحییٰ مزکی اور ابو صالح
موذن اور ابو بکر بن خلف اور علی بن احمد مدائنی موذن اور قاسم بن ابو الفضل نصفی وغیرہ روایت
کرتے ہین اور مجھکو اکثر ان کی حدیث کے علو اسناد کی کیفیت معلوم ہوئی ہے پھر فارسی اور خطیب
اور قطان کا قول لکھا ہے اور خطیب کا قول صحیح ہے اور ابو عبد الرحمن بھی ثقہ ہین اُن کی شان
دیکھتے ہوئے اس کلام کی کوئی وقعت نہین پھر اُن کا قصہ سماع مین کھڑے ہو جانے اور
رقص کرنے کا جو ایک کھلی ہوئی کرامت بھی ہے خطیب قشیری کی روایت سے لکھا ہے سبکی
کہتے تھے کہ میرے اُستاد ابو عبد اللہ ذہبی کہتے تھے کہ سلمی بہت بزرگ شخص تھے اور اُنکی
تصنیفین ہزار جزو کے قریب ہین اور ایک کتاب خاص ہے حقائق التفسیر نام مگر کاش وہ
یہ تصنیف نہ کرتے تو اچھا ہوتا کیونکہ اُس مین تحریفات ہین جنکو دیکھکر سخت استعجاب ہوتا ہے
سبکی کہتے ہین کہ میرے نزدیک اُن کو متصف بالجلالت نہین کہنا چاہیے جبکہ ان کے متعلق دعوائے
تحریف و قرمطہ ہے اور کتاب التفسیر کے متعلق تو پہلے ہی بہت بحث ہو کر یہ طے کیا جا چکا ہے کہ اُنھون نے
اُس مین تاویلات اور مجالل صوفیہ پر بہت اقتصار کیا ہے جیسا کہ خود اُسکی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے
اور اصل یہ ہے کہ اُس تفسیر مین صرف حقائق لکھے ہین تفسیر ظاہری نہین لکھی ہے کیونکہ وہ تو اور
تفسیرون مین بھی موجود ہے اور حافظ ابن حجر بھی اُنھین منکرین کے تابع ہین جیسا کہ حضرت خضر
علیہ السلام کے حال مین اصابہ مین لکھا ہے اور اُنھون نے اسپر بھی قناعت نہین کی بلکہ چند مقامات
پر اُن کی طرف استناد اور اُن پر اعتماد کیا ہے از انجملہ ایک وہ ہے جو مقدمہ فتح الباری مین اصحاب
صفہ کے شمار مین لکھا ہے کہ اُن کو ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا مین مفصل لکھا ہے اور اُن کے قبل شیخ حافظ
ابو عبد الرحمن سلمی صوفی اور حاکم نے اکلیل مین اور سیوطی نے بھی طبقات مفسرین مین خطیب اور فارسی
کے قول کی موافقت کی ہے اور ذہبی کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ شیخ سلمی مشائخ و علمائے صوفیہ
خراسان سے تھے اور بڑے بزرگ تھے مگر مجھے ذہبی سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیونکر اُنپر معترض

سلہ تحریف کے معنے ہین بات کا بدل دینا ۱۲ منتخب سلہ قرمطہ کے معنے ہین چھوٹی چیز اور کتاب کی سطرین ملا کر لکھنا ۱۲ منتخب

ہوئے ہین درانحالیکہ اُن کو خود نقد رجال اور اسانید مین تتبع تام و تفحص تمام حاصل ہے اور اُنھون نے
نے خود اس کا اقرار بھی کیا ہے اور اُن کی کتابین بھی تنقیدات سے بھری ہوئی ہین یافعی مرآۃ الجنان
مین لکھتے ہین کہ شیخ کبیر عارف باللہ حافظ ابو عبد الرحمن محمد بن حسین ابن موسی سلمی صوفی نے
اپنے جد ابو عمرو بن نجید کی صحبت اُٹھائی اور اصم اور اُن کے طبقہ والون سے حدیث سنی اور
تفسیر و تاریخ تصنیف کین اور اُن کی تصنیفین سو تک پہونچین خطیب کا قول ہے کہ یہ اپنے
شہر والون مین بڑے جلیل القدر تھے اور صاحب حدیث بھی اور نفحات مین ہے کہ ان کا نام
محمد بن حسین بن محمد بن موسی سلمی ہے یہ شیخ ابو القاسم نصر آبادیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور نصر آبادی
حضرت شبلیؒ کے مرید تھے شیخ ابو سعید ابو الخیر اپنے پیر شیخ ابو الفضل کی وفات کے بعد اُن کی صحبت
مین بھی گئے اور اُن سے بھی خرقہ پہنا شیخ ابو سعید کہتے تھے کہ مین پہلی مرتبہ جب شیخ ابو عبد الرحمن
سلمی کے پاس گیا تو اُنھون نے مجھ سے فرمایا کہ مین اپنے ہاتھ سے تمھارے لیے ایک بات یاد
رکھنے کے قابل لکھتا ہون مین نے کہا بہتر ہے لکھیئے اُنھون نے لکھا کہ مین نے اپنے جد ابو عمرو
بن نجید سلمی سے اور اُنھون نے ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی سے سُنا وہ کہتے تھے کہ تصوف
خُلق ہے جو شخص جسقدر خلق بڑھائے گا اسی قدر اسکے تصوف مین زیادتی ہوگی اور خلق کی تفسیر مین
سب سے عمدہ قول امام ابو سہل صعلوکی کا ہے کہ خُلق سے مراد اعتراض سے اعراض کرنا ہے حضرت
شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات کے باب ایک سو اکسٹھ مین اس مقام کی تشریح مین جو مابین صدیقیت
اور نبوت کے ہے لکھتے ہین کہ محرم سنہ پانسو ستانوے مین مین اُس مقام پر پہونچا اور اُس زمانہ مین
بلاد مغرب مین سفر مین تھا مجھپر حیرت غالب ہوئی اور تنہائی کی وجہ سے بڑی وحشت پیدا ہوئی
اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس مقام کا نام کیا ہے با وجودیکہ وہ مقام مجھکو حاصل تھا مجبوراً اُسی حالت
حیرت و وحشت مین جہان مین اُترا تھا وہان سے چل کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے ایک
دوست کے یہان پہونچا اُس سے کچھ اپنی وحشت و حیرت کا حال بیان کر رہا تھا یکایک مین نے
دیکھا کہ ایک شخص کا سایہ ظاہر ہوا مین اپنی جگہ سے اُٹھا اور سمجھا کہ شاید کوئی شخص ایسا آتا
ہو جس سے دلچسپی ہو اور یہ وحشت دور ہو اُس نے آکر مجھ سے معانقہ کیا مین نے جو غور کیا تو
دیکھا کہ شیخ ابو عبد الرحمن سلمی تھے جن کی روح جسدی صورت مین متمثل ہوئی تھی اُن سے
مین نے کہا کہ مین تم کو اس مقام پر دیکھتا ہون کہا ہان میرا انتقال اسی مقام پر ہوا ہے اور اسی
مقام پر مین دُنیا سے آخرت مین گیا ہون اور ہمیشہ اسی مقام پر رہتا ہون مین نے اپنی وحشت

اور اس مقام سے اُنس ہونیکا ذکر کیا وہ کہنے لگے کہ مسافر کو تو وحشت ہوتی ہی ہے اس کے سوا اور کیا ہوتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اُس نے تم کو یہ مقام عطا کیا شاکر رہو اور راضی ہو اس امر مین کہ تم حضرت خضر علیہ السلام کے شریک ہو تب مین نے اُن سے کہا کہ اس مقام کا نام مجھے نہین معلوم کہنے لگے اس مقام کا نام قربت ہے یہین رہو فقط یہ کہا کرتے تھے کہ صوفی کو دو چیزین ضروری ہین ایک اپنے حالات مین کسیجا ہونا دوسرے معاملات مین باادب رہنا ان کی وفات ماہ شعبان سنہ ۴۱۲ ہجری مین ہوئی اور ان کے والد حسین بن محمد موسیٰ سلمی بھی بڑے مشائخین مین تھے اور عبداللہ منازل اور ابو علی ثقفی کے ہم صحبت تھے اور حضرت شبلی کو بھی دیکھا تھا جب شیخ عبدالرحمن پیدا ہوے تو جو کچھ اُن کے پاس تھا سب فروخت کر کے صدقہ مین دیدیا لوگون نے کہا تمھارے یہان بیٹا پیدا ہوا ہے اُس کے لیے کچھ نہین رکھا کہنے لگے کہ اگر وہ اچھا ہوگا تو وہ اور اچھون کی خود تولیت کرے گا اور اگر فسادی ہوگا تو فساد کے لیے کوئی چیز چھوڑنا مین بہتر نہین سمجھتا اُن کی وفات سنہ تین سو چالیس و چند مین ہوئی فقط

حال شیخ اولیا محدثین و فقہا محدثین صفا از جملہ کید رشید حضرت خوجہ عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ

یحییٰ بن معین کہتے تھے کہ ابو داؤد کا قول ہے کہ یہ کوئی چیز نہ تھے اور عمرو بن الفلاس کہتے تھے کہ یہ متروک الحدیث تھے امام بخاری کا قول ہے کہ یہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے دوستون مین تھے مگر منکر الحدیث تھے اور محدثین نے ان کو متروک کر دیا تھا اور نسائی کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہ تھے اور شیخ ابراہیم سعدی جوزجانی کا قول ہے کہ یہ ضعیف اور سیئی المذہب تھے اور مذہبا ان کا شمار صادقین مین نہ تھا اس سے مطلب اُس کا قائل بقدر ہونا معلوم ہوتا ہے یعقوب بن شیبہ کہتے تھے کہ یہ عابد و صالح تھے اور میرا گمان ہے کہ یہ قدر کے بھی قائل تھے اور حدیث مین ان کو کچھ زائد علم نہ تھا اور ضعیف تھے حالانکہ دراصل قدر کی نسبت ان کی طرف باطل ہے اور اسکو بہت تفصیل سے ابو داؤد نے اپنی سنن مین لکھا ہے اور ابو حاتم کہتے تھے کہ یہ قوی الحدیث نہ تھے اور ابن حبان نے بھی ان کو ضعفا مین لکھا ہے اور یہ بھی کہ اُن لوگون مین تھے جو اُلٹی خبرین بوجہ اپنے سوء حافظہ و کثرت وہم بیان کیا کرتے تھے تو جب غلطیان اُن سے بکثرت

ہونے لگین تو یہ ترک کردیے گئے اور ساجی اور عقیلی اور ابن شاہین اور ابن الجارود وغیرہ نے بھی ان کو ضعفا مین لکھا ہے اور ابن عبد البر کہتے تھے کہ علما کا اتفاق ان کے ضعیف ہونے پر ہے علامہ ذہبی نے میزان مین اور علامہ ابن حجر نے لسان مین اولاً تو لکھا ہے کہ عبد الواحد بن زید بصری زاہد شیخ صوفیہ بہت بزرگ شخص تھے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ان سے ملاقات بھی ہوئی ہے پھر بعد کو دونون نے منکرین کے کلام لکھے ہین اور ان سے زیادہ تعجب ابن حبان سے ہے کہ اُنھون نے کتاب الضعفا مین صرف ان کے حال ہی پر قناعت نہین کی بلکہ اس سے رجوع کرکے پھر ثقات مین بھی اُن کو لکھا ہے اور یہ بھی آپکے زہد اور رقاق کی بہت سی حکایتین اہل بصرہ نے روایت کی ہین اور وہ آپ کی حدیث کو معتبر بھی جانتے ہین بشرطیکہ اُن کے قبل اور بعد کا راوی ثقہ ہو سو وجہ سے کہ سعید بن عبد اللہ بن دینار کی روایت سے جو ان کی حدیث ہوتی ہے اس سے وہ لوگ زائد پرہیز کرتے ہین اور اسکو مستند نہین جانتے ہین کیونکہ سعید کا یہ حال تھا کہ وہ ثقات سے بھی بے اصل باتین نقل کردیا کرتے تھے اور اسمین کوئی شک نہین کہ ابن حبان کی توثیق اور تعدیل اوروں کی جرح و تعدیل سے زائد قابل وثوق ہے کیونکہ اُن کا مقولہ بھی قریب قریب ذہبی کے قول کے ہے اور اسی کے تابع علامہ ابن حجر اور عامہ متاخرین بھی ہوے ہین کہ اکثر ثقہ راوی بھی مجروح ہو جاتا ہے اگرچہ وہ خود نہین سمجھتا کہ اس جرح سے کیا بات ظاہر ہوگی اور ابن حبان نے خود کتاب الثقات کے شروع مین وعدہ کیا تھا کہ مین کتاب الضعفا سے پہلے ایک کتاب لکھونگا لیکن مشیت الٰہی نہ تھی لہذا ارادہ پورا نہوسکا حالانکہ اُنھون نے خود کتاب الضعفا کے تقدم کی تصریح عبید اللہ عمری اور مصعب زبیری اور محمد بن المہاجر وغیرہم کے حالات مین کردی تھی اور اُن کے مصنفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کتابون کے تصنیف کے زمانہ مین اور کتابون کی تصنیف مین بھی مصروف تھے اور اس مصروفیت مین ان کو ایک مدت گذر گئی تھی درظاہر ہے کہ یہ کلام ان کا بعد بہت تجسس وتفحص روایات حضرت خواجہ عبد الواحد تحریر مین آیا ہوگا کیونکہ اس کے راوی بھی ثقات اور ضعفا ہین تو ابن حبان کا اُن کو ضعفا مین کہنا اسوجہ سے تھا کہ ان کو حضرت خواجہ کی روایات ضعیفہ کی متابعات نہین معلوم تھی اور محدثین نے جس چیز کی انکار کی تھی اس کے متابعات جیدہ پائے گئے تو منجملہ منکرات منتخبہ علما کے ایک وہ ہے جسکو علامہ ابن جوزی علل متناہیہ مین دار قطنی کی روایت سے معہ اپنی سند کے حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید سے اور وہ ثابت البنانی

ہے اور وہ حضرت انس سے مرفوعاً روایت کرتے ہین کہ شب جمعہ مین چوبیس گھڑیان اللہ کیلیے ہوتی ہین اور ہر گھڑی مین وہ چھ لاکھ آدمی دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہین جنھون نے اپنے اوپر دوزخ کو واجب کرلیا ہوتا ہے ابن جوزی کہتے ہین کہ یہ صحیح نہین مگر پھر ابن معین او فلاس کے قول نقل کیے ہین اور اسی کو بخاری نے اپنی تاریخ کبیر مین بسند صحیح معتمر بن نافع سے انھون نے ابی عبداللہ عنبری سے روایت کیا ہے اور اُنھون نے دونون کو ثقہ بھی کہا ہے ابن حبان ثابت بنانی سے نقل کرکے کہتے تھے کہ مجھ سے حدیث بیان کی انس بن مالک نے پھر وہی روایت بالفاظ سابقہ بیان کی اور اس حدیث کی اور بھی کئی طرح سے روایت آئی ہے جو مخرجین احادیث نے روایت کی ہے اور ایک حدیث حضرت عبدالواحد کی اسلم کوفی سے ہے انھون نے مُرہ طیب سے اُنھون نے زید بن ارقم سے اُنھون نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس شخص کا گوشت حرام سے پیدا ہو تو اُس گوشت کے لیے آگ ہی بہتر ہے اسی کے راوی حاکم مستدرک مین ہین اور بیہقی شعب الایمان مین اور اسپر دونون نے توقف بھی کیا ہے اور اسی کی تعلیل ابن عدی نے کامل مین بھی خواجہ عبدالواحد سے کی ہے اور ابن معین وسعدی وبخاری کے اقوال بھی نقل کیے ہین باایںہمہ کہ اور طریقون سے بھی اس کی روایتین آئی ہین اور اُن کو اور راویون نے بھی لکھا ہے چنانچہ اُنھین مین سے ایک وہ ہے جسکی تحسین ترمذی نے کعب بن عجرہ کی حدیث سے کی ہے **فائدہ** ثقات ابن حبان مین ہے کہ مُرہ بن شراحیل ہمدانی عباد اہل کوفہ سے تھے انھین کو مرہ طیب بھی کہتے تھے اور

ؔ علم ثقات وضعفا در روایت حدیث یہ علم اسمار الرجال کے بہت اعلیٰ قسمون سے ہے کیونکہ یہی ذریعہ شناخت صحت و سقم حدیث ہے اور امور دینی مین احتیاط کا ذریعہ ہے اور باعث علیحدگی خطا و غلط کے مواقع کا اس اصل اعظم مین جسپر اسلام کی بنا ہے اور شریعت کا اساس اور حفاظ حدیث کی اسمین بہت سی تصنیفین ہین اور وہ تصنیفین دو قسم کی ہین ایک وہ جو ثقات کے بیان مین ہے جیسے کتاب الثقات امام حافظ ابی حاتم محمد بن حبان متوفی سنہ تین سو چون کی اور دوسری کتاب الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی سنہ آٹھ سو اتھر کی یہ بھی بڑی کتاب ہے چار جلدون مین اور کتاب الثقات خلیل بن شاہین اور کتاب الثقات عجلی اور دوسری قسم کی وہ کتابین ہین جسمین ضعفا کا بیان ہے جیسے کتاب الضعفا بخاری کی اور کتاب الضعفا نسائی کی اور کتاب الضعفا محمد بن عمر العقیلی کی اور تیسری وہ کتابین ہین جنمین ثقات او ضعفا دونون ہین جیسے بخاری کی تاریخ اور ابن ابی خیثمہ کی تاریخ ابن الصلاح کہتے تھے کہ کتاب الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم کی عمدہ ترین کتب اس علم مین ہے انتہی کذا فی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ١٢

طیب اسو جہ سے کہتے تھے کہ یہ کثیر العبادت تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور اُن سے ابو اسحٰق سبیعی اور عمر ابن مرہ ان کا انتقال ۹۶ھ مین ہوا میزان اور لسان المیزان مین ہے کہ منجملہ مناکیر حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید ایک وہ ہے جسکو ابن ابی الدنیا نے اپنی تالیفات مین یون روایت کیا کہ وہ کہتے تھے کہ حدیث بیان کی عبد الرحمن بن زبان ابو علی طائی اُنے اُن سے عبد الصمد بن عبد الوارث نے اُن سے عبد الواحد بن زید نے اُن سے اسلم کوفی نے اُن سے زید بن ارقم نے کہ ہم ایکبار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کے حضور مین حاضر تھے آپنے پانی مانگا جب وہ آیا تو آپنے اُسکو مُنھ سے لگایا اور رونے لگے حاضرین بھی رونے لگے جب سب چُپ ہو گئے تب آپنے اپنی آنکھون کا مسح کیا حاضرین نے پوچھا کہ یہ کیا تھا فرمایا کہ ایک بار مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا دیکھا کہ آپ کوئی چیز دفع فرماتے ہین اور ظاہر مین وہ چیز دکھائی نہین دیتی مین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیا چیز دفع فرماتے تھے فرمایا دنیا کو کہ اسکی صورت میرے سامنے لائی گئی مین نے اُس سے کہا کہ میرے پاس سے پلٹ جا وہ پلٹ گئی اور کہنے لگی کہ آپ مجھ سے دوری اختیار کرتے ہین حالانکہ آپ کے بعد والے ہرگز مجھ سے دور نہ رہ سکین گے عراقی تخریج احیاء العلوم مین لکھتے ہین کہ اسکو بزاز نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکی اسناد کی تصحیح کی ہے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے بلفظ اپنی روایت سے لکھا ہے اور واقعی اس مین کوئی چیز انکار کرنے کی نہین ہے نہ یہ ثقات کی حدیث کی مخالف ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات کوئی محالات سے ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جنت و دوزخ ممثل نہین کی گئی یا آپنے نماز مین شیطان کو جو آپ کے پاس آیا تھا دفع نہین فرمایا اور جسطرح وہ صرف ابتلاء الٰہی تھا تاکہ آپکا ثبات قوی ہو جائے ویسا ہی یہ بھی ہو تو کچھ تعجب نہین اسکے سوا علامہ شیخ ابن حجر مکی منح مکیہ مین لکھتے ہین کہ یہ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھین اس کا صحیح طریقہ علاوہ اس کے معلوم ہو گیا ہوگا پھر اسکے سوا ان دونون خبرون کا دار و مدار اسلم کوفی پر ہے جیسا کہ ان لوگون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے بزاز بعد روایت حدیث ۱؎ لا یدخل الجنۃ جسد غذی بالحرام کے لکھتے ہین کہ یہ حدیث معروف نہین اور ابن قطان کا قول ہے کہ یہ معروف بلا ان الفاظ کے نہین ہے اور عبد الحق نے اس کے ساتھ اس حدیث کو کہ ۲؎ ملعون من ضار مسلما او مکر بہ کو ضعیف کہا ہے اور اسی کو طوسی نے

۱؎ یعنی نہ داخل ہوگا جنت مین بدن جو حرام سے پالا گیا ہو ۱۲ ۲؎ ملعون ہو وہ شخص جو ضرر پہونچائے کسی مسلمان کو یا اسکے ساتھ فریب کرے ۱۲

رجال شیعہ مین لکھا ہے جیساکہ لسان المیزان مین بالتفصیل موجود ہے تواُس کے ساتھ حضرت خواجہ عبدالواحد کی خبر کی علت بیان کرنا یہ اور بھی سخت بدترامر ہے اور یہی نمونہ عبدالواحد بن زید کا محدثین کے نزدیک انکار سخت کا ہے اور ابن حجر کا قول ابن حبان کے بارہ مین کہ اُنھون نے حضرت عبدالواحد بن زید کو ثقات مین لکھا ہے یہ کچھ اچھا نہین کیا تو اس قول کا فساد ظاہر ہے کیونکہ اُن سے روایت حدیث ابو عبیدہ حاد اور ابو عاصم نبیل اور مسلم او رطیالسی اور عبدالصمد بن عبدالوارث اور قرہ بن حبیب البصری بلکہ کل ائمہ بصرہ موجودین معاصرین نے کی ہے اور اُن سے حجت لانے اور روایت کرنے پر اتفاق کیا ہے اور مکی بن ابراہیم بلخی اور وکیع بن الجراح کوفی اور ابو سلیمان دارانی بھی اُن سے روایت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ آپنے عشا کے وضو سے چالیس برس صبح کی نماز پڑھی اور اسکو ایک جماعت نے بھی روایت کیا ہے اور یہ مستجاب الدعوات تھے شیخ ابوالقاسم قشیری کا قول ہے کہ مجھسے شیخ ابو عبدالرحمن سلمی نے اُن سے ابوالحارث خطابی نے اُن سے محمد بن الفضل نے اُن سے علی بن مسلم نے اُن سے سعید بن یحییٰ البصری نے بیان کیا کہ قریش کے چند آدمی حضرت عبدالواحد بن زید کے پاس بیٹھا کرتے تھے وہ ایک دن اُن کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم سب کو محتاجی اور تنگدستی سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے حضرت عبدالواحد بن زید نے اُسی وقت آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا کہ یا اللہ مین تجھسے بتوسل تیرے اُس نام بلند کے سوال کرتا ہون جس سے تو اپنے جس دوست کو چاہتا ہے بزرگ کرتا ہے اور اُن سے جسکو چاہتا ہے صفا عنایت کرتا ہے کہ تو ہم کو اتنا رزق عنایت کر جس سے علائق شیطانی میرے اور میرے دوستون کے دلون سے ٹوٹ جائین اور تو حنان منان قدیم الاحسان ہے یا اللہ اُسی وقت راوی کہتے تھے کہ مین نے خود سُنا کہ یکدفعہ چھت کڑکی اور لوگون پر دینار و درہم برسنے لگے تب پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب اللہ سے دعا مانگو کہ وہ تم کو اپنا ہی محتاج رکھے غیر کا محتاج نہ کرے حاضرین نے وہ درہم لے لیے مگر حضرت نے کچھ اسمین سے نہین لیا **نقل**

سیرالاقطاب مین ہے کہ ایک مرتبہ فقیرون کی ایک جماعت آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی جو بھوکی تھی سب نے حاضر ہوکر باصرار التماس کیا کہ ہم کو حلوا چاہیے آپنے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اُسیوقت آسمان سے روپیہ برسنا شروع ہوگئے فقیرون نے جب چننا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ اُسی قدر لے لو جتنے کا حلوا کھا سکو فقیرون نے اُسی قدر لے لیے اور حلوا لے آئے اور خوب آسودہ ہوکر کھایا مگر آپ نے اُسمین سے کچھ نہین کھایا سفینۃ الاولیا مین ہے کہ آپ نے

جوان دینار و درہم سے خود نہین لیا تو اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کی کرامت سے تھی اور اس جماعت صوفیہ کی خوراک کسب و مشقت سے ہوا کرتی ہے چنانچہ ایک بار ایک فقیر جنگل مین پیاسا ہوا آسمان سے اُس کے لیے ایک سونے کا پیالہ پانی بھرا اُترا اُس نے کہا قسم تیرے عزت کی مین پانی نہ پیون گا سوا اُس بدوی کے ہاتھ سے جو مجھے طمانچہ مار کر ایک گھونٹ پانی پلادے اور میری کرامت سے وہ پانی نہو بلکہ تیری قدرت سے ہو کیونکہ تجھے قدرت ہے کہ تو میرے پیٹ ہی مین پانی بھردے یعنی کرامات ظاہری بھی احتمال مکر سے خالی نہین ہوتی لہذا اُس سے بھی اُس شخص نے اپنے کو محفوظ رکھنا بہتر خیال کیا **نقل** بسند قشیری سعید سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین حضرت خواجہ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ سایہ مین بیٹھے ہوے تھے مین نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ اللہ سے اپنے واسطے وسعت رزق کی دعا مانگیے تو مجھے اُمید ہے کہ وہ بہت جلد ہوجائے آپ نے کہا کہ میرا پروردگار اپنے بندون کے مصالح خوب جانتا ہے بعد اس کے زمین سے چند کنکریان اُٹھا کر کہا کہ یا اللہ اگر تو ان کو سونا کردینا چاہے تو یہ ہوسکتی ہین چنانچہ وہ سب آپ کے ہاتھ ہی مین سونا ہوگئین آپنے وہ سب ہماری طرف ڈالدین اور کہا کہ لو خرچ کرو دنیا اچھی نہین سوائے آخرت کے اس نقل کے راویون مین کوئی شخص مجروح نہین نہ میزان مین نہ لسان المیزان مین اور ان دونون روایتون مین ابوالحارث راوی علاوہ ابوالحارث خطابی کے ہین اور ابن الفضل راوی ابن سلم نہین ہے لہذا وہ مجمول روایت موجودہ پر نہ کیا جائیگا۔ **نقل** اور ایک جماعت جن مین علامہ ابن الجوزی بھی تھے احمد بن ابی الحواری سے روایت کرتے ہین وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ابوسلیمان دارانی کہتے تھے کہ حضرت خواجہ کو ایک بار خارج ہوا اور وہی وقت نماز کا بھی تھا وضو کی ضرورت تھی آپ نے پوچھا کہ یہان کون ہے کوئی نہ بولا اور اندیشہ ہوا کہ وقت جاتا رہے گا تب آپ نے کہا کہ یا اللہ مجھ سے میری اس بندش کو کھول دے تاکہ طہارت کرلیا کرون پھر جیسی تیری مرضی ہو آپ اُسیوقت ایسے اچھے ہوگئے کہ وضو کرلیا پھر جب بچھونے پر آئے تو ویسی ہی بیمار سے تھے شیخ الاسلام والحفاظ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی نے طبقات[۱] صوفیہ مین لکھا ہے کہ حضرت

---

[۱] یہ کتاب شیخ الاسلام حافظ ناقد حجۃ فقیہ عارف ابواسماعیل ہروی عبداللہ بن ابی منصور محمد بن ابی معاذ علی بن محمد بن احمد بن علی بن جعفر بن منصور بن ابی منصور بن ابی ایوب صحابی انصاری رضی اللہ عنہ کی ہے اور اسکو ان کے بعضے اصحاب نے ان کے تحریرات و روایات و مذکرات سے جمع کیا ہے اور یہی کتاب اصل نفحات الانس ہے اور سیوطی نے بھی طبقات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۴ پر ملاحظہ ہو)

خواجہ ائمہ کرشرع سے ایک امام تھے اور حکیم تھے معاملات و حکمت مین ان کا کلام بہت عمدہ ہوتا تھا
تمام مشایخ طریقت اہل کشف و شہود و فقہاے محققین اُن کی ولایت اور امامت اور جلالت پر متفق
تھے اور وہ شیخ الاسلام تھے جن کے سلسلہ مین ہزارون اولیاء کاملین گذرگئے ہین منجملہ اُن کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ١٤٣)
مفسرین مین ان کے حال مین امام حافظ عبدالغافر سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بڑے بزرگ اور علوم عربیہ و حدیث و تاریخ
و انساب کے عالم اور تائید دین پر قائم تھے اُنھون نے حدیث پڑھی عبدالجبار جراحی اور ابی الفضل جارودی اور
یحییٰ بن عمار سجزی مفسر اور ابی ذر ہروی اور اور بہت لوگون سے اور اُن سے بہتون نے تخریج بھی کی اور یہ
خود ایک مدت تک قرآن کی تفسیر بھی کرتے رہے کہا کرتے تھے کہ مین ایک سو سات تفسیرین دیکھکر تفسیر بیان کرتا
ہون ان کی تصنیفات سے کتاب ذم الکلام اور منازل السائرین اور کتاب الفاروق وغیرہ وغیرہ ہین ان سے ابوالوقت
عبدالاول اور بہتون نے روایت کی ہے اور سب کے آخر مجاز ابوالفتح نصر بن سیار تھے اور حافظ ابن ناصر الدین
دمشقی نے بھی تبیان مین ان کا حال لکھا ہے اور بہت تعظیم و توقیر سے یاد کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ائمہ حفاظ
اور بزرگان ایقاظ سے تھے ان کی کیفیت معرفت اور احاطۂ احادیث اور طرق کو حافظ ابن حجر نے شرح حدیث انما
الاعمال بالنیات مین لکھا ہے اور حافظ ابو موسیٰ مدینی اپنے بعض ان مشایخ سے جو حافظ ابی اسمٰعیل انصاری ہروی کا
ذکر کرتے تھے ناقل ہین کہ وہ کہتے تھے کہ شیخ الاسلام ہروی کہتے تھے کہ مین نے سات سو حدیثین اصحاب یحییٰ سے
لکھین اور حافظ محمد بن علی بن سعید نقاش کہتے تھے کہ اُنھون نے یحییٰ کے علاوہ ڈھائی سو آدمیون سے روایت کی ہے
چنانچہ ان کے نام حافظ ابوالقاسم ابن مندہ نے لکھے ہین اور وہ تین سو سے متجاوز ہین اور یہی نہائی تعداد ان کے
راویون کی ان کے علم مین تھی علامہ ابن حجر بعد اس نقل کے لکھتے ہین کہ مین اس قول کو صحیح نہین جانتا کیونکہ مین نے
جب سے حدیث پڑھنا شروع کی تب سے اُن کی روایات مشہورہ کے طریقون کا تتبع کیا اور اسوقت تک کرتا رہا مگر مین ہو
کی تعداد کو بھی پوری نہ کر سکا پھر مین نے اسکے علاوہ طریقون کا تتبع بھی کیا تو وہ البتہ اُن منقولہ تعداد سے میرے خیال
ناقص مین بڑھ گئے مگر یہ علامہ ابن حجر کی زیادتی ہے کیونکہ یہ رواۃ بالاتفاق حفاظ ثقات ہین اور ابن حجر کا اُن کے مبلغ علم پر
نہ پہونچنا یہ کوئی حجت نہین کیونکہ ایک جگہ اُن کے علم کی زیادتی اس کی مستلزم نہین ہر کہ اُن کا علم ہر جگہ بڑھا ہی ہو فحات مین
ہے کہ شیخ الاسلام کہتے تھے کہ مین راتون کو چراغ کے پاس حدیث لکھا کرتا تھا اور کھانے کی فرصت مجھے نہین ہوتی تھی
میری والدہ مجھکو برابر لقمہ بنا بنا کر کھلاتی تھین اور مین لکھتا رہتا تھا اسقدر تکلیف مین نے علم حدیث شریف کی طلب
مین اُٹھائی اور غالباً اس زمانہ مین اسقدر تکلیف سوا میرے اور کسی نے نہ اُٹھائی ہوگی بارش مین نیشاپور سے دیر بار تک
جاتا تھا جو ایک دن کے راستہ پر واہان سے تھا اور اجزاے حدیث کو پشت خم کیے اپنے پیٹ سے چپکائے رہتا تھا کہ
بھیگ نہ جائین اور اس زمانہ مین کسی نے اسقدر حدیثین نہین لکھین جتنی مین نے لکھین مین نے تین شخصون سے
حدیث لکھی ہے اور وہ سب اہلسنت اور اصحاب حدیث تھے مبتدع یا اصحاب الراے نہ تھے اور اسی طرح کسی کو میرے
زمانہ مین یہ علم آسانی سے نہین حاصل ہوا اور اکثر اسانید عالیہ بھی مین نے لکھنے سے ترک کر دیے کیونکہ ان کے راوی صاحب الراے
یا اہل کلام معلوم ہوے لہذا محمد بن سیرین کے قول پر عمل کیا وہ کہتے تھے کہ یہ علم دین ہے اور دیکھو لو کہ جس سے تم حاصل کرتے
ہو وہ کیسا ہے اور یہ بھی کہتے تھے کہ تین لاکھ حدیثین ہزار ہزار سندون سے یاد ہین اور مجھے اللہ نے ایسا حافظہ عطا کیا ہے کہ
جو کچھ مین نے لکھا وہ یاد ہوگیا ١٢

فقیہہ محدث ولی فیاض شیخ ابو علی فضیل بن عیاض تھے اُن کے اکثر منکرین کو اللہ نے دنیا مین اس انکار کی عقوبت مین مبتلا کردیا اور محدثین وغیرہ نے اُن پر جرحین کین ایک فلاس کی حدیث ہے کہ جسمین یزید بن زریع راوی تھے اس کے متعلق امام المعرفت علی ابن المدینی نے انکار کی اور طعن بھی اسی واسطے اکثر فلاس اُن سے حسداً بھڑجایا کرتے تھے اور محدثین کا قول ہے کہ ابن معین نے جو ایک گروہ ثقات کو ضعیف کہا ہے یہ کوئی چیز نہین ابو بکر بن المقری کہتے تھے کہ مین نے محمد بن عقیل البغدادی سے سُنا اور اُنھون نے ابراہیم بن ہرمز سے وہ کہتے تھے کہ مین نے ابوداؤد کو دیکھا کہ وہ یحیی بن معین کے بارہ مین لوگون سے بھڑ گئے مین نے پوچھا کہ یہ کیون آپ یحیی بن معین کی بدی کرنے مین بھڑے ہین تو کہنے لگے کہ جو شخص لوگون کے دامن کھینچے گا تو وہ لوگ اُس کے دامن کو کھینچین گے ابو زرعہ نے بعد نقل قول ابن المدینی کے کہا ہے کہ ثقات کی حدیث ابن معین کے نزدیک کچھ قابل وقعت نہین ٹھہری حالانکہ وہ اس خیال سے یہ نہین بیان کرتے تھے بلکہ ان کی یہ عادت ہوگئی تھی کہ وہ یونہی لوگون مین باتین کیا کرتے تھے شیخ ابوالحسن القطان کا ساجی کے بارہ مین قول ہے کہ اسکو ایک جماعت ثقہ کہتی ہے اور اور لوگ ضعیف کہتے ہین اور ابن حجر کا اس قول کو غیر ضروری کہنا یہ خود ایک امر فضول ہے کیونکہ ابوالحسن بلاشک حافظ اور ثقہ تھے وہ کیسے متہم بکذب ہوسکین گے اور ان لوگون کو ضعیف کہنا یہ کچھ ٹھیک نہین جیسا کہ خود ساجی کا حضرت عبدالواحد بن زید کی تضعیف کرنا ہے یا ابو حاتم کا امام بخاری کی تضعیف کی ایک جماعت کے کہنے سے انکار کرجانا چنانچہ اسمین ابو حفص کبیر وغیرہ نے بہت بحث کی ہے یا احمد بن صالح کا امام نسائی پر معترض ہونا یا ابن شاہین کا اعتراض باوصف اس وسعت فی المعرفت کے کہ شبرالمسی نے حاشیہ مواہب مین اُن کے بارہ مین لکھا ہے کہ شعرانی نے میزان کے دیباچہ مین حافظ سیوطی سے نقل کرکے لکھا ہے کہ حافظ ابن شاہین نے ایک سند لکھا ہے ایک ہزار چھ سو جلدین محمد بن عمر داؤدی کہتے تھے کہ یہ بڑے جلد باز تھے اور رفتہ تھوڑی جانتے تھے اور یہ ایک روز شیخ ابی الحسن دارقطنی کے پاس گئے اُنھون نے کوئی بات ان سے نہین کی کچھ تو ان کی ہیبت سے اور کچھ اس خوف سے کہ کہین اُن کے سامنے کوئی غلط لفظ میرے مُنھ سے نہ نکل جائے اور داؤدی کہتے تھے کہ مجھ سے دارقطنی کہتے تھے کہ دیکھو ابن شاہین کا دل کیسا اندھا ہوگیا کہ اُس نے تفسیر مین ایک کتاب لکھی اور مجھ سے چاہا کہ مین اُسکو دیکھ دون اور جہان جہان غلطی ہو وہ درست کردون مین نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس نے تمام تر ابی الجارود کی تفسیر نقل کردی ہے اور کتاب

بحرین تفریق اسطرح کردی ہے کہ ابی الجارود کا زیاد بن المنذر سے نقل کرنا لکھدیا ہے حالانکہ وہ تنہا قول ابی الجارود ہی کا ہے زیاد بن المنذر کا نہین ہے اور ہمزہ سہمی کہتے تھے کہ دار قطنی کہا کرتے تھے کہ ابن شاہین غلطیان کرجاتے ہین اور اسپر اڑے رہتے ہین مگر وہ ثقہ ضرور ہین اور ابن رزداد کہتے تھے کہ ابی بکر احمد بن عمر بقال کے نزدیک بھی ابن شاہین ضعیف تھے ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد	میلش اندر طعنہ پاکان زند

امام یافعی تاریخ مراۃ الجنان مین حوادث سنہ ایکسو اکتر مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ مین ولی کبیر سید شہیر عبد الواحد بن زید بصری نے وفات پائی اور مین نے بعضے اُن کے حکایات جواُن کے کرامات اور محاسن صفات کو بھی متضمن تھے روض الریاحین مین لکھی ہین اور بقول صاحب سیر الاقطاب آپ کی وفات ستائیسوین ماہ صفر ۱۷۷ ہجری و بقولے ۱۷۶ ہجری مین ہوئی اور یہی سفینۃ الاولیاء اور اخبار الاولیا مین بھی ہے اور اقتباس الانوار مین ہے کہ بصرہ مین آپ کی وفات ہوئی حضرت خواجہ نے سلسلہ امام ہمام سید التابعین سند العارفین ابی سعید الحسن بن ابی الحسن البصری سے لیا اور امام ہمام علم الاعلام کمیل بن زیاد کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اور انھون نے حضرت جناب امیر علیہ السلام سے اور حضرت خواجہ نے اپنے برادر طریقت شیخ المحدثین خواجہ ابو محمد حبیب بن محمد کی صحبت بھی اُٹھائی جیسا کہ تہذیب اور تقریب مین ہے باقی حضرت خواجہ جن انہاج سے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے شیوخ سلسلہ مین ہوتے ہین اس کے بیانات سابقاً مذکور ہوچکے ہین **فائدہ نافعہ** محدثین کے ان اقوال مین فرق ہے کہ (ھذا حدیث منکر) یعنی یہ حدیث منکر ہے اور (ھذا الراوی منکر الحدیث) یعنی یہ روایت کرنے والا منکر الحدیث ہے اور (ھذا یروی المناکیر) یعنی یہ شخص منکرات روایت کرتا ہے تو مطلب یہ نہین ہے کہ اسطرح کا راوی ثقہ نہین ہوتا کیونکہ محدثین اکثر منکر ہونیکا اطلاق محض راوی کی اسی ایک حدیث کی روایت پر بھی کرتے ہین گو متاخرین کی اصطلاح یہ ہے کہ منکر اُس حدیث کو کہتے ہین جسکو ضعیف مخالف ثقہ نے روایت کیا ہو لیکن جب وہ ثقہ اور ثقات کے خلاف کریگا تو وہ شاذ ہوجائیگا اور اسی طرح یہ جو محدثین کا قول ہے کہ (فلان روی المناکیر) یا (حدیثہ ھذا منکر) یعنی فلان شخص منکرون کی روایت کرتا ہے یا اسکی یہ حدیث منکر ہے وغیرہ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ ضعیف ہے علامہ زین عراقی احیاء العلوم کے احادیث کی تخریج مین لکھتے ہین کہ اکثر محدثین منکر کا اطلاق راوی پر اس سبب سے کرتے ہین کہ وہ تنہا اُسی ایک حدیث کا راوی ہوتا ہے اور سخاوی فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث مین لکھتے ہین کہ کبھی اُس کا تفرد پر اطلاق کیا جاتا ہے جبکہ وہ منکرات ضعفا سے روایت

کرے حاکم کہتے تھے کہ مین نے دارقطنی سے پوچھا کہ سلیمان بن بنت شرجیل کیسے ہین اُنھون نے کہا ثقہ تب
مینے کہا کہ اُن کے پاس تو چند حدیثین منکر بھین کہا کہ وہ اُنھون نے ضعیف لوگون سے روایت کی
ہین لیکن وہ خود ثقہ تھے علامۂ ذہبی نے میزان الاعتدال مین عبد اللہ بن معاویہ زبیری کے
حال مین لکھا ہے کہ محدثین کا لفظ منکر الحدیث کہنے سے مطلب یہ نہین ہوتا کہ سب مرویات
اُس کے منکر ہوتے ہین بلکہ جب کوئی شخص بہت سی حدیثین روایت کرے اور اُن مین بعضے
منکرات ہون تو وہ منکر الحدیث خیال کیا جائیگا اور یہی احمد بن عتاب مروزی کے حال مین بھی
لکھا ہے کہ احمد سعید بن معدان شیخ صالح تھے اور فضائل اور مناکیر روایت کرتے تھے اور
فی الحقیقت ہر منکر روایت کرنیوالا ضعیف نہین کہا جا سکتا اور جو قصداً ایسا کرے وہ ضرور ضعیف
خیال کیا جائیگا علامۂ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری مین محمد بن ابراہیم تیمی کے حال اور اُنکی توثیق
مین امام احمد کا یہ قول نقل کر کے کہ وہ احادیث منکرہ روایت کرتے تھے۔ لکھتے ہین کہ امام احمد
بن حنبل اور ایک گروہ محدثین اُس فرد حدیث کو جسکا کوئی متابع نہو حدیث منکر کہتے ہین تو منکر کے
یہان بھی پہلے ہی معنی لیے جائین گے اور اسی کو ایک گروہ حجت سمجھتے ہین اور ابن عبد اللہ احمد وغیرہ
کے حال مین لکھتے ہین کہ احادیث مطلقہ مفردہ کو یہ لوگ منکر کہتے تھے اور ثابت ابن عجلان انصاری کے
حال مین لکھا ہے کہ عقیلی کہتے تھے کہ اسکی حدیث پر متابعت نہ کی جائے گی کیونکہ اسپر ابو الحسن بن[1]
قطان نے تعاقب کیا ہے اور یہ ثابت کے لیے کچھ مضر نہین مگر ہان جب مناکیر اور مخالفت ثقات کی روایات
اس سے بہت پائی جائین سخاوی فتح المغیث مین لکھتے ہین کہ ابن دقیق العید کہتے تھے کہ محدثین کا
یہ کہنا کہ فلان شخص منکر حدیثین روایت کرتا ہے اتنے کہنے سے اُس شخص کی روایت ترک نہین کردینا
چاہیئے جب تک کہ اسکی روایت مین بہت منکرات نپا لیے جائین اور اُسکو لوگ منکر الحدیث نہ کہنے
لگین کیونکہ منکر الحدیث ہونا انسان مین ایک ایسا وصف ہوتا ہے جسکے سبب سے وہ شخص مستحق ترک
حدیث ہوجاتا ہے اور دوسرے معنی اسی عبارت کے مقتضی دوام نہین ہو سکتے کیونکہ امام احمد ابن
حنبل کا محمد بن ابراہیم تیمی کے بارہ مین یہ قول ہے کہ وہ احادیث منکرہ روایت کرتے تھے حالانکہ
وہ وہ شخص تھے جنپر بخاری اور مسلم کا اتفاق تھا اور وہی حدیث (انما الاعمال بالنیات)[2] مین

---

[1] یہ ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الملک فاسی مشہور بابن القطان تھے قطان بفتح قاف وتشدید طا ہے یہ حافظ علامہ واہرین فن
حدیث وحافظین رجال حدیث سے تھے انکین کی کتاب الوہم والایہام ہے اسکو اُنھون نے احکام کبیر عبد الحق پر بطور حاشیہ
کے لکھا ہے یہ کتاب اُن کی قوت حفظ اور فہم پر دلالت کرتی ہے لیکن احوال رجال مین اُنھون نے زیادتی کردی ہے اُنکی وفات
سنہ چھ سو اٹھائیس مین ہوئی کذا فی سبل السلام شرح بلوغ المرام [2] بیشک عملون کا ثواب نیتون پر ہوتا ہے ۱۲ منہ

مرجح تھے اور ابو المحاسن شیخ قائم ابن صالح سندی اپنے رسالہ مین جسکا نام فوز الکرام بما ثبت فی وضع الیدین تحت السرۃ او فوقہا تحت الصدر ہے مین شفیع المظل بالغمام ہے

شاذ و منکر کے تعریف سے بعد لکھتے ہین کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص کسی کے بارہ مین کہے کہ یہ منکر الحدیث ہے تو یہ مجرد جرح سمجھی جائیگی کیونکہ اُس کے معنی یہ ہونگے کہ وہ شخص ضعیف اور ثقات کا مخالف ہے اور بیشک علما کا یہ قول کہ یہ ضعیف ہے صرف جرح ہے تو ممکن ہے کہ جرح کرنے والے کے نزدیک اُس کا ضعف ہو اور جو مجتہد کہ اُسکی بات پر عامل ہو وہ اسمین کوئی بات جرح کی نہ دیکھے اب اگر کوئی کہے کہ انکار سے مراد تو جرح مفسر ہے بر بیان حفاظ حدیث تو اُس کا جواب یہ ہے کہ منکر الحدیث کے معنی ثقہ کی مخالفت کے ہین اور جو اسباب کہ ائمہ کو جرح پر باعث ہوتے ہین تو وہ بعضے قابل قدح ہوتے ہین اور بعضے نہین ہوتے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مین ایک شخص کے نزدیک ایک بات جرح کے قابل ہوتی ہے مگر وہ دوسرے کے نزدیک نہین ہوتی قطع نظر اس کے یہ نکارت کو مضر نہین ہے جبتک کہ ثقات کی مخالفت کثرت سے نہو اور عبد الرحمن ابن واسطی راوی حدیث وضع الیدین تحت السرۃ جو سنن ابی داؤد مین مروی ہے وہ ضعیف اس وجہ سے ہین کہ وہ بعضے جگہون مین ثقات کے مخالف ہین اور بعض جگہون مین روایات مین مفرد ہین اگرچہ یہ اسکے مضر نہین ہے اور مضرت تو جب ہوتی ہے کہ جب وہ منکرات کی روایت بھی کثرت سے کرتے اور ثقات کی مخالفت بھی کثرت سے حالانکہ یہ ثابت نہین حافظ ابن الصلاح اپنے مقدمہ مین شاذ کی بحث مین لکھتے ہین کہ جب راوی اُس خبر کی روایت مین تنہا ہو کہ جسمین نظر ہو تو اگر وہ اُسکے مخالف ہو جسکو کسی اُس سے زیادہ بہتر حافظہ والے نے روایت کیا ہے اور وہ اُسی ضابطہ سے زیادہ ہو تو اس اکیلی کی روایت شاذ اور مردود ہو گی اور اگر اسکی روایت مین مخالفت اُس حدیث سے نہو جسکو اسکی علاوہ شخص نے بھی روایت کیا ہے بلکہ یہ ایک ایسی بات ہو جسکو اُس نے تنہا روایت کیا ہو اور کسی نے نہ روایت کیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ یہ راوی عادل اور ثقہ اور ضبط و اتقان مین معتمد ہے یا نہین اگر ہو تو اُسکی حدیث مقبول ہو گی اور اُس روایت مین اُس کا تنہا ہونا کچھ بُرا نہو گا اور اگر ایسا نہین ہے تو اُس کی تنہا روایت اُسکو حدیث صحیح کے دائرہ سے خارج کر دے گی پھر منکر کی بحث مین لکھتے ہین کہ صواب یہ ہے کہ اسمین بھی وہ تفصیل ہے جو ہم ابھی شاذ کی بحث مین بیان کر چکے ہین حافظ سیوطی تدریب الراوی شرح تقریب النواوی مین لکھتے ہین کہ یہ جو محدثین کی عبارتون مین آیا ہے

کہ فلان نے فلان بات جو روایت کی وہ منکر تر ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف نہو تو ابن عدی کا قول ہے کہ اُن کی حدیث وہ ہے جو یزید ابن عبد اللہ بن ابی بردہ نے روایت کی کہ جب اللہ تعالے کسی گروہ کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اُس کی اولاد کو اُس سے پہلے اُٹھا لیتا ہے اور یہ روایت بطریقہ حسن ہے اور اس کے راوی بھی ثقات ہین اور اس حدیث کو ایک قوم نے اپنے صحاح مین بھی داخل کر لیا ہے اور علامہ ذہبی کہتے تھے کہ منکر تر احادیث بروایت ولید بن مسلم حدیث حفظ القرآن ہے اور وہ ترمذی کے نزدیک ثابت ہے اور اُنھون نے اُسکی تحسین بھی کی ہے اور حاکم نے بھی اسکی تصحیح بشرط شیخین کی ہے اور علامہ ذہبی نے ابان بن جبلہ کوفی اور سلیمان بن داؤد یمامی کے حال مین میزان الاعتدال مین لکھا ہے کہ بخاری کا قول ہے کہ مین جسکو منکر الحدیث کہون تو اُس سے روایت کرنا حلال نہین ہے جناب مولوی عبد الحی صاحب مغفور رسالہ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل مین لکھتے ہین کہ میزان الاعتدال وغیرہ کتب اسماء الرجال مین انکار کی لفظ جو ناقدین سے منقول ہے اُسکے مطلق معنی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ غور کر کے دیکھنا چاہیے کہ جہان بخاری نے کسی راوی کو منکر کہا ہو تو پھر اُس سے روایت کرنا درست نہین اور جہان امام احمد وغیرہ نے کہا ہو تو وہان بھی لازمی نہین ہے کہ وہ راوی قابل حجت نہ سمجھا جائے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ان اقوال محدثین مین کہ فلان روی یا یروی المناکیر یا فی حدیثہ نکارۃ وغیرہ تو اس مین فرق ہے پہلے عبارتون سے راوی کی کوئی قدح معتدبہ نہین سمجھی جاتی اور دوسری روایتون سے جرح معتدبہ سمجھی جاتی ہے اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جس راوی کے حق مین اُسکی روایت مین حدیث منکر کا ہونا کامل اور میزان وغیرہ مین دکھا جائے تو اُس راوی کو ضعیف نہین کہدینا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ اُس لفظ کا اطلاق حسن اور صحیح حدیث پر بھی کر دیتے ہین صرف راوی کے تنہا ہونیکے سبب سے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ قدما کے قول ھذا لحدیث منکر اور متاخرین کے قول ہذا حدیث منکر مین فرق ہے کیونکہ قدما تو اکثر منکر کا اطلاق صرف اسپر کرتے ہین جو کسی فرد روایت سے معلوم ہوا اگرچہ وہ شخص خود ثقات اثبات سے ہو اور متاخرین اُس کا اطلاق اُس راوی کی روایت پر کرتے ہین جو خود ضعیف اور مخالف ثقات ہو اور اکثر میزان الاعتدال وغیرہ مین راویون کے حق مین یحیی بن معین سے نقل آئی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ وہ کوئی چیز نہین ہے تو یہ بھی قابل اعتبار نہین اور یہ نہ کوئی جرح قوی ہے علامہ ابن حجر فتح الباری مین عبد العزیز بن مختار بصری کے حال مین لکھتے ہین کہ ابن قطان فاسی کا بیان ہے کہ ابن معین کا مطلب اس لفظ لیس بشی سے

یہ ہے کہ اسکی حدیثین کم ہین نہ کچھ اور اور یہی فتح المغیث مین سخاوی نے بھی لکھا ہے تو جب کسی راوی پر کسی اہل جرح و تعدیل نے جرح کی ہو تو مجرد اس کے اسکو مجروح نہ سمجھ لینا چاہیئے بلکہ اس کی تنقیح کرنا چاہیئے اور ہر جرح کرنے والے کے قول کو خواہ وہ کسی راوی کے حق مین کیون نہو اور وہ جرح کرنیوالا ائمہ یا مشہورین علماء امت سے کیون نہو جان لینا چاہیے کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ اُس شخص مین کوئی ایسی بات پائی گئی جو اُسکی جرح کے قبول کرنے سے مانع نکلے تو ایسی صورت مین اُسکے جرح کے رد کا حکم دیدیا جائیگا اور اس کی بہت سی صورتین ہین از انجملہ ایک یہ ہے کہ جرح کرنے والا خود اپنی ذات مین مجروح ہو تو اُسکی جرح اور تعدیل دونون کے قبول مین عجلت نہ کرنا چاہیے جب تک کہ کوئی اور بھی اُسکے موافق نہو جائے اور یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ علامہ ذہبی نے میزان مین ابان ابن اسحق مدنی کے حال مین ابی الفتح ہروی کے اس قول کے نقل کے بعد کہ یہ شخص متروک ہے لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ متروک نہین ہے احمد عجلی نے اسکو ثقہ کہا ہے اور ابو الفتح جرح کرنے مین اسراف کرتے ہین اور اُنھون نے ایک بڑی کتاب مجروحین کے حال مین لکھی ہے جسمین اکثر لوگون پر جرح کی ہے حالانکہ وہ لوگ ایسے تھے جن کے متعلق کسی نے کچھ بھی نہین لکھا ہے اور مین تو اُس کو محمدین مین لکھونگا پھر باب المیم مین لکھا ہے کہ محمد بن حسین ابو الفتح بن یزید ازدی موصلی حافظ نے روایت حدیث ابی یعلی موصلی اور باغندی اور اُن کے طبقہ والون سے کی اور اُنھون نے جرح و ضعفاء مین ایک بڑی کتاب لکھی ہے اور اسپر اس امر مین مواخذات ہین اُنھون نے روایت کی ابو اسحاق برمکی اور ایک جماعت نے جسکو برقانی نے ضعیف کہا ہے شیخ ابو نجیب عبد الغفار ارموی کہتے تھے کہ مین نے موصل والون کو دیکھا کہ وہ ابو الفتح کو ذلیل جانتے اور کوئی چیز نہین سمجھتے تھے خطیب کا قول ہے کہ اُن کی حدیث مین منکرات ہین اور یہ حافظ تھے علوم حدیث مین بھی ان کی تالیفات ہین اور ان کی وفات ۳۷۴ھ مین ہوئی علامہ ابن حجر تہذیب التہذیب مین احمد بن شبیب حبطی کے حال مین بعد نقل قول ازدی کے کہ فیہ غیر مرضی لکھتے ہین کہ میرے نزدیک کسی کو اس قول کی طرف توجہ نہین کرنا چاہیئے کیونکہ ازدی خود بھی کوئی اچھا شخص نہ تھا اور جرح کرنے والا غلطی ڈھونڈھنے والون سے ہوتا ہے چنانچہ ایک گروہ ائمہ جرح و تعدیل کا ایسا ہی تھا جنکو اس مقدمہ مین تشدد تھا اور وہ ادنی جرح سے بھی راوی کو مجروح کردیتے تھے اور ایسے الفاظ کہتے جنکا اطلاق عقلا اُس پر نہین ہو سکتا تھا تو ایسی صورت مین جارح کی توثیق البتہ معتبر ہے اور ایسے جرح اُسوقت تک معتبر نہوگی جب تک کوئی اشخص منصف اُس کے موافق انصاف کرکے اعتبار نہ کرے

ایسے لوگون مین سے ابوحاتم اور نسائی اور ابن معین اور ابن القطان اور یحیی القطان اور ابن
حبان وغیرہم تھے کہ وہ جرح اور غلطیان ڈھونڈھنے مین بہت زیادتی کے ساتھ مشہور ہوے
تو جن راویون مین صرف جرح کرنے والے ہون تو اُن مین عاقل کو توقف کرکے غور کرلینا چاہیے
میزان مین سفیان بن عیینہ کے حال مین ہے کہ یحیی بن سعید قطان رواۃ کے بارہ مین تعنت
تھے اور سوید بن عمرو کلبی کے حال مین بعد نقل اُن کے توثیق کے ابن معین وغیرہ سے لکھا ہے
کہ ابن حبان نے سخت اسراف کیا اور جرأت کی کہ کہڈالا کہ سوید سندون کو اُلٹ دیتے
تھے اور صحیح سندون سے واہی متون کو بیان کردیتے تھے اور عثمان بن عبدالرحمن طرائفی
کے حال مین ہے کہ ابن حبان اپنی عادت کے موافق بھڑ پڑتے ہین اور کہنے لگتے ہین کہ عثمان
بہت سی چیزین ضعفا سے روایت کرتے ہین اور ثقات اُن کی تدلیس کرتے ہین جب اُن کی
روایتون مین یہ حالت بہت ہے تو میرے نزدیک کسی حال مین اُن کی روایت سے حجت
لانا ہی جائز نہین علامہ ابن حجر قول المسدد فی الذب عن مسند احمد مین لکھتے ہین کہ ابن حبان اکثر
ثقہ کو مجروح کردیتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ میری اس شدت سے کیا فائدہ ہوگا اور ایسا
ہی قول ذہبی کا افلح بن سعید مدنی کے حال مین ہے پھر ذہبی نے میزان مین محمد بن الفضل
سدوسی[1] عارم شیخ بخاری کے حال مین دارقطنی سے اس کی توثیق نقل کرکے لکھا ہے کہ میرے
نزدیک یہ قول اُس حافظ زمانہ کا ہے جسکا ایسا نسائی کے بعد کوئی ہوا ہی نہین تو ابن حبان
کے اس قول کا کہ وہ اپنے آخر عمر مین ملانے لگے تھے اور اُن مین تغیر پیدا ہو گیا تھا اور یہ نہین
معلوم ہوتا تھا کہ وہ کیا نقل کرتے ہین اور اسی وجہ سے اُن کی حدیث مین کثرت سے منکرات
واقع ہوگئے لہذا اُن کی حدیث سے پرہیز کرنا واجب ہے بروایت متاخرین تو جب اُن کو اچھے
بُرے مین تمیز ہی نہین رہی تو کل حدیثین اُن کی متروک ہو جانا چاہیے اور کسی چیز مین اُن سے
حجت نہین لانا چاہیے جواب یہ ہے کہ یہ محض گمان ہے کیونکہ ابن حبان تو اُن کی ایک حدیث
منکر بھی نہ بتلا سکے معلوم نہین یہ گمان اُن کو کہان سے پیدا ہوا اور علامہ ابن حجر بذل الماعون
فی فضل الطاعون مین لکھتے ہین کہ یحیی کوفی کی تقویت مین نسائی اور ابی حاتم کی توثیق باوصف
اُن کے تشدد کے کافی ہے علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین ابن القطان کے حال مین کہ جن سے
اکثر وہ اپنی کتاب میزان الاعتدال مین نقل کرتے ہین لکھتے ہین کہ یہ ابوالحسن علی بن محمد تھے پھر بعد اُن کی

[1] سدوس بالفتح ایک قبیلہ کا نام ہے جسکے ایکس پوتے تھے اور ایک مرد کا بھی نام ہے ۱۲ منتخب

تعریف کے لکھا ہے کہ مین نے اُن کی کتاب الوہم والایہام جو احکام کبری عبدالحق[1] پر اُنھون نے لکھی ہے دیکھی ہے اس سے اُن کی قوت حافظہ اور فہم کی کیفیت معلوم ہوتی ہے مگر احوال رواۃ مین یہ غلطیان برابر ڈھونڈھا کرتے تھے اور انصاف نہین کرتے تھے ہشام بن عروہ وغیرہ کی ذراسی غلطی کو پکڑ کے اُن کو بہت کچھ کہنے لگتے تھے پھر میزان مین ہشام بن عروہ کے حال مین اُن کی توثیق کے بعد لکھتے ہین کہ ابو الحسن ابن قطان[2] سے اس کہنے کا کہ ہشام اور سہیل بن ابی صالح دونون مختلط اور متغیر ہو گئے تھے کچھ اعتبار نہین البتہ اُن مین تغیر ضرور ہوگیا تھا کہ شباب کے زمانہ کا ایسا حافظہ نہین رہا تھا بعضے محفوظات اپنے بھول گئے تھے اور وہ کچھ نسیان سے معصوم نہ تھے اور جب آخر عمر مین وہ عراق مین آئے تو بہت سے علوم بیان کیے انھین کے ضمن مین چند حدیثین بھی تھین جنکی اُنھون نے تجوید نہین کی اور ایسا امام مالک اور شعبہ اور وکیع اور بڑے بڑے ثقہ لوگون سے واقع ہوا ہے تو اس سے ائمہ اثبات کو ضعفا مین شمار نہ کرنا چاہیے اور نہ ملانا چاہیے امام سخاوی فتح المغیث مین لکھتے ہین کہ علامہ ذہبی نے اُن لوگون کی جنھون نے اور لوگون کے متعلق کچھ کلام کیا ہے چند قسمین کر دی ہین ایک وہ کہ جو تمام روایتون پر معترض ہین جیسے ابن معین اور ابن حاتم دوسرے وہ جو اکثر روایات مین کلام کرتے ہین جیسے مالک اور شعبہ اور تیسرے وہ جو یکے بعد دیگرے معترض ہوتے رہتے ہین جیسے ابن عیینہ اور امام شافعی اور یہ سب تین قسمین ہین ایک وہ جو جرح کرنے مین غلطیون کے متجسس زیادہ رہتے ہین اور تعدیل مین متثبت اور دوسرے تین غلطیون سے راویون پر طعن کرنے لگتے ہین تو جس وقت کسی شخص کی توثیق کرتے ہین تو اُن کے قول کو ماننا چاہیے اور اُن کی توثیق سے تمسک کرنا چاہیے اور جب کسی کی

---

[1] احکام الکبری حدیث مین ایک کتاب ہے شیخ ابی محمد عبدالحق بن عبدالرحمن ازدی اشبیلی متوفی سنہ پانچسو بیاسی کی تصنیف یہ کتاب تین جلدون مین ہے اسکو اُنھون نے حدیث کی کتابون سے چھانٹا ہے اور اسیطرح کی ایک کتاب شیخ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری کی شافعی متوفی کرمعظمہ واقعہ سنہ چھ سو چورانوے کی بھی ہے اور یہ بھی بڑی کتاب ہے اسمین صحاح وحسان حدیثین ہین لیکن اکثر ضعیف حدیثین بھی آئی ہین مگر اُن کو بیان نہین کیا ہے اور یہی قول اُن کے شاگرد یافعی کا بھی ہے اور شیخ جمال الدین نے منہل صافی مین لکھا ہے کہ اُن کی کتابین احکام کے نام سے تین ہین ایک کبریٰ دوسری وسطیٰ اور یہ بڑی جلد مین ہے تیسری صغری جسمین ایکہزار پندرہ حدیثین ہین کذا فی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۱۲ منہ [2] یہ شیخ عبدالرحمن بن عبداللہ بن الحسین ابی محمد ازدی اشبیلی معروف بابن الخراط کے بیٹے تھے شریح بن محمد اور ابی الحکم بن مرجان وغیرہ سے حدیث سُنی اور ابن عساکر نے اُن کو اجازت دی فتنہ اندلس کے وقت یہ جابیہ چلے گئے اور ان کا علم وہین شائع ہوا یہ خطیب و امام مسجد تھے اور فقیہہ عالم و حافظ و عارف بحدیث و علل حدیث و رجال حدیث اور متصف بانواع خیر و صلاح اور زہد و ورع تھے اور دنیا سے بہت بے تعلق اُن کی وفات سنہ پانسو اکاسی مین ہوئی ۱۲

تضعیف کرین تو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی اُن کے علاوہ بھی اُس کے ضعیف کہنے پر اُن کے موافق ہے یا نہین اگر ہے اور اُس شخص کی کسی ایک نے توثیق نہین کی تو وہ ضعیف ہے اور اگر کسی نے اُسکی توثیق کی تو یہ صورت وہ ہوگی جسمین محدثین کا قول ہے کہ اُسمین سوائے جرح مفسر کے کوئی بات معقول نہ ہوگی یعنی اُسمین تنہا ابن معین کا کہنا کہ یہ ضعیف ہے اور اُسکے ضعف کا سبب بیان نہ کرنا یہ کافی نہوگا اور ایسا بھی ہوا ہے کہ پھر بخاری وغیرہ نے اُس کی توثیق کردی ہے جسکو ابن معین نے بلا دلیل ضعیف کیا تھا اور ایسے شخص کی تصحیح اور تضعیف مین اختلاف ہے اسی جگہ سے علامہ ذہبی جو انتقاد مین صاحب استقراء تام تھے کہتے تھے کہ علما مین سے دو شخص کبھی کسی ضعیف کے ثقہ کہنے یا ثقہ کے ضعیف کہنے مین متفق نہین ہوے اور نسائی کا مذہب یہ تھا کہ کسی شخص کی حدیث متروک نہین ہوگی جب تک کل اُسکو متروک نہ کہین اور ایک قسم اُن مین سے وہ ہے جو بہت سہولت اور آسانی سے چلتے ہین جیسے ترمذی اور حاکم اور ابن حزم بھی کہ اُن کا قول ہے کہ جو راوی ابی عیسی ترمذی اور ابی القاسم بغوی اور اسمعیل بن محمد صفار اور ابی العباس وغیرہ مشہورین کا ہو وہ شخص مجہول ہے اور ایک قسم معتدل ہے جیسے احمد اور دارقطنی اور ابن عدی وغیرہ علامہ سیوطی زہر الربی علی المجتبی مین لکھتے ہین کہ ابن الصلاح کا قول ہے کہ ابو عبداللہ بن مندہ بیان کرتے تھے کہ مین نے محمد بن سعید ماوردی سے مصر مین سنا وہ کہتے تھے کہ نسائی کا مذہب یہ تھا کہ حدیث کی تخریج کی جائے اُس شخص سے جس کے ترک پر سب مین اتفاق نہو اور شیخ ابوالفضل عراقی کا قول ہے کہ یہ مذہب وسیع ہے حافظ ابن حجر نکت ابن الصلاح مین لکھتے ہین کہ ماوردی سے جو حکایت منقول ہے اُس سے مقصود اجماع خاص ہے اور ہر طبقہ نقاد رجال کا تشدد اور توسط سے خالی نہین پہلی قسم سے شعبہ اور سفیان ثوری تھے جن مین شعبہ سفیان سے اشد تھے اور دوسرے طبقہ سے یحیی بن سعید القطان اور ابن مہدی تھے جن مین یحیی اشد تھے اور تیسرے طبقہ سے یحیی بن معین اور احمد بن حنبل تھے جنمین یحیی سب سے بڑھ کر تھے اور چوتھے طبقہ سے ابو حاتم اور بخاری تھے جن مین ابو حاتم بخاری سے اشد تھے نسائی کا قول ہے کہ میرے نزدیک کوئی راوی متروک نہوگا جب تک سب لوگ اُس کے ترک پر متفق نہو جائین اور جب کسی کو ابن مہدی ثقہ کہتے ہین اور یحیی ضعیف تو وہ بھی متروک نہوگا کیونکہ معلوم ہے کہ یحیی مین تشدد زیادہ تھا۔ حافظ ابن حجر کہتے تھے کہ جب یہ بات مقرر ہو چکی تو ذہن اُسی طرف جاتا ہے کہ نسائی کے مذہب مین وسعت نہین ہے اور کتر ایسا کوئی شخص ہوگا

جس سے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کی ہو اور نسائی نے پرہیز نہ کیا ہو بلکہ اُنھون نے
ایک جماعت راویان صحیح سے احتراز کیا ہے اور بعضے علما ایسے بھی ہوے ہین جنکو بعض شہریون
یا بعضے اہل مذاہب کی روایت حدیث مین جرح مین تشدد رہا ہے چنانچہ ایسے مقام پر اُس جرح
کی تنقیح کرنا بھی ضروری ہے اسی وجہ سے علامہ ابن حجر کا قول تہذیب التہذیب مین ہے کہ
جوزجانی کی تنقیص کوفہ والون کی معتبر نہین اور یہ قول اُن کا ابان بن تغلب ربعی کوفی کے حال مین
لکھا ہے اور اسی قسم کی جرح علامہ ذہبی کے میزان اور سیر النبلاء وغیرہ تالیفات مین اکثر صوفیہ
اور اولیاء امت کے بارہ مین ہے جسکا بھی اعتبار نہ کرنا چاہیے جب تک کوئی متوسطین بزرگون یا
ائمہ سے اُسکی موافقت نہ کرے کیونکہ علامۂ ذہبی کی عادت ہے کہ وہ اپنی تقشف اور تورع واحتیاط
اور اشعات انوار تصوف وعلوم وہبیہ سے بالکل خالی ہونے کے علاوہ سے اکابر حضرات صوفیہ پر
طعن کر دیا کرتے تھے جیسا کہ یافعی نے اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین بہت جگھون پر تصریح کی ہے اور
اُسی کے موافق شیخ عبد الوہاب شعرانی کا قول یواقیت والجواہر مین بھی ہے کہ حافظ ذہبی وابن
تیمیہ اشد منکرین حضرت شیخ اکبر اور جماعت صوفیہ کے تھے اور سیوطی کا قول قمع المعارض بنصرۃ
ابن الفارض مین ہے کہ ذہبی کے فریب مین نہ آنا چاہیے کیونکہ وہ معترض ہوے ہین فخر الدین ابن الخطیب
پر اور اُن سے بڑھکر شیخ ابو طالب مکی صاحب قوت القلوب پر اور اُن سے بڑھکر شیخ ابو الحسن اشعری
پر جنکا ذکر دنیا بھر مین شائع ہے اور ذہبی کے تالیفات میزان اور تاریخ اور سیر النبلاء وغیرہ
سب اُنھین مضامین سے بھرے ہین لہذا مخاطب کو چاہیے کہ وہ ذہبی کے کلام کو اُن لوگونکے
بارہ مین موازنہ کے طور پر دیکھ لے خدا کی قسم اُن کا کلام اُن لوگون کے بارہ مین ہرگز مقبول نہوگا
اور یون تو ہم اُن کے حقوق کی ادائی مین کوئی کوتاہی نہین کرینگے یعنی اُن حضرات کے معتقد
فضائل وکمالات رہین گے اور محدثین خارجین مین وہ لوگ بھی ہوئے ہین جنھون نے اکثر حسد
ہی سے جرح کر دی ہے عبدان کہتے تھے کہ مین نے فضلک رازی اور جعفر بن الجنید کو کہتے سنا
کہ سمری کذاب تھے پھر عبدان کہنے لگے کہ ان دونون کو سمری سے حسد تھا بوجہ اس کے کہ وہ اُنکے
رفیق تھے جب کوئی حدیث غریب لکھتے تھے تو وہ اُن کو نہین بتاتے تھے اور اسی قسم سے فلاس
کا قول امام ابن المدینی کے بارہ مین ہے چنانچہ جب یہ خبر ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب حافظی کو پہونچی
تو کہنے لگے کہ اگر مجھے طاقت ہوتی تو مین بصرہ جاکر فلاس کی قبر پر پیشاب کر آتا اور اسی قسم سے
محمد بن محمد نیشاپوری اور ابی زرعۂ رازی اور نسائی کا قول امام اہل مصر احمد بن صالح کے بارہ مین

نفسانی غرض سے ہے جیسا کہ عقیلی اور ابن حبان اور ابن عدی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی عداوت مذہبی بھی باعث جرح ہوجاتی ہے علامہ ابن حجر مقدمہ لسان المیزان مین لکھتے ہین کہ جرح کے قبول کرنے مین توقف کرنا زیادہ بہتر ہے خصوصاً اُس شخص کے بارہ مین کہ جسمین اور جارح مین عداوت بسبب اختلاف فی الاعتقاد ہو عاقل جب ابی اسحق جوزجانی کے عیب کرنے مین کوفہ والون کے بارہ مین غور کریگا تو اُسکو ضرور تعجب ہوگا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ سخت ناصبی تھا اور اہل کوفہ اپنی شیعیت مین مشہور تھے تو ابی اسحق جس کوفہ والے کا ذکر کرتا ہے اُسکی جرح مین پھر بزبان سخت و عبارت درشت توقف ہی نہین کرتا یہانتک کہ وہ اعمش اور ابونعیم اور عبد اللہ بن موسی جو اساطین حدیث اور ارکان روایت سے تھے اُن کو بھی نہین چھوڑتا اور جسوقت اُسکے خیال مین اسی قسم کی یا اس سے بڑھ کر کوئی بات آتی ہے تو جسکی تضعیف کر چکتا ہے اُسی کی توثیق کرنے لگتا ہے اور اسکی وہ توثیق قبول بھی کی جاتی ہے اور ایسی ہی وہ جرح بھی ہے جو عبد الرحمن بن یوسف بن خراش محدث حافظ پر ہوئی ہے جو غالی شیعہ تھا اور اہل شام کی جرح مین آہستگی کرجاتا تھا تو یہ جرح بوجہ کھلی کھلی مغائرت اعتقادی کے ہے اور ایسی ہی وہ جرح بھی ہوتی ہے جو بسبب مذہبی اختلاف کے ہوتی ہے تو اکثر بصرہ والون مین جو اختلاف اور تباین ہوا ہے وہ انھین باتون سے لامحالہ ان سب باتون مین غور و خوض کرنا چاہیے شیخ ابو الفتح قشیری کا بہت اچھا مقولہ ہے کہ لوگون کا اعراض کرنا بھی دوزخ کے گڈھون مین سے ایک گڈھا ہے جسکے کنارون پر دو گروہ ٹھہرے ہوئے ہین ایک حکام دوسرے محدثین شیخ تاج الدین سبکی کہتے تھے کہ بہتر یہ ہے کہ جرح کے وقت عقائد کی کیفیت اور اختلاف جارح مجروح کی نسبت تلاش کرلیجایا کرے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جارح مجروح کے عقیدہ مین اختلاف ہوتا ہے اور اسیوجہ سے وہ اُسپر جرح کر بیٹھتا ہے چنانچہ رافعی نے اسی طرف اشارہ کرکے کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ تزکیہ کنندہ لوگ غصہ اور تعصب مذہبی سے خالی ہون اس خوف سے کہ کہین یہی امر باعث کسی عادل کی جرح اور فاسق کے تزکیہ کا نہوجائے اور ایسا اکثر اُن امامون سے واقع ہوچکا ہے جنھون نے اپنے اعتقاد کی بنا پر جرح کی اور وہ خطا کر گئے اور مجروح مصیب رہا شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین بن دقیق العید نے اپنی کتاب اقتراح مین اسی امر کی طرف اشارہ کرکے لکھا ہے کہ اسی کی مثالون مین سے بعضون کا یہ قول بخاری کی شان مین ہے کہ اُن کو ابو زرعہ اور ابو حاتم نے بسبب مسئلہ لفظ کے ترک کردیا تھا لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ بخاری ایسے شخص کو کوئی

متروک کہدے حالانکہ وہ بڑے مشاہیر وقت و زمانہ اور پیشوایان اہل سنت والجماعۃ سے تھے اسی طرح علامہ سبکی کا قول ہے کہ ہمارے شیخ ذہبی بھی اسی قبیل سے تھے بڑے عالم اور صاحب دیانت تھے اور اہلسنت کے ساتھ بھی اُن کو غیر معمولی توجہ تھی لہذا اُن پر تو اعتماد نہ کرنا چاہیے اور مین نے خود حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی کی تحریر سے نقل کیا ہے کہ اُنھون نے لکھا تھا کہ حافظ شمس الدین ذہبی کی دیانت اور ورع اور غور و خوض کے متعلق شک نہین کرتا ہون وہ خود جب کسی شخص کا اُن لوگون مین سے جن کی طرف خود اُن کو میلان ہوتا ہے حال لکھتے ہین تو اُسکی تمام خوبیان جو اور لوگون نے بیان کی ہوتی ہین وہ سب لکھ جاتے ہین اور اُس کی تعریف مین بہت مبالغہ کر جاتے ہین مگر اُس کی خطاؤن سے غافل رہتے ہین اور جہان تک ممکن ہوتا ہے اُن کی تاویلین کرتے ہین۔ اور جب اُن لوگون مین سے جنکی طرف اُن کو میلان نہین ہوتا کسی کا ذکر کرتے ہین جیسے امام الحرمین اور امام غزالی وغیرہ تو اُن کے اوصاف زاید ذکر نہین کرتے بلکہ طاعنین کے اقوال جو اُن کے متعلق ہوتے ہین وہی زیادہ لکھ دیتے ہین اور اُس کو بار بار کہا کرتے ہین اور اُسی کو دین اور اعتقاد سمجھتے ہین حالانکہ اُن کو معلوم ہی نہین کہ یہ کیا ہے اسیطرح اُن کا فعل موجودہ زمانہ والون کے ساتھ ہے کہ جب اُن مین سے کسی پر کسی امر صریح کے کہنے پر قادر نہین ہوتے تو اُس کے حال مین لکھ دیتے ہین کہ یوجمہ اللہ یا واللہ یصلحہ وغیرہ حالانکہ اس کا سبب وہی مخالفت فی العقائد ہوتا ہے علامہ سبکی کہتے تھے کہ ہمارے شیخ ذہبی کا حال علائی کے قول سے بھی زائد ہے اگرچہ وہ ہمارے شیخ اور معلم تھے لیکن امر حق کی پیروی کرنا چاہیے ان کا تعصب مفرط اس درجہ کو پہونچ گیا تھا کہ جسکو بیان کرتے شرم معلوم ہوتی ہے اور مجھے خوف ہے قیامت کے دن اکثر علماے مسلمین اور اُن کے ائمہ سے جو حاملین اعلام شریعت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن مین اکثر اشاعرہ بھی تھے اور علامہ ذہبی کی عادت تھی کہ جب کسی اشعری سے وہ بھڑ جاتے تھے تو کچھ باقی نہین رکھتے اور میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ وہ سب کے سب اُس خدا کے حضور مین قیامت کے روز اُن کے دشمن ہون گے جسکے سامنے اُن کا ادنی ذہبی سے کہین اعلیٰ ہوگا اور مین اللہ سے دعا مانگتا ہون کہ وہ اُن سے اُس عذاب کی تخفیف فرمادے اور اُن ائمہ علما کے دلون مین یہ بات ڈالدے کہ وہ اُن کا قصور معاف کرکے اُن کے شفیع ہون اور مین نے جن مشایخ کو پایا اُن کو اُن کے کلام کے دیکھنے سے مانع اور اُن کے قول کو غیر معتبر کہتے ہی پایا واقعی یہ کچھ سوچتے ہی نہ تھے کہ

ان کی تاریخی کتابین بھی ظاہر ہو کر کیا کیا امور ظاہر کرینگے سوا اُس شخص کے جسپر یہ گمان
غالب ہو کہ وہ اُن کے مناقب نہ لکھے گا اب رہا علائی کا قول اُن کے دین و ورع و تحری کے
بارہ مین تو مین اس کا معتقد تھا لیکن جب یہ چیزین دیکھین تو اب کہتا ہون کہ شاید انھون نے
انھین کو دین سمجھا ہو گا کیونکہ اُن مین بعضے امور تو وہ ہین جنکا مجھے یقین ہے کہ وہ جھوٹ سمجھ لیے
جائینگے اور یہ امر قطعی ہے کہ وہ اُنھون نے ایجاد نہین کیے اب یہ کہ اپنی کتابون مین کیون لکھا یہ
محض اسوجہ سے ہے کہ وہ امور پھیلین اور مین جانتا ہون کہ سننے والا اُن کی صحبت کا محض عداوت
سے معتقد ہو گا یا لوگون کے نفرت دلانے کی وجہ سے اگرچہ وہ الفاظ اور اُن کے معانی سے بہت
کم واقف ہو گا مگر اسی کے ساتھ اس کا اعتقاد بھی ہو گا کہ یہی امور باعث مضبوطی عقیدہ ہون گے
جنکو وہ حق جانتے ہین علاوہ اس کے ان کی وفات کے بعد جب مین نے اُن کے کلام کو دیکھا تو
مین اُن کے تحری کے متعلق بھی متوقف ہو گیا کہ یہ کہتے کیا ہین اور لکھتے کیا اور اس سے زیادہ مین
کچھ نہین کہہ سکتا جس کا دل چاہے اُن کا کلام دیکھکر معلوم کرلے کہ وہ اپنے غصہ سے کسی وقت بھی
غافل رہتے تھے یا نہین اور غصہ کے وقت سے میرا مطلب کسی ایک علما مذاہب ثلاثہ مشہورین حنفیہ
ومالکیہ وشافعیہ کے حال لکھنے کا وقت ہے کیونکہ مجھے اعتقاد ہے کہ وہ ایسے شخص تھے کہ
جسوقت کسی کے حال لکھنے کو قلم اُٹھاتے تھے تو بے انداز غصہ مین آکر کلام کو بے انداز بڑھا
جاتے اور تعصب کو اتنا دخل دیتے تھے کہ جو صاحب بصیرت پر مخفی نہین اور باینہمہ وہ معانی
الفاظ کو جیسا کہ چاہیے نہین جانتے تھے اکثر کوئی ایک لفظ برائی کا ایسا لکھدیتے کہ اگر اُس کے
معانی دیکھے جائین تو وہ بولنے کے قابل بھی نہ معلوم ہو اور آخر کتاب مین تو قسم کھا کر لکھا ہے
کہ مین نے اسمین خواہش نفسانی پر عمل نہین کیا حالانکہ اس سے بڑھکر کون خواہش نفسانی ہو گی
اور یہ بھی لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ جرح کے وقت جارح کے حال پر بھی غور کر لیا جایا کرے کہ وہ
مدلولات الفاظ بھی جانتا ہے یا نہین مین نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہین جو ایک لفظ سنتے
ہین اور اُسکو اس طریقہ پر سمجھتے ہین جو کہنے والے کے نزدیک نہین ہوتے اور مدلولات الفاظ
کا جاننا خصوصاً اُن الفاظ کا جو عرفی اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہین اور وہ بعضے زمانہ مین تعریف
کے سمجھے جاتے ہین اور بعضے زمانہ مین برائی کی اور اس کا پہچاننے والا سوا عالم ماہر کے اور نہین
کوئی ہو سکتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ جارح کی علمی کیفیت احکام شرعیہ کے ساتھ کہ کس پایہ کا اُسکو
علم شریعت ہے اس کا بھی متجسس ہو کیونکہ اکثر جاہل حلال کو حرام جان کر محض اسی گمان پر جرح

کر بیٹھتے ہین اور فقہا نے اسیوجہ سے تغیر کے جاننے کو واجب لکھا ہے تاکہ حالت واضح ہوجائے
نقل امام شافعی کہتے تھے کہ مین نے مصر مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک شخص سے جرح کر رہا ہے
جب اُس سے اُسکا سبب باصرار پوچھا گیا تو کہنے لگا کہ مین نے اسکو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے
دیکھا تھا لوگون نے کہا کہ پھر اس مین آپ کا کیا حرج تھا کہنے لگے کہ اُسکی چھینٹین اُس کے
ہاتھون اور کپڑون پر پڑتی ہون گی اور وہ انھین کپڑون سے نماز پڑھتا ہوگا لوگون نے کہا کہ
آپ نے اُسے دیکھا کہ وہ انھین کپڑون کو پہنے نماز پڑھتا تھا کہنے لگے کہ مین نے دیکھا تو نہین
لیکن خیال کرتا ہون کہ وہ ایسا کرتا ہوگا اور صاحب بحر کہتے تھے کہ ایک شخص نے ایک شخص سے
جرح کی صرف اس بنا پر کہ اُس نے کیون اپنی چھت پر سبیل کے حوض کی مٹی لگائی مولوی عبدالحی
صاحب فرنگی محلی اپنے رسالہ الرفع والتکمیل مین لکھتے ہین کہ ایک جماعت محدثین کو خاص تعنت[1]
احادیث کی جرح مین راویون کے مجروح کردینے سے ہوتا ہے تو وہ جس حدیث کے راوی
مین تھوڑی سی بھی قدح والی بات پاجاتے ہین یا اُس حدیث کو دوسری حدیث کے مخالف
دیکھتے ہین تو فوراً اُس حدیث کو موضوع یا ضعیف کہدیتے ہین اُنھین مین علامہ ابن جوزی مؤلف
کتاب الموضوعات وعلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ اور عمر بن بدر موصلی مؤلف رسالہ موضوعات
جو علامہ ابن جوزی کے موضوعات کا خلاصہ ہے اور رضی صغانی لغوی جنکے بھی موضوعات مین
دو رسالے ہین اور جوسقانی مولف کتاب الاباطیل اور شیخ ابن تیمیہ مؤلف منہاج السنہ اور مجدالدین
لغوی مؤلف قاموس وسفر السعادت وغیرہ ہین یہ لوگ اکثر حدیث قوی کو بھی ضعیف و موضوع کہدیتے
ہین اور اکثر حدیث تھوڑی ضعف والے کو قوی الجرح کہدیتے ہین تو ہر عالم پر ضرور ہے کہ اُن کے
اقوال کو بغیر تنقیح احکام کے قبول نہ کرے ورنہ گمراہ ہوجائیگا اور عوام کو گمراہ کردے گا اور جب
جرح تعصب یا عداوت یا نفرت وغیرہ سے ہو تو وہ جرح مردود ہوجائیگی اس لیے امام مالک کا
قول محمد بن اسحاق صاحب المغازی کے متعلق کہ وہ دجال تھے منجملہ اور دجالون کے مقبول نہو گا
کیونکہ یہ معلوم ہے کہ یہ قول اُن سے نفرت کی وجہ سے زبان سے نکل گیا تھا بلکہ علما نے تحقیق کی ہے
کہ وہ حسن الحدیث تھے اور اُن سے ائمہ حدیث حجت لاتے تھے مین نے اسکی تفصیل اپنے رسالہ
امام الکلام مین لکھدی ہے اور نسائی کا قدح احمد بن صالح مصری کو اور ثوری کا قدح امام
ابی حنیفہ کو اور ابن معین کا قدح شافعی کو اور امام احمد کا قدح حارث محاسبی کو اور

[1] تعنت یعنی کسی کی خطا ڈھونڈھتے رہنا ۱۲ منتخب

ابن مندہ کا قدح ابی نعیم اصفہانی کو یہ کوئی قابل قبول نہین اسکی مثالین کتب فن مین بہت مشہور ہین اور اسی جگہہ سے علما اکرام کا ارشاد ہے کہ معاصر کی جرح معاصر پر بلا دلیل کے مقبول نہوگی کیونکہ معاصرت اکثر مفضی منافرۃ کی طرف ہوتی ہے علامۂ ذہبی سیر اعلام النبلاء مین مفسر ابی عبد اللہ محمد بن حاتم بغدادی کے حال مین لکھتے ہین کہ اُن کو ابن عدی اور دار قطنی نے ثقہ کہا ہے اور ابو حفص فلاس نے اُن کے متعلق یہ لکھا ہے کہ یہ کوئی چیز نہ تھے اور ظاہر ہے کہ یہ کلام معاصر کا ہے اور قابل سُننے کے نہین یہ ثقہ اور حجت تھے اور ابی بکر بن ابی داؤد کے حال مین اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ مین پہلی ایک جماعت ثقات کا اُن کو ثقہ کہنا پھر ابن صاعد وغیرہ کا اُن کو ضعیف کہنا لکھکر تحریر کرتے ہین کہ ابن صاعد کا یہ کہنا اُن کے بارہ مین سننے کے لایق نہین اور ایسے ہی ابن صاعد کی تکذیب اُن کے متعلق اور ابن خزیمہ کے مقولہ کی بھی کیونکہ ان مین باہم کھُلی کھلی عداوت تھی تو معاصرین کے باہمی کلام مین توقف کرنا چاہیئے اور میزان مین ابی الزناد بن عبد اللہ ذکوان کے حال مین لکھا ہے کہ ربیعہ اُن کو ثقہ نہین کہتے تھے اور نہ اُن سے خوش تھے اور ربیعہ کا قول بھی اس بارہ مین قابل سماعت نہین کیونکہ ان دونون مین بھی کھلی کھلی عداوت تھی اور ابن مندہ کے حال مین لکھا ہے کہ حافظ ابو نعیم نے اُن کی جرح مین بہت زیادتی کردی کیونکہ ان دونون مین باہم بہت مخالفت تھی اور اس سے بھی اُن کو زیادہ لکھا اور حافظ ابی نعیم کے حال مین لکھا ہے کہ ابن مندہ کا کلام اُن کے بارہ مین سخت ہے اس کا نقل کرنا مین پسند نہین کرتا اور نہ کسی ایک کا قول دوسرے کے بارہ مین معتبر جانتا ہون بلکہ میرے نزدیک دونون مقبول ہین مین اُنکے لیے کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہین سمجھتا کہ وہ موضوعات کو صرف روایت کردیتے تھے اور انھین موضوع نہین کہتے تھے اور یوسف بن احمد شیرازی کی تحریر مین نے پڑھی ہے وہ لکھتے ہین کہ مین نے ابن طاہر مقدسی کے ہاتھ کی تحریر دیکھی ہے اُنھون نے لکھا تھا کہ اللہ تعالی ابن نعیم کی آنکھ سے گرم گرم آنسو رلوائے کہ وہ عبد اللہ ابن مندہ کے متعلق کلام کرتے تھے حالانکہ اُن کی امامت پر لوگون کا اتفاق تھا تو ظاہر ہے کہ معاصر کا کلام آپسمین ایک دوسرے کے متعلق معتبر نہین ہوتا خصوصاً جب عداوت یا مذہب یا حسد کی وجہ سے ہو اور اُس سے وہی شخص بچ جاتا ہے جسکو

لہ یہ صاحب تاریخ اصفہان اور مشہور حافظ تھے اور ایسے ثقہ اور بڑے خاندان سے کہ جسمین ایک جماعت علمائ کی پیدا ہوئی انکی مان بیرہ بنت محمد بنی عبد یالیل سے تھین اسی وجہ سے وہ ان کی طرف منسوب ہوئے ان کی وفات سنہ تین سو ایک مین ہوئی اور مندہ میم و دال کے زبر سے ہے کذا فی اتحاف النبلاء

اللہ بچا دے مین نے کوئی زمانہ ایسا نہین دیکھا جسمین لوگ اس سے بچے ہون سوا ے انبیا
علیہم السلام اور صدیقین کے اور اگر مین چاہون تو اس بیان سے کتابین بھر دون فتح المغیث
مین ہے کہ شیخ عبد البر نے اپنے جامع مین ایک باب خاص معاصرین واقران کے کلام پر منعقد
کیا ہے جو بعضون نے بعض کے متعلق کیے ہین اور لکھا ہے کہ علما کے نزدیک بلا بیان واضح
ان کے بارہ مین جرح قبول نہین کی جائے گی اور اگر اس مین عداوت بھی مل گئی ہو تو وہ قبول
نہ کرنے کے لیے زائد بہتر ہو گی شیخ تاج الدین سبکی طبقات شافعیہ مین لکھتے ہین کہ ائمہ متقدمین
کے ساتھ باادب رہنا چاہیے اور باہم ایک دوسرے کے کلام پر نظر نہ کرنا چاہیے جب تک کہ
دلیل سے ثابت نہ ہو جائے پھر اگر اُن پر تاویل اور گمان نیک کی قدرت ہو تو کرنا چاہیے ورنہ
باہم اُن مین جو امور ہو چکے ہین اُس سے اعراض کرنا بہتر ہے کیونکہ تم اس لیے نہین بنائے گئے
ہو تم کو اُس چیز مین مشغول ہونا چاہیے جو تمھین فائدہ دے اور بے فائدہ بات چھوڑ دینا چاہیے
اور طالب علم اسوقت تک اچھا رہے گا جب تک کہ وہ مشاجرات علما مین غور نہ کرے اور
اپنے آپ کو اُس سے بچاتا رہے جو ابی حنیفہ اور سفیان ثوری یا مالک اور ابن ابی ذئب یا احمد اور
حارث محاسبی مین واقع ہوا ہے کیونکہ اگر اُس مین وہ پڑے گا تو اور بھی ہلاک ہونے کا خوف ہے
کیونکہ وہ لوگ ائمہ علام تھے اُن کے اقوال مین اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعضے قولون کو بعضے لوگ
نہین سمجھتے ہین تو ہم کو انھین سے خوش رہنا چاہیے اور جو باہم اُن مین واقع ہوا ہے اسپر
سکوت کرنا چاہیے جیسا کہ ہم مشاجرات صحابہ مین کرتے ہین اور اُس سے بہت ڈرنا چاہیے اور سمجھ لینا
چاہیے کہ علما کا قاعدہ ہے کہ جرح کو تعدیل پر مطلقاً مقدم رکھتے ہین مگر صواب یہ ہے کہ جسکی امامت
اور عدالت ثابت ہو اور اُسکی تعریف کرنے والے بہت ہون اور برا کہنے والے کم اور کوئی
قرینہ بھی ایسا ہو جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اس جرح کا سبب تعصب مذہبی وغیرہ ہے
تو اُس جرح کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے گی اور جارح کی جرح گو مفسر بھی کیون نہو مگر اُس شخص کے
حق مین مقبول نہو گی جسکے طاعات اُس کے معاصی پر یا اُس کے اچھا کہنے والے اُس کے برا
کہنے والون پر غالب ہون اور وہان کوئی قرینہ ہو اور عقل شہادت دے کہ یہ کلام تعصب
مذہبی یا دنیوی جھگڑے سے ہوا جیسے کہ باہم شرکا وغیرہ مین ہوا کرتا ہے اور اسی طرح ثوری
کے کلام کی طرف جو امام ابی حنیفہ کے بارہ مین ہے توجہ نہ کی جائے گی اور نہ ابن ابی ذئب
وغیرہ کے کلام کی طرف جو امام مالک کے بارہ مین ہے اور نہ ابن معین کے کلام کی طرف جو

امام شافعی کے بارہ مین ہے اور نہ نسائی کے کلام کی طرف جو احمد بن صالح کے بارہ مین ہے
اور اگر جرح کی تقدیم مطلقاً جائز رکھی جاتی تو کوئی شخص ائمہ مین سے سالم ہی نہین رہ سکتا تھا
کیونکہ کوئی امام ایسا ہوا ہی نہین جسپر طعنہ کرنے والون نے طعن نہ کیے ہون اور لوگ اسکی بدولت ہلاک نہوے ہون فقط

فائدہ علم جرح وتعدیل کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ علم جرح وتعدیل اُس علم کو کہتے ہین جسمین راویون کے جرح وتعدیل سے خاص لفظون کے ساتھ بحث کی جائے اور ان الفاظ کے مراتب سے بھی اور یہ علم علم رجال احادیث کے فروع سے ہے مگر اس کو اصحاب موضوعات مین سے کسی نے نہین لکھا حالانکہ یہ ایک بڑی شاخ ہے اور راویون مین جرح وتعدیل کے ساتھ کلام کرنا جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے پھر اکثر صحابہ وتابعین سے پھر اُنکے بعد تبع تابعین سے اور اس کا جواز محض تورع اور تحفظ شریعت کے لیے ہوا ہے نہ محض لوگون پر طعن کرنے کے لیے اور جسطرح گواہون سے جرح جائز ہے اسیطرح راویون سے بھی اور امر دینی مین ثابت رہنا حقوق اور اموال مین ثابت رہنے سے بہتر ہے اور جرح وتعدیل کی وجہ سے حدیث صحیح اور ضعیف مین تمیز ہو جاتی ہے پس جرح اور تعدیل کرنے مین تکلم پر تثبت واجب ہے کیونکہ بہت لوگون نے اپنی جرحون مین غلطی سے ایسون کی جرح کردی ہے جو جرح کے قابل نہ تھے اسی واسطے ان لوگون نے اپنے اوپر اس امر مین گرفت کیے جانے کو فرض کر لیا ہے امام مسلم اپنی صحیح مین لکھتے ہین کہ مین نے جو اہل علم کا کلام متہم راویان حدیث اور ان کے معائب بیان کرنیوالون کے بارہ مین لکھا وہ بہت تھا جسکے مفصل بیان سے کتاب بڑھی جاتی تھی اور یہ جسقدر لکھا ہے سمجھدار آدمی اور مذہب قوم سے واقفکار کے لیے اُس امر مین جسکے متعلق اُنھون نے بیان کیا ہے کافی ہے بیشک اُنھون نے اپنے اوپر رواۃ حدیث وناقلین اخبار کے معائب لکھنا لازم کرلیا ہو اور جب اُن سے اس بارہ مین پوچھا گیا تو اُنھون نے یہ جواب دیا کہ اسمین بہت بڑا فائدہ ہو کیونکہ امور دینی کے متعلق خبر دینا حلال وحرام وامرونہی ترغیب وترہیب کا بتانا ہے اور جب اس کا راوی سچا اور امین نہوگا اور پھر اُس سے کوئی ایسا شخص روایت کریگا جو اسکے حالات جانتا ہے اور اُس نے کسی دوسرے سے جو اُسے نہین جانتا ہے اس کا حال نہین بیان کیا تو اس فعل سے وہ گنہگار ہوگا اور عامۂ مسلمین کا فریب دینے والا کیونکہ اس کے اطمینان نہین ہو سکتا کہ جس نے اُس سے سنا ہے وہ اس حدیث کو جسکی کوئی اصل نہین کلاً یا جزءً

استعمال کرے گا حالانکہ صحیح خبرین ثقہ اور اہل قناعت راویون سے اسقدر موجود ہین کہ غیر ثقہ اور غیر قانع سے نقل کرنے کی ضرورت نہین شیخ محی الدین نووی صحیح مسلم شریف کی شرح مین لکھتے ہین کہ راویون کی جرح بالاتفاق جائز بلکہ واجب ہے اسوجہ سے کہ اس کی ضرورت ہے اور وہ ضرورت شریعت مکرمہ کی حفاظت ہے اور یہ جرح غیبت محرّمہ کی قسم سے نہین ہے بلکہ یہ مسلمانون کی خیرخواہی محض اللہ و رسول کے لیے ہے اور فضلاء امت اور اخیار و علماے ملت ہمیشہ سے اسکو کرتے آئے ہین جیسا کہ مسلم نے اس باب مین ایک جماعت کو لکھا ہے اور مین نے بھی ایک عمدہ جز اُن کے کلامون کا جرح و تعدیل کے بارہ مین شرح صحیح بخاری کی ابتدا مین لکھدیا ہے اور جرح کرنے والے پر ضرور ہے کہ وہ جرح کرنے مین اللہ سے ڈرے اور ثابت قدم رہے اور تساہل سے پرہیز کرتا رہے اور اس امر سے بھی کہ ایسے پر جرح نکردے کہ جو جرح سے بچا ہوا ہو یا ایسے کو ناقص بتادے کہ جسکا کوئی نقص کسی نے ظاہر نہ کیا ہو کیونکہ جرح کا مفسدہ سخت ہے اور یہ تو غیبت مؤیدہ مبطلہ احادیث و مسقطہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام دینی کے حکم کی رد کرنیوالی ہے اور جرح کرنا اُسیکا حق ہے جو اُسکو جانتا ہو اور اس کا قول بھی اس بارہ مین مانا جاتا ہو اور اگر جارح اہل معرفت یا مقبول القول نہو تو اسکو کسی کے متعلق کلام نہین کرنا چاہیئے ورنہ اس کا کلام غیبت محرمہ ہوجائیگا ایسا ہی قاضی عیاض نے بھی لکھا ہے میر سید شریف جرجانی رحمتہ اللہ علیہ مختصر طیبی مین لکھتے ہین کہ جرح و تعدیل کا جواز محض شرع شریف کی حفاظت کے لیے ہے تاکہ اُس سے حدیث صحیح و ضعیف مین تمیز ہوجائے تو متکلم کو چاہیئے کہ جرح و تعدیل مین ثابت قدم رہے اور حد سے نہ گذر جائے کیونکہ بہت لوگون نے خطائین کی ہین اور جو لوگ قابل جرح نہ تھے اُن پر جرح کردی ہے اور مولانا ہبتہ اللہ محدث کا قول ہے کہ جرح کا جواز محض شریعت کی حفاظت کے واسطے ہوا ہے ورنہ غیبت تو حرام ہے اور جرح کرنے والے کو ضروری ہے کہ جرح اور تعدیل کے علامات کی تلاش مین خوب تفتیش کرے کیونکہ بہت لوگ غلطیان کر گئے ہین اور ایسے لوگون کی جرحین کر ڈالی ہین جنمین کوئی اسباب نہین پائے جاتے تھے حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاد حافظ زین الدین عراقی شرح الفیہ مین لکھتے ہین کہ جارح اگرچہ امام اور معتمد ہو مگر کبھی وہ خطا بھی کرجاتا ہے جیسے نسائی نے حافظ احمد بن صالح مصری پر جرح کی کہ یہ نہ ثقہ تھے اور نہ مامون حالانکہ وہ ثقہ اور امام اور حافظ تھے اُن سے خود بخاری اپنی صحاح مین حجت لائے ہین اور لکھا ہے کہ ابو حاتم رازی اور عجلی اور اور لوگ اور ابویعلی خلیلی کا قول ہے کہ

حفاظ نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بیطار کا اُن پر کلام کرنا تحامل ہے یعنی تکلیف مالا یطاق
مولانا بحر العلوم شیخ عبد العلی انصاری فواتح الرحموت مین لکھتے ہین کہ تزکیہ کرنے والے کے لیے
ضروری ہے کہ وہ حامل ہو اور جرح و تعدیل کے اسباب پہچانتا ہو اور منصف اور ناصح ہو نہ متعصب
اور معجب کیونکہ متعصب کے قول کا کچھ اعتبار نہیں جیسا کہ دار قطنی نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی
شان مین قدح کی ہے اور کہا ہے کہ آپ ضعیف الحدیث تھے اس سے بڑھ کر کیا بُرائی ہو سکتی
ہے کیونکہ امام صاحب بڑے متورع اور متقی اور خائف من اللہ تھے اور آپ کی کرامات بھی بہت
مشہور تھے تو ان مین ضعف کسطرح سے ہوگا اور یہ بھی اُن لوگون کا مقولہ ہے کہ امام صاحب بوجہ
شغلہ فقہی کے حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے تو انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ اسمین کیا بُرائی
تھی فقیہ تو اخذ حدیث کے لیے زیادہ بہتر ہوتا ہے اور اکثر لوگون کا مقولہ یہ ہے کہ امام صاحب ائمہ
حدیث ہی سے نہیں ملے آپکو جو کچھ ملا وہ حماد سے ملا حالانکہ یہ بھی نہیں ہے آپ کو امام محمد باقر اور
اعمش وغیرہما سے بھی حدیث پہونچی اور حماد تو علم کے ظرف ہی تھے تو اُن سے حدیث حاصل کر کے
دوسرون سے حاصل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور یہ بھی آپکے ورع اور کمال علم اور تقوی کی
علامت تھی کہ آپ نے اس لحاظ سے بہت سے استاد نہیں کیے کہ مین ہر ایک کے حقوق
کہانتک ادا کر سکون گا اور بعض لوگ کہتے ہین کہ حضرت امام اصحاب رائے و قیاس مین تھے حدیث پر
عمل ہی نہیں کرتے تھے حتی کہ ابو بکر بن شیبہ نے اپنی ایک کتاب مین ایک باب خاص اُن پر رد کے
متعلق باب الرد علی ابی حنیفہ کے نام سے لکھا ہے حالانکہ یہ بھی محض تعصب سے تھا کیونکہ اُن کی
حدیث کے تتبع ہونے کا یہ حال تھا کہ حدیث مرسل تک کو مانتے تھے اور کہتے تھے کہ جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت آئی وہ سر اور آنکھون پر ہے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی
ہوئی اُسکو بھی نہیں چھوڑتا ہون اور عام خبر واحد کی تخصیص قیاس سے نہیں کرتے تھے چہ جائیکہ
عام کتاب سے اور مصابیح مین حدیث مرسل پر عمل نہیں کرتے تھے لہذا تعجب ہے اُن لوگون سے
کہ جو امام صاحب کی شان مین طعن کرتے ہین مگر امام شافعی کو مانتے ہین اور یہ نہیں دیکھتے کہ امام
شافعی نے صحابہ کے قول کے متعلق فرمایا ہے کہ مین کیونکر تمسک نہ کرون اُس شخص کے قول
سے کہ اگر مین اُس کے زمانہ مین ہوتا تو اُس سے حجت لیتا اور امام شافعی نے حدیث مرسل کی
رد بھی کی ہے اور عام کتاب کی تخصیص قیاس کے ساتھ اور احالہ پر عمل کیا ہی پس یہ سوا اس کے

---

۵ یہ معنی تحامل کے قاموس مین لکھے ہین ۱۲ ۵ احالہ بالکسر قرض کو حوالہ کرنا اور حیلہ کرنا اور محال کہنا منتخب

کہ ان طاعنین کی سرکشی ہے اور کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اُن لوگون سے جو باتین امام ہمام مقتدائے
انام کے حق مین صادر ہوئین یہ سب تعصب سے ہوئین ان کی طرف توجہ ہی نہین کرنا چاہیے اللہ
کی روشنی کو یہ لوگ اپنے مُنھ سے کبھی بجھا نہین سکتے اور ان کے ان واہیات امور مین پڑنے کا
سبب یہ تھا کہ یہ لوگ بالکل نافہم تھے صرف حدیث کے ظاہری الفاظ دیکھتے تھے اور باطنی
معنون کے سمجھنے کا ارادہ بھی نہین کرتے تھے اور وہ وہ معانی دقیقہ تھے کہ جن سے متوسطین
کے فہوم عاجز تھے اور حضرت امام موید بتائید الٰہی تھے اور دریاے معانی مین مستغرق ہوکر
اُن دریاؤن سے جواہرات نکالتے تھے جنمین کسی کی مجال غوطہ لگانے کی نہ تھی سوا اُس شخص کے
جسکا خدا موید ہو اور یہ طعنہ کرنے والے اپنی سمجھون کے قصور کے سبب سے اُن معانی کے
ادراک سے عاجز تھے اور اُن معانی کے سمجھنے سے ایسا بھاگتے تھے جیسے وحشی جانور اور اُسکو
عجیب چیز خیال کرتے اور کہتے کہ امام صاحب نے حدیث کی مخالفت کی تو اُن لوگون نے اپنے
آپ کو جہل مرکب مین ڈالدیا اور اس طعن کی مثال ایسی سمجھنا چاہیئے جیسے کہ علامہ ابن جوزی نے
طعن کی اُن قطب الاقطاب پر جنکا قدم کل اولیاء اللہ کی گردنون پر تھا یعنی حضرت محی الدین والملۃ سیدنا
وسید ہذہ الامۃ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر اور وہ اس طعن کی وجہ سے سخت مہلکہ مین
پڑ گئے بعضے کہتے ہین کہ قریب تھا کہ اُن کا ایمان سلب ہوجاتا مگر اللہ نے اُن کو آپ ہی کی دعا کی
برکت سے بچا دیا جسکا مفصل واقعہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ترجمہ فارسی مشکوۃ شریف مین موجود
ہے اور حضرت کی کرامتین جسقدر متواتر ہین اُن کی انکار سوائے معاند کے اور کوئی نہین کر سکتا لہذا
انسان کو اہل اللہ کے حضور مین مودب اور ثابت قدم رہنا چاہیے اور امام المحدثین ابی عبداللہ
محمد بن اسمعیل بخاری اپنی صحیح مین امام ہمام والا مقام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو بعض الناس
کرکے تعبیر کرتے ہین فیض الباری[1] شرح صحیح بخاری کے بائیسوین جزو مین باب اللعان مین لکھا ہے کہ
بعض الناس سے بخاری کی مراد حضرت امام اعظم امام الائمہ سراج الامۃ ہین جن کے بارہ مین علماء راست
کا مقولہ ہے کہ ان کی مقدار علم آٹھ حصون مین سے سات حصے بھر ہے اب بقیہ ایک حصہ مین اختلاف ہے
کہ وہ کیا ہوا سب کو تقسیم ہوگیا یا ایک ہی کو مل گیا اور اسیطرح کتاب الزکوۃ[2] مین بھی لکھا ہے اور
حق یہ ہے کہ مصنف اور علمائے حنفیہ مین اس بارہ مین عناد اس امر پر تھا کہ لوگون نے امام بخاری سے

---

[1] فیض الباری سید عبدالاول بن علاء الحسینی متوفی ۹۶۸ھ کی ہے کذا فی اتحاف النبلاء ۱۲ منہ

[2] یعنی باب الرکاز مین ۱۲ منہ

استفتا کیا تھا کہ مثلاً ایک لڑکا اور ایک لڑکی نے ایک بکری کا دودھ پیا تو ان کا کیا حکم ہوگا اُنھون نے ایک دوسرے کے بھائی بہن ہونے اور باہمی نکاح حرام ہونے کا فتوی دیا حنفیہ یہ سُنکر فوراً اُن کے الزام کے لیے مستعد ہوگئے اور سب پر یہ بات کُھل گئی یہان تک کہ اُن لوگون نے اُن کو بخارا سے نکلوا دیا یہ سمرقند کے قریب ایک مقام پر جا کر رہے جسکو خرتنگ[1] کہتے تھے جب امام بخاری نے دیکھا کہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے اور بہت ستانے کے درپے ہین تو یہ اپنی زندگی سے بیزار ہوکر آخرت کے مشتاق ہوے ایک روز صبح کو دعا مانگی کہ اے پروردگار عالم مجھ پر زمین باوصف فراخی تنگ ہوگئی ہے لہذا تو مجھے اُٹھالے اُن کی دعا قبول ہوئی اور اُسی موضع مین اُن کی وفات ہوگئی غرضکہ صدی اُولے کے اکابر مین بھی ایک نوع کا حسد اور بغض بلحاظ بشریت رہا ہے چنانچہ وہ لوگ اپنے تصنیفات مین اپنے اقوال کی برابر تضعیف کرتے رہے اور اُمید ہے کہ اس مین اُن کی نیتین نیک ہونگی اور اسی سبب سے محدثین امام ابی حنیفہ اور اُن کے اصحاب سے احادیث روایت نہین کرتے اور انصاف بھی یہی ہے کہ منصف اہل علم و دیانت کو چاہیے ہی نہین ستائیسوین جزو فیض الباری مین جہان پر کہ صحیح بخاری مین بعض کا لفظ واقع ہوا ہے لکھا ہے کہ کرمانی نے جو اس طرح کے مباحث نقل کیے ہین اور امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پر اعتراضات کیے تو یہ اس کتاب کی وضع کے مناسب نہ تھا کیونکہ یہ امر خارج از بحث بلکہ ائمہ دین کی نسبت عارفین اہل یقین پر طعن و تشنیع کرنا حقد اور بغض کا باعث ہے تو محدثین توابع بخاری تعصب کے طور پر کہتے ہین کہ یہ اعتراضات صحیح ہین اور انھین سے لوگ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اور انکے اصحاب کے مراتب گھٹانا چاہتے ہین پھر اسی طرح فقہا حنفیہ ناقدین احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بے ادبی سے پیش آتے ہین کذا فی روض الازہر فی آثر القلندر لمولائی واستاذی مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ الاطہر اور حافظ عینی شارح بخاری کا قول کہ بخاری سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص کر حنفیہ پر تشنیع کرتے ہین حالانکہ محض ان لوگون کی راے اس بارہ مین یہ نہین ہے بلکہ اور لوگون کی راے بھی یہی ہے ممکن ہے کہ یہ تشنیع مخصوص اُن پر ان اسباب کے ہو

---

[1] بفتح معجمہ وسکون را و فتح فوقیہ وسکون نون دو فرسنگ ہے سمرقند سے بخاری کی ولادت جمعہ کے دن بعد نماز عصر کے تیرھوین یا سولھوین شوال ١٩٤ھ مین بخارا مین ہوئی اور وفات شب شنبہ غرہ شوال ٢٥٦ھ ہجری مین اور عمر شریف ٦٢ برس کی ہوئی اُن کی تاریخ ولادت و حیات و رحلت کسی نے یون کہی ہے ولد فی صدق وعاش حمید ومات فی نور ۱۲
کذا فی تیسیر القاری ترجمہ صحیح بخاری و شرح بخاری از شیخ الاسلام ۱۲

کہ جو اورون کے اور اُن کے باہم گذرے ہین وہ مراد ہون واللہ اعلم اور وہ سبب وہی ہے جو شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط مین لکھا ہے کہ محمد بن اسمعیل صاحب اخبار کہتے تھے کہ جانور کے دودھ سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابوحفص کے زمانہ مین بخارا جاکے فتوی دینا شروع کیا شیخ نے انھین منع بھی کیا مگر اُنھون نہ مانا یہانتک کہ ایکبار بخاری سے کسی نے پوچھا کہ جب دو لڑکون نے ایک بکری کا دودھ پیا تو کیا ہوا اُنھون نے فتوی دیدیا کہ حرمت ثابت ہوگئی تب سب لوگون نے مجمع کرکے اُن کو وہان سے اس فتوی دینے کی وجہ سے نکال دیا چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات مین اس عبارت سے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ مگر بخاری کہ خود اجتہاد میفرمود اگرچہ بسیار بزرگ بود لیکن خطا در اجتہادش اکثری بود چنانکہ در مسئلہ رضاعت از شیر بز دہ براے ہمین از بخارا ویرا بدر کردند بالجملہ یہ بات تو نوک قلم مین آگئی اب دو تین فائدہ علم جرح و تعدیل کے متعلق اور بھی سن لینا چاہیے۔ **فائدہ اوّل** علامہ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ سب سے پہلے علم جرح و تعدیل کے جمع کرنے والے یحیی ابن سعید قطان[1] تھے پھر اُن کے بعد اُن کے شاگرد یحیی ابن معین[2] اور علی ابن المدینی اور احمد بن حنبل اور عمرو بن علی فلاسی اور ابو خیثمہ زہیر اور اُن کے شاگرد ابو زرعہ اور ابی حاتم اور بخاری اور مسلم اور ابی اسحق جوزجانی اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ترمذی اور دولابی اور عقیلی اور ابن عدی اور ابو الفتح ازدی اور دارقطنی اور حاکم وغیرہ کشف الظنون مین ہے کہ اس فن کی کتابون مین سے

---

[1] یہ بھی امام وقت سے تھے اور بہت سے تبع تابعین سے انھون نے حدیث سنی اور بہتون نے اُن سے حدیث روایت کی تمام علما ان کی امامت اور جلالت اور وفور حافظہ اور علم اور خوبی پر متفق تھے امام احمد فرماتے تھے کہ میرے نزدیک عراق مین تین آدمی معتبر اور ثقہ تھے ایک یحیی بن سعید القطان دوسرے عبدالرحمن ابن مہدی تیسرے وکیع بن الجراح اور بصرہ مین یحیی سے زائد کوئی معتمد اور ثقہ نہ تھا انھون نے وکیع اور ابن مہدی اور ابی نعیم اور یزید بن ہارون سے بھی روایت کی ہے اور جنھون نے اُن سے روایت کی ہے ان مین سے سفیان بھی تھے اور کہتے تھے کہ یحیی بن سعید کا مثل مین نے نہین دیکھا اور نہ انکے زمانہ مین کوئی ان کا مثل تھا ابراہیم بن محمد تیمی ابن معین سے کہتے تھے کہ تمھاری آنکھین یحیی کا سا اور کسی کو نہ دیکھین گی اور یحیی بن معین کہتے تھے کہ مجھ سے ابن مہدی کہتے تھے کہ تم اپنی آنکھون سے یحیی کا مثل نہ دیکھو گے اور دیگر علما نے بھی انکی بہت تعریف کی ہے [2] معین بفتح میم و عین مکسور و سکون یا ابن عون بن زیاد بن بسطام بکسر با و سکون سین مری بضم میم و تشدید را بغدادی حافظ مشہور عالم و فاضل متقن یہ اصل مین نقیا کے رہنے والے تھے جو ایک گاؤن ہے انبار کی طرف ان کے والد عبداللہ بن مالک کے کاتب اور شہری کے خراج وصول کرنے پر حاکم تھے ان کے ترکہ سے ڈیڑھ لاکھ درہم اُنھون نے پائے اور ان سب کو علم حدیث کی طلب مین خرچ کر ڈالا اُنھون نے ہشیم اور ابن المبارک اور ان کے طبقہ والون سے حدیث سنی لوگون نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے ہاتھ سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ پر دیکھیے)

(حاشیہ متعلق صفحہ ١٦٧) کتنی حدیثین لکھین گننے لگے دس لاکھ احمد بن عقبہ جو اس خبر کے راوی ہین وہ کہتے تھے کہ میرا
گمان یہ ہے کہ اور محدثین نے بھی اپنے ہاتھ سے ان ہی سے چھ لاکھ حدیثین لکھین انھون نے سو صندوق سے زائد کتابین چھوڑین
اور یہ صاحب جرح و تعدیل اور اکابر ائمہ حدیث سے تھے بخاری و مسلم اور ابو داؤد و امام احمد وغیرہم ان سے روایت کرتے تھے
ان مین اور امام احمد مین بہت صحبت اور محبت اور شرکت علوم حدیث کے کامون مین رہی ابو خیثمہ بھی انھین سے روایت
کرتے تھے نقد احادیث اور معرفت احوال رواۃ مین ان کا شمار ائمہ مین سے تھا اور کثرت معلومات و محفوظات مین تو اپنا
مثل ہی نہین رکھتے تھے علی ابن المدینی کہتے تھے کہ بصرہ مین یحیی ابن کثیر اور قتادہ پر علم ختم ہو گیا اور کوفہ مین اسحق اور اعمش
پر اور حجاز مین ابن شہاب اور عمرو بن دینار اور ان چھو کا علم بصرہ مین سعید بن عروبہ اور شعبہ اور معمر اور حماد بن سلمہ اور ابی عوانہ پر
اور کوفہ مین سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس پر اور شام والون سے اوزاعی کو پہونچا اور ان سب کا علم
محمد بن اسحق اور ہشیم اور یحیی بن سعید اور ابن ابی زائدہ اور وکیع اور ابن المبارک اور ابن مہدی اور یحیی بن آدم پر ختم ہو گیا اور
ابن المبارک ان سے بھی علم مین بڑھے ہوے تھے اور ان سب امامون کا علم یحیی بن معین کے حصہ مین آیا تھا امام احمد
کہتے تھے کہ جس حدیث کو یحیی نہ جانتے ہون وہ حدیث ہی نہین اور کہتے تھے کہ یہان ایک شخص ہے کہ جسکو اللہ نے اسی کام
کے لیے پیدا کیا ہے کہ جھوٹھون کے منھ کھولدے ابن الرومی کہتے تھے کہ مین نے کسی کو نہین سنا کہ وہ مشائخ کے بارہ
مین حق کہتا ہو سوا یحیی بن معین کے ان کا قول ہے کہ مین نے جسکی خطا دیکھی وہ چھپا دی اور اسکے کام کو رونق دینا چاہا اور
کبھی کسی کے ساتھ کسی امر مکروہ پر مقابلہ نہین کیا لیکن اسکی خطا کو اسکے سوا بہ مین ظاہر کر دیا اگر اس نے مان لیا تو خیر ورنہ
چھوڑ دیا اور مین نے جھوٹون سے حدیث بھی روایت کی اور اس سے تنور گرم کر کے پکی پکائی روٹی نکالی ٢٣٣ھ مین یہ
بغداد سے حج کے ارادہ پر پہلے مدینہ آئے اور زیارت سے فارغ ہو کر کعبہ شریف کی طرف چلے پہلی منزل مین سو رہے تھے کہ
ہاتف نے آواز دی کہ ابو زکریا ہمارے پاس سے کہان جاتے ہو یہ سمجھے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کشش ہے انھون نے
ساتھیون سے کہا کہ تم جاؤ اور خود مدینہ واپس چلے آئے اور تین دن کے بعد انتقال کیا یہی ان کا آخر حج تھا ان کی پہلی
سعادت یہ تھی کہ ان کو انھین تختون پر غسل دیا گیا جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا چہتر برس کی عمر پائی والی
مدینہ نے ان پر نماز پڑھی اور بقیع مین دفن کیا اور ان کی نماز جنازہ کئی بار ہوئی ایک شخص نے ان کے جنازہ کے روبرو
پکار کر کہا کہ یہی وہ تھے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے نفی کذب کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد لوگون
نے ان کو خواب مین دیکھا تو پوچھا خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا کہنے لگے کہ بہت سے ہدیہ دیے ان ہی تین حور عین کے ساتھ
نکاح کر دیا ان کی وفات مین اختلاف ہے وفیات الاعیان مین ہے کہ ان کی وفات ٢٣ ذیقعدہ ٢٣٣ھ کو ہوئی چنانچہ یہ
قول خطیب کا تاریخ بغداد مین ہے اور کتاب الارشاد مین جو علماے حدیث کی شناخت مین ابو یعلی الخلیل بن عبد اللہ
بن احمد بن ابراہیم بن خلیل بن حافظ کی تالیف ہے لکھا ہے کہ یحیی بن معین کی وفات اسوقت ہوئی کہ جب سات دن ذی الحجہ کی
باقی رہین اسی سنہ مین تو اس بیان سے ان کا حج کرنا ثابت ہوتا ہے اور خطیب نے بھی لکھا ہے کہ ان کی ولادت سنہ
١٥٨ھ مین ہوئی پھر وفات کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ ان کی عمر ستتر برس سے دس دن کم ہوئی مگر یہ بھی حساب کی رو سے
صحیح نہین معلوم ہوتا اور ذہبی نے بھی ٢٣٣ھ مین ان کی وفات لکھی ہے مری یہ نسبت (بقیہ حاشیہ صفحہ ١٦٨ پر ملاحظہ ہو)

ایک کتاب الجرح والتعدیل مصنفہ شیخ ابی الحسن احمد بن عبد اللہ عجلی کوفی نزیل طرابلس متوفی دوسو اکسٹھ کی ہی اور دوسری کتاب الجرح والتعدیل حافظ ابی محمد عبد الرحمن بن حاتم محمد رازی متوفی سنہ تین سو ستائیس کی اور

(حاشیہ متعلق صفحہ ۱۶۸) بوجہ ولا کے ہی کیونکہ یہ بنی مرہ کے غلام تھے اور بعضے تاریخون مین ہے کہ یحیی بن معین بن غیاث بن زیاد بن عون بن بسطام مولی جنید بن عبد الرحمن غطفانی مری امیر خراسان منجانب ہشام بن عبد الملک اموی کے تھے مگر اول مشہور و صحیح ہے یعنی نسبت مین اور یہ منسوب ہے مرہ غطفان کی طرف جو عرب مین بڑا مشہور قبیلہ تھا اور چند قبیلہ اسکی طرف اور منسوب ہین جن مین ہر ایک کو مرہ کہتے ہین ابن السمعانی کتاب الانساب مین لکھتے ہین کہ نقیا بفتح نون و کسر قاف بعد اس کے یا ر مفتوحہ ایک گاؤن ہے مضافات انبار سے وہین کے یحیی بن معین بھی تھے اور خطیب کا قول ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ فرعون بھی اسی گاؤن کا رہنے والا تھا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بستان المحدثین مین اس مقام پر فائدہ کے طور پر لکھتے ہین کہ بعضے جاہل اور ناسمجھ لوگون نے متقدمین اہل حدیث کو عموماً اور یحیی ابن معین کو خصوصاً مطعون کیا ہے یہ کہکر کہ یہ شخص خلق اللہ پر زبان درازی کیا کرتا تھا اور کسی کو جھوٹا اور کسی کو ملبس اور مفتری کہا کرتا تھا اس غیبت کو علم و عبادت سمجھتا تھا چنانچہ بکر بن حماد شاعر مغربی نے اسی بارہ مین ان کی ہجو کی بلکہ علم حدیث کا تعرض طعن سے کیا لیکن جاہل یہ نہ سمجھے کہ ان کی یہ طعن و جرح راویون کے بارہ مین محض دین کی حفاظت کے لیے تھی نہ اور کسی وجہ سے جواز قبیل جہاد کفار و خوارج و اہل بدعت و سیاست و تعزیر منکرین سمجھی جائیگی نہ کہ غیبت محرمہ اور ان اشعار کا جواب حمیدی صاحب الجمع بین الصحیحین نے دیا ہے اور بہت بڑا قصیدہ لکھکر اس شاعر کو مخاطب کر کے بہت کچھ کہا ہے اور عبد السلام بن یزید بن غیاث اشبیلی کا بھی ایک بڑا قصیدہ ان شعرون کے جواب مین ہے اور وہ سب اشعار بستان المحدثین مین ہین یہان بخیال طوالت نقل نہین کیے گیے فقط ۳ مدینی بیا ساکنہ منسوب بہ مدینہ طیبہ اور ایک نسخہ مین مدنی ہے اور یہ قیاس کے موافق معلوم ہوتا ہے اور نسبت کی وجہ سے یا گر گئی ہے اور جس نے یا کو باقی رکھا ہے اس نے اصل پر رکھا جیسا کہ امام نووی کا قول ہے اور صحاح جوہری مین ہے کہ طیبہ کیطرف نسبت کر کے مدنی بولتے ہین اور جب مدینی کہتے ہین تو وہ نسبت ہوتی ہے مدینہ منصور یعنی بغداد کی طرف ایسا ہی قاموس مین بھی ہے وفیات الاعیان مین ہے کہ مدینہ نسبت ہے اصفہان کیطرف اور سمعانی کتاب الانساب مین لکھتے ہین کہ یہ نسبت ہے کئی شہرون کی طرف پہلے مدینہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مرو تیسرے نیشاپور چوتھے اصفہان پانچوین مدینۃ المبارک قزوین چھٹے بخارا ساتوین سمرقند آٹھوین نسف کی طرف تو ان سب شہرون کی طرف جب منسوب کرینگے تو مدینی کہین گے اور مدینہ کی لفظ اصل مین تمدن سے نکلی ہے جسکے معنے جمع ہونے کے ہین چونکہ ہر طرح کے پیشہ ور اور لوگ شہر مین جمع ہوتے ہین اسی واسطے شہر کو مدینہ کہتے ہین یہ مقتداے اہل بصرہ بلکہ حفاظ مصر صاحب تصانیف نفیسہ و ساتذہ امام بخاری سے تھے اور حدیث اور علل حدیث پہچاننے مین آیت من آیات اللہ ان کے استاد عبد الرحمن بن مہدی کہا کرتے تھے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین یہ اور لوگون سے زیادہ عالم ہین اور خاصکر ابن عیینہ کی مرویہ حدیث کی اور ابن عیینہ کہتے تھے کہ لوگ مجھکو ان کی صحبت کی وجہ سے برا کہتے ہین حالانکہ خدا کی قسم مین ان سے زیادہ حاصل کرتا ہون نہ کہ وہ مجھ سے اسیطرح یحیی بن سعید قطان کا بھی قول ان کے بارہ مین ہے بخاری کہتے تھے کہ مین نے اپنے نفس کو کسی کے سامنے حقیر نہین سمجھا سوائے ان کے اور ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے تھے کہ علم حدیث چار آدمیون پر ختم ہو گیا ایک ابی بکر بن ابی شیبہ جو بڑے صاحب حافظہ تھے اور دوسرے ابن معین جو علماے محدثین مین بہت جامع تھے اور ایک قول ہے کہ وہ بڑے کاتب تھے اور تیسرے ابن المدینی

یہ بڑی کتاب ہے اور اسمین یہ لکھا ہی کہ مولف کو جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ معانی کی جانچ کا راستہ نقل روایت کے سوا اور نہ ملا تو بیشک ضروری ہوا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کرے کہ جس سے عادلین ناقلین اور راویین ثقات اہل حفظ و ثبت و اتقان اور اہل غفلت و کذب و وہم و سوء حفظ و راویین

(حاشیہ متعلق صفحہ ۱۶۸) کہ وہ حدیث مین محدثین کے نزدیک زیادہ عالم تھے اور چوتھے امام احمد بن حنبل جو حدیث مین بڑے فقیہہ تھے ابو حاتم کہتے تھے کہ علما مین معرفت حدیث اور علل حدیث مین بہت مشہور تھے امام احمد اُن کا نام نہین لیتے تھے بلکہ تعظیماً صرف کنیت ہی کہا کرتے تھے ابو قدامہ کہتے تھے کہ ابن المدینی حدیث مین اس مرتبہ کو پہونچے کہ جسپر کوئی انھین پہونچا اور ابو یحیی کہتے تھے کہ جب یہ بغداد آتے تھے تو حلقہ مین سب سے اونچے بیٹھتے تھے مشہور ہے کہ یحیی اور احمد و معیطی وغیرہ جب مناظرہ یا کسی بات مین اختلاف کرتے تو یہی اُن مین تصفیہ کیا کرتے تھے اعین کہتے ہین کہ مین نے ایکبار آپکو لیٹے ہوے اور امام احمد کو ان کے داہنے اور ابن معین کو بائین طرف بیٹھے ہوے دیکھا اور یہ ان دونون سے کچھ املا کراتے جاتے تھے املا سے مراد یہ ہے کہ استاد کے گرد شاگرد قلم و دوات لیکر حلقہ باندہ بیٹھین اور استاد اُن امور کو کہ جو اللہ تعالی اُس کے دل پر منکشف کرے بولتا جاے اور شاگرد لکھتے جائین ایسا کہ یہ تحریر بھی ایک کتاب ہو جاے تو اُس کا نام املا ہوگا محدثین متقدمین اور فقہا و اہل عربیت کی پڑھانے مین یہی عادت تھی اور علما شافعیہ اس قسم کے امور کو تعلیل کہا کرتے تھے کسی نے ابن معین سے پوچھا کہ علی اور حمیدی مین کون زیادہ عالم تھا اُنھون نے کہا کہ حمیدی کے واسطے بہتر یہ تھا کہ وہ علی سے پھر سے حدیث لکھنے آتے ابو داود کہتے تھے کہ علی اختلاف حدیث مین امام احمد سے زیادہ عالم تھے فریابی کہتے تھے کہ علی حدیث اور علل حدیث مین زیادہ عالم تھے اور یحیی رواۃ حدیث مین اور صالح بن محمد کہتے تھے کہ جنکو مین نے دیکھا ہے اُن مین سے علی کو حدیث و علل حدیث مین زیادہ عالم پایا اور حدیث مین زیادہ فقیہہ امام احمد کو اور زیادہ ماہر سلیمان شاذکونی کو اور ابو داود کہتے تھے کہ علی شاذکونی کے ایسے دس ہزار سے زیادہ تھے اور نسائی کہتے تھے کہ اللہ نے اُن کو اسی مرتبہ کے لیے بنایا تھا حافظ ابن حجر کہتے تھے کہ علما مین سے کسی کو اسمین اختلاف نہین ہے کہ علم حدیث مین علی اپنے زمانہ والون سے بڑھ کر تھے ان کی کنیت ابو موسی تھی اور نام محمد اُن کا نسب نامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان مین یون لکھا ہے کہ ابو موسی محمد ابی بکر عمر بن ابی عیسی احمد بن عمر بن محمد بن ابی عیسی اصبہانی مدینی اُن کے تالیفات علوم حدیث مین بہت مفیدہ تھے کتاب المغیث ان کی کتاب ایک جلد مین ہے اسکو ہروی کی کتاب الغریبین نے پورا کیا ہے اور وہ بہت نافع ہے پھر انھین کی ایک کتاب الزیادات بھی ایک جزو مین ہے جسکو اُنھون نے اپنے اُستاد ابی الفضل محمد بن طاہر مقدسی کی کتاب انساب کا ذیل قرار دیا ہے اسمین اُن کے استاد سے جو کچھ رہ گیا تھا یا اُنھون نے مختصر کر دیا تھا اسکو اُنھون نے پورا کر دیا ہے رشحات مین ہے کہ حدیث کی طلب مین یہ اصفہان سے نکلے اور پھر وہین پلٹ آئے اور وہین رہے تین برس کے تھے جب سے اُن کے والد ان کو اپنے ہمراہ شیخ ابو سعید محمد بن مطرز کی مجلس سماع حدیث مین لیجایا کرتے تھے جب یہ سن تمیز کو پہونچے تو ابو علی حداد اور ابن طاہر مقدسی اور ابو القاسم تیمی سے علم حدیث پڑھا اور حافظ یحیی بن مندہ سے بغداد جا کر استفادہ کیا اور معرفت علل حدیث اور اسکے ابواب رجال و روات مین بڑا تبحر اور یدطولی حاصل کیا اور یکتاے زمانہ ہوے حافظ عبد الغنی مقدسی اور حافظ عبد القادر رہاوی اور حافظ ابو بکر حازمی اور اور عمدہ عمدہ محدثین اُن کے شاگرد تھے ان کی ان تصنیفون سے جن سے یہ متقدمین پر فوقیت لے گئے چند کتابین ہین ایک تو کتاب تتمہ معرفۃ الصحابہ ہے جو گویا ابو نعیم کی کتاب کا حاشیہ ہے اور کتاب الطوالات لکھی ہے اسمین موضوعات اور واہیات امور ہین اور کتاب اللطائف اور کتاب عوالی التابعین یہ بڑے قوی الحافظہ تھے ایکبار کتاب علوم الحدیث حاکم کے مقابلہ کرنے مین ساری کتاب اپنی یاد سے پڑھ گئے اہل دنیا سے بہت کم ملتے تھے اور کسی سے نذر و نیاز

(بقیہ حاشیہ پشت پر دیکھیے)

احادیث کاذبہ مین تمیز ہو جایا کرے اور اس فن کی کتابون مین کامل ابن عدی اکمل کتب ہے پھر میزان الاعتدال ذہبی کی اور لسان المیزان شیخ ابن حجر عسقلانی کی **فائدہ دوم** تعدیل کے الفاظ کے مراتب مین اعلے

(حاشیہ متعلق صفحہ ١٦٩) نہین لیتے تھے تھوڑا سا مال تھا جسکی تجارت کے نفع سے اپنی اوقات بسر کرتے تھے اور بہت متواضع تھے کسی کو اپنے ہمراہی مین نہین لیتے تھے راوی کہتے تھے کہ مین ڈیڑھ برس تک اُن کے پاس آتا جاتا رہا لیکن اس مدت مین کوئی امر خلاف شرع یا مروت مین نے اُن سے نہین دیکھا ان کی ولادت ماہ ذی القعدہ سنہ پانسو ایک مین ہوئی اور وفات شب چارشنبہ نوین ماہ جمادی الاولی سنہ پانسو کاسی مین اور ولادت اور وفات دونون اصفہان ہی مین ہوئی دفن سے ہنوز فراغت نہین ہوئی تھی کہ پانی شروع ہوا۔ حالانکہ وہ زمانہ گرمیون کا تھا اس زمانہ مین اصفہان مین پانی کم تھا وہان کے بعضے صلحا نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ گویا آپ کی وفات ہو گئی ایک تعبیر بتانے والے سے خواب بیان کیا اس نے کہا کہ اگر تمھارا یہ خواب سچا ہے تو ائمہ اسلام سے کوئی امام جو بے نظیر وقت ہوگا اس کا انتقال ہوگا کیونکہ اسی طرح کے خواب امام شافعی اور سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل کے انتقال کے وقت بھی دیکھے گئے تھے اسی خواب دیکھنے والے کا بیان ہے کہ ہنوز شام نہین ہوئی تھی کہ ان کی وفات کی خبر تمام کوچہ و بازار مین مشہور ہو گئی فقط **٤٤** زرعہ بضم زا معجمہ و راے ساکنہ یہ امام حافظ اور بڑے متقی و متنی تھے اور محدثین کے نزدیک معرفت رواۃ مین بہت عالی درجہ اور کبار شیوخ مسلم سے تھے حضرت امام احمد کی مجلس مین بیٹھتے اور ان سے مذاکرہ کیا کرتے تھے جب۔ن یہ امام احمد کے یہان جاتے تھے اس دن وہ معمولی نوافل چھوڑ کر اُن کے پاس بیٹھنے کو غنیمت جانتے تھے اور اُنھین سے باتین کیا کرتے حضرت امام احمد فرماتے تھے کہ خراسان مین چار آدمیون پر حفظ ختم ہے انھین سے ایک یہ ہین پھر بخاری پھر او۔ وگ اور فرماتے کہ ابو زرعہ سے زیادہ کوئی حافظ نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سات ہزار اور کچھ حدیثین صحیح منقول ہین ان مین سے چھ ہزار انکو یاد تھین ابو العباس محمد بن جعفر کہتے تھے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ ابو زرعہ کو دو لاکھ حدیثین یاد نہون تو میری عورت پر طلاق ہے تو کیا وہ اس قسم مین جھوٹا ہو جائیگا کہا نہین پھر کہا کہ ابو زرعہ نے دو لاکھ حدیثین اسطرح یاد کر ڈالین جیسے کوئی قل ھو اللہ یاد کرتا ہو اور مذاکرہ مین ہے کہ تین لاکھ حدیثین یاد کین غالبا امام احمد کے قول سے قبل کہا ہوگا حافظ ابو علی صالح بن محمد جزرہ کہتے تھے کہ علما مین حدیثون کے زیادہ عالم بخاری تھے اور زیادہ حافظ ابو زرعہ اور حدیث مین یہ بہت زیادہ تھے محمد بن بشار کا قول ہے کہ دنیا مین حافظ چار ہوے ابو زرعہ رے مین اُس کے بعد بخاری اور داود علی بن حمزہ کہتے تھے کہ خراسان مین تین آدمی ہوے ابو زرعہ اور بخاری اور دارمی اور اسحق بن راہویہ کہتے تھے کہ جس حدیث کو ابی زرعہ نہ جانتے ہون وہ بے اصل ہے ابو حاتم رازی کہتے تھے کہ ابو زرعہ کے بعد اُن کا مثل علم و فقہ و صیانت و صدق مین کوئی نہین ہوا اور نہ اُن سے زیادہ مشرق و مغرب مین کوئی لائق ہوا گرچہ اسکے نزدیک سے جو اُسے سمجھتا ہو ایکبار حمدون بن دعی اُن کے پاس حدیث لکھنے آئے تو اُن کے گھر مین بہت سے فرش اور برتن رکھے دیکھے حالانکہ وہ اُن کے بھائی کے تھے یہ دیکھکر اُنھون نے واپس جانا چاہا اور حدیث لکھنا نہ چاہا رات کو خواب مین دیکھا کہ یہ دجلہ کے ایک کنارہ پر ہین اور پانی کے اندر ایک شخص کا سایہ دیکھ پڑتا ہے اُس نے اُن سے کہا کہ تمھین نے ابو زرعہ سے زہد کیا تھا کیا تمکو معلوم نہین کہ امام احمد ابدال مین سے تھے اور جب ان کی وفات ہوئی تو اللہ نے اُن کی جگہ پر ابو زرعہ کو کر دیا ابو جعفر تستری کہتے تھے کہ ان کے انتقال کے وقت مین اُن کے پاس آیا دیکھا کہ ابو حاتم اور محمد بن مسلم اور منذر بن شاذان وغیرہ اُن کے پاس بیٹھے ہین اور وہ لوگ اُن سے تلقین کی حدیث بیان کر رہے ہین مگر وہ لوگ اس تلقین کرنے سے کچھ جھیپے ہوے اور مرعوب سے ہین پھر اُن (بقیہ حاشیہ صفحہ (١٧١) پر دیکھیے۔

اور اوّل یہ لفظین ہین ثقة ثبت متقن ضابط حجت پھر یہ الفاظ خیر صدوق مامون لاباس بہ یا وھو لاء یکتب حدیثھم پھر یہ الفاظ شیخ یا وھذا یکتب حدیثہ للاعتبار

(حاشیہ متعلق صفحہ ۱۷۰) اُن علمانے آپس مین کہا کہ کچھ مذکرہ حدیث کرنا چاہیے تب محمد بن اسلم بولے کہ مجھ سے ضحاک بن مخلد نے اُن سے عبد الحمید بن جعفر نے ان سے صالح نے بیان کیا یہ کہکر ٹھہر گئے تب ابو حاتم بولے کہ مجھ سے حدیث بیان کی بندار نے اُن سے ابو عاصم نے ان سے عبد الحمید بن جعفر نے اُن سے صالح نے یہ کہکر ٹھہر گئے تب ابو زرعہ جو نزع مین تھے بولے کہ حدیث بیان کی مجھ سے بندار نے اُن سے ابو عاصم نے اُن سے عبد الحمید بن جعفر نے اُن سے صالح بن ابی غریب نے ان سے کثیر بن مرہ حضرمی نے اُن سے معاذ بن جبل نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت مین جائیگا اور لا الہ الا اللہ کے کہتے ہی خود ان کی وفات ہو گئی حافظ محمد بن مسلم بن وارہ کہتے تھے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو مین نے اُن کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالے نے تمھارے ساتھ کیا کیا کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے فرمایا کہ اس کو بھی اس جماعت مین شامل کرو جسمین تین ابی عبد اللہ ہین یعنی امام مالک اور امام شافعی ہین اور ایک روایت مین سفیان ثوری اور تیسرے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین تھے اور محدثین کی اصطلاح مین جب ابی زرعہ مطلق بولتے ہین تو یہی مراد ہوتے ہین کیونکہ یہی زیادہ مشہور تھے نہ ابو زرعہ رازی صغیر احمد بن حسین ملقب بخوالہ اور نہ ابی زرعہ دمشقی جو ابی داؤد کے شیوخ سے تھے فقط ۵ ان کا نام محمد بن ادریس بن منذر حنظلی رازی تھا ذہبی کہتے تھے کہ یہ بہت بڑے امام اور حافظ اور علماے اعلام سے تھے سنہ ایک سو پچانوے مین پیدا ہوے اور ماہ شعبان سنہ دو سو ستتر مین وفات پائی بیاسی برس کی عمر ہوئی نسائی کہتے تھے کہ یہ ثقہ تھے ۶ ان کا نام علی بن عمر بغدادی شافعی تھا یہ بھی اپنے وقت مین مقتداے زمانہ تھے امام بغوی اور ابن صاعد اور محاملی اور بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور واسط و شام کے بہت سے لوگون سے روایت کرتے تھے اور قاضی ابو الطیب اور برقانی اور صابونی اور ابو حامد اسفرائینی اور حاکم اور عبد الغنی اور تمام اور ابوذر ہروی اور ابو نعیم و خلال اور حمزہ سہمی اُن سے روایت کرتے تھے ایک جماعت نے حاکم سے پوچھا کہ تم نے دار قطنی کا سا بھی آدمی دیکھا کہنے لگے کہ انھون نے خود اپنا سا آدمی نہ دیکھا ہوگا تو مین کیا دیکھتا ان کی بہت سی تصانیف ہین ابو الطیب کہتے تھے کہ یہ حدیث مین امیر المومنین تھے اور جو اُن کے سنن مین غور کریگا وہ خود ان کے مقدار علمی کو بمذاہب علما سمجھ جائیگا خطیب نے ان کی تعریف مین لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانہ مین عالی مرتبہ اور امام وقت اور صحیح الاعتقاد اور عالم مذاہب اور وسیع الاطلاع تھے اور اُن کی تعریف اور ائمہ سے بھی منقول ہے چنانچہ وہ سب سبکی وغیرہ کے کلام مین موجود ہے لیکن ذہبی کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ رجال حدیث کے بارہ مین تساہل کرتے تھے کیونکہ ذہبی کا کلام ایک جگہ یہ ہے کہ دار قطنی مجمع الحشرات ہین مگر جب اس خوبی سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ جسمین دار قطنی نے تعلیل کی ہے تو اسمین لکھتے ہین کہ دار قطنی کا ضعیف کہنا نہ مانا جائیگا جب تک کہ اسکا سبب معلوم نہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذہبی کو ابن جوزی سے زیادہ محبت تھی اور دار قطنی کو وہ جانتے ہی نہ تھے کیونکہ دار قطنی کو ضعیف وہی کہے گا جسکو ان کے حال سے واقفیت نہوگی اور حق یہ ہے کہ دار قطنی باوجود امام المعرفة ہونے کے مذہب شافعی مین زیادہ متعصب تھے اسی سے ان سے بعض امور خلاف توقع واقع ہوے ورنہ ان کے مقتداے وقت ہونے مین کوئی شک نہین حافظ امیر ابو النصر ابن ماکولا کہتے تھے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ مین دار قطنی سے آخرت کا حال پوچھتا ہون تو کسی نے کہا کہ وہ تو جنت مین امام کہے جاتے ہین وفیات الاعیان مین ہے کہ ان کی ولادت ماہ ذی القعدہ سنہ تین سو چھ مین ہوئی اور وفات چارشنبہ کے دن آٹھوین یا دوسری ذی القعدہ کو اور بعضے کہتے ہین کہ ماہ ذی الحجہ سنہ تین سو پچاسی مین بغداد مین ان کی وفات ہوئی اور شیخ ابو حامد اسفرائینی فقیہ مشہور نے اُن کے جنازہ کی (بقیہ حاشیہ پشت پر دیکھیے)

پھر یہ الفاظ صالح الحدیث یکتب وینظر فیہ اسیطرح جرح کے الفاظ کے بھی مراتب ہین اول
مرتبہ یہ ہے کہ لین الحدیث یکتب وینظر اعتبارا لکھین اور دوسرے یہ کہ لیس بقوی یا لیس
بذالک لکھین تیسرے یہ کہ مقارب الحدیث ایسے رویہ لکھین چوتھے یہ کہ متروک الحدیث
وکذاب و وضاع ودجال و واہ و واہ بمرۃ (بکسر با موحدہ وفتحہ میم و راء مشدد یعنی یکبار) یا
کہین کا تردد فیہ یا ھولاء ساقطون لا یکتب عنھم میر سید شریف کہا کرتے تھے کہ اس زمانہ مین
علماء نے ان مذکورہ شرائط سے اعراض کرکے راوی کی عدالت پر اکتفا کرلی ہے اسطرح پر کہ وہ ضبط
اور سماع سے مستور اور اپنے خط سے مثبت اور موثوق بہ ہو اور اسکی روایت اصل سے یعنی اسکے
شیخ کی اصل سے موافق ہو اور یہ اسوجہ سے کہ حدیث صحیح اور حسن لغیرہ سب ائمہ کی کتابون مین موجود
ہین کوئی کتاب خالی نہین ہے تفصیل کلام یہ ہے کہ حدیث کی روایت مین شرط یہ ہے کہ راوی مسلمان
عاقل بالغ اسباب فسق اور ظاہری برائیون سے سالم ہو اور مکلف و عادل و متقن ہو اور اس کا اتقان
باتفاق ثقات ثابت ہو اور اگر نادر اگر کوئی اسکا مخالف ہو تو وہ مخالفت اسکو مضر نہو اور اگر اس کا سبب
اختلاف ایسے امر مین ہو جسکے متعلق یہ خیال ہو کہ یہ جرح مین کھل جائیگا تو جرح مان لی جائیگی بخلاف
تعدیل کے کہ اسمین یہ شرط نہین اور ضبط سے مراد یہ ہے کہ وہ آگاہی اور یادداشت رکھتا ہو غافل
اور خنکی نہو تحمل اور ادا دونون حالتون مین تو اگر اس نے اپنی یاد بیان کی تو وہ حافظ کہا جائے گا
اور اگر اپنی کتاب سے حدیث نقل کی تو ضابط کہا جائیگا اور اگر بالمعنی حدیث بیان کی ہے تو وہان
یہ بات دیکھ لینے کے قابل ہے کہ وہ جس امر کے معنی بیان کرنا چاہتا ہے اسکو جانتا بھی ہے اور مرد اور
آزاد اور عالم اور فقیہہ اور غریب اور بینا ہونا اور متعدد ہونا یہ کچھ شرط نہین جب دو شخص عادل اسپر
تصریح یا استفاضہ کردین تو عدالت پہچان لی جائے گی اور ضبط اسطرح پہچانا جائیگا کہ ثقہ مشہورین بالضبط
کی روایات بھی اسکے روایات کے متعلق ہو تو اگر وہ ان کی روایتون کی موافقت زیادہ کرے اور مخالفت
کم تو بھی اس راوی کے ضابط اور ثابت ہونے کی علامت ہے میر سید شریف کا قول ہے کہ عادل
کی روایت اس شخص سے جسکا اس نے نام لیا ہو تعدیل نہو گی اور بعضے کہتے ہین کہ اگر اسکی عادت
ہی یہ ہو کہ وہ سوا عادل کے دوسرے سے روایت ہی نہ کرتا ہو جیسے شیخین تو وہ بھی تعدیل ہو گی

(حاشیہ متعلق صفحہ ١٧١) نماز پڑھی اور حضرت معروف کرخی کے مزار کے قریب مقبرہ باب حرب مین دفن ہوئے دارقطنی
بفتح دال مہملہ اور بعد الف کے رائے مفتوحہ پھر قاف مضموم اس کے بعد طاء ساکنہ پھر نون یہ نسبت ہے دارقطن کیطرف
جو بہت بڑا محلہ ہے بغداد مین فقط

ورنہ نہین اور مجہول العدالت اور مجہول العین جسکو علما نجانتے ہون مقبول نہوگا اور جب دو عالمون نے اُس سے روایت کرلی ہو تو بھی وہ شخص مجہول نہ رہے گا قسطلانی کہتے تھے کہ اُس شخص کی روایت مین جو حدیث پر اُجرت لیتا ہو تردد ہے اور جو اپنے سُننے اور سنوانے مین تساہل کرتا ہو لیکن سننے مین پروا نہ کرتا ہو یا حدیث کو بیان کرتا ہو مگر کسی اصل صحیح سے نہ بیان کرتا ہو یا اپنی روایت مین بھول جاتا ہو تو وہ اگر غیر اصل یا شاذ یا منکر حدیث بیان کرے تو اُسکی حدیث مین بھی تردد ہے اور جس نے حدیث مین غلطی کی اور باوجود تنبیہ وہ اُس غلطی پر عناد سے اڑا رہا تو اُسکی روایت ساقط سمجھی جائے گی میر سید شریف کہتے تھے کہ ابن الصلاح کا قول ہے کہ جب یہ عناد کے طور پر ہو اور اگر بتغیر فی البحث کے طریقہ پر ہو تو نہین قسطلانی کہتے تھے کہ صحابہ سب عدول ہین اور ایک قوم نے مستور کی روایت کو بھی قبول کرلیا ہے اور اُسی کو ابن الصلاح نے بھی مرجح کہا ہے اور حدیث مبہم جب تک معلوم نہوے مقبول نہوگی کیونکہ خبر کے قبول کی شرط اُسکے ناقل کی عدالت ہے تو جسکا نام مبہم ہوگا اُسکی ذات ہی معلوم نہوگی تو عدالت کیسے معلوم ہوسکے گی اور جسمین بدعت کفریہ ہو یا وہ بدعتی ہو وہ بھی مقبول نہین کیونکہ امام بخاری وغیرہ نے بہت سے بدعتیون سے جو داعی الی البدعت نتھے روایت کی ہے اور جو شخص بدعت سے توبہ کرے وہ بھی مقبول الحدیث ہوگا اور جس ثقہ نے اپنی آخر عمر بسبب فساد عقل حدیث مین کچھ ملا جلا دیا اور اُس کے شاگرد نے ظاہر کیا کہ یہ حال کی حدیث ہے اور جو اُس نے اس سے پہلے سنی تھی وہ اور تھی تو اُس کی پہلی حدیث مقبول ہوگی اور آخری مردود اور جس ایسے کی روایت صحیح مین ہو وہ محمول سلامتی عقل پر کی جائے گی اور اُن شرائط کے اعتبار سے اُس زمانہ مین علما نے اعراض کیا ہے تاکہ سلسلہ اسناد باقی رہے تو عاقل بالغ ہونا اور ستر و اتقان وغیرہ معتبر ہے **فائدہ سوم** جاننا چاہیے کہ وضع حدیث کا بھی ایک علم ہے اور موضوع اور غایت تو علم وضع حدیث سے مراد وہ علم ہے جس سے حدیث کے موضوع ہونے کی کیفیت حدیث ثابت ہے اور بنانے والے کی حالت سچے اور جھوٹے ہونے کی معلوم ہو اور اس سے غرض امتیاز حاصل کرنا سچ اور جھوٹ بات اور سچے اور جھوٹے شخص مین ہے اور غایت اسکی حدیث موضوع کی روایت سے بچنا مگر جب کہ اُس روایت مین اُس کے موضوع ہونیکا بیان ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھپر قصداً جھوٹ باندھے تو اُس کو دوزخ اپنا ٹھکانا مقرر کرلینا چاہیے اس کو حضرات صحابہ مین سے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے بعضے کہتے ہین کہ وہ چالیس تھے اور بعض کہتے ہین کہ باسٹھ اور اُن مین عشرہ مبشرہ بھی تھے اور برابر اُن کا شمار بڑھتا ہی گیا میر سید شریف

کہتے تھے کہ جو شخص حدیث کو موضوع جانتا ہو تو اسکو موضوع جان کر روایت کرنا نہین چاہیئے
کسی معنی مین ہو مگر وضع کو بیان کردے اور کرامیہ اور ایک گروہ مبتدعہ کا مسلک یہ ہے کہ
ترغیب و ترہیب کے لیے حدیث بنانا جائز ہے اور ابن جوزی نے موضوعات کے بیان مین
کئی جلدین تصنیف کی ہین ابن الصلاح کہتے ہین کہ ابن جوزی نے اس مین بہت سی ضعیف حدیثین
بھی موضوعات مین لکھدی ہین حالانکہ اُن کے موضوع ہونے کی کوئی دلیل نہین ان کے لیے
بہتر یہی تھا کہ وہ ضعیف حدیثون مین لکھی جاتین اور شیخ حسن بن محمد صنعانی نے ایک رسالہ لکھا ہے
درالملتقط فی تبیین الغلط اور حدیث کے موضوع ہونے اور اُسکی روایت کرنے والیکے جھوٹے ہونیکی
مختلف پہچانین ہین جن سے یہ سب معلوم ہوجاتا ہے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی عجالہ
نافعہ مین لکھتے ہین کہ حدیث موضوع کی پہلی پہچان یہ ہے کہ وہ روایت تاریخ کے خلاف ہو جیسے
کہین کہ عبد اللہ بن مسعود نے صفین کی لڑائی مین یون کہا حالانکہ عبد اللہ بن مسعود کی وفات حضرت
عثمان کے زمانہ خلافت مین ہو گئی تھی اور اسطرح کی بات تھوڑی غور و فکر کے بعد معلوم ہوجاتی ہے
دوسری یہ کہ روایت کرنے والا رافضی ہو اور صحابہ کے مطاعن مین حدیث روایت کرے یا ناصبی ہو
اور اہلبیت کے مطاعن مین روایت کرے وعلی ہذا القیاس تو ایسی حالت مین دیکھا جائیگا اگر روایت
کرنیوالا اس حدیث کا تنہا وہی ہو تو اسکی حدیث نہین مانی جاے گی اور اگر اور لوگ بھی اُس روایت
کرنے مین شریک ہون تو مان لی جائے گی مگر اُس کی تاویل اور توجیہہ کی جالے گی تیسری یہ کہ کوئی
شخص کسی حدیث کو اپنے پہچان اور عمل کے موافق روایت کرے اور اُس روایت کا تمام مکلفین کو
معلوم بنانے اور اُس روایت مین خود ہی تنہا راوی ہو تو یہ قرینہ قوی اُسکے جھوٹ بنا لینے پر ہوگا
چوتھے یہ کہ جس حال و وقت کے راوی نے روایت کی ہو وہ وقت و حال اُسکے جھوٹے ہونے
پر قرینہ ہو جیسے کہ غیاث بن میمون کو خلیفہ مہدی عباسی کی مجلس مین جانیکا اتفاق پڑا اور خلیفہ
اُسوقت کبوتر اُڑا رہا تھا اُس نے جھٹ اس بارہ مین یہ حدیث روایت کی کہ لا سبق الا فی خف
او نصل او حافر او جناح یعنی جناح کی لفظ صرف اپنی طرف سے بڑھادی مہدی کی خوش آمد
کے لیے اس قصہ کی تفصیل دمیری نے حیوة الحیوان الکبری مین یون لکھی ہے کہ ہارون رشید
کبوتر پالنے کے شوقین تھے کہین سے انکو کبوتر تحفہ آئے تھے اور انکے پاس اُسوقت قاضی ابو البختری[۱] بیٹھے

[۱] ابو البختری یہ مدینہ کے قاضی بکار بن عبد اللہ زبیری کے بعد تھے پھر بغداد کے قاضی امام ابی یوسف کے بعد
ہوے ان کی وفات مامون کے زمانہ خلافت سنہ دو سو مین ہوئی ۱۲ منہ

بھی موجود تھے اُنھون نے اپنی سند سے یہ حدیث ابی ہریرہ کی روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لا سبق الا فی خف او حافر او جناح اور جناح کی لفظ محض رشید کی خوشامد مین بڑھا دی رشید نے ان کو انعام دیا جب وہ وہان سے اُٹھے تو رشید نے کہا کہ خدا کی قسم مین سمجھ گیا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹھ باندھا اور کبوتر منگوا کر ذبح کر ڈالے لوگون نے پوچھا کہ کبوترون کا کیا قصور تھا کہا کہ اُنھین کی وجہ سے آنحضرت پر جھوٹ باندھا گیا جب سے علما نے ابو البختری کی حدیث لکھنا چھوڑ دی تھی ابن ابی خثیمہ اور شیخ تقی الدین قشیری نے اقتراح مین لکھا ہے کہ اس حدیث حمام کا بنانے والا غیاث بن ابراہیم ہی تھا جس نے مہدی کے لیے حدیث بنائی تھی نہ رشید کے لیے پانچوین پہچان حدیث کا مخالف مقتضاے عقل و شرع کے ہونا ایسا کہ قواعد شرعی اُسکو جھٹلاتے ہون جیسے قضاے عمری وغیرہ یا یہ حدیث کہ خربوزہ کو نکھاؤ جب تک کہ ذبح نہ کر لو چھٹے یہ کہ حدیث مین ایسا قصہ ہو جو متعلق ایسے امر سے ہو کہ اگر اُس کا تحقق درحقیقت فرض کیا جائے تو ہزارون آدمی اُسکے ناقل ہوتے جیسے مثلاً روایت کی جائے کہ لوگون نے فلان خطیب کو جمعہ کے دن منبر پر مار ڈالا اور اُس کی کھال کھینچ ڈالی اور اُسکو سوا اُسی شخص کے کوئی دوسرا بیان نہ کرے ساتوین لفظا اور معنی کا رکیک ہونا یعنی ایسی لفظین روایت کرے جو عربی قاعدون کے موافق نہوتی ہون یا وہ معانی روایت کرتا ہو جو شان نبوت اور وقار رسالت کے مناسب نہ ہون باایہمہ کہ خود بھی اس غلطی پر واقف ہو میر سید شریف کہتے تھے کہ جیسا کہ ثابت بن موسی زاہد کو اس حدیث مین واقع ہوا کہ من[1] کثرت صلوتہ باللیل حسن وجہہ بالنہار کہا جاتا ہے کہ ایک بزرگ ایک جماعت مین بیٹھے ہوے حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک خوبصورت شخص آ گیا اُنھون نے حدیث کے درمیان مین یہ کہدیا ثابت سمجھے کہ یہ بھی حدیث مین ہے اُنھون نے اُسکی روایت کر لی آٹھوین یہ کہ تھوڑے گناہ پر بہت سے عذاب کی سختی یا تھوڑے سے کام پر بہت سے ثواب کی امید دلانا جیسے کہین کہ جس نے دو رکعتین پڑھین اُسکو ستر ہزار گھر ملینگے اور ہر گھر مین ستر ہزار گھر ہونگے اور ہر گھر مین ستر ہزار تخت اور ہر تخت پر ستر ہزار لونڈیان تو اس طرح کی کل حدیثین موضوعہ شمار کی جائینگی خواہ وہ ثواب کے بارہ مین ہون یا عذاب کے نوین یہ کہ ثواب مین ثواب حج وعمرہ کا ذکر تھوڑے سے کام پر ہو دسوین یہ کہ کسی نیک کام کے کرنے پر انبیا

[1] جو شخص رات مین نماز زیادہ پڑھے اس کا چہرہ دن مین بہت اچھا معلوم ہو ۱۲ منہ

اور مرسلین کے ثواب کا وعدہ دلایا ہو جیسے کہین کہ فلان کام کرو توتم ستر نبیون کا ثواب پاؤگے وغیرہ وغیرہ گیارھوین بنانے والا خود اسکے موضوع ہونے کا اقرار کرے جیسے نوح بن عصمہ نے فضائل قرآن مین ہر سورۃ کی فضیلت مین حدیثین بنائین اور اُن کو رواج دیدیا چنانچہ بیضاوی مین وہ ہر سورۃ کے آخر مین ہے اور جب علمانے اُسکو پکڑا اور اُن حدیثون کی صحت پوچھی اور کہا کہ یہ کہان سے ہین تو اُن سے اُس نے اقرار کیا کہ مین نے ان کو بنایا ہے مین نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے بدشوقی کرتے ہین اور ابی حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحق کے مغازی مین زیادہ مشغول ہین تو مین نے اُن حدیثون کو نیک نیتی سے بنادیا ہے سید شریف لکھتے ہین کہ مفسرین نے جو اُن کو اپنی تفسیرون مین رکھا تو اچھا نہین کیا مگر وہ جسکو اللہ نے محفوظ رکھا امام مسلم اپنی صحیح مین لکھتے ہین کہ صحیح خبرین ثقات اور اہل قناعت[له] کی روایت سے بہت سی ہین تو غیر ثقہ سے نقل کرنیکی ضرورت کیا ہے اور مین بہت لوگون کو اُن مین سے جو اور لوگون پر فوقیت لے گئے ہین شمار مین نہین لاتا کہ اُن کی ضعیف احادیث جو مجہول سندون مین ہین قابل اعتبار سمجھی جائین مگر یہ کہ جس شخص کو اُن کی روایت اور اعتبار کا باعث یہ ہوا ہو کہ مین عوام کی نظر مین محدث کہلاؤن اور بڑا سمجھا جاؤن اور میرے متعلق یہ کہا جاوے کہ یہ وہ ہین کہ جو ہزارون حدیثین جانتے ہین تو جو اس مذہب اور اس طریقہ پر ہوگا اُسکو علم سے کوئی فائدہ نہوگا بلکہ اُسکو عالم کہنے سے جاہل کہنا بہتر ہے پھر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہین کہ اسی طرح بہت سی حدیثین بنانے والون نے حقہ اور تمباکو اور قہوہ کے بارہ مین حدیثین بنائی ہین اور اُن کے موضوع ہونے کی شاہد اُن کے الفاظ اور معانی کی رکاکت ہے اور حدیث کے بنانے والے بہت گذرے ہین جن کی مختلف غرضین حدیثون کے بنانے مین ہوئین ازانجملہ زندیق لوگ ہین جن کی غرض حدیثون کے بنانے سے امور شرعیہ اور اسکے احکام کو باطل کرنا ہے اور اسلام کے ساتھ تحکم و تمسخر بعضے کہتے ہین کہ زندیقون کی بنائی ہوئی چودہ ہزار حدیثین مشتہر ہوئین اور انھین مین سے وہ حدیث ہے جسکے اصولی راوی ہین حضرت کے ارشاد سے کہ جسوقت مجھ سے کوئی حدیث روایت کیجائے تو اُسکو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اُس کے موافق ہو تو مانو ورنہ نہ مانو خطابی کہتے ہین کہ اس کے بنانے والے زندیق لوگ ہین مگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے رد ہوتا ہے کہ

له قناعت بفتح قاف ہے یعنی وہ لوگ جن کی حدیثون پر بوجہ اُن کے کمال حفظ اور اتقان اور عدالت کے قناعت کی جائے. کذا فی شرح صحیح المسلم للنووی ۱۲ منہ

کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے کتاب دی گئی اور وہ چیز جو اُسپر آمادہ کرے اور بعضی روایت مین
ہے کہ مجھے کتاب دی گئی اور اُسکے ساتھ اس کا مثل پھر روافض اور نواصب اور کرامیہ ہین جو
اس بنانے کے مرتکب محض اپنے مذہب باطل کی نصرت کے لیے ہوے اور اپنے مخالفین کے مذہب
کے طعن کے واسطے اُن کو اس امر مین تمام فرق زائغہ ضالہ پر سبقت ہے بلکہ خوارج اور معتزلہ اس
امر مین اُن کو نہین پہونچتے اور ایک اور فرقہ ہے جسکو علم حدیث نہین تھا جب انھون نے دیکھا کہ
محدثین لوگون مین موقر ہین اور اُن کو یہ اچھا نہین معلوم ہوا تب اُنھون نے بھی اپنے آپ کو
اُن کے شمار مین داخل کر دیا اور یہی پیشہ کر لیا اس لالچ پر کہ اہل حدیث مین اُن کا بھی وقار
اور عزت ہو جیسے ابو البختری وہب بن وہب قاضی اور سلیمان بن عمرو نخعی اور حسین بن علوان
اور اسحق بن نجیح کہ اُن کا اکثر کام تذکیر اور وعظ تھا اور ایک فرقہ اور اہل زہد و عبادت و دیانت سے
ہے جنکو خواب یا معاملہ مین جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ اطہار سے معلوم ہوا وہ اُنھون نے
اپنے خواب پر یقین کر کے اور اپنے معاملہ کو صحیح جان کے روایت کر دیا اور لوگون نے گمان کیا
کہ یہ حدیث اُن کو ظاہر طریقے سے پہونچی ہے اور واقع اور نفس الامر مین بھی ثابت ہے چنانچہ
اسی علت کی تہمت شیخ ابو عبد الرحمن سلمی وغیرہ پر حضرات متصوفہ سے کی گئی جنکو حدیث کے مذاق
سے کوئی علاقہ نہ تھا اور اُن کی حدیث ہمیشہ غیر معتبر رہی اور ایک فرقہ ہے جس نے حدیثین بلا ارادہ
و قصد بنائین اس طرح پر کہ کسی بات کو کسی صاحب تجربہ یا صوفی یا حکماء سابقین مین سے کسی حکیم سے
سُنا اور اُسکو بطور غفلت اور وہم کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اس گمان سے منسوب
کر دیا کہ ایسا کلام حکیمانہ سوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا نہین ہو سکتا تو اس گروہ کی
کوئی انتہا نہین اور اسمین اکثر عوام مبتلا ہین شوکانی نے فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مین
تیسری بحث ان لوگون کے ذکر مین لکھی ہے جو حدیث بنانے مین مشہور تھے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے بہت ہوتے ہین ابن جوزی کہتے تھے کہ وضاع لوگ
بہت ہوے اُن مین سب سے بڑے وہب بن وہب قاضی بختری قاضی رشید اور محمد بن
سائب کلبی اور محمد بن سعید شامی مصلوب اور ابو داؤد نخعی اور اسحق بن نجیح ملطی اور غیاث بن
ابراہیم اور مغیرہ بن سعید کوفی اور احمد بن عبد اللہ جویباری اور مامون احمد ہروی اور محمد بن عکاشہ
کرمانی اور محمد بن قاسم طالکانی اور محمد بن زیاد یشکری تھے نسائی کہتے تھے کہ وہ جھوٹے جو حدیث
بنانے مین مشہور ہوے ہین چار ہین ایک ابن ابی یحیی مدینہ مین دوسرے واقدی بغداد مین تیسرے

مقاتل بن سلیمان خراسان مین چوتھے محمد بن سعید مصلوب شام مین اور بعضے کہتے ہین کہ جوئباری
اور ابن عکاشہ اور محمد بن تمیم فاریابی نے دس ہزار سے زیادہ حدیثین بنائین تب اللہ نے
علما کو اس طرف متوجہ کیا کہ انھون نے اُس کی جانچ کرنا شروع کی اور جو صحیح تھین اُن کو قائم
کیا اور ضعیف کو ساقط کیا اور وہی محافظ و سپہ سالار دین ہوے اللہ ان کو قیامت تک بڑھائے
ابن جوزی کہتے تھے کہ جن کی حدیث مین موضوع اور جھوٹ اور اُلٹ پھیر واقع ہوا ہے اُنکی
چند قسمین ہین بعض وہ ہین جنپر زہد غالب تھا وہ یاد رکھنے سے غافل رہے اور بعضے وہ ہین جنکی کتابین ضایع
ہو گئین تب انھون نے اپنی یاد پر حدیث بیان کی اسمین غلطی ہوی اور اُن مین سے ایک جماعت ثقات تھی جنکی
آخر عمر مین عقلین بگڑ گئین اور انھین مین سے وہ تھے جنھون نے بھولکر جھوٹی روایت کی پھر جب اُنکو صحیح بات معلوم
ہوی تو اس کی طرف اس تعصب سے نہین گئے کہ مجھے کوئی غلط کار نہ کہے اور انھین مین سے
زنادقہ ہین جنھون نے شریعت مین فساد ڈالنے اور دین سے تمسخر کرنے اور شک مین ڈالنے
کے لیے جھوٹی حدیثین بنائین حماد بن زید کہتے تھے کہ زندیقون نے چار ہزار حدیثین بنائین
اور جب ابن ابی العوجا قتل کیواسطے پکڑا گیا تو کہنے لگا کہ مینے چار ہزار حدیثین بنائین جنمین حلال کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال اور
انھین مین سے وہ ہے جو اپنے مذہب کی مدد کیلیے حدیث بناتا ہے ایک شخص نے بعد مین توبہ کی اور
کہنے لگا کہ دیکھو اس حدیث کو کیونکہ ہم جب کوئی بات کرنا چاہتے ہین تو اُسکو حدیث کر لیتے ہین اور انھین مین سے
وہ ہین جو حدیث ترغیب و ترہیب کے لیے بناتے ہین اور اس مضمون کے دل مین جمانے
کے لیے کہ شریعت ناقص ہے اُسکے تتمہ کی ضرورت ہے اور انھین مین سے وہ ہین جنھون نے
سندون کا بنانا حسن کلام کے لیے تجویز کیا اور انھین مین سے وہ ہین جنکا مقصود بادشاہ کا
قرب ہوا یا قصہ گو لوگ جنکا مقصود مہربان کر لینا اور روپیہ حاصل کرنا ہوتا ہے ایسے لوگون کے
پاس جاہل لوگ بہت جاتے ہین وہ اکثر ایسی حدیثین یا قصے بیان کرتے ہین اور جب اُن کی رد
کی جاتی ہے تو وہی اُن کا باعث حسد ہوتا ہے اور اسباب وضع سے یہ بھی ہے کہ غیر دیندار
شخص جب کسی مجمع مین مناظرہ کے وقت اپنے قول پر دلیل اپنی خواہش کے مطابق اپنی بات
کی پچ اور اپنی عدالت کی تائید اور فریق مخالف پر غالب ہونے کے لیے لاتا ہے تو اُسکے
جواب دینے اور فضیحتی سے بچنے اور مناظرہ مین غلبہ پانے کے لیے حدیث بنا لیتا ہے اور
اسباب وضع سے مدعی کے علم کی تنقیص بھی ہوتی ہے مناظرہ یا بحث مین جبکہ کسی حدیث
مین بحث واقع ہوتی ہے اور اُسکے ضعیف یا صحیح یا موضوع ہونے کے متعلق پوچھا جاتا ہے

تو جسکے دل مین سستی اور علم مین دخل ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ اِس حدیث کو فلانے نے روایت کیا اور فلانے نے صحیح کہا اور اُن کتابون کی طرف نسبت کرتا ہے جو نادر اور کمیاب ہوتی ہین تاکہ لوگون کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ شخص وہ کتاب اور وہ بات جانتا ہے جسکو کوئی جانتا ہی نہین تو یہ بھی ایک قسم وضع کی ہے بلکہ کذب کے شعبون مین ایک شعبہ ہے اور اسکو وہی شخص سُن لیتا ہے جو اُسکے حقیقت حال پر واقف نہین ہوتا اور اُسکے صحیح ہونے کا معتقد ہو جاتا ہے اور اُس کلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے کہتا ہے کہ فلان نے روایت کیا اور فلان نے تصحیح کی میر سید شریف کہتے تھے کہ حدیث بنانے والون کی کئی قسمین ہین سب سے بڑے وہ لوگ ہین جو زاہد کہے جاتے ہین وہ احتسابًا حدیث بناتے ہین اور زنادقہ بھی بناتے ہین امام مسلم اپنی صحیح مین لکھتے ہین کہ مجھسے محمد بن ابی عتاب کہتے تھے کہ ان سے عفان نے کہا اور اُن سے محمد بن یحییٰ بن سعید قطان نے کہ میرے والد کہتے تھے کہ مین نے صالحین کو کسی چیز مین زیادہ جھوٹا نہین دیکھا جسقدر کہ حدیث مین ابن ابی عتاب کہتے تھے کہ مین نے محمد بن یحییٰ بن سعید قطان سے خود ملکر یہ بات پوچھی تو انھون نے اپنے والد سے نقل کرکے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ اہل خیر کو کسی چیز مین زیادہ جھوٹا نہ پاؤگے جس قدر کہ حدیث مین امام مسلم کہتے ہین کہ ان کی غرض یہ تھی کہ جھوٹ اُن کی زبانون سے نکل جاتا ہے وہ قصدًا نہین جھوٹ بولتے امام نووی اسکی شرح مین لکھتے ہین کہ یحییٰ بن سعید کا یہ قول کہ لم تر الصالحین فی شئی اکذب منہم فی الحدیث یہ دوسری روایت مین لم تر ہے تو پہلی روایت مین نون ہے بصیغہ متکلم مع الغیر اور دوسرے مین تا فوقانی یعنی صیغہ واحد حاضر اور اس کے معنے خود امام مسلم نے بیان کردیے کہ وہ حضرات بالارادہ جھوٹ نہین بولتے بلکہ جھوٹ اُنکے منہ سے نکل جاتا ہے اس واسطے کہ وہ لوگ صناعت اہل حدیث کا معائنہ نہین کرتے اس وجہ سے اُن کی روایتون مین غلطی ہو جاتی ہے اور وہ اُن کو معلوم نہین ہوتی اور نہ وہ سمجھتے ہین کہ جھوٹ ہے اور سابقًا بیان ہو چکا ہے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کذب کہتے ہین خبر دینا کسی شئے سے اُس کے خلاف کہ جس حالت پر وہ شئے ہے عمدًا ہو یا سہوًا یا غلطی سے ۔ فقط

حال سید الاتقیاء العالمین و سند العرفاء الکاملین عارف اسرار سروری خواجہ ابو محمد

حبیب بن عیسی عجمی فارسی بصری رحمتہ اللہ علیہ

ابن حبان ثقات مین اور انھین کی متابعت سے مولانا جامی شواہد النبوۃ مین لکھتے ہین کہ حبیب بن عیسی عجمی فارسی بصری ان کے متعلق مشہور ہے کہ انھون نے عشا کے وضو سے چالیس برس صبح کی نماز پڑھی اور یہ بھی بہت صحت کے ساتھ مروی ہے کہ ان کو ایکبار ترویہ کے دن لوگون نے بصرہ مین دیکھا پھر عرفہ کے دن صبح کو عرفات مین اور اسکو بہت سے حفاظ حدیث نے روایت کیا ہے جنمین سے عبدالرحمن بن واقد بھی تھے انھون نے ضمرہ سے اُنھون نے سری بن یحیی سے کذا فی تہذیب التہذیب اور اس روایت کے راوی حضرت سری سقطی کے روایت سے مستغفری دلائل النبوۃ مین ہین پھر اُنھون نے اپنی سند سے ابن المبارک سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت حبیب عجمی خالی ہتھیلی رکھدیا کرتے تھے تھوڑی دیر کے بعد اسکو بھری پایا کرتے تھے اور علامہ ذہبی کا اُن کو ضعفا مین لکھنا باین ہمہ کہ خود اُنھون نے اُن کے تذکرہ مین اسکی تصریح کردی ہے کہ اُن پر کسی نے جرح نہین کی باطل ہے منجملہ اُن کے ادر امور باطلہ کے اور شیخ علی ہجویری کتاب کشف المحجوب مین لکھتے ہین کہ شجاع طریقت و تمکن شریعت خواجہ حبیب عجمی بلند ہمت اور باقسمت شخص تھے اور اولیاء اللہ مین اُن کا مرتبہ بہت عالی ہوا ہے اُنھون نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی ابتداے زمانہ مین یہ سود کی معاملت کیا کرتے تھے اور بری باتین بھی آخر خداوند تعالی نے توبہ نصوح کی توفیق دی کچھ علم و معاملت حضرت خواجہ حسن بصری سے سیکھا اُن کی عجمی زبان تھی عربی نہین چلتی تھی مگر اللہ تعالی نے اُن کو خاص کرامت سے مخصوص فرمایا ایک بار لوگون نے اُن سے پوچھا کہ اللہ کس دل سے راضی ہوتا ہے کہنے لگے کہ اُس دل سے جسمین نفاق کا غبار تک نہو کیونکہ نفاق وفاق کے خلاف ہے اور رضا عین وفاق ہے اور محبت کو نفاق سے تعلق ہی نہین ہے بلکہ اُس کی جگہ رضا ہے اسی وجہ سے رضا دوستون کی صفت ہے اور نفاق دشمنون کی تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ یہ ابتداءً بہت مالدار تھے اور بصرہ مین سود کی معاملت کیا کرتے تھے اور ہر روز تقاضے کو جایا کرتے اور اس جانے کی مزدوری بھی لے لیا کرتے تھے اور اُسی مین کھاتے پیتے ایک دن ایک قرضدار کے یہان

تقاضہ کو گئے وہ گھر مین موجود نہ تھا اُسکی عورت نے کہا کہ میرا شوہر گھر مین موجود نہین اور میرے پاس بھی کچھ نہین ہے ایک بکری ذبح کی تھی اُسکی گردن صرف رکھی ہوئی ہے کہو تو لے آؤن یہ کہنے لگے کہ اچھا لے آؤ چنانچہ وہ گردن لیکر اپنے گھر چلے آئے یہان بیوی سے کہا کہ یہ سود کی ہے دیگچی چڑھاؤ اور اسے پکاؤ وہ بولین کہ لکڑی نہین ہے کیسے پکاؤن اور روٹی بھی نہین ہے کہنے لگے کہ مین جاتا ہون اور سود ہی سے روٹی و لکڑی بھی لاتا ہون گئے اور جاکے دونون چیزین لے آئے بی بی نے دیگچی چڑھا دی جب وہ پک چکی اور اسکو پیالون مین نکالنا چاہا اُسیوقت ایک سائل نے آکر سوال کیا انھون نے کہا کہ تجھکو اس مین سے کچھ نہ دونگا کیونکہ جتنا تجھے دیدونگا تو اس سے امیر نہو جائے گا مگر ہم محتاج ہو جائینگے سائل نا امید پھر گیا بی بی نے جو کفچہ دیگچی مین ڈالا تو دیکھا کہ وہ سب خون ہو گیا فوراً شوہر سے پکار کر کہا کہ آؤ دیکھو یہ کیا ہو گیا انھون نے جو آکر دیکھا تو اُن کے دل مین ایک ایسی آگ لگ گئی جو کسی طرح سے بجھائے نہ بجھی بی بی سے کہنے لگے کہ اب مین ہر بُری بات سے توبہ کرتا ہون پھر دوسرے روز قرضدارون کو ڈھونڈھنے نکلے اس ارادہ پر کہ اپنا قرضہ بھی لے لین اور پھر سود نہ دین جمعہ کا دن تھا چند لڑکے کھیل رہے تھے اُنھون نے جب انکو دیکھا تو آپسمین کہنے لگے کہ الگ رہو حبیب سودخوار آتا ہے کہین اس کے پیر کی گرد ہم پر نہ پڑ جائے کہ ہم بھی ویسے بدنصیب ہو جائین انھون نے جو یہ سُنا تو دل ہی دل مین بہت غمگین ہو کر حضرت حسن بصری کی مجلس مین گئے وہان اُنکی زبان مبارک سے ایک ایسی بات نکلی کہ ان کا دل بالکل ہاتھ ہی سے نکل گیا اُسیوقت توبہ کی اور وہان سے واپس آکر ایک قرضدار کو دیکھا جو اُنھین دیکھکر بھاگا جاتا تھا انھون نے کہا کہ تم مجھ سے نہ بھاگو بلکہ مجھکو اب تم سے بھاگنا چاہیے یہ کہکر پلٹے کہ گھر آئین راستہ مین پھر وہی لڑکے کھیلتے اور آپسمین یہ کہتے ملے کہ الگ رہو حبیب تائب آتا ہے کہین ہماری گرد اُسپر نہ پڑ جائے جو ہم گنہگار رہون انھون نے اپنے دل مین کہا کہ الٰہی اسی ایک دن مین مین نے تجھ سے صلح کی اُس کا اثر تو نے اپنے دوستون کے دلون پر پہونچا دیا اور مجھے نیکنام کر دیا بعد اسکے انھون نے منادی کرادی کہ جسکو حبیب سے کچھ لینا ہو آکر لیجائے سب لوگ جمع ہوے انھون نے جو مال جمع کیا تھا وہ سب دیدیا اور کچھ نہ رکھا ایک اور شخص نے آکر مانگا تو اُس کو اپنا کرتہ دیدیا اور ایک کو بی بی کی چادر دیدی دونون ننگے رہ گئے فرات کے کنارہ پر عبادت خانہ بنا کر اسمین عبادت کرنے لگے دن کو حضرت خواجہ حسن بصری سے

پڑھتے تھے اور رات کو عبادت میں مشغول رہتے ان کو عجمی اس لیے کہتے تھے کہ یہ قرآن ٹھیک نہیں پڑھ سکتے تھے چند دن جب یونہی گذرے تو ان کی بی بی محتاج ہو گئیں اور ان سے کھانا کپڑا مانگنے لگیں یہ برابر اُن سے کہدیتے کہ مزدوری کو جاتا ہوں اور راتسی عبادت خانہ میں جا کر عبادت کرتے رہتے ایک بار رات کو گھر آئے بی بی نے پوچھا کہ کچھ لائے کہنے لگے کہ نہیں میں جسکا کام کرتا ہوں وہ شخص کریم ہے بلحاظ اُس کے کرم کے مجھے شرم آئی کہ اُس سے کچھ مانگوں جب وقت آئے گا وہ آپ ہی دیدے گا اور وہ خود کہا کرتا ہے کہ میں دسویں دن مزدوری دیتا ہوں غرضکہ یونہی ہر روز ٹہکر ٹالدیا کرتے جب نو روز گذر گئے تو دسویں روز انکو اندیشہ ہوا کہ اب آج کی رات گھر میں کیا لیجاؤں یہ یہاں اسی فکر میں تھے وہاں اللہ تعالی نے ایک اونٹ پر آٹا اور ایک اونٹ پر گوشت اور ایک اونٹ پر گھی اور شہد اور ایک غلام خوبصورت ان اونٹوں کے ساتھ تین سو درم کی تھیلی لیے گھر پر بھیجدیا وہ دروازہ کھلوا کر سب چیزیں ان کی بی بی کو دے گیا اور کہہ گیا کہ یہ مالک نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ حبیب سے کہدو کہ تم اپنا کام بڑھاؤ میں مزدوری بڑھا دوں گا وہ یہ کہکر چلا گیا جب رات ہوئی تو یہ بہت شرمندہ گھر آئے دروازہ پر پہونچکر کھانے کی خوشبو معلوم ہوئی اندر گئے تو بی بی نے نہایت عاجزی سے کہا کہ تم جسکا کام کرتے ہو وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے آج اُس نے یہ بھیجا اور یہ یہ کہلا بھیجا **نقل** ایک بزرگ نے ان کو خواب میں ایک بڑے مرتبہ پر دیکھا تو پوچھا کہ یہ مرتبہ تم نے کہاں سے پایا فوراً آواز آئی کہ بیشک اگرچہ یہ عجمی ہے لیکن حبیب ہے **نقل** ایک خونی کو سولی دی گئی اُسی رات کو اُس خونی کو لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں حلہ پہنے ٹہل رہا ہے لوگوں نے پوچھا تم خود قتال تھے یہ مرتبہ کہاں سے پایا کہنے لگا کہ جسوقت مجھے سولی دی گئی تو حبیب عجمی میری طرف سے ہو کر گذرے تھے اور گوشۂ چشم سے مجھے دیکھکر کچھ دعا دی تھی یہ اُنھیں کی دعا کی برکت کا اثر ہے سفینۃ الاولیا میں ہے کہ ان کی وفات ۱۵۶ھ اکیوچہیں میں ہوئی اور مزار بصرہ میں ہے

حال شیخ الانام علم الاعلام مخزن الفضل والارشاد سیدنا کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ

بن نہیک بن ہیثم بن سعد بن مالک بن حارث بن صہبان بن سعد بن مالک بن النخع الکوفی اور بعضے کہتے ہیں کمیل بن عبد اللہ اور بعضے کہتے ہیں کمیل بن عبد الرحمن تابعی مخضرم جلیل شہید ظلم حجاج ثقفی جن کے متعلق حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے خبر دی تھی اور اُس کے راوی بھی

ثقات ہین یافعی مرآۃ الجنان مین حوادث ۸۲ھ مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ مین حجاج نے کمیل بن زیاد نخعی کو قتل کیا اور یہ بڑے شریف و مطاع تھے پھر حوادث ۹۵ھ مین ابو عمران ابراہیم بن یزید نخعی کے حال مین لکھتے ہین کہ نخع بفتح نون و خائے معجمہ بعد اُس کے عین مہملہ ایک قبیلہ ہے مذحج کا یمن مین یہ نام اس گروہ کا اُن کے جد کے نام سے منسوب کر کے ہوا کیونکہ وہ کسی وقت مین اپنی قوم سے علحدہ ہو کر دوسری جگہ رہ پڑے تھے صراح مین ہے کہ انتخاع کے معنی دور ہونا اپنی زمین سے اُنھون نے صحبت اُٹھائی اور خرقہ پایا سید الائمہ و امام الامۃ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے علامۂ ذہبی میزان مین لکھتے ہین کہ کمیل بن زیاد نخعی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب سے تھے اُن سے عباس بن ذریح اور عبد الرحمن بن زیاد روایت کرتے ہین اور ابن حبان کا قول ہے کہ ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بہت محبت تھی اور یہ ان لوگون مین سے تھے جو اُن سے معضلات روایت کیا کرتے تھے اور یقیناً منکر الحدیث تھے اور حجت لانے کے لائق نہ تھے اور ابن سعد اور ابن معین ان کو ثقہ کہتے تھے اور محمد بن عبد اللہ بن عمار ایک جگہ لکھتے ہین کہ یہ رافضی تھے مگر ثقہ اور اصحاب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تھے پھر دوسری جگہ لکھتے ہین کہ کمیل بن زیاد رؤسا شیعہ سے تھے وکان بلاء من البلاء[۱] علامہ ابن حجر لسان المیزان کی ایک فصل مین لکھتے ہین کہ کمیل بن زیاد نخعی شیعان حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تھے اور تقریب مین ہے کہ یہ ثقہ تھے لوگ ان کو شیعیت کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن یہ اُن لوگون کا علم ویسا ہے جیسا کہ ابراہیم بن عبد العزیز کے بارہ مین ہے ابو نعیم کہتے تھے کہ حافظ ابراہیم بن عبد العزیز بن ضحاک ایکبار حدیث بیان کرنے بیٹھے کتاب الفضائل نکال کر پہلے اُنھون نے کہا کہ فضائل ابو بکر الصدیق ثم عمر الفاروق رضی اللہ عنہما پھر کہنے لگے کہ اب حضرت عثمان کے فضائل اولاً شروع کردن یا حضرت علی کے اتنے کہنے پر لوگون نے اُنھین رافضی کہدیا اور اُن کی حدیث روایت کرنا بھی چھوڑدی تو یہ کُھلا کُھلا ظلم ہے کیونکہ یہ تو ایک گروہ اہل سنت کا مذہب ہے یعنی حضرت عثمان رض کو حضرت علی پر یا حضرت علی کو حضرت عثمان پر تفضیل دینے مین توقف کرتے ہین اگرچہ اکثر حضرت عثمان رض کی تقدیم ہی کی طرف گئے ہین بلکہ ایک گروہ اہلسنت تو ایسا گذرا ہے جو حضرت علی کو حضرت عثمان پر مقدم کرتا ہے چنانچہ سفیان ثوری اور ابن خزیمہ بھی انھین مین سے تھے شیخ ابن حجر مکی منح مکیہ مین لکھتے ہین کہ اس مسئلہ مین سفیان ثوری اور امام مالک وغیرہ مخالف ہین

---

[۱] اور یہ بھی بلاؤن سے ایک بلا تھی ۱۲

کیونکہ وہ قائل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کے ہین اگرچہ حضرت عثمان خلافت کے اُن سے
زیادہ حقدار تھے کیونکہ اُن کی خلافت پر اہل شوریٰ اور صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا اور اُسی کے
ساتھ اُن کی خلافت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اشارہ تھا باقی یہ مقام اس
مسئلہ کی تفصیل کا نہین حضرت کمیل اس سے کہین بزرگ تر تھے کہ اُن کی طرف بدعقیدگی منسوب کیجائے
اگر ایسا ہوتا تو کبھی اُن کی تعظیم و تکریم پر لوگ اتفاق نہ کرتے اور نہ ائمہ ناقدین الفاظ تکریم کا اطلاق
ان پر کرتے اور نہ ان کے کلمات منقولہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کو اپنی کتابون مین نقل کرتے
آپ کو ابن سعد نے اہل کوفہ کے طبقہ اولیٰ مین لکھا ہے اور یہ بھی کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
ساتھ صفین مین موجود تھے اور بہت شریف اور اپنی قوم کے رئیس تھے جب حجاج بن یوسف
کوفہ مین آیا تو اُس نے ان کو بلا کر عیب لگا کر قتل کیا یہ ثقہ قلیل الحدیث تھے اور ابن ابی حاتم کتاب الجرح
والتعدیل مین لکھتے ہین کہ میرے باپ نے اسحاق بن منصور سے اُنھون نے یحییٰ بن معین سے
ان کا ذکر کیا تو اُنھون نے کہا کہ وہ ثقہ تھے اور عجلی کا قول ہے کہ یہ کوفی تابعی ثقہ تھے اور ابن حبان
نے ان کو کتاب الثقات مین لکھا ہے حافظ ابو الحسن مدائنی کہتے تھے کہ عباد اہل کوفہ سے اویس
قرنی اور عمرو بن عتبہ بن فرقد اور یزید بن معاویہ نخعی اور ربیع بن خثیم اور ہمام بن الحارث اور
معضد شیبانی اور جندب بن عبد اللہ اور کمیل بن زیاد نخعی تھے اسیطرح اسکو حافظ ابی بکر بن خثیمہ
نے بھی لکھا ہے اور انھین اصحاب مذکورہ مین کمیل بھی تھے جو کاملین اولیاء اللہ اور ارباب کرامات
و تصرفات اور اصحاب خوارق عادات سے تھے ثقات محدثین نے ان سے روایت کی
ہے جیسا کہ تہذیب الکمال وغیرہ کتب اسماء الرجال سے معلوم ہوتا ہے اور اُن سے ابو راشد
اور ابو عمر سلیمان بن عبید اللہ بن سلیمان کندی اور سلیمان اعمش اور عباس بن ذریح اور
عبد اللہ بن یزید اصبہانی اور عبد الرحمن بن جندب فزاری اور عبد الرحمن بن عابس اور
ابو اسحق سبیعی اور ایک جماعت ائمہ روایت حدیث کرتے ہین اور نسائی بھی عمل الیوم واللیلہ
مین ان سے حجت لاتے ہین اور حاکم نے بھی مستدرک مین اُن کی تصحیح کی ہے یہ بیان محدثین علمائے
ظاہر کا ہے اور ائمہ معرفت باطن کے نزدیک آپ بہت بزرگ تھے آپکی ادنیٰ شان اللہ کے
حضور مین ایسی اعلیٰ تھی کہ بڑے بڑے علماء ظاہر کے عقول اُس کا ادراک نہین کر پاتے تھے۔

تنبیہ اصل یہ ہے کہ نقاد محدثین مین اکثرون نے افراط فی الاحتیاط اور تشدید فی الاشتراط کر دی ہے
اور اپنے ہی تجسس اور تفحص پر استناد اور اپنی ہی عقلون پر بھروسا کیا ہے اسی وجہ سے اُن لوگون نے

اکثر باتون کا یقین صرف اس سبب سے کر لیا کہ اسکو کسی متن یا سند مین وہماً یقین کر کے کہدیا کہ یہ صریح موضوع ہے حالانکہ وہ صحیح اور مرفوع تھا اس کی بہت سی مثالین موجود ہین جو ماہرین فن پر پوشیدہ نہین اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی راوی کے متعلق اُس کے مرسل اور منقطع ہونے کا حکم دیدیا اور مروی عنہ سے اتصال واجتماع نہین معلوم کیا اور کبھی ایسا ہوا کہ محض وہم وگمان ہی سے بلا بیان علماے ثقات کے اعتراضات کردیے (جیسے قطان کا قول حضرت امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین حالانکہ وہ خود بھی اُن سے روایت کرتے تھے) اور کبھی اُس وہم کو بیان بھی کردیتے تھے جیسے کسی کو کھڑے کھڑے پیشاب کرتے یا برذون[1] پر سوار دیکھتے خطیب کفایہ مین لکھتے ہین کہ شعبہ سے کسی نے پوچھا کہ تم نے فلان شخص کی حدیث کیون ترک کردی اُنھون نے کہا کہ مین نے اسکو برذون پر سوار دیکھا لہذا اُسکی حدیث ترک کردی یا اُسکو ایسا کھیل کھیلتا پاتے کہ جسکی کراہت پر لوگ متفق نہوتے بلکہ اُس کا استحباب حدیث سے ثابت پاتے مثلاً گھر سے تغنی بالقرآن کی آواز سنی گئی اور یہ تحقیق معلوم نہو سکا کہ کون گاتا تھا اسکو بھی ترک کردیا جیسا کہ منہال کے حال مین ہے تنزیہ الشریعت مین ہے کہ منہال بن عمرو کو شعبہ اور عباد بن عبد اللہ اسدی نے ترک کردیا ابن المدینی کہتے تھے کہ وہ ضعیف الحدیث تھا اور اسپر تعقب کیا گیا ہے کہ منہال سے امام بخاری اور اور چارون محدثین نے روایت کی ہے اور ابن معین نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے اور مقدمہ فتح الباری مین بھی ہے کہ ابن معین اور نسائی اور عجلی وغیرہ کا قول ہے کہ یہ ثقہ تھے ابن ابی حاتم کہتے تھے کہ مین نے عبد اللہ بن احمد سے سنا وہ کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے سُنا کہ شعبہ نے منہال کو قصداً ترک کردیا تھا ابن ابی حاتم اسکی علت یہ بیان کرتے تھے کہ ایکبار منہال کے گھر سے قراۃ کی آواز بطور تطریب سنی گئی اس وجہ سے

[1] برذون بالکسر وفتحہ ذال ستور اور ایک قسم گھوڑے کی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ برذون وہ گھوڑا ہوتا ہے جسکے ماں باپ عربی نہون یا ایک اُن مین سے عربی ہو اور اکثر پہلے معنی مین استعمال کرتے ہین اور جسکی ماں عربی نہو اسکو ہجین کہتے ہین اور جسکا باپ عربی نہو اسکو معروف کہتے ہین برذون عجمی اور عربی کو عتیق کہتے ہین غرضکہ یہ لفظ بہ معنی اعم وخص استعمال مین آیا ہے لیکن مطلق چارپایہ کے معنی مین جیسا کہ صحاح مین لکھا ہے محل تامل ہے اور اساس مین بھی اس گھوڑے کے معنی مین لکھا ہے جسکی ماں عربی نہو اُسکی تفسیر فارسی مین یابُو آئی ہے شیخ ابو جعفر طوسی نے بھی اسی سے تفسیر کی ہے انتہی۔ کذا فی المنتخب اور مستطرف مین ہے کہ برذون ایک قسم کا گھوڑا ہوتا ہے عربی گھوڑے سے چھوٹا حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسپر سوار ہوے ہین اور حضرت عمر بھی اور حضرت عمر جب سوار ہوے تو وہ قدم بازی کرنے لگا آپ اسپر سے اُتر پڑے اور اسکے منھ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اللہ پناہ مین رکھے اس غرور والی چال سے اور وہی حالت ہے کہ مین تکبر آ اسپر سوار نہین ہوا اور اس سے پہلے آپ کبھی اس پر سوار نہین ہوئے تھے اور نہ اوسکے بعد سوار ہوئے ۱۲ منہ

وہ ترک کردیے گئے اور وہب بن جریر کی روایت شعبہ سے یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایکمرتبہ
مین منہال کے گھر آیا وہان مین نے طنبور کی آواز سنی مین فوراً بغیر پوچھے پلٹ آیا حالانکہ
دریافت کرلینا چاہیئے تھا حافظ ابن حجر کہتے تھے کہ یہ اعتراض صحیح ہے کیونکہ یہ امر صرف منہال
مین قدح کا باعث نہین ہوسکتا اور ابن ابی خیثمہ نے اپنی اُس سند سے جو ان کو شعبہ اور
مقسم سے ہے روایت کی کہ اعمش منہال سے روایت کرنے کو منع کرتے تھے اور اُنھون نے
یزید بن ابی زیاد سے کہا کہ مین تم سے بہ قسم پوچھتا ہون کہ کیا منہال کی شہادت دو درہمون پر
بھی جائز ہے اُنھون نے کہا نہین ابن حجر کہتے تھے کہ یہ حکایت صحیح نہین کیونکہ اسکے راوی
محمد بن عمر حنفی تھے جو کوئی مشہور شخص نہ تھے اور اگر صحیح بھی ہو تو مغیرہ کی کراہت کی وجہ وہی
شعبہ کی کراہت کی وجہ ہوگی یعنی اُن کا بتطریب پڑھنا کیونکہ جریر نے مغیرہ سے یہ بات نقل کی
ہے کہ منہال خوش آواز تھے اور اُن کو لوگ وزن سبعہ کہا کرتے تھے مگر اس سے ثقہ مجروح
نہین ہوسکتا اور حاکم نے بیان کیا کہ یحییٰ بن قطان نے اُن کی برائیون کو لکھا ہے مفضل علائی
کا قول ہے کہ ابن معین اُن کو ایک حقیر شخص جانتے تھے اور عبداللہ بن احمد کہتے تھے کہ مین نے
اپنے والد کو کہتے سنا کہ ابو بشر مجھکو منہال سے زیادہ پسند و معتبر تھے اور جوزجانی کہتے تھے کہ یہ
بدمذہب تھے انکی حدیث لوگون کی زبان پر زیادہ چلی ابن حجر کہتے تھے کہ فضل کی حکایت سے
متعلق ممکن ہے کہ ابن معین نے منہال کو ویسا ہی سمجھا ہوگا جیسا کہ امام احمد نے اور دلیل اسپر یہ ہے
کہ ابو حاتم نے ابن معین سے منہال کی توثیق کی حکایت بیان کی رہے جوزجانی تو اُن کے متعلق
مین نے مکرر بیان کیا کہ اُن کی جرح کوفہ والون کے لیے بوجہ اُن کی شدت انحراف اور ناصبی
ہونے کے مقبول نہین ہے اور حاکم کی حکایت بھی قطان سے غیر معتبر ہے اور تقریب التہذیب
مین ہے کہ منہال ابن عمر اسدی کوفی مرد صادق تھے اور بعضے وہم کرتے ہین کہ یہ طبقہ خامسہ سے
تھے اور حیوۃ الحیوان مین سیوطی سے منقول ہے کہ منہال سے پہلے شعبہ روایت کیا کرتے تھے جب
ان سے کہا گیا کہ منہال کے گھر سے گانے کی آواز آتی تھی تو اُنھون نے اُن سے روایت کرنا
ترک کر دیا مگر یہ باعث غمز نہین ہوسکتا اور علامۂ ذہبی نے بھی میزان الاعتدال مین لکھا ہے
کہ منہال سے روایت کی شعبہ اور مسعودی اور حجاج بن ارطاۃ نے پھر شعبہ نے آخر مین ان سے
روایت کرنا ترک کردی اور ابن حبان ان کو ثقات مین لکھ کر لکھتے ہین کہ ان سے منصور، اعمش

لہ غمز القتح چشم و ابرو و پلکوں سے اشارہ کرنا اور کسی کی غمازی کرنا اور عیب ظاہر کرنا انتہی مختصراً من المنتخب ۱۲

اور کوفہ والون نے روایت کی ہے تو ابن حجر کی متابعت ضعف کہنے والون کو تسلیم نہین
حل المقصود شرح سنن ابی داؤد مین ہے کہ ابن القیم نے تہذیب السنن اور ایضاح مشکلات
مین لکھا ہے کہ منہال کو یحیی بن معین وغیرہ نے بھی ثقہ کہا ہے اور ابن حزم نے ان کی طرف دو
باتین منسوب کی ہین ایک عبد اللہ بن احمد کا اپنے والد سے نقل کرنا کہ شعبہ نے عمداً ان کو ترک
کردیا۔ دوسرے یہ کہ ان کے گھر سے طنبور کی آواز سنی گئی اگرچہ اس مین کوئی بات ایسی نہ تھی
جو قدح کا باعث ہوتی ابن القطان کہتے تھے کہ اس قصہ کی مجھے کوئی علت نہین معلوم ہوتی حافظ
ابن حجر نے ہدی الساری مین بھی ان کا قول تفصیل سے لکھا ہے اور اگر کسی نے حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کو حضرت ذی النورین پر فضیلت دی یا کسی حدیث کی حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے مناقب مین
تصحیح کی تو ان کو بھی اکثر لوگون نے ترک کردیا اور اسی قسم سے اتہام ابی حیان مفسر اور ذہبی کا اولاً
ابن جریر کے متعلق شیعہ ہونیکا ہے کیونکہ اُنھون نے حدیث غدیر خم کی تصحیح کی ہے یا کسی نے کوئی
مسئلہ ایسا بیان کیا جسکا مطلب اُن کی سمجھ مین نہ آیا جیسے بعضے لوگون نے حضرت خواجہ حسن بصری
کو قدری ہونیکی تہمت لگائی اور اسکی ابوداؤد نے اپنی سنن مین بقول جماعت ائمہ تردید کردی
یا ایسے ہی حضرت عبد الواحد بن زید کو قتادہ اور ابن معین اور ابن المدینی وغیرہم نے لگائی اور
ابوداؤد نے اسکی بھی تردید کردی اور کہا کہ میرے نزدیک اُن کا قائل بالقدر ہونا ثابت نہین
اسی قسم کے اور بہت سے اتہامات ہین یا کسی نے کسی فرعی مسئلہ مین جسکے یہ لوگ مخالف ہوے
کوئی تالیف کی اُسکو بھی لوگون نے ترک کردیا اور ایسا ہی ان لوگون کا کلام حافظ ابن طاہر کے بارہ
مین مسئلہ سماع کے متعلق ہے چنانچہ حافظ ابن ناصر الدین کا قول ہے کہ اگر یہ اباحت سماع کے قائل
نہ ہوتے تو ان کے ثقہ پر اتفاق ہو جاتا یا اگر کسی شخص نے کوئی حدیث احادیث صفات متشابہات
سے روایت کی اور کسی نے اُسکی توثیق نہ کی یا وہ شخص منقطع عابد زاہد تھا یا عارف کاشف تو اسکے
متعلق بھی اُن لوگون کی رائین مختلف ہوگئین ابن مندہ کا قول ہے کہ جب تم کو کسی سند مین کوئی زاہد
ملے تو اُس حدیث سے اپنا ہاتھ دھو ڈالو اور قطان کہتے تھے کہ مین نے صالحین کو جتنا حدیث
مین جھوٹا پایا اتنا کسی چیز مین نہین پایا بات یہ ہے کہ کثرت روایت اور حدیث کی روایت اور اسکا
تعاہد اور کثرت قیل وقال اس سب سے اہل اللہ نے اپنے آپ کو علیحدہ رکھا کیونکہ طریقہ الی اللہ
کا سلوک بلا اس سب کے ترک اور ضروری چیزون کے اخذ کے باتفاق اہل معرفت حاصل نہین
ہوسکتا اسی واسطے عبد اللہ عمری نے امام مالک کو صرف عمل اور لوگون کو اپنے پاس جمع کرنے کے

ترک کو جب لکھا تو اُنھوں نے جواب میں لکھا کہ اللہ نے اعمال کی تقسیم بھی اسیطرح کی ہے جیسے رزقون کی بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جنکو نماز مین کشایش ہوتی ہے اور چیزون مین نہین ہوتی اور بہت ایسے ہوتے ہین جنکو جہاد مین کشادگی ہوتی ہے نماز مین نہین ہوتی اور بہت لوگ ایسے ہوتے ہین جنکو صدقہ مین کشادگی ہوتی ہے روزہ مین نہین ہوتی اور علم پھیلانا اور اس کا پڑھانا اور اعمال صالحہ سے افضل ہے تو مین اسپر راضی ہون کہ جس چیز مین چاہے اللہ کشایش دے اور مین امید کرتا ہون کہ سب لوگ خیر پر رہین گے اور ہم مین سے ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ اپنی اپنی قسمت پر راضی رہے والسلام وتھی یہ امام صاحب نے بہت سچ فرمایا فالحق[1] ان لکل شان رجالا ولکل مقام مقالا ولکل ماء کیزانا ولکل میدان فرسانا قد علم کل اناس مشربهم وکل حزب بما لديهم فرحون پھر آخر مین امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اس خیال سے رجوع کر کے بعضے حضرات صوفیہ سے مستفید بھی ہوے قوت القلوب مین ہے کہ ابن وہب کہتے تھے کہ حضرت امام مالک کی خدمت مین ایک بار طلب علم کا تذکرہ ہوا تو آپ نے کہا کہ بشرط صحت نیت طلب علم عمدہ چیز ہے لیکن طالب کو دکھنا چاہیے کہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک اسکو کیا کرنا ضروری ہے وہی اختیار کرنا چاہیے علما کی تجویز یہ ہے کہ منقطع کی دونون قسمون مین کلام کرنا چاہیے اگرچہ ان مین سے کسی شخص نے کسی چیز کو نہ روایت کیا ہو یا روایت کیا ہو اخبار رقائق وخوارق کو اسطرح پر جاسکے علاوہ اور لوگون کے علم مین نہ ہو یا حقیقتاً ہون جیسے خواجہ عبدالواحد بن زید اور بکر بن خنیش اور جعفر خلدی اور سلمی اور ابن جہضم وغیرہم یا وہ علم اُن سے بیان کرے جسکو وہ جانتے ہی نہ ہون جیسے حضرت سری سقطی اور محاسبی اور ذوالنون مصری رضی اللہ عنہم چنانچہ ذہبی نے میزان مین حضرت ذوالنون مصری کے حال مین لکھا ہے کہ یہ ان لوگون سے تھے جن کا امتحان لیا گیا اور بہت ستائے گئے اس لیے کہ اُنھون نے لوگون سے وہ باتین بیان کین جسکو وہ پہلے سے نہین جانتے تھے اور سب سے پہلے انھین نے مصر مین احوال کی ترتیب اور مقامات اولیا پر تقریر کی اور جاہلون نے کہا کہ یہ زندیق ہین اور اُن کو عبداللہ بن الحکم نے کہ جو امام مالک کے اجل اصحاب سے تھے زندیق کہا اور یہ رد ذہبی کا خود اپنی ذات پر ہے کیونکہ انھون نے بھی عرفا کے حالات لکھے ہین جیسے حسین بن منصور بغدادی اور ابی طالب مکی اور ابی عبدالرحمن سلمی نیشاپوری اور ابی سعید بن ابی الخیر

[1] پس حق یہ ہے کہ ہر حال کے لیے مرد ہوتے ہین اور ہر مقام کے لیے اقوال اور ہر پانی کے لیے کوزہ اور ہر میدان کے لیے سوار اور سب لوگ اپنے مشرب جانتے ہین اور ہر گروہ اپنے پاس والی چیز پر خوش ہین ۱۲ منہ

اور احمد غزالی اور عین القضاۃ ہمدانی اور ابن الفارض مصری اور ابن قسی اندلسی اور ابن العربی اندلسی وغیرہم کے اگرچہ اس سب کو علما نے رد کیا ہے اور ان بزرگون کی تائید مین کتابین تصنیف کی ہین چنانچہ حضرت شیخ ابن العربی نے ایک کتاب لکھی جسکا نام الکوکب الدری فی مناقب الامام ذوالنون مصری ہے اور سیوطی نے قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض اور تنبیہ الغبی فی تبرئۃ ابن العربی اور شیخ الاسلام سراج الدین مخزومی رفیق شیخ الاسلام حافظ سراج الدین بلقینی نے ایک کتاب کشف الغطاء عن اسرار کلام الشیخ محی الدین امام اہل العطا لکھی اور علامہ محدث علی بن ابراہیم بغدادی رفیق حافظ مجد الدین فیروزآبادی صاحب قاموس نے ایک کتاب در الثمین فی مناقب الامام محی الدین اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کی ایک کتاب علیحدہ شیخ کے مناقب مین ہے علاوہ ان مناقب کے جو انھون نے یواقیت والجواہر مین لکھے علاوہ اسکے اور بھی کتب و رسائل حضرات صوفیہ کی تائید مین بہت سے ہین شیخ تاج الدین طبقات الکبری مین لکھتے ہین کہ ہمارے شیخ ذہبی غفراللہ کی تاریخ باوصف اپنی خوبی اور جامعیت کے سخت تعصب سے بھری ہوئی ہے اور وہ اکثر اہل دین یعنی فقرا سے بھڑ پڑے ہین کہ جو برگزیدہ خلق تھے اور اکثر ائمہ شافعیہ وحنفیہ سے سخت زبان درازی کی ہے فاضل مناوی شرح جامع صغیر مین بطور تعقب کے لکھتے ہین استغفر اللہ[1] ونسأل اللہ السلامۃ ونعوذ بہ من الخذلان شیخ سبکی کہتے تھے کہ ہمارے شیخ علامہ ذہبی اہلسنت پر بڑے اندازے چوٹین کیا کرتے تھے اور جب کسی اشعری سے بھڑ پڑتے تھے تو اُس کا بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتے تھے لہذا ان پر کسی اشعری کی برائی یا کسی حنبلی کی اچھائی کرنے مین اعتماد نہ کرنا چاہیئے اور واقعی وہ ویسے ہی تھے جیسا کہ شیخ تاج الدین سبکی اور ان کے دوست شیخ مجد فیروزآبادی وغیرہ نے لکھا ہے اور خود ذہبی کی کتابین بھی شاہد ہین کہ وہ حضرات صوفیہ کی خدمت مین سخت بے ادب تھے اور ان کے نہایت منکر اگرچہ اس کا نیز خاص حضرات صوفیہ کو برا کہنے کا وبال سب انھین پر لپٹ آیا کہ باوجود اس حفظ وعلم کے ان سے وہ فحش غلطیان ہوئین کہ انھون نے ایک جماعت صحابہ کو ضعفا اور رجال مجہول مین لکھدیا صرف ان توہمات سے جو ان کو ان کے صحابی ہونے مین عارض ہوئے ہین اور اسی امر مین حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب اعلام بما وقع فی مشتبہ الذہبی من الاوہام مین ان کا تتبع کیا ہے اور بہت زائد اسکو حافظ ابن حجر نے اصابہ مین اور تہذیب التہذیب اور لسان وغیرہ مین بیان کیا ہے اور سیوطی اور بہت سے

[1] بخشش چاہتا ہون اللہ سے اور سوال کرتا ہون اُس سے سلامتی کا اور ذلت اور رسوائی سے پناہ مانگتا ہون ۱۲ منہ

لوگون نے بھی اور خود ذہبی کی بھی مجملاً اس امر خاص مین بہت اچھی تحریر واقع ہوئی ہے چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ مین وہ سب انھین کے حال مین لکھدیا ہے جس کا جی چاہے وہان دیکھ لے ۔

دادیم ترا گنج مقصود نشان	گر ما نرسیدیم تو خود را برسان

محاکمہ ۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رسالہ الامر المحکم المربوط فیما یلزم اہل طریق اللہ من الشروط مین لکھتے ہین کہ حضرات صوفیہ کے حالات سے ہے کہ اپنے عیوب کو دیکھتے اور اپنے ذاتون مین مشغول ہوتے ہین اور لوگون کے عیوب کو نہین دیکھتے ہین اسی وجہ سے یہ حضرات کسی کے ساتھ اچھائی کے سوا بُرائی کا اعتقاد ہی نہین رکھتے اور خلق کی اچھائی ظاہر کرتے اور بُرائی چھپاتے ہین مگر بدعتیون کی برائیان نہین چھپاتے کیونکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان لوگون کو جان لے اور خود برائیون سے بچکر اورون کو بھی بچائے اور یہ مسلمانون کے حق مین ایک قسم کی رحمت ہے اور یہی وہ نجاست ہے جو دین کے راستہ مین پڑی ہوتی ہے جسکا دور کر دینا واجب ہے اور جو شخص جرح و تعدیل کے لائق ہوتا ہے اسکی جرح و تعدیل مسلمانون کے لیے رحمت ہے اسی لیے شیخ کا قول ہے کہ شرائط صوفیہ سے راست گوئی بھی ہے خصوصاً اُس چیز مین جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہین اور اس مین محض اپنے حسن ظن پر جو اُن کو لوگون کے ساتھ ہے بھروسہ نہین کرتے بلکہ حدیث کے معانی و مطالب پر بھروسہ کرتے ہین اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ستھے کہ انسان کو جھوٹے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی سب سُنی ہوئی خبر بیان کر دے اور چونکہ حضرات صوفیہ مین ان اہل مغلوب الاحوال کا جو مرتبہ کمال کو نہین پہونچے ہین یہ حال ہے تو پھر جو لوگ اُن کے مقتدا اور پیشوا ہین جیسے عبد الواحد بن زید اور بکر بن خنیش وغیرہما اُن کے متعلق کیا کہا جائے البتہ زاہدون مین بعضے ایسے بھی ہوے ہین جو لوگون کے عیوب نہین دیکھتے ہین ان کو اپنی مشغولیون ہی سے فرصت نہین ہوتی کہ وہ اور باتون مین مصروف ہون یا جرح و تعدیل اور نقد رجال کے اسباب دیکھین جسطرح کہ اور اصحاب حدیث اُن چیزون مین مصروف رہتے ہین تو حضرات صوفیہ کی مرویہ حدیث مین لوگون کو اُس کا گمان ہوتا ہے کہ اُنھون نے اس حدیث کو بلا تحقیق اور تفتیش حال راوی روایت کیا ہوگا اور وہ محض اس گمان سے جھوٹے سمجھ لیے جاتے ہین چنانچہ ابن سعدی کے قول وھذا اسناد صوفی سے اسی کی طرف اشارہ ہے لیکن اُن کا یہ قول جب ہی ٹھیک ہو سکتا ہے

[illegible]

جب خود اُن کے متعلق کوئی بحث نہو حالانکہ علما کا قول ہے کہ ابن سدی کی زبان جرح مین تیز تھی
بہت کم اُن سے کوئی بچا ہوگا خصوصاً حضرات صوفیہ اور اُن کو اکثر وہم بھی ہوے ہین بلکہ اُنھون نے
ایک فرقہ کو ضعیف بھی کہدیا ہے مگر با اینہمہ انھین کے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے
ہین کہ یہ مجوزۂ علم اور بڑے حافظ تھے اور اُن کو اوہام بہت ہوتے تھے اور شیعہ پن بھی تھا اور مین نے
خود دیکھا کہ ایک جماعت نے اُن کی تعریف کی ہے اور بڑی تین جلدون مین اُن کا ایک معجم ہے
جسکو مین نے دیکھا ہے اور اسپر اکثر تعلیقات یعنی حواشی بھی لکھے ہین علامہ ابن حجر لسان المیزان
مین لکھتے ہین کہ ابن سدی غرناطہ سے آکر مصر مین رہے پھر مکہ مین اور وہان بہتون سے حدیث
سُنی اور ان کے شیوخ اجازت بہت ہوے اور اُنھون نے بہت سی تخریج اور تصنیف بھی کی
اور زبان اُن کی تیز تھی کمتر کوئی ان سے بچا ہوگا ابو حبان کہتے تھے کہ مجھ سے ابو علی ابن الاحوص
کہتے تھے کہ اندلس مین اُن کے بعضے شیوخ حدیث نے چالیس حدیثین روایت سے نکال ڈالی
تھین جنکو اُنھون نے لے لیا اور اُن کی سندین مرتب کر کے اپنی مرویہ ظاہر کین لیکن یہ انکی
سچائی کے لیے مضر نہین البتہ یہ عیب ہو سکتا ہے کہ اُنھون نے اس کا وہم کیا کہ مین نے ان شیوخ
کو روایت کیا اگر وہ اُن کی سماع کا دعوی کرتے اور سُنے ہوے نہوتے تو البتہ جھوٹے ہوتے
اور وہ اس سے بری ہین اور میزان اور لسان المیزان مین عارف باللہ احمد بن عبد الواحد مقدسی
کے حال مین جو ائمہ کشف و شہود سے تھے لکھا ہے کہ ان کو ابن سدی نے اپنے معجم مین اپنی
عادت کے موافق بُرا لکھا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طبقات سیوطی مین جو ہے کہ ابن منده
کہتے تھے کہ جب کسی سند مین کوئی زاہد شخص پایا جاے تو اُس حدیث سے ہاتھ دھو ڈالنا چاہیے
تو مطلق یہ حکم انصافاً ٹھیک نہین ہے کیونکہ قناشی نے بھی سمط المجید مین لکھا ہے کہ ابن سدی کا
سند مصافحہ مین یہ کہنا کہ یہ صوفیہ کی سندین ہین بیشک ایسا ہی ہے لیکن حضرت خواجہ حسن بصری
رحمتہ اللہ علیہ کی حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے ملاقات کے شواہد صحیح ہین جسکو ہر عقلمند جانتا ہے
اور اولیاء اللہ مظنہ کذب جب ہی ہو سکتے تھے جب وہ غیر ثقہ سے روایت کرتے ہوتے اور
جب ایسا نہین ہے تو کوئی وجہ ان کی حدیث ترک کرنے کی نہین اور جب کہ صداقت بیانی
شرائط اولیاء اللہ سے ہے اور جس شیخ سے کہ وہ روایت کرتے ہین وہ بھی ثقہ ہے تو جھوٹا کیسے
قرار دیا جاسکے گا اور یحیی بن سعید قطان سے جو یہ منقول ہے کہ مین نے صالحین کو جیسا حدیث مین
جھوٹا پایا ویسا کسی چیز مین نہین پایا اس کا جواب یہ ہے کہ ابو عاصم نبیل کا بھی یہی قول ہے کہ

ہین نے کسی صالح کو حدیث کے برابر جھوٹ بولتے نہین دیکھا اور اُس کے راوی خطیب بھی
کھا یہ ہین ہین مگر یہ مطلقاً درست نہین حافظ ابو الفضل زین الدین عراقی نے الفیہ کی شرح مین اسکی
تاویل کر کے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہین جو صالح ہین مگر عالم نہین اور نہ جائز و ناجائز
مین فرق کر سکتے ہین اور اسی پر وہ خبر بھی دلالت کرتی ہے جسکو ابن عدی اور عقیلی نے اپنے
صحیح اسناد سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ مین نے منتسبین الی الخیر کے برابر جھوٹ کسی مین
نہین دیکھا یا یہ مراد ہوگی کہ صالحین کو حسن ظن ہوا کرتا ہے اور ان کا سینہ صاف رہتا ہے تو وہ جو
سنتے ہین اُسکو سچ جان کر اُسکے کذب و صدق مین تیز ہی نہین کرتے صحیح مسلم شریف کے مقدمہ
مین بعد نقل قول قطان کے کہ جھوٹ صوفیہ کی زبانون پر جاری ہو جاتا ہے اگرچہ وہ قصداً جھوٹ
نہ بولتے ہون نووی کہتے ہین کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ وہ لوگ صناعت حدیث بغور نہین دیکھتے تھے
لہذا اُن کی روایتون مین خطا ہو جاتی ہے اور وہ اُسے نہین پہچان پاتے ہین شیخ ابو الحسن ابن
قطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام مین لکھا ہے کہ ہر شخص صالح حدیث مین ثقہ نہین ہوتا بلکہ
بعضون کا قول ہے کہ صالحین سے زیادہ جھوٹا کوئی اور ہوتا ہی نہین کیونکہ اُن کے قلوب صاف
ہوتے ہین اور جس سے حدیث وہ روایت کرتے ہین اس سے گمان نیک رکھتے ہین چونکہ
وہ اپنی مشغولیون مین زیادہ گرفتار ہوتے ہین لہذا ضبط اور حفظ حدیث کی اُن کو فرصت نہین ملتی
جیساکہ زیلعی نے بھی اس کو نقل کیا ہے پھر قشاشی کا قول کہ جس امر پر حافظ عراقی کا قول دلالت
کرتا ہے اور اسی کی طرف ابن جوزی اور نووی بھی گئے ہین یہ ہے کہ ارباب صلاح کی دو قسمین
ہین ایک وہ جو حقیقت اور صورت دونون مین صالح ہین دوسرے وہ جو صورتاً ہی صالح ہین
حقیقتاً نہین پھر حضرت شیخ اکبر الامر المحکم المربوط مین بعد بیان آیہ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین[1]
کے لکھتے ہین کہ قرابت دو قسم کی ہوتی ہے ایک قرابت طینی یعنی قرابت نسبی دوسری قرابت دینی
اسیطرح مومنین بھی بہت سے مراتب پر منقسم ہین منجملہ اُن کے ایک مرتبہ تصوف ہے جسکو ایک
گروہ نے لیا ہے اُنھین کو صوفیہ کہتے ہین جنھون نے آخرت کو دنیا اور حق کو خلق پر اختیار
کر لیا ہے اور کوئی گروہ مرتبہ مین ایسا نہین ہے جو اس مرتبہ مین آکر دو حال سے خالی رہ جائے
یا وہ طالب صادق حقیقت ہوگا یا مدعی اور کسی گروہ کی قرابت اس گروہ کے ساتھ جو اس مرتبہ
مین ہو یا صرف صورتاً ہوگی تو اس قرابت کے وہی مدعی ہون گے جن کے پاس دعوے ہی

[1] اور ڈرا تو اپنے خاص عزیزون کو ۱۲ منہ

دعوی ہو گا حقیقت کا پتہ نہو گا یا صورتاً و معناً دونون ہونگے یہی محققین ہونگے الغرض اگر یحیی
بن سعید کا مطلب کذب حدیث سے یہ ہے کہ صوفیہ نے اِس حدیث کو شروع ہی سے بنا لیا ہے
تو معنی اول مقصود ہونگے اسواسطے کہ یہ امر اُنھین صوفیہ سے ہو گا جو صرف صورتاً صوفی کہلاتے
ہین علم و تمیز اُن کو کچھ نہین ہوتا کیونکہ جن مین امر حقیقی ہوتا ہے وہ برابر اسکی کوشش رکھتے
ہین کہ اُن سے کوئی خلاف بات یا مکروہ تنزیہی بھی واقع نہو چہ جائیکہ کبائر محرمات عمداً کیونکہ وہ جانتے
ہین کہ جھوٹ بُری چیز ہے اور اسکا نتیجہ بھی بُرا ہوتا ہے اور اگر جھوٹ سے مطلب جھوٹی حدیث
کی روایت ہے تو دوسرے معنی مراد ہونگے لیکن غالباً اُن کا حسن ظن و سلامتی صدر اس
مظنہ ترویج کذب کا باعث ہوا ہو گا جبکہ وہ غیر ثقہ سے روایت کرین اور جب ثقہ سے روایت
کرین تو کچھ نہین اور در صورت غیر ثقہ سے بھی روایت کرنے کے اگر وہ مشہور ضعیف ہو تو زاہد
اُس سے روایت کرنے مین غیر کے مثل ہو گا اس حیثیت سے کہ وہ حدیث اُس ضعف کے
سبب سے اور بھی ضعیف ہو جائیگی اگرچہ راوی اُس سے معتبر ذہین و حافظ والا ہو اور وہان
کوئی اُس نقصان کا جبر کنندہ نہو اگرچہ مجہول الحال ہو تو اسوقت مین فرق حافظ غیر زاہد اور زاہد
غیر حافظ مین واضح ہو جائے گا کیونکہ حافظ راوی کا حال ظاہر کرنے کے درپے ہو گا ایسا کہ
جب وہ اُس سے روایت کرے گا تو اُس روایت مین تنقیح یا اُس راوی مین جرح یا تعدیل
ضرور کر دیگا بخلاف زاہد کے کہ وہ بلا تفتیش روایت کر دیتا ہے حافظ ابو نعیم جو بقول تاج الدین
سبکی جامع فقہ اور حدیث اور تصوف کے ہین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہین کہ
آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ جو شخص دنیا مین زہد کرتا ہے اللہ اُسکو بغیر استاد کے علم سکھاتا
اور بلا ہادی کے راہ دکھاتا ہے اور بینا کر کے اُسکی نابینائی کھو دیتا ہے اور روایت جامع
سیوطی مین بھی ہے اور اُسکو دیلمی نے بھی روایت کیا ہے مگر اس مین ضعف ہے نیز ابو نعیم نے
ابراہیم اشعث سے جو ثقہ اور لین الحدیث تھے روایت کی ہے اور اُنھون نے فضیل بن عیاض
سے اُنھون نے عمران ابن حسان سے اُنھون نے حضرت خواجہ حسن بصری سے مرفوعاً اور مرسلاً
کہ جس شخص نے دنیا مین زہد کیا اور اپنی امید مین کم کین تو اللہ اُسکو بغیر پڑھے علم عنایت کریگا
گویا یہ روایت حضرت حسن بصری کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور اسی کے قریب بخاری
نے کنی مجردہ مین روایت کی ہے اور ابن ماجہ نے بسند ضعیف اور ابو داؤد نے جسکو سیوطی
نے دُرر مین ابو داؤد کی طرف منسوب کیا ہے اور ابن سعد اور طبرانی اور ابو نعیم نے حلیہ مین اور

قشیری نے رسالہ مین اور بیہقی نے شعب الایمان مین اور ابن عساکر نے ابی خلاد سے اور طبرانی اور بیہقی نے ابی ہریرہ سے مرفوعاً کہ جسوقت تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ دنیا مین زہد کرتا اور کم بولتا ہے تو اُس کے قریب جاؤ وہ تم کو حکمت سکھلائیگا اور یہ حدیث بھی کہ جس نے پڑھا اور عمل کیا اللہ تعالی اُسکو وہ بات تعلیم فرمائے گا جو وہ نہین جانتا ہے اس کے راوی ابو الشیخ ہین اور یہ حدیث کہ جس نے اپنے علم پر عمل کیا اُسکو اللہ وہ علم دیگا جو وہ نہین جانتا ہے اسکو ابو نعیم نے حلیہ مین حضرت انس رض سے روایت کیا مگر ضعیف کہا ہے اور یہین سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول کہ داؤد طائی نے پڑھا اور عمل کیا اللہ نے اُن کو اسکے عوض وہ علم دیا جو وہ نہین جانتے تھے اسکے راوی ابن عقدہ اور ابو القاسم ہین اور اسی قبیل سے حدیث اتقوا[1] فراسة المومن فانه ینظر بنور الله ہے اسکو ایک گروہ ائمہ نے ایک جماعت صحابہ سے باسناد حسنہ وضعیفہ تقویت یافتہ روایت کیا ہے اور وہ حدیث بھی جسکے متعلق دارمی کہتے تھے کہ مجھ سے محمد بن مبارک نے اُن سے یحیی بن حمزہ نے اُن سے ابو سلمی نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی بات ایسی پیدا ہوئی جو کتاب اور سنت مین نہو تو کیا کرنا چاہیے آپنے فرمایا کہ اسوقت مسلمانان عبادت گذار غور کرین تو جو شخص زاہد حقیقی ہوگا وہی بمضمون ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اس قول کا مصداق ہوگا کہ وہ اپنی خواہش اور ارادہ سے نہین بولتا اُسی سے پوچھا جائے یعنی اگر وہ حدیثین جنکو زاہد مجہول شخص سے روایت کرے اور وہ کسی اور چیز کو بھی شامل ہین تو اُسکو اللہ تعالی حسب مقتضاے وعدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بصیرت بہ تبصیر الٰہی کردیگا تو اگر اُسکے نزدیک خدا کے دکھانے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ حدیث صحیح قبول کرلینے کے قابل ہے تو وہ اسکی تصدیق کردیگا اور اور لوگون کو بھی اُسکی روایت کی ترغیب کریگا اور اگر اُسکے نزدیک اُس کا حدیث موضوع ہونا ثابت ہوگا تو ویسا کہدیگا تو اب یہ بات معلوم ہوئی کہ حافظ مندہ اور یحیی ابن سعید قطان کے اقوال مطلقاً غیر مقبول ہین نیز جب حدیث مذکور سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ زاہد حقیقی کو اللہ تعالی بینا کردیتا ہے تو ابن مندہ کے کلام کے معنی زاہد حقیقی کے بارہ مین یہ ہونگے کہ سندون مین سے جب کسی زاہد کے پاس کوئی حدیث پاؤ تو اپنا ہاتھ اُس حدیث سے دھو ڈالو یعنی اُسکو متبرک اور مطہر سمجھو کیونکہ وہ باطنی پاک کرنے والی چیز ہے اس لیے کہ زاہد امر خیر ہی روایت کرے گا یا جو اُسکے نزدیک اللہ کے دکھانے سے صحیح اور مہمات دینی

---

[1] ڈرو فراست مومن سے کیونکہ وہ نور الٰہی دیکھتا ہے ۱۲ منہ

سے بھی کسی ہم کو شامل ہوگی تو ایسے ہی حدیث اُس شخص کی ظاہر اور باطن کی بھی پاک کرنیوالے ہوگی اب جو شخص اُس حدیث پر عمل کرے یا یہ سمجھے کہ اسمین طہارت معنوی ہے جیسے کہ زاہد صوری غیر حقیقی وغیرہ کے معنی مین بیان کیے گئے تو بھی ہو سکتا ہے کہ جو اُس نے ارادہ کیا ہو وہی ہو مگر اسمین تفصیل ہے واللہ اعلم اور جسطرح کہ متصوفہ صوری مین ایک فرقہ ترغیب و ترہیب کے لیے حدیث بنا لینے مین مبتلا ہے اسیطرح متفقہہ متقشفہ مین بھی ایک گروہ ہے جو اپنے مذہب کی مدد اور ترویج مین مبتلا رہتا ہے اب اہل حقیقت کے نزدیک ان دونون مین کسی کا کوئی اعتبار نہین حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ اس مین زاہدون کے ساتھ وہ فقیہہ بھی شریک ہین جنھون نے اس خبر کی نسبت جسپر قیاس دلالت کرتا ہے آنحضرت صلعم کی طرف جائز کر دی ہے اور ابو العباس قرطبی صاحب مفہم کا قول ہے کہ بعضے فقہائے اہل الرائے نے اُس حکم کو جسپر قیاس دلالت کرتا ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا بطور سنت قولیہ کے جائز کر دیا ہے چنانچہ برابر وہ کہدیتے ہین کہ قال رسول اللہ لذا اسی وجہ سے اُن کی کتابین بیشتر ایسی ہین جن مین وہی حدیثین بھری ہین جنکا موضوع ہونا ظاہر ہے کیونکہ اُن لوگون نے اُن کی سندین لکھی ہی نہین الحاصل آپ اجلۂ تابعین اور حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے اخص مسترشدین سے تھے اور بڑے صاحب کرامات و خوارق عادات آپکے سلسلہ مین بڑے بڑے بزرگان دین ہوے ایسا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ باوصف انتہدر کمال اور جامعیت ظاہری و باطنی کے طریقت مین آپ سے بھی انتساب رکھتے تھے حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی چہل حدیث مین لکھتے ہین کہ ایک روز حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ اونٹ پر سوار کہین تشریف لیے جاتے تھے تو حضرت نے آپ کو بھی اپنی ہمراہی مین لے لیا اور یہ معمول تھا کہ جب حضرت کو علوم و اسرار مکاشفہ معلوم ہوتے تھے تو آپ کو اپنے روبرو بٹھا کر اُن کو بیان فرماتے تھے اور کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ آپ ہی پوچھنے لگتے تھے اور حضرت اُس کے جوابات ارشاد فرمانا شروع کر دیتے تھے ایک بار آپنے پوچھا کہ حقیقت کیا چیز ہے فرمایا کہ تمکو حقیقت سے کیا کام ہے آپ نے عرض کیا کہ چونکہ حضور مجھ سے ایسے امور اکثر ارشاد فرماتے ہین اسوجہ سے ایسی جرأت ہوئی حضرت نے فرمایا کہ بیشک جب میرے سینہ کی دیگ مین جوش آتا ہے تو مین تم سے کہدیتا ہون اُنھون نے عرض کیا کہ حضور کی ذات ایسی ہے کہ جہان سے سائل محروم نہین رہ سکتا حضرت مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا کہ حقیقت کہتے ہین جلالت اور بزرگی حق کے کشف و اظہار کو بلا اشارہ کیونکہ اشارہ نفس الامر مین دوئی اور غیریت کو مقتضی ہے اور وہ واقعۃً

باطل ہے آپ نے عرض کیا کہ اسکو واضح طور پر ارشاد فرمایئے تب حضرت نے فرمایا کہ امر موہوم وخلاف واقع کو محو کر دینا کہ عالم کا وجود اضافی ہے اور حق کے علاوہ اور ادراک علوم و محقق کا جاننا کہ جس سے مراد حق کا وجود ہے آپ نے عرض کیا کہ اس کو اور واضح طور پر ارشاد فرمایئے تب حضرت نے فرمایا کہ پوشیدہ بات سے پوشیدگی دور کرنا غلبہ سر کے وقت پھر اُنھون نے عرض کیا کہ اور وضاحت فرمایئے تب حضرت نے پھر ارشاد فرمایا کہ احدیت کا جاذبہ توحید کی صفت کے ساتھ پھر اُنھون نے عرض کیا کہ اور وضاحت فرمایئے پھر حضرت نے فرمایا کہ ایک نور ہے جو صبح ازل سے چمکتا ہے اور توحید کی صورتون کے ہیکلون پر اُس نور کے آثار ظاہر ہوتے ہین پھر اُنھون نے عرض کیا کہ اور وضاحت فرمایئے تب حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اب چراغ بجھا دو کیونکہ اب صبح ہوگئی اور چراغ کی ضرورت باقی نہین رہی اس لیے کہ حقیقت اپنے ظہور مین بیان کی محتاج نہین ہے صاحب مراۃ الاسرار نے ان ارشادات کا ترجمہ بہت تفصیل سے لکھا ہے اور شیخ عبدالرزاق کاشی نے بھی اس کی تشریح کافی طور سے کی ہے اور حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانی یہ بھی چہل مجلس مین لکھتے ہین کہ ایک روز حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے آپ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے کمیل اور پھر اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس مقام پر بہت سے علوم ہین کہ جن کا اہل مین کسی کو نہین پاتا کہ اُس سے بیان کرون جن لوگون مین عقل وسمجھ معلوم ہوتی ہے اُن کی نسبت خیال ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس علم کو دنیا اور جاہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنائین گے اور جن لوگون مین دینی حمیت اور ترک جاہ کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اُن کی عقل اور سمجھ ایسی نہین معلوم ہوتی کہ وہ اُن علوم کو سمجھ سکین اور کوئی شخص ایسا نہین معلوم ہوتا کہ جس مین یہ دونون باتین جمع ہون مگر خداوند عالم سے امید ہے کہ وہ زمین کو ایسے لوگون سے خالی نہین رکھے گا کہ جن کے دل اُن علوم سے روشن ہون گے اور ایسے لوگ شمار مین کم ہونگے مگر درجہ مین سب سے زیادہ ہون گے پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ واشوقاہ الی لقائھم آپ تمام غزوات مین بلکہ ہر وقت حضرت کے حضور مین حاضر رہا کرتے تھے اور حضرت کی شہادت کے بعد سے گوشہ نشین ہوگئے تھے اور جو کچھ تعلیم آپ نے حضرت سے پائی تھی اسمین مشغول رہتے اور مریدین صادقین کو تعلیم کیا کرتے تھے عبدالملک بن مروان کے زمانہ سلطنت تک آپ زندہ رہے اور سنہ بیاسی ہجری مین حجاج بن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوے رحمتہ اللہ علیہ

حال حضرت قدوہ علماء تابعین و صفوہ فقہاء محدثین حامل امانات سروری خواجہ ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار البصری رضی اللہ عنہ

آپ کی کینت ابو محمد اور ابو سعید تھی سفینۃ الاولیا مین ہے کہ آپ گوہر فروش تھے اسی لیے آپ کو حسن لولوی بھی کہتے تھے تاریخ ابن خلکان مین ہے کہ آپ سادات تابعین اور بزرگان کاملین سے اور جامع علم وعمل و زہد و ورع و عبادۃ تھے آپ کے والد زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے غلام تھے حافظ مجد الدین ابو السعادت مبارک بن محمد بن محمد عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری الموصلی مشہور بابن الاثیر نے جامع الاصول کے فن اسماء الرجال مین آپکے حال مین لکھا ہے کہ آپ کی کینت ابو سعید اور نام حسن بن ابی الحسن ہے اور ابی الحسن کا نام یسار بفتح یا تحتیہ و تخفیف سین مہملہ تھا یہ قیدیان میسان سے تھے اور میسان بفتح میم و سکون یا و سین مفتوحہ ایک شہر کا نام ہے بصرہ کے حوالی مین کذا فی تاریخ ابن خلکان اور انسان العیون مین ہے کہ آپ کے والدان قیدیون سے تھے جنکو حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین قبرس سے لائے تھے اور صحیح کاشف کی عبارت یہ ہے کہ حسن بن ابی الحسن امام ابو سعید زید بن ثابت کے غلام تھے اور بعضے کہتے ہین کہ جمیل بن قطبہ کے اور یسار کو ربیع بنت النضر نے آزاد کرایا تھا آپکی والدہ کا نام خیرہ تھا وہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی لونڈی تھین آپ جب پیدا ہوے تو حضرت عمر کے زمانہ خلافت کے دو برس باقی تھے اور یہی ابن جوزی اور نووی و ذہبی و دمیاطی و تبریزی و دمیری و ابن خلکان و ابن حجر و یافعی وغیرہم نے بھی لکھا ہے سفینۃ الاولیا مین ہے کہ آپ کی ولادت سنہ اکیس مین ہوئی تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت مین لائے گئے آپنے فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو یہ بچہ خوبصورت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کی پرورش اور نگہداشت کرتی تھین اور اکثر یہ دعا دیا کرتین کہ یا اللہ اسکو مقتداے خلق کر اس دعا کی برکت ایسی ہوئی کہ اُنھون نے ایک سو تیس صحابہ کو پایا جنمین ستر بدری تھے اُن کو ارادت بھی حضرت امام حسن علیہ السلام سے تھی اور اور علوم مین بھی انھین کی طرف استناد تھا تحفہ مین لکھا ہے کہ آپ کو ارادت حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے تھی اور آپنے خرقہ بھی انھین سے پایا حضرت فضیل بن عیاض کہتے تھے کہ مین نے ہشام بن حسان سے پوچھا

کہ حضرت حسن بصری نے کتنے صحابیون کو دیکھا اُنھون نے کہا اکتیس کو اور دمیاطی نے کشف المغطے
مین لکھا ہے کہ حضرت حسن نے ایکسو تیس صحابیون سے ملاقات کی اور ابن حبان ثقات مین
لکھتے ہین کہ اُنھون نے ایک سو بیس صحابیون کو دیکھا اسی کے تابع ابن ناصر الدین بھی تبیان
مین ہوے مولانا جامی شواہد النبوۃ مین لکھتے ہین کہ بعضے کہتے ہین کہ ایک سو تیس کو دیکھا اور
ملا علی قاری شرح شمائل ترمذی مین حضرت فضیل بن عیاض سے روایت کرکے لکھتے ہین کہ حضرت
حسن بصری نے ایک سو تیس صحابہ کو پایا اور مستند اہل حدیث وصوفیہ شیخ ابو طالب کی قوت القلوب
مین لکھتے ہین کہ آپ نے ستر صحابہ بدریین سے ملاقات کی اور تین سو صحابیون کو دیکھا اور حضرت عثمان وحضرت
علی رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھا اور اُن حضرات کو بھی جو عشرہ مبشرہ مین سے اُن کے زمانہ مین باقی
رہے تھے آپ بصرہ مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آے بر قول علامہ ولی الدین
محمد بن عبد اللہ بن محمد خطیب تبریزی اور اُنھون نے یہ اسماء الرجال مشکوۃ مین لکھا ہے اور بخاری
نے بھی اپنی تینون تاریخون کبیر اور وسیط اور صغیر مین علامہ ابن خلکان لکھتے ہین کہ ایک بار
آپکی والدہ کسی کام کو گئین تھین اور آپ رو رہے تھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے تسلا دینے
کی غرض سے اپنے پستان آپکے مُنہ مین دیدیے علما کہتے ہین کہ یہ حکمت اور فصاحت سب
اُسی کی برکت سے تھی ابو عمرو بن العلاء کہتے تھے کہ مین نے آپ اور حجاج سے زیادہ فصیح
آدمی نہین دیکھے لوگون نے پوچھا کہ پھر ان دونون مین زیادہ کون فصیح تھا تب علا نے آپ کا
نام لیا۔ تاریخ ابن خلکان مین ہے کہ اُنھون نے وادی قری مین نشو ونما پایا اور یہ بصرہ کے
خوبصورتون مین تھے ایک بار اپنے گھوڑے پر سے گر پڑے تو ناک پر چوٹ آگئی اور تہذیب التہذیب
مین بھی یہی ہے مگر علامہ ذہبی نے اپنے طبقات مین ان کے حال مین لکھا ہے کہ اُنھون نے
مدینہ مین نشو ونما پایا یہ غالبًا کاتب کی لغزش معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ روایات صحیحہ کے مخالف
ہے ان کا وادی قری مین جانا بعد زمانہ جمل البتہ پایا جاتا ہے جیسا کہ شیخ علی بن المدینی وغیرہ
کے کلام سے معلوم ہوتا ہے علمائے محدثین کبار کے نزدیک یہ ثقہ اور رامون اور شیخ زمان و
امام ائمہ دوران تھے شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی کواکب الدراری شرح صحیح بخاری
مین اُن کے حال مین محمد بن سعد سے نقل کرکے لکھتے ہین کہ یہ جامع علم وعمل وکمال ظاہر وباطن وحسن
صورت وسیرت وفقیہہ ثقہ عابد کثیر العلم فصیح اجمل تھے اہل بصرہ ان کی جلالت اور علم وزہد وفصاحت
مین فائق ہونے پر متفق تھے خطیب تبریزی کہتے تھے کہ اُنھون نے روایت حدیث حضرات

صحابہ مثل ابو موسی اشعری و انس ابن مالک و ابن عباس وغیرہم سے بھی کی اور اکثر تابعین و تبع تابعین نے
اُن سے روایت کی یہ اپنے وقت مین علم اور زہد اور ورع اور عبادۃ مین امام تھے ابن اثیر کہتے
تھے کہ یہ صحابہ مین ابی بکرہ ثقفی اور انس اور سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کرتے
تھے اور اُن سے ایک جماعت کثیرہ تابعین و تبع تابعین کی روایت کرتی تھی اور یہ ہر علم و فن و زہد و ورع و
عبادت مین امام وقت تھے اور ترمذی اپنے جامع کے کتاب العلل مین لکھتے ہین کہ مجھ سے
حدیث بیان کی سوار بن عبداللہ عنبری نے یحییٰ بن سعید قطان سے وہ کہتے تھے کہ حسن بصری
نے اپنی جس حدیث مین قَالَ رَسُولُ اللّٰہ کہا تو اس حدیث کی ہم نے اصل ضرور پائی سوا ایک یا
دو حدیثون کے جن کی اصل البتہ معلوم نہین ہوئی **فائدہ** ابن جوزی کہتے ہین کہ سوار کے متعلق جو
سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ یہ کوئی چیز نہ تھے تو شیخ تقی الدین کہتے تھے کہ یہ اُن کا صریح وہم
ہے اسواسطے کہ یہ سوار جو ترمذی کے شیخ ہین وہ سوار بن عبداللہ بن قدامہ تھے جن کا انتقال
۲۴۵ھ مین ہوا حسب روایت ابو داؤد اور نسائی اور ایک جماعت کے اور نسائی کا قول ہے
کہ یہ ثقہ تھے اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقات مین لکھا ہے اور جن سوّار کی جرح سفیان نے
کی ہے وہ سوّار بن عبداللہ بن قدامہ متقدم الطبقہ تھے اور صاحب تنقیح نے بھی اس کلام کو
اپنی کتاب مین ابن جوزی پر تعقب کرنے کے لیے نقل کیا ہے بلا ذکر قائل کلام کے شیخ جمال الدین
مزی تہذیب الکلام مین لکھتے ہین کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپکو زمانہ طفولیت مین حضرات صحابہ
کے حضور مین بھیجا کرتی تھین اور وہ آپکو دعا دیا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عمر کی صحبت مین بھیجا
تو اُنھون نے دعا دی کہ یا اللہ اسکو دین کا عالم کر اور لوگون کا محبوب بنا علامہ سیوطی اتحاف الفرقہ
مین لکھتے ہین کہ اس واقعہ کو عسکری نے بھی کتاب المواعظ مین اپنی سند سے روایت کیا ہے
جسکی عبارت یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ اُن کو صحابہ کے پاس بھیجتی تھین اور وہ اُن کے واسطے
دعاے برکت کرتے تھے اور حماد بن زید عقبہ بن ابی ثبیت سے نقل کرتے ہین کہ مین بلال بن
ابی بردہ کے پاس بیٹھا تھا کہ کچھ ان کا تذکرہ چلا بولے کہ مین نے اپنے والد کو کہتے سنا کہ مین نے
اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور اُن کے مشابہ اس شیخ یعنی حضرت حسن بصری سے
زیادہ کسی کو نہین پایا اور جریر بن حازم حمید بن ہلال سے نقل کرکے بیان کرتے ہین کہ مجھ سے ابو قتادہ
نے کہا کہ الزموا اور نسخہ تہذیب التہذیب مین ہے کہ اکرموا[1] ہذا الشیخ فما رایت احدا اشبہ

[1] تعظیم کرو ان بزرگ یعنی حضرت حسن بصریؒ کی کہ مین نے ان سے زیادہ کسیکو رائے مین حضرت عمر بن خطابؓ سے مشابہ نہین دیکھا ۱۲ منہ

سن اَیا یعم بن الخطاب منه یعنی الحسن البصری اسکے راوی ابن ابی شیبہ تھے اور اسکی سند بھی صحیح ہے اور قرہ بن خالد جو ائمہ تبع تابعین سے تھے کہتے تھے کہ کسی کو حسن پر غالب ہونے کی خواہش نہین کرنا چاہیے کیونکہ ان کی راے سنت وصواب ہے اسکے راوی ابوداؤد ہین قوت القلوب مین ہے کہ ابو قتادہ عدوی کہتے تھے کہ لازم کرو ان بزرگ کی محبت کو خدا کی قسم مین نے کسیکو صحابیون سے اشبہ ان سے زیادہ نہین پایا اور ابن ابی شیبہ کہتے تھے کہ مجھ سے حسن بن موسیٰ بیان کرتے تھے کہ مین نے زہیر ابن ابی خیثمہ کو کہتے سُنا کہ ان سے ابو اسحاق ہمدانی کہتے تھے کہ آپ اصحاب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے ابو ہلال راسی خالد بن ریاح ہذلی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت انس بن مالک سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ مولانا حسن سے پوچھو لوگون نے کہا کہ یا ابو حمزہ ہم تو آپ سے پوچھتے ہین اور آپ کہتے ہین مولانا حسن سے پوچھو اُنھون نے پھر فرمایا کہ مولانا حسن سے پوچھو کیونکہ اُنھون نے بھی سُنا اور ہم نے بھی سنا مگر اُنھون نے یاد رکھا اور ہم بھول گئے تو حضرت انس ایسے صحابی جلیل انصاری خادم خاص حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم جو اس فخر سے مخصوص تھے اُن کا آپ کی نسبت مولانا فرمانا اس سے زیادہ اُن کے لیے اور کیا فخر ہو سکتا ہے اور یہان مولانا بمعنی سید ہے بقرینہ منقبت مدح اس قصہ کو ابن ابی شیبہ نے بھی اسی سند سے نقل کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے اور اسی سے صاحبان صحاح ستہ بھی حجت لائے ہین اور کل ائمہ نے اسکی توثیق کی ہے اگرچہ ابو ہلال کو بعض نے اپنے تشدد سے ضعیف لکھا ہے لیکن جماعت ائمہ نے اُن سے روایت کی جن مین ابن المبارک اور وکیع اور ابن مہدی بھی تھے اور ظاہر ہے کہ حدیث ثقہ ہی سے روایت کی جاتی ہے اور ابن معین کہتے تھے کہ وہ سچے تھے اور دوسری جگہ اُن کے متعلق کہا ولیس[۱] بہ باس اور اُن کی توثیق ابو حاتم اور داؤد نے بھی کی ہے اور بخاری نے اُن سے روایت تعلیقاً جزءالقرأۃ مین کی ہے اور ائمہ اربعہ اور خالد نے بھی اور ابن حبان نے کتاب الضعفا مین لکھا ہے کہ خالد قدری اور کثیر الغلط تھے اور لائق حجت نہ تھے پھر ثقات مین لکھا ہے کہ ان سے سعید بن زید روایت کرتے تھے اور قطان کہتے تھے کہ یہ ثقہ ثابت الروایت تھے اور ابن معین کا بھی قول ہے کہ یہ ثقہ تھے اور ابو حاتم کے نزدیک یہ صالح الحدیث تھے اور اُن کا مرتبہ صادقین کا سا تھا ابن عدی کہتے تھے کہ میرے نزدیک بھی ان مین کوئی مضائقہ نہین ہے اور ان سے ایک گروہ نے حدیث روایت کی ہے ازانجملہ

[۱] اور اسمین کچھ مضائقہ نہین ۱۲ منہ

وکیع اور قطان تھے اب اگر کوئی کہے کہ یہ حضرت انس کا قول کیسے باوصف اُن کے حفظ وضبط و اتقان کے صحیح ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کچھ بعید نہین کیونکہ وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور انسان پر اکثر اس عمر مین نسیان طاری ہوجاتا ہے جیسا کہ ایک جماعت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے جن مین سب سے اول امام احمد اور آخر خطیب تھے کہ اُنھون نے کفایہ مین بسند صحیح عبدالرحمن بن ابی لیلی سے اور اُنھون نے زید بن ارقم سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ جب حضرت انس کے پاس آتے اور کہتے کہ کوئی حدیث بیان کیجیے تو وہ کہتے تھے کہ ہم تو بوڑھے ہوے بھول گئے اور حدیث رسول اللہ نقل کرنا بہت عظیم امر ہے یعنی اس مین احتیاط چاہیے آسان بات نہین ہے اور حازمی کتاب ناسخ ومنسوخ مین ابن سیرین سے روایت کرتے ہین کہ ابن المسیب نے حضرت انس سے حضرت ابن عمر کا قول قنوت فجر کے متعلق بیان کیا تو اُنھون نے کہا کہ ابن عمر نے اپنے والد کے ساتھ قنوت پڑھی لیکن وہ بھول گئے حازمی کا قول ہے کہ حضرت انس کہا کرتے تھے کہ ہم تو بوڑھے ہوے بھول گئے اب سعید ابن المسیب کے پاس آیا جایا کرو اور اُن سے پوچھا کرو اور حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح یحیی بن سعید سے نقل کیا کہ حضرت ابن عمر سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا اور وہ اُن پر مشتبہ ہوجاتا تھا تو فرماتے تھے کہ سعید ابن المسیب کے پاس جاؤ کہ وہ صالحین کے پاس بیٹھتے ہین اور امام ابوحنیفہ سے بھی حضرت انس کے بارہ مین یہی سُنا گیا ہے باینہمہ کہ صحیحین وغیرہ مین آپ کی روایت حدیث شفاعت کی حضرت انس سے شاہد جید ہے اور یہی حال حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید اور بکر بن خنیس وغیرہما کا ہے جو کبرا صوفیہ سے تھے اور اگر اُن سے بہ حجت بینہ کوئی بات ایسی ثابت ہوجائے کہ جس سے اُن کا نسیان روایت ظاہر ہوجائے تو محدثین ظاہر یہ پھر اُن لوگون کو ایسے امور سے بالکل صاف و بری ہی سمجھین معاذاللہ منہا قاسم ابن فضل حدانی عمر بن مرہ سے نقل کرکے کہتے تھے کہ مین بصرہ والون پر ان دو بزرگون کی وجہ سے غبطہ کرتا ہون ایک حضرت حسن بصری دوسرے ابن سیرین اور موسی بن اسمعیل معتمر بن سلیمان سے نقل کرتے تھے کہ اُن سے اُن کے باپ آپ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ شیخ اہل بصرہ مین اور عبدالرزاق معمر سے نقل کرکے کہتے تھے کہ مجھ سے عمرو ابن دینار کہتے تھے کہ ابوالشعثا تمھارے نزدیک زیادہ عالم ہین یا حسن مین نے کہا کہ آپ کی کیا رائے اس بارہ مین ہے اُنھون نے

ل جامع الاصول مین یہ لفظ رے کی تشدید سے ہے گو ظاہر وہ غلط لکھنے والون کے تصرف سے معلوم ہوتا ہے اسیوطے اور بعض نسخون مین نہین دیکھا گیا اور صواب بہ تخفیف را ہے ۱۲ منہ

کہا کہ ہمارے یہان تو بعضون کا مقولہ یہ ہے کہ حسن ابن عباس سے زیادہ عالم ہین حالانکہ حسن ابن عباس کے لڑکون کے برابر تھے پھر مین نے کہا کہ ابوالشعثا بھی حسن کے لڑکون کے مقابلہ مین تھے تب اُنھون نے کہا کہ ہان وہ میرے نزدیک تو اُن سے زیادہ عالم نہ تھے عبدالرزاق کہتے تھے کہ مین نے معمر سے کہا کہ تم نے حد سے بڑھا دیا تو وہ کہنے لگے کہ سائل بھی تو حد سے بڑھ گیا لہذا جیسا سوال تھا ویسا جواب ہوا محمد بن سعد کہتے تھے کہ علما کا قول ہے کہ آپ عالم جامع ورفیع وفقیہہ مامون عابد ناسک کثیر العلم فصیح جمیل وسیم تھے حافظ ابن کثیر نے کتاب البدایۃ والنہایۃ مین ان جزون مین سے بعض کو نقل کر کے لکھا ہے کہ قتادہ کہتے تھے کہ مین نے حسن بصری سے زاید فقیہہ نہین دیکھا اور یونس بن عبید کہتے تھے کہ جو شخص حسن بصری کو دیکھتا تو چاہے اُنکی بات نہ سنتا یا اُن کا عمل نہ دیکھتا لیکن اُن سے منتفع ضرور ہوتا محمد بن فضیل عاصم احول سے نقل کرتے تھے کہ اُنھون نے شعبی سے کہا کہ تم کو کچھ ضرورت تو نہین ہے مین بصرہ جاتا ہون وہ کہنے لگے ہان جب بصرہ جانا تو حسن بصری سے میرا سلام کہنا مین نے کہا مین اُن کو نہین پہچانتا کہنے لگے کہ جب بصرہ جانا تو جو شخص خوبصورت اور باہیبت تمھین نظر آئے اُسکو میرا سلام کہنا چنانچہ جب مین بصرہ مین آیا اور مسجد مین گیا تو آپ کو دیکھا کہ لوگ آپکے گرد بیٹھے تھے مین نے جاکر پہلے خود سلام کیا پھر شعبی کا سلام عرض کیا قریش بن حیان عجلی عمرو بن دینار سے نقل کر کے کہتے تھے کہ مین نے قتادہ کو کہتے سنا کہ علماء زمانہ مین حسن بصری سے کسی کو مین نے افضل نہین دیکھا سوا اس کے کہ جب اُنکو کوئی امر مشکل پیش آتا تھا تو وہ سعید بن المسیب سے لکھکر پوچھ لیا کرتے تھے یہ غالباً علم شرایع اور معرفت احکام مین ہوگا مگر اس سے ابن المسیب کی تفضیل آپ پر کمالات باطنہ اور کثرت خیرات ومبرات عند اللہ مین لازم نہین آتی ممکن ہے کہ ان کی آخر عمر مین ابن المسیب اور ان کے اقران علماء آفاق کو ظاہرا فوقیت ہوگئی ہو کسی کا مقولہ ہے کہ فضیلت اُسی کو ہوتی ہے جو متاخر ہوتا ہے واللہ اعلم قتادہ کا ایک بار کا قول یہ بھی ہے کہ ہم نے ابن المسیب سے زیادہ عالم نہین دیکھا پھر دوسرا قول ہے کہ مین نے حسن سے زاید فقیہہ نہین دیکھا غالب قطان بکر بن عبداللہ مزنی سے نقل کر کے کہتے تھے کہ جسکو ہمارے زمانہ کا اعلم علما دیکھنا منظور ہو وہ حسن بصری کو دیکھے اور حماد بن سلمہ قتادہ سے نقل کر کے کہتے تھے کہ حسن بصری سے زیادہ کوئی کامل المروت نہ تھا اور تہذیب التہذیب مین ہے کہ یونس کہتے تھے کہ مین نے کسی کو اقرب القول مع الفعل حسن بصری سے زیادہ نہین دیکھا اسحق بن سلیمان رازی ابی جعفر رازی سے وہ ربیع بن انس سے نقل کرتے تھے کہ مین حضرت

حسن بصری کے پاس دس برس گیا اور ہر دن وہ باتین سنین جو اس سے قبل کبھی نہین سُنی تھین اور ابو احمد بن عدی صاحب کامل کہتے تھے کہ مین نے حسن بن عثمان سے سُنا اُن سے ابو زرعہ کہتے تھے کہ جو کچھ حسن بصری نے قال رسول اللہ کہکر کہا اسکی مین نے اصل ثابت پائی سوائے چار حدیثون کے محمد بن سعد کہتے تھے کہ ایکبار آپ مکہ مین آئے وہان بہت لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے آپ نے حدیث بیان کی اور اُس مجمع مین مجاہد اور عطا اور طاؤس اور عمر بن شعیب بھی تھے وہ کہنے لگے کہ ہم نے ان کا سا آدمی ہی نہین دیکھا تہذیب التہذیب اور مجمع اور صفوۃ الصفوۃ مین ہے کہ جعفر بن سلیمان کہتے تھے کہ مجھ سے ابراہیم بن عیسی لشکری بیان کرتے تھے کہ مین نے کسی کو حسن بصری سے زیادہ طویل الحزن نہین دیکھا اور جب مین نے ان کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی نئی مصیبت مین گرفتار ہین یزید بن عطا نے علقمہ بن مرثد سے نقل کیا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ زہد آٹھ آدمی پر ختم ہوگیا اُن مین سے حضرت اویس قرنی اور حسن بصری کو بھی بیان کیا اور کہنے لگے کہ حسن بصری کا ایسا غمگین مین نے کسی کو نہین دیکھا اور یونس کہتے تھے کہ آپ کہتے تھے کہ مین کیونکر ہنسون جبکہ اللہ نے مجھکو میرے بعض اعمال پر خبر دیدی ہے اور کہتے تھے کہ مین تمھاری کوئی چیز قبول نہ کرون گا کیونکہ مجھے اسکی کیفیت وحالت معلوم ہوجاتی ہے اور حکیم بن جعفر کہتے تھے کہ مجھ سے مسمع کہتے تھے کہ اگر تم حسن بصری کو دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ تمام خلق کا رنج انھین پر ٹوٹ پڑا ہے علامہ محدث حلبی نے انسان العیون مین جہان اُن کا تقریباً ذکر آگیا ہے وہان لکھا ہے کہ یہ جب بیٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی قیدی ہے کہ جسکی گردن مارنیکا حکم ہوا ہے اور جب دوزخ کا ذکر ہوتا تھا تو اُن کی حالت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ دوزخ ہی کے لیے بنائے گئے ہین یوسف بن اسباط کہتے تھے کہ آپ تیس برس تک ہنسے ہی نہین اور چالیس برس تک مزاح نہین کی عبداللہ بن عمر قواریری ہیثم سے نقل کرکے کہتے تھے کہ اُن سے اشعث بن سوار کہتے تھے کہ ایک بار میرا ارادہ آپ کی ملاقات کے واسطے بصرہ جانیکا ہوا مین شعبی کے پاس آیا اور اپنا ارادہ بیان کیا اور کہا کہ آپ اُن کی کچھ صفت بیان کیجئے اُنھون نے کہا کہ جب تم بصرہ کی مسجد مین جانا اور وہان ایسے شخص کو دیکھنا جسکا مثل نہو یا اُس کا مثل تم نے دیکھا نہو تو سمجھنا کہ یہی حسن ہین اشعث کہتے تھے کہ مین جب بصرہ کی مسجد مین گیا تو کسی سے آپ کو نہین پوچھا بلکہ جو صفت شعبی نے بیان کی تھی اُسی کے موافق آپ کو پایا اور قریب جاکر بیٹھ گیا شعبی کا اشارہ یہ

لہ لشکر بالفتح وضمہ کاف نام ایک پیغمبر کا ہے علیہ السلام اور بھی ایک قبیلہ کا کذا فی المنتخب

اسطرف تھا کہ آپ اُس زمانہ مین علم اور عمل اور فضل مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے مجاہد خود شعبی سے روایت کرکے کہتے تھے کہ مین نے جن لوگون کو دیکھا اُن مین کوئی شخص بزرگ تر حسن سے نہین دیکھا اور یہ ذہبی کا بھی قول ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مین نے علما مین سے کسی کو حسن کے مثل نہین دیکھا اور اسی کو حافظ ابن جوزی نے صفوۃ الصفوہ مین بھی روایت کیا ہے اور یہی قول مجاہد اور عطار بن ابی الرباح اور طاؤس اور بکر بن عبداللہ اور ابوایوب سختیانی اور حمید الطویل اور علی بن زید اور عمر بن شعیب کا بھی ہے اور یہی کلام حضرت امام محمد باقر علی آبائہ الکرام وعلیہ الصلوۃ والسلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے حافظ ابن ناصرالدین تبیان مین اُن کے متعلق لکھتے ہین کہ شیخ الاسلام وعلامۂ زمان وعدیم النظیر اور علامہ رداد اپنی کتاب عروۃ المرشدین مین لکھتے ہین کہ سید التابعین الحسن بن ابی الحسن البصری رضی اللہ عنہ اور اُنھین کی متابعت قشاشی نے سمط المجید اور کردی نے مسالک الابرار مین کی ہے اور فخر شافعیہ شیخ الاسلام محدث فقیہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ علما کا اختلاف ہے کہ افضل تابعین کون ہے اہل مدینہ سعید بن المسیب کو کہتے ہین اور کوفہ والے اویس قرنی کو اور بصرہ والے حسن بصری کو اور اسی ابن صلاح نے علوم حدیث مین بھی نقل کیا ہے اور ملا علی قاری منح الازہر شرح فقہ الاکبر مین لکھتے ہین کہ بعضے متاخرین یعنے حافظ زین الدین عراقی کہتے تھے کہ صحیح بلکہ صواب اہل کوفہ کا قول ہے کیونکہ مسلم نے حضرت عمرؓ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ خیر التابعین ایک مرد ہے جسکو اویس کہتے ہین اور یہی مذہب شیخ عراقی کا ہے اور یافعی نے اپنی تاریخ مین اُنھین کے حال مین لکھا ہے کہ اُن کو بلاشک تمام تابعین پر شہادت امام المرسلین وسید النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت دی گئی ہے اور ایسا ہی تقریب مین بھی سید التابعین کے حال مین لکھا ہے اور اُسی پر شارح عقیدہ مالکیہ اور شریف احمد بن محمد حنفی نے شرح ارجوزہ بیقونی مین اور علی قاری نے مرقاۃ مین حدیث خیر التابعین کے بیان مین لکھا ہے کہ اُن کو یہ فضیلت اس حیثیت سے ہے کہ یہ مخضرمین سے تھے اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرنے کے لیے مانع شرعی تھا امام نووی کہتے تھے کہ یہ حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہی خیر التابعین تھے اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کا قول ہے کہ افضل التابعین سعید ابن المسیب تھے اس سب کا جواب یہ ہے کہ مطلب سب لوگون کا یہ ہے کہ سعید علوم شرعیہ یعنی تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہا مین افضل ہین نہ کثرت ثواب من عند اللہ مین اور شرح حصن الحصین مین اُن کے حال مین لکھا ہے کہ یہ اجلاء تابعین

سے تھے بلکہ بعضون کا قول ہے افضل التابعین تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ خیر التابعین اویس قرنی
تھے جیسا کہ حدیث مین ہے اور افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے ورنہ کوئی شک نہین کہ
حسن فضیلت مین اویس سے زائد تھے اور ایسا ہی ابن المسیب وغیرہ تابعین سے بھی منقول
ہے اور شرح شمائل ترمذی مین اُن کے حال مین لکھا ہے کہ یہ افضل تابعین بلکہ افضل افضل
تابعین تھے ابو عوانہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین جتنے فقیہون کے
پاس بیٹھا اُن سب سے بزرگ مین نے حسن ہی کو پایا عبید اللہ بن عمر قواریری حاتم بن وردان
سے نقل کرتے ہین کہ ایک روز ہم سب ایوب کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ایک
حدیث حضرت حسن بصری کی مرویہ فلان فلان باب کے متعلق پوچھی پھر ہنسنے لگا ایوب اُسپر اسقدر
غصہ ہوے کہ ایسا مین نے کبھی اُن کو غصہ ہوتے نہین دیکھا اور اُسی حالت مین وہ پوچھنے
لگے کہ تو کیون ہنسا اُس شخص نے کہا اے ابو بکر کسی وجہ سے نہین بعد اسکے ایوب نے کہا
کہ بخدا مین نے حسن سے زیادہ فقیہہ شخص نہین دیکھا عبد الرحمن بن المبارک حماد بن زید سے
نقل کرتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے ایوب کو کہتے سنا کہ حضرت حسن بصری وہ باہیبت
شخص تھے جن کے پاس اگر کوئی تین برس بیٹھتا تو بھی ہیبت سے کچھ پوچھ نہ سکتا علامہ ذہبی
میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ حسن بن یسار بصری مولی الانصار اپنے وقت مین سید التابعین
بذاتہ ثقہ اور علم و عمل مین حجت اور عظیم القدر و منزلت تھے اُن سے ایک غلطی مسئلہ قدر مین ہو گئی
تھی اور وہ اُن کی مقصود بذاتہ نہ تھی اسیوجہ سے کچھ لوگون نے اُن کے متعلق اعتراضات کیے ہین
اور وہ قابل توجہ نہین ہین کیونکہ جب اُن سے مواخذہ کیا گیا تو اُنھون نے اپنی برارت ظاہر کی
پھر اُن سے پوچھا گیا کہ حضرت آدم علیہ السّلام جنت کے لیے بنائے گئے تھے یا زمین کے لیے
اُنھون نے کہا زمین کے لیے پھر پوچھا گیا کہ اُن کو یہ قدرت تھی کہ جنتی ہو جاتے اور زمین پر نہ رہتے
اُنھون نے کہا نہین تو یہ اشارہ اس مسئلہ کے سر کی طرف ہے کہ انسان کو یہ قدرت نہین کہ مستقیم
رہ سکے تا وقتیکہ اللہ اُسے مستقیم رکھنا نہ چاہے البتہ یہ کثیر التدلیس تھے جب کسی حدیث مین عن
فلان کہتے تھے تو وہ ضرور ضعیف ہوتی تھی اور خاصکر اُس شخص سے جس سے اُنھون نے
سنا ہی نہین جیسے ابو ہریرہ وغیرہ اسی وجہ سے علما نے اُن کی روایت کو حضرت ابی ہریرہ سے
حدیث منقطع مین شمار کیا ہے واللہ اعلم اور علامہ ابن حجر تقریب التہذیب مین لکھتے ہین کہ حسن
بن ابی الحسن البصری ثقہ اور مشہور فاضل تھے اور ارسال اور تدلیس بہت کرتے تھے بزاز کہتے تھے

کہ یہ اُس گروہ سے روایت کرتے تھے جن سے سُنا ہی نہ تھا اسی وجہ سے تجوز کرجاتے تھے اور کہدیتے کہ حدثنا و خطبنا یعنی ضمیر انا سے مراد قوم بصرہ تھی کو لیتے تھے اور یہ ارکین طبقۂ ثالثہ سے تھے کاتب الحروف کے نزدیک قدر کا اُن پر محض اتہام ہے ابو داؤد نے اپنی سنن مین اسکی رد ایک گروہ ائمہ سے نقل کی ہے رہا ارسال و تدلیس تو اُس کے متعلق قناشی رحمتہ اللہ علیہ نے سمط الجید مین لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری کو جو لوگ کہتے ہین کہ یہ تدلیس کرتے تھے لیکن ثقہ تھے اور یہ بات مقرر ہے کہ ثقہ جب اپنی روایت مین اپنے شیخ کے وہ لفظ بیان کرے جو صریح بھی سننے پر دلالت کرتی ہو جیسے سمعت یا حدثنی تو اس کی روایت مقبول ہوگی اور اسناد بھی متصل ہونگے کیونکہ وہ ثقہ ہے اور اُس نے سمعت کی لفظ کہی ہے تو جب سماع صحیح ہوا تو خادشین اکا خدشہ متعلقہ بہ وصل خرقہ منتفی ہوگیا اور یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جب خدشہ کا سبب منفی ہوا اور اُسکو کسی افضل شخص نے ملایا ہو جو ثقہ اور فقیہہ ہوا تو جس چیز کے انقطاع کا حکم دیا جائیگا وہ مرفوع اور موصول ہوگی امام نووی تقریب مین لکھتے ہین کہ مدلس اور صحیح کی روایت مین تفصیل ہے جسکی روایت لفظ محتمل سے ہو اور اُس مین سماع کا بیان نہو وہ مرسل ہے اور جس نے سماع کو بھی بیان کردیا یعنی لفظ سمعت یا حدثنا و اخبرنا وغیرہ کہدے وہ مقبول ہے اور اُس سے حجت بھی لائی جائیگی صحیحین وغیرہ مین اس قسم کی حدیثین بہت آئی ہین جیسے قتادہ اور دونون سفیانون وغیرہم سے اور جو کچھ صحیحین وغیرہ مین تدلیس بعن آئی ہین وہ ثبوت سماع اور جہت پر محمول سمجھی جائینگی ملا علی قاری شرح الشرح نخبہ مین حدیث مرسل نے بیان مین لکھتے ہین کہ جمہور علما کا قول ہے کہ حدیث مرسل مطلقاً حجت ہے بر بناء ظاہر حال راوی اور اسکے ساتھ اس امر کے حُسن ظن کے کہ وہ راوی اُس حدیث کو کسی صحابی سے روایت کرتا ہے اور اس کا نام کسی وجہ سے حذف کرتا ہے جسطرح کہ وہ اُس حدیث کی روایت ایک جماعت صحابہ سے کرے چنانچہ حضرت حسن بصری کہتے تھے کہ مین جسوقت کسی حدیث کو ستر صحابیون سے سُنکر بیان کرتا ہون تو وہان مطلقاً اُسکو بیان کردیتا ہون کسی کا خاص نام نہین لیتا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام تو آپ خاصکر حجاج کے خوف سے حذف کردیا کرتے تھے مسلم الثبوت مین ہے کہ آپ کہتے تھے کہ جب مین تم سے کہون حدثنی فلان تو وہ حدیث اُسی شخص کی ہوگی اور جب کہون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ستر صحابیون سے ہوگی اب اگر کوئی کہے کہ حکم بالارسال وغیرہ بھی ایک نوع کی تعدیل ہے اور جرح تعدیل پر مقدم رکھی جاتی ہے تو اُس کا جواب یہ ہے

کہ یہ وہان ہوتا ہے جہان جرح ثابت بہ سبب ہو ورنہ جرح ہی مقبول نہ ہوگی علما نے
اصول مین اسکی تحقیق کی ہے اور اس مین شک نہین کہ جو شخص جرح بہ ارسال کرتا ہے یا قدح
باتصال تو وہ کوئی دلیل قاطع اُسکے سبب مین نہین لاتا بلکہ اُس کی بنیاد عدم اصلی پر ہے تو
وہ مقبول نہوگی کیونکہ اعتبار مزید علم ہے اور زیادت علم باعث تقدیم جرح ہوتی ہو اور یہی وصل مین
ہوتا ہے **فائدہ** جب کوئی راوی راویان حدیث سے درمیان سے ساقط نہوا اور اُسکے اسناد
ملے رہین تو وہ حدیث حدیث متصل کہی جائیگی اور اُس عدم سقوط کو اتصال کہین گے اور اگر ایک
یا ایک سے زائد راوی ساقط ہو جائے تو وہ حدیث حدیث منقطع کہی جائیگی اور اس سقوط کو
انقطاع کہین گے اور سقوط یا اول سند سے ہوتا ہے یا آخر سے اُس تابعی کے بعد سے جو
صحابی ہو یا علاوہ اُس کے اس کی دو قسمین ہین پہلی قسم کو معلق کہین گے اور اس اسقاط کو تعلیق
خواہ ساقط ایک ہو یا زیادہ اور کبھی سب راوی گرا دیتے ہین اور کہتے ہین مثلاً قال رسول اللہ تو یہ
تعلیق صحیح بخاری کے تراجم مین بہت آئی ہے اور تعلیق کے حکم مین تفصیل بھی ہے محدثین کہتے
ہین کہ اگر یہ اس کتاب مین ہو جسکی صحت کا التزام کیا گیا ہو جیسا کہ صحیح بخاری مین ہے تو جو لفظ بصیغہ
جزم اور معلوم ہووے جیسا کہ قال فلان یا ذکر فلان کیونکہ یہ اُس شخص کے نزدیک ثبوت اسناد
پر دلالت کرتا ہے اور جو بصیغہ جزم نہو بلکہ بصیغہ تمریض یا مجہول کے آوے جیسے قیل یا یقال تو
اسکی صحت مین کلام ہے لیکن چونکہ وہ ایسی کتاب مین لایا ہے لہذا اسکی کوئی اصل ضرور ہوگی اسیواسطے
محدثین کا مقولہ ہے کہ بخاری کے تعلیقات یا صحیحہ ہین یا متصلہ اور یہ وہان ہے جہان اُنھون نے
اپنے شیخ کے علاوہ اور کسی کی طرف نسبت کی ہے اور اگر اپنے ہی شیخ کی طرف نسبت کی ہے
کہ جس سے سننا ثابت ہے تو وہ عنعنہ کا حکم رکھے گا نہ تعلیق کا اور دوسری قسم کہ جسمین راوی تابعی
کے بعد آخر سند سے گر گیا ہو اُسکو حدیث مرسل کہین گے اور اس گر جانے کو ارسال جیسے تابعی
کہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بعضے محدثین کے نزدیک مرسل اور منقطع مترادف
ہین مگر پہلی اصطلاح فقہا و محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور ہے اور مرسل کا حکم جمہور کے
نزدیک توقف کا ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ جو گر گیا ہو وہ تابعی ہی ہو کیونکہ تابعی کی روایت
دوسرے تابعی سے بہت آئی ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً
مقبول ہے اور اسکی وجہ وہ یہ فرماتے ہین کہ ارسال بسبب کمال وثوق و اعتماد کے ہوتا ہے
اسواسطے کہ وہ ثقہ کے کلام مین واقع ہوا ہے اگر اُس کے نزدیک وہ صحیح نہوتا تو وہ ارسال

نہ کرتا اور نہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا اور امام شافعی کے نزدیک جب حدیث مرسل کسی اور دوسرے طریقہ سے قوت پا جاوے تو وہ اگرچہ مرسل ہوگی مگر مقبول ہو جاوے گی امام احمد کے اس مین دو قول ہین ایک مین مقبول ہونا پایا جاتا ہے اور دوسرے مین توقف مگر یہ سب اُس صورت مین ہے کہ جب معلوم ہو کہ وہ تابعی سوا ثقہ لوگون کے دوسرے سے ارسال نہین کرتا ہے اور اگر اُسکی عادت ثقہ اور غیر ثقہ سب سے ارسال کرنے کی ہو تو ایسے مرسل کا حکم بھی توقف ہی کا ہوگا اور تدلیس کے لغوی معنے بیچنے کے وقت کسی چیز کے عیب چھپانے کے ہین اور بعضے کہتے ہین ملجانا اندھیرون کا اور اُن کی شدت کہ جو سبب اشتباہ ہو اور تدلیس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے اور اُس شیخ سے جو بالاتر ہو اُس سے روایت کرے اور ایسے الفاظ لائے جس سے سننے کا وہم بھی ہو اور نہ سننے کا بھی جیسے کہے عن فلان و قال فلان اور ایسی روایت اپنے زمانہ والے اور ملاقاتیون سے بھی ہوتی ہے بلکہ ان سے بھی کہ جو اُن سے سنے لیکن اس حدیث کے متعلق سننا نہین کہا جائیگا اور اس قسم کی دریافت اُن خاص علما کا کام ہے جن کا علم وسیع ہو اور معرفت تام اور جمہور علما کے نزدیک تدلیس مذموم اور مکروہ ہے مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ مدلس تدلیس سوا ثقہ شخص کے دوسرے سے نہین کرتا چنانچہ اُسکا بعضے اکابر کو توثق صحت حدیث اور استغنا شہرت حال کی وجہ سے ہوا ہے اگرچہ ان کے علاوہ لوگون کی اور غرضین جا ہے ہون جیسے اپنے شیخ سے سماع کا مخفی کرنا بوجہ کمسنی اور قدر و منزلت نہونے کے کہ جو باعث طعن کا ہو جاتا ہے اسیواسطے اس کا نام تدلیس رکھا گیا اور درحقیقت تدلیس کا حکم ماننے اور نہ ماننے مین حدیث مرسل کا سا ہے انتہی کذا فی صراط المستقیم

شرح سفر السعادت للشیخ عبد الحق محدث الدہلوی یہ کلام تو حضرات علما ظاہر کا آپ کے ظاہر حال کے متعلق تھا اب مرتبۂ باطنی کا حال سنا چاہیئے تذکرۃ الاولیا مین آپ کی توبہ کا یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ روم گئے اور وہان وزیر روم کی خدمت مین حاضر ہوے تھوڑی ہی دیر بیٹھے گذری تھی کہ وزیر نے کہا کہ مین ایک جگہ جاتا ہون تم چلو گے آپنے کہا اچھا وزیر نے حکم دیا گیا کہ انکے واسطے بھی ایک گھوڑا لاؤ چنانچہ یہ بھی سوار ہو کر جنگل گئے وہان دیکھا کہ ایک خیمہ دیبای رومی کا نصب ہے جسکی رسیان ابریشم کی اور میخین سونے کی ہین ایک مسلح فوج خیمہ کے گرد آئی اور کچھ کہکر واپس چلی گئی پھر چند بزرگ بڈھے لوگ دیکھے جنھون نے بھی آکر خیمہ کے گرد پھر کر کچھ کہا اور چلے گئے پھر حکما اور منشی قریب چار سو کے آئے اُنھون نے بھی خیمہ کے گرد پھر کر کچھ کہا اور چلے گئے اُنکے بعد خوبصورت لونڈیان دو سو کے قریب آئین اور ہر ایک کے پاس

طبق زر و جواہر کا بھرا ہوا تھا وہ بھی خیمہ کے گرد پھر کر چلی گئین اسکے بعد بادشاہ و وزیر دونون خیمہ مین گئے اور باہر نکل آئے آپ کہتے تھے کہ مین متحیر رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے مین نے وزیر سے پوچھا اُس نے کہا کہ قیصر کا ایک بیٹا تھا بڑا خوبصورت اور سب علوم مین کامل اور شجاع باپ اُسپر ہزار جان سے عاشق تھا دفعتاً وہ ایسا بیمار ہو گیا کہ اطبا اُسکے علاج سے عاجز آ گئے آخر وہ مر گیا وہی یہان دفن ہے اور ہر سال ایک بار سب اُس کی زیارت کو آتے ہین پہلے جو سپاہ تم نے دیکھی وہ اُس خیمہ کے گرد پھر کر کہتی ہے کہ اے شاہزادہ اگر تیرا یہ حال جو تجھے پیش آیا ہم لڑائی سے دفع کر سکتے تو ہم سب تجھپر جان نثار کر دیتے اور تجھے اُس سے چھڑا لیتے لیکن یہ کام تو اُس کا ہے جس سے کوئی لڑ نہین سکتا (یعنی جناب باری تعالی شانہ کا) پھر حکما اور منشی آ کر کہتے ہین کہ اے شاہزادہ اگر عقل و حکمت اور باریک بینی سے تیرا یہ حال دفع ہو سکتا تو ہم حاضر تھے دفع کر دیتے یہ کہکر وہ لوگ چلے جاتے ہین پھر بزرگان دین آ کر کہتے ہین کہ اے شہزادہ اگر سفارش اور رد و لے سے یہ حال ہم تجھ سے دفع کر سکتے تو دفع کر دیتے لیکن یہ تو ایسے کا کیا ہوا ہے جہان ایسے وقت کے لیے کہنا سننا رونا پیٹنا کچھ کام نہین آتا (یعنی موت کسی کے ٹالے نہین ٹلتی ہے) پھر لونڈیان طبق زر و جواہر لے کر آتی ہین اور کہتی ہین کہ اے شاہزادہ اگر مال و جمال سے تم بچ سکتے تو ہم سب اپنے آپکو اور اس مال کو بتر قربان کر کے تمکو اس سے بچا لیتے پھر بادشاہ اور وزیر خیمہ مین جاتے ہین اور بادشاہ کہتے ہین کہ اے جان پدر تیرے باپ کے ہاتھ مین کیا ہے تیرے لیے مین بہت بڑا لشکر لایا اور عقلا اور بزرگون اور خوبصورتون کو بھیجا اور طرح طرح کے مال اور نعمتین لایا اگر ان تدبیرون سے اس حادثہ موت کا دفع ہونا ممکن ہوتا تو یہ سب حاضر تھا اور اس سے زیادہ اور جہانتک ممکن ہوتا اُس سے دریغ نہوتا لیکن یہ کام تو اُس کا ہے جسکے قبضۂ قدرت مین تیرا باپ ہے ہمارا تجھپر سلام ہو بس یہ کہکر سب پلٹ آتے ہین اور ہر سال یہی ہوا کرتا ہے اس بات کا اثر آپکے دل پر ایسا ہوا کہ آپ بالکل از خود رفتہ ہو گئے اور بصرہ واپس آ کر قسم کھائی کہ اب دنیا مین نہ ہنسون گا اور عبادت اور مجاہدہ مین اپنے آپ کو ایسا مصروف رکھون گا کہ ویسا اور کوئی نہو گا چنانچہ ستر برس تک آپکا وضو سواے حاجت کے وقت کے نہین ٹوٹا اور گوشہ نشینی اختیار کی ایسا کہ سرآمد فقراے زمانہ ہوے ایک دن ایک شخص کہنے لگا کہ حسن ہمارے سردار اور ہم سے بہتر کیون ہو گئے تب ایک بزرگ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ تمام خلق کو اُن کے علم کی حاجت ہے اور اُن کو سواے خدا کے کسی کی حاجت نہین **نقل** آپ

ہفتہ مین ایک بار وعظ کہا کرتے تھے اور مجلس مین جب حضرت رابعہ بصری کو نہ دیکھتے تو وعظ کہنا ترک کردیتے لوگ عرض کرتے کہ اتنے بزرگ اور بڑے بڑے لوگ تو آئے ہین اگر ایک بوڑھیا نہ نہ آئی تو کیا ہوگا آپ وعظ کہیے آپ اُسکے جواب مین کہتے کہ بیشک مگر جو شربت کہ ہم ہاتھیون کے حوصلہ کے موافق بناتے ہین وہ چیونٹیون کو کیسے پلادین اور جب وعظ مین جوش مین آجاتے تو رابعہ کی طرف دیکھکر فرماتے کہ یہ گرمی تمھارے دل کی گرمی سے ہے ایکبار آپ سے لوگون نے پوچھا کہ اس وعظ کے مجمع سے آپ بھی کچھ خوش ہوتے ہین کہنے لگے کہ مین کثرت اور مجمع سے تو خوش نہین ہوتا البتہ اگر کوئی جلا بھُنا آجاتا ہے تو اُس سے خوش ہوجاتا ہون لوگون نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے اور مسلمان کون آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہونا تو کتاب مین لکھا ہے اور مسلمان لوگ قبر مین گئے پھر لوگون نے پوچھا کہ اصل دین کیا ہے آپنے کہا ورع پھر لوگون نے پوچھا کہ ورع کو کون چیز خراب کرتی ہے کہا لالچ پھر لوگون نے پوچھا کہ جنات عدن کیا ہے کہا ایک مکان ہے سونے کا جسمین سوا پیغمبر یا صدیق یا شہید یا بادشاہ عادل کے اور کوئی داخل نہین ہوگا پھر لوگون نے پوچھا کہ جو طبیب خود ہی بیمار ہو تو وہ دوسرون کی دوا کیا کرے گا کہا کہ پہلے وہ اپنی دوا کرلے تب دوسرون کی دوا کرے پھر فرمایا کہ میری بات سنو میرا علم تم کو فائدہ دیگا اور میری بے علمی تم کو نقصان نہ کرے گی تب لوگون نے کہا کہ ہمارے دل تو سوتے ہین آپ کی بات اُن مین اثر نہین کرتی کیا کرین فرمایا کہ تمھارے دل سوتے نہین ہین بلکہ مرے ہوئے ہین سوتا آدمی تو ہلانے سے جاگ پڑتا ہے اور مردہ جگتا ہی نہین پھر لوگون نے کہا کہ ایک قوم وعظ کے ذریعہ سے ہم کو اتنا ڈراتی ہے کہ ہمارے دل خوف سے ٹکڑے ہوئے جاتے ہین کہنے لگے کہ ٹھیک ہے آج تو ڈرانے والون کے ساتھ رہو اور کل خوف مین لوگون نے کہا کہ ایک قوم آپکی بات کو اس غرض سے یاد رکھتی ہے کہ اُسپر اعتراض کرے اور عیب نکالے کہنے لگے کہ ہان مین نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے مین فردوس اعلی اور مجاورت حق تعالی کی تمنا کرتا ہون مگر لوگون سے بچنے کی طمع نہین کرتا کہ ان کا پیدا کرنیوالا ہی اُن کی زبان سے نہین بچا ہے تو مین کہان لوگون نے کہا بعضے کہتے ہین کہ خلق کو دعوت اُسوقت کرنا چاہیے جب کہ اپنا نفس پاک ہو کہنے لگے کہ شیطان تو اس آرزو ہی مین ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہوجائے لوگون نے پوچھا کہ مومن حسد کرتا ہے کہنے لگے کہ ہان یوسف علیہ السلام کے بھائیون کو کیا بھول گئے ہو لیکن جب رنج دل سے نکال ڈالے تو پھر کوئی نقصان نہین نقل ایک بدوی نے آپ سے پوچھا کہ صبر کیا ہے

کہنے لگے کہ صبر دو طرح پر ہوتا ہے ایک بلا اور مصیبت پر دوسرے اُن چیزون پر جنکی اللہ نے
ہمکو ممانعت کی ہے اور جیسے کہ صبر کی تعریف بیان کرنا چاہیے تھی وہ بیان کی بدوی نے
کہا کہ مین نے آپ سے زیادہ زاہد اور صابر نہین دیکھا آپنے کہا کہ میرا زہد تو بالکل میل سے ہے
اور صبر جزع سے ہے تب بدوی نے کہا کہ اس بات کے معنی مین نہین سمجھا اور میرا اعتقاد
سُست ہو گیا تب آپنے کہا کہ میرا صبر بلا پر طاعت مین دوزخ کے خوف سے ہے اور یہی جزع
ہے اور دنیا مین زہد آخرت کی رغبت سے ہے اور یہی حصہ طلبی ہے صبر اُس شخص کا قوی ہے
جو اپنا حق چھوڑ دے تاکہ اُس کا صبر اللہ ہی کے لیے ہو نہ جسم کے دوزخ سے بچانے کے لیے
اور زہد بھی خدا کے لیے ہو نہ بہشت مین جانے کے لیے یہی علامت اخلاص ہے اور انسان کو علم
نافع اور عمل کامل اور اخلاص اور قناعت شبع اور صبر ظاہر چاہیے اور جسمین یہ باتین ہون تو بھی
معلوم نہین کہ اُسکے ساتھ کیا واقع ہو اور فرماتے تھے کہ بکری آدمی سے زیادہ آگاہ ہے اسوجہ سے
کہ چرانے والیکی آواز اُسکو چرنے سے روک دیتی ہے اور آدمی کو اللہ کی بات اپنے مطلب سے
نہین روکتی اور فرماتے تھے کہ بُرون کے پاس بیٹھنے سے انسان اچھون سے بدگمان ہو جاتا
ہے اور کسی کو شراب پینے کے لیے بلانا مین اس سے اچھا جانتا ہون کہ اُسکو دنیا کے لیے
بلاؤن اور معرفت یہ ہے کہ اپنے مین ذرہ برابر خصومت کسی سے نہ پائے اور بہشت جاودانی
جسکی انتہا نہین وہ اس چند روزہ عمل سے نہین ملتی بلکہ اچھی نیت سے ملتی ہے پہلے بہشتی لوگ
بہشت دیکھکر سات ہزار برس بیہوش رہین گے اسواسطے کہ حق تعالیٰ اُن پر اپنی تجلی فرمائے گا وہ اگر
اُسکے جلال کو دیکھین گے تو مست ہیبت ہو جائینگے اور اگر جمال دیکھین گے تو وحدت مین ڈوب جائینگے
اور منکر آئینہ ہے جو تمھاری نیکی و بدی کو دکھا دیتا ہے اور جو شخص بے حکمت سے بات کرے تو وہ
آفت ہے اور جسکا سکوت خیال و غور سے نہو وہ سب شہوت و غفلت ہے اور جو نگاہ عبرت سے
نہ پڑے وہ سب لہو و لعب ہے اور توریت مین ہے کہ جس نے قناعت کی وہ خلق سے بے نیاز
ہوا اور جس نے خلق سے گوشہ نشینی اختیار کی وہ بچا رہا اور جس نے شہوت کو زیر کیا وہ آزاد رہا اور
جس نے حسد سے ہاتھ اُٹھایا اُس سے مودت ظاہر ہوگی اور جس نے چند دنون صبر کیا اُس نے
ہمیشہ کے لیے نفع پایا اور عقلمند لوگ اسوقت تک چپ رہتے ہین جب تک کہ اُن کے دل نہین بولنے
لگتے پھر وہ بات دل سے زبان پر آتی ہے اور ورع کے تین مرتبہ ہین ایک تو وہ کہ انسان کوئی
بات نہ کہے مگر حق خواہ غصہ سے یا رضامندی سے دوسرے یہ کہ اپنے اعضا کو اُن چیزون سے

بچائے رکھے جن مین خدا کی خفگی کا خیال ہو تیسرے یہ کہ اُس کا ارادہ ایسی چیز کا ہو جسکی اللہ نے
رضا دی ہو اور ذرہ برابر ورع ہزار سال کے نماز و روزہ سے بہتر ہے اور فاضلترین امور
فکر اور ورع ہے اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مجھ مین نفاق نہین ہے تو مین اپنے آپ کو تمام
سب سے زیادہ دوست رکھون اور ظاہر و باطن کا خلاف ہونا یہ بھی نفاق کی علامت ہے اور
کوئی مسلمان ایسا نہین ہوا ہے اور نہو گا کہ جو اپنے اوپر اس خیال سے خوف زدہ نہو کہ کہین
مین منافق نہون اور جو کہے کہ مین مومن ہون وہ یقیناً مومن نہین ہے بلکہ منافق ہے اور مومن وہ
ہے جسمین آہستگی ہو اور اُس شخص کا سا نہو کہ جو کچھ چاہے کر گذرے یا جو زبان پر آئے کہہ بیٹھے
اور تین آدمیون کی غیبت ناجائز نہین ایک صاحب ہوا دوسرے فاسق تیسرے امام ظالم اور
غیبت کے کفارہ مین استغفار کافی ہے اور غریب بنی آدم تو راضی ہو گیا ایسے گھر سے جسکے حلال
کا حساب اور حرام پہ عذاب ہے اور آدمی کسی حال مین دنیا سے نہین جاتا بغیر ان تین حسرتون
کے ایک یہ کہ جمع کرنے سے آسودہ نہین ہوتا دوسرے یہ کہ امیدین پوری نہین ہوتین تیسرے
یہ کہ کوئی توشہ اس راہ کے لیے نہین لیا جو درپیش ہے ایک شخص نے آپ سے کہا کہ فلان شخص
کی جان نکلتی ہے آپنے کہا کہ ایسا نہ کہو وہ تو ستر برس سے جان کندنی مین ہے اب جان کندنی
سے چھوٹ جائیگا اور فرماتے تھے کہ سبک روون نے نجات پائی اور گران بار ہلاک ہوے
اور اللہ بخشنے اُن لوگون کو جنکے پاس دنیا امانت تھی اور وہ اُنھون نے پھیر دی اور سبکسار چلے گئے
اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک عقلمند وہ ہے جو دنیا کو خراب کر کے آخرت بنائے اور
آخرت کو بگاڑ کر دنیا نہ بنائے اور جس نے اللہ کو پہچانا اُس نے اُسکو دوست بنا لیا اور جس نے
دنیا کو پہچانا اُس نے اُن کو دشمن بنا لیا اور کوئی گھوڑا کڑی لگام کے لائق نفس سے زیادہ
دنیا مین نہین ہے اور اگر دنیا کو دیکھنا چاہتے ہو کہ تمھارے بعد کیسی ہو گی تو دیکھو کہ اورون کے
مرنے کے بعد کیسی ہے خدا کی قسم بت پرستون نے بتون کو دنیا کی محبت سے پوجا لہذا بت پرست
ہوے اور جو لوگ کہ تم سے پہلے تھے اُنھون نے اس نامہ کی قدر جانی ہے جو اللہ نے اُن کو
دیا کہ رات کو وہ اُسے دیکھتے اور دن کو اُسپر عمل کرتے اور تم نے اُسکو درست تو کیا لیکن اُسپر عمل
نہین کیا بلکہ اُس کے زیر و زبر اور حروف سب درست کئے مگر اُسے دنیا کا بازنامہ بنا دیا خدا
کی قسم چاندی سونے کو وہی عزیز رکھتا ہے جسکو اللہ ذلیل کرتا ہے اور جو احمق کہ کسی قوم کو دیکھے
کہ وہ اُسکے پیچھے چلتے ہین تو سمجھو کہ اس کا دل ٹھکانے نہین رہا اور جو تم کچھ کسی سے کہو تو اولاً خود

اُسپر عمل کرلو اور جو شخص کہ اور لوگون کی باتین تمھارے سامنے کرے تو سمجھ لو کہ وہ تھاری باتین ضرور اور ون سے جاکر کہے گا اور ہمارے اصحاب ہم کو جورو بچون سے زیادہ عزیز ہوتے ہین کیونکہ وہ دین کے یار ہوتے ہین اور جورو بچہ دنیا کے یار اور دین کے دشمن اور جو کچھ آدمی اپنے اور اپنے مان باپ پر خرچ کرتا ہے اس کا بھی حساب ہوتا ہے سوا اُس کھانے کے کہ جو مہمانون اور دوستون کو کھلاے کہ اسکا حساب نہین ہوتا اور جس نماز مین قلب حاضر نہو وہ عقوبت سے زیادہ نزدیک ہوتا ہے لوگون نے پوچھا کہ خشوع کیا چیز ہے فرمایا کہ وہ دہشت جو دل مین ٹھہر جاے پھر لوگون نے پوچھا کہ ایک شخص ہے جو بیس برس سے جماعت کی نماز نہین پڑھتا اور نہ کسی سے ملتا ہے آپ اُس کے پاس گئے اور جاکر فرمایا کہ تم نماز کیون نہین آتے اور لوگون سے کیون نہین ملتے وہ کہنے لگا کہ مجھے معذور سمجھو مین مشغول ہون پوچھا کس سے کہنے لگا کوئی میری سانس ایسی نہین نکلتی ہے کہ جس سے نعمت مجھے نہ پہونچتی ہوا ور گناہ مجھ سے نہ سرزد ہوتا ہو تو مین اُس نعمت کے شکر اور اس معصیت کے عذر مین مشغول ہون آپ نے فرمایا کہ ایسے ہی رہو اور تم ہم سے بہتر ہو لوگون نے پوچھا کہ آپ کبھی خوش بھی ہوے فرمایا کہ ایک دن مین کوٹھے پر بیٹھا تھا مین نے سُنا کہ پڑوس مین ایک عورت اپنے خاوند سے کہتی تھی کہ پچاس برس کے قریب ہوے کہ مین تمھارے گھر مین ہون جو کچھ ہوا یا نہوا اُسپر مین نے صبر کیا اور سردی اور گرمی برائی مگر تم سے زیادہ نہین مانگا اور تمھارے نام و ناموس کی حفاظت کی اور کسی سے گلہ شکوہ نہین کیا یہ سب کچھ تابعداری کی لیکن یہ بات مجھ سے نہ اُٹھ سکے گی کہ تم میرے ہوتے ہوے کوئی اور عورت لے آؤ مین نے یہ ساری خدمت اسواسطے کی ہے کہ تم مجھے دیکھو اور مین یہ نہین کہ تم اور عورت کرلو اگر ایسا کروگے تو مین جاتی ہون اور امام سلیمن کا دامن پکڑتی ہون یہ سُنکر مین ایسا خوش ہو گیا کہ میرے آنسو بہنے لگے مین نے ڈھونڈھا کہ اُس کی مثال کہین قرآن شریف مین بھی ملے

تو یہ آیت ملی کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ یعنی حق تعالے فرماتا ہے کہ مین سب گناہ بخش دون گا لیکن اگر گوشۂ دل سے دوسرے کی طرف میل ہو گا تو وہ ہرگز نہ بخشون گا۔ **نقل** کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیسے ہو آپ نے کہا کہ اُس قوم کا حال کیا ہو گا جو دریا مین ہو اور کشتی ٹوٹ جاے اور ہر شخص ایک ایک لکڑی پر رہ جاے وہ کہنے لگا یہ تو بہت سخت حال ہے فرمایا کہ بس میرا بھی حال ایسا ہی ہے **نقل** عید کے دن آپ ایک جماعت پر ہو کر گذرے دیکھا کہ وہ سب ہنس رہے اور کھیل رہے ہین فرمایا کہ ان لوگون سے تعجب معلوم ہوتا ہے

کہ یہ ہنستے ہین اور اُن کو اپنی حقیقت کی خبر نہین ہے **نقل** آپ نے ایک شخص کو قبرستان مین روٹی کھاتے دیکھا فرمایا کہ یہ منافق ہے لوگون نے کہا کیون فرمایا کہ جسکو ان مردون کے سامنے یہ خواہش ہوتی ہے تو سمجھو کہ اسکو موت اور آخرت کا ایمان نہین اور یہی منافقون کی علامت ہے **نقل** آپ مین شکستگی اسقدر تھی کہ جسکو دیکھتے اُسکو اپنے سے بہتر جانتے ایک دن دریا کے کنارہ چلے جاتے تھے ایک حبشی کو دیکھا کہ اسکے پاس ایک عورت بیٹھی ہے اور ایک قرابہ رکھا ہوا ہے اور اُس سے وہ پی رہا ہے ان کے دل مین خیال آیا کہ کیا یہ شخص مجھ سے بہتر ہے پھر خیال آیا کہ نہین یہ تو مجھ سے اچھا نہو گا کہ ایک عورت کے سامنے قرابہ پی رہا ہے اسی خیال مین تھے کہ ایک بہت بڑی کشتی بھونچکر دریا مین بھری اور ڈوب گئی سات آدمی اُس مین تھے وہ حبشی پانی مین گیا اور اُن سب آدمیون کو نکال لایا اور ان کی طرف مُنھ پھیر کر کہنے لگا کہ اگر مجھسے بہتر ہو تو اُٹھو چھ کو مین نکال لایا ایک کو تم نکال لاؤ اے امام المسلمین یہ عورت میری مان ہے اور اس قرابہ مین پانی ہے جو مین پیتا تھا مین نے تمھارا امتحان کرنا چاہا تھا کہ اندھے ہو یا آنکھون والے معلوم ہوا کہ تم اندھے ہو آپ اُس کے پیرون پر گر پڑے اور معذرت کی اور سمجھے کہ یہ خدا کیطرف سے ہے اور فرمایا کہ اے شخص جیسے اِن لوگون کو تو نے پانی سے نکالا ویسے مجھے بھی پندار کے دریا سے نکال وہ کہنے لگا تیری آنکھ روشن ہو جائے اُسوقت سے پھر اپنے کو آپ کسی سے اچھا نہین سمجھے ایک بار آپنے ایک کتا دیکھا کہنے لگے کہ الٰہی مجھے اس کتے کی بدولت قبول کرلے کسی نے پوچھا کہ آپ اچھے ہین یا یہ کتا فرمایا کہ اگر مین عذاب سے چھوٹ گیا تو مین اچھا ہون اور اگر عذاب مین پھنسا رہا تو خدا کی قسم یہ کتا مجھ سے اچھا ہے **نقل** کسی نے آپ سے آکر کہا کہ فلان شخص نے آپ کی غیبت کی آپنے ایک طبق تر چھوہارے اُسکو تحفہ بھیجے اور کہلا بھیجا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اپنی نیکیان مجھکو دین مین نے چاہا کہ مین اس نیکی کا عوض کرون سو مجھ سے پورا عوض نہو سکا معاف کرو **نقل** آپ فرماتے تھے مجھکو چار آدمیون کی باتون سے تعجب ہوا ایک لڑکا دوسرے مست تیسرے مخنث چوتھے عورت۔ لوگون نے پوچھا کیونکر کہنے لگے کہ ایک روز مخنث کا مین نے کپڑا کھینچ لیا کہنے لگا کہ اے خواجہ میرا حال اب تک ظاہر نہین ہوا ہے تم میرا کپڑا نہ کھینچو خدا جانے کہ اور کام مجھ سے کیسے ہون پھر ایک مست کو دیکھا کہ کیچڑ مین گرتا پڑتا چلا جاتا تھا مین نے کہا سنبھلے رہو اُسنے کہا کہ اگر مین گر پڑونگا تو کیچڑ مین لتھڑ جاؤنگا اُٹھ بیٹھونگا اور دھو ڈالونگا یہ کچھ مشکل نہین تم

البتہ اپنے گرنے سے ڈرو یہ بات بھی میرے دل مین بہت اثر کر گئی پھر ایک لڑکا ایک چراغ لیے جا رہا تھا مین نے کہا کہ یہ روشنی کہان سے لایا اُس نے اُسی وقت پھونک ماری چراغ گل ہو گیا کہنے لگا کہ تم کہو یہ روشنی کہان گئی پھر مین بتا دونگا کہ مین یہ روشنی کہان سے لایا تھا بعد اُس کے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا کہ سر اور مُنھ اور دونون ہاتھ ننگے غصہ مین بھری ہوئی اپنے شوہر کی شکایت مجھ سے کرنے لگی مین نے کہا کہ اپنا مُنھ بند کرو کہنے لگی کہ مین تو ایک مخلوق کی محبت مین ایسی ہو گئی کہ میری عقل جاتی رہی اگر تم مجھ سے نہ کہتے تو مین یونہی ننگی بازار چلی جاتی تم خدا کی محبت کا دعوے کرتے ہو اور پھر میری برہنگی دیکھتے ہو کاش تم ہی نہ دیکھتے **نقل** آپ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ ممبر سے اُترتے تو کئی آدمیون کو پکڑ کر فرماتے کہ آؤ نور پھیلا ئین ایک دن ایک شخص بیگانہ یعنی ناواقف اُنکے ساتھ چلا آپ نے اُسکو واپس کر دیا پھر ایک روز آپنے اپنے یارون سے فرمایا کہ تم تو صحابہ کے مثل ہو وہ سب بہت خوش ہوے آپنے کہا کہ مگر مُنھ اور داڑھی مین اور دوسری چیزون مین نہین اگر تمھاری نظر اُن لوگون پر پڑتی تو وہ سب تمھاری نگاہ مین دیوانہ معلوم ہوتے اور اگر وہ لوگ تمکو دیکھتے تو تم کو کسی کو مسلمان ہی نہ جانتے کیونکہ وہ لوگ مقدم تھے راہوار گھوڑون پر جیسے جانور ہوا مین اور ہم لوگ پیٹھ لگی گدھون پر سوار ہین **نقل** ایک رات کو آپ اپنے گھر مین رو رہے تھے لوگون نے پوچھا کہ آپ روتے کیون ہین آپ تو بڑے اچھے وقت مین ہین فرمایا کہ روتا مین اس سبب سے ہون کہ شاید مجھ سے بے علم و قصد کوئی کام ہو گیا ہو یا کوئی قدم کہین بے ٹھکانے پڑ گیا ہو اور وہ اللہ کو پسند نہ ہوا ہو

ارشاد ہو کہ جا ہماری درگاہ مین تیری کچھ قدر نہین اور نہ ہم تیری کسی طاعت کو قبول کرینگے **نقل** ایک دن آپ ایک جماعت کے ساتھ قبرستان مین گئے اور فرمایا کہ اس قبرستان مین ایسے لوگ ہین جنکا سر ہمت آٹھون بہشتون پر بھی نہین جھکتا لیکن اُن کی خاک مین اتنی حسرتین ملی ہین کہ اُن حسرتون سے ذرہ بھر بھی آسمان والون پر اگر پیش کرین تو سب دہشت سے ٹپک پڑین **نقل** ایک بار آپ ایک صومعہ کے کوٹھے پر اتنا روے کہ آنسو پرنالے سے بہے ایک شخص جا رہا تھا کہ آنسوؤن کا پانی اُسپر ٹپکا وہ کہنے لگا کہ معلوم نہین یہ پانی پاک ہے یا ناپاک آپ نے فرمایا دھو ڈالو یہ گنہگار کی آنکھ کا پانی ہے **نقل** آپ ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھنے کو گئے جب وہ دفن ہو گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو آپ اُس قبر پر بیٹھکر اسقدر روے کہ اُسکی خاک سب تر ہو گئی پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو اول و آخر قبر ہے یعنی آخر دنیا قبر ہے اور اول آخرت قبر تم لوگ ایسے

عالم پر کیا ناز کرتے ہو کہ جسکا آخر یہ ہے اور اُس عالم سے کیون نہین ڈرتے جسکا اول یہ تو اے اہل غفلت جب اول اور آخر تمھارا یہ ہے تو اُسی کا کام کرو جسقدر لوگ حاضر تھے وہ سب رونے لگے **نقل** بچپن مین آپ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا اُسوقت سے آپ نے یہ عادت کرلی تھی کہ جب نیا کرتہ پہنتے تو اس بات کو اُس کرتہ کے گریبان پر لکھ لیتے اور اتنا روتے کہ بیہوش ہو جاتے ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز نے آپکو خط لکھکر اس امر کی خواہش کی کہ مجھے کوئی نصیحت ایسی کیجیے جسکو مین یاد رکھون اور اُسی پر عمل کرون آپنے جواب مین لکھا کہ جب خدا تمھارے ساتھ ہے تو تم کسی سے دہشت نہ کرو اور اگر وہ تمھارے ساتھ نہین ہے تو پھر کسی سے اُمید رکھو پھر ایک بار اور اُنھون نے آپ کو خط مین لکھا کہ وہ دن آیا سمجھو کہ جسدن کوئی آدمی زندہ نہ رہے گا تو آپنے اُس کے جواب مین لکھا کہ وہ دن بھی آیا ہی سمجھو کہ جب نہ دنیا ہوگی نہ آخرت **نقل** ایک بار ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خط لکھا کہ مین سنتا ہون کہ آپ کا ارادہ حج کو جانیکا ہے تو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ مین بھی آپکے ساتھ چلون آپ نے اُسکے جواب مین لکھا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ مین خداوند تعالی کے ستر مین زندگی بسر کرون کیونکہ دوسرے کے ساتھ ہونے سے ایک شخص دوسرے کے عیب پر مطلع ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو بُرا سمجھنے لگتا ہے **نقل** مالک دینار رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مین نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ عالم کے لیے عقوبت کیا ہے فرمایا کہ دل کا مرجانا مین نے پوچھا کہ دل کے مرجانے سے کیا مطلب کہنے لگے کہ دنیا کی محبت اُسمین ہونا عبداللہ کہتے تھے کہ ایک دن مین صبح کی نماز جماعت مین جانے کی غرض سے آپکی مسجد کے دروازہ پر آیا دیکھا تو دروازہ بند تھا اور آپ دعا کر رہے تھے اور سب لوگ آمین کہتے تھے مین سمجھا کہ یہان سب اُن کے یار لوگ ہون گے تھوڑی دیر ٹھہرا رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی پھر دروازہ پر جو ہاتھ رکھا تو وہ کھل گیا مین اندر چلا گیا دیکھا تو آپ کو تنہا پایا دیکھ کے حیرت مین رہ گیا جب نماز پڑھ چکا تو یہ سب قصہ آپ سے کہکر پوچھا آپنے کہا کسی سے کہنا نہین شب جمعہ کو یہان پریان آتی ہین اور مین اُن کو پڑھاتا ہون جب دعا کرتا ہون تو وہ سب آمین کہتی ہین **نقل** آپ کے زمانہ مین ایک شخص کا گھوڑا مر گیا اور وہ بہت ہی پریشان حال تھا اُس نے اپنا حال آپ سے کہا آپنے اُس مردہ گھوڑے کو چار سو درم کا اُس سے مول لے کر اُس کی قیمت دیدی رات کو اُس شخص نے ایک باغ بہشت کا خواب مین دیکھا اور ایک گھوڑا بھی اُس باغ مین اور چار سو گھوڑے اور پوچھا کہ یہ گھوڑے کس کے ہین وہان والون نے کہا کہ یہ تمھارے تھے مگر اب حسن کے ہین جب وہ جاگا تو آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا حضرت بیع واپس کیجیے مین پشیمان ہون آپنے کہا کہ جو خواب

تم نے دیکھا وہ مین تم سے پہلے دیکھ چکا ہون وہ شخص رنجیدہ واپس گیا دوسری رات کو آپ نے پھر کوٹھریان اور بالاخانے دیکھے اور پوچھا کہ یہ کس کے ہین گھنے والون نے کہا کہ یہ اُس شخص کے ہین جو بیع واپس کرے اپنے صبح کو اُس شخص کو بلا کر اُس کا گھوڑا واپس کردیا **نقل** آپکے پڑوس مین ایک شخص آتش پرست شمعون نام رہتا تھا اور اِس کا کاروبار نہایت خراب ہورہا تھا ایک شخص نے آکر آپ سے کہا کہ جائیے اور اپنے پڑوسی کو دیکھ آئیے آپ اُس کے گھر پر گئے اور سرہانے کھڑے ہوکر دیکھا کہ وہ آگ کے دھوین سے سیاہ ہوگیا ہے کہنے لگے کہ تم خدا سے ڈرو کہ تمام عمر تم نے آگ اور دھوین مین بسر کی اب مسلمان ہو جاؤ تو خدا تم پر رحم کردے شمعون نے کہا کہ مجھکو تین چیزین اسلام سے مانع ہین ایک یہ کہ سب لوگ دنیا کی مذمت کرتے ہین مگر رات دن اُسی کو ڈھونڈھتے رہتے ہین دوسرے یہ لوگ زبان سے کہتے ہین کہ موت حق ہے مگر موت کا کچھ سامان نہین کرتے تیسرے یہ لوگ کہتے ہین کہ حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور کام سب ایسے کرتے ہین جو اُسکے خلاف رضا ہین آپنے فرمایا کہ یہ تو علامت آشنائی ہے اگر مسلمان لوگ ایسا کرتے ہین تو تم کیا کرتے ہو یہ لوگ تو ایک خدا کے ہونے کا اقرار کرتے ہین اور تم نے تو عمر بھر آتش پرستی مین صرف کردی ستر برس تو تمھین پوجتے ہوے گذرے اور مین نے پوجی نہین لیکن مین اور تم دونون اگر آگ مین ڈالدیے جائین تو آگ دونون کو جلادیگی کچھ بھی تمھارے پوجنے کا خیال نہ کرے گی البتہ اگر خدا چاہے تو آگ کا کیا پتہ ہے جو میرا ایک رونگٹا بھی جلاسکے آؤ آگ مین ہاتھ ڈالین اور آگ کے ضعف اور خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرین یہ کہکر آگ مین ہاتھ ڈال دیا اور رکھے رہے ایک ذرہ برابر بھی اُسمین تغیر نہوا شمعون یہ دیکھکر دم بخود رہ گیا اور کہنے لگا کہ ستر برس تو مین آگ پوجتا رہا اب چند سانسین باقی رہگئین ہین کیا تدبیر کرون تب آپ نے کہا کہ مسلمان ہوجاؤ شمعون نے کہا کہ اگر ایک تحریر لکھدیجیے کہ حق تعالیٰ مجھپر عذاب نہ کرے گا تو مین مسلمان ہوجاؤن آپ نے نوشتہ دیدیا شمعون نے کہا کہ بصرہ کے ثقہ لوگون کی گواہی بھی اس پر کرادیجیے آپنے گواہیان کراکے وہ تحریر اُسکو دیدی وہ لیکر بہت رویا اور مسلمان ہوگیا اور وصیت کی کہ جب مرون اور مجھے نہلائین تو یہ خط میرے ہاتھ مین رکھکر مجھے دفن کردین تاکہ کل قیامت مین یہی نوشتہ میرے لیئے حجت ہو پھر اُس نے کلمہ پڑھا اور مرگیا آپنے اُسکی وصیت کے موافق وہ خط اُسکے ہاتھ مین رکھکر دفن کردیا بہت سے لوگون نے اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی آپ خوف سے اُس شب کو نہ سوئے اور نمازین پڑھا کیے اور اپنے دل مین بار بار کہتے کہ یہ کیا کیا تھا مین تو خود ڈوب رہا ہون دوسرے ڈوبتے ہوے کا کیا ہاتھ پکڑون گا مجھے اپنی چیز پر تو اختیار نہین ہے مین نے خدا کی مغفرت کی

کیسے مہر کردی اور کاغذ کیسے لکھدیا اسی اندیشہ مین سو گئے شمعون کو خواب مین دیکھا کہ ایک تاج سر پر رکھے اور حلہ پہنے نہایت شادان و فرحان بہشت مین ٹہل رہا ہے آپنے پوچھا کہ اے شمعون کیا حال ہے اُس نے کہا کیا پوچھتے ہو ایسا ہون جیسا دیکھ رہے ہو خداوند عالم نے اپنے فضل سے مجھے اپنے گھر مین جگہ دی اور اپنے کرم سے اپنا دیدار نصیب کیا اور بہت عنایتین فرمائین جو خیال مین نہین آسکتی ہین اب آپ اپنا یہ خط لیجیے اس کی مجھے ضرورت نہین جب آپ خواب سے جاگے تو دیکھا کہ وہ خط ہاتھ مین موجود ہے کہنے لگے کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ تیرا کام علت سے نہین ہوتا بلکہ محض فضل ہوتا ہے تیرے دروازہ پر آنے سے کسی کو گھاٹا نہین ہے تونے ستر برس کے کافر کو ایک کلمہ سے اپنا مقرب کرلیا تو ستر برس کے مسلمان کو کیون محروم چھوڑیگا **نقل** آپ[1] مناجات مین کہا کرتے تھے کہ الٰہی تو نے مجھے نعمت دی مین نے اُس کا شکریہ نہین ادا کیا اور تونے مجھے بلا دی مین نے اُسپر صبر نہین کیا میری ناشکری کی وجہ سے تونے وہ نعمت مجھسے چھین نہین لی میری بے صبری سے تونے وہ بلا مجھپر دوامی نہین کردی الٰہی تجھسے سوا کرم کے اور کیا ہوگا **نقل** تاریخ یافعی مین ہے کہ سنہ ۱۰۳ھ زمانہ یزید بن عبدالملک مین جب عمر بن ہبیرہ فزاری والی عراق و خراسان ہوئے تو انھون نے آپکو اور محمد بن سیرین اور شعبی کو بلایا سب لوگ گئے عمر بن ہبیرہ نے اُن سب سے کہا کہ یزید کو اللہ نے اپنے بندون پر نائب کیا اور اُس نے سب سے اطاعت کا عہد و پیمان لیا اور سب نے اطاعت کا عہد کیا اُسی نے مجھے بھی اسمین والی امر کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو تو اب بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ابن سیرین و شعبی نے تو تقیۃً ایک بات کہی ابن ہبیرہ نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کیا کہتے ہین آپنے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ یزید کے معاملہ مین اللہ سے ڈرو اور اللہ کے معاملہ مین یزید سے نہ ڈرو کیونکہ اللہ تم کو یزید سے روک سکتا ہے مگر یزید تم کو اللہ سے روک نہین سکتا.

اور عنقریب اللہ تمھاری طرف ایک فرشتہ بھیجے گا جو تم کو تخت سے اُتار دیگا اور اتنے بڑے مکان سے لیجاکر قبر کے تنگ گڑھے مین ڈالدیگا پھر اُسوقت سوا تمھارے عمل کے اور کوئی تم کو نجات دلانے والا نہوگا اور اے ابن ہبیرہ اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے بچاؤ خدا نے اس بادشاہ کو اپنے دین اور بندون کا مددگار بنایا ہے تو اُس کے دین اور بندون کو اس بادشاہ کے سبب سے نہ چھوڑو کیونکہ اللہ کی نافرمانی کے سامنے مخلوق کی طاعت کچھ نہین ہے ابن ہبیرہ نے اُسی وقت سے

---

[1] یہ مناجات حضرت امام حسن علیہ السلام نے رکن کعبہ پکڑکر پڑھی تھی جس کا ذکر آئندہ اسی کتاب مین بیان ارشادات حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی تشریح مین آئیگا ۱۲

اُن صاحبونکی تنخواہین مقرر کردین اور آپکا مشاہرہ سب سے زیادہ کیا ابن سیرین اور شعبی کہنے لگے کہ چونکہ ہمنے منہ دیکھی بات کہی اسواسطے ہمارے ساتھ کمی رہی **نقل** حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپکو لکھا کہ مین اس کام مین مبتلا ہوگیا ہون آپ غور کرکے کوئی میرا مددگار تجویز کردیجیے جو میری اعانت کرے آپنے جواب مین لکھا کہ ابنائے دنیا کو تو تم پسند نہین کروگے اور ابنائے آخرت تمہین پسند نہ کرینگے لہذا اللہ سے اعانت مانگنا بہتر ہے والسلام **نقل** آپ نے ایکدن ایک خوبصورت شخص کو دیکھا پوچھا کہ یہ کون ہے لوگون نے کہا کہ یہ بادشاہی مسخرون مین ہے اور بادشاہ اس کو بہت دوست رکھتے ہین کہنے لگے کہ شاباش اسکے باپ کو اور اللہ اسکو بھی اچھا رکھے مین نے سوا اس شخص کے کسی کو نہین دیکھا کہ دنیا کو اُسکے مشابہ چیزون سے طلب کرتا ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا بُری چیز ہے تو اُس کا بُری ہی چیز کے ذریعہ سے حاصل کرنا زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اچھی چیز سے حاصل کرنے کے آپ کا کلام اکثر حکمت خیز اور بلاغت آمیز ہوتا تھا اور جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو بیہوش ہوگئے جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ تم نے مجھے جنتون اور چشمون اور مقامات عالیہ سے علیحدہ کرلیا **نقل** ایک بزرگ نے آپ کی وفات سے پہلے ابن سیرین سے بیان کیا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک چڑیا مسجد کی اچھی اچھی کنکریان چنتی ہے اُنھون نے کہا کہ اگر تمھارا یہ خواب سچا ہے تو آپ کا نام لیا کہ اُن کا انتقال ہو جائیگا چنانچہ تھوڑے دنون کے بعد آپکی وفات ہوگئی ابن سلمہ کہتے تھے کہ مین نے آپ کو بعد وفات کے خواب مین دیکھا کہ آپ صوف پہنے اور کمر مین کستیج[1] باندھے اور پیرون مین بیڑی پہنے اور چادر عسلی[2] اوڑھے مزبلہ مین کھڑے ہین اور

[1] درمختار مین ہے کہ کستیج فارسی لفظ معرب ہے یعنی صوف یا بال کا زنار امام ابی یوسف سے منقول ہے کہ کستیج انگلی کے برابر موٹا دھاگا ہوتا ہے جسکو ذمی اپنے سب کپڑون کے اوپر باندھتا ہے بلا زینت کے کذا فی الفتح عن المغرب اور شرح وقایہ کے باب الجزیہ مین ہے کہ کستیج اُس صوف کے دھاگے کو کہتے ہین جو انگلی کے برابر موٹا ہوتا ہے اور اسکو ذمی لوگ اپنی کمر پر باندھتے ہین اور وہ زنار بضم زا معجمہ و تشدید نون کے علاوہ ہوتا ہے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ مین ہے کہ کستیج بضم کاف و سکون سین و تا مکسورہ اُسکے بعد یا ساکنہ بعد اسکے جیم اُسکے معنی تو شارح نے بیان کردیے نہر مین ہے کہ یہ لفظ فارسی معرب ہے اسکے معنے عجز اور ذل کے ہین اور بحر مین ہے کہ کستیجات نصاری سے مراد سیاہ ٹوپیان سلی ہوئی ہین اور صوف کے زنار جامع الرموز مین ہے کہ کستیج بکاف مضموم و جیم اسکو کہتے ہین جو کافر ذمی اپنی کمر پر باندھتے ہین اور اُس سے ان مین اور مسلمانون مین تمیز ہوجاتی ہے اور اسکو اتنا پتلا باریک نہونا چاہیے کہ جو بلا غور کے نظر نہ آئے اور وہ صوف یا بالون کا ہوتا ہے اور مسلمانون کے منطقہ کی طرح اسمین حلقہ نہو بلکہ وہ داہنے اور بائین لٹکتا رہے جیسا کہ محیط مین ہے اور کستیج نصاری سیاہ ٹوپی ہوتی ہے سخت کپڑے کی اور زنار صوف کا ہوتا ہے جو موٹے تاگے سے کرکر بٹا جاتا ہے منتخب اللغات مین ہے کستیج بضم موٹا تاگہ ہوتا ہے جسکو اہل کتاب کپڑون کے اوپر اور زنار کے نیچے باندھتے ہین اور یہ معرب ہے کشتی کا ۱۲ منہ [2] عسلی بفتحتین کپڑا زرد جو یہود امتیاز کے لیے کپڑون کے کندھے پر سیتے ہین کذا فی البرہان والسراج اور منتخب مین عسل کے معنے بہت سے لکھے ہین از انجملہ لکھا ہے کہ یہ ایک مقام کا نام بھی ہے اور بالکسر ایک قبیلہ ہے جن سے اور بنو عسل ایک قبیلہ کا نام ہے ۱۲ منہ

ہاتھ مین طنبورہ ہے جسکو بجا رہے ہین اور کعبہ کی طرف ٹیک دیے کھڑے ہین اُنھون نے
یہ خواب ابن سیرین سے بیان کیا اُنھون نے کہا کہ صوف کا پہننا تو اُن کا زہد ہے اور زنار اُن کی
دینی قوت ہے اور چادر اشارہ ہے اُن کی محبت کی طرف جو اُن کو قرآن کے ساتھ تھی اور قرآن کی
تفسیر بیان کرنا لوگون سے اور بیڑی پہننا اشارہ ہے اُن کی ثابت قدمی کا ورع مین اور گھوڑے
پر کھڑے ہونا یہ اُن کی دنیا ہے جسکو اللہ نے اُن کے قدمون کے نیچے کر دیا اور طنبورہ بجانا
اشارہ ہے لوگون مین حکمت پھیلانے کی طرف اور کعبہ سے ٹیک لگانا یہ التجا ہے اللہ کے حضور مین
پھر ایک مرتبہ اور خواب مین دیکھا کہ بلا شرم و لحاظ لوگون کے سامنے برہنہ ہاتھ مین ایک خمدار
تلوار لیے ہوے ہین کہ اسکو جب پتھر پر مارتے تھے تو وہ کٹ جاتے تھے اُس نے ایک شخص کو ابن
سیرین کے پاس اُسکی تعبیر پوچھنے بھیجا اُنھون نے کہلا بھیجا کہ اُن کا ننگا ہونا اُن کے گناہون کے
کم ہونے کی طرف اشارہ ہے نیز اُن کے اخلاص پر جو لوگون کے ساتھ تھا اور تلوار سے مراد اُن کی
زبان اور باتین ہین اور پتھر سے مراد لوگون کے قلوب ہین اور پتھرون کا کٹنا اُن کی حکمت اور
نصیحت کا اُن قلوب مین اثر کرنا ہے اور بصری منسوب ہے بصرہ کی طرف بصرہ اصل مین بے کے
ضمہ اور کسرہ دونون سے آیا ہے نرم پتھر کو کہتے ہین جو مائل بہ سفیدی ہو اسی وجہ سے بصرہ کا نام
بصرہ رکھا گیا جب ہا گرا دیتے ہین تو بالکسر کہتے ہین اور جب یا نسبت ملا دیتے ہین تو بصری کہتے
ہین غیاث اللغات مین ہے کہ بصرہ بالفتح ایک شہر کا نام ہے جو عراق عرب مین ہے اور بفتحتین
باصر کی جمع ہے اور بصری بالکسر منسوب شہر بصرہ کی طرف ہے اگرچہ قیاس فتحہ چاہتا تھا لیکن کسرہ
اسواسطے دیا گیا ہے کہ فرق ہو جائے بصری بالفتح منسوب بہ بصرہ ہے جو ملک حجاز مین ہے کذا فی
شرح الکافیہ للشہاب الدین دولت آبادی اقتباس الانوار مین ہے کہ آپ کی وفات چوتھی محرم
سنہ ۱۱۰ھ مین ہوئی اور یہی مختار صاحب سیر الاقطاب کا ہے اور آپ کا روضہ بصرہ سے تین کوس
پر واقع ہے اور صاحب مرآۃ الاسرار منتخب التواریخ سے نقل کرتے ہین کہ آپ نے زمانۂ
سلطنت ہشام بن عبد الملک بن مروان مین پہلی رجب سنہ ۱۱۰ھ مین بصرہ مین وفات پائی اور
آپ کی عمر نواسی برس کی ہوئی اور سفینۃ الاولیا مین بھی نواسی برس کی عمر لکھی ہے اور وفات
پانچوین رجب سنہ ۱۱۰ہجری مین اور لکھا ہے کہ مزار شریف اُس بصرہ مین ہے جو پہلے کا آباد تھا اور
وہ اُسی بصرہ کے پاس ہو جو اب آباد ہے حافظ مزی نے ابن سیرین کے حال مین لکھا ہے کہ حماد بن زید
کہتے تھے کہ حضرت حسن بصری نے پہلی رجب سنہ ۱۱۰ مین وفات پائی اور بعض چوتھی محرم کو لکھتے ہین

اور تاریخ ابن خلکان مین ہے کہ حضرت حسن بصری کی وفات سنہ ۱۱۰ھ رجب مین ہوئی اور حمید طویل کا قول ہے کہ آپ کی وفات پہردن چڑھے جمعرات کو ہوئی اور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ کے جنازہ اٹھایا گیا اور دفن کیے گئے اور تمام سب لوگ جنازہ کے ساتھ گئے یہان تک کہ اُس روز جامع مسجد مین عصر کی نماز نہین ہوسکی کیونکہ سب تو جنازہ کے ساتھ چلے گئے تھے ابن سیرین آپکے جنازہ پر نہین گئے کیونکہ اُن کو کچھ آپ سے شکر رنجی تھی پھر اُن کا خود انتقال آپ کی وفات کے سو دن کے بعد ہوا اور تاریخ یافعی مین ہے کہ اسی سنہ ۱۱۰ھ ہجری مین جمعہ کے دن شوال کے مہینہ مین امام المعبرین محمد بن سیرین نے وفات پائی حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا مین بسند بیان کیا ہے کہ حکم بن حجل ابن سیرین کے بڑے دوست تھے جب ابن سیرین کا انتقال ہوا تو اُن کو اتنا رنج وملال ہوا کہ لوگ اُن کو اسطرح دیکھنے جاتے تھے جیسے کوئی بیمار کو دیکھنے آتا ہے اسی زمانہ مین اُنھون نے ابن سیرین کو خواب مین دیکھا کہ وہ ایک عمدہ مکان مین ہین اور بہت خوشحال ہین تب اُنھون نے اُن سے کہا کہ بھائی اللہ نے مجھکو تمھین ایسی حالت مین دکھایا اس سے میرا دل بہت خوش ہوا اب یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے حسن بصری کے ساتھ کیا کیا وہ کہنے لگے کہ وہ مجھ سے ستر درجہ عالی مرتبہ کیے گئے تب مینے کہا کیون اُنھون نے کہا اسلیے زیادہ غمگین رہنے کی بدولت **نقل** مبرد نے اپنی کتاب کامل مین لکھا ہے کہ آپ اور فرزدق ایک جنازہ مین تھے فرزدق نے آپ سے کہا کہ اے ابو سعید یہ لوگ کیا کہتے ہین کہ اس جنازہ مین خیر الناس و شر الناس جمع ہوے ہین تب آپنے فرمایا کہ ہرگز یون نہین ہے نہ تم ان کے خیر ہو نہ شر مگر تم نے اس دن کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے اور بعض بنی تمیم والون کا گمان ہے کہ فرزدق کو لوگون نے خواب مین دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ نے تمھارے ساتھ کیا کیا اُنھون نے کہا کہ مجھے بخش دیا پوچھا کس سبب سے کہا اُس کلمہ کی بدولت کہ جسکا مین نے حسن سے جھگڑا کیا تھا

فرزدق کا حال

فرزدق بفتح فا و را و سکون زا و فتح دال مہملہ بعد اُسکے قاف یہ اُن کا لقب ہے ابن قتیبہ کا قول اُس لقب مین مختلف ہے ادب الکاتب مین اُنھون نے لکھا ہے کہ فرزدق خمیری روٹی کے ٹکڑون کو کہتے ہین اور اُس کا واحد فرزدقہ ہے منتخب اللغات مین ہے کہ فرزدق بفتحتین ٹکڑے روٹی کو کہتے ہین جو تنور کے اندر گر پڑے اور روٹی کے ٹکڑون کو بھی اور تھوڑے سے آٹے خمیر کیے ہوے کو بھی کہتے ہین اور یہ لقب اُن کا اسوجہ سے ہوا تھا کہ چیچک رو تھے کذا فی وفیات الاعیان لابن خلکان

ان کی کنیت ابو فراس تھی اور نام ہمام یہ تمیمی تھے اور بڑے مشہور شاعر ان کے باپ کا نام غالب اور ماں کا نام لیلیٰ بنت حابس تھا یہ اقرع بنت حابس کی بہن تھین ان کے باپ کے مناقب اور محامد معروف و مشہور تھے ان مین سے بعض کو ابن خلکان نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے اور اُن کا حال بھی مفصل لکھا ہے اُنھون نے ایکبار سلیمان بن عبد الملک کو قصیدہ میمیہ سنایا جسکے بعض شعرون مین زنا کا اقرار تھا اسپر سلیمان نے کہا کہ تم نے میرے سامنے زنا کا اقرار کیا ہے اور مین امام ہون لہذا تم پر حد قائم کرنا ضروری سمجھتا ہون فرزدق نے کہا کہ یا امیر المومنین آپنے مجھپر کہان سے حد واجب فرمائی سلیمان نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الزانیة[1] والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائة جلدة فرزدق نے کہا کہ اللہ کی کتاب کے اس قول نے مجھپر سے حد کو دفع کر دیا ہے والشعراء یتبعھم الغاوون الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون ما لا یفعلون یعنی شاعرون کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہین کیا تم نے نہین دیکھا کہ وہ ہر جنگل مین حیران و سرگردان رہتے ہین اور جو کہتے ہین وہ نہین کرتے تو مین نے وہ بات کہی ہے جو کی نہین سلیمان ہنس کر کہنے لگے کہ تم بڑے قابل ہو **نقل** محمد بن حبیب کہتے تھے کہ ایک بار ولید بن عبد الملک منبر پر چڑھے اور ناقوس کی آواز سنکر کہنے لگے کہ یہ کیا ہے لوگون نے کہا کہ بیعہ[2] ولید نے اُس کے گرا دینے کا حکم دیا اور خود بھی کچھ حصہ اپنے ہاتھ سے گرا دیا بعد اُسکے اور لوگ بھی گرانے لگے بالآخر شاہ روم نے ولید کو لکھا کہ اس بیعہ کو تم سے پہلے کے لوگون نے تو برقرار رکھا تھا اب اگر اُنھون نے اچھا کیا تو تم نے خطا کی اور اگر اُنھون نے بُرا کیا تو تم نے اچھا کیا ولید نے کہا اس کا جواب کون دے سکتا ہے لوگون نے کہا فرزدق دے سکتے ہین فرزدق نے یہ آیت جواب مین لکھی وداود وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین ففھمناھا سلیمان وکلا آتینا حکما وعلما یعنی داؤد و سلیمان کو ہدایت دی گئی جب کہ وہ دونون حکم کرتے تھے کھیتی کے بارہ مین جسوقت کہ اُس مین ایک قوم کی بکریان چر گئی تھین اور تھے ہم اُن کے حکم کے گواہ پس سمجھا دیا ہم نے سلیمان کو اور ہر ایک ایک کو ہم نے حکم اور علم دیا قصہ یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بکریان کھیتی والون کو ان کے نقصان کے بدلہ مین دلوا دین اُن کے دین مین یہ تھا کہ چور کو غلام کر لیتے تھے اسی موافق آپ نے یہ حکم دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام لڑکے تھے اُنھون نے یہ معاملہ اپنے پاس منگوا کر کہا کہ بکریان رکھوا اور ان کا دودھ پیو اور کھیتی کو بکری والے پانی دیا کرین جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہو جائے تب بکریان

[1] بدکاری کرنے والے عورت و مرد کو سو سو کوڑے مارو ۱۲ منہ [2] بیعہ بالکسر صومعہ ترسایان ۱۲

پھیر دین اور کھیتی لے لین اس مین دونون کا نقصان نہوا اُن کا انتقال بصرہ مین سنہ ۱۱۰ ایکسو دس مین ہوا جریر سے چالیس دن پہلے اور بعضون کا قول ہے کہ اسی دن پہلے اور ابن جوزی شذور العقود مین لکھتے ہین کہ ان دونون کا انتقال سنہ ۱۱۱ مین ہوا عسکری کہتے تھے کہ فرزدق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی پایا تھا اور سنہ ایک سو دس یا بارہ یا چودہ مین اُن کا انتقال ہوا اقتباس الانوار مین ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری کے پانچ خلیفہ تھے ایک حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید دوسرے حضرت ابن زرین تیسرے حضرت خواجہ حبیب عجمی چوتھے حضرت شیخ عتبہ ابن الغلام پانچوین حضرت شیخ محمد واسع اور سوا اُن کے حضرت رابعہ بصری کو بھی لوگ اُن کے خلفا مین شمار کرتے ہین لیکن تحقیق یہ ہے کہ عورت ہرچند کمالات ولایت کو پہونچ جائے لیکن خلافت اور ارشاد کے قابل نہین ہوتی ہے

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل در بیان وعظ و درس حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ ابو العباس خضر موصلی حسنی کہتے تھے کہ حضرت غوثیت مآب رض تمام علوم مین مہارت رکھتے تھے آپ کے مدرسہ مین ایک درس تفسیر و حدیث کا اور ایک مذہب اور ایک خلافت کا صبح کو ہوتا تھا اور ظہر کے بعد درس قرآن مجید کا ساتون قرأت سے **نقل** حضرت فرماتے تھے کہ ابتدأً مجھے بیداری و خواب مین اوامر و نواہی ہوتے تھے اور مجھپر مضامین اسطرح بے غلبہ کرتے تھے کہ مین بے اختیار ہوجاتا تھا اور چپ رہنے کی قدرت باقی نہین رہتی تھی اور پہلے میری مجلس مین صرف دو تین آدمی ایسے ہوتے تھے جو وعظ سنتے تھے بالآخر وہ اژدحام ہونے لگا کہ مجلس مین جگہ نہین رہتی تھی تب مین شہر کی عیدگاہ مین جانے لگا وہان بھی جگہ تنگ ہونے لگی تب منبر شہر کے باہر لے گئے وہان بھی بیشمار لوگ پیادہ و سوار آتے تھے اور مجلس کے علاوہ جگہ کو گھیر کر کھڑے ہوجاتے یہان تک کہ ستر ہزار تک نوبت پہونچ گئی **نقل** بہجۃ الاسرار مین شیخ ابو ذکریا یحییٰ بن ابی نصر بن عمر بغدادی المنشاد معروف بصحراوی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مین نے جنون کو عزائم کے ذریعہ سے بلوایا اُن کے آنے مین وقت معمول سے زائد دیر ہوئی جب وہ آئے کہنے لگے کہ جسوقت حضرت غوثیت مآب وعظ فرماتے ہون اسوقت ہم کو نہ بلایا کرو مین نے پوچھا کیون کہنے لگے کہ ہم سب وہان حاضر ہوتے ہین مین نے تعجب سے پوچھا کہ تم کیون جاتے ہو کہنے لگے کہ ہم لوگون کا مجمع اس مجلس شریف مین آدمیون کے مجمع سے زیادہ ہوتا ہے اور ہم مین

بہت سے لوگون نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی ہے اور مسلمان ہوے ہین **نقل** شیخ ابوحفص عمر بن حسین بن خلیل
طلبی کہتے تھے کہ ایک دن مجھ سے حضرت نے فرمایا کہ اے عمر تم اس مجلس کا آنا نہ چھوڑنا کیونکہ اسمین
نیکون کی خلعتین ملتی ہین اور افسوس اسپر جو اس خلعت کو نہ لے شیخ ابوحفص فرماتے تھے کہ بہت عرصہ
گذرا ہین ایک دن مجلس شریف مین حاضر تھا مجھپر نیند غالب ہوئی اور آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہون کہ
سبز و سُرخ خلعتین آسمان سے اُتر اتر کر حاضرین مجلس پر گرتی ہین مین نے گھبرا کر آنکھ کھولدی اور چاہا
کہ لوگون سے یہ حال کہون کہ آپنے زور سے فرمایا کہ اے لڑکے چپ رہ کہ خبر مثل معائنہ کے نہین ہوتی
نقل نیز اُنھین سے منقول ہے کہ ایک بار مین آپ کی مجلس مین آپ کے روبرو بیٹھ گیا تھوڑی دیر
کے بعد دیکھا کہ ایک چیز بلور کی قندیل کی ایسی آسمان سے اُتری اور آپکے مُنھ کے قریب جا کر پھر
آسمان پر لپٹ گئی اسیطرح تین بار ہوا مجھے ضبط کی طاقت نہ رہی مین نے چاہا کہ اور لوگون سے
کہدون آپنے لپک کر مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ مجلس کی بات امانت ہے کسی سے کہنا نہ چاہیئے مین چُپ
ہو رہا اور آپ کی زندگی بھر کسی سے نہین کہا **نقل** یحییٰ بن نحلح الادیب کہتے تھے کہ ایک بار
میرے دل مین آیا کہ لاؤ شمار کرون کہ آپ وعظ کی مجلس مین کتنے شعر پڑھتے ہین اسی خیال پر حاضر
ہوا میرے پاس ایک دھاگا تھا جب آپ کوئی شعر پڑھتے تو مین اُس مین گرہ دے دیتا اور مین
سب لوگون کے پیچھے بیٹھا تھا اتنے مین آپ نے مجھ سے فرمایا کہ خوب مین تو کھولتا جاتا ہون اور تم
گرہ دیتے جاتے ہو۔ **نقل** شیخ ابوعبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلی اپنے والد سے نقل کرکے بیان
کرتے تھے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ ابتداے مجلس مین طرح طرح کے علوم بیان فرماتے
تھے اور جب منبر پر چڑھتے تو سب ایسے مودب اور مرعوب ہو جاتے تھے کہ نہ کوئی تھوکتا تھا نہ کھکارتا
نہ بولتا نہ اُٹھتا پھر تھوڑی دیر مین آپ فرماتے کہ قال تو ہو چکا اب ہم حال مین آتے ہین لوگ اتنا
سنتے ہی سخت مضطرب ہو کر وجد و حال مین ہو جاتے تھے اور یہ امر آپ کی کرامت مین شمار کیا جاتا
تھا کہ آپ کی بات مجلس مین کوئی کیسا ہی دور کیون نہ بیٹھا ہو وہ بھی ویسی ہی سنتا تھا جیسے قریب
بیٹھا ہوا سنتا تھا اور جو جس کے دل مین ہوتا تھا وہ آپ فرماتے تھے اور جب منبر پہ کھڑے ہوتے
تو سب لوگ بوجہ آپ کی جلالت شان کے اُٹھ کھڑے ہوتے اور جب آپ لوگون سے فرماتے
کہ چُپ رہو تو سب بالکل چپ ہو جاتے تھے یہ اثر آپ کی ہیبت کا تھا اور جو لوگ اپنے ہاتھ رکھے
ہوتے تھے تو وہ ایسے لوگون پر جا پڑتے تھے جو آنکھون سے نہین دیکھ پڑتے تھے لیکن چھونے
سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ آدمی بیٹھے ہین اور وہ رجال الغیب وغیرہ ہوتے تھے اور جب آپ

سلسلہ قضا و تدبیر بیان کرتے تو لوگ چیخین سنتے تھے اور بہت سے جب مجلس کے گرد گرتے ہوے دیکھے جاتے تھے **نقل** شیخ ابو الحسن سعد الخیر بن محمد بن سہل بن سعد انصاری کہتے تھے کہ سنہ پانسو انتیس مین مین آپ کی مجلس مین حاضر ہوا اور سب کے پیچھے بیٹھ گیا آپ زہد مین کلام فرما رہے تھے مین نے اپنے دل مین کہا کہ معرفت کے متعلق کچھ آپ بیان فرماتے تو خوب ہوتا اتنے مین آپنے زہد کے بیان کو چھوڑ کر معرفت کی بحث شروع کردی پھر میرے دل مین خیال آیا کہ آپ شوق کے متعلق بیان فرماتے تو خوب ہوتا آپنے معرفت کا بیان چھوڑ کر شوق کا بیان شروع کردیا پھر میرے دل مین آیا کہ آپ فنا و بقا کا بیان کرتے تو خوب ہوتا آپ نے شوق کا ذکر ترک کرکے فنا و بقا کا ذکر شروع کردیا پھر میرے دل مین آیا کہ آپ علم غیبت و حضور کو بیان فرماتے تو خوب ہوتا آپنے فنا و بقا کا ذکر چھوڑ کر علم غیبت و حضور کو چھیڑ دیا اور یہ سب بیانات ایسے تھے جو مین نے کبھی نہین سنے تھے پھر آپنے فرمایا کہ اے ابو الحسن تمکو اسیقدر کافی ہے یہ فرمانا تھا کہ مین نے بے اختیار ہو کر اپنے سب کپڑے پھاڑ ڈالے **نقل** شیخ ابو محمد عفیف بن مبارک بن حسین بن محمود جیلی کہتے تھے کہ مین نے حضرت سے سنا کہ آپ منبر پر فرما رہے تھے کہ اے لڑکے توبہ کر میرے پاس حاضر ہونے سے جب کہ مین یہان بیٹھا ہون یہان ولایتین ہین اور یہان درجات ہین اور اے خریدار توبہ اللہ کا نام لیکر آگے بڑھ اور اے خریدار عفو اللہ کا نام لیکر آگے بڑھ اور اے خریدار اخلاص اللہ کا نام لیکر آگے بڑھ اور تجھکو ہر ہفتہ میرے پاس آنا چاہیے یا ہر مہینہ یا ہر سال یا عمر بھر مین ایک مرتبہ اور اگر مجھ سے ہزارون چیزین لینا چاہیے خواہ تجھکو ہزار برس سفر مین گذر جائین مگر یہان آکر مجھ سے ایک بات سن لینا چاہیے اور اپنے آپ سے اعمال اور زہد اور ورع اور اقوال کے پندار کو نکال ڈالنا چاہیے پھر جو میرے پاس ہے وہ لے میری پاس لطائف ملک اور مخصوص چیزین ہین اور اولیا اور غائبین مجھ سے تواضع الٰہی سیکھتے ہین اور جتنے اولیا مخلوق ہوے ہین وہ سب میری مجلس مین آتے ہین زندہ ہون خواہ مردہ **نقل** شیخ ابو زرعہ طاہر بن محمد بن طاہر مقدسی دارانی کہتے تھے کہ مین بغداد آپ کی مجلس مین سنہ پانسو ستاون مین حاضر ہوا تو مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میرا کلام اُن لوگون سے ہے جو میری مجلس مین حاضر ہوتے ہین جبل قاف کے اُدھر سے کہ اُن کے پیر ہوا مین ہوتے ہین اور قلوب حضرت قدس مین ہین اور ان کو اللہ سے اسقدر شوق ہے کہ قریب ہے کہ انکی ٹوپیان اور طاقیہ شدت شوق سے جل جائین اُسوقت آپ کے صاحبزادہ حضرت سید عبد الرزاق ہان منبر پر آپکے پیرون کے نیچے بیٹھے تھے انھون نے ایک بار آسمان کی طرف سر اٹھا کے دیکھا اور

تھوڑی دیر کے بعد بیہوش ہو گئے اور اُن کی ٹوپی جلنے لگی حضرت نے اتر کر اسکو بجھایا اور فرمایا کہ اے عبدالرزاق کیا تو بھی انھین لوگون مین سے ہے ناقل کہتے ہین،

کہ مین نے حضرت سید عبدالرزاق سے پوچھا کہ آپ بیہوش کیون ہو گئے اُنھون نے فرمایا کہ جب مین نے ہوا کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ سر جھکائے چپ چاپ کھڑے آپ کا وعظ سُن رہے ہین اور وہ اسقدر تھے کہ اُن سے افق بھرا ہوا تھا اور اُن کے کپڑون مین آگ تھی بعضے اُن مین سے چیختے اور ہوا مین اُڑتے تھے اور بعضے زمین پر گرتے تھے اور بعضے وہین کانپ کر رہ جاتے تھے۔ **نقل** شیخ ابوالفلاح منجح ابن شیخ ابی النجم کرم ابن شیخ ابی محمد مطر بادرانی کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ جب شیخ مطر کی وفات ہونے لگی تو مین نے پوچھا کہ آپ کے بعد مین کس کی اقتدا کرون اُنھون نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر کی مین تھوڑی دیر چپ رہا پھر تھوڑی دیر کے بعد مین نے پوچھا تب اُنھون نے کہا کہ اے بیٹے ایک وقت آئے گا کہ سوائے شیخ عبدالقادر کے کوئی مقتدا ہی نہو گا جب شیخ مطر انتقال کر گئے تو مین بغداد مین آکر حضرت کی مجلس مین حاضر ہوا وہان شیخ بقا ابن بطو اور شیخ ابوسعید قیلوی اور شیخ علی بن ہیتی وغیرہ اعیان مشایخ بھی موجود تھے اور آپ اُسوقت فرما رہے تھے کہ مین تمھارے اور واعظون کا سا نہین ہون بلکہ مین اللہ کے حکم سے وعظ کہتا ہون اور میرا کلام اُن لوگون سے ہے جو ہوا مین ہین یہ کہکر آپ نے سر اُٹھایا تو مین نے بھی ساتھ ہی سر اُٹھایا دیکھا کہ آپکے مقابل بہت سی صفین نورانی لوگون کی ہین جو نور کے گھوڑون پر سوار ہین اور وہ لوگ اتنے ہین کہ اُن کی وجہ سے آسمان نظر نہین آتا تھا اور وہ سب سر جھکائے ہوئے تھے بعضے روتے تھے اور بعضے کانپتے تھے اور بعض کے کپڑون مین آگ تھی یہ دیکھکر مین بیہوش ہو گیا بعد افاقہ کے اس ارادہ پر اُٹھا کہ لوگون سے یہ حال کہون آپ کے قریب ہو کر نکلا تو آپ نے منبر پر سے میرے کان پکڑ لیے اور فرمایا کہ کیا تم اپنے باپ کی وصیت سے پہلے ہی مرتبہ مین بھسے جاتے ہو مین نے مارے ہیبت کے سر جھکا دیا **نقل** سید عبدالوہاب آپکے صاحبزادہ فرماتے تھے کہ میرے حضرت والد ہفتہ مین تین مرتبہ وعظ فرماتے تھے جمعہ کی صبح اور سہ شنبہ کی شام کو مدرسہ مین اور اتوار کی صبح کو رباط مین اور تمام علما اور فقہا اور مشائخ وغیرہ سب موجود ہوتے تھے چالیس برس آپ نے وعظ فرمایا اور ابتداء وعظ سنہ پانسو اکیس سے ہوئی اور اختتام سنہ پانسو اکسٹھ مین اور مدت آپکے درس اور فتوی لکھنے کی مدرسہ مین تینتیس برس تھی جسکی ابتدا سنہ پانسو اٹھائیس سے ہوئی

اور انتہا سنہ پانسو اکسٹھ تک اور دو شخص قاری کہ جو دونون بھائی تھے آپکی مجلس مین قرآن بلا لحن پڑھتے تھے مگر قراءۃ مین ترتیل اور تجوید ہوتی تھی اور آپ کی مجلس مین شیخ ابوالفتح مسعود ابن عمر ہاشمی قاری بھی پڑھتے تھے اور روزانہ وہان دو تین آدمی مرتے تھے اور آپ کی ہر مجلس وعظ مین چارسو عالم وغیرہ لکھنے والے ہوتے تھے **نقل** شیخ ابوالفتح ہاشمی قاری کہتے تھے کہ مجھے ایکبار حضرت نے پڑھنے کو فرمایا جب مین نے پڑھا تو آپ رو دیے اور فرمانے لگے کہ واللہ مین تجھے خدا سے مانگ لون گا بعد اسکے آپکے روبرو اولیاء اللہ مین سے ایک شخص آکر کہنے لگا کہ مین نے آپ کو اس طرح خواب مین دیکھا کہ جنت کے دروازہ کھولے گئے اور آپ کے لیے منبر رکھا گیا اور آپ سے کہا گیا کہ کچھ بیان کرو آپنے کہا کہ جب شریف مقری آئیگا تب مین وعظ کہون گا اتنے مین کسی نے کہا کہ وہ آگئے آپنے فرمایا اب مین بھی شروع کرتا ہون **نقل** شیخ عمر کیمانی کہتے تھے کہ آپکی کوئی مجلس ایسی نہوتی کہ جسمین یہود اور نصاری مسلمان نہون اور ڈاکو وغیرہ توبہ نہ کرین یا روافض وغیرہ آکر اپنے معتقدات سے باز نہ آئین ایکبار ایک راہب آپکے پاس آکر مسلمان ہوا اور لوگون سے کہنے لگا کہ مین یمن کا رہنے والا ہون میرے دلمین اسلام کا خیال آیا اور میرا ارادہ اسپر مضبوط ہوا کہ یمن مین جو سب سے زیادہ نیک آدمی ہو اُس کے ہاتھ پر مسلمان ہون اسی سوچ مین سو گیا حضرت عیسی علیہ السلام کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ اے سنان بغداد جا اور شیخ عبدالقادر کے ہاتھ پر مسلمان ہو کہ اس وقت یہ شیخ بہترین اہل زمین ہین پھر ایکبار اور تیرہ نصرانی آکر آپکی مجلس وعظ مین آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوے اور کہنے لگے کہ ہم نصارائے مغرب ہین ہم کو مسلمان ہونا منظور رہا ہم نے سوچا کہ کس کے ہاتھ پر مسلمان ہون یکایک سنا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ اے ارباب فلاح بغداد جاؤ اور شیخ عبدالقادر کے ہاتھ پر مسلمان ہو کہ اُن کے ہاتھ پر ایمان لانے سے جو برکت ایمانی تمھارے دلون مین آئے گی وہ دنیا بھر مین کسی کے ہاتھ سے نہ آئیگی **نقل** شیخ ابو محمد مفرج بن نبہان بن برکات شیبانی میانی کہتے تھے کہ جب حضرت کی شہرت ہوئی تو اعیان فقہا اور اذکیاء بغداد سے سو آدمیون نے جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ ہم مین سے ہر شخص ایک ایک مسئلہ ہر علم کا آپ سے پوچھے دیکھے کہ آپ بتاتے ہین یا نہین اس خیال سے سب آپ کی مجلس مین حاضر ہوے اور مین بھی اُس دن وہین حاضر تھا جب وہ آکر بیٹھے تو حضرت نے سر جھکایا آپ کے سینہ مبارک سے ایک ٹکڑا نور کا نکلا کہ جسکو اور کسی نے نہین دیکھا سوا اُس کے کہ جسکو اللہ نے دکھا دیا اور وہ نکل کر اُن سو شخصون کے سینہ پر جا پڑا جس شخص پر پڑا وہ چیخنے اور لوٹنے لگا پھر ایکبارگی سب کے سب

چیخے اور اپنے کپڑے پھاڑ اور سر کھولکر منبر پر چڑھ کر اپنے سر آپکے پیرون پر رکھدیے سب اہل مجلس چلا اُٹھے مین سمجھا کہ بغداد آج تباہ ہوجائیگا آپنے ہر شخص کو فرداً فرداً اپنے سینے سے لگایا اور ہر شخص سے فرمایا کہ تمھارا سوال یہ یہ تھا اس کا جواب یہ ہے چنانچہ اُن سو شخصون کے سوالات کے جوابات دیدیے جب سب وہان سے رخصت ہوے تو مین نے جاکر اُن لوگون سے پوچھا کہ تمھارا یہ کیا حال ہوگیا اُنھون نے کہا کہ جب ہم پہلے جاکر بیٹھے تو جتنا ہمارا علم تھا وہ سب محو ہوگیا ایسا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم نے کبھی کچھ پڑھا ہی نہ تھا جب آپ نے ہم کو اپنے سینہ سے لگایا تو وہ سب علم ہمکو پھر یاد آگئے پھر آپنے ہمارے سوالون کے جوابات دینے لیکن وہ جوابات ایسے تھے جنکو ہم نہین جانتے تھے **نقل** شیخ ابوالقاسم محمد بن احمد بن علی جبنی کہتے تھے کہ مین حضرت کے منبر کے نیچے بیٹھتا تھا اور آپ کے کئی نقبا ہوتے تھے جو منبر کی سیڑھیون پر بیٹھتے تھے اور وہ لوگ ولی یا صاحب حال ہوتے تھے اور آپکے منبر کے نیچے اور بہت سے لوگ باہیبت بیٹھے ہوتے تھے **نقل** شیخ ابی عبداللہ محمد بن انہری حسنی کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ حضرت کی مجلس مین اکابر مشائخ عراق اور اعیان علما و مفتی وہان کے سب حاضر ہوتے تھے اور کوئی ایک بھی مشائخ اور علماے ایسا نہ تھا جو بغداد آتا ہو اور آپکی مجلس مین حاضر نہ ہوتا ہو اور شیخ عبدالرحمن طفسونجی کا بغداد آنا تو مجھے معلوم نہین مگر مین نے طفسونج مین بہت مرتبہ دیکھا کہ وہ دیر تک چپ رہے اور فرمایا کہ مین اس واسطے چپ تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر کا وعظ سنتا تھا اور مین نے شیخ عدی بن مسافر کو بہت بار لانش مین دیکھا کہ وہ اپنے حجرہ سے باہر آئے اور نیزہ سے دائرہ کھینچکر اُس کے اندر گئے اور فرمایا کہ جسکو حضرت کا کلام سننا ہو وہ اس دائرہ مین آئے چنانچہ اُس دائرہ مین اُن کے اکابر صحابہ آئے اور اُنھون نے حضرت کا کلام سُنا بلکہ بعضون نے بعضی چیزین لکھ بھی لین اور وہ تاریخ لکھ لی اور بغداد مین آکر اُس دن کا کلام آپ کا جو بغداد والون نے لکھا تھا اُس سے مقابلہ کیا تو وہ دونون ٹھیک اُترے اور حضرت عدی جب دائرہ مین آتے تھے تو بغداد مین آپ اہل مجلس سے فرما دیتے تھے کہ عدی تم کو دیکھتے ہین **نقل** شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابوالفتح ہروی کہتے تھے کہ مین ایک دن آپ کی مجلس مین حاضر تھا آپ بیان فرما رہے تھے یہانتک کہ مستغرق ہوگئے پھر فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو سبز چڑیان میرا کلام سننے کو بھیجدے ہنوز یہ بات پوری نہین کہہ چکے تھے کہ ایک چڑیا سبز خوبصورت آکر آپ کی آستین مین گھس گئی اور نہ نکلی پھر ایک دن آپ مجلس مین وعظ فرما رہے تھے اس روز بعض لوگون نے حاضری مین کچھ دیر کی آپنے پھر فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو سبز چڑیون کو

یرا کلام سننے کو بھیجدے اتنا کہنا تھا کہ تمام مجلس سبز چڑیون سے بھر گئی پھر ایک دن آپ قدرت الٰہی کا بیان کر رہے تھے لوگون کو اُس سے بڑی ہیبت معلوم ہوئی اور دل مین خشوع پیدا ہوا یکایک مجلس مین ایک چڑیا عجیب الخلقت آئی اکثر لوگ اسکے دیکھنے مین مصروف ہوگئے آپ نے اُن کی عدم توجہی دیکھکر فرمایا کہ قسم ہے عزت معبود کی کہ اگر مین اس چڑیا سے کہون کہ مرجا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرجاے یہ ارشاد تمام نہین ہوا تھا کہ وہ چڑیا وہین ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرگئی **نقل** ایک روز آپ کی مجلس مین نقیب النقبا حاضر ہوا اور وہ اس سے قبل کبھی نہین آیا تھا آپ نے اُس کی طرف دیکھکر فرمایا کہ کاش تو پیدا نہ کیا جاتا اور اگر پیدا کیا گیا تھا تو یہ جانتا کہ کیون پیدا کیا گیا اے غافل جاگ اور آنکھین کھول اور دیکھ کہ تیرے سامنے کیا ہے تجھپر عذاب کے لشکر متوجہ ہین اور راے پیادہ اور راے زائل و منتقل ہونے والے تو برسون چاہے میرے پاس نہ آ مگر میری ایک بات سن لے کیا تجھے نہین معلوم کہ دُنیا نے تجھ ایسے کتنون کو جاہ اور کثرت مال کا زہر دے کر مار ڈالا ہے حالانکہ پوری راہ دو قدم ہے بیشک تو خدا کی طرف پہونچ جائیگا اور آگاہ رہ کہ خدا ہی کی طرف سب کام پھرتے ہین بعد اُسکے جب آپ منبر سے اُترے تو بعضے شاگردون نے عرض کیا کہ آپنے اسوقت ارشاد مین بہت مبالغہ کیا آپ نے فرمایا کہ یہ بات ایک نور تھی کہ جس سے اُسکی ظلمت دور ہوگئی اسکے بعد سے پھر نقیب النقبا برابر آپ کی مجلس مین حاضر ہوتا رہا اور وقت مجلس کے علاوہ بھی آتا اور آپ کے حضور مین نہایت ادب سے بیٹھتا تھا **نقل** جب آپ کا کوئی لڑکا یا لڑکی انتقال کرتا تو آپ مجلس قطع نہ فرماتے بلکہ جب جنازہ لایا جاتا تو اُترکر نماز پڑھا دیتے تھے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ جاڑے کی راتون مین آپ ایک ہی پیراہن پہنے ہوے ہوتے اور پسینا نکلتا تھا تو آپکے ساتھ جو لوگ ہوتے تھے وہ پنکھا جھلتے تھے **نقل** ایک بار آپ کے حضور مین فقہا اور فقرا حاضر تھے اور آپ اُن سے مسئلہ قضا و قدر بیان فرما رہے تھے اثناء کلام مین ایک بڑا سانپ چھت سے آپ کی گود مین گرا سب سانپ کی دہشت سے اُٹھ بھاگے آپ تنہا بیٹھے رہے وہ سانپ آپ کے کرتہ مین گھس گیا اور آپ کے بدن پر رینگنے لگا پھر آپ کی جیب سے نکل کر گردن مین لپٹ گیا مگر آپ کو کچھ تغیر نہوا جیسے بیٹھے وعظ فرما رہے تھے ویسے فرمایا کیے پھر سانپ زمین پر اُتر کر اپنی دم کے بل زمین پر کھڑا ہوگیا اور آپ کے سامنے بولنے لگا بعد اُس کے آپ نے اُس سے باتین کین کہ جو اور کسی کے سمجھ مین نہین آئین بعد اُسکے وہ سانپ چلا گیا

تب لوگون نے آپ سے پوچھا کہ یہ سانپ کیا کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ یہ کہتا تھا کہ مین نے اس طرح بہت اولیا د کاملین کا امتحان کیا مگر تمھارا سا ثابت قدم کسی کو نہ پایا مین نے کہا تو مجھپر اُسوقت گرا جب مین قضا و قدر کے متعلق بیان کر رہا تھا حالانکہ تو بھی ایک کیڑا ہے کہ جسکو قضا و قدر بلاتی ہے لہذا مین نے چاہا کہ میرا فعل میرے قول کے خلاف نہو کذا فی درر الاصداف نقل ایک جماعت مشائخ شیخ ابو سعید قیلوی سے روایت کرتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ارواح انبیا علیہم السلام کو آپکی مجلس مین بارہا دیکھا اور اللہ تعالی اپنے بندے کو ایسے امور سے مشرف کرتا ہے اور مین نے ارواح انبیا علیہم السلام کو آسمان و زمین مین جولان کرتے ہوئے دیکھا جیسے کہ ہوا ئین عالم مین جولان کرتی ہین اور فرشتون کو بھی دیکھا کہ جوق جوق حاضر ہوتے تھے اور رجال الغیب اور جنات بھی آپ کی مجلس مین حاضر ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے سبقت کرکے بیٹھنا چاہتا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بھی بہت آتے تھے مین نے اُن سے وہان کی حاضری کا سبب پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ جو اپنی فلاح چاہے وہ اس مجلس مین حاضر ہوا کرے نقل شیخ ابو العباس احمد بن شیخ عبد اللہ ازہری حسینی کہتے تھے کہ مین ایکبار آپ کی خدمت مین حاضر ہوا تو اُسوقت آپ کی مجلس مین دس ہزار آدمی تھے شیخ علی بن ہیتی آپ کے مقابل بیٹھے تھے آپ نے اُنکو گود مین لے لیا اور لوگون سے کہا کہ چپ رہو سب لوگ چپ ہوگئے یہانتک کہ راوی بیان کرتا تھا کہ اُن لوگون کی صرف سانسین چلتی معلوم ہوتی تھین پھر آپ منبر سے اُتر کر شیخ علی کے سامنے با دب کھڑے ہو کر دیکھنے لگے پھر وہ ہوشیار ہوے تب شیخ علی سے آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اُنھون نے کہا ہان آپ نے فرمایا مین نے اسی سبب سے اُسوقت تمھارا ادب کیا اب بتاؤ کہ تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بات کا حکم دیا اُنھون نے عرض کیا کہ آپ کے مجلس کی ملازمت کا بعد اس کے شیخ علی نے لوگون سے مخاطب ہو کے کہا کہ جو کچھ مین نے خواب مین دیکھا تھا وہ حضرت نے بیداری مین دیکھا اور اسی روایت کو شیخ عبد الحق محدث نے بہجۃ الاسرار سے شرح مشکوۃ شریف مین بھی نقل کرکے یہ لکھا ہے کہ اور یہ بھی منقول ہے کہ اُس روز آپ کی مجلس مین سات آدمی مرے نقل ایک دن آپ وعظ فرما رہے تھے کہ دفعتًا ہوا مین تھوڑا طیران کرکے فرمانے لگے کہ ٹھہرا ے اسرائیلی اور محمدی کا کلام سُن یہ کہکر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے لوگون نے پوچھا کہ یہ کیا تھا فرمایا کہ

ابو العباس خضر میری مجلس سے جلد گذر رہے جاتے تھے مین نے اُن سے جا کر وہی کہا کہ جو
تم نے سُنا اور اور بھی اسی طرح کی بہت حکایتین ہین **نقل** دمیری حیوۃ الحیوان مین بسند صحیح نقل
کرتے ہین کہ آپ ایک روز وعظ فرما رہے تھے اور ہوا چل رہی تھی آپ کی مجلس پر ایک جانور
ہو کر گذرا اور چلانے لگا حاضرین مین اُسکے چلانے سے تشویش ہوئی آپنے یہ دیکھکر فرمایا کہ
ہوا اسکے سر کو لے اُسی وقت اُس کا سر ایک طرف گرا اور دھڑ ایک طرف تب آپ منبر سے
اُتر پڑے اور اُس کا سر ہاتھ مین لیکر دوسرا ہاتھ اُس پر پھیر کر فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ جانور
زندہ اُڑ گیا اور سب لوگ یہ دیکھتے رہ گئے **نقل** قاضی القضاۃ ابو صالح نصر بن حضرت سید
عبد الرزاق فرماتے تھے کہ مجھ سے میرے چچا شیخ عبد الوہاب فرماتے تھے کہ مین بلاد عجم مین
گیا اور تمام فنون و علوم حاصل کیے جب بغداد واپس آیا تو مین نے اپنے والد سے عرض کیا
کہ میری خواہش ہے کہ آپ کے سامنے لوگون کو وعظ سناتا آپ نے اجازت دی مین
منبر پر چڑھ کے مختلف علوم مین بیان کرنے لگا آپ سنتے رہے کسی پر کوئی اثر نہین ہوا اور
نہ کسی کے آنکھ سے کوئی آنسو نکلا پھر اہل مجلس نے میرے والد سے وعظ کہنے کی درخواست
کی مین اُتر آیا آپ جاکر منبر پر بیٹھے اور فرمانے لگے کہ کل مین روزہ سے تھا اور میرے لیے
یحیی کی والدہ نے انڈے پکا کر ایک پیالہ مین رکھکر اُن کو طاق پر رکھدیا بلی نے آکر اسکو
گرا دیا وہ پیالہ ٹوٹ گیا اتنا کہنا تھا کہ اہل مجلس نے نعرہ مارنا اور فریاد کرنا شروع کی آپ منبر
سے اُتر آئے مین نے عرض کیا کہ یہ کیا تھا فرمایا کہ اے بیٹے تو ناز کرتا ہے اپنے سفر پر تو نے
کبھی بیابان کا سفر بھی کیا اور اس سے اشارہ آسمان کی طرف فرمایا اس کے بعد سے جب کبھی
مین نے منبر پر بیٹھکر علوم و فنون مین وعظ کہا تو کوئی بھی متاثر نہوا اور مین اُتر آیا اور جب آپنے
کچھ بھی فرمایا تو لوگ متاثر ہوے ایکبار آپ نے فرمایا کہ شجاعت ایک گھڑی کا صبر ہے تمام
لوگ چیخنے لگے تو مین نے پوچھا کہ یہ کیا تھا فرمایا کہ تم اپنی خودی سے بولتے ہو اور مین بیخودی سے

بیان ارشاد عالی قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

آپ کے مناقب عظیمہ مین یہ کلمہ شریفہ بزرگان دین مین
مشہور و معروف ہے اور اسکی خبر ایک جماعت مشائخ متقدمین نے بھی دی ہے
اور جملہ بزرگان معاصرین نے اور تمام مشائخ نے شرقاً و غرباً و حاضراً و غائباً اسکی متابعت

کی اور سب ارباب احوال نے اس ارشاد کی تصدیق کی صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ مجھکو
ایک گروہ مشائخ نے کہ جنمین سب سے آخر شیخ ابو محمد شنبکی بطائحی تھے شیخ ابو بکر بطائحی سے
نقل کرکے خبر دی کہ اُن کی مجلس مین ایک دن اولیاء اللہ کا ذکر ہونے لگا تو اُنھون نے فرمایا
کہ عراق مین ایک شخص عجمی پیدا ہوگا بہت عالی منزلت خدا اور خلق کے نزدیک اور اُسکا
مسکن بغداد ہوگا اور وہ کہیگا کہ یہ میرا قدم ہر ولی خدا کی گردن پر ہے تمام اولیاء عصر اُس کے
مطیع ہون گے اور وہ اپنے وقت مین یکتا ہوگا اور مجھکو یہ خبر ایک گروہ مشائخ نے دی ہے
کہ جنمین سب سے آخر شیخ ابو یعقوب یوسف ابن ایوب ہمدانی تھے وہ کہتے تھے کہ شیخ ابو احمد
عبد اللہ بن علی بن موسی الجُخی سے مین نے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ زمین عجم مین ایک لڑکا پیدا ہوگا
جسکو مقبولیت تاموگی تمام خلق مین اور وہ کہے گا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور تمام
اولیاء اُسکے زمانہ مین اُس کے قدم کے نیچے ہون گے اور وہی وہ بزرگ ہوگا کہ جس سے زمانہ مین
بزرگی آئے گی اور اُس سے وہ لوگ بھی منتفع ہونگے جو اُس کے ہمعصرون کے سوا ہون گے
نقل بہت سے مشائخ سے کہ جنمین سب سے آخر شیخ عبد الرحمن طفسونجی تھے روایت ہے
کہ وہ کہتے تھے کہ آپ اپنے زمانۂ شباب مین شیخ ابو الوفاء کی زیارت کو جاتے تھے تو شیخ جب
آپ کو دیکھتے تو اُٹھ بیٹھتے تھے اور اپنے ساتھیون سے فرماتے کہ اُٹھو خدا کے ولی کی تعظیم
کرو اور ایک دن اُنھون نے آپ سے فرمایا کہ جب تمھارا وقت آئے تو اس بڈھے کو بھی یاد
کرلینا اور یہ فرماکر اپنی داڑھی پکڑکر کہا کہ اے عبد القادر جو مرغ بولتا ہے وہ چُپ بھی ہوجاتا ہے
مگر تمھارا مرغ قیامت تک بولا کریگا جب اُنھون نے یہ مکرر کہا تو آن کے مریدون نے پوچھا
کہ اتنی تعظیم اور توقیر آپ اُن کی کیون کرتے ہین کہنے لگے کہ اس جوان کا ایک وقت ہوگا کہ سب
خاص و عام اسی کے محتاج ہون گے اور مین دیکھ رہا ہون کہ وہ سب کے سامنے کہیگا قدمی
ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور وہ اُس کہنے مین سچا ہوگا اور سب اولیاء اپنی گردنین جھکا دینگے
اور تم مین سے جو شخص اُس زمانہ مین ہو تو اُسپر لازمی ہے کہ اُسکی خدمت اختیار کرے **نقل** او ر
ایک جماعت فقہاء و مشائخ شیخ ابو نجیب سہروردی سے نقل کرتے ہین کہ وہ ایکبار آپکی مجلس مین
حاضر ہوے تو آپنے یہی قول ارشاد فرمایا شیخ ابو نجیب نے اُسی وقت اپنا سر جھکا دیا ایسا کہ
اُن کا سر زمین مین لگ گیا اور تین بار فرمایا کہ میرے سر پر **نقل** اور شیخ خلیفہ سے جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو اکثر خواب مین دیکھا کرتے تھے نقل ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے حضرت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ شیخ عبد القادر ایسا کہتے ہین آپ نے فرمایا سچ کہتے ہین اور وہ قطب ہین اور مین اُن کی رعایت کرتا ہون **نقل** اور بہت سے حضرات مشائخ شیخ ابو سعید قیلوی سے نقل کرتے ہین کہ اُن سے لوگون نے پوچھا کہ کیا شیخ نے یہ قول فرمایا ہے اُنھون نے کہا ہان اور یہ خدا کے حکم سے کہا ہے اور اسمین شک نہین ہے اور یہی علامت قطبیت کی ہے اور ہر زمانہ مین اقطاب بعضے مامور بسکوت ہوتے ہین اور بعضے کہنے پر مامور ہوتے ہین اور یہ شخص مقام قطبیت مین اکمل ہے اور یہی اس کے مرتبۂ شفاعت کی علامت ہے۔ **نقل** شیخ ابی البرکات بن صخر کہتے تھے کہ مین نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر سے پوچھا کہ شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی طرح مشائخ متقدمین سے کسی اور نے بھی کہا ہے اُنھون نے فرمایا نہین مین نے کہا کہ اس قول کے معنی کیا ہوے اُنھون نے کہا کہ یہ قول اُنکے مقام فردیت سے مشعر ہے مین نے کہا کہ کیا ہر وقت کے فرد کو اسکے کہنے کا حکم نہین دیا جاتا اُنھون نے کہا کہ کسی کو نہین دیا جاتا سواے شیخ عبد القادر کے پھر مین نے کہا کہ کیا اسکے کہنے کا اُن کو حکم ہوا فرمایا ہان حکم ہوا اور کل اولیاء اللہ نے امتثال امر کی وجہ سے اپنی گردنین رکھدین دیکھو ملائکہ نے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا تو اسی وجہ سے کہ اُن کو اس کا حکم دیا گیا تھا خاتمۃ المفسرین علامہ ابو الثناء شہاب الدین سید محمود آفندی آلوسی نے اپنی کتاب طراز المذہب فی شرح قصیدۃ باز الاشہب مین شیخ عبد الباقی عمری کے اس قول مین کہ

قد شرفت راس فتی ۔۔۔ قد قال هذی قدمی

ہے لکھا ہے کہ اس لئے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جو چند سندون سے بلکہ بعضون کا قول ہے کہ یہ اخبار متواترہ سے ہے کہ جو مفید علم ضروری یا نظری کو ہوتا ہے حضرت غوثیت مآب قدس سرہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ وعظ فرما رہے تھے کہ اسی اثنا مین آپنے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا فوراً شیخ علی بن ہیتی اُٹھے اور منبر پر جا کر آپکے قدم لیکر اپنی گردن پر رکھ لیے اور سب حاضرین نے بھی اپنی گردنین جھکا دین اور اُن سب پر علامات اطاعت ظاہر ہوے اور اکثر بزرگان اہل کشف سے روایت ہے کہ اور مقامات کے مشائخ سے بھی کوئی ایسا نہ تھا جو اُسوقت وہان حاضر نہ تھا اور اُس نے اپنی گردن نہین جھکا دی اور ان مشائخ کا قول ہے کہ جس وقت آپ نے یہ فرمایا تو جتنے دنیا مین قطب تھے سب نے دیکھا کہ قطبیت کا جھنڈا آپکے

سامنے

بیشک بزرگ ہوا اس جوان کا اور اس نے کہا قدمی ہذہ ۱۲ منہ

روبرو ہے اور غوثیت کا تاج آپکے سر پر اور آپ کو تصرف عام باذن اللہ ملا ہے کہ جو تمام وجود کے اموری اور عزل میں نافذ ہے اور وہ تاج نقوش شریعت وحقیقت سے منقش تھا شیخ ابوالقاسم عبداللہ بصری فرماتے تھے کہ جب آپ نے قدمی ھذہ فرمایا تھا تو میں نے اولیاء مشرق ومغرب کو دیکھا کہ اُنھوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں سوائے ایک شخص عجمی کے کہ اُس نے البتہ سر نہیں جھکایا اور اُسی شامت سے اُس کا حال سلب ہو گیا اور شیخ عیسی صفار الدین آفندی بنادجی نے اپنی کتاب جامع الانوار فی مناقب الابرار میں آپ کے حال میں لکھا ہے کہ میرے والد نے اُس شخص کا نام شیخ صنعان بیان کیا اور اُن کے سلب حال کا قصہ یہ بیان کیا کہ وہ صاحب احوال صادقہ وافعال خارقہ تھے اور اُن کے شاگرد اور خلفا ہزار یا ہزار سے زائد تھے وہ اپنی مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ قسطنطنیہ جا رہے تھے اثنائے راہ میں اُنھوں نے ایک نصرانی لڑکی کو دیکھا جو اپنے گھر کے جھروکے میں بیٹھی تھی جیسے اُن کی نگاہ اُسپر پڑی یہ عاشق ہو گئے اور مبہوت ہو کر وہیں کھڑے رہ گئے آخر اُس عورت کو اُن کے حال کی خبر ہوئی وہ سمجھ گئی کہ یہ میری محبت میں بیتاب ہیں بعد اس کے ان سے اور اُس سے بات چیت کی نوبت آئی اُس نے کہا کہ میں اُسوقت تک تم سے نہیں ملسکتی کہ جب تک تم میری سوریں نہ چراؤ گے کیا کرتے مجبور تھے اور انصاف بھی یوں ہے کہ دل پر کسی کا کبھی زور چلا ہی نہیں مجبوراً سور چرانے پر راضی ہوے پھر اُس عورت نے اُن سے زنار باندھنے کو کہا اُنھوں نے وہ بھی باندھا حضرت خسرو رحمتہ اللہ علیہ اسی حال سے خبر دیتے ہیں کہ ؎

عشق را نازم کہ یوسف را ببازار آورد	ہمچو صنعان زاہدے را زیر زنار آورد

یہ حال دیکھکر جو شاگرد اُن کے ہمراہ تھے وہ اُن سے پھر گئے اور اُنھوں نے اُن کے خلفا کے پاس جاکر اُن کی اس حالت کی خبر کی اُن سب نے رو کر جناب باری سے دعا کی کہ الٰہی ہمکو اُن کے حقیقت حال سے مطلع کر کہ یہ کیا ہوا پھر اُن سب نے مدینہ منورہ جاکر حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے استمداد کی وہ تو وہاں اُس حال میں تھے یہاں شیخ اسی حالت میں ایکدن سو گئے دیکھا کہ ایک سور اُن کی گردن پر چڑھا ہوا اُن کا گلا اور سر اپنے پیروں سے روندرہا ہے جب یہ بیدار ہوے تو منجانب اللہ اُن کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ تم حضرت شیخ عبدالقادر کے قدم اپنی گردن پر ہونے پر راضی نہیں ہوے اسیوجہ سے تمھارا سر اور گردن ایک نجس العین نے روندا اُسیوقت اُنھوں نے متنبہ ہو کر استغفار کیا اور دل سے توبہ کر کے حضرت کی طرف رجوع

کی اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کی اور شفاعت حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا حال واپس دیا بعد اُسکے یہ مدینہ منورہ گئے اور وہان جاکر اپنے ساتھیون سے ملے اور مزار اقدس نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوکر پھر بغداد آئے اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے قدمون پر گر کر اور اُن کو بوسہ دیکر اپنے سر و گردن پر رکھ لیا اور بہت عذر دتوبہ کی حضرت نے اُن کا قصور معاف کرکے ایسا کرم فرمایا کہ اُن کا حال پہلے سے دونا ہوگیا اور میرے والد یہ بھی کہتے تھے کہ اُس نصرانیہ کی بھی عنایت ازلیہ نے دستگیری کی وہ بھی اپنے گھر سے نکل کر مدینہ طیبہ ہوتی ہوئی بغداد شریف حضرت کے حضور مین حاضر ہوئی اور قدمبوس ہوکر کلمۂ شہادت پڑھا اور پڑھ کر مرگئی رحمہما اللہ تعالیٰ فاضل آلوسی کا قول ہے کہ ظاہراً یہان قدم سے مراد اُسکے حقیقی معنی ہین مگر اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ نامناسب ہے کیونکہ اس کلام مین ایک نوع کا ترک ادب ہے اور ادب ہی مبنائے طریقۃ التصوف ہے جیساکہ حضرت جنید وغیرہ مشائخ صوفیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ قدم سے مجازاً طریقہ یا حال مراد ہے جیساکہ بولتے ہین کہ فلان شخص قدم نیک پر ہے یعنی طریقہ یا حال نیک پر یا کہتے ہین کہ فلانا فلانے کے قدم پر ہے یعنے اُسکے طریقہ پر اور حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے یعنی اس کے حال اور مشرب پر اُسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پھر شیخ علی بن ہیتی نے جو حضرت غوثیت مآب کا یہ ارشاد قدمی ھذہ سنکر قدم مبارک آپ کا اُٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لیا تو اس سے کیا مطلب کیا قرار دیا جاسکتا ہو شذرات الذہب مین ابن رجب سے نقل کرکے لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عمدہ تر بن قول اس بارہ مین حضرت شہاب الدین سہروردی کا عوارف المعارف مین یہ ہو کہ یہ قول اُن شطحیات مشائخ سے ہے کہ جو قابل اقتدا نہین ہین اور نہ وہ اُن کے مراتب و مقامات کے منافی ہین تو ہر شخص سوائے معصوم کے اسبات مین مختار ہو چاہے اُسکا قول لیا جائے یا چھوڑ دیا جائے اسپر یہ اعتراض وارد ہوتا ہو کہ صوفیہ کے نزدیک شطح اُس لفظ کو کہتے ہین جس سے بوئے رعونت آتی ہو اور وہ بطور دعوی سمجھا جائے کہ جو عارف نے بلا اذن آلہی کیا ہو اور وہ ہی محققین کی لغزشون مین سمجھی جائیگی حالانکہ بہت سے مشائخ کا قول ہے کہ حضرت غوثیت مآب نے بلا اذن آلہی یہ قول نہین فرمایا تو یہ قول شطحیات سے کیسے ہوسکتا ہے شیخ ابی اسحق ابراہیم رفاعی بطائحی معروف بعزل کہتے تھے کہ میرے والد نے حضرت سید احمد رفاعی سے پوچھا کہ کیا حضرت نے قدمی ھذہ امر سے کہا تھا یا بلا امر کے انھون نے کہا کہ بامر کہا تھا اور شیخ ابو محمد علی بن ابی بکر کہتے تھے کہ جب آپ نے قدمی ھذہ فرمایا تو شیخ علی بن ہیتی نے کھڑے ہوکر قدم مبارک پر بوسہ دیا فقیر حقیر کے ذہن مین یہ آتا ہے کہ قدم سے مراد یہان اُسکے معنی حقیقی ہی ہین اور یہ اس لفظ سے بھی متبادر ہوتا ہو اور اس کا توہم

یہ بھی ہے کہ قدمی کی صفت ھذہٖ بڑی ہے اور ہذا آتا ہے مشار الیہ شاہد محسوس کیلیے اور حضرت غوثیت مآب نے جب یہ فرمایا تو اُسوقت آپ حقیقۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مین فانی تھے یعنی گویا قائل اس کلام کی زبان حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تھی دیکھیے سلطان العاشقین عمرو بن فارض کہتے ہین ؎

وانی وانکنت ابن آدم صورتا	فلی فیہ معنی شاھد بابوتی

یعنی مین اگرچہ صورت حسی مین آدم کی اولاد ہون لیکن مجھ مین ایک بات خاص ایسی ہی جو گواہ ہے میرے خود اپنے باپ ہونے پر تو یہ قول بھی اُس حقیقت کی زبان سے تھا جس سے کہ حضرت آدم اور تمام انبیا علیہم السلام پیدا ہوے بلکہ سارا عالم علوی اور سفلی بھی اور فنا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تمام حضرات صوفیہ کے نزدیک مسلم ہے اور جہات فنا اُسمین مختلف ہین اور حضرت غوثیت مآب کو اُس فنا سے خط وافر بلکہ رتبہ خلافت کبری تھا جیسا کہ مشائخ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے حضرت شیخ اکبر نے فتوحات مین جہان اقسام اولیاء کے لکھے ہین وہان لکھا ہے کہ اولیا اللہ مین سے ہر زمانہ مین ایک وہ ولی بھی ہوتا ہے جسکی ورد یہ آیت وھو القاھر فوق عبادہٖ ہوتی ہے اور اُسکو ہر چیز پر غلبہ ہوتا ہے سواے اللہ جلشانہ کے اور وہ شجاع اور مقدام اور کثیر الدعوۃ بجز ہوتا ہے حق کہتا ہے اور عدل کا حکم دیتا ہے اور اُسی مقام پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فائز تھے اور مین تو اُن سے نہین ملا ہون مگر میرے زمانہ مین جو صاحب اس مقام پر فائز تھے اُن سے البتہ مین نے ملاقات کی ہے مگر حضرت شیخ عبد القادر ملی صاحب سے اور امور مین اتم تھے اور نہ مجھے یہ علم نہین کہ اس شخص کے بعد ابتک پھر کون اس مقام پر فائز ہوا اب اگر کوئی کہے کہ اسمین ترک ادب لازم آتا ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ جو ادب کہ مبناے طریق تصوف ہے وہ عبودیت محضہ ہے اور وہی مراد ہے ادب سکھنے سے بہ آداب شرع عام اور وہی وظائف ولایت آینہ سے ہے نہ اُس خلافت کے آداب سے کہ جس کا تاج حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا اور اُنکے آداب کے متعلق حضرت شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ کل نعت تری فیہ رائحۃ الربوبیت اور یہ بھی لکھا ہے کہ ولی پر اُس کا حال مختلف نہین ہوتا اور خلیفہ اسکے برعکس ہوتا ہے جیسا کہ اس سے قول حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا شعر ہے کہ اُذید ان علی السبعین فی وقت اور دعا کرنا آپ کا رعل اور ذکوان اور عصیہ پر بھی سلیم سے دوسرے وقت پر اور ولی کا ادب غضب ہے مغضوب علیہ مین کہ جسمین رجوع نہین اور رضا ہے مرضی عنہ مین اور اسمین بھی رجوع نہین اور خلیفہ کا ادب رضا ہے مرضی عنہ مین اور غضب ایک وقت اور عفو دوسرے وقت مغضوب علیہ مین اور شیخ نے باب ایکسو ننانوے فتوحات مین یہ بھی لکھا ہے کہ بعضے اولیاء اللہ مین سے وہ ہین جو مقام ادلال مین ہین جیسے حضرت شیخ عبد القادر جیلی بغداد مین تھے اور اسمین شک نہین کہ ادلال

سلہ اور وہ غالب ہے اپنے بندون پر ١٢ منہ سلہ آینہ سے مراد اصطلاح اہل حقیقت مین وجود عینی کا ثبوت ہے بحیثیت اُسکے رتبہ ذاتیہ کے ١٢ کذا فی جامع الاصول وتعریفات الاشیاء سلہ جس صفت مین کہ تو رائحۂ ربوبیت دیکھے ١٢ منہ سلہ بیشک ایک وقت مین ستر سے بڑھادون گا ١٢ منہ سلہ ادلال بالکسر لغت مین اسکو معنی ناز و کرشمہ کرنیکے ہین اور اصطلاح اہل حقیقت مین اس سے مراد مقام ناز ہے سے موطن اصلی سالک کو مقام ناز ہو جاوے..

منافی عبودیت محض کے ہے اسواسطے کہ زبان حال متصف بعبودیت کا قول یہ ہے ؎

ارید وصاله ویرید ہجری	فاترک ما ارید لما یرید

اسی کا ترجمہ کسی شاعر نے کیا ہے ؎

میل من سوے وصال و میل او سوے فراق	ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

اب شعرانی کا یہ قول کہ مقام ادلال مقام عالی نہین ہے اور حضرت غوثیت مآب نے نہین انتقال فرمایا جب تک کہ اس سے عالی مقام پر ترقی نہین کی اس مین بعضون نے اعتراض کیا ہے کہ ادلال آثار محبوبیت سے ہے اور عبودیت آثار محبیت سے ہے اور اسمین شک نہین کہ محبوبیت اعلی ہے محبیت سے ہان صوفیہ کے کلام سے فوقیت عبودیت نکلتی ہے اور انھون نے عبودیت کے مراتب مین اعلی مرتبہ وہ دکھایا ہے جسکی طرف عبد بضافت مین ضمیر سے اشارہ معلوم ہوتا ہے اور اس کا مرجع اللہ تعالی ہوتا ہے جیساکہ قرآن پاک مین ہے سبحان الذی اسری بعبدہ[1] اور میلان دعوی عبودیت مین لوگ بہت ستعدی سے آمادہ رہتے ہین چنانچہ اسی جگہ سے امام احمد غزالی کا قول ہے ؎

یھون علی اللوم فی جنب حبھا	و قول الاعادی انه لخلیع

یعنی مجھپر ملامت اس کی محبت مین آسان ہے اور دشمنون کا یہ قول بھی کہ یہ نافرمانی ہے ؎

اصم اذا نودیت باسمی واننی	اذا قیل لی یا عبدھا لسمیع

یعنی جب مجھے میرے نام سے پکارتے ہین تو بہرا ہوجاتا ہون اور جب مجھسے کہا جاتا ہے کہ اے فلان معشوق کے غلام تو سننے لگتا ہون اسیطرح اور کسی کا قول ہے ؎

لا تدعنی الا بیا عبدھا	فانه اشرف اسمائی

یعنی تو اپنا بندہ کہکر مجھکو پکار کہ یہی نام مجھے عمدہ معلوم ہوتا ہے ؎

باللہ ان سألوك عنی قل لھم	عبدی و ملك یدی ما اعتقته

یعنی بخدا اگر وہ لوگ مجھکو پوچھین کہ یہ کون ہے تو یہی کہیو کہ یہ میرا غلام و مملوک ہے مین نے اسکو آزاد نہین کیا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ادب غیر مقامات قرب نوافل و فرائض مین ہوتا ہے[2] لعد ان مین خود اغیار ہی نفی ہو جاتے ہین تو ادب کہان اسکے علاوہ جب یہ بات معلوم ہے کہ آپنے اسکو بلا امر نہین فرمایا تو آپ کا فرمانا بطور امتثال امر کے ہوا ترک ادب کیسے ہوا بلکہ اس مین رعایت عبودیت کی ہوئی اب رہا یہ قول کہ اس اذن مین حکمت کیا تھی تو اس کا جواب یہ ہے

[1] پاک ہے وہ ذات جو لیگیا اپنے بندہ کو ۱۲ منہ [2] قرب نوافل اُس قرب کو کہتے ہین کہ جسمین سالک اپنے آپکو فاعل پاوے اور حق کو آلہ چنانچہ بی یسمع و بی یبصر مین اسی طرف اشارہ ہے اور قرب فرائض اُس قرب کو کہتے ہین کہ سالک اپنے آپ کو آلہ پاوے اور حق کو فاعل چنانچہ اسیطرف اشارہ ہے الحق ینطق علی لسان عمر ہے اور اس قرب کا ثمرہ فنا وجود سالک ہے اور ان دونون قربون مین جمع یہ ہے کہ سالک اپنے آپکو نہ فاعل ہی پاوے نہ آلہ چنانچہ آیت کریمہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ان تینون قربون کا مشعر ہے یعنی ما رمیت اشارہ ہے قرب فرائض سے اور اذ رمیت اشارہ ہے قرب نوافل سے اور لکن اللہ رمی

کہ اسمین اولیاء وقت کا امتحان اور انکو آپکی خرافت اور علو مقام پر مطلع کرنا تھا اور یہ بھی تحدث بالنعمت ہے جیسا کہ
آنحضرت کا ارشاد ہے انا سید ولد آدم ولا فخر[1] لذا فی فتح المبین قلائد الجواہر مین ہے کہ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد
ابن حجر عسقلانی سے آپکے ارشاد قدمی ھذہ کے معنی پوچھے گئے تو انھون نے کہا کہ ظہور کرامات تو بشر سے واقع
ہوتا ہے جسکی انکار معاند کے سوا کوئی نہین کر سکتا آب ہمارے ائمہ نے ظہور خوارق کے بارہ مین یہ ایک قاعدہ
لکھدیا ہے کہ جس سے مقبول اور مردود مین تمیز کیجاتی ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی شخص سے یا کسی شخص کے لیے
طریقہ مستقیمہ پر خرق عادت واقع ہو تو وہ کرامت ہے جیسے حضرت غوثیت مآب رض سے اور شیخ الاسلام عز الدین بن
عبد السلام کا قول ہو کہ مجھے کسی کی اسقدر کرامتین بطور تواتر نہین معلوم ہوئین جسقدر کہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ عبد القادر رض
کیونکہ آپ جامع الحسن و متمسک بقوانین شرعیہ تھے اور انھین کی طرف دعوت فرماتے اور انکی مخالفت سے ڈراتے تھے
محبت ازواج و اولاد وغیرہ تو جسکا یہ طریقہ ہوگا وہ ضرور اپنے غیر سے اکمل ہوگا اور یہی آنحضرت صلعم کا طریقہ تھا اور اسی جگہ سے
یہ قول بھی مشعر ہے کہ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور یہ اس لیے ارشاد ہوا کہ آپنے
اپنے زمانہ مین کسی کو اپنا مساوی اور جامع کمالات نہین پایا اور اس سے غرض اظہار تعظیم اپنی شان
کی تھی کیونکہ بلا شک مستحق تعظیم تھے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2] شیخ عبد الحق
محدث دہلوی زبدۃ الاسرار مین بعد نقل اور حوالہ اخبار و آثار اکابر اولیاء کبار لکھتے ہین کہ ان
سب عبارات منقولہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ عبارات و اشارات اولیاء اللہ اور مشائخ سے آپکی
علو شان و مکان مین مختلف ہین بعض سے آپ کی تفضیل اولیاء زمانہ پر مطلقاً ظاہر ہوتی ہے اور
نفوذ تصرف آپ کا عموماً اور ان سب کا حضرت کا مطیع ہونا اور آپکے انوار سے مقتبس اور
آثار سے فیضیاب ہونا اچھی طور پر اور آپ کا سلطان الوقت اور قطب الآفاق اور غوث الزمان
اور محافظ اسرار اولیاء اور جامع مراتب اصفیاء اور حاکم دو جہان اور مرجع انس و جان ہونا اور
آپ کے زمانہ مین کسی کا صاحب تصرف نہونا اور آپ کا حکم عام اور تصرف تام ہونا اور
آپ ہی کے اختیار رہنی عزل و نصب اور رد و قبول ہونا بلکہ بعضی روایتون سے آپ کا مطلقاً
سردار اولیاء و سند اصفیاء و سلطان مملکت ولایت ہونا ثابت ہوتا ہے بغیر تصریح تقدم و موخر
اور بلا تعرض اس امر کے کہ کس کے لیے یہ حکم پوشیدہ رہا اور کس کے لیے ظاہر ہوا اور بعض
مکاشفین اسرار ولایت و واقفین احکام ہدایت و نہایت سے مثل حضرت خضر علیہ السلام
وغیرہ کے بھی آپ کی بزرگی اور فوقیت سب مشائخ متقدمین اور متاخرین پر بالتصریح معلوم

[1] مین سردار اولاد آدم ہون اور اسپر کوئی فخر نہین ایسا ہی فتح المبین مین ہی ۱۲ منہ [2] اور اللہ ہدایت کرتا ہی جس شخص کو چاہتا ہی سیدھی راہ کیطرف ۱۲ منہ

ہوئی ہے اور یہ مطابق آپکے ارشاد کے ہے جسمین آپنے نعمات الہیہ کا اظہار اپنی ذات کے لیے بیان فرمایا اور یہ خود شاہد عادل اس مدعا پر ہین کیونکہ اپنے حال سے سواے اپنے اور کوئی زیادہ واقف نہین ہوتا اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ اپنے اس ارشاد قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله مین صادق تھے اور اُس پر مامور تھے اور یہ لفظ اولیاء الله مین عام ہے اور اس مین کوئی دلالت تخصیص اہل زمان پر نہین ہے اور آپ کی فضیلت اپنے زمانہ والون پر متفق علیہ فریقین ہے مگر بعضون نے زیادتی کردی ہے اور ثبت زیادہ گواہون مین سے راجح ہے اور اسمین کوئی تعارض نہین جیسا کہ قواعد اصول فقہ سے ثابت ہے اور مشائخ متقدمین و متاخرین مین سے کسی کے ایسے مقامات و کرامات و تصرفات و کمالات و اتباع اہل زمان نہین منقول ہوے جیسے کہ آپکے تو اولیاء اللہ کا مجبور ہونا آپ کی اطاعت و تعظیم پر زیادہ اس سے کہ تصور مین آسکے یا ممکن ہو بھی منقول نہین اگرچہ کوئی زمانہ خالی نہین ہوتا کہ جسمین قطب معتمد علیہ اور غوث مرجع الیہ نہوتے ہون لہذا وہ کاملین اقطاب ہوے تو آپ قطب الاقطاب ہوے اور وہ افراد ہوے تو آپ سید الافراد اور وہ سلاطین ہوے تو آپ سلطان السلاطین اسواسطے کہ تفاضل مراتب واصلین و مقربین مین ثابت ہی ہے پس اس بنا پر جو اخبار کہ دربارۂ تفضیل حضرت غوثیت مآب اولیاء عصر و اہل زمان پر وارد ہوے ہین اُن کے واسطے بہتر یہ ہے کہ اُس سے تخصیص اور حصر مراد نہو بلکہ اکتفا اور انتہا مقصود و مراد ہو کیونکہ اکثر وہ باتین جو مدح کے موقعہ پر کہی جاتی ہین کہ فلان شخص افضل عصر یا اکمل دہر یا وحید زمان و فرید آوان ہے تو وہ اُس شخص کے اُسی زمانہ مین موجود ہونے پر مبنی ہوتی ہین اور اُس سے غرض متعلق ہونے کے ساتھ کیونکہ غرض اُس شخص کی تفضیل سے اکثر سالکین و طالبین موجودین کا متوجہ کرانا ہوتا ہے اُس شخص کی متابعت کرنے کے لیے اسی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے عالی مرتبہ ہونے کی تصریح کی جہان کہ اُنھون نے مراتب اولیاء اللہ مین فرق بتاے نیز لوگون کے پوچھتے وقت بھی آپ کا اعلیٰ ہونا بیان کیا ہے اور وہ امر کہ جس سے ثبوت افضلیت اہل زمانہ پر پایا جاتا ہے وہ تخصیص اور حصر کے لیے نہین ہے بلکہ وہ قید اتفاقی ہے جیسا کہ روایت خضر علیہ السلام سے شیخ ابو محمد قاسم مین مروی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اولاً حضرت غوث پاک کو کہا کہ وہ اسوقت مین فرد الاحباب و قطب الاولیاء ہین پھر کہا کہ اللہ نے کسی کو اب تک ولی نہین بنایا نہ آئندہ قیامت تک بنائے گا

کہ جو اللہ سے اپنے سر مین حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مودب نہو ورنہ دونون
کلام متناقض ہوجاوینگے اور یہ احتمال نہین ہوسکتا کہ یہ من قبیل اضافت اسم تفضیل بوجہ تخصیص
ہوا ور مراد مطلقاً زیادتی ہو جیسا کہ قواعد مقررہ نحویہ سے ہے کہ اضافت اسم تفضیل دو دونون معنون
کے لیے آتی ہے ایک مضاف الیہ پر خاص زیادتی کے لیے جیسا کہ مقولہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم افضل المخلوقات تھے اور دوسری اضافت کی غرض سے زیادتی مطلقا ہوتی ہے مگر وہ
اضافت تخصیصی ہوتی ہے جیسے کہ مقولہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل قریش تھے اور
یہ احتمال ہوسکتا ہے بلکہ اظہر و متیقن بھی ہے اور اقوال مشایخ کا اختلاف اس بارہ مین جو ہے
وہ بوجہ اُن کے تفاوت مراتب کشف کے مراتب اولیاء اللہ سے ہے کیونکہ جسکو جسقدر
علم ہوا اُس نے اُتنے مقامات بیان کردیے یا جن اسرار ولایت پر اسکو اطلاع ہوئی وہ اُسنے
ظاہر کیے بعضے ایسے ہوتے ہین کہ جن سے صرف حالات اُسی شخص کے ظاہر ہوتے ہین کہ جسکی
صحبت اُن کو حاصل ہوئی ہوتی ہے یا اُسکو دیکھ چکے ہوتے ہین لہذا فاضلیت ومفضولیت کا حکم
نہین دے سکتے مگر کسی شخص خاص پر اسی وجہ سے بعض مشایخ زمانہ کا قول ہے کہ ہماری
آنکھون نے کسی کو شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مثل نہین دیکھا اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ
جن کا علم کل اہل زمان کے حالات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے وہ حاضر ہون یا غائب مع کل اُنکے
مقامات کے بطریق کشف وعیان یا بدلیل و برہان اور وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہین اور
اُس حال سے کیونکہ وہ علم مشعر ایک نوع کی تحاشی کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ شیخ جاگیر قدس سرہ
کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سیدی عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمکن سے احوال
قطبیت مین ترقی کی اور مقام قطبیت فی استغراق سے وہ مقام پایا جو اُن کے سوا اور مشایخ
نے نہین پایا اور مین اسکو جانتا ہون اور یہ بات معلوم ہے کہ اولیاء اللہ فضول بات نہین کہتے
جب تک کہ کوئی دلیل قطعی کسی بارہ مین اُن کو نہین معلوم ہولیتی اور بعضے مکاشفین ایسے ہوتے
ہین جنکا کشف معرفت اہل علم پر شرقاً اور غرباً گذشتہ وآیندہ دونون مین محیط ہوتا ہے اور
وہی لوگ کاشفین سر ولایت وسائرین مراتب وجود وواصلین منازل شہود ہوتے ہین نقیب الاولیا
ابو العباس خضر علیہ السلام وغیرہ اور ان لوگون کا کہ جنکو اللہ تعالی نے اولیاء اللہ کے مقامات
پر مطلع کیا ہے قول ہے کہ یہ بات صریح اور عام ہے کہ جناب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو متقدمین
اور متاخرین سب پر شرف وفضیلت ہے اور یہی دلیل کے لیے کافی ہے اب اگر کوئی کہے کہ

اقوال مشائخ آپ کی تفضیل مین عموم پر کیون محمول ہونگے اور ایسے ہی آپ کا ارشاد قدمی ہذہ وغیرہ بھی سمجھا جائیگا تو اس سے تفضیل آپ کی صحابہ کرام پر لازم آئے گی اس کا جواب یہ دیا جائیگا کہ صحابہ اس عموم مین داخل نہین ہین کیونکہ اتفاق امت و اجماع اہل سنت اور ورود احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر ہے کہ صحابہ کرام بہترین مومنین تھے اور ان کے واسطے اُس ثواب کی امید ہے جو اُن کے علاوہ کسی کے لیے نہین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ارشاد ہے کہ بزرگ جانو میرے اصحاب کو کہ تم سے وہ بہتر ہین اور اگر تم مین سے کوئی اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی اُن کے ایک مُد کے برابر نہو سکے گا یعنی اُن کا تھوڑا صرف اللہ کی راہ مین تمھارے بہت صرف سے بڑھ کر ہے بلکہ مین کہون گا کہ اس مقام پر تخصیص تابعین کی بھی ضروری ہے کیونکہ یہی استثنا وجہ خیریت کی ہے جو مستفاد حدیث مخصوصہ سے ہے اور وہ متصل اُنھین صحابہ کے زمانہ سے ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خیریت صحابہ اور تابعین کی بسبب شرف صحبت اور قرب زمانہ حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی نہ فضل کلی من جمیع الوجوہ کیونکہ حدیث مین ہے کہ مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیرام اٰخرہٗ یعنی مثال میری امت کی پانی کی طرح ہے نہین معلوم کہ اُس کا اوّل بہتر ہے یا آخر باقی اس کلام کی تفصیل بہت ہے جسمین خوض کرنے سے مین احتراز کرتا ہون اُسکو اور مقامات پر دیکھنا چاہیئے اور قرینہ تخصیص صحابہ یہ بھی ہے کہ وہ حضرات بسبب خصوصیت صحابیت اور بوجہ اس نام سے ممتاز ہونے کے عرفاً اولیا اور مشائخ اور صوفیہ وغیرہ کے زمرہ مین داخل نہین ہین ان سب سے بڑھ کر ہین اب اگر کہا جائے کہ قول قدمی ہذہ وغیرہ حالت سکر اور غلبہ حال یا حالت صحو و تمکین مین صادر ہوے تھے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حضرت غوثیت مآب پیشواے ارباب تمکین اور افضل اصحاب صحو تھے جیسا کہ نقل روایات سے ثابت ہے تو اُن کا ارشاد کیسے حالت سکر پر محمول ہو گا کیونکہ اس سے تو آپ کا بھی مثل اور حضرات اولیا اللہ کے ہونا لازم آئے گا علاوہ اسکے باتفاق مشائخ محققین اہل صحو کو ارباب سکر پر فضیلت ہے اسوجہ سے کہ ارباب سکر محکوم وقت ہین اور حال اُن پر حاکم ہے اور اہل صحو حاکم حال و وقت ہین تو ان دونون مین بہت بڑا فرق ہوا اور فضیلت دینا حضرت غوثیت مآب کا اپنی ذات کو غیر پر یہ خود دلالت کرتا ہے کہ آپ مقام صحو مین تھے کیونکہ ارباب سکر مقام مشاہدہ احدیت الذات مین اپنے نفوس سے غائب ہوتے ہین تو جب اپنی ذات کو نہین دیکھتے تو غیر کو کیا دیکھین گے اور اولیاء اللہ کے کلمات حالت سکر مین ایسی ہوا کرتی ہین جیسے سبحانی

ما اعظم شانی اور لیس فی الدارین غیری اور لیس فی جبتی سوی اللہ اور انا الحق اور قول حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کو مثل فرمان حضور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ انا سید ولد آدم یا آدم[لہ] ومن دونہ تحت لوائی ہے سمجھنا چاہیے اب اگر کہا جاے کہ کہ اس فرق مراتب مشایخ اور اولیا اہل صحو ارباب تمکین مین حضرات صحابہ وغیرہم سے کیا سر ہے کہ ان کے اقوال ایسے ظاہر ہوے اور ان کے نہین ہوے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات بغیر حکم پروردگار نہین بولتے اور نہ بلا اسکے امر کے کوئی حرکت کرتے لہذا جسکو حکم نہین ہوا اُسنے نہین کہا جیسے کہ شیخ ابو سعید قیلوی سے منقول ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے قدمی ھذہ کو خدا کے حکم سے کہا تھا یا بلا حکم کے تو انھون نے کہا کہ بلا شک آپنے حکم سے کہا اور وہ زبان قطبیت کی تھی اور اقطاب مین سے ہر زمانہ مین بعضے مامور بسکوت ہوتے ہین جو سواے سکوت کے کچھ نہین کرتے اور بعضے مامور بہ تکلم ہوتے ہین وہ چپ نہین رہ سکتے اور ایسا ہی شخص مقام قطبیت مین اکمل ہوتا ہے کیونکہ یہی زبان شفاعت ہے اور مفاخرت صحابہ اور ان کے مباہات اور حالات اور کمالات بھی متعدد مقامات پر وارد ہوے ہین جیسا کہ حضرت سیدنا و مولانا امیر المومنین علی مرتضے وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے باقی اصلی تحقیق بعضے محققین مشایخ نے بھی کی ہے اور کہا ہے کہ بعضے وہ ہین جنپر فنا باللہ غالب ہوتی ہے اور ان سے کرامتین بھی ظاہر ہوتی ہین اور بلا توقف دعوی بھی ان سے سرزد ہوتے ہین اور وہ دعوی بحق اور عن الحق اور بالحق کرتے ہین جیسے حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر رضی اللہ عنہ اور ابی یعلی اور عامہ متاخرین شاذلیہ اور بعضے وہ ہین جنپر فقر الی اللہ غالب ہوتا ہے وہ بالکل خاموش ہو جاتے اور متوقف رہتے ہین جیسے ابن ابی حمزہ وغیرہ اور بعضے وہ ہین جن کا حال التفا بلتفار رہتا ہے کبھی سکوت رہتا ہے اور کبھی کلام حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مین نے نہین کھایا پیا جب تک مجھسے نہین کہا گیا کہ تجھے قسم ہے میرے اس حق کی کہ جو تجھپر ہے کہ تو کھا پی یہانتک کہ مین نے کوئی بات نہین کی جب تک کہ اسکے لیے مامور نہین ہو لیا اب اگر کوئی کہے کہ اولیا سے جو الہام ہوتا ہے اسکے کیا معنی ہین آیا وہ صریح قول افعل ہوتا ہے جیسا کہ انبیا علیہم السلام کو ہوتا ہے یا وہ کوئی اور چیز ہوتی ہے اور جو امر الہی انبیا کو واقع ہوتا ہے اس سے مراد کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کلام حضرات صوفیہ سے تو مفہوم یہ ہوتا ہے کہ امر کے

لہ آدم اور ان کے سوا سب میرے جھنڈے کے پیچھے ہونگے ۱۲ منہ

یعنی صریح علم کے ہین بنا آمیزش ظن اور تخمین اور وہ اُس قلب کو حاصل ہوتا ہے جو
کدورات بشریت سے صاف اور نفسانیت سے فانی اور ربانی بحق ہوتا ہے اور متصف ہوتا
ہے دونون مراتب قرب یعنی قرب نوافل اور قرب فرائض سے اور ممکن ہے کہ صریح قول
افعل ہی ہوتا ہو بواسطہ ملک یعنی روح الامین کے جسطرح سے کہ وحی آتی ہے واللہ اعلم اور
حضرت نے خود اپنے بعض ارشادات مین فرمایا ہے کہ نبوت اور ولایت مین فرق یہ ہے کہ نبوت
ایک کلام منفصل ہوتا ہے جناب باری سے بطور وحی کے مع روح الٰہی کے کہ جو اُس وحی کو
پہونچا دیتی ہے اور اللہ اُسکو اسی روح کے ساتھ ختم کردیتا ہے کہ جسمین اُس کا نزول بھی ہوتا ہے
اسی وجہ سے اُس کی تصدیق ضروری ہوتی ہے اور جو اسکو نہین مانتا وہ کافر ہوتا ہے کیونکہ
وہ کلام الٰہی کا رد کرنے والا ہوتا ہے اور ولایت ولی پر حدیث ہوتی ہے بطریق الہام کہ جسکو
اللہ اُسکی طرف پہونچاتا ہے تو ولی کو اُسمین جو حدیث ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف سے بزبان حق
منفصل ہوتی ہے اور اُس کے ساتھ سکینہ بھی ہوتا ہے کہ جو قلب مجذوب مین آتا ہے
اور وہ قلب اُسکے قبول کرنے سے ساکن ہوجاتا ہے تو انبیا کے لیے کلام ہے اور اولیا
کے لیے حدیث تو جو شخص اس کلام کو رد کرتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ کے کلام
اور وحی اور روح کی انکار کی اور جس نے حدیث کی انکار کی وہ کافر تو نہین ہوا مگر خائب ہو
خاسر ضرور ہوا اور یہ انکار اس کی ذات پر وبال ہوگی نعوذ باللہ من ذٰلک یہ آپ کا کلام
اقدس ہے جاننا چاہیے کہ طور کشف ورای طور عقل ہے اسی وجہ سے عقل ادراک مکشوفات سے
ویسے عاجز ہو جاتی ہے جیسے حس ادراک معقولات سے تو جو شخص مقید بحکم عقل اور محکوم بمقتضاے
قیاس ہوتا ہے وہ اس پر مطلع نہین ہوتا تو اگر کوئی شخص اہل ذوق و وجدان سے نہو تو
کم سے کم ارباب تصدیق و ایمان سے ہونا چاہیے حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ ہمارے طریقہ پر
ایمان لانا یہ بھی ایک قسم کی ولایت ہے اور جن لوگون کا یہ قول ہے کہ اقوال مشائخ کرام کہ
جنمین نعمت الٰہیہ کا بیان ہو یا اُنھون نے اپنے حال اور مرتبہ سے خبر دی ہو وہ سب غلبہ
سکر و حال و استغراق نفس پر محمول کرنا چاہیے سو یہ اُن کا کہنا بہ پابندی عقل اور قیاس کے ہے
اُنھون نے اس طرف غور نہین کیا کہ وہ اقوال کس سے اور کس حالت مین صادر ہوئے ہین
لہذا میرے نزدیک اُن کی فضیلت ہی انسب اور الیق ہے واللہ اعلم **فائدہ** حدیث مثل امتی
کے راوی ترمذی ہین اور ان کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے پھر اُنہین کا قول ہے کہ

امام احمد نے بھی یہ حدیث عمار بن یاسر سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح
مین سلمان سے اور شیخ کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اُس کے کئی طریقہ ہین جن سے
وہ درجہ صحت پر پہونچ جاتی ہے اور اس حدیث کے معنی یہ ہین میری امت کا حال بانی
کی طرح ہے نہین معلوم کہ پہلا پانی بہتر اور نافع ہے یا پچھلا تو ظاہر حدیث سے یہ شک ہوتا ہے
اور تردد کہ اول امت بہتر اور فاضلتر ہے یا آخر مگر یہان یہ معنی مقصود نہین ہین بلکہ یہ کنایہ ہے تمام
امت کی اچھائی سے ہے جسطرح سے کہ پانی بالکل خیر و نافع ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ سب نفع
اور خیریت مین برابر ہے تو خیر بمعنی اسم تفضیل نہوگا اب اگلون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحبت اُٹھائی اور آپ کی پیروی کی اور آپ کی دعوت پہونچائی اور آپ کے دین کے قواعد کی
بنیاد جمائی اور آپ کی نصرت کی اور پچھلون نے اُن قاعدون کو محفوظ رکھا اور اُن کی بنیادون کو مضبوط کیا
اور اُن کے انوار شارع اور ظاہر کیے اور اگر خیر بمعنی اسم تفضیل لین تو بھی باعتبار تعدد وجوہ
خیریت درست ہے بالجملہ یہ حدیث ناظر ہے بمساواۃ یا تفاضل بوجوہ متعددہ مختلفہ اور جمہور کے
نزدیک مقرر یہ ہے کہ حضرات صحابہ کو فضیلت ثابت ہے اور یہ اورون کے فضل کے
منافی نہین جو بوجوہ جزئیہ ہو اور فضل کلی سے جمہور کا مقصود کثرت ثواب من عند اللہ ہے

صاحب مزارع الحسنات شرح قصیدہ حمیدہ مین متعلق معنی مصرع وحکمی[1] نافذ فی کل حال
کے لکھتے ہین کہ اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کا قدم مبارک قیامت تک اولیا کی
گردنون پر ہے اور یہ مخصوص زمانہ حیات تک نہ تھا تو جو لوگ اسکو مخصوص کرتے ہین وہ آنحضرت
کے کلام سے بعید معلوم ہوتا ہے اور مصرعہ شریفہ انا[2] الحسنی والمخدع مقامی کے معنی مین لکھتے
ہین کہ مخدع اسرار خانہ کو کہتے ہین اور یہ آپ کا خاص مقام تھا اور اولیا کو اس مقام سے کم
حصہ ملا ہے سوائے صحابہ کرام کے اسی جگہ سے پھر ارشاد ہے واقدامی[3] علی عنق الرجال
یعنی سب اپنے رتبہ مین اس نہانخانہ اسرار سے نیچے ہین اگرچہ سب مقام ناز مین یگانہ ہون
تاہم نہانخانہ اسرار سے بیگانہ ہین اور یہی معنی قدمی[4] ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ الاولین
والآخرین کے ہین محبوب المعانی مین ہے کہ جو ولایت نبوت کے ساتھ آمیزش رکھتی ہے

[1] اور میرا حکم ہر حال مین جاری ہے ۱۲ منہ [2] مین اولاد حضرت امام حسن علیہ السلام سے ہون اور مخدع میرا
مقام ہے ۱۲ منہ [3] اور میرے قدم سب مردون کے گردنون پر ہین ۱۲ منہ [4] میرا یہ قدم کل اگلے اور پچھلے
اولیاء اللہ کی گردنون پر ہے ۱۲ منہ

وہ ولایت خاص انبیا کی ہوتی ہے جنکے سردار حضرت خاتم الرسالت ہین اور جو ولایت کہ خلافت
اور محبت اور امارت اور امامت کے ساتھ مخلوط ہے وہ ولایت جناب امیر کرم اللہ وجہہ اور دیگر
صحابہ کرام اور دوازدہ امام کی ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اگرچہ ولایت مین یہ سب شریک
ہین مگر عرفاً انبیا کو اولیا نہین کہتے بلکہ انبیا اور رسل کہتے ہین ویسا ہی صحابہ کو بسبب شرف عز
صحبت حضرت خاتم الرسالت صحابہ کہتے ہین اسی طرح سے ائمہ اکرام کو ائمہ اثنا عشر اور دوازدہ امام
کہتے ہین تو حضرت پیر دستگیر نے اسی وجہ سے بلحاظ حفظ مراتب اپنے ارشاد قدمی ھذہ
علی رقبۃ کل ولی اللہ مین اولیا کو خاص فرمایا اور اصحاب کرام اور ائمہ عظام کا نام نہین لیا
اور بحث اولیا اور عام لوگون مین ہے نہ اصحاب کبار اور دوازدہ امام مین کیونکہ سلاطین اسلام
اور اکابر انام مین حکم عام بر موافق محاورہ ہوتا ہے مثلاً اگر بادشاہ کسی سپاہی سے کہے کہ
مین نے تجھے تمام سپاہیون کا سردار کیا تو اس مین سب لشکری شامل ہو جاینگے گرو وزرا اور
سردار نہین داخل ہون گے یا جیسے کوئی کہے کہ گیہون کی روٹی سب روٹیون سے بہتر ہوتی ہے
تو اس سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ گیہون کی روٹی بادام کی روٹی سے بھی بہتر ہوتی ہے
البتہ وہ اور غلہ کی روٹیون سے بہتر ہوگی نہ میوہ کی روٹی سے مولوی اسمعیل شہید دہلوی رسالہ
منصب امامت مین لکھتے ہین کہ جو کچھ حضرت سید الشہدا رضی اللہ عنہ سے معرکہ کربلا مین مفاخرت
کے اشعار مروی ہین یا دیگر ائمہ اہلبیت اور سیدی شیخ عبد القادر جیلانی اور ائمہ ہدی سے ان کلمات
کو من قبیل تحدیث بنعمۃ اللہ و تثبت برحمۃ اللہ جاننا چاہیئے نہ از قبیل ہرزہ سرائے و خود ستائی ؎

	کار پاکان را قیاس از خود مگیر		گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر	

فائدہ بہجۃ الاسرار ایک عظیم القدر کتاب ہے جسکے مصنف علمائے قراۃ سے بہت مشہور اور معروف
شخص تھے اور ان کا حال کتابون مین بھی مذکور ہے اور ان کی اس کتاب کی جماعت اعیان نقاد
نے تعریف لکھی ہے اُن مین سے ایک حافظ ذہبی بھی تھے کہ جنکو لوگ محک الرجال کہتے تھے
اور وہ خود اکابر علمائے حدیث سے تھے محک کسوٹی کو کہتے ہین یعنی جسطرح سونے کو کسوٹی
پر کھینچنے سے اُسکی حقیقت پہچان لیتے ہین اسیطرح وہ رجال حدیث اور اُن کے رواۃ کو پہچانتے
تھے اور باوصف جرح مین شدت کے خصوصاً سادات صوفیہ کے بارہ مین اُنھون نے بھی
اس کتاب کی تعریف لکھی ہے صاحب طبقات القراء مین مصنف بہجۃ الاسرار کے حال مین لکھتے
ہین کہ علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی امام اوحد مقری نحوی ابو الحسن نور الدین شیخ قرا دیار مصر

اصلاً شامی تھے ولادت ان کی سنہ چھ سو چوالیس مین قاہرہ تختگاہ مصر مین ہوئی یہ جامع ازہر
مین مدرس تھے جو مصر مین مشہور جگہ ہے ذہبی کہتے تھے کہ مین اُن کی مجلس درس مین گیا
اور مجکو اُن کا طریقہ بہت پسند آیا اور یہ ایک جماعت ائمہ حدیث اور قرار مین سے تھے
اور اُن کو ایک خاص عشق اور خلوص حضرت غوثیت مآب کے حضور مین تھا اُنھون نے آپکے
اخبار اور مناقب ایک بڑی کتاب مین جو غالباً تین مجلد ہون گے جمع کیے ہین اور شیخ شمس الدین
محمد جزری صاحب حصن حصین نے اپنی کتاب نہایت الدرایات فی اسماء الرجال القراۃ مین لکھا
ہے کہ علی بن یوسف بن جریر بن فضل بن معضاد نور الدین ابو الحسن اللخمی الشطنوفی الشافعی یہ استاد
محقق شیخ دیار مصریہ تھے اور بلقا رشام کے رہنے والے قاہرہ مین ۶۴۴ھ مین پیدا ہوے اور
حدیث صالح بن ابراہیم اشعری وغیرہ شیوخ سے پڑھی اور اُن سے شیخ ابراہیم جلری وغیرہ نے
پڑھا اور جب یہ جامع ازہر قاہرہ مین پڑھانے کے واسطے بیٹھے تو اُن کے پاس بہت لوگ
فوائد حاصل کرنے کو اور تحقیقات سننے کو گئے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شاطبیہ پر شرح لکھتے
تھے اگر وہ شائع ہو جاتی تو نہایت عمدہ شرح ہوتی علاوہ اس کے اُنھون نے اور بھی تعلیقات
مفیدہ لکھی ہین ذہبی کہتے تھے کہ اُن کو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے بڑی محبت تھی اور
اُن کے اخبار اور مناقب اُنھون نے بہت جمع کیے جو غالباً تین جلدون مین ہون گے جزری
کہتے تھے کہ وہ کتاب میرے بعض اصحاب کے پاس قاہرہ کی خانقاہ صلاحیہ مین ہے اور
مجھ سے میرے اُستاد حافظ محی الدین عبد القادر حنفی وغیرہ نے بیان کیا کہ لخمی کی وفات
شنبہ کے دن ظہر کے وقت ہوئی اور وہ یک شنبہ بیسوین ذیحجہ ۷۱۳ھ کو دفن ہوے حسن المحاضرہ
مین ان کے حال مین لکھا ہے کہ علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی نور الدین ابو الحسن شیخ قراء
دیار مصریہ سنہ چھ سو چوالیس مین پیدا ہوے اور اُنھون نے شیخ علی نقی جرائدی اور شیخ صفی
خلیل سے پڑھا اور شیخ عبد اللطیف سے حدیث سنی اور جامع ازہر مین پڑھانے کے لیے
بیٹھے طلبا کا بہت ہجوم ہوا اور اُن کا انتقال ماہ ذیحجہ ۷۱۳ھ سات سو تیرہ مین ہوا شطنوف
بفتح شین و طا مصر کا ایک گاؤن ہے کذا فی القاموس اور زبدۃ الآثار مین ہے کہ درمیان
صاحب بہجۃ الاسرار و حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ دو واسطہ تھے اور وہ حضرت کی بشارت

(حاشیہ متعلق صفحہ ۲۴۶) لہ لخمی بفتح لام و سکون خاء معجمہ بعدہ کے میم منسوب قبیلہ لخم اور اُن کا نام مالک بن عدی تھا کذا فی وفیات او عیان
اور جہان مطلقاً لخمی ذکر کرتے ہین وہان صاحب بہجۃ الاسرار ہی مراد ہوتے ہین ۲

مین داخل تھے کہ طوبیٰ لمن رآنی ولمن رأی من رآنی ولمن رأی من رأی الذی رآنی[1] اور بہجۃ الاسرار ایک کتاب عظیم الشان ہے جو مناقب حضرت غوث الثقلین و دیگر مشائخ اور اُن کے کلمات پر جو انھون نے حضرت کی مدح مین کہے تھے اور اُن خبرون پر بھی کہ جو انھون نے حضرت کی ولادت باکرامت کے متعلق دی تھین شامل ہے اور تالیف قلب الالیف مین لکھا ہے کہ کتاب بہجۃ الاسرار علما و مشائخ مین معتبر و مشہور کتاب ہے یہ بعض عظماء مشائخ کی تصنیف سے ہے اور اُسکے مصنف اور حضرت غوثیت مآب کے درمیان مین دو واسطہ ہین اور ماثبت بالسنۃ مین ہے کہ بہجۃ الاسرار جو ایک مشہور کتاب حالات حضرت غوثیت مآب مین بروایت ثقات مشائخ کبار ہے اسکے مصنف اور حضرت کے درمیان مین دو واسطہ ہین تو اب جو جمال الدین صغدی[2] یمنی قادری نے اپنے رسالہ مین لکھا ہے کہ بہجۃ الاسرار مین بہت سی حکایات مستندہ ایسی ہین جنکے رواۃ پر وثوق نہین ہو سکتا بلکہ اُس کا مصنف بھی اُن مین شامل ہے یہ قول لائق اعتماد نہین واللہ اعلم بالصواب اور یہ جو علامہ کاتب چلبی کشف الظنون مین لکھتے ہین کہ شیخ عمر بن عبد الوہاب فرضی حلبی نے بہجۃ الاسرار کے ایک نسخہ کی پشت پر لکھا ہے کہ ابن وردی نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ بہجۃ الاسرار مین اُمور غیر صحیحہ مندرج ہین اور مبالغات بھی حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے متعلق جو سوا ے جناب باری کے کسی کے لائق نہین مین کہتا ہون کہ یہ بالکل غلط ہے اسمین کوئی نقل ایسی نہین ہے جسکے متابع علما نہون اور اکثر کو یافعی نے اپنی کتاب اسنی المفاخر اور نشر المحاسن اور روض الریاحین مین نقل کیا ہے اور شمس الدین ابن الزکی حلبی نے بھی کتاب الاشراف مین لکھا ہے کہ سب سے بڑی بات جو اُس مین منقول ہے یہ ہے کہ حضرت غوث پاک نے مرغ کو جلایا تو یہ کچھ نہین تو اولاً اس قصہ کو تاج الدین سبکی نے نقل کیا ہے پھر بعد ان کے ابن الرفاعی وغیرہ سے بھی منقول ہے ثانیاً یہ نقل ابن الوردی کی اُس کے مغائر ہے جو مین نے اُس کی تاریخ مین دیکھی ہے کہ اُس نے صاحب بہجۃ الاسرار سے حضرت کے حال مین بہت سی کرامتین نقل کی ہین وہان اُس نے کوئی قدح نہین کی ممکن ہے کہ شیخ عمر بن عبد الوہاب نے اسکو نہ دیکھا ہو اور مرغ کے زندہ کرنے کی خبر حضرت غوثیت مآب سے بمنزلہ متواتر کے ہے جسکو ایک جم غفیر نے نقل کیا ہے از انجملہ ذہبی تھے اور علامہ ابن حجر ہیتمی نے

[1] بشارت ہو اسکو جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا یا میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا ۱۲ منہ

[2] یہ منسوب ہے صغد کی طرف اور صغد ایک شہر ہے شام مین کذا فی المنتخب ۱۲ منہ

بھی اپنے فتاوی کے خاتمہ مین لکھا ہے اور مردے کا زندہ کرنا جائز اور اکثر اولیاء اللہ سے بطور کرامت کے واقع ہوا ہے جسکو اسکی تفصیل دیکھنا ہو اور کتابون کو دیکھے ازانجملہ فرقان مین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان ہے یا خاتمہ فتاوی شیخ ابن حجر اور کتاب بہجۃ الاسرار کے رُواۃ عدول اور اہل ہدایت سے تھے کیونکہ اس کے مصنف نے اس مین جہان کوئی روایت کی ہے وہ اُنھین لوگون سے جن سے خود ملاقات کی ہے اور اُن کی کنیت و لقب و نام اور تاریخ و نسب سب لکھدیے ہین لہذا صاحب بہجۃ الاسرار اس اعتراض سے بالکل بری ہین ؎

	از رہ گذر خاک سرِ کوے شما بود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل دربیان کلام معجز نظام حضرت غوث انام رضی اللہ تعالی عنہ

جاننا چاہیے کہ جس طرح آپ کے مناقب اور خوارق عادات و کرامات دائرۂ حد و حصر سے خارج ہین یونہین آپ کے نفائس کلام اور دقائق اقوال کے لیے بھی عبارتین وافی نہین اور نہ اشارات کافی کیونکہ آپ کا کلام علوم نامتناہی کا ایک دریا ہوتا تھا آپ نے کتب مفیدہ تصنیف فرمائین اور فوائد بھی لکھے کبھی کبھی آپ فارسی مین بھی ارشادات فرماتے تھے اگرچہ بیشتر کلام مجالس وعظ مین عربی ہی مین ہوتا تھا چنانچہ بعضے مکتوبات آپکے جو فارسی عبارت مین حکمتون اور نصیحتون پر مشتمل ہین یا جو ارشادات کہ اُن مین آیات کریمہ کے اقتباسات کو بیان فرمایا ہے وہ اخبار الاخیار مین منقول ہین کاتب الحروف یہان وہی سوالات و جوابات جو بہجۃ الاسرار وغیرہ مین ہین تبرکاً داخل کتاب کرتا ہے تاکہ یہ کتاب بھی برکات سے خالی نہ رہے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ شہود ذات اور شہود صفات مین کیا فرق ہے **جواب** فرمایا کہ جب بصیرت قلبی ایسی چیز دیکھے جو قائم بالغیر اور اُس کے خلاف سے محتجب اور اُسکے معنی مین مستتر اور اُس کے شہود وجود کے ساتھ ماسوا ظاہر ہو تو یہ شہود شہود صفات کہلائیگا کیونکہ صفتین جب اپنے موصوف مین قائم ہوتی ہین تو اُن کے شہود کے لیے اُن کے اطراف مین کسی طرف کا چھپ جانا شہود ذات کے لیے ضروری ہے اس وصف جاذب کے ساتھ وجوب وجود غیر کی طرف اور اُسکے خلاف مین احتجاب کے ساتھ کیونکہ جس شخص نے جمال کا مشاہدہ کیا اُسمین جلال کے ظہور کی طاقت نہ رہے گی اور جسکو کمال اور بہاء سے اُنس ہولیگا وہ جلوہ عظمت اور کبریائی کے ظہور مین ثابت نہ رہے گا اور وصف اپنی حقیقت مین حقیقۃ سے محتجب نہین ہوتا ظہور غیر کے وقت البتہ شہود شاہدی مین بوجہ

غلبہ وصف ظاہری قوت شہود وصف خفائی کے محتجب ہوجاتا ہے اور معنا مخفی بھی اسواسطے
کہ ہر وصف کے معنی اُسکے موصوف مین قائم ہوتے ہین تو جسوقت اُن معانی کے قوائے افعالی
ظاہر ہونگے کہ جو اپنے موصوف کو عین ازل سے لازم ہین تو آثار ظاہری اُسکے اس معانی کے
افعال مین چھپ جائینگے کیونکہ وحدت مجاورت کثرت سے برتر ہے اور یہان اُن کے
اطراف مختلفہ دیکھنے مین آئینگے وصف فردیت اور معنی وتریت مین اور اُس کے وجود کے ساتھ
اُس کا غیر بھی ظاہر ہوگا اسواسطے کہ یہان پر مومن کامل کی بصیرت قلبی نے صفات کا مشاہدہ
بقاے رسوم بشریت کے ساتھ کیا ہے اور لحظہ ہستی اور لمحہ وجود اور جاذبات منازعات سے
اُن کا دریا کشتی مین مخفی ہوگیا ہے اور ان سب کی علامت تین چیزین ہین ایک شہود بصیرت اُس
قوت کے ساتھ جو اُسے اُس شہود سے پہلے حاصل تھی دوسرے استدلال بتعقل مشہود اُس کی
حقیقت پر بعد اُس شہود کے فقدان کے تیسرے شہود شہود مین مختلف ایک شہود سے ایک وصف
مین اور جسوقت بصیرت قلب موجود قائم بالذات کا مشاہدہ کرے تو اُسکو شہود ذات کہینگے اور
اس شہود مین ضروری ہے کہ دوئی کا مشاہدہ ساقط ہوجاے اور عین و وقت واین (یعنی
کہان کب کیا) کے تعلق کا لحاظ جاتا رہے اور جدائی و وصال و قرب و بعد کا ثبوت محو ہوجائے
کیونکہ وہان آنکھ نابود ہے اور مشاہدہ ناپدید بلکہ وجود ہی برطرف ہے وہان صرف یہی شہود ہے
بوصف مشہود اور بروز اس کا عین ازل مین مقابلہ ازل کے لیے اُس قوت سے ہے جو لم یزلی
ہے کیونکہ جب شہود سے صفات حدوث سلب ہوچکے اور وہ معانی محدثات سے وصفاً اور حکماً اور
عیناً خالی ہوچکا تو وہان صرف صفات لم یزلی ہی رہ گئے تو یہان پر اول ہستی آخر کی راجع ہوگی
کیونکہ وصف قبلیت قدم مین نیست ہوچکا ہے اور صفت بعدیت ابد مین محو ہوگئی ہے ہر ظاہر
بوجہ اُسکی ہیبت سرمدی کے معدوم ہوگیا اور اس شہود ذات کی علامت یہ ہے کہ یہ وصف اپنے
وجود سے زائد نہین ہوتا نہ اُس کا حکم بوجہ خفاے عین کے باقی رہتا اور نہ اُسکے مشاہدے کی
کنہ مدرک ہوپاتی اور نہ اسکی حقیقت پر کوئی دلیل لائی جاسکتی ہے خصوصاً جبکہ وہ اتصال ظہور شاہد
اور اُسکے صفات سے منزہ ہوچکا ہو اور یہ امر سواے حضرات انبیا علیہم السلام کے کسی کا مقام
نہین ہوتا البتہ صدیقین کی منزل ہوجاتی ہے اور اولیاء اللہ کا حال اور یہ کسب سے حاصل نہین
ہوتا بلکہ محض خدا کی بخشش سے ملتا ہے اور وہ وسائل سے نہین دیتا بلکہ محض اپنے فضل سے عطا
کرتا ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ صفات موارد الٰہی اور طوارق شیطانی کیا ہین جواب فرمایا کہ

وارد الٰہی وہ ہے جو استدعا سے نہ حاصل ہو اور نہ سبب سے زائل ہو اور نہ ایک طور پر ظاہر ہو اور نہ وقت مخصوص میں اور طوارق شیطانی اکثر اس کے خلاف ہوتے ہیں **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ محبت کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ محبت کہتے ہیں قلوب کی تشویش کو جو محبوب کی طرف سے واقع ہوتی ہے تو عاشق پر دنیا انگوٹھی کے حلقہ کی طرح تنگ یا ماتم زدوں کی جماعت کی طرح ہو جاتی ہے اور حب وہ سُکر ہے جسکے ساتھ صحو نہیں اور وہ ذکر ہے جسکے ساتھ محو نہیں اور وہ قلق ہے جسکے ساتھ سکون نہیں ہوتا اور وہ مراد ہے خلوص محبت سے بہ ظاہر و باطن باختیار اضطرار نہ باختیار اختیار اور بارادۂ خلقی نہ بارادۂ تکلیفی اور حب سے مراد اندھا ہونا ہے غیر محبوب سے غیرت کی وجہ سے اور محبوب سے ہیبت کی وجہ سے لہذا وہ بالکل اندھا ہوتا ہے اور عاشق وہ مست ہوتے ہیں جو ہوش ہی میں نہیں آتے سوائے مشاہدہ معشوق کے اور وہ مریض ہوتے ہیں جو بلا ملاحظہ مطلوب کے شفا نہیں پاتے اور وہ والہ و حیران ہوتے ہیں اور اُن کو اپنے مالک کے سوا کسی سے انس ہوتا ہی نہیں اور بجز ذکر محبوب اور کوئی بات ہی نہیں کرتے **سوال** آپ سے کسی نے توحید کی حقیقت پوچھی **جواب** فرمایا کہ توحید سے مراد ہے سائر یعنی مخلوقات سے اخفاء سر السرائر یعنی مخفی ترین رازہائے دل پر مقام حضور میں پہونچنا اور سالک کے قلب کا انتہاء مقامات افکار تک منتقل ہونا اور سالک کا اعلیٰ درجہ وصال تک عروج کرنا اور منازل اسرار تعظیم کے وصول کی حالت پر اُس کا قدم تجرید سے پہونچنا اور یگانگی و یکتائی سے تفرید کی کوشش کے ساتھ سعہ خیال کونین کے گم کرنے اور اُسکے غیر ضروری سمجھنے سے اعلیٰ مقامات قرب پر چڑھنا اور تعلقات ناسوتی کو دفع کرتے ہوئے تجلیات کے وقت بلا ارادہ انوار کشفیہ دونوں عالم کی فنا سے ملکوت اور انوار حاصل کرنا **سوال** آپ سے کسی نے پوچھا کہ تفرید کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ تفرید اشارہ ہے منفرد سے فرد کی طرف اس کے کونین سے منفرد ہونے اور اکوت سے خالی ہونے اور صفت موجودیت سے مخلع ہونے اور حکم ذاتیت سے علیحدہ ہونے کے وقت اس حالت میں کہ جب وہ اُن خطرات حق کو دیکھتا ہو کہ جو اُسکے سر پر وارد ہوتے ہیں اور وہ ان خطرات کی تسبیح بصفت تفرید چاہتا ہو کیونکہ صفت فردیت مقتضی ہے اشارہ منفردہ کو تو اُسکو اس حالت میں جو صعود ہوتا ہے تو یہ تمسک اشارۂ فردیت اپنی ہی ذات کی طرف ہوتا ہی لہذا جب اُسمیں کوئی سبب یا علت ظاہر ہوتی ہے تو اُس کو کدورت عارض ہو جاتی ہے اور بندہ اپنے معتصم اور متمسک سے منقطع ہو کر پھر بشریت کی طرف رجوع کر جاتا ہے اور مطالعہ حق سے محتجب ہو جاتا ہے

اور یہ حالت ہیجان شوق روحانیت کے وقت اکثر ہو جاتی ہے جبکہ شفقت کی بجلیاں حجابات طور بشریت اور صفت فردانیت سے مفرد پر چمکنے لگتی ہین اور اشارات لمعہ پہونچنے لگتے ہین یا معانی ازدواج اور وصف اعداد افراد معلوم ہونے لگتے ہین **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ تجرید کیا ہے **جواب** فرمایا کہ تجرید سے مراد ہے خالی کرنا سر کا مطلب محبوب مین سکون والی چیزون سے یا قلب کا خالی کرنا لباس طمانینت سے مفارقت محدود پر اور خلق سے حق کی طرف ماسوے اللہ چھوڑ کر رجوع کرنا **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ معرفت کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ معرفت کہتے ہین ان معانی پر مطلع ہونیکو جو نہانخانۂ اسرار مین پوشیدہ ہین اور شواہد حق کو تمام شیئون مین اس طرح دیکھنا کہ ہر شے مین معانی وحدانیت کے نور کو چمکتا پانا اور علم حقیقت کو کل کے فانی کردینے مین پانا کیونکہ جب باقی کا اشارہ اسی طرف ہوگا تو اُس سے ہیبت ربوبیت ضرور ظاہر ہوگی اور بقا سے اثر کی تاثیر بھی کہ جسکی طرف باقی کا اشارہ بہ جلال الوہیت ہوا ہے اور باین ہمہ نظر قلبی اُسکی حق ہی کی طرف رہے گی **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ ہمت کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ نفس کا خالی کرنا حُبّ دنیا سے اور روح کا تعلق عقبیٰ سے اور اپنے دل کا ارادہ سے ارادہ حق کے ساتھ اور سِر کا اشارہ سے وجود کی طرف اگرچہ ایک ہی گھڑی کیون ہو **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ حقیقت کیا ہے **جواب** فرمایا کہ حقیقت وہ چیز ہے جسکے مخالف اور منافی کچھ ہو بلکہ اضداد کے اشارہ کے وقت وہ سب باقی ہون اور محاذات کے وقت سب منافی باطل ہو جائین **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ اعلیٰ درجہ کا ذکر کون ہے **جواب** فرمایا کہ وہ جو قلب مین اشارۂ حق سے اختیار کرتے وقت اثر کرے مع عنایت سابقہ کے جو ذاکر کے حق مین ہو چکی ہے اور یہی ذکر دائم اور ثابت اور غیر منقطع ہوتا ہے اور اسمین کسی نسیان سے نقصان نہین آتا اور نہ کوئی غفلت مکدر کرتی اور یہی وہ ذکر کبیر ہے جسکی خبر حق تعالی نے کلام مجید مین دی ہے اور عمدہ تر وہ ذکر ہے جسکا باعث خطرہ واردہ الٰہیہ ہو اور ذاکر کو محل اسرار مین چھپا دے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ شوق کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ بہترین شوق وہ ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہو کہ وہ پھر ملاقات سے زائل نہین ہوتا اور نہ دیکھتے وقت برطرف ہوتا اور نہ زمانہ قرب مین مندفع ہوتا اور نہ اُنس سے مرتفع ہوتا بلکہ جیسی ملاقات بڑھتی جاتی ہے ویسا ہی شوق زیادہ ہوتا جاتا ہے اور شوق جب ہی صحیح ہوتا ہے جب علتون سے خالی ہوتا ہے اور شوق کہتے ہین موافقت روح یا متابعت ہمت یا حظ نفس کو اسی وجہ سے شوق اسباب سے

خالی ہوتا ہے اور نہین معلوم ہوتا کہ کون چیز باعث اس شوق کی ہوتی ہے کیونکہ اس وقت مین
شائق معشوق سے متحد ہو جاتا ہے اور اُس کے مشاہدہ مین ڈوب جاتا ہے اور باوجود مشاہدہ
کے پھر مشاہدہ کا شائق ہوتا ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ توکل کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ
توکل مشغول کردینا سر کا ہے خدا کے ساتھ غیر خدا سے ہٹا کر اس طرح پر کہ سبب اور علت توکل
سب بھول جائے اور ماسوائے مستغنی ہو جائے اور حشمت غنا اُسکی نظر سے اُٹھ جائے اور توکل
کہتے ہین مستشرف ہونا سر کا ملاحظہ عین معرفت مین امر پوشیدہ غیب مقدورات کی طرف اور ان کا
اعتقاد یہی حقیقت یقین ہے معانی مذاہب معرفت کے ساتھ کہ وہ سب سربمہر ہین اور اُن مین مخالفات
کو کوئی دخل نہین اور توکل کی حقیقت مثل اخلاص کی حقیقت کے ہے اور حقیقت اخلاص یہ ہے کہ
اعمال کے عوض چاہنے کی ہمت اُٹھ جائے اسیطرح توکل یہ ہے کہ بندہ کا حول اور قوت کچھ
نہ رہے اور وہ سب خدا ہی کو سونپ دے پھر فرمایا کہ اے مخاطب کب تک مین کہون گا اور تو نہ سُنے گا
اور کب تک تو سنے گا اور نہ سمجھے گا اور نہ عمل کریگا اور کب تک عمل کرے گا اور اسمین اخلاص نہ ہوگا
کیون نہین تو اپنے وجود کو اخلاص مین غائب کر دیتا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث شرح فارسی مشکوٰۃ
شریف مین لکھتے ہین کہ وکل اور وکول کے معنی لغت مین کسی کام کے کسی پر چھوڑ دینے اور باز رکھنے
کے ہین اور وکالت بالفتح وکسر اس کا اسم ہے اور توکل کے معنی ظاہر کرنا اپنی عاجزی کا اور غیر پر
بھروسہ کرنا اور تکلان بالضم اسم ہے توکل سے اور شرعاً توکل یہ ہے کہ بندہ اپنے کام کو خدا پر چھوڑ دے
اور تدبیر نفس سے نکل جائے اور اپنی حول وقوۃ سے بری ہو جائے اور توکل سب امور مین ہوتا ہے
مگر اکثر اس کا استعمال رزق کے بارہ مین آتا ہے اور توکل کے حقیقی معنے خدا کے اپنے بندون کے
رزق کا ضامن ہونے پر بھروسہ کرنے کے ہین اور اسباب اور کسب کا چھوڑنا اسکی شرط نہین ہے بلکہ
چاہئے کہ اُس سے نظر ساقط کرے کیونکہ توکل دل کا کام ہے تو جب خدا کے ضامن ہونیکا یقین حاصل
ہو گیا تو توکل بھی ٹھیک ہو گیا اور جوارح کا بیکار کرنا بھی شرط نہین ہے اور نہ کسب اُسکے مخالف ہے
اور جو فقرا ترک اسباب کرتے ہین وہ تحقیق مقام توکل اور ریاضت نفس کے لیے کرتے ہین تاکہ اس سے
نظر ساقط ہو جائے اور اس امر کا یقین حاصل ہو جائے کہ روزی کے ملنے مین اسباب کا ہونا شرط
نہین ہے اور بعضون نے توکل کے معنی یہ لکھے ہین کہ بسبب رزاقیت حق پر بھروسہ کرنے کے
کسب اور اسباب کی قید سے باہر ہو جاتا اور یہ ابتدائے حال توکل کا ہوتا ہے یا باہر آنے سے
مطلب یہ ہو کہ دل اسباب سے متعلق نہو اور منتہی کو اسباب سے تعلق توکل سے مانع نہین ہے اُسکا

یقین اسباب سے تعلق کرنے اور نہ کرنے مین ایک ہی حال پر رہتا ہے مثلاً منتہی اگر چھوہارے کا درخت ٹھلا دے اور لبطور خرق عادت کے وہ اسی وقت پھل جائے تو اُس کا یقین اُس صورت اور اُس صورت مین کہ خرمے کا درخت لگائے درازکے بعد لبطور عادت کے پھلے برابر رہیگا بلکہ صانع کی کمال قدرت کا مشاہدہ درصورت اسباب اور مسببات کے مرتب ہونے کے اسپر زیادہ ہوگا اور بے سببی کی صورت مین وہی ایک فعل ہوگا اور یہان بہت سے افعال یقینی اور احکام قطعی ہین جو وہان نہین ہین اور ترک اسباب مین تعطیل خلق الٰہی کی بھی لازم آتی ہے تیسیر القاری ترجمہ صحیح بخاری مین باب من لم یرق مین لکھا ہے کہ حضرات صوفیہ نے توکل کے معنے یہ لکھے ہین کہ اللہ کی رزاقی پر بھروسہ کرکے کسب اور اسباب عادی کا چھوڑ دینا اور یہ مرتبہ خواص کا ہے اور توکل کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ متوکل کی نظر شہود سے اسباب بالکل اُٹھ جائین اور اسکو اُن کا ہونا اور نہونا دونون برابر معلوم ہو اور اسباب سے تعلق محض بوجہ عبودیت اور امتثال امر ارادے کے مقصود ہو یہ مرتبہ اخص الخواص کا ہے حضرات انبیا و اولیا سے کہ جو خودی سے فانی اور حق سے باقی ہین اس مقام کی تشریح یون ہے کہ اسباب کی تین قسمین ہین یقینی ۔ ظنی ۔ وہمی یقینی جیسے لقمہ کا اٹھانا اور اُسے مُنھ مین رکھکر چبا کر نگل جانا تو اس قسم کے اسباب منافی توکل نہین ہین بلکہ اُن کا چھوڑنا جہالت اور سفاہت بلکہ باعث گناہ ہے اور وہ بات دوسری ہے کہ حق تعالیٰ کسی کو خرق عادت عطا کرے اور لبطور معجزہ اور کرامت کے یہ اسباب اس سے ساقط ہو جائین اور ظنی وہ اسباب ہین جو حق تعالیٰ نے علی العموم خلائق کے لیے مقدر کیے ہین جیسے کمانا اور رکھانا اور اسکی فکر اور دوا کرنا طبی دواؤن سے جنکا نفع وضرر خاص ہوتا ہے اور یہ اسباب اکثر متوکلین سے ساقط ہو جاتے ہین جب کہ وہ خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرتے ہین اور یہ دیکھتے ہین کہ کوئی چیز بغیر امر الٰہی جنبش نہین کرسکتی نہ اللہ کے فعل کے لیے کوئی علت ہے اور وہمی اسباب وہ ہین کہ جنمین صرف وہم اسبات پر حاکم ہے کہ اگر فلان کام نہین کرونگا تو مر جاؤنگا مثلاً خیال کرے کہ اگر آج کل کے کھانے کے واسطے نہ رکھونگا تو کل کیا حال ہوگا اور کیسے بسر ہوگی یہ صرف وہم ہی وہم ہے جس کا ترک واجب ہے اور اس کا کرنا توکل کے منافی ہے چنانچہ تطیر اور افسونہاے زمانہ جاہلیت اسیطرح تھے جن سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا تفسیر فتح العزیز مین سورۂ مزمل کی آیت فاتخذہ[1] وکیلا کی تفسیر مین لکھا ہے کہ متوکلین کے نزدیک توکل کے تین مرتبہ ہین اول مرتبہ یہ ہے کہ بندہ کو خدا پر ایسا اعتماد ہو جائے جیسے موکل کو وکیل پر ہوتا ہے کہ وہ اسکو اپنی ضروری

[1] پس اسکو وکیل بنالے ۱۲ منہ

حاجتون کا بخوبی واقف جانتا ہے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ کو خدا پر ایسا اعتماد ہو جائے جیسے بچہ کو اپنی مان پر ہوتا ہے اور یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے اعلےٰ ہے کیونکہ پہلے مرتبہ مین کچھ التفات اپنے اعتماد پر بھی ہوتا ہے اور متوکل کے دل مین بار بار ایسا آتا ہے کہ یہ کام جو مین نے فلان شخص کے سپرد کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کر دیگا کچھ اسکی ضرورت نہین کہ مین خود اس کام پر متوجہ ہون بخلاف بچہ کے کہ اسکو مان پر ایسا بھروسہ بلکہ وہ اسمین ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اپنے اعتماد سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اسیوجہ سے متوکل اُس کام کی تدبیر اپنے دل مین بھی سوچتا ہے اور بچہ کچھ تدبیر نہین کرتا اور نہ کسی طرح اسباب سے سروکار رکھتا ہے تیسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے کہ کسی اعتماد اور استغراق کا بھی لحاظ نہو بلکہ اپنے کو مردہ بدست زندہ جانے وہ جسطرح چاہے اس طرح پھیرے اسکو کچھ بھی دخل نہین یہانتک کہ کچھ پوچھ بھی نہین سکتا بخلاف دوسرے مرتبہ کے کہ وہان پوچھ سکتا ہے جیسے کہ بچہ کی عادت ان سے مانگنے کی ہوتی ہے تو یہ تیسرا مرتبہ توکل کا جو سب سے اعلیٰ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عنایت ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ جسوقت کافرون نے آپکو آگ مین پھینکا تھا اور جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ سے کہا کہ حق تعالیٰ سے جو کہنا ہو کہو تاکہ تم کو اس بلا سے نجات حاصل ہو آپنے فرمایا حسبی من سوالی علمه بحالی یعنی میرا حال اسپر سب روشن ہے کچھ کہنے کی ضرورت نہین **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ انابت کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ انابت کہتے ہین مقامات کی ترقی مانگنا اور درجات پر ٹھہرنے سے حذر کرنا اور اعلیٰ مکونات پر ترقی کرنا اور ہمتون سے سرداران مجلس حضرت الہیہ پر اعتماد کرنا پھر اس محاضرہ کے مشاہدہ کے بعد سب سے حق کی طرف رجوع کرنا اور نیز انابت یہ ہے کہ حق سے حق کی طرف بطور حذر کے رجوع کرے اور غیر حق سے حق کی طرف بطور رعب کے اور ہر تعلق سے حق کی طرف بطور خوف کے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ توبہ کیا ہے **جواب** فرمایا کہ توبہ کہتے ہین حق تعالیٰ کا بندہ پر اپنی عنایت سابقہ قدیمہ سے نظر کرنا اور اسی عنایت سے بندہ کے قلب پر اشارہ کرنا اور اُس کے دل کو گناہون کے ارادون سے خالی کرنا اور اپنی طرف کھینچکر اپنے قبضہ مین رکھنا تو جب ایسا ہوتا ہے تو بندہ کا دل اللہ ہی کی طرف کھنچ جاتا ہے اور کوئی ہمت اور ارادہ فاسد باقی نہین رہتا اور روح بھی اُسکے تابع ہو جاتی ہے اور عقل بھی اور اُسکی توبہ صحیح ہو جاتی ہے اور تمام امور اُسکے خدا ہی کے لیے ہو جاتے ہین اور توبہ کے لغوی معنی گناہون سے رجوع کرنے کے ہین اور یہی معنی توبہ کے بھی ہین حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ غافر الذنب[؎] وقابل التوب اور بعضے

؎ بخشنے والا گناہ کا اور قبول کرنے والا توبہ کا ۱۲ منہ

کہتے ہین کہ توب جمع ہے توبہ کی اور توبہ شریعت مین کہتے ہین رجوع کرنا بُرے قولون اور فعلون سے اچھے اقوال اور افعال کی طرف اور عامہ علماء کے نزدیک توبہ فی الفور واجب ہوتی ہے اور وہ وجوب اس آیۃ سے لیتے ہین کہ وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون[۱] اور فی الفور ہونا اس دلیل سے ہے کہ تاخیر توبہ مین امر ممنوع پر اصرار ہوگا اور ثابت بھی لغۃً اور شرعاً قریب توبہ کے ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک گناہان گذشتہ پر نادم ہونے اور نیکیون پر مواظبت کرنے کو توبہ کہتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ نادم ہونا اُس چیز پر جو فوت ہوئی اور اصلاح اس چیز کی جو آئندہ ہونیوالی ہو اور بعضے کہتے ہین کہ توبہ یہ ہے کہ ہر چیز سے سوا خدا کے اعراض کرے اور تعلقات غیر حق منقطع کردے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن[۲] کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اس آیت کریمہ کا شان نزول یون مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ مین صدقہ دیتا ہون اور چاہتا ہون کہ وہ محض اللہ ہی کے لیے ہو اور خیر مین شمار کیا جائے تب یہ آیت نازل ہوئی حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اعمال کی وجہ سے اُسپر زمین تنگی کرے اور اس کا نفس بھی اور اسکو اس امر کا گمان ہو کہ کوئی جائے پناہ اللہ کے سوا نہین ہے اور گمان یہان یقین کے معنے مین ہے جیسا کہ کلام مجید مین ہے وعلی[۳] الثلثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجاء من اللہ الا الیہ حضرت سری سقطی سے کسی نے پوچھا کہ توبہ کیا چیز ہے اُنھون نے کہا کہ اپنے گناہون کو بھول جانا اور حضرت جنید فرماتے تھے کہ توبہ یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ کو نہ بھولے اور یہ دونون ارشاد صحیح ہین اسواسطے کہ حضرت سری سقطی کا مطلب توبہ سے توبہ خواص ہے کہ اُن لوگون کے قلوب مین خدا کی عظمت اور یاد ایسی غالب ہوتی ہے کہ اُن کو اپنے گناہ یاد ہی نہین رہتے اور حضرت جنید کا مطلب توبہ عوام ہے ابتداء سلوک مین اور بعضے کہتے ہین کہ توبہ کی تین قسمین ہین ایک توبہ عوام کہ جو لغزشون سے ہوتی ہے دوسری توبہ خواص کہ جو غفلتون سے ہوتی ہے تیسری توبہ اخص الخواص

[۱] اور توبہ کرو اللہ کے سامنے سب مل کر اے ایمان والو ۱۲ منہ [۲] پھر جسکو امید ہو اپنے رب سے ملنے کی تو کچھ نیک کام کر اور شریک نہ کرے اپنے رب کی عبادت مین کسی کو ۱۲ منہ [۳] اور اُن تین شخص پر کہ جنکو پیچھے رکھ لیا تھا یہانتک کہ جب اُنپر زمین تنگ ہوئی باوجود کشادگی کے اور اُن پر اُن کی جانین تنگ ہوئین اور گمان کیا کہ کوئی پناہ اللہ سے نہین مگر اسی کی طرف ۱۲ منہ

کہ جو نیکیون کے پندار سے ہوتی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جس نے عذاب کے خوف سے توبہ کی وہ صاحب توبہ ہے اور جس نے ثواب کے لالچ سے توبہ کی وہ صاحب انابت ہے اور جسنے توبہ خوف وطمع کی وجہ سے نہ کی بلکہ رعایت امر کے لحاظ سے توبہ کی وہ صاحب ادبہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ توبہ مومنین کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون اور انابت اولیا اور مقربین کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وجاء بقلب منیب[1] اور ادبہ انبیا اور مرسلین کی صفت ہے اللہ تعالیٰ حضرت ایوب کے حق مین فرماتا ہے نعم العبد انہ اواب[2] اور مشہور قول یہ ہے کہ توبہ کی دو قسمین ہین ایک توبہ عوام دوسری توبہ خواص عوام کی توبہ گناہون سے باز رہنا اور ثواب کے لالچ سے طاعت کرنا ہے اور خواص کی توبہ یہ ہے کہ بلا لحاظ ثواب وخوف عذاب بخلوص اسکی عبادت کی جائے اسی واسطے توبہ عوام ایک گناہ سمجھی جاتی ہے منجملہ گناہان خواص کے اور یہی معنی حسنات الابرار سیئات المقربین[3] کے ہین اب خواص کی دو قسمین ہین ایک عارفین دوسرے مقربین مقربین خواص الخواص ہین اور عارفین کی نسبت مقربین سے ویسی ہے جیسے سلوک مین مبتدیون کی نسبت عارفین کے ساتھ اور توبہ کی دو قسمون مین سے پہلی قسم منازل سالکین اور مقامات طالبین سے ہے اور توبہ پر اللہ تعالیٰ نے خود رغبت دلائی ہے کہ ان اللہ یحب التوابین یعنی بیشک اللہ توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبوقت اللہ کسی بندہ کو دوست کر لیتا ہے تو پھر اسکو کوئی گناہ نقصان نہین کرتا پھر یہ آیۃ مذکورہ پڑھی مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کسی بندہ کو پسند کر لیتا ہے تو اسے توبہ کی توفیق دیتا ہے کہ وہ توبہ کر ڈالتا ہے اور جو گناہ کہ اس سے قبل توبہ صادر ہوچکا ہوتا ہے وہ پھر اسے ضرر نہین کرتا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی توبہ پر رغبت دلائی فرمایا کہ گناہون سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے کوئی گناہ ہی نہین کیا اور فرمایا کہ کوئی اللہ کو اتنا محبوب نہین جسقدر جوان تائب اور توبہ فرض عین ہے اور جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے اور کوئی چیز خلق پر توبہ سے زیادہ واجب نہین نہ کوئی عقوبت اُن پر سخت توبہ کے بھولنے سے ہے لہذا توبہ اور انابت ضروری ہے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ تین باتون کی ہمت رکھنا چاہیئے توبہ اور تقوی اور حذر اور تینون کی مضبوطی تین چیزون سے کرنا چاہیئے ذکر اور استغفار اور سکوت اور

[1] اور لایا دل کہ جسمین رجوع ہے ۱۲ [2] بہت اچھا بندہ وہ ہے رجوع رکھنے والا ۱۲ منہ [3] ابرار کی نیکیان مقربین کے گناہ ہین ۱۲ منہ

اوران چھ چیزون کی مضبوطی بھی چار چیزون سے ہے حب ورضا و زہد و توکل اور حضرات صوفیہ
کا قول ہے کہ تقویٰ جب استقامت مین فوت ہو جائے تو توبہ و انابت مین نہ فوت ہونا چاہیے
حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے تھے کہ اپنے نفس کو رضا پر ڈال دینا چاہیے اور اپنے قصد و
ارادہ سے علیحدگی اختیار کرنا چاہیے تا کہ توبہ کی توفیق ملے اللہ جلشانہ فرماتا ہے ثم تاب علیہم
لیتوبوا اور کہتے تھے کہ مین نے ایک دن کہا کہ اے اللہ مین تجھ سے توبہ کرتا ہون تو میری مدد کر
اور مجھے قوت دے اور ثابت رکھ اور بچا اور خلق مین میرا پردہ ڈھنکا رکھ اور اپنے رسول کی
خدمت مین رسوا نہ کر تو مجھ سے کہا گیا کہ تم مشرک ہو مین نے کہا کیسے ارشاد ہوا کہ خلق مین رسوائی
کا خوف کرتے ہو اور ڈرتے ہو کہ اللہ تم کو خلق مین رسوا کرے گا حالانکہ دل کو اللہ سے متعلق رکھنا
چاہیے نہ خلق سے یہ سمجھ لو کہ کوئی تم کو نہ نفع پہونچا سکتا ہے نہ نقصان اور جب تک تمھارا دل
علم اور قدرت اور کوشش اور اجتہاد سے متعلق رہے گا اُسوقت تک تم صاحب رجا نہو گے
لہذا سب سے ناامید ہو جاؤ اور خدا سے امید رکھنے مین ہر سانس کو متعلق کر دو تا کہ اللہ سے
مدد پاؤ اور اگر تم یہ نہ اختیار کرو گے تو تم کو اللہ اپنے غیر کی طرف متوجہ کر دے گا اور پھر سخت دقت
اور دشواری مین پڑ جاؤ گے اور توبہ نصوح سے مراد مبالغہ توبہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ توبہ
نصوح یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کر چکا ہو وہ پھر کبھی نہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتوبوا الی اللہ
توبۃ نصوحا سوال آپ سے پوچھا گیا کہ بکا کیا ہے جواب فرمایا کہ رونا خدا کے وصل کے
لیے اُسکے خوف اور اُسکی قضا و قدر سے جاننا چاہیے کہ بکا ایک حالت ہے کہ جو انسان کو عارض
ہوتی ہے اور بکا بمعنی آواز سے رونا اور بغیر مد بمعنی آنسو بہانا اور تباکی کے معنی ہین رونے
مین تکلف کرنا اور بزور رونا اُن چیزون کے یاد کرنے اور سامنے لانے سے جو رُلانے والی
ہون اور ابکار کے معنی کسی کو رُلانا اور خوف کے معنی ڈرنا اور اخافت اور تخویف کے معنی
ڈروانا اور یہان مراد رونا اور ڈرانا آخرت کے عذاب اور خدا کے ڈر سے ہے اور رونا
عمدہ بات ہے اور چار ون دلیلون سے ثابت ہے اور عبادت محضہ اور سعادت کبریٰ اور نجات
عظمیٰ ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ویخرون للاذقان یبکون پھر فرمایا خروا سجدا و بکیا ترمذی اور
ابن ماجہ حضرت صدیقہؓ سے روایت کرتے ہین کہ آپ کہتی تھین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

لہ پھر مہربان ہوا اُن پر کہ وہ پھر آئین ۱۲ منہ ۲ہ توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ ۱۲ منہ ۳ہ اور گرتے ہین
ٹھوڑیون پر روتے ۱۲ منہ ۴ہ گرتے ہین سجدہ مین اور روتے ۱۲ منہ

وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے والذین یؤتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ یعنی اللہ تعالے
اپنے خاص بندون کی تعریف مین فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو کوئی چیز دیتے یعنی تصدق کرتے ہین
فقرا پر تو اُن کے دل ڈرتے اور کانپتے رہتے ہین کہ وہ چیز پروردگار کی طرف پھریگی تو حضرت
صدیقہ نے پوچھا کہ کیا وہ لوگ وہ ہین جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہین کیونکہ عذاب سے ڈرنا
گناہگارون اور بدکارون کا کام ہے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ
وہ لوگ نہین ہین بلکہ وہ لوگ ہین جو روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے ہین اور پھر ڈرتے
ہین کہ شاید یہ کچھ بھی مقبول نہو اس دلیل سے کہ جو آخر آیت مین ہے کہ اولئک یسارعون فی الخیرات
وھم لھا سابقون یعنی وہ لوگ ہین جو نیکیون مین جلدی کرتے ہین اور ابن ماجہ عبد اللہ ابن مسعود
سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کوئی مسلمان
ایسا نہین ہے کہ جسکی آنکھون سے آنسو اللہ کے خوف سے نکلتے ہون خواہ وہ مکھی کے سر ہی کے
برابر کیون نہون اور وہ آنسو منھ پر گرتے ہون مگر اُسپر دوزخ کو اللہ حرام کر دیتا ہے ایکبار ابو امامہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس چیز مین ہے فرمایا کہ اپنی زبان
روکے رہو اور اپنا گھر وسیع رکھو اور اپنے گناہون پر رؤو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
آگ حرام ہے تین آنکھون پر ایک وہ جو اللہ کی راہ مین جاگے دوسرے وہ جو اللہ کے خوف سے
روئے تیسرے کو راوی نے بیان نہین کیا اور فرمایا کہ اے لوگو رؤو اگر رُلائی نہ آئے تو بہ زور رؤو
کیونکہ دوزخی دوزخ مین رووینگے یہان تک کہ اُن کے آنسو اُن کے منھ پر بہ آئینگے اور
یہ معلوم ہوگا کہ گویا نہرین بہہ رہی ہین جب آنسو نہ رہینگے تو خون بہیگا اور اگر اُن کے آنسوؤن
کے بہاؤ مین کشتیان چھوڑی جائین تو وہ چل نکلین یعنی اسقدر کثرت سے اُن کے آنسو بہینگے
کہتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سات گدیان صوف کی تھین جنمین راکھ بھری تھی تو جب
وہ روتے تھے تو وہ آنسوؤن سے تر ہو جاتی تھین اور حضرت نوح علیہ السلام کو نوح اسیواسطے
کہتے تھے کہ وہ دنیا مین اپنے نفس پر بہت رویا کرتے تھے اور خدا کے خوف سے رونا بڑی دلیل
ہے آخرت کی طرف میلان پر اور بکا پیدا کرنیوالی دو چیزین ہین ایک خوف الٰہی دوسرے ندامت
اپنے گذشتہ تفریط اور تقصیر پر اور سب سے بڑا سبب اُس کا محبت ہے رہا حزن سو وہ دل
ٹوٹ جانے کو کہتے ہین اور اُسکے خشوع کو بھی اور اسکی علامت جوارح ظاہرہ کا انکسار ہے بوجہ انکسار باطن کے
اور حالت حزن تین باتون سے پیدا ہوتی ہے ایک گناہان گذشتہ مین غور کرنے سے دوسرے

موت کے خیال کرنے سے تیسرے اپنے سے زاہد متقی شخص کو دیکھنے سے بعضے کہتے ہین کہ حزن
اللہ کے خوف کے آثار مین سے ہے اسیواسطے حزن اور خوف سے قلب کی آبادی ہوتی ہے
جیسے کہ فرح و غفلت سے ویرانی ہوتی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین[1]
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ دوست رکھتا ہے ہر قلب حزین کو اور توریت
مین ہے کہ جب اللہ کسی شخص کو دوست کرلیتا ہے تو اُس کے دل مین نالہ نصب کردیتا ہے اور
جب دشمن کرلیتا ہے تو اُس کے دل مین مزمار نصب کردیتا ہے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بہت محزون و متفکر رہا کرتے تھے حضرت خواجہ حسن بصری کا یہ حال تھا کہ اُن کو جو کوئی
دیکھتا تھا تو سمجھتا تھا کہ یہ ابھی نئی مصیبت مین مبتلا ہوئے ہین حضرت داؤد طائی بھی مغلوب الحزن
تھے حضرت فضیل بن عیاض کہتے تھے کہ سلف کا مقولہ ہے کہ عقل کی زکوٰۃ طول حزن ہے ابو سلیمان
سے کسی نے حزن کو پوچھا اُنھون نے کہا کہ حزین اس امر کی فراغت ہی نہین پاتا کہ اُس سے
حُزن کا حال پوچھا جائے اور وہ اسکا جواب دے بعض سلف کہتے تھے کہ بہت زیادہ حصہ
کہ جسکو مسلمان اپنے نامۂ اعمال مین نیکیون سے پائیگا وہ ہم اور حزن ہوگا اور اسی قول کا مقوی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مسلمان کو جو کچھ رنج و حُزن ہوپہنچتا ہے
وہ سب اللہ تعالیٰ اُسکے گناہون کا کفارہ کردیتا ہے اور آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جب انسان کے
گناہ بہت ہوجاتے ہین تو اللہ اُسپر رنج و غم ڈالتا ہے اور وہی اُن سب گناہون کا کفارہ ہوجاتا
ہے اور اس امر پر سب لوگ متفق ہین آخرت کی وجہ سے خوف محمود ہے اور دنیا کی وجہ سے مذموم
اور دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور جسکا قید خانہ دُنیا ہوگی اُس کا حزن بھی زیادہ ہوگا کیونکہ قید خانہ
حزن کا گھر ہے اسی واسطے آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا مومن کے لیے صاف نہین ہوتی
ہے کیونکہ وہ تو اُس کے لیے قید خانہ اور بلا ہے حضرت رابعہ عدویہ سے منقول ہے کہ وہ کہتی
تھین کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ واحزناہ تو اُنھون نے اس سے
کہا کہ یہ نہ کہہ بلکہ کہہ واقلۃ حزناہ کیونکہ اگر تو محزون ہے تو تجھے اتنی کہان فرصت کہ تو دم مار سکے
خلاصہ یہ کہ درجہ حزن اور اُسکے منافع بہت ہین اور اُسکی سعادت عظیم اور وافر ہے سوال آپ سے
پوچھا گیا کہ دُنیا کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ دنیا یہ ہے کہ اسکو دل سے نکال کر اپنے ہاتھون مین
لے لو یعنی نیک صرف مین لاؤ تا کہ وہ تم کو ضرر نہ کرے جاننا چاہیے کہ عزیمت اور ریاضت او

[1] مت اِترا کہ اللہ اترانے والون کو دوست نہین رکھتا ہے ۱۲ منہ

مجاہدہ وصول الی اللہ کا دروازہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان دنیا و مافیہا اور اسکی محبت کو چھوڑدے کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اور سالک کو محبت دنیا و مافیہا کے ساتھ اللہ تک وصول ممکن نہین ہے اور نہ اسکی موجودگی مین اعمال ہی اللہ کی طرف اُٹھائے جاسکین گے اور نہ بغیر دُنیا کے چھوڑے حسن قبول اور فضل کی طرف ترقی ہوسکے گی جیسا کہ حدیث شریف مین ہے

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنے مین غنی فقیر کے برابر نہ ہوگا چاہے غنی دس ہزار درہم خرچ کرے اسیطرح اور نیک کامون مین بھی یا جیسا کہ قول ہے حب الدنیا

راس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی محبت ہر گناہ کا سرا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ دنیا کا چھوڑنا ہر فضیلت کا سرا اور ہر عبادت کا مبدا اور ہر سعادت کی کنجی ہے انتہی کذا فی جامع الاصول اور مشکوٰۃ شریف کی تیسری فصل کتاب الرقاق مین حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ خطبہ مین فرماتے تھے کہ شراب پینا گناہون کا جمع کرنا ہے اور عورتین اسباب اور آلات شیطان کے شکار کی ہین اور دنیا کی محبت ہر گناہ کا سرا ہے حذیفہ کہتے تھے کہ اور مین نے آنحضرتؐ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم لوگ بھی عورتون کو موخر کرو جیسا کہ اللہ نے اُن کو شہادت اور جماعت اور فضیلت اور مرتبہ مین مؤخر کیا اس پوری حدیث کے راوی رزین ہین اور بیہقی نے شعب الایمان مین اس حدیث مین سے حضرت حسن بصری سے ارسال کے طور پر اسی قدر حدیث روایت کی ہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ شیخ جلال الدین سیوطی حرف الحا کتاب درر المنتشرہ فی احادیث المشتہرہ مین لکھتے ہین کہ حدیث حب الدنیا راس کل خطیئۃ کو بیہقی نے شعب الایمان مین حضرت حسن بصری کے مرسلات سے مرفوعاً لکھا ہے اور ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان مین اسکو مالک ابن دینار کا مقولہ لکھا ہے اور بیہقی نے کتاب الزہد مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد لکھا ہے اور ابن یونس نے تاریخ مصر مین سعد بن مسعود کا مقولہ بیان کیا ہے مین کہتا ہون کہ یہ حدیث موضوعات مین لکھی ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اسپر یون تعقب کیا ہے کہ ابن المدینی نے حضرت حسن بصری کے مرسلات کی تعریف لکھکر اُسکو انھین کی طرف نسبت کرنے کو بہتر لکھا ہے اور دیلمی اسکو حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ کا ارشاد بیان کرتے ہین مگر اسکی سند نہین لکھی حالانکہ ابن عساکر کی تاریخ مین سعد بن مسعود صدفی یافعی سے یون مروی ہے کہ حب الدنیا راس کل الخطاء اور باب الحاء کتاب تمیز الطیب من الخبیث مما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث مین ہے کہ

اس حدیث کو بیہقی نے شعب مین باسناد حسن حضرت حسن بصریؓ سے مرفوعاً مرسلاً روایت کیا ہے اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا مین سفیان ثوری کے حال مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد بیان کیا ہے اور ابن ابی الدنیا کے نزدیک مالک بن دینار کا قول ہے جو اُنھون نے مکاید الشیطان مین لکھا ہے اور ابن تیمیہ کے نزدیک یہ جندب بجلی کا قول ہے تو جب یہ حضرت حسن بصریؓ کی روایت قرار دی جاے تو ابن تیمیہ اور اور جن لوگون نے اسکو موضوع کہا ہے اُن پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ ابن المدینی کا یہ قول کہ حضرت حسن بصری کے مرسلات سے جب ثقہ لوگ راوی ہون تو وہ صحاح ہین حالانکہ دارقطنی نے مرسلات حسن کو ضعیف لکھا ہے اور یہ جو بعضے نساخ نے تذکرۃ الموضوعات فتنی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث بیہقی کے نزدیک متصل ہے حذیفہ ابن الیمان کی حدیث ہے جیسا کہ سیوطی نے جامع صغیر وغیرہ مین لکھا ہے تو مین نے اسکو اس کتاب مین نہین پایا اور نہ اور کہین دیکھا اور بیہقی کا قول خود اُس کی تردید کرتا ہے ہان یہ کتاب طریقہ محمدیہ اور اُسکی شرح مین ابن ابی الدنیا اور بیہقی کی طرف منسوب کرکے حضرت خواجہ حسن بصری سے مرفوعاً ضرور مذکور ہے تو گمان یہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ کاتبین کی غلطی ہے نہ مصنف کی علامہ شوکانی کا بھی

اسی بارہ مین ایک رسالہ ہے جسکا نام الابحاث الوضیۃ فی الکلام علی حدیث حب الدنیا راس کل خطیئۃ ہے اسمین بھی اُنھون نے اسکی عمدہ تحقیق غالباً کی ہوگی اسکو بھی دیکھنا چاہیے حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رسالہ ارشاد الطلبۃ والمریدین مین لکھتے ہین کہ مرید کو اپنے آپ کو مرید نہ سمجھنا چاہیے جبتک ان تین گھاٹیون سے نہ نکل گیا ہو ایک دنیا کی محبت سے دوسرے عمل کرنے سے بغرض ثواب کے تیسرے بلیات اور آلام کے اُٹھانے سے جسوقت کہ وہ بہیم اُسپر آپڑین اور اُن پر قلق نہ کرنے سے اسطرح پر کہ بلا سے گذر جائے تو اگر وہ ان تینون گھاٹیون سے نہین گذرا ہے تو گویا وہ طریقہ عرفا کا سالک ہی نہین کیونکہ راہ حق کی پہلی سیر اسی کے بعد ہوتی ہے اور اسی جگہ مطلوب کے معرفت صادقہ حاصل ہوتی ہے یعنی اُس معرفت کے طریقہ کی طلب جو اللہ کے حضور سے تعلق ہے اور دنیا کی خواہش نہونیکی کسوٹی یہ ہے کہ اس کے نزدیک سونا اور غلیظ برابر ہو اور آخرت کی طلب صحیح ہونے کی کسوٹی یہ ہے کہ جو وعدے اللہ نے اُس سے فرمائے ہون اُن پر وہ صابر اور راضی ہو اور یہ امر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا کیا تو سب کے سب اللہ کی طرف دوڑے اور روبرو جاکر کھڑے ہوگئے اُسوقت حضرت صمدیت نے باوصف علیم ہونے کے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو سب نے کہا کہ ہم تیرے

عاشق ہین تو ارشاد ہوا کہ دیکھو یہ کیا کہتے ہو عاشق تو وہ ہے جسکو کوئی برگشتہ نہ کر سکے چاہے
کتنے ہی رنج اُٹھاے مگر معشوق کی طرف سے مُنھ نہ پھیرے سب نے عرض کیا کہ اے پروردگار
ہم تیرے سامنے حاضر ہین جس بات مین تو چاہے ہمارا امتحان کرے تب اُن کے لیے دنیا پیدا
کی گئی اور اُن کی آنکھون مین خوب آراستہ کرکے دکھائی گئی اُسی وقت ان مین سے نو حصہ لوگ اسکی
طرف متوجہ ہوگئے صرف ایک حصہ رہ گیا تب پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کون ہو انھون نے عرض
کیا کہ ہم تیرے عاشق ہین تب اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے جنت بنائی اور اسکو اُن کی آنکھون مین
خوب آراستہ کیا تب پھر اُن مین سے نو حصے اُسکی طرف متوجہ ہوگئے اور ایک حصہ رہ گیا پھر تیسری
مرتبہ حق تعالیٰ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو تب پھر اُن لوگون نے کہا کہ ہم تیرے عاشق ہین تب
اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے اجسام اور اموال اور اولاد مین مبتلا کیا مگر وہ ثابت رہے اور وہی
لوگ تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ثابت رکھا اور فرمایا کہ تم میرے سچے بندہ ہو
تم نہ دنیا کی طرف جاؤ نہ آخرت کی طرف اور بلا سے مت بھاگو تم میرے خاص بندہ ہو میرے سوا
کسی طرف متوجہ نہو مین اپنی سب نعمت تمکو دونگا اور ابدالاباد تک اپنے پاس سے نہین
نکالونگا پھر اسی رسالہ مین دوسرے مقام پر ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ دنیا سے مجرد رہے اور ضرورت
سے زیادہ نہ رکھے کپڑا بھی ایسا پہنے جس سے بدن ڈھنک جائے اور روٹی بھی اسقدر کھاے کہ
جس سے بھوک رُک جائے اسی پر سب فقرا متقدمین متاخرین کا اتفاق رہا ہے پھر جب حال کامل
ہوجائے اور کمال کے مرتبہ کو پہونچ جائے تب اختیار ہے کہ چاہے دنیا جمع کرکے اُسکو بجا خرچ کرے
اور چاہے اُس سے تجرد اختیار کرے اور مقام فقر پر رہے اور مین نے اس بیان کو تفصیل سے اپنی
کتاب منن کبریٰ مین کئی مقام پر لکھا ہے اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقیر دنیا سے مجرد ہونے مین سچا
نہین ہوتا جب تک کہ سچائی کی حد کو نہین پہونچتا جسکی علامت یہ ہے کہ وہ تنگی کی حالت مین خوش
اور صابر رہے اور وسعت کی حالت مین منقبض ہو اور یہ بغیر جاذبہ الٰہی یا شیخ ناصح کے ذریعہ سے
سلوک کے حاصل نہین ہوتا حضرت امام غزالی کیمیاے سعادت مین لکھتے ہین کہ دنیا دین کی منزلون
مین سے ایک منزل ہے اور مسافران حضرت حق کے لیے ایک راہ گذر اور راستہ بانا رتا کہ لوگ
اُس سے اپنا توشہ لین اور دنیا و آخرت دو حالتون سے مراد ہے جو حالت موت سے پہلے اور زیادہ
نزدیک ہے اُسے دنیا اور جو مرنے کے بعد ہے اُسے آخرت کہتے ہین اور دنیا سے مقصود آخرت کا
توشہ ہے کیونکہ انسان کی ابتدائی حالت سادگی اور نقص کی ہے لیکن اُسمین استعداد اس امر کی رکھی

گئی ہے کہ کمال حاصل کر کے صورت ملکوت اپنے دل پر نقش کرے اور اپنے آپ کو حضرت الہیت کے
لائق بنائے اور جمال حضرت الہیہ کے ناظرین مین سے ہو کہ یہی اُسکی سعادت کا منتہیٰ اور بہشت اور
باعث تخلیق ہے اور نظارہ جمال نہین ہو سکتا جبتک کہ اُسکی آنکھ نہ کھلی ہو اور وہ اُس جمال کا ادراک
نہ کرے اور یہ معرفت ہی سے حاصل ہوتا ہے اور معرفت جمال حضرت الٰہی کی کنجی عجائب صنع الٰہی کی
شناخت ہے اور صنع الٰہی کی کنجی اولاً آدمی کے یہ حواس ہین اور یہ حواس سوا اُس جسم کے جو
آب و خاک سے مرکب ہے اور سے حاصل ہونا ممکن نہین اسی لیے انسان اس عالم خاک و
آب مین رکھا گیا کہ اس عالم سے توشہ لیکر خدا کی معرفت حاصل کرے اور اپنی کلید معرفت نفس سے
تمام آفاق کی معرفت حاصل کرے جو مدرک بحواس ہے اور جب تک یہ حواس ساتھ رہتے اور
اُس کی جاسوسی کرتے ہین تو لوگ کہتے ہین کہ دنیا مین ہے اور جب یہ حواس جاتے رہتے ہین تو
دونی نہین رہتی مگر اُسکی صفات ذاتی رہ جاتے ہین اسیواسطے کہتے ہین کہ وہ مرگیا اور آخرت
مین گیا اب یہ جان لینا چاہیے کہ دنیا کیا چیز ہے اسمین ہر شخص نے اپنے فہم و خیال کے مطابق
خیال ظاہر کیا ہے باقی حضرت مولانائے رومی کا ارشاد نہایت عمدہ و بہتر ہے کہ دنیا کیا ہے
خدا سے غافل ہونا نہ اسباب اور مال اور لڑکے بالے وغیرہ جسکی تفصیل بہت طول طویل ہے
اُسکے جاننے کے لیے مطالعہ کتب قوم عموماً اور حضرت امام غزالیؒ کی احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت
اور منہاج العابدین خصوصاً کافی ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ
صوفی وہ ہے جسکا مطلوب و مراد حق ہو اور وہ دنیا کو اسطرح ترک کرے کہ دنیا خود اُس کی خدمت کرنے لگے
تاکہ اُسکے مقاصد دنیا ہی مین آخرت سے پہلے حاصل ہو جائین جامع الاصول مین ہے کہ اصطلاح
اہل حقیقت مین تصوف سے مراد حضرات صوفیہ کے اخلاق سے تخلق ہونا اور اُن کے اوصاف اختیار
کرنے کے ذریعہ سے اُن کے سلسلہ مین شامل ہونا اور صوفیہ جمع صوفی کی ہے قشیری کہتے تھے کہ عربی
مین اس اسم کے لیے نہ کوئی قیاس ہے نہ اشتقاق لہذا اسے بمنزلہ لقب سمجھنا چاہیے حضرت شبلی سے
کسی نے پوچھا کہ اس گروہ کو صوفیہ کیون کہتے ہین فرمایا کہ اس بقیہ چیز کے سبب سے جو ان کے نفوس سے
باقی رہ گئی ہے کیونکہ اگر یہ نہوتا تو اس تسمیہ کا اُن سے تعلق نہوتا بعضے کہتے ہین کہ تصوف نکلا ہے
صوف سے جیسے کہتے ہین تصوف الرجل جب کوئی صوف پہنے ہو یا کہتے ہین تقمص الرجل جب کوئی
شخص کرتہ پہنے ہوا اور صوفی منسوب ہے صوف کی طرف اور اُسکی ایک وجہ عربیت کی حیثیت سے بھی
ہے مگر قوم صوفیہ نے صوف پہننے والون کی اس نام کے ساتھ تخصیص نہین کی اور بعضے کہتے ہین

کہ صوفیہ کو صوفیہ اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ منسوب ہین صفہ کی طرف یا یہ کہ اُنھون نے اس طریقہ کو اصحاب صفہ سے لیا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی ماخوذ ہے صفا سے اور بعضے کہتے ہین صف سے کیونکہ ان لوگون کا شمار اپنے قلوب سے اول صف مین ہے اور اُن کے قلوب اللہ کے محاصرہ مین رہتے ہین اور یہ تینون قول معنی کے لحاظ سے تو قریب ہین مگر لفظ کی حیثیت سے بعید کیونکہ صفہ کی طرف نسبت سے صفی ہو سکتا ہے اور صفا کی طرف نسبت سے صفائی اور صف کی طرف نسبت سے صفی اور بعضی کتابون مین ہے کہ تصوف کے معانی مین اہل حقیقت کے اقوال مختلف ہین بعضے کہتے ہین کہ تصوف سے مراد ہر بُری عادت سے نکلنا اور ہر اچھی عادت کو اختیار کرنا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف کہتے ہین مراقبہ احوال کو معہ لزوم ادب کے اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف سے مراد مشغول کر دینا ہے سب وقت کا اُس چیز کے ساتھ جو اُسوقت مین اہم ہو حضرت جنید فرماتے تھے کہ تصوف کہتے ہین بلا علاقہ اللہ کے ساتھ رہنے کو اور تصوف وہ ذکر ہے جو اجتماع کے ساتھ ہو اور وہ وجد ہے جو اجتماع کے ساتھ ہو اور وہ عمل ہے جو اتباع کے ساتھ ہو حضرت شبلی کہتے تھے کہ تصوف کہتے ہین بیٹھنے کو اللہ پر بلا اہم کے اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف سے مراد خلق ہے تو جس شخص مین خلق زیادہ ہو گا وہ تصوف مین بھی زائد ہو گا اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف کہتے ہین معشوق کے در پر بیٹھ رہنے کو اگرچہ وہ نکالتا رہے اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف سے مراد دست فارغ اور قلب پاکیزہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف سے مراد ساقط کرنا جاہ کا ہے اور علحدگی دنیا و آخرت سے اور بعضے کہتے ہین تصوف ایک حال ہوتا ہے جس سے علامات بشریت مضمحل ہو جاتے ہین اُستاد ابو علی فرماتے تھے کہ تصوف کے معانی مین عمدہ یعنی وہ ہین جو بعضون نے کہے ہین کہ تصوف وہ راستہ ہے جس کے چلنے والے وہ لوگ ہوتے ہین کہ جنکے نفوس پاکیزہ ہوتے ہین یعنی اللہ تعالی اُن کے نفوس کو خس و خاشاک سے پاک کر دیتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی وہ ہے جو اپنے خون کو معاف اور اپنی ملک کو مباح سمجھے اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی صادق کی علامت یہ ہے کہ جو تونگری کے بعد فقیر ہو اور عزیز ہونے کے بعد ذلیل اور شہرت کے بعد پوشیدہ اور صوفی کاذب وہ جو اُس کے خلاف ہو حضرت جنید فرماتے تھے کہ صوفی کی مثال زمین کی طرح ہے کہ اُسپر ہر بُری چیز پڑتی اور اچھی چیز نکلتی ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ صوفی کی مثال زمین کی ایسی ہے کہ اُسپر نیک کار اور بدکار سب چلتے ہین یا مثل ابر کے ہے کہ ہر چیز پر سایہ کرتا ہے یا مثل پانی کے ہے کہ ہر چیز کو سیراب کرتا ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جب کوئی صوفی درست ظاہر دکھھ پڑے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کا باطن خراب ہے حضرت شبلی فرماتے تھے کہ

صوفی وہ ہے جو خلق سے منقطع ہو اور حق سے متصل جسطرح حضرت موسی علیہ السلام سے حق تعالے نے فرمایا کہ واصطنعتک لنفسی اور اُن کو ہر غیر سے قطع کر لیا پھر فرمایا لن ترانی اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی وہ ہے جسکو کوئی چیز مکدر نہ کرتی ہو بلکہ ہر چیز اُس سے صاف ہوتی ہو اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی وہ ہے جسپر واردات ہوتے ہون اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی وہ ہے جسکی صفت یہ ہو کہ نہو تو شکر کرے اور ہو تو دے ڈالے اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی وہ ہے جو وحدانی الذات ہو نہ اُسکو کوئی قبول کرتا ہو اور نہ وہ کسی کو اور بعضے کہتے ہین کہ صوفیہ کی صحبت اختیار کرنا چاہیے کیونکہ اُنھون نے اچھے کام کی عادت کر لی ہے اور وہ کام ان کا بمنزلہ طبیعت و خلقت کے ہو گیا ہے جیسے آنکھ کان فہم وغیرہ کیونکہ انسان کے ایسے افعال پر تعریف نہین کی جاتی ہے بلکہ تعریف اُسپر ہوتی ہے جو افعال غریبہ اور قابل اعتبار اُس سے ہوتے ہین عوارف مین ہے کہ صوفیہ وہ لوگ ہین جنھون نے اس طریقہ کو پسند کیا اور قلوب کو غل و غش سے صاف رکھنے کو ان سب امور کی بنا قرار دی ہے اسی وجہ سے اُن کے جوہر فضیلت ظاہر ہوے کہ اُنھون نے دنیا مین زہد اختیار کیا اور دنیا کو دنیا والون کے لیے چھوڑ دیا اور اُسکو ہمیشہ کے لیے طلاق دیدی حضرت رویم کہتے تھے کہ تصوف کی بنا تین خصلتون پر ہے ایک فقر و افتقار اختیار کرنا دوسرے بذل و ایثار کرنا تیسرے تعرض و اختیار چھوڑ دینا حضرت معروف کرخی کا قول ہے کہ تصوف کہتے ہین حقائق کا لینا اور جو خلق کے پاس ہے اُس سے اعراض کرنا حضرت شبلی کہتے تھے کہ فقر کی حقیقت یہ ہے کہ حق کے سوا سب سے انسان مستغنی ہو جائے حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی فرماتے تھے کہ تصوف کہتے ہین نفس کا عبودیت پر مداومت کرنا اور اُسکو احکام ربوبیت کے طرف پھیرنا اور صوفی کی چار خصلتین ہونا چاہیے ایک تو اخلاق الہیہ سے متصف ہونا دوسرے اوامر الہی کا اچھی طور سے پابند ہونا تیسرے کسی سے مدد لینے کو بوجہ اللہ سے شرم کرنے کے چھوڑ دینا چوتھے اپنی جگہ پر رہنا بوجہ صدق فنا مع اللہی کے میر سید شریف کا قول ہے کہ تصوف کہتے ہین آداب شرعیہ باطنی و ظاہری پر قیام کرنا تاکہ اُن کا حکم ظاہر سے باطن مین اور باطن سے ظاہر مین آئے تو جو ان دونون طریقون سے مودب ہوتا ہے وہی کامل ہوتا ہے اور تصوف کی حقیقت نفع شہوات اور ترک دنیا اور مالوفات چھوڑنا ہے اور اُسکی بنا آٹھ چیزون پر ہے سخا رضا صبر اشارہ غربت صوف پوشی سیاحت فقر تو سخا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تھی اور رضا حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لیے اور صبر حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے اور اشارہ حضرت یحیی علیہ السلام

کیلیے اور غربت حضرت یوسف علیہ السلام کیلیے اور صوف پوشی حضرت موسی علیہ السلام کیلیے اور سیاحت حضرت عیسیٰ ؑ کیلیے اور فقر حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اور تصوف کی تعریف بر قول حضرت امام غزالی یہ ہے کہ اللہ کے لیے دل خالی کرنا اور ماسوا اللہ کو حقیر جاننا اور تصوف صفا سے متعلق ہے چونکہ اس سے قلوب کی صفائی ہوتی ہے اس لیے اُسکو تصوف کہتے ہین اور اول شرائط طریقہ صوفیہ سے ماسوی اللہ سے قلوب کا پاک رکھنا ہے اور کلید جو قائم مقام تحریمہ نماز کے ہے دل کا ذکر الٰہی مین استغراق ہے اور آخر طریقہ اس کا فنا فی اللہ ہے اور اُسی طرف اشارہ کرکے حضرت مرشد العالم شاہ مجا قلندر قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب مین تحریر فرماتے ہین کہ صوفی وہ ہے جو خود نہو اور صوفی کے مقام کو فوقیت فقیر کے مقام سے اس لیے ہے کہ فقیر ارادہ فقر اور ارادہ حظ نفس سے محجوب ہوتا ہے اور صوفی کے لیے یہ کچھ مخصوص نہین کیونکہ درصورت فقر و غنا اس کا ارادہ عین ارادہٗ حق ہو جاتا ہے اسواسطے اگر کوئی فقر یا مراسم فقر اپنے ارادہ و اختیار سے اختیار کرے محجوب نہو گا کیونکہ اس کا ارادہ ارادۂ حق ہو گیا کذا فی النفحات سوال آپ سے پوچھا گیا کہ تعزز اور تکبر مین کیا فرق ہے جواب فرمایا کہ تعزز وہ ہے جو خدا کے لیے ہو اور خدا کے دین مین اور اس کا نتیجہ یہ ہو کہ نفس مین عاجزی پیدا ہو اور اسکی ہمت خدا کی طرف بلند ہو اور تکبر وہ ہے جو خواہشات نفسانی کے لیے ہو اور اُس کا نتیجہ ہیجان طبیعت اور ارادۂ حق کا مغلوب کرنا ہو اسی وجہ سے کبر طبعی بہت آسان ہے کبر کسبی سے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ شکر کی حقیقت کیا ہے جواب فرمایا کہ حقیقت شکر یہ ہے کہ منعم کی نعمت کا اقرار بروجہ خضوع و مشاہدہ احسان و حفظ حرمت باقرار عجز کرے اور شکر کی تین قسمین ہین ایک شکر زبانی جس سے مراد اقرار نعمت بصفت خشوع و عجز ہے دوسرے شکر جوارح جس سے مراد خدمت کرنا ہے بوقار و خادمیت تیسرے شکر قلب جس سے مراد بساط شہود پر بدوام حفظ حرمت ٹھہرنا ہے پھر اس مشاہدہ کے بعد رویت منعم مین ایسی ترقی کرے کہ رویت نعمت غائب ہو جائے اور شاکر وہ ہے جو موجود پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو مقصود پر شکر کرے اور حامد وہ شخص ہے جسکو عطا مین منع اور ضرر مین نفع معلوم ہو اور رد و دونون اُس کے نزدیک برابر ہون اور محمد سے مراد وہ ذات ہے جو محامد کا استفادہ بچشم معرفت مقام قرب پر کرے اور محققین کے نزدیک شکر کہتے ہین منعم کی نعمت کا اقرار بطور خضوع کرنے کو تو اس بیان پر اسکی صفت جو شکور آتی ہے وہ توسیع کے طور پر آتی ہے اور اُسکے معنی ہین بندون کو بدلا دینے کے شکر پر تو شکر کی جزا بھی شکر مجازاً ہوئی جیسے گناہ کی جزا مجازاً گناہ کہی گئی اور اعتدا کی جزا اعتدا اور بعض کہتے ہین

لہ حدے گھٹنا اور علم کرنا ۱۲ منتخب

کہ خدا کا شکر اسوجہ سے ہوتا ہے کہ وہ عمل قلیل پر بھی ثواب کثیر دیتا ہے اور یہ ماخوذ ہے محاورہ سے کہ جو حیوان شکور ہے جبکہ کسی جانور مین فربہی کھانے پینے کی فربہی سے زیادہ ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ محسن کا احسان بیان کرکے اُسکی تعریف کی جائے اور اللہ تعالیٰ شکور اس لیے ہے کہ اس نے اپنے مطیع بندون کی اطاعت کی تعریف کی ہے اور بندہ کو شکور اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ اپنے پروردگار کی نعمتون پر اسکی تعریف کرتا ہے شیخ ابو عثمان مغربی کہتے تھے کہ شکر سے مراد اپنے عجز کی شناخت ہے اور بعض کا قول ہے کہ شکر کہتے ہین اس امر کو جان لینا کہ نعمت محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اسکی موید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روایت ہے کہ اُنھون نے اپنی مناجات مین عرض کیا کہ الٰہی آدم کو تو نے اپنے ہاتھ سے بنایا پھر اُن کے ساتھ جو کچھ کیا وہ کیا اُنھون نے تیرا شکر کیسے ادا کیا حکم ہوا کہ آدم نے جب جان لیا کہ یہ سب میری ہی طرف سے ہے تو یہی ان کا شکر ہوا حضرت جنید فرماتے تھے کہ شکر یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو نعمت کے لائق نہ دیکھے پھر فرمایا کہ شکر یہ ہے کہ اللہ کی نعمتون سے اُسکے معاصی پر مدد نہ مانگے حضرت شبلی فرماتے تھے کہ شکر یہ ہے کہ منعم کو دیکھے نہ نعمت کو جیسے حضرت ایوب علیہ السلام نے بلا پر صبر کیا تو اُن سے خطاب ہوا نعم العبد یعنی کیا اچھا بندہ ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی نعمت پر شکر کیا اُن سے بھی یہی خطاب ہوا اسوجہ سے کہ وہ دونون مقاماً متفق تھے نعمت و نقمت کچھ نہین دیکھتے تھے اور نہ ان کو کوئی دکھ تھا نہ لذت تھی اسقدر حق مین محویت اور صفات بشریت سے علیحدگی تھی کہ صبر مبدل بہ شکر اور شکر مبدل بہ صبر ہو گیا اور دونون مین کوئی تمیز باقی نہ رہی اور شاکر اور شکور مین فرق یہ ہے کہ شاکر وہ ہے جو ملنے پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو نہ ملنے پر شکر کرے اور بعضے کہتے ہین کہ شاکر وہ ہے جو نعمتون پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو بلا پر شکر کرے اور شکر کی دو قسمین ہین ایک شکر زبانی دوسرا شکر قلبی جو مراد ہے شہود منعم سے بمداومت حفظ حرمت اور بعضے کہتے ہین کہ شکر کی تین قسمین ہین ایک شکر زبانی دوسرے شکر قلبی تیسرے شکر جوارح ہر عضو سے جو مناسب ہو وہ کرے تو آنکھو نکا شکر محارم الٰہی اور عیوب خلق سے چشم پوشی ہے اور کانون کا شکر اُن کا لوگون کے عیوب اور ناجائز باتون کے سننے سے بہرا ہوجانا ہے اور ہاتھون کا شکر یہ ہے کہ اُن کو برے مال لینے سے روکے اور پیرون کا شکر یہ ہے کہ اُن سے بُری راہ نہ چلے اسیطرح اور باقی اعضا ہین اور بعضے کہتے ہین کہ عالم کا شکر قول سے ہوتا ہے اور عابد کا فعل یعنی طاعت اور عبادت سے اور عارف کا استقامت سے اور عوام کا شکر کھانے پینے وغیرہ پر ہوتا ہے اور خواص کا

شکر قلوب پر معانی ربانیہ وارد ہونے سے ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ شکر پر شکر کرنا شکر سے اتم ہے جسکے معنی یہ ہین کہ اپنے شکر کرنے کو بھی اللہ ہی کی توفیق سے سمجھے کہ اگر وہ توفیق نہ دیتا تو مین یہ شکر کیسے کرتا اور یہ بھی اعتقاد کرے کہ توفیق شکر بھی بہترین نعمت ہے تو پہلے اس توفیق پر پھر دوسرے شکر پر شکر کرے مروی ہے کہ ایکبار حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی مین تیرا کیسے شکر کرون کیونکہ میرا شکر گذار ہونا یہ بھی تیری نعمت ہے تب اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ جب تم یہ سمجھ گئے تو میرا شکر ادا ہوگیا ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے رکن کعبہ پکڑ کر فرمایا کہ الٰہی تو نے مجھے نعمت دی مین نے اس کا شکر نہین ادا کیا اور تو نے مجھپر بلا بھیجی مین نے صبر نہین کیا تو نے میرے ترک شکر کے سبب اپنی نعمت مجھ سے نہین اُٹھالی اور نہ میرے ترک صبر پر اُس بلا کو مجھپر رہنے دیا الٰہی تو کریم ہے اور کریم سے کرم ہی ہوتا ہے **نقل** بعضے انبیاء علیہم السلام ایک چھوٹے پتھر پر ہوکر گذرے دیکھا تو اُس سے پانی بہہ رہا تھا یہ دیکھکر اُن کو تعجب ہوا اللہ تعالی نے اُس پتھر کو گویائی دی اُس نے کہا یا نبی اللہ جب سے مین نے یہ آیت سُنی کہ وقودھا الناس والحجارۃ یعنی دوزخ کی چلچھیان آدمی اور پتھر ہون گے تو مین اس خوف سے روتا ہون کہ کہین مین وہی پتھر نہون تب اُنھون نے دعا کی کہ الٰہی اسے دوزخ سے بچا اللہ تعالی نے اُن کی دعا کی برکت سے اُسے دوزخ سے بچادیا پھر وہی نبی ایک مدت کے بعد اُدھر ہوکر گذرے دیکھا تو پھر اس سے ویسا ہی پانی بہہ رہا تھا اُن کو تعجب ہوا پھر اللہ نے اُس پتھر کو گویائی دی اُس نے کہا کہ یا نبی اللہ وہ خوف اور رنج کا رونا تھا اور یہ مسرت اور شکر کا ہے **نقل** حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایکبار وحی آئی کہ میرے بندون مین جو مبتلا اور معافی ہون اُنپر رحم کرو آپ نے پوچھا کہ معافی کون لوگ ہین حکم ہوا کہ وہ لوگ ہین جو عافیت پر کم شکر کرتے ہین حضرت جنید فرماتے تھے کہ شکر نعمت مین بھی ایک علت ہے یعنی زیادتی نعمت کی طلب کہ یہ بھی ایک حظ نفس ہے بعضے صوفیہ کا قول ہے کہ مین نے بعضے سفرون مین ایک بوڑھے کو دیکھا اس سے اس کا حال پوچھا کہنے لگا کہ جوانی مین مجھے اپنے چچا کی بیٹی سے بہت محبت تھی اور اُسے بھی مجھ سے محبت تھی مین نے اُس سے نکاح کرلیا جب شب کو اُس کے پاس گیا تو مین نے اُس سے کہا کہ اس رات بھر اس شکریہ مین جاگنا چاہیے کہ خدا نے ہم کو تم کو ملایا چنانچہ ایسا ہی کیا جب دوسری رات ہوئی تو پھر ایسا ہی ہوا یہانتک کہ ستر برس ہوچکے ہین کہ ہر رات کو ایسا ہی ہوتا ہے اور حمد کا اطلاق بھی بجائے شکر آتا ہے اور حمد شکر سے اعم ہے کیونکہ شکر بوجہ نعمت دینے کے منعم کی تعریف

کرنیکو کہتے ہین اور حمد کہتے ہین ذات کی بوجہ اُسکے محامد صفات کے تعریف کرنا اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ پہلے جنت مین وہ لوگ جائینگے جو اللہ کی ہر حال مین حمد کرتے ہین اور دوسری روایت مین ہے کہ جو اللہ کی تعریف فراخی اور تنگی دونون حالون مین کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ الحمد کہنا ہر نعمت کا شکر ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ حق سبحانہ تعالے نے بندون کی یاد کو اپنی یاد پر کیون مقدم فرمایا کہ فاذکرونی اذکرکم[۱] اور بخلاف اسکے اپنی محبت کو بندون کی محبت پر کہ یحبہم ویحبونہ[۲] جواب فرمایا کہ ذکر مقام قصد وطلب ہے اور طلب مقدمۂ عطا ہے اسوجہ سے ہمارے ذکر کو مقدم فرمایا اور محبت تو تحفۂ الہیہ ہے محض قدرت سے اسمین بندہ کے کسب کو کوئی دخل نہین نہ کوئی سبب ہے اس لیے فرمایا یحبہم ویحبونہ سوال پھر پوچھا گیا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی توبہ کو ہم پر اور ہماری توبہ پر کیون مقدم فرمایا کہ ثم تاب علیہم لیتوبوا[۳] تو یہ بھی تو ذکر کی طرح کسب ہوا جواب آپنے فرمایا کہ یہ اس لیے کہ توبہ اول مقامات طلب سے اور ابتداے منازل سیر سے ہے لہذا اللہ نے اُن مقامات پر اپنے فعل کو ہمارے فعل پر مقدم فرمایا کیونکہ اُسکو سواے اُسکے دوسرا کوئی نہین کھول سکتا اور نہ اُسپر کوئی چل سکتا ہے جبتک کہ اللہ ہی آسان نہ فرمادے اور ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل ہی غافلین اور راقدین کے بیدار کرنے اور مسافرین کو راہ بتلانے اور محبوب کے یاد پر قلوب مین کشمکش پیدا کرنے مین یکتا ہے سوال آپسے پوچھا گیا کہ صبر کیا ہے جواب فرمایا کہ صبر کہتے ہین آزمایش اور بلا پر بحسن ادب وثبات مع اللہ ٹھہرنا اور تلخی قضاے حق بموافقت احکام کتاب وسنت چکھنا اور صبر کی کئی قسمین ہین ایک صبر للہ اور وہ مراد ہے اوامر الٰہی پر ثابت رہنے اور نواہی سے باز رہنے سے دوسرے صبر مع اللہ اور وہ مراد ہے سکون واطمینان سے قضاوقدر اور فعل حق کے مقابلہ مین یعنی جو اللہ کرے اُسپر راضی رہے اور حالت فقر مین غنا ظاہر کرے تیسرے صبر علی اللہ اور وہ مراد ہے بندہ کے میلان خاطر سے اللہ کے وعدہ وعید پر ہر چیز مین اور دنیا سے آخرت کی طرف میلان مسلمان کو آسان ہے مگر خلق کا چھوڑدینا حق کے مقابلہ مین سخت ہے اور نفس کو چھوڑ کر اللہ کی طرف میلان کرنا اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور صبر مع اللہ سب قسمون سے اشد ہے اور فقیر صابر غنی شاکر سے اور فقیر شاکر ان دونون سے افضل ہے اور فقیر صابر وشاکر ان سب سے افضل ہے اور حق تعالیٰ اسی کا امتحان لیتا

[۱] پس تم یاد رکھو مجکو مین یاد رکھون تمکو ۱۲ منہ [۲] ایک قوم کہ اسکو چاہتے ہین اور وہ اُن کو چاہتا ہے ۱۲ منہ
[۳] پھر مہربان ہوا اُن پر کہ وہ پھر آئین ۱۲ منہ

لیتا ہے جسکو اپنا جانتا ہے **فائدہ** حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح فارسی مشکوۃ شریف مین کہتے ہین کہ صبر کے لغوی معنی نفس کا روکنا اور منع کرنا اور باز رکھنا کسی چیز سے ہے اور اُسی کو فارسی مین شکیبائی کہتے ہین اور شرعاً خواہش حق کو خواہش نفس پر غلبہ دینا مقابلہ کے وقت حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا قول ہے کہ صبر کے معنی ہین خطوط نفسانی سے بوجہ مجاہدہ کے نکل جانا اور نفس کو اُسکے مالوفات اور محبوبات سے روکنے پر ثابت قدم رہنا عوارف مین ہے کہ صبر کے افضل اقسام مین سے ہے کہ اللہ پر سچی توجہ اور دوام مراقبہ اور قطع خواہشات وخطرات کے ساتھ صبر کرے اور صبر کی دو قسمین ہین ایک صبر فرض دوسرے صبر نفل صبر فرض جیسے ادائے فرائض اور ترک محرمات پر صبر کرنا اور صبر نفل جیسے شدائد فقر پر یا پہلے بار صدمہ کے وقت صبر کرنا مصائب کا چھپانا اور ترک شکایت اور اخفائے احوال وکرامات اور صبر فرض ونفل کے اقسام بہت ہین اور بعض لوگ ایسے ہین کہ جو صبر کے کل اقسام پر ٹھہر ہی نہین سکتے کیونکہ اُن پر مواقع صبر کی رعایت یعنی لزوم مراقبہ ورعایت توجہ ونفی خواطر کرنا مشکل ہوتی ہے اور صبر باوجود اپنے کثرت اقسام کے استعمال مین بلاؤن اور مکروہات اور مصائب پر مخصوص ہوتا ہے جیسا کہ شکر رزق مین مخصوص ہے اور میرے رسائل مین ایک رسالہ اسی صبر اور اقسام کے صبر کے ذکر مین ہے جسکا نام توصیۃ الاصحاب بالصبر فی جمیع الابواب ہے اسمین مین نے صبر کے معنی اور اُسکے متعلقات بالتفصیل لکھدیے ہین حضرت جنید کہتے تھے کہ صبر کے معنی ہین تلخی بلا کو بغیر ناگواری کے ضبط کر لینا بعضون کا قول ہے کہ صبر کے معنی ہین بلا کی تکلیف سے شکایت نہ کرنا اور بعضے کہتے ہین کہ صبر سے مراد رضا اور ثبات سے مراد بلا کی پیشوائی کرنا ہے اور اُسکی علامت یہ ہے کہ وہ شخص باوصف مبتلائے بلا ہونے کے اپنے ساتھیون مین ایسا ہو کہ کوئی دوسرا شخص اُن مین اور اُس مین فرق نہ کر سکے یہی تفسیر اس آیۂ کریمہ فاصبر صبرا جمیلا[1] کی ہے یعنی صبر کر اچھی طرح جسمین جلدی اور رنجیدگی اور دل کی گھبراہٹ نہو اور بعضے کہتے ہین کہ صبر کی علامت یہ ہے کہ صابر کے خیال مین نعمت اور نقمت دونون برابر ہون حضرت ابراہیم خواص فرماتے تھے کہ صبر کے معنی ہین ثابت رہنا احکام قرآن وحدیث پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے اور صابرین کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ فرماتا ہے ولمن صبر وغفر ان ذالک لمن عزم الامور[2] پھر فرماتا ہے والصابرین فی البأساء والضراء[3] پھر فرماتا ہے

[1] پس صبر کر اچھی طرح سے ۱۲ منہ [2] اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بیشک یہ کام ہمت کا کیا ۱۲ منہ
[3] اور صبر کرنیوالے سختی اور تکلیف مین ۱۲ منہ

اِنَّ اللہ مع الصابرین[1] اور اِنّما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب[2] اور یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون[3] اور فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل[4] اور وما یلقاھا الا الذین صبروا[5] اور فاصبر اِنَّ وعد اللہ حق[6] اور والصابرین والصابرات[7] اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ انسان کو کوئی چیز صبر سے بہتر نہین ملی پھر فرماتے کہ صبر وہ ہے جو پہلے صدمہ کے وقت ہو اور فرماتے تھے کہ صبر بمنزلہ نصف ایمان کے ہے اور یقین بمنزلہ کل ایمان کے ہے اور فرماتے تھے کہ صبر رضا ہے اور صبر و احتساب غلامون کے آزاد کرنے سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صابرین و محتسبین کو جنت مین بغیر حساب کے داخل کریگا اور فرماتے تھے کہ صبر کی تین قسمین ہین ایک صبر مصیبت پر دوسرے طاعت پر تیسرے معصیت پر اور فرماتے تھے کہ بہتر ہتھیار مومن کا صبر اور دعا ہے اور فرماتے تھے کہ نصر صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی کرب کے ساتھ اور ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے اسکو خطیب نے انس سے روایت کیا اور یہ سب جامع صغیر مین موجود ہے اور فرماتے تھے کہ ایمان سے مراد صبر اور سماحت ہے اور انتظار کشائش صبر سے عبادت ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ صبر ایمان کیلیے ایسا ہے جیسے سر بدن کے لیے اور صبر ایک سواری ہے جو اوندھی نہین ہوتی اور بعضے کہتے ہین کہ صبر شکر سے افضل ہے اسواسطے کہ شکر کرنیوالیکو نعمت کی زیادتی ہوتی رہتی ہے اور صبر کرنیوالیکو معیت حق نصیب ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللہ مع الصابرین یعنی اللہ صبر کرنے والون کے ساتھ ہے اور صبر کی پانچ قسمین ہین صبر للہ صبر فی اللہ صبر مع اللہ صبر باللہ صبر عن اللہ تو صبر للہ عنا ہے اور صبر فی اللہ بلا اور صبر باللہ بقا اور صبر مع اللہ وفا اور صبر عن اللہ جفا اور صبر اور مصابرہ اور مرابطہ مین فرق ہے تو اس آیۂ کریمہ یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا کے معنے یہ ہوے کہ اے ایمان والو صبر کرو اپنے نفوس سے اللہ کی عبادت پر اور صبر کرو اپنے قلوب سے بلیات پر اللہ کی راہ مین اور مرابطہ کرو اپنے اسرار سے شوق الٰہی پر اور بعضے کہتے ہین کہ اسکے معنی یہ ہین کہ صبر کرو اللہ مین اور مصابرت کرو اللہ کے ساتھ اور مرابطہ کرو اللہ کے ساتھ

---

[1] بیشک اللہ صبر کرنے والون کے ساتھ ہے ۱۲ منہ [2] بیشک وہ بھردیگا صبر کرنیوالون کو انکی مزدوریان بیحساب ۱۲ منہ [3] اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ مین مضبوطی کرو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہونچو ۱۲ منہ [4] بس صبر کر جیسا کہ صبر کیا ہے ہمت والے رسولون نے ۱۲ منہ [5] اور یہ بات ملتی ہے انھین کو جو صبر کرتے ہین ۱۲ منہ [6] بس صبر کر بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے ۱۲ منہ [7] اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتین ۱۲ منہ

بعضے کہتے ہین کہ انما یوفی الصابرون اسی مرابطہ مع اللہ کے بارہ مین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ حق تعالیٰ نے حضرت ایوب کے حق مین فرمایا انا وجدناہ صابرا یعنی ہم نے اسکو صابر پایا تو اُن کو صابر فرمایا صبور نہین فرمایا حالانکہ صبر کے معنی مین صبور کی لفظ صابر سے زائد بلیغ ہے اسوجہ سے کہ حضرت ایوب علیہ السلام ہر حال مین صابر نہ تھے بلکہ بعضے حالات مین بلا سے لذت بھی پاتے تھے اور خوشگوار سمجھتے اور وہ اُس حال مین صابر نہین ہوتے تھے اس واسطے کہ صبر بلا مشقت اور کراہیت کے نہین ہوتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے شکایت کی اور فرمایا مسنی الضر یعنی مجھکو نقصان چھو گیا اور صبر کے معنی ہین بلا کی تکلیف سے شکایت نہ کرنا تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ بیماری کے زمانہ مین حضرت ایوب علیہ السلام کی عیادت خود بلا واسطہ وقطع مسافت کرتا تھا اور اُن سے ارشاد فرماتا تھا کہ میرے حبیب ایوب کیا حال ہے اور تم میری بلا مین کیسے ہو تو جب حضرت ایوب علیہ السلام کو ذرا بھی صحت معلوم ہوتی تو وہ اُس عیادت کے اُنس کی مفارقت کی حسرت مین آہ آہ کرتے متوحش ہوتے اور شکایت کرتے اور بعضے کہتے ہین کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے شکوہ ہی مین فرمایا کہ وانت ارحم الراحمین اور ارحمنی نہین کہا محض حفظ ادب کیوجہ سے اور کنایۃً رحمت طلب کی نہ تصریحاً بعضے کہتے ہین کہ عابد کے لیے صبر اچھا ہے اور محب کے لیے ترک صبر اسیواسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر کا وعدہ کیا کہ فصبر جمیل پھر تھوڑی دیر بھی نہین ٹھہرے اور کہا یا اسفا یعنی ہائے افسوس یوسف پر ابو سلیمان سے کسی نے صبر کے بارہ مین پوچھا اُنھون نے کہا کہ خدا کی قسم ہم اپنی پسندیدہ بات پر بھی صبر نہین کرسکتے تو ناپسند پر کیسے صبر کرسکین گے حضرت سری سقطی سے کسی نے پوچھا کہ صبر کیا چیز ہے آپ اُس کے معنی بیان کرنے لگے اتنے مین آپکے پیر مین ایک بچھو کاٹنے لگا مگر آپ سکون سے بیٹھے رہے جب لوگون کو معلوم ہوا تو اُنھون نے کہا کہ آپنے اسکو پھینک کیون نہ دیا آپ نے کہا کہ مجھے خدا سے شرم معلوم ہوئی کہ صبر کی کیفیت بیان کرون اور خود صابر نہون ایک شخص حضرت شبلی کے روبرو کھڑا ہوکر پوچھنے لگا کہ کون صبر زائد سخت ہے صابرین پر آپ نے کہا کہ صبر فی اللہ وہ کہنے لگا نہین پھر فرمایا صبر للہ اُس نے کہا نہین پھر فرمایا صبر مع اللہ کہنے لگا نہین اُسیوقت حضرت شبلی نے ایک چیخ ماری اور قریب تھا کہ ان کی روح پرواز کرجائے بعضے صوفیہ کا قول ہے کہ صبر کی سختی برداشت کرنا چاہیے کہ اگر اس سے موت آجاے گی تو شہادت کا مرتبہ لے گا اور اگر حیات رہی تو باعزت اور بعضون کا قول ہے کہ مین نے ہندوستان کے شہرون مین

ایک بزرگ کو دیکھا جو یک چشم تھے اور لوگ اُن کو صبور کہتے تھے اُن کا حال مین نے پوچھا لوگون نے کہا کہ اُن کے ایک دوست شروع جوانی مین سفر کو جانے لگے یہ اُنھین رخصت کرنے گئے تو اُن کے صرف ایک آنکھ سے آنسو نکلے تو اُنھون نے اُس آنکھ سے کہ جس سے آنسو نہین نکلے تھے کہا کہ تو میرے دوست کی رخصتی کے وقت کیون نہ روئی اب تجھپر دنیا کا دیکھنا حرام ہے یہ کہکر اُسکو بند کرلیا ابتک کہ ساٹھ برس ہوگئے ہین کھولی ہی نہین اب اختلاف اسمین ہے کہ فقیر صابر بہتر ہے یا غنی شاکر تو دونون کے دلائل اپنے مقامات پر مذکور رہین اور ہمارے واسطے کمال فقر حضرت سید المرسلین امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم افضلیت فقر پر حجت ہونے کے لیے کافی ہے اگرچہ علما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق فقر کرنے سے تحاشی کرتے ہین کیونکہ اُس سے عرفاً ایک ضعیف بات کی نسبت پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سردار اغنیا تھے حضرت شیخ محی الدین غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ان دونون مین کون افضل ہے فرمایا کہ فقیر شاکر افضل ہے کیونکہ فقر ایک فضیلت عطیۂ الٰہی ہے اور یہ جو بعضے فقرا صوفیہ کا قول مشہور ہے کہ فقر اضطراری غنا سے افضل ہے تو شاید فقر اضطراری سے مراد یہ ہو کہ حق تعالی محض اپنے لطف سے اُس شخص کی صلاحیت حال کے لیے اُسے فقیر کرکے صبر اور رضا عطا کرے اگر یہ مراد ہو تو ٹھیک ہے ورنہ صاف وارد ہے کہ [1] کاد الفقر ان یکون کفرا اور فقر اختیاری یہ ہے کہ کوئی شخص تونگری چھوڑکر فقیری اختیار کرے اور اُسی مین اپنے حال کی صلاحیت دیکھے تو اگر فقر اضطراری کو فقر اختیاری پر ترجیح دی جاے بوجہ مقام محبوبیت کے کہ جو اللہ نے اپنے بندے کو عطا کیا ہے تو کچھ بعید نہین اور حق یہ ہے کہ ماہیت فقر و غنا مین مطلقاً اختلاف ہے اور اِس مین وجوہ بھی مختلف ہین کسی خاص شخص کے حق مین صلاح کار غنا ہوتی ہے اور کسی مین فقر جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ جب اللہ کو کسی بندہ پر مہربانی ہوتی ہے تو جو کچھ اُسکے حال کے موافق ہوتا ہے وہ اُسے دیتا ہے چاہے فقر ہو یا غنا مرض ہو یا صحت اسیطرح کل صفات متضادہ واللہ اعلم **نقل** شیخ عبدالوہاب متقی اپنے شیخ سے نقل کرکے کہتے تھے کہ جب تک اُنھون نے ہم سے پہلے زبانی فضیلت فقر کا اقرار نہین کرالیا تب تک بیعت نہین لی اور بستان فقیہ ابی اللیث مین ہے کہ دلیل غنا کی فضیلت پر یہ ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ووجدک عائلاً فاغنی یعنی تم کو اللہ نے محتاج پایا تب امیر کردیا تو جو غنی مخیر ہو وہ کیسے نہ افضل ہوگا نیز وارد ہے [2] نعم المال الصالح للرجل الصالح اور جن لوگون کا قول ہے کہ فقر

[1] قریب ہے کہ فقر کفر ہوجاے ۱۲ منہ [2] کیا اچھا مال ہے اچھے آدمی کے لیے ۱۲

افضل ہے اُن کی حجت بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان الانسان لیطغی ان رآہ استغنی یعنے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تونگری انسان کی سرکشی کا باعث ہوئی ہے حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت دعا مین فرماتے تھے کہ اللھم[1] احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین یعنے اے اللہ جلا مجھکو مسکین اور مار مجھکو مسکین اور مجکو مسکینون کے گروہ مین اُٹھا مصباح الہدایت مین ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ مبتدیون اور متوسطون کے لیے فقر غنا سے افضل ہے اور منتہیون کے لیے دونون برابر ہین امام قشیری فرماتے تھے کہ میرے نزدیک افضل یہ ہے کہ انسان کو حسب ضرورت ملے اور وہ اسمین اداے حقوق کرتا رہے اور ناحق سے بچے اور اصل یہ ہے کہ دونون کی فضیلت آئی ہے ور بتفاوت احوال و اشخاص و زمان مختلف ہے جس چیز مین انسان اللہ کی رضا کے موافق چلے وہی اُسکے حق مین زیادہ باعث فضیلت ہوگی ایک گروہ نے فقر مین شاہانہ ہمت رکھی اور ایک گروہ نے لباس شاہی مین مفلسی کا کام کیا اور دونون اچھے ہوے ؎

گدایانے از بادشاہی نفور	بامیدش اندر گدائی صبور

اسی کے ساتھ اگر دارومدار ترجیح پر ہے تو بلاشبہ فقر غنا سے افضل و ارجح ہے اگر اسمین صبر و رضا بھی ہو امام قشیری نے بہت سے اقوال اس بارہ مین نقل کئے ہین اور عمدہ عمدہ حکایتین حضرات مشائخ کی لکھی ہین ابو بکر وراق فرماتے تھے کہ فقیر دنیا اور آخرت دونون مین اچھا ہے لوگون نے پوچھا کہ اِسکے کیا معنی فرمایا کہ نہ دنیا مین بادشاہ اُس سے محصول لیگا نہ آخرت مین حق تعالےٰ اس سے حساب ؎

بروز حشر غنائی زباز پرس بترس خوشا جہان تہیدستی و غریبانش	تو بیکسی و غریبی ترا کہ می پرسد زوال نیست در اقبال بے نصیبانش

اور فقرا محقق چند گروہ ہین ایک تو وہ جو دنیا اور اسباب دنیا کو کچھ نہین سمجھتے اگرچہ وہ اُن کے تصرف مین ہون اور جو کچھ اُن کے ہاتھ مین آتا ہے وہ دیڈالتے ہین اور اُسکے عوض کی اُمید دنیا و دین مین کچھ نہین رکھتے دوسرے وہ ہین جو اس طرح کے اعمال کے پابند نہین ہین کبھی کرتے اور کبھی نہین اور انکو اپنی طرف سے نہین دیکھتے نہ اپنی ملک جانتے اور نہ اُسپر کسی عوض کی امید رکھتے تیسرے وہ ہین جو ان دونون صفتون کے ساتھ کسی حال و مقام کو اپنی ملک نہین جانتے بلکہ سب کو خدا کی عنایت سمجھتے

[1] اسکو ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا اور ابن ماجہ نے ابن سعید سے اور طبرانی نے عبادہ بن صامت سے اور ابن جوزی اور ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ یہ موضوع ہے بیجا ہے انتہی کذا فی درر المنتشرۃ فی احادیث المشتہرۃ للشیخ جلال الدین السیوطی ۱۲ منہ

چوتھے وہ کہ جو ان اوصاف کے ساتھ اپنی ہستی موہوم اور ذات کو بھی اپنی نہین جانتے تو انکی کوئی ذات ہوتی ہے نہ صفت نہ حال نہ مقام نہ فعل نہ اثر اور وہ دونون عالم مین کچھ رکھتے ہی نہین اور یہ صفت کچھ نہ رکھنے کی محو در محو اور محق در محق ہی جامع الاصول مین ہے کہ فقیر اہلِ لغت کے نزدیک اُسکو کہتے ہین جسکے پاس کچھ ہو اور مسکین وہ ہے جسکے پاس کچھ نہو اور بعضون کے نزدیک بالعکس ہے اور اصطلاح اہلِ حقیقت مین فقیر وہ شخص ہے جسکے پاس اللہ کے سوا کچھ نہو اور سوا اللہ کے اسکو کوئی چیز مستغنی نہ کر سکے اور نہ سوائے حضورِ الٰہی کے کسی چیز سے راحت پائے اور اُسکی علامت ہے کہ کوئی اسباب اُسکے پاس نہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید[1] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسکین سے مراد وہ گشت کرنے والا نہین ہے جو ایک لقمہ یا دو لقمہ یا ایک چھوہارا یا دو چھوہارے لیکر چلا جائے بلکہ مسکین وہ ہے کہ جو اُس چیز کو نہ پائے جو اُسے غنی کر دے اُسکو لوگون سے مانگنے مین شرم معلوم ہو کیونکہ یہ مانگنا غیرِ رب سے ہے اور فقر شعارِ اولیاء اور حلیۂ اصفیاء اور عنایت خدا ہے اپنے خاص بندون پر جو انبیا علیہم السلام ہین اور فقر تین طرح پر ہے ایک فقرِ الخلق الی الحق جیسا کہ ارشاد باری تعالی مین ہے انتم الفقراء الی اللہ اور یہ فقرِ عام ہے درحقیقت کل مخلوق کو شامل ہے دوسرے فقرِ عوام جو مراد ہے مال اور اسباب دنیاوی کے نہونے سے کہ جب وہ ملجائے غنی ہو جائے ورنہ فقیر کہا جائے تیسرے فقرِ نفس اور اس فقر والے کو کوئی چیز غنی ہی نہین کر سکتی اسی فقر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر انسان کو دو جنگل سونے کے ملین تو بھی وہ تیسرے کا طالب رہے گا اور غنا بھی تین طرح پر ہے ایک غناء باللہ کل امورِ دنیوی و اُخروی سے جو فقرِ خواص کا نتیجہ ہے دوسرے غناء بالدین یعنی نہ دنیا سے بلکہ دنیا کا ہونا اور نہ ہونا اُسکو برابر معلوم ہو ایسا شخص غنا مین خدا کا محتاج ہوگا اور فقر مین حق کے ساتھ مستغنی ہوگا تیسرے غناء بالمال یہ غناء مجازی ہے کیونکہ فقرِ نفس اُسکے لیے لازم ہے اس لیے آنحضرت نے فرمایا الغناء غنی النفس[2] تو جب اللہ اپنے بندہ سے نیکی کرنا چاہتا ہے تو اُسکے نفس کو غنی کر دیتا ہے اور جب بُرائی چاہتا ہے تو فقر اُسکے سامنے کر دیتا ہے اور انسان جب فقر پر صابر ہوگا اور نعمتون پر شاکر اپنے اختیار سے اور اپنے دین کو بچانے والا تو وہ حالت فقر مین حق کے ساتھ مستغنی ہوگا یعنی کوئی چیز سوائے حق کے

[1] اللہ فرماتا ہے اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور اللہ بے نیاز تعریف والا ہے ۱۲ منہ [2] غنا سے مراد نفس کا غنی ہونا ہے ۱۲ منہ

اُسے غنی نہ کرسکے گی اور وہ خائف رہے گا زوال نعمت فقر سے جیسے کہ غنی خائف ہوتا ہے زوال نعمت غنا سے اور وہی شخص سچا فقیر ہوگا اور یہی مراد ہے آنحضرت کے اس ارشاد سے کہ یدخل الفقراء الجنۃ قبل الاغنیاء بخمس مائۃ عام[1] اور یہی وہ فقر ہے جسپر آنحضرت صلعم نے فخر فرمایا ہے اور ترمذی شریف مین ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ فقرا جنت مین داخل ہونگے اغنیا کے پان سو برس قبل کہ جو نصف اس دن کا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور جابر بن عبد اللہ کی روایت مین ہے کہ آپنے فرمایا کہ فقرا مسلمین جنت مین اغنیا سے چالیس برس قبل جائینگے یہ بھی حدیث حسن ہے طیبی کہتے ہین کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان دونون حدیثون مین موافقت کیسے ہوگی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس حدیث مین اغنیا سے مراد اغنیاء مہاجرین ہون یعنی فقراء مہاجرین جنت مین چالیس برس قبل اغنیا سے جائین گے اور پہلی حدیث مین وہ اغنیا مراد ہون جو مہاجرین نہون جامع الاصول مین ہے کہ وجہ جمع ان دونون مین یون ہے کہ چالیس سے مراد یہ رکھی گئی ہو کہ فقیر حریص غنی حریص پر مقدم ہوگا اور پان سو سے مراد فقیر زاہد کا غنی راغب سے مقدم ہونا رکھا گیا ہو یعنی فقیر حریص دو درجون پر ہوگا فقیر زاہد کے پچیس درجہ سے اور یہ نسبت چالیس سے پانسو تک ہے اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ تقدیر اور اُسکے مثل آنحضرت کی زبان مبارک سے یون ہی صادر ہوئی بلکہ یہ اُس نسبت کے ادراک کی وجہ سے ہے جسکو آپ ہی کا علم محیط تھا کیونکہ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہین فرماتے تھے بلکہ علم حق سے فرماتے تھے **نقل** ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس دس ہزار درہم لیکر آیا کہ آپ ان کو لے لیجیے آپنے وہ پھیر دیے اور فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ یہ مقدار درہم دیکر میرا نام تو دیوان فقرا سے کٹوا دے **نقل** مکہ معظمہ مین ایک فقیر تھا میلے کپڑے پہنے نہ فقرا کے پاس بیٹھتا تھا نہ اُن سے ملتا تھا مگر ظاہر حال اُس کا اہل معرفت کا سا تھا ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھکو اُس سے محبت ہوگئی مین اُسکے پاس سو درہم لیکر گیا اور کہا کہ یہ حلال کمائی کے ہین اسکو آپ اپنی ضرورت مین خرچ کیجیے اُنھون نے میری طرف غصہ سے دیکھکر کہا کہ مین نے یہ جلسہ اللہ سے ستر ہزار دینار پر علاوہ اپنی زمین واملاک کے مول لیا ہے تو اُسکو مین سو درہم پر کیسے بیچ ڈالون تم واپس لیجاؤ بعضے کہتے ہین کہ فقیر کے لیے تین صفتین ہونا چاہیے حفظ سر اداے فرض صیانت فقر حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے کہ جسکو فقر سے خوف ہو تو یہ علامت اُس سے اللہ کی خفگی کی ہے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ اگر فقیر کے پاس ساری دنیا ہو اور وہ ایک ہی دن مین اُسے خرچ کر ڈالے اور پھر اسکو

[1] فقرا جنت مین اغنیا سے پانچسو برس قبل داخل ہونگے ۱۲ منہ

خیال آئے کہ مین نے ایک دن کے کھانیکو کیون نہ رکھ لیا تو وہ فقر مین جھوٹا ہے حضرت ابو علی
دقاق فرماتے تھے کہ لوگ فقر اور غنا مین بحث کرتے ہین کہ کون افضل ہے حالانکہ میرے نزدیک افضل
یہ ہے کہ کفاف بھر لجائے اور باقی سے خدا بچائے بعضے کہتے ہین کہ جو شخص فقر چاہے بوجہ اسکی بزرگی
کے تو وہ فقیر مریگا اور جو اس لیے چاہتا ہو کہ غنا اُسکو اللہ سے مانع نہو تو وہ غنی مریگا شیخ ابی بکر بن شیخ محمد ملا حنفی
قرۃ العیون المبصرہ تلخیص کتاب التبصرہ مین لکھتے ہین کہ فقرا کے حالات مختلف رہے ہین بعض ایسے ہوئے ہین جو مال کے ہونیکو
مکروہ جانتے تھے اور اس سے دور بھاگتے تھے اور بعضے ایسے ہوے ہین جو مال کا ہونا اور نہونا برابر سمجھتے تھے
اگر ملا دے ڈالا اور نہ ملا تو ڈھونڈھنے نہ گئے **نقل** ہے کہ حضرت عایشہ صدیقہ کے پاس بہت سا مال آیا آپنے وہ
سب بانٹ دیا آپ کی لونڈی نے کہا کہ اگر اسمین سے ایک درھم آپ ہمنے دیتین تو اُس کا گوشت آتا اور
اُس سے آپ روزہ افطار کرتین آپنے فرمایا کہ اگر تو یاد دلادیتی تو ایسا بھی ہو سکتا تھا اب تو جو ہونا تھا ہو گیا اور ہمارے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ آسودہ کم ہوتے تھے اور بھوکے زیادہ رہتے تھے اور
شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے تھے جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ رہن تھی حضرت حذیفہ کہتے
تھے کہ میرا وہ دن خوشی کا ہوتا ہے جسدن مین اپنے لڑکے بالون مین آتا ہون اور اُن کے یہان کچھ
کھانے کو نہین پاتا کیونکہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ
مسلمانون کے لیے سخت غیور ہے اور یہ غیرت اُس غیرت سے بھی زیادہ ہے کہ جو گھروالون کو مریض
کے کھانے کے لیے ہوتی ہے اور یہ بھی ہے کہ فقرا سے حساب طویل نہو گا جیسا کہ حضرت ابن عباس سے
مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دو مسلمان جنت کے دروازہ پر ملینگے
اُن مین ایک غنی ہو گا دوسرا فقیر اور وہ دونون دنیا مین ساتھ رہ چکے ہون گے تو فقیر تو جنت مین
چلا جائیگا مگر غنی رُکا رہے گا جب تک اللہ چاہے پھر بعد اُسکے وہ بھی جنت مین چلا جائے گا وہان
اُس فقیر اور امیر سے باہم ملاقات ہو گی تو فقیر امیر سے پوچھے گا کہ تم کو کیون اتنی دیر لگی مجھکو تو تمھاری
اس دیر سے اندیشہ ہوا تھا کہ شاید تم یہان نہ آؤ تب غنی کہے گا کہ مین تمھارے چلے آنے کے بعد
ایسی کراہت اور رسوائی سے روکا گیا کہ کیا کہون اور میرے یہان تک پسینہ نکلا کہ اگر اُس مین ہزار اونٹ
آجاتے اور سب کے سب کڑوی گھانس کھائے ہوئے ہوتے تو بھی اُس سے نہ نکل سکتے اور فقیر
صادق کے حالات مین سے ہے کہ جس حال مین وہ مبتلا ہو اُسے بُرا نہ جانے اور یہ اُسپر واجبات
سے ہے اور اُس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ اس فقر سے خوش ہو اور با این ہمہ فقر کا طالب ہو اور آداب
فقر سے عفیف ہونا بھی ہے اور جب مال ملے تو تین باتین دیکھ لے ایک اُس کا حلال اور شبہات سے

پاک ہونا دوسرے دینے والے کی غرض کہ اگر اُسکی غرض دینے سے ریا اور احسان نہو تو قبول کرلے ورنہ واپس کردے تیسرے اپنے آپکو دیکھے کہ مین مستحق صدقہ اور زکوٰۃ کا ہون یا نہین حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تم کو جو اس مال سے ملا کرے اور تم مسرف اور اُسکے سائل نہو تو لیلو ورنہ اپنے آپکو سختی مین نہ ڈالو یعنی نہ لو بالجملہ

سخن در دست گران بود فراوان کردم		جان بہ بیعانہ بیارید کہ ارزان کردم	

تحقیق صغانی[1] اور ابن حجر اور سخاوی کا قول ہے کہ حدیث الفقر فخری اور بعضون نے اتنا اور بڑھا دیا ہے کہ وبہ افتخر باطل اور موضوع ہے مگر اُسکے موضوع ہونے کا حکم قطعی دیدینا خالی از کلام نہین کیونکہ اُسکے شواہد معنوی سے وہ حدیث ہے جو امام محمد بن خفیف شیرازی شافعی صوفی نے شرف الفقرا مین اور دیلمی نے مسند الفردوس مین حضرت معاذ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ تحفۃ المومنین فی الدنیا الفقر[2] سخاوی مقاصد حسنہ مین بعد اس بیان کے لکھتے ہین کہ اسکی سند مین کوئی نقص نہین کیونکہ یہ دیلمی کے نزدیک بھی حضرت ابن عمر سے بسند ضعیف آئی ہے اور اسیطرح تذکرہ مین ذیل سیوطی سے بھی خبر معاذ کی تحسین لکھی ہے اور شیخ عبد الرؤف مناوی شرح جامع صغیر مین بعد اس نسبت دیلمی کے لکھتے ہین کہ اسکے راویون مین یعقوب بن ولید مدنی بھی ہے اسکو امام احمد اور اور لوگون نے جھوٹا کہا ہے سخاوی کہتے تھے کہ اسکے نام مین تحریف ہوئی ہے بعضون نے اسکو ابراہیم لکھا ہے اور یہ حدیث بہت طریقون سے مروی ہوئی ہے مگر سب طریقے غیر معتبر ہین اور نیز مناوی نے کلام مقدم سخاوی کو عراقی کی طرف حدیث تحفۃ المومنین الموت[3] مین منسوب کیا ہے واللہ اعلم شیخ ابراہیم کردی کا قول ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن ابی بکر رداد صدیقی زبیدی اپنی کتاب عدۃ المرشدین وعمدۃ المسترشدین مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الفقر فخری وبہ افتخر اور اُسکو بصیغہ جزم بلا نسبت اور سند کے بیان کیا ہے غالباً یہ بعض کتب حفاظ حدیث سے روایت کی گئی ہوا ور ہم تک پہونچی ہو جیسا کہ سیوطی نے جامع صغیر مین بعد نسبت حدیث اختلاف امتی رحمۃ[4] کی جماعت علما کی طرف لکھا ہے کہ امید یہ ہے کہ یہ روایت بھی اُن بعضے کتب حافظین حدیث سے ہو جو ہم تک نہین پہونچی ہین باقی

[1] صغانیان ایک شہر ہے اور ما وراء النہر مین حصار شادمان کے قریب یہ ہے معرب چغانیان کا اور اسی کی طرف نسبت کرکے صغانی اور صاغانی کہتے ہین اور یہین کے رہنے والے امام حسن ابن محمد صاحب کتاب مشارق تھے کذا فی منتخب اللغات ۱۲ منہ [2] مومنین کے لیے دنیا مین تحفہ فقر ہے ۱۲ منہ [3] مومنین کے لیے تحفہ موت ہو ۱۲ منہ [4] میری امت مین اختلاف رحمت ہو ۱۲ منہ

یہ حدیث کتب تصوف میں مشہور ہے شیخ عبدالرزاق کاشانی شرح منازل السائرین میں لکھتے ہیں کہ
طلب اور ترک میں دنیا سے سلامتی ہی کا نام فلاح ہے اور یہ کہ دنیا کی قدر فقیر کے نزدیک نہو کہ وہ
اُسے ڈھونڈھے یا ترک کرے اور یہی وہ فقر ہے جسکی شرافت صوفیہ نے بیان کی یہانتک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ الفقر فخری اور دوسری جگہہ پر لکھا ہے کہ فقر
عبارت ہے غیر کے بھول جانے سے اور ماسوا اللہ کی طرف نہ متوجہ ہونے سے اور یہ نہیں حاصل
ہوتا جب تک کہ غنا ربالحق کامل نہو اور جب وہ کامل ہوگی تو اللہ مخالفت سے بچائیگا لطائف الاعلام
مین ہے کہ فقر کہتے ہین خالی ہونا تمام آثار کثرت اور احکام عادات ومرادات خلقیہ وحقیہ سے اسطرح
پر کہ قلب تمام آثار کونیہ سے خالی ہوجائے اور احکام قیود ظاہری وباطنی سے صاف اور ستھرا ہوکر
کل احکام غیریت سے پاک ہوجائے اسی جگہہ سے شیخ صدرالدین قونوی کا قول تفسیر سورۂ فاتحہ
مسمی باعجاز البیان مین ہے کہ فقر جامع جو مقابل غنا جامع ہے وہ سوا انسان کامل کے اور
کسی کے واسطے صحیح نہین اور اُسکی تصریح بزبان تصوف یہ ہے کہ اللہ سبحانہ ہے اور اسکے ساتھ کوئی
نہین تو اللہ نام ہے اُس مرتبہ احدیت کا جو مطلق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے مظہر ہین کیونکہ
آپ صاحب مقام او ادنی ہین تو آپکو اطلاق سے ایک اختصاص ہے اسواسطے کہ آپ کا مظہر اسم
جامع ہونا نہین صحیح ہے بغیر فقر تام کے اور یہ آپ ہی ہین کیونکہ آپ برزخ البرازخ اور صاحب
اُس مقام کے باختصاص الٰہی ہین اور آپ کے بعد آپکے وارث لوگ آپکے قدم پر ہوے ہین اور ظہور
بصورت احدیت الجمع سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہین اس لحاظ سے بلاشک فقر فخر ہوسکتا ہے اور یہ بھی
شیخ ابراہیم کردی اپنے رسالہ مین لکھتے ہین کہ حدیث الفقر سواد الوجہ فی الدارین مجھے کتب
حدیث مین سے کسی کتاب مین نہین ملی لیکن کتب تصوف مین ضرور مشہور ہے جیسا کہ شیخ عبدالرزاق
کاشانی شرح منازل السائرین مین لکھتے ہین کہ صوفیہ کا فقر مقام احدیت جمع ذات مین فنا ہونا ہے اور یہ
مستفاد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ الفقر سواد الوجہ فی الدارین یعنی فناء
صرف اور عدم محض دنیا وآخرت مین عین ذات مین استہلاک سے مراد ہے اسواسطے کہ عدم سواد اور
ظلمت ہی اور وجود بیاض اور نور اور کوئی مقام اُس سے اعلیٰ نہین اور لطائف الاعلام مین ہے کہ
بعضے فقرا سے لوگون نے پوچھا کہ فقر کیا چیز ہے تو اُنھون نے کہا کہ ہو سواد الوجہ فی الدارین اسی
یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرات صوفیہ کے ارشادات سے ہے حدیث نہین ہے واللہ اعلم
پھر اسی کتاب مین ہے کہ بعضون کا قول ہے کہ سواد الوجہ فی الدارین کے معنی یہ ہین کہ انسان اپنی

قدرت و وسعت کو ساقط سمجھے اور اپنا مرتبہ دنیا و آخرت مین حقیر جانے تو فقیر نہ آخرت مین اپنا کوئی عمل نجات دینے والا دیکھتا ہے اور نہ اپنے مین کوئی افضلیت اور دنیا والون سے پاتا ہے کیونکہ وہ تو فقر صوفیہ سے متحقق ہے اور وہ وہ مقام ہے جسمین کل ماسوا اللہ منعدم ہے تو اس حالت مین وہ متحقق بہ فقر حقیقی ہوگا جس سے مراد فقدان انانیت ہے وجود حقیقت الحقائق مین اور جب ایسا ہوا تو فقیر اپنے وجہ کے سواد کو یعنی اپنی ظلمت عدمیت کو دنیا و آخرت مین دیکھے گا۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی کا قول ہے کہ وجہ سے مراد بندہ کی حقیقت ہے اور اُسکی ذات اور اُس سے اُسکی بقا بھی مراد ہے رویت عبودیت کے ساتھ مع اُس کیفیت کے ساتھ حال کے اسطرح پر کہ نہ اس کے لیے ربوبیت کسی وجہ سے ہے نہ کوئی نسبت سوال آپ سے پوچھا گیا کہ حسن خلق کیا ہے جواب فرمایا کہ حسن خلق یہ ہے کہ جفائے خلق تجھ مین بوجہ تیرے حق کو ہر چیز مین دیکھ لینے کے اثر نہ کرے کیونکہ اس سے تو یہ معلوم ہی ہوگیا کہ جفائے دشمن اور وفائے دوست سب اُسی کی طرف سے ہے اور اپنے نفس کو اور جو اُس سے صادر ہوا سے حقیر جانے اور خلق کو اور اُن کے افعال کو بُرا جانے اس نظر سے کہ اللہ نے اُن مین ایمان اور حکمت ودیعت رکھی ہے اور حُسن خلق بہترین مناقب انسانی ہے اور اُسی سے مردون کے جوہر ظاہر ہوتے ہین حضرت ابی الدرداء سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کوئی چیز گران تر میزان اعمال مین خوے نیک سے نہین ہے حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے تھے کہ حُسن خلق کہتے ہین کشادہ روئی اور عطا اور خلق کو ایذا دینے سے باز رہنے کو اور واسطی کہتے تھے کہ حُسن خلق یہ ہے کہ خلق سے نہ جھگڑے اور اُن کو محنت اور راحت مین راضی رکھے سہل تستری کا قول ہے کہ ادنیٰ مرتبہ حسن خلق کا یہ ہے کہ لوگون کے ظلمون کا تحمل کرے اور اُن سے بدلا نہ لے اور ظالم پر رحمت اور شفقت کرے اور اُسکی مغفرت چاہے اس حدیث کے راوی ابوداؤد ہین اور ترمذی نے بھی اُسکو صحیح لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ المومن مرآۃ اخیہ المومن یعنی مسلمان اپنے بھائی مسلمان کا آئینہ ہے کہ اُسکو اُسکے عیب دکھا دیتا اور بتا دیتا ہے اور اُن پر اُن کو متنبہ کرتا ہے جسطرح کہ آئینہ دیکھنے سے صورت کا حُسن و قبح معلوم ہوجاتا ہے مطلب یہ ہوا کہ مسلمان خبردار ہوجاتا ہے اپنے عیوب پر دوسرے مسلمان کے خبر کردینے سے جیسا کہ اپنی بدصورتی پر خبردار ہوجاتا ہے آئینہ دیکھ کر اور یہ بھی نصیحت مین داخل ہے حضرت رویم کا قول ہے کہ صوفیہ ہمیشہ باخیر رہین گے جب تک کہ ایک دوسرے کے حالون کی تفتیش کرتے رہین اور اس حدیث کو ابوداؤد نے باسناد حسن روایت

کیا ہے اور ترمذی کی روایت مین یہ ہے کہ ہر ایک تم مین سے اپنے بھائی کا آئینہ ہے تو اگر کوئی تم مین سے اپنے بھائی مین کوئی عیب یا بری بات دیکھے تو چاہیے کہ اسکو اُس سے دور کر دے مگر اسکی سند ضعیف ہے **سوال** آپ سے کسی چیز کے لینے اور پھیر دینے کے بارہ مین پوچھا گیا **جواب** فرمایا کہ اگر خواہش نفس نہو اور لیکر کسی کو دیدے تو یہ اللہ کے حکم کے موافق ہے اور اگر ریا سے ترک کر دے اور پھیر دے تو وہ یقیناً نفاق ہے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ صدق کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ اقوال مین صدق تو یہ ہے کہ دل زبان کے موافق ہو اور اعمال مین صدق یہ ہے کہ جو عمل کرے اُسمین حق کو دیکھے یعنی یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے اپنے عمل کو نہ دیکھے اور احوال مین صدق یہ ہے کہ سالک خواطر حق کو جاری کرے اہذا کسی رقیب دیکھنے یا کسی منازع کی منازعت سے وہ مکدر نہو گا جامع الاصول مین ہے کہ صدق لغت مین کذب کے مقابل ہے اور اصطلاح اہل حقیقت مین حق بات کہنا مواقع ہلاکت مین اور بعضے کہتے ہین صدق مراد ہے ظاہر اور باطن کے یکسان ہونے سے اور بعضے کہتے ہین کہ ساقط کرنا ماسوائے حق کا اور بعضے کہتے ہین کہ صدق سے مراد وفا اور صفا ہے حضرت جنید فرماتے تھے کہ صدق یہ ہے کہ ایسی جگہ پر سچ بولے کہ جہان پر بغیر جھوٹ بولے نجات نہ پا سکتا ہو حضرت ابو علی دقاق کا قول ہے کہ صدق یہ ہے کہ انسان ایسا ہو جیسا کہ اپنے کو دیکھتا ہے اپنی سانسون سے اور بعضے کہتے ہین کہ صادق وہ ہے جو اپنے عمل پر لوگون کے واقف ہونیکو نہ پسند کرتا ہو اور نہ برا جانتا ہو اور بعضے کہتے ہین کہ صادق وہ ہے کہ جسمین موت کی آمادگی ہو اور اس امر سے شرم نہو کہ میرا کوئی راز کھل جائیگا اور خود اللہ تعالی نے صدق کی تعریف فرمائی ہے کہ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین[1] صحیحین مین حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ سچ بولا کرو کیونکہ سچ بولنا نیک کاری کی راہ بتاتا ہے یعنی سچائی کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے نیکی کرنے کی توفیق ملتی ہے اور وہی بہشت کا راستہ بتاتی ہے اور جب تک انسان سچ بولتا ہے یا سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ کے یہان اُسپر صدیقیت کا حکم کیا جاتا ہے اور مقام صدیقیت دیا جاتا ہے یا اُس کا نام دیوان اعمال مین ملاء اعلی کے پاس لکھا جاتا ہے یا لوگ اپنی کتابون مین اُس کا نام صدیق لکھتے ہین مقصود یہ ہے کہ وہ خلق مین اس صفت اور نام کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے اور لوگون کے دلون مین اور زبانون پر اُس کا ذکر جاری کیا جاتا ہے بر قیاس قول حق تعالی شانہ کہ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا[2]

[1] اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچون کے ساتھ رہو ۱۲ منہ [2] البتہ جو ایمان لائے ہین اور نیکیان کی ہین انکو خدا جلد محبوب بنا دیگا ۱۲ منہ

ابن بطال کہتے تھے کہ مطلب یہ ہے کہ سچائی اُس سے مکرر ہوتی ہے یہانتک کہ وہ مستحق مبالغہ کے نام کا یعنی صدیقیت کا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو جھوٹ بولنے سے دور رکھو کیونکہ جھوٹ بولنا دوزخ کیطرف پہونچاتا ہے اور جبتک انسان جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے یہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے انتہی کذا فی بلوغ المرام جامع الاصول میں ہے کہ صدق سالک کے تمام امور کی بنا اور باعث انتظام ہے اور یہ درجہ نبوت کے نیچے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے مشتق ہے صادق سے جیسے سکیت ساکت سے تو صادق وہ شخص ہے جو اپنے اقوال میں سچا ہو اور صدیق وہ ہے جو اقوال اور افعال اور احوال سب میں سچا ہو اور صدق بمنزلہ میٹھے پانی کے ہے کہ جسکا چشمہ استقامت قلب ہے اور اغراض دنیویہ سے بری ہونا اور صدق وہ مرتبہ ہے جو قریب حریت اور فتوۃ کے ہے اگرچہ مرتبہ میں دونوں سے کمتر ہے اور صدق کی تین قسمیں ہیں صدق نیت صدق لسان صدق عمل تو صدق نیت یہ ہے کہ اپنے تمام اقوال اور افعال اور احوال میں اللہ ہی کو مقصود رکھے اور صدق لسان مشہور چیز ہے اور صدق عمل یہ ہے کہ عمل پر حریص ہو اور اسکو موقوف نہ کرے سوائے قہر یا اضطرار کی حالت کے حضرت ذوالنون مصری کہتے تھے کہ صدق اللہ کی تلوار ہے جسپر پڑتی ہے اسکو کاٹ دیتی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جب اللہ کی طلب صدق سے ہوگی تو اللہ اسکو ایک آئینہ دیگا کہ جسمیں دنیا اور آخرت کے عجائبات دیکھ پڑینگے اور بعضوں کا قول ہے کہ جہاں سچ بولنے میں مضرت معلوم ہو وہیں سچ بولنا چاہیے کہ وہی نافع ہے اور جہاں جھوٹ بولنا نافع معلوم ہو وہاں بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیئے کہ باعث نقصان ہوگا **نقل** شیخ ابوالعباس دینوری ایک مقام پر باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک بڑھیا اسی مجلس میں چلا اُٹھی آپنے فرمایا کہ اگر تو سچی ہے تو مرجا وہ فوراً مر کر گر پڑی **نقل** شیخ ابوالفتح موصلی سے کسی نے پوچھا کہ صدق کیا ہے آپ نے اپنا ہاتھ لوہار کی بھٹی میں ڈالدیا اور اُس سے لال لال لوہا نکالکر اپنے ہاتھ پر رکھ لیا اور فرمایا کہ یہ صدق ہے۔ **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ فنا کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ فنا یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ولی کے سر کو ادنیٰ تجلی ملاحظہ فرمائے اور اُس سے اسکی ہستی متلاشی ہو جائے اور وہ ولی اس اشارہ سے فانی ہو جائے اور اسکی فنا ہی اسوقت عین بقا ہو کیونکہ وہ باقی کے اشارہ سے فانی ہوا تو اگر اشارۂ حق نے اُسے فانی کیا تو پھر اسی کی تجلی نے اُسے بقا بخشی اور وہ اپنے سے اگر فانی ہو گیا تو حق میں باقی رہا۔ **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ بقا کیا ہے **جواب** فرمایا کہ بقا

۱؎ پس وہ لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے سرفراز کیا انبیا اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں سے ۱۲ منہ

بغیر لقا کے نہین ہوتی کیونکہ وہ بقا کہ جسکے ساتھ فنا نہو وہ بغیر اس لقا کے نہین ہوتی جسکے ساتھ انقطاع نہو اور یہ حالت پلک مارنے بھر ہوتی ہے یا اُس کے قریب اور اہل بقا کی علامت یہ ہے کہ اُن کے ہمراہ اُس وصف لقا مین کوئی چیز فانی موجود نہین ہوتی بوجہ ان دونون کے ایک دوسرے کے ضد ہونے کے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ وفا کیا ہے **جواب** فرمایا کہ رعایت کرنا حقوق آلہی کا حرمات آلہی مین اس طرح پر کہ دیدہ و دل سے اسکی طرف نہ دیکھے اور اپنے قول اور فعل مین حدود آلہی پر محافظت کرے اور ظاہر و باطن مین بالکل خدا کی مرضی کے تابع رہے۔

سوال آپ سے پوچھا گیا کہ رضا کیا ہے **جواب** فرمایا کہ رضا یہ ہے کہ سالک کے دل سے تردد اُٹھ جائے اور جو کچھ خدا کی مشیت اُسکے بارہ مین ہو چکی ہو اُسپر خوش رہے یہانتک کہ اگر بلا بھی نازل ہو تو بھی اُسکے دفعیہ کا خیال اپنے دل مین نہ لائے جامع الاصول مین ہے کہ رضا کہتے ہین دل کا خوش ہونا حکم قضا سے اور بعضے کہتے ہین کہ رضا یہ ہے کہ بندہ ٹھیک اس خیال پر رہے کہ اللہ اپنی قضا مین عادل ہے اُسکے حکم مین کوئی تہمت نہین ہے ابو سلیمان کا قول ہے کہ رضا یہ ہے کہ اللہ سے نہ جنت مانگے اور نہ دوزخ سے پناہ ڈھونڈھے **نقل** ایک بار حضرت شبلی نے حضرت جنید کے روبرو لاحول پڑھا حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ تو دل کی تنگی ہے اور دل کی تنگی جب ہی ہوتی ہے جب رضا بالقضا نہو بعضے کہتے ہین کہ راضی باللہ وہ ہے جو اللہ کی تقدیر پر معترض نہو قشیری کہتے تھے کہ انسان پر واجب ہے کہ اُسکے لیے جس بات کا حکم ہو چکا ہو اُسپر جزءاً راضی رہے نہ کلاً کیونکہ قضا بالمعاصی اور اور طرح طرح کی محنتین مسلمانون پر ایسی ہین جنپر راضی ہونا ضروری نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ رضا کی علامت یہ ہے کہ اگر بیمار ہو تو صحت کی آرزو نہ کرے اور فقیر ہو تو تونگری کی توقع نہ کرے کسی نے حضرت رابعہ سے پوچھا کہ بندہ راضی کب کہا جاسکتا ہے فرمایا جب اُسکو مصیبت ویسے ہی اچھی معلوم ہو جیسے کہ نعمت اچھی معلوم ہوتی ہے

اور اللہ تعالیٰ اُنھین لوگون کی تعریف مین فرماتا ہے[1] اَلَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنْہُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ تم کسی خیر کی وجہ سے مجھ سے قریب نہین ہوسکتے سوا رضا بالقضا کے اور فرمایا کہ جو شخص اللہ سے راضی ہوتا ہے اللہ اُس سے راضی ہوتا ہے قشیری کہتے ہین کہ بندہ اللہ سے راضی نہین ہوتا جب تک کہ اللہ اُس سے راضی نہو کیونکہ اس کا خود ارشاد ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ علما اعراق

[1] وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللہ اُن سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہین ۱۲ منہ

وخراسان کا رضا مین اختلاف ہے کہ وہ حالات مین سے ہے یا مقامات سے خراسان والے کہتے
ہین کہ مقامات سے ہے اور وہی نہایت توکل ہے اور شل اور مقامات کے مکتسب ہے اور عراق
والے کہتے ہین کہ رضا حالات سے ہے اور مکتسب نہین ہے بلکہ وہ بھی شل اور حالات کے ہے
اب وجہ توفیق ان دونون قولون مین یہ ہے کہ اول رضا مقام ہے جو مکتسب ہے اور آخر اُس کا حال
ہے جو مکتسب نہین حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام سے لوگون نے عرض کیا کہ ابو ذر کہتے ہین کہ
فقر مجھے تونگری سے زیادہ پسند ہے اور بیماری صحت سے آپنے فرمایا کہ اسد ابو ذر پر رحم کرے لیکن
مین کہتا ہون کہ جس نے اللہ کے حسن اختیار پر بھروسہ کیا تو وہ سوا اللہ کی اختیار کی ہوئی چیز کے کسی کو
پسند نہ کرے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حدیث اللّٰھم انی اسئلک الرضاء[1]
بعد القضاء کے کیا معنی ہین آپنے فرمایا کہ حضرت کا یہ ارشاد اس لیے ہے کہ رضا قبل القضاء عزم رضا
ہے اور رضا بعد القضا حقیقت رضا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی موسی اشعری کو لکھا کہ جو کچھ نیکی ہی
وہ رضا مین ہے اگر تم استطاعت راضی رہنے کی رکھتے ہو تو بہت بہتر ہے ورنہ صبر کرو بعضے کہتے
ہین کہ ایک شخص اپنے غلام پر خفا ہوا دوسرے شخص نے اُسکی سفارش کی اُس نے معاف کر دیا۔
غلام اُسی وقت رونے لگا شفیع نے کہا کہ تیرے مالک نے تو تیرا قصور معاف کر دیا اب تو کیون روتا
ہے اُس نے کہا مجھے معافی تو حاصل ہو گئی مگر رضا باقی رہ گئی اور اسمین سفارش کرنے والے کا کچھ اختیار نہین
سوال آپ سے پوچھا گیا کہ ارادہ کیا ہے جواب فرمایا کہ فکر کی تکرار دل مین بوجہ مادہ حرص کے
کرنا اور جو چیز ذکر سے جاری ہے اُسمین خلل پڑنا سوال آپ سے پوچھا گیا کہ عنایت کیا ہے جواب
فرمایا کہ عنایت ازلی صفات الٰہی سے ہے جو ہر شخص کو معلوم نہین ہوتی نہ کسی وسیلہ سے اُس تک
پہونچنا ہوتا ہے اور نہ کوئی سبب اُس مین نقصان کرتا اور نہ کوئی علت اُسکو فاسد کرتی ہے نہ کوئی
چیز اسکو ادراک کرتی اور وہ سر حق ہے حق کے ساتھ جسپر کوئی مطلع نہین اور عنایت سابقہ ہے
جو کسی وقت پر موقوف نہین جسکو اللہ چاہے اُسکو اسکی اہلیت اور معرفت عنایت کر دے اور اُس
شخص کی علامت جسکو عنایت ایزدی شامل حال ہوتی ہے ایمان ہے پھر اسلام پھر احسان پھر تقید
احکام شریعت پر پھر خلق سے انقطاع اور حضرت قدس مین تقید اور ہمیشہ اسی قید مین رہنا سوال
آپ سے پوچھا گیا کہ وجد کیا ہے جواب فرمایا کہ وجد یہ ہے کہ روح سالک حلاوت ذکر مین مصروف
ہو اور نفس لذت طرب مین اور سر ما سوائے محبوب سے فارغ اور غم رقیب سے خالی ہو اور وہ بمنزلہ

[1] بار الٰہا مین تجھ سے سوال کرتا ہون رضا بقضا کا ۱۲ منہ

ایک شراب سے کے ہے کہ حق تعالیٰ اپنے محب اور ولی کو منبر کرامت پر پلاتا ہے کہ جسکے پینے سے وہ سبک ہوجاتا ہے اور اُس کا مرغ دل اُنس کے پرون سے ریاض قدس مین اُڑنے لگتا ہے اور دریائے ہیبت مین گرتا ہے اسیوجہ سے وہ مضطرب ہوکر بیہوش ہوجاتا ہے اور تواجد کے معنی ہین وجد کا چاہنا بطور تکلف کے ایک نوع کے اختیار سے اور تواجد والے کو کمال وجد نہین ہوتا اس لیے کہ باب تفاعل اکثر ایسی صفت کے اظہار کے لیے آتا ہے جو موجود نہین ہوتی جیسے تغافل اور تجاہل وغیرہ ایک جماعت اسکی منکر ہے اسوجہ سے کہ اسمین تکلف اور بناوٹ اور حقیقۃ اَمر سے بعد رہتا ہے اور ایک گروہ نے مرید کے لیے اجازت دی ہے جبکہ وہ بوجہ اپنی حرقت اور رقت اور حزن کے اسپر مستعد ہو اور اسکی اصل اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ اگر نہ رو ؤ تو بزور رُلائی لاؤ یہ اُسکے لیے ہے جو رونے کے واسطے مستعد ہو نہ وہ جو رونے کو کھیل سمجھا ہو اور وجد وہ ہے جو دل کو پھیر دیتا ہے اور اُسپر بلا تکلف اور تصنع وارد ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ سماع اُس کے لیے ہے جو حالات بشریت سے فانی ہو اور بعضے کہتے ہین کہ وجد سے مراد وہ بجلیان ہین جو چمکتی اور بجھ جاتی اور ظاہر ہوتی اور چھپ جاتی ہین اور اگر صاحب حال پر لحہ بھر بھی وہ رہجائین تو بہت لذت دین اور وجود سے مراد سالک کا گم ہوجانا ہے اور صاف بشریت سے اور حق مین موجود ہونا کیونکہ جب سلطان حقیقۃ کا ظہور ہوتا ہے تو بشریت باقی نہین رہتی چنانچہ یہی معنی شیخ ابی الحسن نوری کے اس ارشاد کے ہین کہ مین بیس برس وجد اور فقد مین رہا جب خدا کو پاتا تھا تو دل کو نہین پاتا تھا اور جب دل کو پاتا تھا تو خدا کو کھو دیتا تھا اور اُسی کے متعلق حضرت جنید کا قول بھی ہے کہ موحد کا علم اُسکے وجود کے مبائن ہے اور وجود موحد مبائن اسکے علم کی ہے لہذا تواجد حالت ابتدائی ہے اور وجود انتہائی اور وجدان دونون مین واسطہ ہے ابو علی دقاق کہتے تھے کہ تواجد مرید کو اپنے مین لے لینے کا سبب ہے اور وجد استغراق کا اور وجود استہلاک کا سبب ہے تو مرید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا پر آئے اور کشتی مین سوار ہو پھر دریا مین ڈوب کر مر جائے اور اس امر کی ترتیب اولاً تصور ہے پھر ورود پھر شہود پھر وجود پھر خمود اور بمقدار وجود خمود ہوتا ہے اور صاحب وجود ہی کے لیے صحو اور محو بھی ہوتا ہے تو صحو اُسکی بقا بالحق کی حالت ہے اور محو فنا بالحق کی اور یہ حالتین ہمیشہ یکے بعد دیگرے اُسپر وارد ہوا کرتی ہین جب صحو بالحق غالب ہوتا ہے تو وہ اُسی کے موافق کہتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین ہے بی یسمع وبی یبصر[1] نقل ایک شخص نے حضرت شبلی

---

[1] پس مجھی سے سُنتا ہے اور مجھی سے دیکھتا ہے ۱۲ منہ

سے پوچھا کہ کیا وجد صحیح کے آثار اہل وجد پر ظاہر ہوتے ہین اُنھون نے کہا کہ ہان ایک نور چمکتا ہے جو قریب قریب نار اشتیاق کے ہوتا ہے اور اُسکی نشانیان صورتون مین چمکتی ہین اور جب حالت محو غالب ہوتی ہے تو نہ علم رہتا ہے نہ عقل و فہم و حس جیسا کہ منقول ہے کہ ابو عقال مغربی مکہ مین چار برس رہے مگر اُنھون نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور اُسی حالت مین مرگئے اُن کے خاص مرید اُن کو سلام کرتے تھے مگر وہ پہچانتے ہی نہ تھے تب وہ لوگ خود اپنی شناخت کراتے تھے پھر جب وہ لوگ دوبارہ بات کرتے تو پھر وہ اُن کو نہ پہچانتے اور بعضے ایسے ہوتے ہین جو صرف ادائے فرائض کے وقت بشریت مین آجاتے ہین اور اسی حالت کو فرق ثانی کہتے ہین انتہی کذا فی جامع الاصول اس سے زائد تحقیق کاتب الحروف نے اپنے رسالہ تحفۃ العوارف فی شرح خطبۃ العوارف مین لکھی ہے وہان دیکھ لینا چاہیے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ خوف کیا ہے **جواب** فرمایا کہ خوف کی کئی قسمین ہین ایک خوف مذنبین دوسرے رہبت عابدین تیسرے خشیت عالمین چوتھے وجل محبین پانچوین ہیبت عارفین تو گنہگارون کو خوف تو عقوبات الٰہی سے ہوتا ہے اور عابدون کو خوف فوت ثواب عبادت سے اور عالمون کو خوف عبادت مین شرک خفی سے اور محبون کو خوف فوت لقاء حق سے اور عارفین کو خوف ہیبت اور تعظیم حق سے اور یہ بہت سخت ہے کیونکہ یہ کبھی زائل نہین ہوتا بخلاف اور قسمون کے کہ وہ ظہور رحمت اور لطف الٰہی کے وقت جاتے رہتے ہین بعضے کہتے ہین کہ خوف کسی مکروہ کے پیش آنے یا کسی محبوب کے فوت ہو جانے کو کہتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ مشغولی نفس ایسی چیز سے جو اسکے آئندہ حال کو مکدر کردے اور بعضے کہتے ہین کہ خوف سے مراد جلال رب سے قلب کا متحرک ہونا ہے حضرت جنید سے پوچھا گیا کہ خوف کیا چیز ہے فرمایا کہ خوف کہتے ہین عقوبت کی امید کرنے کو ہر ہر سانس پر اور اللہ سے خوف واجب ہے قرآن پاک مین ہے کہ وخافون[1] ان کنتم مؤمنین اور وایای فارھبون[2] اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا اور اولیا کے مطلق خوف کی تعریف فرمائی جیسا کہ فرماتا ہے ویدعوننا[3] رغبا و رھبا اور یخافون[4] ربھم من فوقھم اور یدعون[5] ربھم خوفا وطمعا اور ویخشون[6] ربھم ویخافون سوء الحساب اور انما[7] یخشی اللہ من عبادہ العلماء

---

۱ اور مجھ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو ۱۲ ۲ اور میرا ہی ڈر رکھو ۱۲ منہ ۳ اور پکارتے ہین ہمکو رغبت سے اور خوف سے ۱۲ منہ ۴ وہ لوگ ڈرتے ہین اپنے رب سے کہ جو اُن کے اوپر ہے ۱۲ منہ ۵ وہ لوگ پکارتے ہین اپنے رب کو خوف سے اور لالچ سے ۱۲ منہ ۶ وہ لوگ ڈرتے ہین اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہین حساب کی خرابی کا ۱۲ منہ ۷ اللہ سے ڈرتے رہتے ہین اُسکے بندہ جنکو سمجھ ہے ۱۲ منہ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے رو لے وہ دوزخ مین نہ جائیگا تا وقتیکہ دودھ پستان مین واپس آجائے اور ارشاد ہے کہ جب اللہ کے خوف سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین تو اس کے گناہ درخت کے سوکھے پتے کی طرح جھڑ جاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیہ کریمہ والذین یؤتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ قلوب ڈرنے والے ہون اس سے کہ اُن کے اعمال نیک مقبول نہونگے اور فرماتے تھے کہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کی عیادت کو آتے تھے اس گمان پر کہ وہ بیمار ہین حالانکہ وہ بیمار نہین ہوتے تھے بلکہ شدت خوف حق تعالی سے اُن کا بیمار کا ایسا حال ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ اصل حکمت خوف الٰہی ہے اور جو اللہ سے ڈریگا اُس سے ہر چیز ڈرے گی اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین کسی شخص مین دو خوف نہین جمع کرتا ہون نہ دو امن اگر وہ مجھ سے دنیا مین خوف کرے گا تو آخرت مین نہ ڈریگا اور اگر دنیا مین بے خوف رہیگا تو آخرت مین بیخوف نہ رہے گا شیخ ابو علی دقاق کا قول ہے کہ خوف کے کئی مرتبے ہین خوف اور خشیت اور ہیبت تو خوف تو قضیہ ایمان سے ہے اور خشیت قضیہ علم سے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور ہیبت قضیہ معرفت سے بعضے کہتے ہین کہ اول خوف شرمندگی ہے یعنے شرمندگی قوی ہو کر خوف ہو جاتی ہے اور خوف وہ غم ہے جسکا اثر تمام اعضا پر پڑتا ہے تو جسوقت اعضا خائف ہوتے ہین تو وہ ہیبت ہو جاتی ہے پھر جسوقت اسکو علم ہوتا ہے تو وہ علم صبر کا راستہ بتاتا ہے اور وہ حالت خشیتہ ہو جاتی ہے اور عارفین کے لیے بھی ہیبت ہے کیونکہ نہ خوف ہوتا ہے نہ دکھ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ انّ[۱] الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون تو عارف کو مقام جلال اور حضرت کمال مین ہیبت اور دہشت ہوتی ہے کیونکہ جب اللہ تعالی عارف کے آئینہ سر پر تجلی فرماتا ہے تو اسمین نہ خوف باقی رہتا ہے نہ رجا اس لیے کہ خوف ورجا آثار احساس بشری سے ہین اسی مقام سے واسطی کا قول ہے کہ خوف بندہ اور خدا کے درمیان مین حجاب ہے امام قشیری کہتے تھے کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ خائف آئندہ وقت پر مطلع ہوتا ہے اور صوفی چونکہ ابن الوقت ہوتا ہے اس لیے اُسکو کوئی مستقبل کی اطلاع نہین ہوتی کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین ابو عثمان کا قول ہے

۱؎ بیشک جن لوگون نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر اُسی پر ٹھہرے رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہین کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جسکا تم سے وعدہ تھا ۱۲ منہ

کہ عموماً سچا خوف یہ ہے کہ ظاہری و باطنی گناہون سے بچے تو مسلمان کو چاہیئے کہ ہمیشہ ڈرتا رہے اور اپنی حالت کی اچھائی اور کثرت اعمال پر فریفتہ نہو **نقل** حضرت سفیان ثوری بیمار ہوے طبیب کو دکھلایا اُس نے کہا کہ خوف نے تمھارا جگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا **نقل** شیخ ابوالحسن شاذلی فرماتے تھے کہ مجھے ابتداے حال مین کیمیا کا شوق تھا اور خداطلبی بھی کرتا تھا تو مجھ سے کہا گیا کہ کیمیا تو تمھارے پیشاب مین ہے اس مین جو چاہے ڈالدو جیسا چاہتے ہو ویسا ہو جائیگا چنانچہ مین نے ایکبار تانبہ جمع کر کے اپنے پیشاب مین بھگویا وہ سونا ہوگیا تب مین نے عرض کیا کہ یا اللہ مین نے تجھ سے ایسی چیز مانگی جو ناپاک چیز سے ملی جواب آیا کہ اے علی دنیا ناپاک ہے تو اگر تم ناپاک چیز مانگتے ہو تو اُسکو ناپاک ہی چیز سے پاؤ گے تب مین نے عرض کیا کہ اے پروردگار میرا دل اس طرف سے پھیر دے تب ارشاد ہوا کہ پھر اسکو دیکھو دیکھا تو وہ لوہا ہوگیا تھا۔ **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ رجا کیا ہے **جواب** فرمایا کہ رجا اولیاء اللہ یہ ہے کہ اُن کو صرف حسن ظن خدا کے ساتھ بلا طمع کے ہو کیونکہ رجا بھی ایک طمع اور اللہ پر اُس چیز کا تقاضا ہے جو اُس نے حصول مقصود کیلیے انسان پر مقدر اور فرض کردی ہے اور اہل صفوت کو تقاضا کرنا اچھا نہین اور ولی کے حال کے لائق نہین کہ وہ بغیر رجا کے رہے مگر وہ اللہ پر بطور تقاضے کے نہو اور بہتر یہ ہے کہ ولی کی رجا اُس کا حسن ظن ہی ہو نہ کسی طمع سے کسی نفع کے واسطے یا دفع نقصان کے لیے کیونکہ اولیاء اللہ اِس امر کو جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے کل ضروریات سے فارغ کر دیا ہے اور وہ اپنے علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے تقاضا کرنے کی تکلیف سے فارغ ہین تو اُن کے حق مین اسوقت حسن ظن کو بہتر ین رجا کہنا چاہیئے اور رجا بغیر خوف کے نہین ہوتی کیونکہ جو شخص کسی چیز کے ملنے کی امید کرتا ہے تو اُس کے نہ ملنے سے اسکو خوف بھی معلوم ہوتا ہے اور حسن ظن خدا کے ساتھ جو ہوتا ہے اُس سے مراد اُسکی شناخت ہے سب صفتون کے ساتھ کہ جو اسکو حق سے ملتی رہتی ہین اور اسکو اُن کی وجہ سے امید ہوتی ہے کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ حق تعالیٰ محسن کریم رحیم لطیف رؤف ہے اور خدا کے ساتھ حسن ظن سے مطلب اپنے مقاصد کا حوالہ کرنا امر الٰہی پر ہے اور قلب سے حق کیطرف بلا طمع و آرزو متوجہ رہنا اور عام لوگون کی رجا یہ ہے کہ جب زائد اسباب مقصود مہیا ہو جائین تب اُسکو رجا سمجھین اور جب اکثر اسباب فوت ہو جائین تو پھر اُس کا نام طمع قرار دینا اولیٰ ہے تو اسم طمع بنسبت رجا اولیٰ ہے اور رجا بلا خوف کے معنی مین بھی آتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کہ ما لکم لا ترجون یعنی کیا ہے تمکو کہ رجا نہین کرتے یعنی اللہ کی عظمت سے نہین ڈرتے اور

اور اہل حقیقت کی اصطلاح مین رجاسے مراد ہے دل کا تعلق محبوب کے آیندہ حاصل ہونے پر اور بعضے
کہتے ہین کہ اعتماد کرنا کریم کی بخشش پر اور بعضے کہتے ہین قریب ہونا دل کا لطف پروردگار سے
اور بعضے کہتے ہین خوش ہونا فواد کا اپنی انجام کی خوبی پر اور بعضے کہتے ہین کہ زندہ ہونا دل کا
امید سے اور بعضے کہتے ہین کہ دیکھنا خدا کی وسعت رحمت کا اور رجا بغیر خوف کے ثابت نہین ہوتی
جسطرح کہ خوف بغیر رجا کے ثابت نہین ہوتا اور ان مین باہم تلازم ہے کیونکہ رجا بغیر خوف حقیقتاً
امن ہے اور خوف بلا رجا حقیقتاً رحمت حق سے ناامیدی ہے اسیواسطے بعض اہل حق کا قول
ہے کہ خوف و رجا ایسے ہین جیسے قینچی کے دو پھلہ کہ ایک بغیر دوسرے کے بیکار ہے اور اکثر عرفا کا قول
ہے کہ خوف و رجا ایسے ہین جیسے چڑیا کے دو بازو کہ جب دونون برابر ہونگے تب چڑیا خوب
اُڑے گی اور جب ایک بڑھا اور گھٹا ہوگا تو کم اُڑے گی اور جب دونون نہونگے تو مردہ کی طرح
گر پڑے گی اسیواسطے بعضون کا قول ہے کہ جس چیز سے تم کو ناامیدی ہو اُسی سے زیادہ اُمید
رکھو اسکی مثال حضرت موسی علیہ السلام کا قصہ ہے کہ وہ آگ لینے گئے اور پیغمبری مل گئی اور جس چیز
سے کہ خوف نہ معلوم ہوتا ہو اُسی سے زیادہ خائف رہنا چاہیے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے
والذین ما اتوا وقلوبھم وجلۃ یعنی اللہ تعالی اُن کے خوف کی تعریف فرماتا ہے کہ جو امن مین
تھے اور یہی مطلب ہمارے اُس قول کا ہے کہ جو سابقاً بیان کیا گیا حضرت لقمان علیہ السلام نے
اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے اللہ سے اُمید رکھ اس طرح کہ جو تجھکو بیخوف نہ کرسکے اور اللہ سے
خوف کر اس طرح کہ جو تجھکو اسکی رحمت سے ناامید نہ کرسکے کیونکہ مومن دو دل والا ہوتا ہے ایک
لئے امید رکھتا ہے اور دوسرے سے خوف اور حق تعالی فرماتا ہے فلا یامن مکر اللہ[1] الا
القوم الخاسرون اور رجا کی تقویت کی قوی تر دلیل یہ آیات ہین قل[2] یا عبادی الذین اسرفوا
علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم اور
ان[3] اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور ولا[4] تیأسوا من روح اللہ انہ
لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون اور حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

[1] پس نہین بے خوف ہین اللہ کے مکر سے مگر وہ لوگ کہ جو خراب ہین ۱۲ منہ [2] کہہ اے بندو میرے جنھون نے اپنی جانون
پر زیادتی کی تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہو بیشک اللہ سب گناہ بخشدیتا ہے اور وہی معاف کرنیوالا اور مہربان ہے ۱۲ منہ
[3] بیشک اللہ نہین بخشتا ہے کہ اُس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اُس سے کم کو بخشتا ہے کہ جسکو چاہتا ہے ۱۲ منہ [4] اور مت
ناامید ہو اللہ کے فیض سے کیونکہ اُس سے سوا کافرون کے اور کوئی ناامید نہین ہوتا ۱۲ منہ

کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیگا کہ جس شخص کے دل مین جو برابر ایمان ہو اُسکو آگ سے نکالو اور ایک روایت مین رائی برابر بھی آیا ہے پھر فرمائیگا کہ مجھے قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ جو مجھپر ایمان لایا ایک گھڑی رات یا دن سے وہ نہین قرار دیا جائیگا مثل اُسکے جو مجھپر ایمان ہی نہین لایا اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ قسم اُسکی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمھارے گناہ آسمان وزمین مین بھرجائین اور پھر تم خدا سے مغفرت مانگو تو اللہ تم کو بخش دے گا اور اگر تم گناہ ہی نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم پیدا کرے گا جو گناہ کرکے مغفرت چاہینگی اور اُنکی مغفرت کی جائے گی اور فرمایا کہ جنت مین وہ جائیگا جو اُسکی امید رکھے گا اور دوزخ سے وہ بچے گا جو اُس سے ڈریگا لہذا انسان کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ خدا کے ساتھ گمان نیک رکھے کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہون اگر وہ نیک گمان کرے گا تو اس کا بدلہ اچھا پاویگا اور اگر برا گمان کریگا تو اس کا وبال ہوگا اور دوسری حدیث قدسی مین آیا ہے کہ جناب باری فرماتاہے کہ مین اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہون جب وہ مجھکو یاد کرتا ہے تو مین اُسکے ساتھ ہوتا ہون اگر وہ مجھکو اپنے دل مین یاد کرتا ہی تو مین بھی اُسکو اپنے دل مین یاد کرتا ہون اور اگر وہ مجھکو جماعت مین یاد کرتا ہے تو مین اُسکو ایسی جماعت مین یاد کرتا ہون کہ جو اُس کی جماعت سے کہین بہتر ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم مین سے جو کوئی مرے تو اُسکو اللہ کے ساتھ گمان نیک رکھنا چاہیئے کیونکہ ایک قوم اپنی بدگمانیون کی وجہ سے ہلاک ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حق مین فرماتا ہے وذٰلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم فاصبحتم من الخاسرین[1] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہایت سخت گناہ اللہ سے بدگمانی رکھنا ہے **نقل** ایک بار حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی آئی کہ میرے بندون سے کہدو کہ مین نے اُن کو اس لیے نہین پیدا کیا کہ اُن سے نفع اُٹھاؤن بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھ سے نفع اُٹھائین **نقل** یحیی معاذ رازی ایکبار یہ آیت پڑھکر فقولا لہ قولا لینا[2] کہنے لگے کہ فرعون جو دعوی ربوبیت کرتا تھا اسکے ساتھ جب جناب باری کی نرمی یہ ہے تو جو اُسکی بندگی کا اقرار کرتے ہین اُن کے ساتھ کیا کچھ نرمی نہوگی **نقل** مالک بن انس سے وقت انتقال لوگون نے پوچھا کہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ مین کچھ نہین سمجھتا کہ مین تم سے کیا

[1] اور یہ وہی تمھارا خیال ہے جو رکھتے تھے اپنے رب کے حق مین اُس نے تم کو کھپایا پھر آج رہ گئے گھاٹے مین ۱۲ منہ
[2] پس کہو اس سے بات نرم ۱۲ منہ

کہتا ہون لیکن تم لوگ عنقریب اللہ کی معافی کو اسقدر دیکھوگے جسکا حساب نہ کرسکوگے کسی نے ابو سہل زجاجی کو خواب مین دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے کہ ہم نے جو کچھ دنیا مین گمان کیا تھا اُس سے کہین زیادہ آسانی یہان پائی تم لوگون کو چاہیے کہ اللہ کے ساتھ گمان نیک رکھو اور اپنے اخلاق کو پاکیزہ اعمال سے درست کرو **نقل** ابو سہل صعلوکی کو کسی نے بہت عمدہ حالت مین خواب مین دیکھا اُن سے پوچھا کہ تم نے یہ مرتبہ کس عمل کے بدولت پایا کہنے لگے کہ خدا سے نیک گمان کی بدولت اور اسکو دوبار کہا **نقل** ایک مجوسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمان ہونا چاہا آپنے فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہوجائے تو مین تیری دعوت کرون وحی آئی کہ اے ابراہیم ایک وقت کھلانے پر یہ کنجوسی کیا اس کا دین لینا چاہتے ہو ہم ستر برس سے اُسکو باوصف اس کے کافر ہونے کے روزی دیتے ہین حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اُس مجوس کے پیچھے دوڑے اور جاکر بُلا لائے اور سارا قصہ بیان کیا وہ کہنے لگا ہان میرا خدا ایسا ہی معاملہ کرتا ہے یہ کہکر مسلمان ہوگیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ گناہگارون کی آہ آہ مجھکو تسبیح کرنیوالون کی آواز سے زیادہ پسند ہے لہذا بندہ کو چاہیے کہ باوصف امیدواری رحمت الٰہی کے عمل مین کوشش کرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا[۱] بیان پر اللہ تعالی نے لفظ عمل کو توحید پر مقدم کیا اگرچہ وہ عمل توحید سے رتبہ مین نیچے ہے تو امیدوار کی نظر اپنے عمل پر نہ پڑنا چاہیے بلکہ اللہ کے فضل اور رحم پر ہونا چاہیے تاکہ اُسکی جزا اور رجا اُس سے متعلق ہو نہ عمل سے کیونکہ مطیع اللہ سے قریب ہے اور یہ اُسکی قربت اُسکے احسان اور رحمت کی بدولت ہے کہ اُس نے بندہ کو اپنے قرب اور اطاعت کی توفیق دی اسی جگہ سے حق تعالی فرماتا ہے کہ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا ولکن اللہ یزکی من یشاء[۲] جو اپنے عمل پر اعتماد کریگا وہ ایسی فاحش غلطی مین مبتلا ہوگا کہ جسکا کوئی تدارک نہین اللھم احفظنا من ذلک[۳] کذا فی جامع الاصول شیخ ابن عباد شاذلی شرح حکم مین لکھتے ہین کہ علماء رباللہ کا قول ہے کہ جھوٹی رجا جسکے فریب مین خود صاحب رجا ہو اور اسکے سبب سے عمل سے باز رہے یعنی گناہون پر دلیر ہوجاے وہ رجا درحقیقت رجا نہین ہے بلکہ شیطان کا فریب

سہ ۱ پھر جسکو امید ملنے کی ہو اپنے رب سے وہ کچھ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی مین کسی کو شریک نہ کرے سہ ۲

اور اگر اللہ کا فضل نہوتا تم پر اور اسکی رحمت نہ سنورتا تم مین سے کوئی کبھی لیکن اللہ جسکو چاہتا ہے سنوارتا ہے ۱۲ منہ سہ ۳

اے اللہ ہمکو اس سے محفوظ رکھ ایسا ہی جامع الاصول مین ہے ۱۲ منہ

اور دعوکا ہے حضرت معروف کرخی فرماتے تھے کہ بہشت کی طلب بغیر عمل کے گناہ ہے اور شفاعت کی امید بلا سبب اور علاقہ بھی ایک قسم کا فریب ہے اور رحمت کی امید رکھنا اُس شخص کو جو اطاعت نہ کرتا ہو یہ بھی حماقت اور جہل مرکب ہے حضرت خواجہ حسن بصری کہتے تھے کہ ایک جماعت کو مغفرت کی آرزو نے باز رکھا یہانتک کہ وہ دنیا سے اُٹھ گئے اور اُن کی کوئی نیکی نہ تھی اُن مین سے اگر کوئی کہے کہ مین اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھتا ہون اور وہی بخشنے والا ہے تو یہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اگر اس کا گمان نیک ہوتا تو عمل کرتا اور آپ کہا کرتے کہ اے اللہ کے بندو تم ان واہیات آرزؤن سے باز رہو اور احمقون کے جنگل مین جسمین وہ گر پڑتے ہین نہ گرد خدا کی قسم اللہ نے کسی بندہ کو اُسکی آرزوؤن کی خبر ہی نہ دی نہ دنیا مین نہ آخرت مین عمر بن منصور نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ کیا تو امید رکھتا ہے اپنی عمر کی درازی کی اور خدا سے خواہش کرتا ہے بُرے کامون مین مشغول ہونے کی ہوش رکھ کہ تو بالکل فضولیات مین مبتلا ہی اعاذنا اللہ منہ کذا فی اشعۃ اللمعات سوال آپ سے پوچھا گیا کہ علم الیقین کیا ہے جواب فرمایا کہ اس سے مراد ہے خبر اور معرفت مین جمع کرنا بطور نظر کے تو جب کسی چیز کا علم حاصل ہوا اور قلب اُسکو معرفت اور کشف سے قبول کرلے تو وہ علم یقینی ہے جامع الاصول مین ہے کہ یقین لغت مین اس علم کو کہتے ہین جسکے ساتھ شک نہو اور اصطلاح مین کسی شے کا اعتقاد کرنا کہ وہ ایسی ہے اور اس شے کا سوا اس طرح کے دوسری طرح پر ہونا ناممکن ہے اور یہ اعتقاد مطابق واقع اور غیر ممکن الزوال ہو تو پہلی قید جنس کے طور پر ہے کہ ظن کو بھی شامل ہے اور دوسری قید سے ظن نکل گیا اور تیسری قید سے جہل مرکب نکل گیا اور چوتھی قید سے اعتقاد مقلد مصیب نکل گیا اور اہل حقیقت کی اصطلاح مین یقین کے معنی ہین غائب چیزون کو اپنی صفائی دل سے دیکھنا نہ کسی حجت و دلیل سے اور بعضے کہتے ہین کہ اسرار کا ملاحظہ کرنا محافظت افکار کے ساتھ اور بعضے کہتے ہین کہ یقین سے مراد ہے اطمینان قلب کا حقیقت شے پر جیسے کہ جب حوض مین پانی ٹھہر جاتا ہے تو کہتے ہین یقن الماء فی الحوض اور اصول مقامات یقین کہ جن سے اور فروع پیدا ہوتے ہین نو ہین توبہ صبر شکر رجا خوف زہد توکل محبت رضا علامہ فاسی کا قول ہے کہ حُب فی اللہ یہی ہے کہ جو اہل علم وصلاح و دین و زہد کے لیے ہے اور بغض فی اللہ ظالمین مبتدعین فاسقین کے لیے اور باقی مقامات یقین خوف ورجا و شکر و حیا و تسلیم و توکل و شوق و محبت ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی امت کو یقین ایسا نہین دیا گیا جیسا کہ میری امت کو اس حدیث کو حاکم نے حضرت ابن مسعود سے

روایت کیا ہے اور حق الیقین کہتے ہیں عبد کا حق میں فنا ہونا علماً اور شہوداً اور حالاً نہ فقط علماً مثلاً ہر عاقل موت کو علم الیقین سے جانتا ہے تو جب ملائکہ موت کو دیکھے گا تو وہ عین الیقین ہوگا اور جب موت کا ذائقہ چکھے گا وہ حق الیقین ہوگا اور بعضے کہتے ہیں علم الیقین ظاہر شریعت ہے اور عین الیقین اخلاص شریعت اور حق الیقین مشاہدہ شریعت حضرت جنید فرماتے تھے کہ حق الیقین وہ علم ہے جسمیں تبدیلی نہیں ہوتی اور بعضے کہتے ہیں کہ یقین شبہات اور معارضات زائل ہونے کو کہتے ہیں بعض کے نزدیک یقین سے مراد مکاشفات ہیں شیخ ابو القاسم قشیری کا قول ہے کہ مکاشفات حضرات صوفیہ کے نزدیک یہ ہیں کہ قلب پر کسی چیز کی یاد بلاشک و تردد غالب ہو جائے اور بعض کے نزدیک مکاشفات وہ ہیں جسکو قریب دیکھنے والا سونے اور جاگنے میں دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یقین کو تین طریقہ سے ذکر فرمایا ہے علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین اہل حقیقت کہتے ہیں کہ علم الیقین وہ ہے جو فکر و نظر سے حاصل ہوا اور عین الیقین وہ ہے جو عیاناً حاصل ہوا اور حق الیقین وہ جو ان دونوں کے جمع سے حاصل ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ یقین کی چھ قسمیں ہیں اسم و رسم و علم و یقین و حق و حقیقۃ تو اسم و رسم تو عوام مومنین کیلئے ہوتا ہے اور علم الیقین علماء کیلئے اور عین الیقین اولیا کے لیے اور حق الیقین انبیا علیہم السلام کے لئے اور حقیقۃ الیقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور بعضے مشائخ نے یقین کو حالات سے قرار دیا ہے نہ مقامات سے اور کسبی غیر کسبی کہا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ مقامات سے ہے جسکی ابتدا معرفت ہے پھر یقین پھر تصدیق پھر اخلاص پھر شہادت پھر طاعت تو ان کے نزدیک امور واجبہ میں سے اول معرفت ہے اہل یقین کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے ﴿وفی الارض آیات للموقنین﴾[1] اور ﴿وبالآخرۃ هم یوقنون﴾[2] اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ﴿کفی بالموت واعظا وکفی بالیقین غنیً وکفی بالعبادۃ شغلاً﴾[3] حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے کہ یقین کی تین علامتیں ہیں ایک میل جول لوگوں سے کم رکھنا دوسرے لوگوں کی عطا پر تعریف نہ کرنا تیسرے اُن کی منع پر برائی نہ کرنا حضرت ابراہیم خواص فرماتے تھے کہ میں ایکبار طلب اکل حلال میں مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا کہ مجھے ہاتف نے آواز دی کہ اے ابراہیم کیا تجھے روزی اسی میں ملتی ہے کہ تو انھیں کو مارتا پھرتا ہے جو ہماری تسبیح کرتے ہیں میں نے اُسی وقت شکار سے توبہ کی اور یہ بھی انھیں کا بیان ہے کہ میں نے زمین تیہ میں ایک

[1] اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنیوالوں کیلئے ۱۲ منہ [2] اور آخرت پر وہ لوگ یقین کرتے ہیں ۱۲ منہ [3] کافی ہے موت نصیحت کرنیکو اور کافی ہے یقین مستغنی کرنے کو اور کافی ہے عبادت شغل کرنے کو ۱۲ منہ

لڑکے کو دیکھا جو گورا چٹا تھا اس سے پوچھا کہ کہاں جاتا ہے اُس نے کہا مکہ کو مین نے کہا بلازاد و راحلہ اُس نے جواب دیا کہ ہان اے ضعیف الیقین جو آسمان اور زمین کی حفاظت پر قادر ہے وہ کیا اسپر قادر نہین کہ بغیر زاد راہ مکہ پہونچا دے مین نے اُسے وہین چھوڑا اور خود مکہ کی طرف چلا جب وہان پہونچا تو اُس سے ملاقات ہوئی اُس نے مجھ سے کہا کہ اے شیخ کیا تم ابھی اسی ضعیف یقین پر ہو مین نے کہا نہین اور علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین یہ سب علوم صوفیہ سے مراد ہین تو نہین وہ علم ہے جسمین شک نہو اور یہ خداوند تعالیٰ کی صفت نہین ٹہرتی امام قشیری کا قول ہے کہ علم الیقین وہ ہے جو بذریعہ دلیل کے معلوم ہو اور عین الیقین وہ جو بیان کرنے سے معلوم ہو اور حق الیقین وہ جو صاف صاف ظاہر ہو اور علم الیقین عقلا کے لیے ہے اور عین الیقین علما کے لیے اور حق الیقین عرفا کے لیے اور دراصل یہ ہے کہ محاورات صوفیہ مین لفظ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کا استعمال مختلف معنون مین آیا ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوب دو سو ستر مین مکتوبات کی جلد اول سے لکھتے ہین کہ علم الیقین ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ مین اُن آیات کے شہود سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہین اور اُن آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہین اور شہود اور حضور ذاتی سوا سیر انفسی کے اور کسی مین متصور نہین جو سالک کے نفس کے سوا اور کہین نہین ہوتا اور جو کچھ فی الخارج مشاہدہ ہوتا ہے وہ سب از قبیل مشاہدہ آثار و دلائل ذات حق ہے نہ مشاہدہ ذات حق حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے تھے کہ سیر دو طرح پر ہے ایک سیر مستطیل دوسرے سیر مستدیر سیر مستطیل کو بُعد در بُعد ہے اور سیر مستدیر قرب در قرب سیر مستطیل سے مراد سیر آفاقی ہے اور سیر مستدیر سے مراد سیر انفسی ہے لہذا جو تجلیات صوری حسی اور مثالی یا پردۂ انوار میں ہوتی ہین وہ علم الیقین مین داخل ہین وہ کسی صورت مین ہون یا کسی نور مین ظاہر ہوئی ہون اور وہ نور رنگین ہو یا جزئی متناہی ہو یا غیر متناہی اور محیط کائنات ہو یا نہو مولانا عبدالرحمٰن جامی شرح لمعات مین اس شعر کی تصریح مین فرماتے ہین ؎

اے دوست ترا بہر مکان می جستم	ہر دم خبرت از این و آن می جستم

کہ یہ مشاہدہ آفاقی ہے جو مفید علم الیقین ہے اور اس شہود سے مقصود کا پتہ نہین ملتا نہ اس کا حضور حاصل ہوتا ہے سوا علامات و استدلالات کے لامحالہ رنگ شہود مین دُھوان اور حرارت ہی ہوگی جو آگ کے وجود پر دلالت کرے گی تو یہ شہود دائرۂ علم سے نہین نکلتا نہ سوائے علم الیقین کے

سلہ کیونکہ وہ بذات خود سب سے واقف ہے ۱۲ منہ

اور کوئی فائدہ دیتا اور نہ وجود سالک کا فنا کرنیوالا ہوتا ہے اور عین الیقین شہود حق سے مراد ہے
بعد اُس کے کہ وہ معلوم علم یقینی تھا اور یہ شہود مستلزم فناءِ سالک ہے اور اس شہود کے غلبہ میں
اس کا تعین بالکلیہ گم ہوتا ہے جسکا اثر اُسکے شہود میں باقی نہیں رہتا بلکہ وہ اپنے شہود میں فانی اور
مستہلک ہوجاتا ہے اور اسی شہود کو حضرات صوفیہ ادراک بسیط اور معرفت سے تعبیر کرتے ہیں
اور اسی ادراک میں عوام اور خواص شریک ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کو شہود خلق شہود حق کا مزاحم
نہیں ہوتا بلکہ اُن کے شہود میں سوائے خدا کے کوئی مشہود ہی نہیں رہتا اور عوام کو مزاحم ہوتا ہے
اسیواسطے وہ اس شہود کو غفلت کہتے ہیں اور ادراک کی خبر نہیں رکھتے اور عین الیقین علم الیقین
کا حجاب ہوتا ہے جیسے علم الیقین اُس کا حجاب ہے اور اس شہود کے وقت بالکل حیرت اور نادانی
ہوتی ہے علم کی گنجایش وہاں نہیں ہوتی بعضے بزرگوں کا قول ہے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب
ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب اور اس شخص کی علامت کہ جس نے حق معرفت پہچانا یہ ہے
کہ وہ ستر الٰہی پر مطلع ہو مگر اس کا علم نہ پائے وہی کامل المعرفت ہوگا یعنی اُس معرفت میں کہ جس کے
فوق کوئی معرفت نہیں اور بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ اللہ کا زیادہ پہچاننے والا وہ ہے جو سخت
متحیر ہو اور حق الیقین کہتے ہیں شہود حق سبحانہ تعالیٰ کو بعد رفع حجاب اور اضمحلال تعین کے لیکن یہ
شہود حق بحق ہے۔ ولا[1] یحمل عطایا الملک الا مطایاہ اور یہ حالت بقا باللہی میں جو مقام بی یسمع اور
بی یبصر کا ہے حاصل ہوتی ہے کیونکہ سالک کو بعد فنا مطلق کے جو فنا ذات وصفات سے مراد ہے
حق سبحانہ تعالیٰ محض اپنی عنایت سے وجود عنایت کرتا ہے اور حالت سکر اور بیخودی سے صحو
اور افاقت میں لاتا ہے ایسے ہی وجود کو وجود موہوب حقانی کہتے ہیں اس مقام میں علم اور عین
ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہوتے عین شہود میں علم ہوتا ہے اور عین علم میں مشاہدہ اور یہی وہ
تعین ہے کہ جسکو اس مقام پر عین حق پاتا ہے کیونکہ کوئی اثر اس کا اُسکے شہود میں نہیں رہتا اور
تجلیات صوریہ جو اپنی صورتوں کی تعینات کو حق پاتی ہیں وہ تعینات کونیہ ہیں جو فنا نہیں ہوتیں
فامن[2] احدھما عن الآخر وما للتراب ورب الارباب اگرچہ ظاہر عبارت سے عوام کو تجلی صوری
میں جس سے مراد خود کو حق پاتا ہے حق الیقین میں کہ وہاں بھی خود کو حق پاتا ہے فرق نہیں معلوم ہوتا
لیکن فرق اتنا ہے کہ تجلی صوری میں حق کو اپنے میں دیکھتے ہیں اور اس مقام پر حق کو حق میں دیکھتے ہیں

[1] نہیں اُٹھا سکتے ہیں بادشاہ کی بخششوں کو مگر اسکی سواریاں ۱۲ منہ [2] تو کہاں ایک کو دوسری سے امتیاز
ہوا اور خاک کو رب الارباب سے کیا نسبت ہے ۱۲ منہ

اور حق کو اپنے مین نہین دیکھ سکتے کہ خودی اور خدا دونون ایک دوسرے کے مغائر ہین جیسے حب دنیا اور محب آخرت کہ ایک دوسرے کے خلاف ہین قال اللہ تعالی کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ[1] تو شہود کا اطلاق تجلی صوری مین مجازاً ہے کیونکہ حق کو سواحق کے نہین دیکھ سکتے اور وہ مرتبہ حق الیقین مین ہوتا ہے جسمین حقیقت شہود متحقق ہے اور بعضے شیوخ زمانہ چونکہ اس فرق کو نہین سمجھے اور اُنھون نے تعین سے مراد تعین کونی ہی جانا اسوجہ سے اُنھون نے ہمہ گون پر اُن کے حق الیقین کے معنی بیان کرنے مین اعتراض کیا اور یہ گمان کیا کہ حق الیقین تجلی صوری مین حاصل ہوتا ہے جو اول قدم سلوک مین ہے اور ان بزرگون نے اس حق الیقین کی تفسیر اُس حق الیقین سے کی جو انتہائی ہے تو یہ کیسے درست ہوگا بلکہ مطلب اُن کا یہ تھا کہ جو حق الیقین ہم کو انتہا مین حاصل ہونا چاہیے تھا وہ تجلی صوری مین کہ جو ابتدائی ہے اسیوقت حاصل ہوگیا واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2] اور عین الیقین کی معرفت سے مراد وہ معرفت ہے جو آیات آفاقی مین نظر کرنے سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے قل انظروا ماذا فی السموات والارض یعنی غور کرو غرائب مصنوعات وعجائب مخلوقات مین جیسے آسمانون کی رفعت یا زمین کی بساطت اور اُن پر پہاڑون کی موجودگی اور دوران آفتاب وماہتاب اور تعاقب شب وروز اور پیدایش دواب واشجار یہ معرفت استدلالی ہے بے پردہ محسوسات تو یہ شہود شہود غیبات کو مفید نہوگا اور حق الیقین کی معرفت نفس سے ہوتی ہے اور نفس کی معرفت اُس اشراق نورانی سے جو کاشف شہود ہوتا ہے اور وہ اشراق تصفیہ روح اور تزکیہ نفس سے مجاہدات کے ذریعہ سے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا[3] اور یہی تلطیف سر سے بذریعہ اذکار کے ہوتا ہے جو موصل حق کی طرف ہوتے ہین تاکہ روح اُن مجاہدات واذکار سے نزول بارقات الٰہیہ وظہور خطرات انوار کے لیے مستعد ہوجائے اور انھین کے سبب سے دلون سے شک دفع ہوجاتا اور سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[4] تو معرفت سیاست نفس موصل ہے معرفت رب کی طرف حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ورع اور ذکر اختیار کرو اگر مقامات طریقت جلد طے کرنا چاہتے ہو اور تواضع اختیار کرو اگر عالی مرتبہ

---

[1] اللہ فرماتا ہے کہ ہرگز نہین بلکہ تم لوگ پسند کرتے ہو عجلت کی چیز کو اور چھوڑ دیتے ہو آخرت کو ۱۲ منہ [2] اور اللہ ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ۱۲ منہ [3] اور جن لوگون نے محنت کی ہمارے واسطے ہم دکھائینگے انکو اپنی راہین ۱۲ منہ [4] خبردار ہو کہ اللہ کی یاد سے دلون مین اطمینان آتا ہے ۱۲ منہ

ہونا چاہتے ہو سوال آپ سے پوچھا گیا کہ موافقت کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ موافقت کہتے
ہین دل کا خدا کے حکم کے موافق ہونا بلا عجز بشریت کے تو اس صورت مین بندہ کا ارادہ اُٹھ جاتا
ہے اور صرف ارادہ حق رہ جاتا ہے۔ سوال آپ سے پوچھا گیا کہ دعا کیا چیز ہے جواب فرمایا
کہ دعا کے تین درجہ ہین تصریح اور تعریض اور اشارہ تصریح وہ ہے جو بولنے مین آئے اور تعریض
وہ ہے جو دعا کے اندر مضمر ہو اور اشارہ وہ ہے جو قول مین مخفی ہو اور اسی تعریض کی طرف اشارہ
ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ لا تکلنا الی انفسنا طرفۃ عین یعنی اے
اللہ مجھ کو میرے نفس کے ایک لحظہ سپرد نہ کر اور اشارہ کی طرف اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے اس ارشاد سے کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی یعنی اے رب مجھکو دکھلا دے کہ تو مردون کو کیسے
جلاتا ہے اس قول سے اشارہ ہے رویت کی طرف اور تصریح کیطرف شعر ہے حضرت موسی علیہ السلام کا ارشاد کہ رب
ارنی انظر الیک یعنی اے رب مجھے دکھلا تاکہ مین تیری طرف دیکھون دعا کے معنی لغت مین ندا اور
حاجت چاہنا ہین مسک الختام شرح بلوغ المرام مین ہے کہ کسی چیز پر آمادہ کرنے کو بھی دعا کہتے ہین
جیسے کہتے ہین دعوت فلانا استعنۃ یعنی فلان کو مین نے مدد لینے کے لیے بلایا کہتے ہین
دعوت فلانا سألتہ یعنی فلانے کو مین نے بلایا تاکہ اُس سے کچھ مانگون سبل السلام مین ہے کہ
دعا کے معنی ہین اللہ کا یاد کرنا اور حق تعالی ہی نے اپنے بندون کو دعا مانگنے کا حکم دیا ہے کہ ادعونی
استجب لکم یعنی تم مجھ سے حاجت مانگو مین تمھاری دعا قبول کرونگا اور خود حق تعالی نے ارشاد
فرمایا کہ مین قریب ہون اپنے بندہ سے اور دعا کا قبول کرنے والا کہ واذا سألک عبادی عنی فانی
قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان دعا سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کے نزدیک مکرم نہین جیسے کہ
امام بخاری نے ادب المفرد کے باب فضل الدعا مین ابی ہریرہ سے روایت کی اور ترمذی نے
بھی اسکو ابی ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا اور ابن حبان اور حاکم نے اسکی تصحیح کی اور دعا مغز العبادۃ
ہے جیسا کہ اسی باب ادب المفرد مین ابی ہریرہ سے مروی ہے اور ابو داؤد و ترمذی نے بھی بہ تصحیح اور
نسائی اور ابن ماجہ اور احمد نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے کہ بیشک دعا عبادت ہے اسواسطے کہ بندہ دعا مین خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور
غیر حق سے اعراض کرتا ہے اور سواے خدا کے کسی سے نہ امید رکھتا ہے نہ ڈرتا ہے اور دعا مین
اخلاص اور حمد و شکر ہوتا ہے اور سوال اور توحید اور رغبت و مناجات اور تضرع و تذلل اور استعانت

سلہ اور جب تجھ سے میرے بندے مجکو پوچھین تو مین نزدیک ہون قبول کرتا ہون عاگر نیوالیکی دعا جوقت کہ وہ مجھے پکارے۔

واستغاثہ پھر حضرت نے دعا کے عبادت ہونے کی دلیل میں یہ آیت پڑھی قال ربکم ادعونی
استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین تو عبادت سے
مراد یہان دعا ہے اور چونکہ دعا نہ کرنے کی یہ وعید ارشاد ہوئی ہے کہ سیدخلون جہنم داخرین
تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا واجب ہے حالانکہ دعا واجب نہین بلکہ مباح ہے یا مستحب اور
وعید بوجہ استکبار کے ہے اور ترمذی کی روایت حضرت انس سے ہے اور ابوداؤد نے
بھی اُسکو اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ الدعاء مخ العبادۃ یعنی دعا مغز اور خلاصہ عبادت ہے
اس لیے کہ حقیقت اور خلاصۂ عبادت خضوع اور تذلل ہے اور وہ دعا مین باکمل واتم وجو حاصل
ہے سبل السلام مین ہے کہ دعا دو وجہ سے مغز ہے ایک تو اسوجہ سے کہ خدا کے حکم کی تعمیل ہی دوسرے
اس وجہ سے کہ دعا کرنے والا سمجھتا ہے کہ کل حاجتون کی روائی خدا ہی کی طرف سے ہے تو ماسوا اللہ
سے منقطع ہو کر تنہا اللہ ہی سے حاجتون کو مانگنا چاہیئے اور عبادت سے خداوند عالم کی مراد بھی یہی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ اُس شخص پر غصہ ہوتا ہے جو دعا نہین کرتا اسکو امام
بخاری نے ادب المفرد مین ابوہریرہ کی حدیث سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالی پسند کرتا ہے کہ اُس سے سوال کیا جائے اسکو ترمذی نے حضرت
ابن مسعود کی حدیث سے مرفوعاً روایت کیا اور احادیث دعا پر ترغیب کے بارہ مین بہت سی آئی
ہین اور چونکہ وہ حقیقت عبودیت اور غناء پروردگار کے اقرار اور بندہ کی احتیاج اور خدا کی قدرت
اور بندہ کی عاجزی اور اللہ کے علم کے احاطہ پر شامل ہے اور دعا سے بندہ کا قرب بھی خدا کے ساتھ
بڑھتا ہے اور خدا کے حق کا اقرار بھی ہے ان سب وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر
رغبت دلائی علاوہ اسکے خداوند عالم نے اپنے بندون کو خود دعا کی تعلیم فرمائی ہے کہ ربنا لا
تواخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا
ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین
اور اپنے رسولون کی دعاؤن کی ہم کو خبر دی جیسے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ رب انی

---

[۱] اور کہتا ہے تمھارا رب مجھکو پکارو کہ مین تمھاری دعا قبول کرون بیشک جو لوگ بڑائی کرتے ہین میری بندگی سے اب وہ دوزخ مین
ذلیل ہوکر پیٹھینگے ۱۲ منہ [۲] اے رب ہمارے نہ مواخذہ کر ہم سے اگر ہم بھولین یا خطا کرین اور اے رب ہمارے ہمپر بوجھ بھاری
نہ رکھ جیسا کہ تونے ہم سے پہلے والون پر رکھا تھا اور اے رب ہمارے نہ اٹھوا ہمسے جسکی طاقت نہین اور ہمسے درگذر کر اور ہمکو بخش اور
ہمپر رحم کر تو ہمارا مالک ہے تو مدد کر ہماری قوم کافرین پر ۱۲ منہ [۳] اے اللہ مجھکو پڑی ہے تکلیف اور تو سب رحم کرنیوالون سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے ۱۲ منہ

مسنی الضر وانت ارحم الراحمین یا حضرت ذکریا علیہ السلام نے فرمایا رب[1] لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین یا هب[2] لی من لدنك ولیا یا حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام نے فرمایا[3] ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین یا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا رب[4] قد آتیتنی من الملك وعلمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرہ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین یا حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا لا اله[5] الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائین مقامات مختلفہ مین دشمنون وغیرہ کی ملاقات کے وقت اور صبح اور شام اور نماز ون وغیرہ مین مشہور ہین اور سب اپنے مقامات پر مرقوم ہین اب اس مین اختلاف ہے کہ دعا افضل ہے یا سکوت و رضا بعضون کا قول ہے کہ دعا افضل ہے اس لیے کہ دعا فی نفسہ خود عبادت ہے اور عبادت کا کرنا نہ کرنے سے اولی ہے کیونکہ دعا خدا کا حق ہے اگر قبول نہوئی اور بندہ اپنے حظ نفس پر نہ پہونچا تو پروردگار کے حق پر تو اُس نے قیام کیا کیونکہ فاقہ عبودیت اس نے ظاہر کر دیا اور دعا مین بھی یہی اظہار ہوتا ہے اسیواسطے اللہ تعالی نے اُن لوگون کی مذمت فرمائی ہے کہ جو دعا نہین کرتے اور فرمایا کہ ویقبضون ایدیھم اور بعضے کہتے ہین کہ اسکے معنی یہ ہین کہ وہ لوگ ہماری طرف ہاتھون کو نہین بڑھاتے مانگنے کے لیے ابو حاتم کہتے تھے کہ دعا سے محرومی مجھپر اُسکی قبولیت کی محرومی سے زیادہ سخت ہے اور ایک گروہ کے نزدیک سکوت اور خمود جریان حکم مین اتم اور اکمل ہے اور راضی رہنا سابقہ تقدیر الٰہی پر اولی اور افضل ہے واسطی کا قول ہے کہ اُس چیز کا اختیار کرنا جو ازل مین ہو چکی بہتر ہے وقتی معارضہ سے اور حدیث مین ہے کہ جس شخص کو میری یاد دعا سے منع کرے تو اسکو اس سے بہتر دونگا جو مانگنے والون کو دیتا ہون اور ایک جماعت کا قول ہے کہ بندہ وہ ہے جسکی زبان داعی اور دل راضی ہو تا کہ دونون حال کا جامع ہو ابو القاسم قشیری کا قول ہے کہ اوقات وحالات مختلف ہین بعض وقتون مین دعا سکوت سے بہتر ہے اور وہی ادب ہے اور بعضے اوقات مین سکوت دعا سے افضل ہے اور وہی ادب ہے اور ان دونون مین اشارہ فاصل یہ ہے کہ جسوقت سالک اپنے دل مین دعا کی طرف

[1] اے رب مجکو اکیلا نچھوڑ اور تو ہی سب سے بہتر وارث ہے ۱۲ منہ [2] بخش تو مجھ کو اپنے پاس سے ایک مددگار ۱۲ منہ [3] اے رب ہمارے ہمنے ظلم کیا اپنی جانون پر اور اگر تو ہمکو نہ بخشیگا یا رحم نہ کریگا تو ہم نامراد ہو جاوینگے ۱۲ منہ [4] ای اللہ تو نے مجکو حکومت دی اور سکھائی مجکو باتون کی تاویل اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے تو میرا کارساز دنیا و آخرت مین ہے موت دے مجکو اسلام پر اور ملا مجکو نیک بختون سے ۱۲ منہ [5] کوئی حاکم نہین سوا تیرے تو بے عیب ہے مین گنہگارون سے ہون ۱۲ منہ

اشارہ پائے تو وہ دعا کا وقت سمجھے اور جب نہ دعا کرنے کا اشارہ پائے تو وہ دعا نہ کرنے کا وقت سمجھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب اپنے دل مین قبض و بسط کی کیفیت پائے تو اگر دعا کو بسط کا موجب پائے تو دعا کرے اور اگر قبض کا باعث پائے تو سکوت کرے اور اگر قبض و بسط کچھ بھی نہو تو غور کرے اگر علم و معرفت اُسوقت برابر معلوم ہو تو سکوت بہتر ہے اور اگر علم غالب پاوے تو دعا کرے اور اگر معرفت غالب دیکھے تو سکوت اور سکون کو ترجیح دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس چیز مین بندون کا حصہ ہو یا خدا کا حق تو دعا کرنا اسمین اولی ہے اور جسمین دعا مانگنے والیکا حظ نفس ہو تو اس سے سکوت بہتر ہے اور حدیث مین ہے کہ بندہ اللہ سے جب دعا مانگتا ہے اور اللہ تعالےٰ اُسکے مانگنے کو پسند کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے جبرئیل اسکی حاجت روائی مین تاخیر کرو کہ مین اُس شخص کی آواز سننا پسند کرتا ہون اور اگر دعا کرنے والے کی آواز کو ناپسند کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے جبرئیل اسکی حاجت روا کرو مین اس کی آواز سننا پسند نہین کرتا **نقل** لیث سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے عتبہ بن نافع کو ایکبار اندھا دیکھا پھر بینا مین نے پوچھا کہ یہ تمھاری بینائی کیسے پلٹ آئی کہنے لگے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ کہہ یا قریب یا مجیب[۱] یا سمیع الدعا یا لطیفا لما یشاء ردد علی بصری چنانچہ مین نے اس دعا کو پڑھا بینائی واپس ہو گئی محمد بن خزیمہ کہتے تھے کہ جب امام احمد بن حنبل رضی کا انتقال ہوا تو مین اسکندریہ مین تھا مجھکو اُن کے انتقال کا بہت صدمہ ہوا مین نے اُن کو خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا اُنھون نے کہا کہ میری مغفرت ہو گئی اور مجھے تاج عطا ہوا اور سونے کے دو جوتے پہنائے گئے اور فرمایا کہ اے احمد یہ تمھارے اُس قول کی بدولت ہے کہ جو تم نے کہا تھا کہ قرآن میرا کلام ہے پھر فرمایا کہ مجھسے دعا مانگو اس طریقہ سے جو تم کو سفیان ثوری سے پہونچی ہے اور تم وہ دعا دنیا مین بھی پڑھا کرتے تھے تب مین نے کہا کہ اے خداوند عالم ہر چیز تیری قدرت سے ہے تو مجھکو ہر چیز بخشدے اور کسی چیز سے نپوچھ اُسکے بعد ارشاد ہوا کہ اے احمد یہ جنت ہے اسمین جاؤ **نقل** بعضے کہتے ہین کہ یہ دعا گم شدہ کے واسطے مجرب ہے یا جامع الناس لیوم لا ریب فیہ اجمع علی[۲] ضالتی حضرت خضر علیہ السلام نے ایک شخص کو ہر درد کے دفعیہ کے لیے یہ دعا اسطرح تعلیم فرمائی کہ اپنا ہاتھ موضع درد پر رکھکر کہے وبالحق انزلناہ وبالحق نزل[۳] چنانچہ اُس شخص نے ایسا ہی کیا

[۱] اے قریب اور مجیب اور اے سننے والے دعا کے اور اے مہربان اُس چیز پر کہ جسکو چاہتا ہو مجھکو میری بینائی پھیر دے ۱۲ منہ [۲] اے جمع کرنیوالے لوگونکے اسدن کے لیے جسمین کوئی شک نہین جمع کردے مجھپر میری کھوئی ہوئی چیز کو ۱۲ منہ [۳] اور حق کے ساتھ ہمنے اسکو اتارا اور حق کیساتھ اُترا ۱۲ منہ

فی الفور اچھا ہو گیا اور مجرب دعاؤن مین سے یہ دعا بھی ہے یا مُسَبِّبَ[1] کل سبب و مامول من طلب یا رادّ علی ماذھب چنانچہ ایک بدوی کا اونٹ مرگیا تھا اس نے یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ نے اُسکو زندہ کرکے واپس دیا کتانی کہتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائین کہ میرا دل نہ مرے آپنے فرمایا کہ ہر روز چالیس بار یہ دعا پڑھ لیا کرو یا حی[2] یا قیوم لا الہ الا انت نقل ایک جوان کعبہ کے پردون سے لٹکا کہہ رہا تھا کہ الٰھی[3] لا شریک لک فیوتی ولا وزیر لک فیرشی ان اطعتک فبفضلک ولک الحمد وان عصیتک فبجھلی ولک الحجة علی فباثبات حجتک علی وانقطاع حجتی لدیک الا غفرت لی اس نے سُنا کہ ہاتف کہتا ہے کہ یہ شخص دوزخ سے آزاد ہے اور ادعیہ مہمہ اور مناجات عظیمہ سے ہے کہ یا ودود[4] یا ودود یا ذا العرش المجید یا مبدئ یا معید یا فعالا لما یرید اسئلک بنور وجھک الذی ملأ ارکان عرشک واسئلک بقدرتک الذی قدرت بھا علی خلقک وبرحمتک التی وسعت کل شئی لا الہ الا انت یا مغیث اغثنی یا مغیث اغثنی یا مغیث اغثنی تو جو شخص کسی شدت یا مصیبت مین یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اُسکی حاجت روا کرے گا اور اسکی اعانت فرمائے گا بعضے کہتے ہین کہ دعا گنہگارون کے لیے سیڑھی ہے اور بعضون کا قول ہے کہ گنہگارون کی زبان اُن کے آنسو ہین اور بعضے کہتے ہین کہ دعا اشتیاق حبیب کے لیے زبان ہے اور بعضے کہتے ہین کہ دعا باعث حضور ہوتی ہے اور عطا باعث صرف اور دروازے پر کھڑے رہنا زیادہ اچھا ہے اس سے کہ ثواب لیکر واپس آئے صالح مری کہتے تھے کہ جو ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہو تو دروازہ اُسکے لیے کھلتا ضرور ہے حضرت رابعہ نے ان سے فرمایا کہ وہ دروازہ بند کب کیا گیا تھا جو کھولا جائیگا اُنھون نے کہا سچ کہتی ہو بوڑھا جاہل ہو گیا ہے اور عورت عالمہ ہے بعض لوگون نے ایک شخص نے

[1] اے سبب ہر سبب کے اور مقصود ہر طلب کے پھیردے مجھپر وہ چیز جو کھو گئی ہے ۱۲ منہ [2] اے زندہ اور قائم کوئی معبود نہین سوا تیرے ۱۲ منہ [3] اے اللہ تیرا کوئی شریک نہین جو سامنے آئے اور نہ تیرا کوئی وزیر ہے جو رشوت لیتا ہو اگر مین نے تیری اطاعت کی تو تیرے فضل سے کی اور تیرا شکر ہے اور اگر تیری نافرمانی کی تو اپنے جہل سے کی اور تیری دلیل مجھپر موجود ہے تو بوجہ تیری دلیل کے مجھپر ثبوت کے اور میری دلیل کے منقطع ہونے کے تو میری مغفرت کردے [4] اے دوست رکھنے والے اور اے مالک عرش بزرگ کے اور اے شروع کرنیوالے اور لوٹانے والے اور اے اپنے ارادہ کے موافق کرنے والے مین تجھ سے سوال کرتا ہون بوجہ تیرے اس نورانی چہرہ کے جس نے ارکان عرش کو بھر لیا ہے اور سوال کرتا ہون تیری اس قدرت سے کہ جس سے تو مخلوقات پر قادر ہے اور تیری اُس رحمت سے کہ جو ہر چیز کو وسیع ہے کوئی معبود سوا تیرے نہین اے فریاد رس تو میری فریاد رسی کر ۱۲

کہا کہ میرے لیے دعا کرو اُس نے کہا کہ یہ تیری بڑی اجنبیت ہے کہ تجھ مین اور اسمین کوئی واسطہ ہو اور دعا کے شرائط سے یہ ہے کہ دعا کے پہلے توبہ کرے اور ظلم کرنا چھوڑ دے اور اکل حلال و صدق مقال اختیار کرے اور ہمت سے حق کی طرف متوجہ ہو اور آداب دعا اور موانع اجابت دعا یہ سب اور کتابون مین لکھے ہین ان سب کے ذکر کی یہان ضرورت نہین امام بخاری نے ادب المفرد مین باب رفع الایدی فی الدعا مین حضرت صدیقہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اُٹھاے اور دعا مانگتے دیکھا اور یہ فرماتے کہ مین بشر ہون مجھپر عذاب نہ کیجیو اگر مین نے مسلمانون مین سے کسی مسلمان کو ستایا یا گالی دی ہو مجھپر عذاب نہ کیجیو اور ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ طفیل بن عمر دوسی حضرت کے حضور مین آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ قبیلہ دوس نے نافرمانی اور انکار کی تو آپ اللہ سے اُن کے لیے دعا کیجیے آپ قبلہ رو ہو بیٹھے اور ہاتھ اُٹھاے لوگون کو خیال ہوا کہ آپ اُس قبیلہ کے لیئے بددعا فرماتے ہین پھر آپنے فرمایا کہ اے اللہ دوس کو ہدایت فرما اور اُسکی قوم کو بھی اُسکے ساتھ حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک سال پانی نہین برسا جمعہ کے دن بعضے مسلمانون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ پانی نہین برستا زمین سوکھ گئی سب مال ہلاک ہوگیا آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاے اُسوقت کہین آسمان پر ابر کا نام بھی نہین تھا آپ نے دونون ہاتھ اسقدر پھیلائے کہ آپ کی بغلون کی سفیدی دکھائی دینے لگی اور اسی ہیئت سے پانی کے لیے دعا مانگنے لگے ہملوگ نماز پڑھ رہے تھے کہ پانی اس شدت سے برسنا شروع ہوا کہ ایک جوان آدمی کو کہ جسکا مسجد نبوی کے قریب گھر تھا اپنے گھر جانا دشوار ہوگیا اور ویسی بارش آٹھ دن تک رہی پھر دوسرے جمعہ کو اُس شخص نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ گھر گرے پڑتے ہین اور آنے جانے سے سواریان رُک گئی ہین لوگون کی یہ بیصبری دیکھکر آپ کو ہنسی آگئی تب پھر آپنے دعا کی کہ اللھم حوالینا ولا علینا یعنے اے اللہ ہمارے گرد برسے ہمپر نہ برسے اُسیوقت مدینہ طیبہ سے پانی کھل گیا اور ارد گرد برستا رہا بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ اور بیہقی نے دعوات کبیر مین حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بیشک تمھارا پروردگار سخی اور شرمیلا ہے اپنے بندہ سے شرم رکھتا ہے کہ وہ اُسکی طرف ہاتھ اُٹھاے اور وہ اُن ہاتھون کو خالی پھیر دے اس حدیث مین دلیل ہے دعا مین ہاتھون کے اُٹھانے کی مستحب ہونے کی اور اور محدثین بھی اس بارہ مین بہت سی آئی ہین علامہ سیوطی نے

ایک مستقل رسالہ چالیس حدیثون سے زائد کا اس باب مین جمع کیا ہے اور یہ جو حضرت انس کی حدیث
مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعا مین ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے سوا استسقا کے تو
اس سے مراد اُٹھانے مین مبالغہ ہے کہ اسقدر ہاتھون کو پھیلانا چاہیے کہ بغل کی سفیدی
دکھائی دے یہ سوائے استسقا کے آپ نے اور مقامات مین نہین کیا اور دعا مین ہاتھون کے
اُٹھانے کے بارہ مین حافظ منذری نے ایک خاص رسالہ تالیف کیا ہے اور ابوداؤد وغیرہ نے
حضرت عباس کی حدیث سے نقل کیا کہ مسئلہ یہ ہے کہ دونون ہاتھ کندھے تک اُٹھانا چاہیے اور
استسقا یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرے اور ابتہال یہ ہے کہ پورا ہاتھ بڑھائے مگر یہ سوقت
نہے دونون ہاتھون کے مسح کے بارہ مین آنحضرت کی یہ حدیث کافی ہے کہ جو حضرت عمر رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسوقت دونون ہاتھ دعا مین اُٹھاتے
تھے تو اُن کو واپس نہین لاتے تھے تاوقتیکہ روے مبارک پر نہین پھیر لیتے تھے اور یہ آداب
دعا سے ہے کہ دعا کے بعد ہاتھون کو مُنھ پر پھیرے گویا یہ تفاول حصول مدعا کے لیے ہے
سبل السلام مین اسکی توجیہ یہ لکھی ہے کہ مسح کی مناسبت دعا کے ساتھ یہ ہے کہ چونکہ حق تعالےٰ
ہاتھون کو خالی نہین پھیرتا ہے تو گویا اللہ کی رحمت ہاتھون مین پہونچ جاتی ہے لہذا ان کا منھ پر
پھیر لینا مناسب ہے کیونکہ مُنھ اشرف اعضا اور تکریم کے لائق ہے اور نیز اس حدیث مین دعا
سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھون سے منھ پر مسح کر لینے کی مشروعیت پر دلیل ہے اور اس حدیث
کو ترمذی نے باب رفع الایدی عند الدعا مین بھی روایت کیا ہے اور ملا علی قاری مرقاۃ مین لکھتے
ہین کہ ابن الملک کہتے تھے کہ ہاتھون کا دعا کے بعد مُنھ پر پھیر لینا فال لینے کے طور پر ہے کہ گویا
دونون ہاتھ آسمانی برکتون اور خداوندی روشنیون سے بھرے آئے لہذا وہ برکتین اور روشنیان
مُنھ پر پہونچائی جائین اور اس حدیث کے شواہد ہین از انجملہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث
ہے ابوداؤد کی روایت مین اس لفظ سے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ جب دعا سے فارغ ہو تو
اپنے ہاتھون کی ہتھیلیون کو اپنے منھ پر مل لو انوار اجابت سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے
اور ہاتھون کا مُنھ پر پہونچانا اولی ہے کہ مُنھ اشرف اعضا اور اقرب ہے اور اسی قبیل سے سائب
بن یزید کی حدیث اپنے والد کی روایت سے ہے بیہقی کے دعوات کبیر مین ان الفاظ سے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تھے تو دونون ہاتھون کو اُٹھاتے تھے اور اُن سے
روے مبارک کو مسح کرتے تھے شیخ عبدالحق محدث ترجمہ مشکوۃ مین لکھتے ہین کہ مسح دونون ہاتھون کے

اُس صورت مین تھا کہ جب آپ ہاتھ اُٹھاتے تھے اور جب نہین اُٹھاتے تھے تو مسح نہین فرماتے تھے اور ہاتھون کا اُٹھانا آداب دعا سے ہے اور مجموعہ ان شواہد کا مقتضی اسکو ہے کہ یہ حدیث حسن ہو کیونکہ حدیث حسن حجت ہے انتہی عن بلوغ المرام وشرحہ اب رہا یہ امر کہ بہت سے عابد اور نیک بندے گڑگڑا کر دعا مانگتے ہین اور وہ قبول نہین ہوتی اسکی کیا وجہ ہے اس کا جواب حضرت مولانا روم علیہ الرحمتہ من اللہ الحی القیوم نے خوب ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

پس دعاہا کان زیانست و ہلاک — وز کرم می نشنود یزدان پاک
مصلح است و مصلحت را داند او — کان دعا را باز میگرداند او
وان دعا گر بندہ شاکی می شود — می برد ظن بد و بد می بود
می نداند کو بلاے خویش خواست — وز کرم آن حق بدو نا در راست

یعنی بہت دعائین باعث نقصان وہلاکی انسان ہوتی ہین اور وہ اُنکی مضرت سے واقف نہین ہوتا تو حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ایسی دعاؤن کو قبول ہی نہین کرتا کیونکہ وہ عالم کا مصلح ہے اور ہر ایک مصلحت کو خوب جانتا ہے لہذا بوجہ مصلحت انسان کے ایسی دعائین جو اس کے حق مین مضر ہین قبول نہین فرماتا اگرچہ انسان اپنی نادانی سے اسکی شکایت کرتا ہے اور اللہ کی طرف بدگمانی اور بے انصافی اور بے التفاتی منسوب کرتا ہے تو یہ بندہ کے حق مین بُرا ہے کہ کفران نعمت ہے اور خلاف اداب عبودیت وہ یہ نہین سمجھتا کہ وہ اپنے لیے ایک بلا مانگ رہا ہے اور اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل وکرم سے اسکی دعا قبول نہ فرماکے اُسے بلا سے بچاتا ہے واقعی ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے فائدے کے واسطے دعا مانگتا ہے نہ نقصان کے لیے تو جس دعا کے قبول کرنے مین بندہ کا فائدہ ہوتا ہے اُسکو اللہ تعالیٰ قبول کرلیتا ہے اور جسمین نقصان ہوتا ہے اُسے قبول نہین فرماتا تو یہ قبول نہ کرنا عین قبول کرنا ہے کیونکہ جو دعا کی علت غائی ہے یعنی فائدہ دعا کے نہ قبول ہونے مین ہے مگر اس جواب سے یہ خدشہ بھی دل مین گذرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر و توانا ہے یہ امر اُسکے امکان سے باہر نہین ہے کہ دعا بھی قبول ہو اور اُس کا کوئی نقصان بھی ہم پر عائد نہو اس کو یون دفع کر لینا چاہیے کہ سب دعائین قبول ہوتین ہین مگر اُن کی بُرائی دفع کرکے بھلائی قائم رکھی جاتی ہے اسیوجہ سے حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو شخص دعا کرتا ہے وہ تین حال سے خالی نہین رہتا یا فوراً اسکو کچھ ملجاتا ہے یا آئندہ کچھ ملتا ہے یا اس کا کوئی گناہ معاف کردیا جاتا ہے اور دعا کا نتیجہ سائل کے حسب دلخواہ ہوتا ہے کیونکہ اُسکا دل نفع کا خواہان

ہوتا ہے نہ نقصان کا اُسکے بعد یہ خدشہ ہوتا ہے کہ دعا کے مضر ہونے کا علم ہمکو کیون نہین ہوتا ہے کہ رفع اضطراب اور تسکین خاطر ہو اس خدشہ کے رفع کے واسطے حضرت مولانا قدس سرہ نے اُس سونے والی کی حکایت بیان فرمائی ہے جسکے منھ مین سانپ گھس گیا تھا اور ایک عقلمند نے اُسکو بچایا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر کرنا بھی سائل کے حق مین مضر ہوتا ہے لہذا ظاہر نہین کیا جاتا

والحمد للہ علی کل حال سوال آپ سے پوچھا گیا کہ حیا کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ حیا سے مراد ہے شرم کرنا بندہ کا اس امر سے کہ وہ خدا کا نام زبان سے لے اور اُس کا حق ادا نہ کرے اور یہ کہ حق کی طرف متوجہ ہو اس چیز سے کہ جسکو نہین جانتا کہ یہ چیز اُسکے لائق ہے یا نہین اور یہ کہ گناہونکو حیاءً چھوڑ دے نہ خوفاً اور عبادت کرے قصور کے اقرار کے ساتھ اور یہ یقین کرے کہ حق تعالی اُسکے دلی خطرات پر اور دل پر ناظر ہے اور اُس سے شرم کرے اور کبھی حیا اُن حجابات کے اُٹھ جانے سے پیدا ہوتی ہے جو قلب اور ہیبت کے درمیان ہوتے ہین لفظ حیا کے معنی لغت مین شرم رکھنے کے ہین اور اس سے مراد وہ تغیر اور شکستگی ہے کہ جو انسان کو اس چیز کے خوف سے لاحق ہوتی ہے کہ جسکے متعلق وہ سمجھتا ہے کہ اسپر لوگ مجھے ملامت کرینگے اور شریعت مین حیا ایک خلق ہے جو انسان کے گناہ سے بچنے کی باعث اور اُسکو ہر ذی حق کے حق مین قصور کرنے سے مانع ہوتی ہے اور حیا اگرچہ طبعی چیز ہے لیکن استعمال شرعی مین اکتساب اور علم اور نیت کی محتاج ہے اسی واسطے حدیث مین آیا ہے کہ الحیاء شعبۃ من الایمان یعنی حیا ایک شعبہ ایمانی ہے یعنے جتنی زیادہ حیا ہو وہ بہتر ہے اور حیا کے ایمان سے ہونیکا مطلب یہ ہے کہ حیا دار اپنی حیا کی وجہ سے گناہون سے منقطع ہو جاتا ہے تو گویا حیا اُس شخص اور اُس کے گناہون کے مابین مثل ایمان کے ہوئی اور قتیبی کا قول ہے کہ حیا گناہ کرنے سے مانع ہوتی ہے جیسے ایمان گناہون سے مانع ہوتا ہے اسیواسطے حیا ایمان کہلائی اور حیا مرکب ہے خیر وعفت

سے عمران بن حصین کی مرویہ حدیث مین آیا ہے کہ الحیاء خیر کلہ ولا تی الا بخیر متفق علیہ یعنی حیا بالکل نیکی ہے اور اُس سے نیکی ہی ہوتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حیا صاحب حیا کو انکار منکر سے مانع اور بعض واجبات مین خلل ڈالنے کا باعث ہوتی ہے تو عموماً یہ قول صادق نہوا کہ حیا نیک ہی بات لاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث مین حیا سے مراد حیا شرعی ہے اور جو حیا کہ منشا ترک بعض واجبات ہوتی ہے وہ حیا شرعی دینی نہین ہے بلکہ عجز اور خوف ہے اُسپر حیا کا اطلاق حیاے شرعی کی مشابہت کی وجہ سے ہے

دوسرا جواب یہ ہے کہ جسکی عادت حیا کی ہوتی ہے اسپر خیر غالب ہوتی ہے یا یہ کہ بعضی حیا جبلی ہوتی ہے اور بعضی
خیر بھی ذاتی ہوتی ہے اور بعض حالات مین اسمین کمی ہونا یہ اُسکے منافی نہین حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے
کہ محب بولتا رہتا ہے اور صاحب حیا ساکت رہتا ہے حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ حیا کیا چیز ہے فرمایا
کہ وہ ایک حالت ہے جو نعمتون کے دیکھنے اور اُن کے شکریہ ادا کرنے مین قاصر رہنے سے پیدا ہوتی
ہے ابن عطا کہتے تھے کہ علم اکبر سے مراد ہیبت اور حیا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اس آیت مین کہ ولقد
همت به وهم بها لولا ان رأى برهان ربه وہ برہان جسکو حضرت یوسف علیہ السلام نے
دیکھا یہ تھا کہ زلیخا نے اُس بت کے مُنھ پر پردہ ڈالدیا تھا کہ جو اُس گھر مین تھا تو حضرت یوسف
علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے یہ کیون کیا وہ کہنے لگی کہ مجھکو اُس سے حیا معلوم ہوتی ہے آپ نے
فرمایا کہ اُس سے اعلیٰ اللہ ہے مجھے اس سے حیا کرنا چاہیئے بعضے کہتے ہین کہ اس ارشاد حق تعالیٰ مین
جو فجاءته احداهما تمشي على استحياء ہے مراد یہ ہے کہ وہ آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس
دعوت کے لیے بلانے کو تو اُسکو حیا معلوم ہوئی کہ کہین ایسا نہو کہ یہ دعوت کو نہ مانین تو خفت اٹھانا
پڑے کیونکہ مہمان سے شرمندہ ہونا اہل کرم کے صفات سے ہے **نقل** ایک شخص مسجد کے باہر
نماز پڑھتا تھا لوگون نے پوچھا کہ اندر مسجد کے کیون نماز نہین پڑھتے وہ کہنے لگا کہ مجھے شرم آتی ہے
کہ مین اللہ کے گھر مین گنہگار جاؤن یعنی گناہ کی شرم سے میرا مسجد کے اندر جانیکو مُنھ نہین پڑتا
نقل ایک شخص مسجد مین سو رہا تھا اُس سے لوگون نے کہا کہ تم یہان سوتے ڈرتے نہین
اُس نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ مین اللہ کے ہوتے ہوئے غیر سے ڈرون ایکبار اللہ تعالیٰ نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرو اگر وہ نصیحت مان لے تو خیر ورنہ مجھے
شرماؤ بعضے کہتے ہین کہ جب کوئی شخص کسی کو نصیحت کرنے بیٹھتا ہے تو فرشتہ اس سے پکار کر
کہتا ہے کہ جس چیز کو تو لوگون کو نصیحت کرنا چاہتا ہے اُسکی نصیحت پہلے اپنے نفس کو کرلے تب اورونکو
نصیحت کر ورنہ اپنے مالک سے شرم کر کہ وہ تجھے دیکھتا ہے حضرت فضیل بن عیاض فرماتے تھے کہ
بدبختی کی علامت دل کا سخت ہونا ہے اور آنکھون کا بند ہونا اور حیا و رغبت کا کم ہونا اور دنیا کی آرزوؤن
کی زیادتی کذا فی جامع الاصول سوال آپ سے پوچھا گیا کہ شاہدہ کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ شاہدہ
کہتے ہین نابینائی دونون جہان سے دل کی آنکھ سے اور حق کا مطالعہ معرفت کی آنکھون سے بغیر

ل‍ہ اور البتہ ارادہ کیا عورت نے اُن کا اور اُنھون نے ارادہ کیا اُس کا اگر نہوتے یہ کہ دیکھتے قدرت اپنے رب کی ۱۲ منہ

ل‍ہ پھر آئی اُس کے پاس اُن دونون مین سے ایک چلتی ہوئی شرم سے ۱۲ منہ

توہم استدراک اور طمع تصوری کے اور بغیر تکیف کے اور قلوب پر اطلاع صفا یقین کے ساتھ یعنی اُن امور غیبیہ
پر آگاہی کہ جنپر حق تعالی نے علم دیا ہو حضرت جنید فرماتے تھے کہ شاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خود مفقود
ہو جاوے اور حق موجود رہے اور بعضے کہتے ہین کہ شاہدہ سے مراد غیبی باتون کا دریافت کرنا ہے اسرار کی
روشنیون سے جبکہ دل ناپاکیون سے صاف اور اضداد و اغیار سے مراقبہ حق مین پاک ہو تو وہ مشاہدہ ایسا ہونا
چاہیے کہ گویا صاحب مشاہدہ غیب کو بشت سرا و صفائے معرفت اور قوت یقین سے دیکھتا ہو اسیواسطے حضرت صوفیہ
کا قول ہے کہ مشاہدہ مراقبہ سے پیدا ہوتا ہے اور مشاہدہ کی حقیقت مین کسی نے اس سے زائد نہین کہا کہ جو
مقولہ عمر بن عثمان مکی کا ہے کہ مشاہدہ سے مراد تجلی کی روشنیون کا عارف کے دل پر پے در پے
آنا اور اُن روشنیون مین پردہ یا انقطاع حیا کا خلل انداز نہونا جیسے کہ اگر ہم اتصال بروق کو انداز
کرین تو جسطرح سے اندھیری رات مین بجلیان پے در پے چمکتی ہین اور وہ متصل ہوتی ہین اسیطرح
جب قلب پر تجلی کی کیفیت دائمی ہوتی ہے تو وہ اُس کیفیت سے منع کرتی ہے اور وہان نہ رات
ہوتی ہے نہ دن اور ایک جماعت کا وہم یہ ہے کہ مشاہدہ مین تفرقہ ہوتا ہے کیونکہ مشاہدہ مصدر ہے
باب مفاعلۃ سے مگر یہ وہم ہے اسواسطے کہ کل ابواب مفاعلۃ کا اقتضا یہ نہین ہے جیسے ساحر شارق
صارف اور رابط اور راوم اور طارق اور داظب وغیرہ وغیرہ اور محاضرہ کہتے ہین حضور قلب کو اور اکثر
وہ تواتر برہان ہوتا ہے پھر مکاشفہ ہے اور اُس سے مراد دل کا حاضر ہونا صاف طور پر بنظر دلیل
لہذا صاحب محاضرہ کو تو اُس کا قلب رہنمائی کرتا ہے اور صاحب مکاشفہ کو علم متقی کرتا ہے اور صاحب
مشاہدہ کو فانی کر دیتا ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ قرب کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ قرب کہتے ہین
مسافات کے طے کرنے کو بلطف مدانات اور قرب کے معنی لغت مین نزدیکی اور نزدیک ہونے کے
ہین اور متممات جامع الاصول مین ہے کہ قرب کہتے ہین فنا ہونا اُس چیز مین کہ جو ازل مین سابق ہو چکی
ہے اور وہ وہ عہد ہے کہ جو اللہ اور بندہ کے درمیان مین ہے اور وہ یہ قول جناب باری ہے کہ الست
بربکم قالوا بلی یعنی کیا نہین ہون مین تمہارا پروردگار اُن لوگون نے کہا ہان بیشک تو ہمارا پروردگار
ہے اور بعضے مخصوص مقام قاب قوسین کو قرب کہتے ہین اور قرب کے مراتب مین پہلا مرتبہ اللہ کی
عبادت سے قرب ہے اور کل اوقات مین اُسی کی مداومت ہو جانا اسیطرح بُعد کا اول مرتبہ
اللہ کی مخالفت مین آلودگی اور اسکی اطاعت سے اعراض ہے تو بندہ کا قرب اللہ سے ایمان اور
احسان کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور اللہ کا قرب بندہ سے اسطرح ہوتا ہے کہ وہ اُسکو دنیا مین اپنے
عرفان سے مخصوص کرتا ہے اور آخرت مین شہود و عیان سے اور بندہ مقرب نہ کہا جائیگا جبتک

کہ اُسکو خلق سے بعد نہو گا حضرت عارف باللہ صاحب سر مرشد مرشدنا مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ الاطہر اپنے بھائی حضرت شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ کو ایک مکتوب مین تحریر فرماتے ہین کہ ترقی یہ ہے کہ ایسے مقام پر پہونچو کہ جتنی مرتبہ اپنے آپ کو دیکھو اور جانو اتنی مرتبہ خدا کو دیکھو اور جانو اور یہ دید و دانست یہانتک ہو جاے کہ تمام رات دن یہی منظور دیدہ جان رہے اور سوا اسکے کچھ مقصود نہو کیونکہ ؎

قرب سنے بالا و پستی رفتن است	قرب حق از قید ہستی رستن است

توچھوٹنا کہا ہے اپنے آپ کو وہ دیکھنا یعنی جس چیز کو جانتے ہو کہ "مین ہون" اُسی کو محبوب جانو خدا وند تعالےٰ نہ کہین سے آئے گا اور نہ تم کہین جاؤگے کہ جو ترقی معلوم ہو بلکہ ترقی یہی ہے کہ وہم غیریت کو اُٹھا دو قصہ تمام ہوا اور قرب وحضور مین فرق یہ ہے کہ قرب سے مراد طاعت اور عبادت دائمی ہے اور حضور سے مراد حضور مع اللہ ہے اسطرح پر کہ اپنے آپکو بالکلیہ اُسکی یاد مین مصروف رکھے اور قرب صفات قلوب سے ہے اجسام سے نہین ہے اور قرب حق بعلم وقدرت عام ہے سب کے لیے اور بلطف ونصرت مخصوص مومنین کے لیے اور قرب بالانس خاص اولیاء کے لیے ہے جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید[1] ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون[2] واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان[3] حضرت شیخ علی مہائمی جو اکابر علماء صوفیہ سے تھے اپنی تفسیر موسومہ بتفسیر رحمانی مین اس آیتہ کی تفسیر یون لکھتے ہین کہ نحن اقرب الیہ یعنی ہم قریب تر ہین انسان سے نہ بالمکان نہ بالزمان نہ بالرتبہ بلکہ بالذات بلا اختلاط اور بلا حلول واتحاد کے من حبل الورید یعنی اُس رگ سے کہ جو سر سے اُتری ہے گردن کے اوپر حصہ تک حضرت استادی وملاذی مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ الاطہر ارشاد فرماتے تھے کہ اس قرب کا کشف و ایضاح ایک مقدمہ پر موقوف ہے جسکی تحقیق اور تدقیق علماء طائفہ علیہ صوفیہ نے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ کل موجودات من حیث الوجود عین حق سبحانہ ہین اور من حیث التعین غیر حق اور غیریت اعتباری ہے اور من حیث الحقیقت کل حق ہے تو صوفی کا قول ہمہ اوست اور متکلم کا قول ہمہ از دست سب ٹھیک ہے جسکی مثال حباب اور موج اور کوزہ برف کی ہے کہ یہ سب من حیث الحقیقت ہوا کے عین ہین اور من حیث التعین غیر اسی طرح من حیث الحقیقت پانی کے عین ہین اور من حیث التعین غیر حضرت عارف باللہ صاحب سر مرشدنا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ فرماتے ہین ؎

[1] اور ہم اُس سے زیادہ نزدیک ہین گردن کی رگ سے ۱۲ منہ [2] اور ہم اُس کے پاس ہین تم سے زیادہ لیکن تم نہین دیکھتے ۱۲ منہ [3] اور جب تجھ سے پوچھین بندے میرے مجھکو تو مین نزدیک ہون پہونچتا ہون پکارنے والے کی آواز پر جسوقت کہ مجھ کو پکارتا ہے ۱۲ منہ

کبھی دل پر اس کا کرم دیکھتے ہین
تو دل کو بر از جام جم دیکھتے ہین

تھی اُس جام مین صرف عالم کی صورت
دل اپنے مین حق دمبدم دیکھتے ہین

ہے علما پہ مشکل سخن یہ کہ کیونکر
حوادث مین نور قدم دیکھتے ہین

یہ تمثیل خاطر مین اُن کے نہ آئی
بہم جسطرح موج و یم دیکھتے ہین

اور حضرت پیر و مرشد برحق ارشاد فرماتے ہین کہ ؎

حباب کا تو ظہور و بطون دریا ہے
اُسی سے نکلا اُسی مین حباب ڈوب گیا

لفظ اقرب افعل التفضیل کا صیغہ ہے قرب سے اس مین غور کرنا چاہیے کیونکہ قرب حبل الورید مفضل علیہ ہے مخاطب کی جزویت کا کلیت کے ساتھ تو حق کا قرب بندہ کے ساتھ جو مفضل ہے یہ ہویت کا قرب ہے ماہیت کے ساتھ جیسے آفتاب کا قرب برف کے ساتھ اور زیادہ اُسکی وضاحت یون ہے کہ قرب مطلق اطلاق کی قید سے بھی مُعرا ہے ؎

اتصال بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس

لہذا عینیت و غیریت و وحدت و اثنینت دونون ٹھیک ہین پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وھو معکم[1] اینما کنتم اور یہی قرب ہے جسین یاد قرب بھی حجاب ہے لہذا یہ پردہ بھی نہ رہنا چاہیے اسی واسطے حضرات صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اوحشک اللہ عن قربہ یعنی اللہ تجھے اپنے قرب سے وحشت دلائے یعنی تجھ کو تیرے علم قرب سے بچائے ؎

اے زاہد ظاہر بین از قرب چہ می پرسی
او در من و من در وے چون بو بگلاب اندر

قرب کے پانچ مرتبہ ہین قرب زمانی جیسے حضرت سرور انبیا علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ کا قرب حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے دوسرا قرب مکانی جیسے ماہتاب کا قرب انسان سے بہ نسبت مشتری کے کیونکہ ماہتاب پہلے آسمان مین ہے اور مشتری چھٹے آسمان مین تیسرے قرب عقلی جیسے حضرت بایزید بسطامی اور شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہما کا قرب جناب سرور عالم صلعم سے بہ نسبت عتبہ و شیبہ کے اور یہان قرب اور بعد اوصاف ملکوتی و شیطانی سے ہے نہ زمانی اور مکانی سے کیونکہ عتبہ و شیبہ زمانا و مکانا زیادہ قریب تھے اور عقل ان تینون مرتبون سے زیادہ کا ادراک نہین رکھتی چوتھے قرب حق ہر موجود کے ساتھ جسکو قرب من حیث الوجود و الاحاطہ کہتے ہین خداوند تعالیٰ کے قرب کی مثال کل کائنات کے ساتھ ایسی ہے جیسے قرب روح جسم سے کیونکہ روح نہ قالب کے اندر ہے نہ باہر نہ متصل بقالب نہ منفصل بلکہ روح دور سے

[1] اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہان رہو ۱۲ منہ

ہی عالم سے ہے دخول وخروج واتصال وانفصال وغیرہ لوازم جسمانیت سے کوئی نسبت نہین رکھتی باایں ہمہ کوئی ذرہ ذرات جسم سے ایسا نہین ہے کہ جسکے ساتھ روح بحقیقت وبالذات موجود نہو اسی طرح حق سبحانہ کی معیت عالم سے ہے من[1] عرف نفسہ فقد عرف ربہ سے اسی طرف اشارہ ہے اور[2] وھو معکم اینما کنتم کا سر سوائے عارف صاحب بصیرت کے کوئی نہین جانتا لہذا جب اس قرب کی حالت عارف کے دل پر ظاہر ہوتی ہے تو اس کی نگاہ مین قرب حضرت سرور عالم صلعم کا اور جبرئیل علیہ السلام اور عرش وسدرہ وموٴمن وکافر وغیرہ کا قوم وجود کے ساتھ یکسان معلوم ہوتا ہے ما[3] تری فی خلق الرحمن من تفاوت سے اسی طرف اشارہ ہے اور آیہ کریمہ و[4] للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ان اللہ واسع علیم بھی اسی کی مخبر ہے کذا فی التبصرة للشیخ صدرالدین القونیوی اور مسطح قرب جارم مین حضرت مجدد الف ثانی مکتوب اول جلد ثالث مین ایک ارشاد نفیس تحریر فرماتے ہین وہ یہ کہ ہر شے اپنی ماہیت مین شے ہے اور ثبوت ماہیت شے کے لیے کوئی جعل جاعل درکار نہین کیونکہ ثبوت شے کا اپنی ذات کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ جعل نفس ماہیات مین ثابت نہین ہے اور نہ ماہیات مجعول ہین بلکہ جعل جاعل ماہیتون کے اتصاف بوجود کے لیے درکار ہے رنگ ریز کا فعل کپڑا رنگ دینا ہے نہ کپڑے کو کپڑا بنانا اور رنگ کو رنگ کرنا کہ وہ محال ہے تو جعل نفس شے مین نہوا بلکہ شے کے متصف بوجود ہونے مین ہو لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ شے اپنی ماہیت مین شے ہے اور یہ امر منظر کشفی ظل شے اور عکس شے مین مفقود ہے کیونکہ عکس اور ظل شے اپنی ماہیت ظلی اور عکسی کے ساتھ ظل اور عکس نہین ہین بلکہ بسبب اپنی اصلی ماہیت کے ظل اور عکس ہوے ہین کیونکہ ظل کی کوئی ماہیت نہین ہے وہی ماہیت اصل کی ہے کہ جس نے اپنے ظل مین ظہور فرمایا لہذا ظل کے لیے اصل زیادہ قریب ہے اُس ظل کی ذات سے کیونکہ ظل بانیے اصل کی وجہ سے ظل ہے نہ اپنی ذات کی وجہ سے اسیطرح عالم ظلال اور عکوس حضرت واجبیہ کا نام ہے لامحالہ افعال کہ جو اس کے اصول ہین عالم سے عالم کے ساتھ اقرب ہون گی اور اسیطرح چونکہ افعال صفات واجبی کے ضلال ہین لامحالہ صفات عالم کے ساتھ عالم اور عالم کے اصول سے کہ جو افعال ہین زیادہ قریب ہونگے کہ اصل الاصل ہین اور چونکہ صفات بھی ظلال حضرت ذات ہین اور حضرت ذات جل سلطانہ اصل تمام اصولون کی ہے لامحالہ حضرت ذات عالم کے ساتھ عالم اور افعال وصفات واجبی سے زیادہ قریب ہوگی پانچوان قرب من حیث السلوک والاستعداد ہے اس کی دو قسمین ہین ایک قرب نوافل دوسرے قرب فرائض قرب نوافل یہ ہے کہ سالک اپنے کو فاعل اور حق کو

[1] جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا ۱۲ منہ [2] اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہان تم ہو ۱۲ منہ [3] کیا تو دیکھتا ہے خدا کے بنانے مین کوئی فرق ۱۲ منہ [4] اور اللہ کے لیے مشرق ومغرب ہے تو جس طرف تم منھ کرو ادھر اللہ کا منھ ہے

آلہ دیکھے جیسا کہ بی یسمع وبی یبصر سے معلوم ہوتا ہے اور قرب فرائض یہ ہے کہ سالک اپنے آپ کو آلہ پائے اور حق کو فاعل چنانچہ الحق ینطق علی لسان عمر[1] سے اسی طرف اشارہ ہے اور یہ قرب فرائض بعد فناء وجود سالک کے حاصل ہوتا ہے بخلاف قرب نوافل کے اور اس قرب نوافل مین سالک کے صفات بشری دور ہو جاتے ہین اور صفات حق ایک انبساط کے ساتھ اسپر ظاہر ہوتے ہین اسی وجہ سے انسان مردہ جلا دیتا ہے اور زندہ کو مار ڈالتا ہے حکم خدا سے اور دیکھتا اور سنتا ہے اپنے سب بدن سے نہ صرف کان اور آنکھ سے ایسی ہی دور کی چیزون کو سنتا اور دیکھتا ہے اسی قیاس پر اور صفات ہین کما فی التحفۃ المرسلہ اور مقربین چار باتون سے باہر نہین یا صرف متحقق بقرب نوافل ہین یا صرف متصف بقرب فرائض یا جامع بین القربین بلا اس تقید کے کہ کبھی ایک ہو اور کبھی دوسرا بلکہ ساتھ ساتھ دونون قسمون کے قرب اور اُن کے احکام متحقق ہوتے ہین تو اس مرتبہ کو جمع الجمع اور قاب قوسین اور مقام کمال کہین گے اور آیہ کریمہ ان[2] الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور حدیث ھذہ[3] ید اللہ وھذہ ید عثمان سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے یا ان تینون حالتون مین سے کسی سے مقید ہون بلکہ ان کو اختیار ہو کہ ان دو مین سے ہر ایک کے ساتھ ظاہر ہون یا ان دونون مین جمع کرنے کے ساتھ بھی تو اُس کو مقام احدیت جمع اور مقام او ادنی کہین گے اور اسی طرف اشارہ ہے وما رمیت[4] اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور یہ مقام بالاصالۃ حضرت خاتم النبیین کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کی وراثت اور کمال متابعت سے کاملین اولیاء کو بھی اس مقام سے حصہ ہوتا ہے کذا فی اشعۃ اللمعات شرح اللمعات للجامی پس اس قرب الٰہی سے مراد جسمین ہر موجود برابر ہے چوتھی قسم ہے نہ پانچوین کیونکہ پانچوین قسم کو ایک جماعت نے مساوات عوام وخواص کا حکم دیا ہے چنانچہ مولانا عبد الرحمن جامی نے تعلیقات فص ہودیہ نقد النصوص مین اس کا رد لکھا ہے **فائدہ** حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انتباہ مین شیخ عبد الاحد بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی کا مکتوب تحریر کیا ہے اُس مین لکھا ہے کہ جمع بین القربین یہ ہے کہ سالک اپنے آپ کو درمیان مین کچھ نہ سمجھے نہ فاعل نہ آلہ ظاہرا یہ جمع بین القربین حضرات صوفیہ کی جمع بین القربین کے منافی معلوم ہوتا ہے نیز لفظ جمع بین القربین اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دونون قرب اس مرتبہ مین مجتمع ہین منتفی نہین ہین واللہ اعلم اب معیت حق تعالی کا مضمون بھی مختصر طور پر اس قرب کے ضمن مین سمجھ لینا چاہیے کیونکہ بولنے مین

---

[1] حق بولتا ہے عمر کی زبان پر ۱۲ منہ [2] جو لوگ تجھسے بیعت کرتے ہین وہ اللہ سے بیعت کرتے ہین اللہ کا ہاتھ اون کے ہاتھون پر ہے ۱۲ منہ [3] یہ اللہ کا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ۱۲ منہ [4] اور نہ پھینکا تو نے جونت کہ پھینکا تم نے لیکن اللہ نے پھینکا ۱۲ منہ

رب کے ساتھ معیت کا لفظ بھی بولا جاتا ہے حضرت شیخ حسین بن معز بلخی اپنے ایک مکتوب مین آیۂ کریمہ
وھو معکم اینما کنتم کے معنی یون تحریر فرماتے ہین کہ بظاہر اُس کے معنے یہ ہین کہ خداوند تعالیٰ تمھارے
ساتھ ہے جہان تم رہو اور کسی چیز کے کسی چیز کے ساتھ ہونے کو معیت کہتے ہین تو یہ ہونا یا مجازاً ہے
یا حقیقتاً علماء ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ یہ ہونا مجازاً ہے حقیقتاً نہین اور کہتے ہین کہ خداوند عالم تمام ذرات عالم
کے ساتھ بعلم ہے نہ بذات اور سب پر قادر ہے اور عام متکلمین کا بھی یہی مذہب ہے لیکن صوفیہ ظاہر معنی پر
قناعت نہین کرتے اور وہ شے کو حقیقت سے ڈھونڈھتے ہین اُن کا مذہب یہ ہے کہ خدا کی معیت تمام
ذرات کے ساتھ حقیقی ہے مجازی نہین یعنی وہ بالذات کل اشیاء کے ساتھ ہے حقیقتاً نہ مجازاً لیکن
اُسکی معیت جسم کی طرح نہین ہے جیسے ایک جسم کی دوسرے جسم کے ساتھ ہوتی ہے اور نہ ویسی معیت کہ جیسے
جواہر کی اجسام کے ساتھ ہوتی ہے کہ جو جوہر نہین ہوتی اور نہ مثل اعراض کے جواہر
و اجسام کے ساتھ جو عرض نہین ہوتی تو جو معیت کہ متکلمین کے علم و فہم
مین ہے وہ یہی تین معیتین ہین لیکن صوفیہ اس معیت کو جسے چوتھی معیت کہتے ہین علاوہ اُن معیتون کے
جو متکلمین کی مفہومہ ہین کہتے ہین جسکی مثال یہ ہے کہ حق تعالےٰ تمام کائنات کے ساتھ ویسا ہے
جیسے روح بدن کے ساتھ کیونکہ روح نہ قالب کے اندر ہے نہ باہر نہ متصل نہ منفصل بلکہ روح اور عالم
سے ہے اور جسم اور عالم سے اور روح کو عوالم اجسام سے مثل دخول و خروج و اتصال و انفصال وغیرہ کے
کوئی نسبت نہین مگر پھر بھی کوئی ذرہ ذرات جسم سے ایسا نہین جسمین روح موجود نہو لہذا حق تعالیٰ کی معیت ذرات
عالم سے ایسی ہی ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ سے اسی طرف اشارہ ہے یہان صوفیہ پر
اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ بذاتہ تمام مقامات نجس مین بھی ہو اور یہ ممنوع
اور مستنکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ جملہ اقسام نجاسات وہی پیدا کرتا اور
اُسکی محافظت کرتا ہے کیونکہ بغیر اُس کے حفظ کے بقا محال ہے اور اس مین کوئی عیب و نقص لازم
نہین آتا ویسے اس معیت سے بھی کوئی نقصان لازم نہ آئے گا کیونکہ معلوم ہے کہ فعل بغیر فاعل اور صفت
بغیر موصوف کے ہرگز نہین ہوتی دوسرے لوگ کہتے ہین کہ روح تمام اجزاے جسم مین متصرف اور تمام ذرات
قالب مین موجود ہے اور سب کی زندگی اُسی کے سبب سے ہے مگر بااینہمہ اُن چیزون سے کہ جو جسم مین
ہین مثلاً خون وغیرہ اُس سے اُسکی طہارت مین کوئی خلل و نقص نہین اور مسئلہ معیت ذات حق کو تمام
ذرات نامتناہی مین بلا تقدیر تجزی و تقسیم و خلوت کی مختلف جگہون مین سمجھ نہین سکتا اس لیے تاویل کی
ضرورت پڑی ۔

گفت تو کے دیدی آن رخسار را	چشم مجنون باید آن دیدار را
تا نیاید عشق مجنونے پدید	کے بود لیلےٰ بجا تو نے پدید
گر بہ چشم من بہ بینی روے او	توتیا سازی ز خاک کوے او

چونکہ مریدون کی ہمتین بڑے کامون کی طلب مین کوتاہ ہوتی ہین لہذا مین نے اُن کی ترغیب کو یہ لکھدیا تاکہ جو نعمتِ تصفیہ قلب سے محروم پڑے ہین وہ خیال مراقبہ مولی سے محروم نہ رہین اور اپنے آپ کو اُسکے ساتھ اور اُسکو اپنے ساتھ سمجھین دُور نہ سمجھین کیونکہ اکثر لوگون کو جو حرمان ہوتا ہے وہ اُسی سے کہ وہ اپنے کو شرف معیت حق سے دُور سمجھتے اور بے ادبون کی طرح خلاف رضا قدم رکھتے ہین۔ اور اس اعتراض کا دفعیہ اس مثال سے بھی ممکن ہے کہ ممکنات مین آفتاب گھورون پر بھی چمکتا ہے اور صاف ستھری چیزون پر بھی مگر نہ نجاست سے آلودہ ہوتا ہے اور نہ طہارت سے طاہر بلکہ وہ اپنی ذات مین دونون سے منزہ ہے حضرت مولانائے رومیؒ مثنوی شریف مین فرماتے ہین ؎

گر بجہل آئیم آن زندان اوست	در بعلم آئیم آن ایوان اوست
گر بخواب آئیم مستانِ وئیم	ور بہ بیداری بدستانِ وئیم
ور بگرئیم ابر پر رزق وئیم	ور بخندیم آن زمان برق وئیم
ور بہ خشم و جنگ عکس قہر اوست	ور بصلح و عذر عکس مہر اوست
ما کہ ایم اندر جہان پیچ پیچ	چون الف او خود چہ دارد ہیچ ہیچ
چون الف گر تو مجرد می شوی	اندرین رہ ہمچو مفرد می شوی
جہد کن تا ترک غیر حق کنی	دل ازین دنیاے فانی بر کنی

مولانا جامی شرح لمعات عراقی مین لکھتے ہین کہ ہر موجود کو حق تعالےٰ کیساتھ دو جہتون سے نسبت ہے ایک جہت معیت حق کی جیسے معیت روح جسم اور احاطہ و سریان حق اسمین بالذات بلا توسط کسی، دوسرے امر کے ہے اسی جہت کو طریق وجہ خاص کہتے ہین اور جو فیض اس طریق سے پہونچتا ہے وہ بے واسطہ ہوتا ہے اور بندہ کی توجہ کو اس جہت کے ساتھ توجہ بوجہ خاص کہتے ہین اور اسپر اُس جہت کا غلبہ اور اس کا اس مین استہلاک و اضمحلال اسی کو جذبہ کہتے ہین تو احاطہ و سریان کی مثال ایسے ہے جیسے روح کا جسم کو احاطہ کرنا یا جسم مین سرایت کرنا یا شخص کا اپنے عکس کو احاطہ کرنا اور دوسری جہت سلسلہ ترتیب کی ہے کہ جو فیض بندہ کو پہونچتا ہے وہ ان امور کے مراتب

برگذرنے اور اُن کے احکام سے رنگین ہونے پر بطور نزول کے اُس تک پہونچتا ہے اور جو شخص اسطرح سے عروج کے طور پر حق کی طرف پھرتا ہے وہ برابر اُسکے مراتب کے احکام کو چھوڑتا جاتا ہے اور اُسکے مرتبہ فوق پر ترقی کرتا جاتا ہے یہان تک کہ اُس اسم تک جو مبدأ تعین ہے پہونچ جاتا ہے اور اُسمین نیست و مضمحل ہوجاتا ہے تو وہی اس بندہ کی نسبت اُسکی تجلی ذاتی کی ہوجاتی ہے۔ اور اسی طریق کو سلسلہ ترتیب کہتے ہین اور بندہ کے اس طریقہ پر چلنے کو سلوک کہین گے اور اس سلسلہ ترتیب سے پہونچنے والے کو اگرچہ وہ کمتر ہون سالک اور اول کو واصل بطریق وجہ خاص کہینگے اور سلسلہ ترتیب والے کو احوال مراتب پر بھی احاطہ ہوتا ہے ایسا کہ طریق وجہ خاص والے کو نہین ہوتا اور واصل بطریق وجہ خاص کو جو رجوع ہوتی ہے اور سلسلہ ترتیب کے طریق پر مطلوب تک وصول ہوتا ہے اُسکو مجذوب سالک کہتے ہین اور سالک طریق سلسلہ ترتیب کا جو سلوک بوجہ خاص ختم ہوگا اور اسمین استہلاک ہوگا اُسکو سالک مجذوب کہین گے اور ان دونون مین سے ہر ایک دولت اقتدار و تربیت مریدین کے لائق سمجھا جائیگا۔ باقی تفصیل سالک و مجذوب اور سالک متدارک بالجذبہ اور مجذوب متدارک بالسلوک اور اُسکے اقسام و تعریف یہ سب شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے باب دہم عوارف مین تحریر کئے ہین جسکو تفصیل دیکھنا ہو اسی مین دیکھے فقط

سوال آپ سے پوچھا گیا کہ سکر کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ سُکر کہتے ہین ذکر محبوب کے مقابلہ کے وقت دل مین جوش پیدا ہونے کو اور خوف کہتے ہین قلوب مین اضطراب پیدا ہونے کو امور معلومہ سے سطوت محبوب کی وجہ سے اور یقین کہتے ہین تحقیق اسرار کو احکام امور غیبیہ کیساتھ اور وصل کہتے ہین محبوب سے اتصال اور اُسکے ماسواے منقطع ہونے کو اور انبساط کہتے ہین سوال کے وقت احتشام ساقط ہوجانے اور حال درست ہوجانے اور وحشت سے انس پیدا ہونے کو اور ذکر مین غیبت اسکو کہتے ہین کہ حالت ذکر مین اپنے نفس کو دیکھے اور حق سے غائب ہو اور یہ غیبت حرام ہے اور مقام مشاہدہ مین ترک حرمت اسکو کہتے ہین کہ شہود کے حال مین بتکلف وجد پیدا کرے کیونکہ تواجد بساط لقا پر ہوتا ہے اور مشاہدہ بساط قرب پر اور اُس مقام مین ترک حرمت حرام ہے۔ اور جو سُکر کہ مشاہدہ کے وقت حاصل ہوتا ہے وہ وہم و فہم مین نہین سماتا اسلئے محبت مین غلبت کا خیال نہین رہتا اور جب ارادہ قوی ہوجاتا ہے اور اُسکے ساتھ ذکر بھی ہوتا ہے اور مقصد کامیابی سے لڑجاتا ہے اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور جب مقصود دل پر چھا جاتا ہے تو وہ اس قلب کا مالک ہوجاتا ہے اور جب مالک ہوجاتا ہے تو اُس سے ارادہ غیر ساقط ہوجاتا ہے

اور ملک مملوک اس سے حقیقتاً ساقط ہوجاتی ہے۔ اور یہی حالت محبت خالصہ ہے اور جب تم اسکا ذکر کروگے تو تم محب ہو اور جب وہ تمہارا ذکر کریگا تو تم محبوب ہو اور خلق نفس کا حجاب ہے اور نفس حق کا حجاب جب تک انسان خلق کو دیکھتا ہے نفس کو نہین دیکھتا اور جب تک نفس کو دیکھتا ہے تب تک حق نظر نہین آتا لہذا فقر ایک موت ہے اور لوگ فقر مین عیش کرنا چاہتے ہین اور قال کی عوام اقتدا کرتے ہین اور حال کی خواص اور جب اللہ تعالی انبساط عطا کرتا ہے تو سالک منبسط ہوجاتا ہے اور رخصت عزیمت ہوجاتی ہے اور عزیمت سے دلالت ہوتی ہے تو رخصت ناقص الایمان کے لئے ہوتی ہے اور عزیمت کامل الایمان کے لئے اور ملک فانیین کے لئے اُسی وقت ایک قاری نے آپ کے روبرو لمن الملک الیوم پڑھا آپ فوراً کھڑے ہوگئے اور اور لوگ بھی آپ کی تعظیم کو کھڑے ہوے آپ نے اُن لوگون سے فرمایا ٹھہرو اور فرمایا کہ کون کہتا ہے ملک میرے لئے ہے اور اسکو کئی مرتبہ فرمایا اتنے مین ایک بزرگ ایک طرف سے اُٹھے جنکو شیخ احمد واراجی یا درار کہتے تھے اور وہ بڑے زاہد و عابد و وافر المجاہدہ تھے اُنھون نے کہا کہ مین کہتا ہون کہ ملک میرے لئے ہے کیونکہ خدا میرے لئے ہے اور اُسکے لئے میرا مثل کوئی نہین آپ نے زور سے ایک چیخ ماری اور فرمایا اے احمق تو اُسکا کب ہوا جو وہ تیرا ہوتا تو بلا کو اپنے ننگ و ناموس کے گرد آتے دیکھکر کب آگے بڑھا یہ سنکر اُنھون نے چیخ ماری اور جو سیاہ کملی اوڑھے تھے وہ اُتار کر پھینکدی اور جنگل کی طرف نکل گئے **نقل** ایک دن قاری مسعود بن عمر ہاشمی مقری نے آپ کے سامنے آیۂ کریمہ ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک[1] پڑھی فرمایا اے لڑکے چپ رہ پھر چیخ مار کر فرمایا کہ کب تک یہ کہوگے اور کب تک وانا لنحن المسبحون[2] کہوگے تم نے اپنے بھید کھولدیے اور ہم نے چھپائے تب قرب نے ہم کو فانی کردیا اور رویت نے مارڈالا اور اب کون ہمارا حال بیان کرسکتا ہے پھر سر مبارک اُٹھا کر فرمایا اے ملائکہ حاضر ہو کیونکہ اکثر یہ جماعت تمہاری جماعت سے کامل ہوتی ہے اور سکر حضرات صوفیہ کی اصطلاح مین کہتے ہین ظاہر و باطن کے احکام مین تمیز اُٹھ جانے کو نور عقل کے اشعۂ نور ذات مین خیرگی کرنے کی وجہ سے جسکی تفصیل یہ ہے کہ اہل وجد کے دو گروہ ہین ایک محبان ذات جن کے وجد کا منشا ذات ہوتی ہے دوسرے محبان صفات جن کے وجد کا منشا عالم صفات ہوتا ہے محبان صفات کے وجد مین وقفے وطفرے بہت پڑتے ہین بخلاف محبان ذات کے وجد کے کہ اُس مین بوجہ عموم ذات وخصوص

[1] اور ہم پڑھتے ہین تیرے خوبیان اور یاد کرتے ہین تیری پاک ذات ۱۲ منہ [2] اور بیشک ہم ہی تسبیح کرنے والے ہین ۱۲ منہ

صفات کے یہ امور نہین ہوتے اور جو وجد کہ عالم صفات سے ہوتا ہے اُسکو اس قدر قوت نہین ہوتی جسقدر اُس وجد کو ہوتی ہے جو آثار انوار ذات سے ہوتا ہے تو واجد ذات وجد کے ابتدائی حال مین قوت وغلبہ کی وجہ سے حال کا مغلوب ہو جاتا ہے اور اُسکی عقل جو تمیز وبصیرت قلبی کا رابطہ ہوتی ہے بوجہ تواتر اشعہ نور ذات اور اُسکے غلبہ کے پراگندہ بلکہ خیرہ ہو جاتی ہے اور سررشتہ تمیز اُسکے تصرف و اختیار سے جاتا رہتا ہے جیسا کہ محل حکم ظاہر جو باعث تفرقہ ہے محل حکم باطن یعنی جمع سے علٰحدہ نہین سمجھا جاتا اور ربوبیت کے اسرار جو خزانہ عزت مین مکنون ہین ظاہر ہونے لگتے ہین اسی وجہ سے سبحانی اور انا الحق کلمات بحالت انبساط زبان سے نکل جاتے ہین اور حضرات صوفیہ اس وجد کو باعتبار قوت کے غلبہ حال کہتے ہین اور باعتبار رفع تمیز کے سُکر اور صحو کہتے ہین قوت تمیز کا عود کرنا اور احکام جمع وتفرقہ کا اپنے محل ومستقر پر رجوع کرنا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب سالک کی ہستی نہایت حال مین غلبہ انوار ذات کی وجہ سے فانی ومستہلک ہو جاتی ہے تو حق تعالے نشاۂ ثانیہ مین اُسکو ایک ہستی باقی عطا کرتا ہے تاکہ وہ انوار ذات کی تجلیات سے متلاشی ومضمحل نہو اور جس صفت سے کہ وہ فانی ہوا ہے وہ اعادہ کر آئے لہذا عقل بھی جو رابطہ تمیز ہے پلٹ آتی ہے اور لوث حدوث سے پاک ہوتی ہے اور بہ بقائے حق باقی ہوتی ہے بلکہ ایک برزخ ہو جاتی ہے روح ونفس کے درمیان مین کہ جو کسی عروج مین اپنی حد سے تجاوز نہین کرتی نہ ایک دوسرے کی نفی کرتی اور حکم جمع کو اپنی مستقر کی طرف جو عالم برزخ ہے راجع کر دیتی ہے اور حکم تفرقہ کو بھی اپنے محل کی طرف جو عالم نفس ہے رو کر دیتی ہے اور ترتیب افعال وتہذیب اقوال وحفظ آداب وکتم اسرار مین ہر ایک کو دوبارہ قائم کر دیتی ہے اسطرح پر کہ آفت زوال سے مامون رہے اور جسطرح تواجد مقدمہ وجد ہی ویسے ہی تساکر بھی مقدمہ سُکر ہے اور مُتساکر متواجد ہوتا ہے جو مقام سُکر تک پہونچا ہوا نہین ہوتا اور مشتاق ومتطلع وہ ہے جسکو تصرف غلبہ حال نے ایک جھبک مین تفرقہ سے علٰحدہ کر لیا ہو تو متساکر اہل وجد ہوتا ہے اور سکران اہل غلبہ وجد اور صاحی اہل وجود اور بعضون کے نزدیک متساکر کو اہل ذوق کہین گے اور سکران کو اہل مشرب اور صاحی کو اہل ریّ اور ذائق سے مراد وہ واجد ہے کہ جس کے وجد کی چنگاری جلد بجھ جائے مثل اُس شخص کے کہ شراب تھوڑی سی چکھ لے اور شارب واجد سے مراد وہ ہے جس کا وجد متواتر ومتلاحق ہو اور اُسکی عقلی قوت اُسکے غلبات سے مغلوب ہو اُس شخص کی طرح کہ جو شراب کے پیالہ پیالہ پیے اور اُسکی قوت تمیز جاتی رہی اور ریان سے مراد وہ واجد ہے جو نہایت تمکن وقوت حال کی وجہ سے تواتر وجد سے متغیر ومتاثر نہو اُسکی

مثال دائم الخمر کی طرح ہے جسکی جزو طبیعت شراب ہوگئی ہو جس قدر چاہے پئے مگر مست نہو اور نہ تمیز کی حد سے باہر جائے واللہ اعلم **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت منصور حلاج کے انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کی کیا وجہ تھی **جواب** آپ نے فرمایا کہ منصور نے چونکہ راہ عشق قطع کی اور اُس سے جوہر سر محبت کو بیکر خزانہ قلب سے زائد پوشیدہ جگہ مین رکھا اور اپنا حال لوگون سے اشارتاً بیان کیا تو جب بصیرت اُنکی نور جمال محبت کے مقابل ہوئی تو موجودات کے دیکھنے سے اُنکی نظر بیکار ہوگئی تب اُنکو گمان ہوا کہ مکان اغیار سے خالی ہے لہذا اُنھون نے اُس جوہر سر محبت پلنے کا اظہار کردیا اسوجہ سے قطع وقتل دونون کے مستحق ہوگئے اور حیات انسانی ہی اس سر محبت کی مالک ہے جسے انتہائی درجہ محبت کے سوا کہین قناعت ہی نہین لہذا وہی درجہ فنا ہے اور بایزید نے اپنی محبت ظاہر نہ کی اور اپنے عشق سے کسی کو خبر نہ دی تو جب وہ منتہائے درجات نہایات پر پہونچے تو تعب راہ سے ایک غبار اُنکے مونہہ پر پڑا لہذا شکر کیلئے بمصداق وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[1] کلمہ سبحانی کہہ ڈالا چنانچہ جب حلاج معشوق کے دروازہ پر پہونچے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آواز آئی کہ اے حلاج یہان کوئی نہین پہونچ سکتا جب تک صفات بشریت سے خالی نہو جائے اور آدمیت سے گذر نہ جائے لہذا وہ زندگی ہی مین عشق کی آگ مین پگھل گئے اور دروازہ پاس ہی روح کو سپرد کردیا اور حجاب کے پاس جان گنوادی اور مقام دہشت مین حیرت کے پیرون سے کھڑے رہ گئے پھر جب مقام فنا نے اُن کو گونگا کردیا تو سکر نے بُلوایا تب وہ انا الحق کہہ اُٹھے اُسی وقت دربان ہیبت نے جواب دیا کہ آج کے دن تو تم قطع اور قتل کئے گئے اور کل قریب اور واصل ہوگئے پھر زبان حال بول اُٹھی کہ جان دیکر محبوب کا دیکھنا کچھ گران نہین بلکہ ارزان ہے اور ابو یزید اندر دروازہ سے نہایت خوش خوش نکلے اور جگہ بھی اچھی پائی اور باغ بھی سرسبز وشاداب دیکھا اور دست قدرت نے اُنکی نوبت قرب کو بھی اُسی میدان مین بجایا اور سابقہ عنایت ازدی نے مشاہدہ کے خیمے اُس مرغزار مین نصب کردیے تب اُن کی دو زبانین ناطق ہوگئین اور دو نور چمکنے لگے ایک زبان سے ترانہ تمجید پیدا ہوا اور دوسری زبان سے حقائق توحید اُسی وقت زبان طرب تمجید نے فرمایا کہ مین نے کسی چیز کو نہین دیکھا مگر یہ کہ اللہ کو اُس سے پہلے دیکھ لیا اور زبان حقائق توحید نے جواب دیا کہ پاکی اور تنزیہ مجھکو ثابت ہے تب نور وجدان نے پکارا کہ پہلے قرب نے مجھے فانی کیا پھر زندہ کیا اور نور وصل نے آواز دی کہ مین

[1] اور جو احسان تیرے رب کا ہے وہ بیان کر ۱۲ منہ

حق ہون حق نے مجھکو باقی کیا پھر مدارج معرفت پر پہونچایا لہذا تقدیس و تنزیہ رحمٰن کیلئے ثابت ہے ۱۲ ہ

دار معشوق بجز رنج اگرچہ بود نزدیکم	لیک در ضمن وصال است بلاہا بسیار

نیز جب حلاج کے شوق مین زیادتی ہوئی اور انکی آتش عشق شعلہ زن ہوکر طالب وصال ہوئی تو ود بساط امتحان پر بٹھائے گئے اور ان سے کہا گیا کہ اے ابن منصور اگر تم عاشق صادق ہو تو اپنے جان کو خرچ کرو تاکہ ہمارے وصال باقی کی منزل مین پہونچو تب اُنھون نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور انا الحق کہہ اُٹھے اور اُسی ساعت مار ڈالے گئے اور مصداق آیۂ کریمہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ہوئے اسی طرح جب شیطان نے خدا کی نافرمانی کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور انا خیر منہ بول اُٹھا اُسیوقت سے وہ للکار اور پھٹکار کا مستحق ہوا گیا وہ نہین جانتا تھا کہ اُسکو کس نے پیدا کیا اور حضرت ابن منصور کے سویدا ے دل پر جب سکر محبت غالب ہوا اور انکے سر پر سلطان عشق کا غلبہ ہوا تو وہ حیرت طلب کیوجہ سے لفظ انا کہہ اُٹھے اور شیطان کے سر ہمت مین چونکہ نخوت کبر آگئی لہذا تبختر اور شرارت اس مین پیدا ہوگئی اس لیئے انا خیر منہ کہا تو جسپر سکر حب مولی غالب ہوا وہ تو دولت قرب و وصل محبوب پر فائز ہوا اور جس نے اپنی طرف عجب اور غرور سے دیکھا اُسکی سزا ہوئی کہ وہ غرور اور لعنت کی تلوار سے مارا گیا اور حلاج کے بارہ مین آپ نے اور بھی بہت کچھ فرمایا ہے جس سب کو حافظ ابو الفرج ابن جوزی نے اپنی کتاب درر الجواہر من کلام الشیخ عبد القادر مین لکھا ہے اور حافظ محمد بن رافع اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ مین نے ابراہیم بن سعد بن محمد بن غانم بن عبد اللہ تغلبی دومی سے اُٹھارہ ماہ ذیقعدہ ۶۳۹ھ مین دار الحدیث قاہرہ مین سُنا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت سے کسی نے حلاج کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک باز دتھے جنکا دعوے بہت کچھ ہوگیا تھا لہذا انپر شریعت کی قینچی چلی جس نے اُس باز و کو کتر ڈالا سوال پھر آپ سے پوچھا گیا کہ منصور نے جو انا الحق کہا اور بایزید نے سبحانی اس مین کیا سر تھا اگر منصور سبحانی اور بایزید انا الحق کہتے تو کیسا تھا جواب فرمایا کہ مین کسی کو ایسا نہین دیکھتا جس سے یہ اسرار بیان کرون علامہ ابن حجر مکی فتاوے حدیثیہ مین لکھتے ہین کہ حضرات عارفین کے بعض اوقات حالات ایسے ہوتے ہین جن مین اُنکو بدیدۂ علم و بصیرت حق کا شہود ہوتا ہے تو جب یہ شہود پورا ہوجاتا ہے تو وہ بالکل اپنی خودی اور سب چیزون سے غافل ہوجاتے ہین اور غیر حق کا انھین شعور ہی نہین رہتا اور اس حالت مین وہ

ل؎ اور تو نہ گمان کر کہ جو لوگ مارے گئے اللہ کے راہ مین وہ مردہ ہین ۱۲ منہ

قرب اقدس کے زبان سے متکلم ہوتے ہین اور وہ قرب وہ ہے جسکی طرف حدیث شریف فاذا احببتہ کنت سمعہ وبصرہ الخ مین اشارہ ہے اور وہ اپنے نفوس کے لئے مجازاً دایہا ما نہ حقیقتاً وہ بات کرتے ہین جو حق تعالے لپنے نفس مقدس کے متعلق کہہ چکتا ہوتا ہے اور یہ اُس اتحاد کے لحاظ سے نہین جو عین کفر والحاد ہے بلکہ بوجہ اتحاد اُس شہود کے جس نے اُس حکم کو ذات حق ہی کے لئے قرار دیا ہے توانا الحق اور سبحانی کے معنی یہ ہوئے کہ مجھ پر حق تعالے نے اپنی شہود سے تجلی فرمائی یہانتک کہ گویا مین حق ہوگیا یہ سب اُسوقت ہے کہ اُنسے یہ کلمات حالت صحو مین صادر ہوے ہون اور اگر حالت غیبت مین صادر ہوے ہون تو یہ کلمات ان شطحیات سے ہونگے جنپر کوئی حکم نہین کیونکہ حکم اُنھین الفاظ پر ہوتا ہے جو حالت صحو واختیار مین بولے جاتے ہین اور جو غیبت کے حال مین زبان سے نکلین اُنپر کوئی حکم نہین اسی قسم سے حضرت ابی یزید کا یہ ارشاد بھی ہے کہ لیس فی جُبّتی سوی اللہ تو اگر یہ مقولہ صحو کی حالت کا ہو تو اُسکے بھی وہی معنی ہونگے جو اوپر بیان کئے گئے اور اگر ایسا نہین ہے تو پھر اُس کے کوئی معنی نہین اور نہ اُسپر کوئی حکم ہو سکتا ہے **سوال** پھر آپ سے پوچھا گیا کہ شیطان انا کہنے سے کیون مردود ہوا اور حلاج انا کہنے سے کیون مقرب ہوئے یہ کیا بات تھی **جواب** فرمایا کہ حلاج نے انا کہکر فنا چاہی تاکہ حق بلا غیر باقی رہے اسوجہ سے وہ مجلس وصال مین پہونچائے گئے اور اُن کو خلعت بقا دی گئی اور شیطان نے انا سے صرف اپنی بقا چاہی لہذا اسکی ولایت مٹ گئی اور نعمت چھین لیگئی اور درجہ توڑ دیا گیا اور باعلان اُسپر لعنت ہوئی ؎

از رہ گذر خاک سر کوی شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر اُفتاد

فائدہ حضرت حسین ابن منصور حلاج کا حال

یہ بزرگان طبقہ ثالثہ سے تھے اور بیضار کے رہنے والے کہ جو ایک شہر ہے فارس مین انکی کنیت ابو المغیث تھی انھون نے عراق مین نشوونما پائی اور یہ خود تو حلاج نہ تھے لیکن ان کا ایک دوست حلاج تھا جسکی دوکان پر یہ ایک روز گئے اور کہا کہ تم میرا فلان کام کرلا دُاس نے لپنے کام کا عذر کیا آپ نے کہا کہ تم جاؤ مین تمھارا کام کر دونگا چنانچہ جب وہ انکے کام کو چلا گیا تو انھون نے اپنی انگلیون سے اُسکی روئی کی طرف اشارہ کیا ایک دم مین بہت سی روئی اپنے تخم سے علیحدہ ہوگئی جب سے لوگ ان کو حلاج کہنے لگے اور اصلی حلاج نے پلٹ آکر جو دیکھا

تو بہت سی عبارت روی یافعی دمیری حیوۃ الحیوان مین بعد نقل اس حکایت کے لکھتے ہین کہ بعضے وجہ بھی انکے حلاج کے
جسا نیکی کہتے ہین کہ یہ اسرار بہت بیان کیا کرتے تھے اسوجہ سے انکو لوگ حلاج اسرار کہنے لگے نفحات الانس مین ہے
کہ یہ واسطا اور عراق مین رہے اور حضرت جنید اور شیخ ابو الحسن نوری[1] کی صحبت اٹھائی اور شیخ عمرو بن عثمان مکی کے
شاگرد تھے حیوۃ الحیوان مین ہے کہ انسے اور حضرت شبلی وغیرہ مشائخ صوفیہ سے ملاقات تھی مشائخ انکے بارہ
مین مختلف تھے بعضے انکی بہت تعظیم کرتے تھے اور بعضے لوگ کافر کہتے تھے اور بعضے متوقف تھے
چنانچہ یہ قول امام یافعی کا ہے نفحات مین ہے کہ بہت لوگ انکے منکر تھے سوا ان چند صاحبون کے
یعنی حضرت ابو العباس عطا اور حضرت شبلی اور شیخ ابو عبد اللہ خفیف[3] اور شیخ ابو القاسم نصر آبادی اور
شیخ ابو العباس سریج کہ انھون نے انکے قتل کی اجازت نہین دی اور نہ فتوے پر دستخط کئے اور یہ کہا
کہ ہم نہین جانتے کہ وہ کیا کہتے ہین کشف المحجوب مین ہے کہ تمام متاخرین نے ان کو مانا ہے اور بعضے
مشائخ متقدمین نے جو انکار کیا ہے وہ کچھ اسوجہ سے نہین کیا کہ وہ انکی دینی حالت کے متعلق
منکر تھے بلکہ اور وجوہ سے تھے کیونکہ مہجور المعاملت مہجور الاصل نہین ہوتا اور متاخرین مین سلطان
طریقت شیخ ابو سعید ابو الخیر کا قول انکے بارہ مین ہے کہ یہ بڑے عالی حال شخص تھے اور انکے
زمانہ مین انکا مثل کوئی مشرق و مغرب مین نہ تھا شیخ عبد اللہ انصاری فرماتے تھے کہ مین بموافقت
مشائخ و رعایت شریعت و علم انکو نہین مانتا اور نہ رد کرتا ہون سب کو ایسا ہی کرنا چاہیئے اور
اس بارہ مین توقف کرنا چاہیئے اور جو شخص انکو مانتا ہے اسکو مین زیادہ دوست رکھتا ہون
نہ ماننے والے سے شیخ ابو عبد اللہ بن خفیف فرماتے تھے کہ حسین بن منصور امام ربانی تھے اور شیخ الاسلام

---

[1] حضرت شیخ ابو الحسن نوری کی وفات حضرت جنید سے قبل سنہ ۲۹۵ھ مین ہوئی اور یافعی نے [illegible] لکھا ہے ۱۲ منہ

[2] ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی پیر مرید سید الطائفہ اور استاد حسین بن منصور کے تھے اور ابو سعید خراز کے ہم صحبت تھے اور عبد اللہ نباجی کو بھی دیکھا تھا اور خود کہتے تھے کہ مین نے عبد اللہ نباجی کی صحبت سے زیادہ کسی کی صحبت نافع تر نہین پائی علوم حقائق کے بڑے عالم تھے جب انکا وعظ دقیق ہونے لگا تو لوگون نے ان کو کلام کی طرف منسوب کر کے چھوڑ دیا اور گھر سے نکال دیا جب یہ جدے مین آگئے تو وہان والون نے انکی بہت تعظیم کی اور وہان کا قاضی مقرر کیا اصل مین یمن کے رہنے والے تھے اور سادات اور بزرگان قوم سے تھے ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ مین لکھا ہے کہ ان کی وفات بغداد مین سنہ [illegible] مین اور ایک قول مین [illegible] اور ایک مین [illegible] مین ہوئی اور بعضے کہتے ہین کہ مکہ مین وفات پائی مگر قول اول صحیح ہے کذا فی نفحات الانس ۱۲ منہ

[3] شیخ ابو عبد اللہ بن خفیف شیرازی طبقہ خامسہ سے تھے ان کی وفات سنہ [illegible] مین ہوئی کذا فی النفحات ۱۲ منہ

کا بھی یہی قول ہے لیکن انکا ارشاد اسقدر زائد ہے کہ وہ ہر شخص سے ایسی بات کہنے لگے کہ جو کہنا نہین چاہیے تھا یعنی اُنھون نے شریعت کی رعایت نہین کی اسوجہ سے اُنکے ساتھ یہ واقع ہوا یا اینہمہ وہ ہزار رکعت نماز رات و دن مین پڑھتے تھے اور جس رات کی صبح کو وہ مارے گئے پانسو رکعتین پڑھ چکے تھے شیخ الاسلام کہتے تھے کہ ان کو لوگون نے ایک مسئلہ ابہامی کی بدولت مار ڈالا حالانکہ وہ محض ظلم تھا اور وہ یہ تھا کہ لوگون نے غلط کہدیا کہ یہ پیغمبری کا دعوےٰ کرتے ہین شیخ ابو العباس سریج کا نام احمد بن عمران بن سریج تھا انکی وفات سنہ ۳۰۶ھ مین ہوئی انکی بزرگی کیوجہ سے لوگ ان کو چھوٹے شافعی کہتے تھے اور ابو العباس بن عطا کا نام احمد بن محمد بن سہل بن عطا بن الآدمی تھا وہ بغداد کے رہنے والے تھے اور حلاج کی وجہ سے ماہ ذی القعدہ سنہ ۳۰۹ھ اور ایک قول مین سنہ ۳۱۱ھ مین مارے گئے قاہر باللہ کے زمانۂ خلافت مین جس وزیر نے کہ حلاج کو مارا تھا اُس نے ان سے پوچھا کہ تم حلاج کے بارہ مین کیا کہتے ہو اُنھون نے کہا کہ تم خود اتنا مال رکھتے ہو کہ اُس سے خیال ہٹا نہین سکتے لوگون کا مال پھیر دو وزیر نے کہا کہ تم مقابلہ کرتے ہو اور حکم دیدیا کہ انکے ایک ایک دانت اُکھاڑ ڈالے جائین چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ ایک ایک دانت انکے اکھاڑے جاتے تھے اور وہی سر پر چونکے جاتے تھے اسی مین انکا انتقال ہوگیا انتہی کذا فی النفحات۔

تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ حسین بن منصور حلاج کے واقعات عجیب وغریب تھے اور طریقہ خاص تھا اور نہایت سوز واشتیاق اور شدت سوز فراق مین مست وبیقرار اور شوریدہ روزگار اور صاحب وجد وجہد وعالی ہمت اور رفیع القدر اور صاحب سخن زیبا تھے ان کی بہت سی تصانیف مشکل عبارات اور مغلق کلمات مین تھین اور حقائق واسرار ومعانی ومعارف مین کامل تھے اور کلام نہایت فصیح وبلیغ تھا ایسا کہ اس زمانہ مین کسی اور کا نہ تھا انکے اول وآخر سب اوقات کی بنا بلا پر تھی اکثر مشائخ انکے منکر تھے اور کہتے تھے کہ یہ تصوف جانتے ہی نہین مین البتہ ابن عطا اور عبد اللہ ابن خفیف اور ابو بکر شبلی اور ابو القاسم نصر آبادی اور متاخرین الا ماشاء اللہ انکو مانتے تھے اور شیخ ابو سعید ابو الخیر اور شیخ ابو القاسم گرگانی اور شیخ ابو علی

سلہ انکی وفات شب جمعہ چوتھی شعبان سنہ ۳۳۴ھ مین ہوئی کذا فی سفینۃ الاولیاء ۱۲ سلہ انکی وفات سنہ ۳۷۱ھ مین ہوئی کذا فی سفینۃ الاولیاء ۱۲ سلہ انکی وفات سنہ ۴۷۷ھ مین ہوئی اور مزار طوس مین ہے اور فارمد ایک گاؤن ہے مضافات طوس سے کذا فی سفینۃ الاولیاء اور نفحات مین فارمدی بمیم کسیاتھ ہے واللہ اعلم اور فارمد بفتح فا و را اور دونوکے درمیان مین الف پھر میم بقول ابن سمعان اور بعضے میم کو ساکن پڑھتے مین یا ایک

[illegible]

فارمدی اور خواجہ یوسف ہمدانی بھی انکے معتقد تھے اور بعضے متوقف تھے شیخ ابو القاسم
قشیری کا قول ہے کہ اگر وہ مقبول تھے تو خلق کے مردود کرنے سے مردود نہو جائینگے اور اگر
مردود تھے تو خلق کے قبول کرنے سے مقبول نہو جائینگے اور بعضے انکو ساحر کہتے تھے اور بعضے
اصحاب ظاہر کافر بتاتے تھے اور بعضے کہتے تھے کہ انکا میلان اتحاد کی طرف تھا اور بعضے حلولی
کہتے تھے مگر جس نے بوے توحید سونگھی ہوگی وہ ہرگز حلول و اتحاد کے خیال مین نہ پڑیگا
اور جو ایسا سمجھے گا اُسکے متعلق خیال کر لینا چاہیئے کہ توحید ہی نہین جانتا ہے اس بیان کی
تفصیل طول طویل ہے یہان اُسکے بیان کی گنجایش نہین اور بغداد مین ایک گروہ بیدینون کا
ایسا گذرا ہے کہ جو حلول یا اتحاد کی غلطی مین پڑکر اپنے آپ کو اُنکی طرف منسوب کرکے حلاجی
مشہور کرتے تھے اور ان کی بات بے سمجھے ہوئے اُن کے مارے جانے اور جلاے جانے
پر محض تقلیداً فخر کرتے تھے چنانچہ دو شخصون کو بلخ مین یہی واقعہ پیش آیا کہ جو انکو پیش آیا تھا
حالانکہ اس واقعہ مین تقلید شرط نہین ہے مگر تعجب معلوم ہوتا ہے کہ درخت سے انی انا اللہ
کی آواز نکلنا جائز سمجھا جاے اور منصور کا انا الحق کہنا ناجائز کہا جاے ممکن ہے کہ جیسے حق تعالی
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ناطق ہوا ویسے ہی حسین منصور کی زبان سے بھی ہوا ہو اور
یہ نہ حلول ہے نہ اتحاد بعضے کہتے ہین کہ حسین بن منصور حلاج اور تھے اور حسین منصور ملحد بغدادی
اور کہ جو محمد ذکریا کے اُستاد تھے اور ابو سعید قرمطی کے رفیق وہ البتہ ساحر تھے اُنھون نے شہر
واسط مین پرورش پائی تھی حضرت شبلی کا قول ہے کہ مین اور حلاج ایک چیز ہون مجھکو لوگون
نے چونکہ دیوانہ کہا مین چھوٹ ہوگیا اور اُن کو اُن کی عقل نے ہلاک کرادیا عبداللہ بن خفیف
کہتے تھے کہ حسین بن منصور عالم ربانی تھے لہذا اگر وہ واقعی مطعون ہوتے تو یہ دونون بزرگ
اُن کے حق مین ایسا کچھ نہ فرماتے اور اُن کے ساتھ گمان نیک رکھنے کے لئے یہ دو گواہ کافی
ہین بالجملہ یہ زندگی بھر عبادت و ریاضت مین مشغول اور بیابان معرفت و توحید مین سرگردان رہے
اور اہل صلاح و شرع کے لباس مین اور شرع و سنت پر قائم رہے اگر ان سے ایک ایسی
بات ظاہر ہوگئی کہ جس کی کہنے والی خود حقیقت تھی تو وہ بدعت کیسے ہوگی اور بعضے

۱؎ خواجہ یوسف ہمدانی کی وفات ہرات سے مرو لوٹتے وقت ماہ ۵۳۵ھ مین ہوئی جہان انتقال ہوا تھا وہین دفن کئے گئے پھر بعد چند روز کے مرو مین نقل کیے گئے وہین انکا مزار ظاہر اور مشہور ہے ۱۲ نفحات ۲؎ انکا نام عبدالکریم ابن ہوازن قشیری تھا یہ مرید ابو علی دقاق اور استاد ابو علی فارمدی کے تھے انکی وفات ۱۶ ربیع الآخر ۴۶۵ھ مین ہوئی ۱۲ نفحات

مشائخ جو انکے منکر تھے وہ کچھ انکے مذہب و دین کی وجہ سے نہین منکر تھے بلکہ اور مشائخ کی ناخوشی اور قربانی کیوجہ سے کہ جس کا یہ ثمرہ ہوا۔ پہلے یہ تستر مین آئے اور دو برس تک حضرت سہل[۱] بن عبد اللہ تستری کی صحبت مین رہے پھر بغداد گئے پہلے سفر مین اُن کی عمر اٹھارہ برس کی تھی پھر وہان سے بصرہ گئے اور بصرہ سے اور مقامات پر اور حضرت عمر بن عثمان مکی سے انتساب کیا اور اٹھارہ مہینہ تک اُن کی صحبت مین رہے اُسی زمانہ مین ابو یعقوب[۲] اقطع نے اپنی لڑکی کا نکاح ان سے کر دیا بعد اسکے عمر ان سے خفا ہو گئے تب انھون نے وہ گنج نامہ اُٹھا لیا اور بغداد مین حضرت جنید کے پاس آئے آپ نے اُن کو خلوت کا حکم دیا چند دنون یہ اُن کی صحبت مین رہ کے پھر حجاز گئے ایک برس تک وہان رہے پھر بغداد مین آئے اور ایک جماعت صوفیہ کے ساتھ پھر حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ان سے ایک مسئلہ پوچھا انھون نے کچھ جواب نہ دیا اور فرمایا کہ عنقریب تم لکڑی کے ٹکڑے کا سر سرخ کروگے یعنی سولی پر چڑھائے جاؤگے انھون نے کہا مین اس دن سولی کا سر سرخ کرونگا جس دن تم اہل ظاہر کے لباس مین ہوگے پھر یہ بلا اجازت حضرت جنید کے اپنی بی بی کو لے کر تستر چلے آئے اور ایک برس کے قریب وہان رہے وہان انکو قبولیت عامہ حاصل ہوئی یہ کسی بات مین اپنے زمانہ والون کو کچھ سمجھتے نہ تھے اسی وجہ سے لوگون کو ان سے حسد شروع ہوا اور عمر بن عثمان نے اِن کے بارہ مین خوزستان مین خطوط لکھکر وہان والون کو ان سے برگشتہ کر دیا ان اُمور سے خود دل برداشتہ ہو گئے تب صوفیہ کا خرقہ اُتار ڈالا اور عبا پہن کے اہل دنیا کی صحبت اختیار کی اصل یہ ہے کہ ان کو یہ سب برابر تھا چاہے جیسا اور جس کا لباس پہنتے پھر پانچ برس تک لاپتہ رہے اور اُسی زمانہ مین کچھ دنون خراسان اور ماوراء النہر اور

---

[۱] یہ طبقہ ثانیہ سے تھے اور انکی کنیت ابو محمد تھی یہ کبرا قوم اور علما گروہ صوفیہ قوی الاحوال سے تھے لیکن کلام مین ضعیف تھے حضرت ذو النون مصری کے شاگرد تھے اور اپنے ماموں محمد بن سوار کے مصاحبین سے اور حضرت جنید کے اقران سے حضرت جنید کے قبل ماہ محرم ۲۸۳ھ مین انکی وفات ہوئی اسی برس کی عمر پائی انتہی ملخصاً عن النفحات و طبقات الکبریٰ شعرانی مین ہے کہ ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری ابن یونس بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن رفیع تستری ائمہ قوم اور اکابر علما متکلمین سے تھے علوم اخلاص و ریاضات و عیوب مین عدیم النظیر تھے اور محمد بن سوار کے مصاحبین سے اور ۲۰۰ھ مین جب یہ مکہ کو چلے تو حضرت ذو النون مصری سے بھی ملاقات کی انکا انتقال ۲۸۳ھ مین ہوا انتہی اور تستر بضم تا اول و فتحہ تا ثانیہ ایک شہر کا نام ہے ۱۲ منہ

[۲] یہ حضرت جنید کے کاتب اور اصل تھے مکہ مین رہتے تھے ۱۲ نفحات

نیمروز اور سیستان اور کرمان مین رہے پھر فارس گئے اور وہان کے لوگون کے لئے کتابین تصنیف کین اور خاص وعام مین مقبول ہوئے اور اسرار علانیہ کہنے لگے لوگون نے انکا نام حلاج الاسرار رکھ لیا پھر بصرہ گئے اور دوبارہ مرقعہ صوفیہ پہنکر حرم کا قصد کیا اس سفر مین انکے ساتھ مرقعہ پوش کثرت سے گئے جب مکہ پہونچے تو ابو یعقوب[له] نہرجوری نے ان کو ساحر مشہور کیا وہان سے پھر بصرہ آئے اور ایک برس رہ کر اہواز آئے اور کہنے لگے کہ مشرکون کے شہرون مین مین اس غرض سے جاتا ہون کہ خلق خدا کو خدا کی طرف بلاؤن اُسکے بعد ہندوستان پھر خراسان گئے وہان سے ماوراء النہر گئے پھر ماچین گئے اور سب مقامات پر ارشاد وہدایت کرتے رہے اور کتابین تصنیف کین جب سب کہین سے پلٹ آئے تو تمام اطراف سے لوگون نے ان کے نام خطوط لکھے ہندوستان کے خطوط مین انکا نام ابو المغیث لکھا گیا اور چین کے خطوط مین ابو المعین اور خراسان کے خطوط مین ابو المغیرہ اور پارس کے خطوط مین ابو عبد اللہ زاہد اور خوزستان کے خطوط مین حلاج الاسرار اور بغداد کے خطوط مین مصطلم اور بصرہ کے خطوط مین مخیر غرضکہ آپ کے بارہ مین مختلف رائین ہوگئین۔ اسکے بعد مکہ گئے وہان دو برس رہے جب واپس ہوئے تو حالت متغیر ہوکر دوسری حالت پر ہوگئے اور خلق خدا کو معانی کی طرف دعوت کرنے لگے کہ جس کو کوئی سمجھتا ہی نہ تھا چنانچہ نقل ہے کہ ان کو پچاس شہرون سے لوگون نے نکالا اور وہ زمانہ عجیب ہی زمانہ گذرا انتہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ محققین انکی طرف سے عذر کرتے ہین اور جو کلمات کہ ان سے صادر ہوئے اُن کے جوابات عمدہ تاویلات سے دیتے ہین از انجملہ حضرت قطب العارفین استاذ العارفین سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور امام الطریقت ولسان الحقیقت شیخ بہاء الدین سہروردی اور امام رفیع المقام حجۃ الاسلام ابو محمد غزالی رضی اللہ عنہم ہین اور جو لوگ کہ انکو مانتے اور انکے حال کو صحیح جانتے ہین وہ ان کو محققین اور ائمہ صوفیہ عارفین سالکین مرشدین مین سے شمار کرتے ہین اُن مین سے شیخ ابو العباس بن عطا اور شیخ ابو القاسم[عه]

له یہ طبقہ رابعہ سے تھے ان کا نام اسحاق بن محمد تھا حضرت جنید اور عمرو بن عثمان مکی کے مصاحبین سے تھے اور ابو یعقوب سوسی کے شاگرد برسون مکہ شریف مین رہے اور وہین وفات پائی سنہ ٣٣٠ مین ١٢ نفحات عه یہ طبقہ خامسہ سے تھے انکا نام ابراہیم بن محمد بن محمویہ تھا نیشاپوری تھے اور ابراہیم بن شیبان کے شاگرد تھے اور شبلی اور رودباری کو بھی دیکھا تھا اور ابو علی رودباری اور ابو محمد مرتعش اور ابوبکر طاہر ابہری وغیرہ کے مصاحبین سے نیشاپور مین ٣٦٧ھ مین انھون نے وفات پائی انتہی ملخصاً عن النفحات ١٢ منہ

نصرآبادی اور شیخ ابو عبداللہ بن خفیف ہین اور حضرت غوث الثقلین کا ارشاد تو انکے بارہ مین وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف مین لکھتے ہین کہ حضرت ابی زید سے جو منقول ہے کہ انھون نے سُبحانی مَا اعظم شانی کہا تو حاشا انکا اعتقاد اپنے ساتھ ایسا نہ تھا بلکہ اُنھون نے یہ جناب باری سے بطور حکایت کہا اور ایسے ہی حلاج کے انا الحق کے متعلق بھی اعتقاد کرنا چاہیے امام غزالی اپنی کتاب مشکوۃ الانوار مین لکھتے ہین کہ تمام حضرات عارفین کا اتفاق اس امر پر ہے کہ جب ان کو آسمان حقیقت پر عروج ہوتا ہے تو وہ سوائے خدای واحد کے کسی کو موجود نہین دیکھتے اب اُن مین بعضے ایسے ہوتے ہین کہ جن کا یہ حال بطور عرفان علمی کے ہوتا ہے اور بعضے ایسے ہوتے ہین کہ جن کو یہ حالت ذوقی حال مین ہوجاتی ہے اور اُن کی دید سے کثرت بالکل اُٹھ جاتی ہے اور فردانیت محضہ مین مستغرق ہوجاتے ہین اور کچھ طاقت اُن مین باقی نہین رہتی نہ غیر کے یاد کی نہ اپنے یاد کی اور اُن کے نزدیک سوا اللہ کے کچھ باقی ہی نہین رہتا اور اپنے سے ایسے مست و بیخبر ہوجاتے ہین کہ اُنکی عقلین ایسے وقت مین کام نہین دیتین اُنھین مین سے کوئی انا الحق بول اُٹھتا ہے اور کوئی ما فی جبتی الا اللہ اور ظاہر ہے کہ عشاق کی باتین ایسی حالت سُکر کی پیچیدہ ہوتی ہی ہین لائق بیان نہین ہوتین پھر جب وہ ولولہ کی حالت کم ہوتی ہے اور ہوش مین آجاتے ہین تو سمجھتے ہین کہ یہ حقیقت اتحادی نہ تھی بلکہ مشابہ اتحاد تھی جیسے کہ کوئی عاشق اپنی حالت فرط عشق مین کہے کہ مین وہ شخص ہون کہ اُسکو دوست رکھتا ہون اور جسکو مین دوست رکھتا ہون وہی مین ہون یا جیسے انسان ایک آئینہ لے کر دیکھے پھر اُس آئینہ کا خیال اُٹھا دے اور گمان کرے کہ جو صورت میری دید مین آئینہ سے آئی ہے وہ اور آئینہ والی صورت ایک ہے یا شراب کو سُرخ شیشہ مین بھر کر اور خیال کرے کہ شیشہ کی سُرخی وہی شراب ہے تو جب اُسکو مالوف ہوجائے گا اور وہ اُس مین قائم ہوجائے گا تو اُس مین مستغرق ہوجائے گا۔ اور کہنے لگے گا کہ ؎

رَقّ الزجاج و رقّت الخمر	فتشا بہا فتشا کل الامر

یعنی لطیف ہوا شیشہ اور لطیف ہوئی شراب تو جب دونون ایک دوسرے کے مشابہ ہوے تو حال بھی مشابہ ہوا ؎

فکانہا خمر ولا قدح	وکانہا قدح ولا خمر

یعنی گویا وہ شیشہ ہی شراب ہے نہ پیالہ اور گویا وہی شیشہ پیالہ ہے نہ کہ شراب تو اس کہنے
مین کہ شراب پیالہ ہے اور اس کہنے مین کہ گویا پیالہ شراب ہے فرق ہے تو جب یہ حالت غالب
ہوگی تو اس حالت والے کو صاحب فنا بلکہ فناء الفنا کہین گے کیونکہ وہ اپنی ذات سے فانی
ہوا ہے اور علم فنا کو بھی اُس نے فانی کر دیا ہے تو وہ ایسی حالت مین نہ اپنی ذات کو جانتا ہے
اور نہ اس نہ جاننے کو اور اگر اپنے نہ جاننے کو جانے گا تو پھر اپنی ذات کو بھی جان لے گا لہذا
اس حالت کو بہ نسبت اُس شخص کے کہ جس مین وہ مستغرق ہے مجازاً اتحاد کہین گے اور حقیقتاً
توحید اور اُسکے علاوہ اور بہت سے اسرار ہین کہ جن مین خوض کرنا بہت امر دراز ہے علامہ
ابن خلکان کا قول ہے کہ ان کلمات کو نیک محملون پر حمل کرنا بہتر ہے اور انکا منشا فرط محبت
اور شدت وجد ہے اور یہ ویسے ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ ہم اور معشوق دونون دو روحین
ہین جو ایک بدن مین آگئین تو جب مجھے دیکھو گے تو اُسے دیکھو گے اور جب اُسے دیکھو گے
تو مجھے دیکھو گے اسی طرح حلاج کی طرف سے بلکہ اور سارے الفاظ موہمہ حلول و اتحاد سے
کہ جو اور حضرات صوفیہ سے صادر ہوئے ہین حضرت امام غزالی نے اپنی کتاب منقذ من الضلال
مین عذر کر دیا ہے اور اکثر محققین کا قول ہے کہ جو باتین ظاہر شریعت کے مخالف حضرات صوفیہ
سے سُکر کی حالت مین صادر ہوئی ہین وہ واردات احوال کی وجہ سے ہوئی ہین یافعی لکھتے
ہین کہ مین نے بھی اسی کی طرف ایک قصیدہ مین اشارہ کیا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ حلاج
سے اور جو باتین کہ ظاہر شرع کے خلاف صادر ہوئین تو وہ اور مشائخ کے نزدیک اُن مین
معذور تھے کیونکہ جو کسی حال مین اپنی خودی سے فانی ہو گیا اُسپر کوئی گناہ نہین اور بعضے
کہتے ہین کہ حلاج حقیقت کے دریا سے نکل کر کنارہ پر آئے لہذا پکڑ لئے گئے اور اُنپر حد
شریعت جاری ہو گئی اور حضرت ابو یزید دریاے حقیقت اور تحقیق مین مستغرق رہے اُن کو
کوئی پکڑ نہ سکا شیخ عزالدین ابن عبد السلام مقدسی مفاتیح الکنوز مین حضرت منصور کے حال
مین لکھتے ہین کہ ان کے متعلق لوگ مضطرب ہین بعضے انکی تعظیم کرتے ہین اور بعضے تکفیر ابن
شریح سے جب انکا حال پوچھا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ یہ وہ شخص تھے کہ جن پر انکا حال
خود پوشیدہ تھا اس سے زیادہ مین انکے بارہ مین کچھ نہین کہہ سکتا اور یہ مقولہ حضرت عمر
بن عبد العزیز کے ارشاد کے مشابہ ہے کہ جو اُن سے کسی نے حضرت امیر اور معاویہ رضی اللہ عنہما
کے بارہ مین پوچھا تھا تو اُنھون نے کہا کہ جب اللہ نے ان خونون سے ہماری تلوارین پاک

رکھین تواب ہم اپنی زبانون کو کیون اُنکے معاملات مین خوض کرنے سے پاک نہ رکھین اسیطرح جو شخص اللہ سے ڈرتا ہوا اسکو چاہیے کہ اہل قبلہ کو بوجہ اُنکے اُس کلام کے کہ جو اُن سے صادر ہوا ہو اور تاویل صحیح کا محتمل بھی ہو کافر نہ کہدے اس لیے کہ اسلام سے خارج کرنا سخت بات ہے اسکی جرأت سوائے جاہل کے اور کوئی نہین کر سکتا حضرت امام غزالی نے مشکوۃ الانوار مین ایک فصل طویل ایسے کلمات کے بارہ مین لکھکر انکو نیک محملون پر حمل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ فرط محبت اور شدت وجد سے ہوا اور حضرت غوث الثقلین کا ارشاد بھی کہ اُنکے زمانہ مین کوئی ایسا نہ تھا کہ اُن کا ہاتھ پکڑتا اُس شخص کے لئے جسکو ادنی فہم و بصیرت ہو کافی ہے سید احمد زروق قواعد الطریقت مین لکھتے ہین کہ شبہ واشکال کی جگہ جہان پر کوئی دلیل یقینی نہو توقف کرنا بہتر ہے اور یقین کی جگہ پر جہان اسکی دلیل قاطع اور واضح موجود ہے مذموم ہے کیونکہ دار مدار طریق تصوف کا حسن ظن اور اسکی ترجیح دلیل پر ہے چاہے اُس کے مخالف بھی کوئی ہو حضرات صوفیہ کا ارشاد ہے کہ ہزار کافرون کا کفر سے نکالنا شبہہ اسلام کی وجہ سے درست ہے نہ کہ ایک مومن کا ایمان سے نکالنا کفر کے شبہہ سے اور درحقیقت اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کی وجہ اسی نکتہ پر ہے اور ایک جماعت اسطرف گئی ہے کہ اُس چیز پر یقین کر لینا واجبی اور لازمی ہے جو قبول اور انکار مین مودای اجتہاد اور مقتضائے دلیل ظاہر ہو غایت کار یہ ہی کہ امر باطن کو امر الٰہی کے سپرد کر دینا چاہیئے اسی جگہ سے لوگون مین اختلاف ہو گیا ہے ایک جماعت حضرات صوفیہ مین جن سے مشتبہات اور موہمات فعلاً و قولاً ظاہر ہوے ہین ایک فرقہ منکر ہو گیا ہے اور ایک گروہ متوقف ہے اور درحقیقت اگر انصاف کیا جائے تو دونون گروہ بمقتضائے ان امور کے کہ جو اُنپر ظاہر ہوئے اولے اور احوط طریقہ پر چلے ہین **نقل** ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ شیخ محی الدین ابن عربی کے بارہ مین کیا کہتے ہین کہنے لگے کہ وہ بہت بڑے عالم اور ہر علم و فن کے ماہر تھے انھون نے کہا کہ ہم اُن کے علم و مہارت کو نہین پوچھتے بلکہ ہم یہ پوچھتے ہین کہ لوگ اُنکے بارہ مین اختلاف کیون کرتے ہین آپ کا اعتقاد اُن کے ساتھ کیا ہے فرمایا کہ اگر تم یہ پوچھتے ہو تو سنو اُنکے بارہ مین اختلاف ہے ایک قوم انکو کافر جانتی تھی اور ایک قوم قطب کہتی تھی لوگون نے کہا کہ پھر آپ کس طرف ہین اور آپ کے نزدیک راجح کون امر ہے کہنے لگے کہ میرا مذہب تسلیم اور سلامت ہے اور ترک غلو و افراط انکار و اعتقاد سے کیونکہ کافر کہنے

مین سراسر خطرہ ہے اور تعظیم کے مبالغہ مین بھی ضرر کا احتمال ہے کہ کہین عام لوگ اتباع مبہمات اور موہمات مین نہ پڑ جائین اور اصل مقصود پر نہ پہونچ کر دوسری باتین کرنا شروع کر دین ۔ واللہ اعلم شیخ عبدالوہاب شعرانی مقدمہ طبقات الکبری مین لکھتے ہین کہ شیخ الاسلام شیخ تقی الدین سبکی سے کسی نے پوچھا کہ غالی اہل بدعت اور جو لوگ کہ ذات مقدس الٰہی مین بحث کرتے ہین ان کے کافر کہنے کے بارہ مین کیا حکم ہے اُنھون نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہوگا وہ کلمہ گو کے کافر کہنے کو بہت بُرا سمجھے گا کیونکہ کافر کہدینا ایک سخت امر عظیم الخطر ہے اور جس نے کسی خاص شخص کو کافر کہا تو گویا اُسنے خبر دی کہ وہ شخص ہمیشہ کا دوزخی ہے اور اُس شخص کا جان و مال دنیا والون کے لئے مباح ہے نہ اُسکا نکاح مسلمان عورت سے درست ہے اور نہ زندگی اور موت مین اسلامی احکام اُسپر جاری ہونگے اور ہزار کافرون کے چھوڑنے مین غلطی کہین آسان ہے کسی مرد مسلمان کے خون خطا کر دینے سے حدیث مین ہے کہ امام وقت کی خطا عفو مین میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے اُسکی خطا سے عقوبت مین اور یہ مسائل کہ جن مین اُن لوگون کے کفر کا فتوے دیا گیا ہے نہایت دقیق اور باریک ہین بوجہ کثرت شبہات اور اختلاف قرائن اور تفاوت اسباب اور پورے طور پر خطا کی شناخت نہونے کی اور اُنکی تاویل اور شرائط کے حقائق پر عدم اطلاع کے کیونکہ یہ موقوف ہے قبائل عرب کے اہل زبان کے تمام طریقون اور حقیقتون اور مجازون اور استعارون کے جاننے اور توحید کے دقائق پہچاننے پر اور یہ اس زمانہ کے اکابر علماء عصر سے یقیناً دشوار ہے چہ جائیکہ اُن کے علاوہ لوگون سے اور انسان جب اپنے امر معتقد کی تحریر سے عاجز ہے تو دوسرے کے اعتقاد کو کیسے بیان کر سکتا ہے لہذا کافر کہنا اُسکے لئے جائز ہوگا جس نے صاف صاف کفر کیا ہو یا کفر کو دین بناکر اور شہادتین کا منکر ہوکر بالکل دین اسلام سے خارج ہوگیا ہو غرضیکہ ورع اور تقوی یہ ہے کہ اہل بدعت و ہوا کے کافر کہنے مین توقف کرنا چاہیے اور ان لوگون کے اُن اقوال کو جو صریح نصوص کے مخالف نہین ہین اُنھین پر تسلیم کرنا چاہیے انتہی کلام السبکی اور مجھ سے شیخ امین الدین امام جامع غمری نے محروسہ مصر مین بیان کیا کہ ایک بار ایک شخص کی زبان سے ایک بات ایسی نکل گئی جو باعث تکفیر تھی علماء مصر نے اُسکے کفر کا فتوے دیدیا جب اُس کے قتل کا ارادہ ہوا تو بادشاہ جقمق نے پوچھا کہ کیا کوئی عالم اور بھی ایسا ہے جو اس مجمع مین نہ آیا اُس نے فتوی نہ دیا ہو لوگون نے کہا ہان شیخ جلال الدین

محلی شارح منہاج باقی رہ گئے ہین جو نہین آئے آدمی اُن کے بلانے کو بھیجا گیا وہ جب آئے
تو اُنھون نے دیکھا کہ ایک شخص بیڑیون مین جکڑا ہوا بادشاہ کے سامنے کھڑا ہے اُنھون نے
پوچھا کہ اسکو کیا ہوا علمانے کہا کہ یہ شخص کفر بولا ہے اُنھون نے پوچھا کہ جس نے اس کے کفر کا
فتویٰ دیا اُس کا مستند کیا چیز ہے تب شیخ صالح بلقینی نے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے والد شیخ الاسلام
شیخ سراج الدین نے ایسے ہی ایک شخص کے بارہ مین کفر کا فتویٰ دیا تھا شیخ جلال الدین نے
کہا کہ کیا چاہتے ہو کہ ایک مرد مسلمان موحد کو کہ جو اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہو صرف اپنے باپ کے
فتوی سے مروا ڈالو اسکی بیڑیان کھول دو لوگون نے بیڑیان کھولدین وہ اُسکا ہاتھ پکڑ کر لیے
چلے گئے اور بادشاہ اور سب لوگ دیکھتے رہ گئے کسی کو جرات ہی نہ ہوئی کہ اُن کے پیچھے جاتا
حضرت شیخ محی الدین بن عربی فرماتے تھے کہ اکثر عارفین کے دل پر ایسے نفحات الٰہیہ چلتے ہین کہ اگر
وہ اُن کو بیان کر جائین تو کاملین عارفین بھی اُسکو نہ سمجھ پائین اور ان کو علماء ظاہر تو ضرور ہی
رد کر دیتے ہین حالانکہ اُن کو یہ معلوم نہین کہ اللہ تعالیٰ نے جسطرح اپنے اولیاء کو کرامتین دین کہ جو معجزہ کی
شاخین ہین ویسی کوئی تعجب خیز بات نہین ہے کہ ان کی زبانون سے بھی وہ باتین نکلوادے کہ جنکے
سمجھنے سے علماے ظاہر عاجز ہون اور جسکو اس امر مین شک ہو وہ شیخ اکبر کی کتاب المشاہد یا کتاب
الشعار سیدی محمد وفی کی اور ابن قسی کی کتاب خلع النعلین اور شیخ اکبر کی کتاب عنقا مغرب دیکھ لے کہ
بڑے بڑے علما اُن کے معانی نہین سمجھ پاتے بلکہ خاص وہ شخص کہ جو اُن کے مقربین مین ہو وہ بھی نہین
سمجھ سکتا کیونکہ وہ زبان قدسی ہوتی ہے جسکو سواے فرشتون یا اُس شخص کے جو صفات بشریت سے
مجرد یا صاحب کشف صحیح ہو اور کوئی نہین سمجھ سکتا **فائدہ** محمد وفی یہ بزرگ اکابر عارفین سے تھے
اُن کو وفی اسواسطے کہتے تھے کہ ایک مرتبہ دریاے نیل ٹھہر گیا اور اپنی حد تک نہین بڑھا تب مصر
والون نے ارادہ کیا کہ وہان سے چلے جائین اُسوقت یہ دریا پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ کے
حکم سے بڑھ جا اُسی دن دریا سترہ گز اور بڑھ کر اپنے پورے ٹھکانے تک پہونچ گیا جب سے لوگون نے
اُن کا نام وفی رکھ لیا یہ اُنھین کے حال مین طبقات شعرانی مین لکھا ہے شیخ اسماعیل بن سلیمان کردی
جلاء النظر فی رد شبہات ابن حجر مین لکھتے ہین کہ عارف کی قول انا الحق مین معنی کے لحاظ سے تین وجہین
ہین پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اُس کے معنے یون سمجھے جائین کہ میری اس صورت ناسوتیہ مین حق ہی ظاہر ہے
تو گویا حق تعالیٰ سننے والے سے ارشاد فرماتا ہے کہ مین اس ناسوتی صورت مین اپنے وجود مطلق سے
جو اس صورت سے منزہ ہے ظاہر ہوا ہون تو اب جاننا چاہیے کہ اس صورت اور اسکے غیر خلقیہ اور

اور حقیقۃ دونون کا اطلاق آتا ہے خلقیت تو اسوجہ سے کہ وہ صورت مرکب اور تمیز ہے اور حقیقۃ اسوجہ سے کہ اس صورت کا وجود حقیقت مین وہی حق ہے اور جو اس صورت مین ظاہر ہے وہ بھی وہی حق ہے اور مقام ظہور مین اختیار ہے چاہے حق کو عین خلق کہین اور چاہے غیر خلق کیونکہ حق کے دو مرتبہ ہین ایک مرتبہ اطلاق دوسرا تقیید تو جب اُسکے مرتبہ مطلق پر نظر کرینگے تو یہ مراتب مقیدہ اپنی شکلون کی حیثیت سے غیر حق مطلق معلوم ہون گے اور جب اس مطلق کے اُن قیود کی طرف نظر کرینگے تو مرتبہ اطلاق عین مرتبہ تقیید معلوم ہوگا لہذا ہر مرتبہ کو اپنی جگہ پر رکھنا چاہیے اب اگر کسی نے فرق کے مقام پر انا الحق کہا تو اُس سے مراد یہ ہوگی کہ مرتبہ احدیت جو منزہ ہے صفات محدثات سے وہی عین اُسی صورت تجیرہ کا ہے تو وہ کافر ہے اور مدعی محال اور اگر اس نے اس معنی کے لحاظ سے کہا کہ جو اوپر بیان کیے گئے پھر اس قول کے ٹھیک ہونے مین کوئی شک نہین دوسرے اُسکے معنی یون کیے جائین کہ میرا یہ وجود جسکے ساتھ مین قائم ہون وہ حق کا وجود ہے اور یہ معلوم ہے کہ مدرک یہی حق کا وجود اعیان ممکنات مین ہے حضرت شیخ اکبر فصوص الحکم کے فص یوسفی مین فرماتے ہین کہ اعلم ان المقول علیہ سوی الحق او مسمی العالم ھو بالنسبۃ الی الحق کالظل للشخص فھو ظل اللہ فھو عین نسبۃ الوجود الی العالم لان الظل موجود بلا شک فی الحس ولکن اذا کان ثم من یظھر فیہ ذالک الظل حتی لو قدرت عدم من یظھر فیہ ذالک الظل کان الظل معقولا غیر موجود فی الحس بل یکون بالقوۃ فی ذات الشخص المنسوب الیہ الظل یعنی کون و مکان اور ما فیہا جسکو غیر کہین یا عالم سمجھین وہ سب خداوند عالم کے ساتھ ایسا ہے جیسے انسان کا سایہ ہوتا ہے کہ سایہ کو بالذات کوئی وجود اور سرمایہ نہین سوا اُسی شخص کے وجود کے کہ جسکا وہ سایہ ہے اُسی طرح عالم کا وجود بھی بالذات کوئی چیز نہین بلکہ وہ سایۂ حق ہے اور سایۂ حق نسبت وجود اضافی کا عین ہوتا ہے عالم کی طرف تو جیسے سایہ وجود شخص کا تابع ہوتا ہے ویسے ہی عالم بھی وجود حق کا تابع ہے کیونکہ عالم تو اسماء اور صفات حق کا مظہر ہے اور صفات لازم ذات بلکہ عین ذات ہین تو یہ امر محقق ہوا کہ عالم ظل اللہ ہے اور ظل اللہ عین نسبت وجود اضافی ہے عالم کے ساتھ تو جسطرح سایہ ایسے محل کا محتاج ہے کہ جسمین وہ قائم ہوا ہے اور محتاج کسی شخص کرنے والے کا بھی ہے تاکہ سایہ اُسکی وجہ سے متحقق ہو جائے اور ایسے نور کا بھی محتاج ہے کہ جس سے سایہ کا وجود پیدا ہوتا ہے اسیطرح وجود اضافی کی نسبت اعیان ممکنات کے ساتھ بھی محتاج ہے کہ اُسکی انبساطت اُن اعیان مین ہو اور حق کی طرف بھی مفتقر ہے تاکہ اس کی وجہ سے وہ متحقق ہو جائے اور وہ نور حق کی طرف بھی محتاج ہے تاکہ اُس نور کی وجہ سے

وہ ظہور کر سکے تو ہر ایک کو ان دونون مین سے دوسرے کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور ان تینون حاجتون کو ان دونون نے سمائنہ کرنا اور اُنکو ایک بڑا سرجاننا چاہیے کیونکہ وجود کونی کی نسبت عالم کی طرف ویسی ہے جیسے سایہ کی نسبت اُس شخص کی طرف کہ جسمین وہ قائم ہے پس عالم ظل اللہ ہوا اور یہی وجود کی نسبت عالم کی طرف ہے اسواسطے کہ سایہ بلاشک حس مین موجود ہے اسطرح پر کہ جب وہ ظاہر اُس چیز مین ہوگا کہ جسمین یہ سایہ ظاہر ہوا ہے تو اگر وہ نیست فرض کیا جائے تو وہ سایہ بھی حس مین موجود نہوگا اگر بالقوۃ صاحب ظل کی ذات مین بطور تعقل کے ہوگا جیسے درخت کو دانون مین فرض کرین یا خرمہ کے درخت کو اُسکے تخم مین اسکے علاوہ اور مثالین بھی ہین اب یہ قول کہ المقول علیہ سوی الحق یعنی جس چیز کو لوگ بنظر عرف اور عادت کے ماسوی الحق کہتے ہین مگر اہل حقیقت کی اصطلاح مین تو یہ بھی کبھی نکہین گے کہ غیر حق بھی موجود ہے بلکہ جو وقت کونات اور موجودات کو کہنا چاہین گے تو اُن کو اسماء حق کہین گے کیونکہ اہل تحقیق کے نزدیک سوائے ہویۃ حق و اسماء حق کے کوئی چیز موجود نہین اور جب ہویۃ ذاتیہ کا اعتبار کرینگے تو وہان سب کو ایک کہینگے سوا ایک کے دوسرا نکہین گے تو جب بہت سے اسماء و نسب و شیون مختلفہ کو اعتبار کرینگے تو اُن کو نور ہویۃ کی ہمین تاثیر سمجھین گے مظاہر اسمائیہ نے جن مین امتداد کیا ہے اور اُسی کے ساتھ تجلی ہوئی اور اُسی نور سے سایہ پیدا ہوا ہے جیسے سایہ شخص کا سایہ ہوتا ہے اور نفس الظل اسواسطے نہین کہا کہ ظل کا بالذات وجود ہی نہین ہے بلکہ اس کا تحقق شخص ہی مین ہوتا ہے اسیطرح عالم بھی حق کا تابع ہے یا بیان پر کاف تشبیہ ہو تو یہ اسواسطے کہ عالم ہویت یہ نسبت وجود کے

من وجہ عین حق ہے اور تعین اور تقید کی نظر سے غیر حق فمحل ظہور ہذا الظل الالٰہی المسمی

بالعالم انما ہو اعیان الممکنات علیہا امتد ہذا الظل فتید رک منہ ہذا الظل بحسب ما

امتد علیہ من وجود ہذہ الذات ولکن باسمہ النور وقع الادراک وامتد ہذا الظل علی

اعیان الممکنات فی صورۃ الغیب المجہول یعنی محل ظہور سایہ آلٰہیہ کہ جسکو عالم کہتے ہین ممکنات کی ذاتین ہین جنپر یہ سایہ آلٰہی پھیلا ہے تو جسقدر کہ عالم پر اُس ذات مطلقہ کے وجود مقدس سے پھیلا دیا ہے اُتنا ہی اُس سے یہ سایہ سمجھا جاتا ہے اور وجود ہذہ الذات سے مراد تجلی وجودی ہے جو ذات اعیان سے ممکنات پر فائض ہوتی ہے لیکن اس ذات اعلےٰ کے اسم مبارک نور کی وجہ سے ادراک واقع ہوا ہے اور یہ سایہ اعیان ممکنات پر پھیلا ہے یعنی سایہ کا پھیلاؤ اسم نور کی وجہ سے ہے کیونکہ سایہ وجودی اپنے ظہور مین نور کا محتاج ہے اور اس سایہ وجودی کو جو امتداد

حاصل ہوا ہے وہ علم الٰہی مین ہے اور اسی کو اصطلاح مین غیب مجہول کہتے ہین اسوجہ سے کہ اُسکو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا یا جسکو اللہ جتنا چاہے مطلع کر دے یا اسوجہ سے کہ وہ اپنی نیستی کے اندھیرے مین ہے اور جیسے کہ نور کی شان ہے کہ خود بالذات ظاہر ہوتا ہے اور غیر کو ظاہر کر دیتا ہے ویسے ہی ظلمت کی شان ہے کہ خود ظاہر نہین ہوتی اور اور چیزون کو بھی چھپا لیتی ہے بعضے شروح فصوص مین ہے کہ نور ایک نام ہے اسماء ذاتیہ الٰہیہ سے اس کا اطلاق ضیا اور علم اور وجود اضافی تینون چیزون پر آتا ہے اسوجہ سے کہ یہ تینون شے کے مظہر ہین لیکن نور کا اطلاق وجود اضافی پر اس سبب سے ہے کہ اگر وجود اضافی نہوتا تو سب چیزین ظلمت آباد عدم ہی مین رہتین اور کتم عدم سے فضائے وجود مین نہ آتین اور علم پر اطلاق اس لیے کہ اگر علم نہوتا تو کوئی شخص کسی چیز کو نجانتا اور ضیا پر اس سبب سے کہ اگر روشنی نہوتی تو اعیان موجودہ خارجی ظلمت ہی مین چھپے رہتے اور کوئی ان کو نہ دیکھتا لہذا ضیا محسوسات کا آلہ ادراک حسی ہے اور علم ادراک عقلی کا آلہ ہے عالم معانی اور معقولات مین اور وجود اضافی ایک نور ہے جو عالم اعیان و ارواح مین مشاہدہ کا سبب ہوا ہے واللہ اعلم

الاترى ان الظلال تضرب الى السواد تشير الى ما فيها من الخفاء لبعد المناسبة بينها وبين

اشخاص من هي ظل له وان كان الشخص ابيض فظله بهذه المثابة چونکہ جو کچھ خارج مین موجود مشہود ہے وہ دلیل و علامت اُس چیز کی ہے کہ جو غیب مین مکنون اور مکتوم ہے تو اس سے استدلال کے واسطے ارشاد کرتے ہین کہ ان سیاہیون کو دیکھنا چاہیے جو سایون مین دیکھے جاتے ہین اور اس خفا کی طرف اشارہ کرتی ہین جو اعیان عینیہ مین ہین کہ جسطرح بیاض مین صورت نوری اور سواد مین صورت ظلمتی ہے اور خفا اور ظلمت جو کچھ ہے وہ بوجہ بُعد مناسبت کے ہے اسماء اور اشخاص مین یعنی یہ سیاہی بسبب اسکے بعد کے ہے ذات سے ظہور و خفا مین یہ نہین ہے کہ یہ سیاہی صاحب سایہ سے حاصل کی گئی ہو کیونکہ ظلمت کی سیاہی جو سایہ کو لازم ہے وہ صاحب ظل سے مکتسب نہین ہوتی دیکھو اگر کوئی شخص سفید رنگ بھی ہو تو بھی اُس کا سایہ مائل بہ سیاہی ہی ہو گا تو معلوم ہوا کہ ہر سایہ مین چاہے اُس کا ذی سایہ کسی رنگ کا ہو سیاہی ضرور ہو گی اور یہ کچھ عکس کی تاثیر نہین ہے شیخ کمال الدین کا قول ہے کہ اعیان نور وجود سے دور ہونے کی وجہ سے مائل بظلمت ہوتے ہین اور جسوقت اُن پر نور پھیلتا ہے تو اُن کی نیستی کی اندھیری کور وجود مین چھپ جاتی ہے اور موثر ہوتی ہے پس وہ نور بھی مائل بظلمت ہو جاتا ہے لامحالہ اُس مین فنا ہوتی ہے جیسے سایہ مین اپنے شخصون کی نسبت اور وجود اضافی کی نسبت سے وجود مطلق حق کے ساتھ ایسا ہی ہے کہ اگر اُس کا تقیدان ذاتون مین ہونا جنکی اصل نیستی ہے تو

دنیوات نہایت نورانی ہوتی اور شدت نور سے مدرک نہوتی اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص تعینات ظلمانیہ کے حجابات مین گیا وہ عالم سے صرف عالم ہی کو دیکھے گا حق کو عالم مین نہ دیکھے گا کہ وہ تو کظلمات لا یبصرون اور جو شخص ان حجابات سے باہر نکلا اور اُن قیود سے چھوٹ کر ظلمانی حجابات کو پھاڑ کر نور مین گھس گیا اور ظلمت و ظل سے جو اُسکے حجاب تھے باہر آگیا اس کا نور صاحب سایہ کے نور کے عکس سے ہوگا اور وہ نور کے ساتھ ظلمت سے محتجب ہوجائیگا اور ہمیشہ حق کو دیکھے گا اور جو متوسط ہوگا یعنی ظلمت کے ساتھ نور سے محتجب ہوا نہ نور کے ساتھ ظلمت سے محتجب ہوا اسکو ظلمت فطری اور سیاہی کثرت نور یہ حقیہ اور وحدت حقیقت کا مشاہدہ ہوگا الا تری الجبال اذا بعدت عن بصر الناظر سوادہ وقد تکون فی اعیانہا علی غیر ما یدرکہ الحس من اللونیۃ ولیس ثمہ علۃ الا البعد وکذ رقۃ السماء فہذا انتیجۃ البعد فی الحس فی الاجسام غیر النیرۃ یعنی کیا تم نہین دیکھتے پہاڑون کو کہ جب وہ نظر سے دور رہتے ہین اور اُن مین سیاہی ظاہر ہوتی ہے اور وہ سیاہ دیکھ پڑتے ہین اگرچہ واقع مین وہ اور ہی رنگ کے ہوتے ہین تو یہ سیاہی جو حاسہ بصر مین آئی ہے اس کا سبب وہی حاسہ بصر سے بعد ہے یا جیسے آسمان کی نیلگونی ہے تو جتنے اجسام کہ اُسکے غیر ہین جب وہ حاسہ بصر سے دور ہونگے تو وہ تاریک اور بے نور دکھلائی دینگے اسیطرح وجود ہے کہ اگرچہ وہ اپنی ذات مین ایک حقیقت نوری ہے لیکن اپنے مظہر عدمی الاصل کے موافق وہ اپنی تجلی وجود مین اس مظہر کی ظلمانیت کے اندر جاکے اپنی نوریت مین چھپ گیا ہے وکذلک اعیان الممکنات لیست نیرۃ لانہا معدومۃ وان اتصفت بالثبوت لکن لم یتصف بالوجود اذ الوجود نور یعنی اور اسیطرح اعیان ثابتہ ممکنات روشن نہین ہین کیونکہ وہ معدوم ہین اگرچہ علم الٰہی مین ثابت ہین لیکن خارج مین ممیز نہ ہونے کے ہین کیونکہ غایت قرب اور ثبوت علمی کی وجہ سے نہ خود ظاہر ہین نہ غیر کے مظہر بخلاف وجود خارجی کے کہ وہ نوریت کے اُس مرتبہ مین پہنچا ہے کہ خود بھی ظاہر ہے اور اور چیزون کو بھی اُس نے ظاہر کردیا یہانتک کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتے اور جانتے ہین اور اپنے موجد کو بھی اور اعیان عالم مین موصوف بصفت وجود بھی ایک طرح کا وجود رکھتے ہین معدوم محض نہین ہین لیکن ظہور تام اور نور تام ایسا نہین رکھتے جیسا کہ دو دو بینی کو ہے شیخ شرف الدین کا قول ہے کہ ثبوت علمی اور وجود عینی مین فرق شرکت وجودی مین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی ذاتون مین ادراک کرتے ہین کہ ہماری

لہ اور چھوڑا اُن کو اندھیری مین کہ نظر نہین آتا ۱۲ منہ

ارواح مجردہ مین معانی مجملاً حاصل ہین اوران کا ادراک مفصل اُسوقت ہوتاہے جب وہ دل پر فائز
اور نازل ہوتے ہین اوراُن مین سے ہرایک لباس صورت قریبہ کے ساتھ خیالی صورتون مین
آتاہے اورجب عالم خیال مین پہونچتاہے تووہان چھپ جاتا اورجب خیالی صورتون مین آتاہے
تووہان بھی مشاہد ہوتاہے اسیطرح اورمحسوسات ہین توجب اُسکو خیال سے خارج مین لاتے ہین
تواُس مین ظہور تام پایا جاتاہے ایساکہ ہم خود بھی جانتے ہین اوراورلوگ بھی جانتے ہین اس سے
معلوم ہواکہ اعیان کے مراتب خارج مین ہین اورجسقدرکہ وجود خارج مین ظاہر اورموصوف
ہوتاہے اُتنی ہی اُسکی صفت نوریہ زیادہ ظاہر ہوتی ہے علیمان الاجسام النایرۃ یعطی فیہا البعد فی
الحس صغیرا فہذا اثا تاثیر آخر للبعد ولا یدرکہا الحس الا صغیرۃ الحجم وہی فی اعیانہا کبیرۃ
عن ذلک القدر والکمیات کما یعلم بالدلیل ان الشمس فی الارض فی الجرم مائۃ وستین ربعا
وثمن مرۃ وہی فی الحس علی قدر جرم الترس یعنی سوا اس بات کے کہ اجسام روشن کوان کی دوری
حاسۂ بصر مین چھوٹا دکھاتی ہے تویہ بُعد کی دوسری تاثیر ہوئی پس حس ان جسمون کو چھوٹے حجم
والے جانے گی حالانکہ وہ اجسام اپنی ذات مین اس مقدار اوروزن داخلۂ حاسۂ بصر سے کہین
زیادہ ہین جیساکہ بدلیل معلوم ہوتاہے کہ آفتاب جسم مین زمین کا ایک سو ساٹھ گنا اورایک چوتھائی
اورایک آٹھوان حصہ ہے اورآفتاب ظاہر مین ڈھال کے جسم کے برابر ہے تویہ بُعد ہی کا اثر
ہے اسیطرح ماہتاب اورستارے ہین کہ حقیقت مین وہ کتنے ہی بڑے ہون مگر دیکھنے مین
چھوٹے معلوم ہوتے ہین توحاسہ بصر جواُن چیزون کو دیکھتاہے تو یہ اتنے ہی معلوم ہوتے ہین حالانکہ
وہ فی نفسہ کہین اُس سے بڑے ہین فما یعلم من العالم الا قدر ما یعلم من الظلال ویجہل من الحق
علی قدر ما یجہل من الشخص الذی عنہ کان ذلک الظل فمن حیث ہو ظل لہ یعلم ومن حیث
ما یجہل ما فی ذات ذلک الظل من صورۃ شخص من امتد عنہ یجہل من الحق فلذلک یقول ان الحق
معلوم لنا من وجہ ومجہول لنا من وجہ یعنی عالم سے اُسی قدر معلوم ہوتاہے جسقدر کہ سایون
سے معلوم ہوتاہے اورحق سے اسیقدر جہل رہتاہے جیسا اُس شخص سے کہ جسکا وہ سایہ ہو تواُس
حیثیت سے کہ وہ سایہ اُس شخص کاہے معلوم ہے اوراس حیثیت سے کہ یہ نہین معلوم کہ اُس سایہ
کی ذات مین اُس شخص کی صورت ہے جس کا یہ سایہ پھیلاہے کتنا ظہور ہی حق بھی غیر معلوم رہیگا
خلاصہ یہ کہ تمام اعیان من حیث الحقیقت اسماے حق اوراسکی صورتین ہین اوران موجودات
خارجیہ اوراُن کے آثار وہیئت لازمہ سے کہ جواُن سایون کے سایہ ہین اسی قدر معلوم ہوتاہے

جسقدر کہ اُن سایون کی صورتین اور آثار اور احوال وخصوصیات ظاہری ہین اور جسقدر ان اعیان اور حقایق کی ذاتین مخفی ہین اُسی قدر حق مین بھی خفا ہوتا ہے حضرت شیخ کا اس عبارت سے اس طرف اشارہ ہے کہ سایہ حسی سایہ معنوی پر دلیل ہے کیونکہ سایہ دیکھنے والا اُس سایہ سے صاحب سایہ پر استدلال کرتا ہے کہ سایہ سے وہ معلوم کرلیتا ہے کہ کوئی شخص ہے جبکا یہ سایہ ہے لیکن اُس شخص کی ماہیت وکیفیت نہین جانتا ہے تو عارف کو معلوم ہوتا ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ صاحب سایہ کی حقیقت کے جاننے کی دلیل نہین ہوتا ہے تو وہ اللہ کی ذات کے جاننے کا ذریعہ کیسے ہوگا کہ ما للتراب ورب الارباب اور من حیث ما یجہل مین ما زائدہ ہے تو اس صورت مین اصل یہ ہوئی کہ ومن حیث یجہل ما فی ذات ذلک الظل یجہل الحق اور اگر ما مصدریہ ہو تو بھی ہوسکتا ہے تو اس صورت مین یون ہوگا کہ من حیث جہلنا لما فی ذات ذلک الظل یجہل الحق اب اگر کوئی کہے کہ ہم نے حق کو جانا تو وہ علم من حیث الظلال ہوگا اور اگر کہین کہ حق کو نہین جانا تو یہ اُسکے اطلاق اور لاتناہی تجلیات کی وجہ سے ہوگا کیونکہ مطلق کے اطلاق کا جاننا مقید کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسے ضد کا جاننا ضد سے اور اُسی کو علم اجمالی و استدلالی وجود عدم وجود کہین گے اور اُسکی دانست حقیقی کو علم تحقیقی اور ذوقی اور کشفی اور وجدانی اور یہ بھی جیسا کہ چاہیے کسی کو حاصل نہین ہوتا جیسا کہ خود حضرت شیخ فرماتے ہین ولست ادرک من شئی حقیقتہ یعنی مین نہین جانتا کسی چیز کی حقیقت کو الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ای یکون فیہ بالقوۃ یقول ما کان الحق لیتجلی للممکنات حتی یظہر الظل فیکون کما بقی من الممکنات التی ما ظہر لہا عین فی الوجود ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا وہو اسمہ النور الذی قلنا ویشہد لہ الحس فان الظلال لا یکون لہا عین بعدم النور تو اس آیت شریفہ سے استشہاد اس بات پر ہے کہ وجود خارجی اضافی ظل الٰہی اسم الرب کی تجلی سے ظاہر ہین ہے اظہار مربوب کے لیے اور اگر رب کا یہ ارادہ ہوتا کہ وہ قوۃ سے فعل کی طرف نہ آئے تو وہ اُس سایہ کو بھی ویسا ہی غیب مطلق مین مخفی رکھتا لیکن اُس نے ساکن اور مخفی رہنا نہین چاہا کیونکہ اس سایہ کے اعیان لطائف پر مد وبسط مین عجیب عجیب حکمتین اور قدرتین ہین اور یقول کا فاعل حق ہے اور لیتجلی مین لام جحد کا ہے کہ جو تاکید نفی کے لیے آتا ہے اور حتی بمعنی کے تعلیل کے لیے ہے نہ انی کے معنی مین تو خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ حق تعالی فرماتا ہے کہ تم نہین دیکھتے اپنے پروردگار کو کہ کیسا اُس نے سایہ پھیلایا اور اگر وہ چاہتا تو اُس سایہ کو ساکن رکھتا یعنے عالم کا وجود حق مین بالقوۃ ہوتا اسیواسطے فرماتا ہے کہ حق ممکنات پر

تجلی کرکے سایہ کو ظاہر نہ کرتا تو یہ بھی ویسا ہی رہتا جیسے اور ممکنات ہین جنکا کوئی عین وجود مین ظاہر نہین ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالی تجلی کرنے مین سایہ کے امتداد کے ساتھ اس حیثیت سے نہین ہے کہ جو سایون کے اظہار کے واسطے ضروری ہوتا کہ جیسے اور ممکنات کا ظہور رہے اور اگر ایسا ہوتا تو جسطرح بعضے ممکنات عدم اضافی یعنی غیب کے پردہ مین رہے اور وجود خارجی مین ان کی کوئی ذات ظاہر نہین ہوئی ویسے ہی یہ سایہ بھی بعضے اضافی پردون مین رہتے بلکہ یہ تجلی حق تعالی کی اس حیثیت کے ساتھ ہے اور سایہ کا امتداد اس طرح پر ہوا کہ جب اُس نے تجلی فرمائی تو بالکل ظاہر ہو گیا جیسا کہ آیہ شریفہ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون سے ظاہر ہوتا ہے اگر اُس کی مشیت عدم ظہور و اظہار سے متعلق ہوتی تو اس سایہ کو ظلمت عدم اور غیب مطلق ہی مین پوشیدہ رکھتا اور عالم حق مین بالقوہ ہوتا فعل مین نہ آتا لیکن اُسکی مشیت عالم کے ظہور اور مد و بسط سایہ وجود کے ممکنات پر ہوئی اسوجہ سے ممکنات قوہ سے فعل مین آئے پھر فرماتا ہے کہ ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا آفتاب سے مراد وجود خارجی وجہ نور الٰہی ہے اور علیہ کی ضمیر سایہ کی طرف پھرتی ہے اور سایہ سے مراد ممکنات کی ذاتین ہین یعنی وجود خارجی کو ہم نے دلیل قرار دیا کہ اعیان اُس وجود کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہین اور وہی وجود اعیان پر دلالت کرتا اور ظاہر کرتا ہے اور یہ آفتاب اسم نور سے مراد ہے جسکی شاہد حس ہے کیونکہ سایون کا وجود خارجی بھی نور کے نہونے کے وقت نیست ہو جاتا ہے کیونکہ سابقاً خود حضرت شیخ فرما چکے ہین کہ لکن باسم النور وقع الادراک وشہد لہ الحس یا یہ مطلب ہو کہ شمس مظہر اسم نور ہے اور ضمیر کا مذکر لانا خبر کے اعتبار سے ہے اب اگر کوئی کہے کہ اہل حق کا قول ہے کہ ممکنات خارج مین وجود کے طالب اور عین وجود مین ظاہر ہین تو یہ کیسے درست ہوگا کہ کما بقی من الممکنات التی ما ظہر لہا عین فی الوجود اُس کا جواب یہ ہے کہ اُن کا ظہور وجود مین کلیات کی طرح ہے اور یہان مراد جزئیات کے موافق ہے یعنی وہان اجمالاً موجود ہین اور یہان تفصیلاً اب اگر کوئی کہے کہ اس قول شیخ سے کہ اے یکون فیہ بالقوۃ ان کا مطلب سکون ہے اور سکون اور بقا، بالقوہ مین کیا مناسبت ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ظہور قوہ سے فعل کی طرف یہ ایک قسم اقسام حرکت معنوی سے ہے لہذا اسکی تعبیر بقا سے سکون کے ساتھ بوجہ تقابل حرکت کے ہوگی ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا وانما قبضہ الیہ لانہ ظلہ فمنہ ظہر والیہ یرجع الامر کلہ فہو ہو لا غیرہ پھر قبض کیا ہم نے اُس سایہ کو جس سے مراد ممکنات کا وجود ہے سہل و آسان طور پر سایہ کو حق تعالی نے اپنی طرف اسوجہ سے قبض کیا کہ وہ سایہ

سلہ اُس کا حکم یہی ہے جب چاہے کسی چیز کو کہ اُس سے کہہ ہو تو وہ ہو جائے ۱۲ منہ

یعنی ممکنات کا وجود حق کا سایہ ہے تو حق ہی سے وہ سایہ ظاہر ہوا اور حق ہی کی طرف لوٹ گیا کیونکہ کل چیزیں حق ہی کی طرف راجع ہیں تو حق کا سایہ حق ہے غیر حق نہیں قاعدہ ہے کہ شے کا سایہ شے ہی کی طرف پلٹتا ہے اور قبض آسان کیسے نہوتا کہ وہی تو اُس کا مبدء بلکہ سب کا مرجع ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ یسیر سے مراد قلیل ہے اور قلیل کیسے نہوتا کہ تجلی دائمی ہے تو مقبوض یا محدود تھوڑا ہی معلوم ہوگا شیخ مؤیدالدین جندی رح فرماتے تھے کہ اس قول سے شیخ نے اسطرف اشارہ فرمایا ہے کہ وجود مشترک ہی فیض وجودی ہے کہ جب وہ اعیان ممکنات پر زمین امکان میں پھیل چکتا ہے اور جو چیزیں کہ شالات اشخاص اعیان سے عالم ظاہر میں ظاہر ہوئی اُن کا ظہور ہو کر خصوصیات حقائق ممکنات دا کو ان کے موافق اُس کا تعین ہو چکیا ہے تو وہ سمٹ جاتا ہے اور نور اُن اعیان سے منقطع ہو جاتا ہے فکل ماقلد کہ

فهو وجود الحق فی اعیان الممکنات فمن حیث هویته الحق هو وجوده ومن حیث اختلاف الصور هو اعیان الممکنات فکما لایزول عنه باختلاف الصور اسم الظل کذلک لایزول عنه باختلاف الصور اسم العالم واسم سوی الحق فمن حیث احدیت کونه ظلا هو الحق لانه الواحد الاحد

ومن حیث کثرة الصور هو العالم فتفطن وتحقق ما اوضحته لک یعنی جو کچھ انسان مدرکات عقلیہ یا قوائے حسیہ سے ادراک کرتا ہے وہ سب حق ہی کا وجود ہے جو ذوات ممکنات کی آئینوں میں ظاہر ہوا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ اعیان آئینہ حق اور اسماے حق ہیں تو بحیثیت ہویہ حق وہ سب حق ہی کا وجود ہوے اور بحیثیت اختلاف صور وہ سب ممکنات کی ذاتیں ہیں تو جسطرح صورتوں کے اختلاف میں ہمیشہ اس کا نام سایہ ہے اسیطرح صورتوں کے اختلاف میں ہمیشہ اس کا نام عالم اور ماسواے حق بھی ہے پس سایہ حق ہونے کی حیثیت سے تو عالم حق ہے اور کثرت صور کی وجہ سے عالم عالم ہے یعنی غیر حق یہ امر اوپر واضح ہو چکا کہ اعیان آئینہ حق ہیں جنمیں حق تعالی نے اپنے اسما و صفات مشاہدہ فرمائے ہیں اور شے کا اپنے آپکو آئینہ میں دیکھنا ویسا نہیں ہے جیسے وہ شے اپنے آپ کو خود دیکھے اور وجود حق اعیان کا آئینہ بھی ہو سکتا ہے تاکہ جو شخص اسکی طرف متوجہ ہو کر اپنے اندازہ کے موافق دیکھے تو اپنے آپ کو دیکھ سکے کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه یا المؤمن مرآة المؤمن[1] پس باعتبار اول تمام موجودات عین حق ہونگے کیونکہ جو کچھ اعیان کی صورتوں کا حاصل ہے وہی نفس رحمانی اور وجود حق ہے اور وجود اضافی جو اس نفس رحمانی سے فائز ہوتا ہے وہ عین حق ہے اور دوسرے اعتبار سے جسکا

[1] اس کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسکے طرق بھی ہیں جن سے یہ حدیث حسن کے درجہ کو پہونچ گئی ہے کذا قال ابن حجر ہیتمی فی فتاوی الحدیثیہ ۱۲ منہ

بعض محقق کے نزدیک محجوبین سے ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اعیان سے مراد موجودات متکثرہ ظاہرہ ہین آئینۂ وجود ہین اور وجود خود بذاتہ معقول محض ہے لیکن محقق موحد صاحب کشف کے نزدیک اس مقام پر حق و خلق مین اسطرح جمع کرنا چاہیے کہ کوئی ایک دوسرے کے شہود کا مانع یا حاجب نہو اور وہ اسطرح پر ہے کہ محقق کو مقام جمع الجمع مین دو آئینون کے تقابل سے ایک عکس جامع ظاہر ہوگیا ایسا کہ جو کچھ ان سب مین ہے وہ بوجہ اتحاد و انعکاس کے ایک دکھلائی دیگا اور حضرت شیخ نے اسی امر کی طرف اس لفظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ فمن حیث ہویۃ الحق یعنی جو کچھ انسان اس سے حق کی ذات ادراک کرتا ہے بوجہ اُسکے ظہور کے تو اُسکو عین وجود حق جاننا چاہیے اور اس جہت سے کہ اُسکی صورتین مختلف دکھلائی دیتی ہین اسمین سے جو چیز ادراک کی جاے اُسکو عین ممکنات سمجھنا چاہیے تو جسطرح کہ وجود منسوب بعالم سے صورتون کے اختلاف کی وجہ سے سایہ کا نام زائل نہین ہوتا اسیطرح وجود سے بوجہ اسکی صورتون کے اختلاف کے عالم اور غیر کا نام زائل نہین ہوتا تو اب ہمارے دو اعتبار ہوے ایک حیثیت احدیت وجود اور دوسری حیثیت واحدیت ظلیت ظاہر کہ جو حق ہے کیونکہ سواے حق کے صفت واحدیت سے اور کوئی موصوف ہی نہین اور اس حیثیت سے کہ وہ حاصل بہت سے رنگ برنگ صورتون مین ہے وہ عالم ہے کیونکہ حق خود تکثر اور تعدد سے منزہ ہے واذا کان الامر علی ما ذکرتہ لک فالعالم متوہم ما لہ وجود حقیقی ہذا معنی الخیال ای خیل لک انہ امر زائد قائم بنفسہ خارج عن الحق ولیس کذلک فی نفس الامر تو جب ایسا ہوا تو عالم کا وجود وہمی اور خیالی ہوا نہ وجود حقیقی مستقل کیونکہ وجود حقیقی حق کا ہے اور وجود اضافی بھی اسی کی طرف عائد ہے اور وجود متوہم وجود حقیقی کا غیر ہے جسکا نام خیالی رکھا گیا ہے یعنی یہ تیرا خیال ہے کہ عالم ایک امر قائم بالذات ہے اور حق سے باہر حالانکہ ایسا نہین ہے ؎

بیرون ز تو نیست ہر چہ در عالم ہست	از خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

یعنی جیسے تم نے سایہ اور صاحب سایہ مین دیکھا کہ دونون حقیقت مین ایک ہی ہین ان مین ابہام اور مغایرۃ صرف اس سبب سے ہے کہ ایک چیز کا ظہور دو مختلف صورتون مین ہوا ہے یعنی صورت ظلیہ اور صورت شخصیہ مین اور فص سلیمانیہ مین ہے ؎

انما الکون خیال	وھو حق فی الحقیقۃ
کل من یعلم ھذا	حاز اسرار الطریقۃ

یعنی عالم خیال ہے اور در حقیقت وہ حق ہے اور باقی مجاز و باطل یا یہ مطلب ہو کہ عالم اگرچہ باعتبار

سایہ ہونے کے خیال ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے حق ہے یعنی عین وجود مطلق جوان مختلف صورتون
مین متعین ہوا اورا کوان کے نامون سے نامزد ہوگیا اسیطرح سایہ ایک اعتبار یعنی تعین بصورت ظلیہ
سے غیر شخص ہے اور دوسرے اعتبار سے عین شخص اس طرح کہ اس کا وجود اُسکے وجود کا تابع ہے
تو جو شخص اسکو سمجھ لیگا وہ حقیقت کے اسرار کو بھی سمجھ جائیگا اور اس شعر مین دو مسلک ہین پہلا یہ کہ
عالم تمام تر خیال ہے یعنی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ امر ذاتی قائم بالذات ہے سو یہ محجوبین اہل نظر کے
نزدیک ہے نفس الامر مین ایسا نہین ہے بلکہ عالم من حیث الظاہر عین مطلق کا سایہ ہے اور من حیث الحقیقت
حق ہے کیونکہ وہ اُس وجود مطلق کا عین ہے جو اکوان کی صورت پر ظاہر ہے جیسا کہ حضرت شیخ اکبر نے
اپنے درود مین فرمایا ہے کہ تو وہ ہے جس نے اپنا نام کل مسمیات کے ساتھ رکھا تو جو شخص یہ جانتا ہے
کہ عالم ایک اعتبار سے ظل اور ماسوائے حق ہے اور دوسرے اعتبار سے عین حق تو وہ شخص سلوک
وطریقت کے اسرار کو جان لیگا دوسرا مسلک یہ ہے کہ کائنات خیال ہین یعنی ایسے موجودات ہین
جو ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف بدلتی رہتی ہین
اور خود حضرت شیخ نے اس امر کی تصریح فتوحات مکیہ کے باب ایکسو ستتر مین کی ہے تو اُن کا یہ
فرمانا کہ حق ہے فی الحقیقت یہان حق سے مراد باطل کا عکس ہوگا جو علماے رسوم مین متعارف ہے
تو جب وہ معنی مراد ہون گے کہ جو مسلک اول پر لکھے گئے تو اس کا مطلب بھی ظاہر ہے اور جب وہ مراد
ہوگا جو مسلک ثانی پر ہے تو وہ بھی ظاہر ہے یعنی حق بمقابل باطل ہوگا اور خود حضرت شیخ فص الیاسی
مین فرماتے ہین کہ عقل جب بالذات مجرد ہوئی اس حیثیت سے کہ اُس نے علوم کو نظر حق کی شعاعون
اور روشنیون سے حاصل کیا تو اُس کو اللہ کی معرفت تنزیہہ کے طور پر ہوگی نہ تشبیہ کے طور پر کیونکہ اُس کا
مقام تنزیہہ ہے اور ہر چیز کا جاننا جیسا کہ اُس مقام کا حق ہے تنزیہہ کے طور پر ہوتا ہے آخر دیکھو ملائکہ
ملکوت کو جو عقول مجردہ ہین وہ بھی اُسی نصف دائرہ معرفت مین کہ تنزیہہ ہے کہتے ہین کہ ونحن نسبح
بحمدك اور جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو اپنی تجلی سے معرفت عطا فرمائی تو اُس کی معرفت اللہ کے ساتھ
کامل ہوگی اور وہ اُسکی تنزیہہ اور تشبیہ مین تشبیہ کرتی ہے سریان حق کو طبیعیہ اور عنصریہ صورتون مین
دیکھتی ہے بلکہ عقل کوئی چیز ایسی نہین دیکھتی جسکو بہ نظر وجود و سریان حق عین حق نہ جانتی ہو اور اسی
معرفت کو معرفت تامہ کہتے ہین اور تمام شریعتین انبیا علیہم السلام کی اسی معرفت پر خلق کو حق کی طرف
دعوت کرتی ہین اور سب تشبیہ و تنزیہہ کا حکم کرتی ہین اور کسی شریعت مین کسی خاص ایک کے ساتھ
ان دونون مین سے حکم نہین ہے بلکہ عام ہے اور اوہام بھی اسی معرفت کا حکم کرتے ہین اسواسطے کہ

وہم معانی کلی و جزئی کو بلباس نوعی صورت خیالی سے ذہن مین پھیلا کر اسپر حکم کرتا ہے اور معانی اسوجہ سے کہ مادون سے مجرد ہین اس صورت سے کہ جو تابع ہوتی ہین منزہ ہین اور اسوجہ سے کہ خود ذہن مین متصور ہین ذہن کے مشبہ ہون گے اور اسوجہ سے کہ وہم مرکبات عقلیہ پر تنزیہہ و تشبیہ کے ساتھ حاکم ہے تو وہم کی سلطنت عقول کی سلطنت سے قوی اور غالب ہوگی کیونکہ جس عاقل کے متعلق خیال ہو کہ اُس کی عقل سب عقلون سے اعلیٰ و اکمل ہے وہ بھی وہم کے حکم سے باہر نہوگا اور وہم ہی کی سلطنت اُسپر غالب ہوگی پس کمتر مرتبہ اس سلطنت کا یہ ہے کہ جو کچھ عقل اور وہم کا جانا ہوا ہے اُس سے صرف تصور ذہنی ہوتا ہے اور اس ہئیت جامعہ اور صورت کاملہ انسانی مین وہم ہی حاکم ہے اور شرایع منزلہ بھی وہم ہی پر نازل ہوے ہین اور شریعتین تشبیہ و تنزیہہ دونون کے قابل ہین تو وہم نے تنزیہہ مین اپنی زبان سے تشبیہ کی اور تشبیہ مین عقل کی زبان سے تنزیہہ کی تو تشبیہ کو تنزیہہ کے ساتھ ارتباط ہوا اور ممکن نہین کہ تنزیہہ تشبیہ سے خالی ہو یا تشبیہ تنزیہہ سے اسواسطے کہ جس چیز سے انسان خدا کو منزہ کرتا ہے وہ چیز خدا کے لیے مراتب کونیہ مین ثابت ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ اُنھین مین جلوہ گر ہے یہی عین تشبیہ ہے اور حضرت حق کی تشبیہ کی جائے اور اُسکے لیے کوئی صفت کمالیہ ثابت کی جائے تو احدیت مین جو ذات مین تمام صفات کے کھپ جانے سے مراد ہے اس کا کوئی وجود بالذات نہوگا یہی عین تنزیہہ ہے جیسے اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ لیس کمثلہ شئی تو یہ تو تنزیہہ ہوئی اور وھو السمیع البصیر یہ تشبیہ ہوئی یہ بہت بڑی آیت تنزیہہ کی ہے اور با این ہمہ تشبیہ سے بھی خالی نہین اور کاف اس مین زائدہ ہو یا غیر زائد اگر زائدہ ہے تو نفی مماثلت ہوئی اور مطلب یہ ہوا کہ اس کا مثل نہین ہے یہ تنزیہہ ظاہر ہے اور اگر کاف زائدہ نہین ہے تو نفی مماثلت اُسکے مثل سے ہوگی اور مثل کا ثابت کرنا تشبیہ ہے تو جب کوئی چیز مثل کے مثل نہوگی تو بطریق اولیٰ اُسکے بھی مثل نہوگی یہی عین تنزیہہ ہے اب تشبیہ کا بیان یہ ہے کہ جس نے مثال کو اس لیے ثابت کیا کہ مماثلت کی اُس سے نفی کی جائے تو مثل کا ثابت کرنا تشبیہ ہے اور مثل سے مراد انسان ہے جو حق تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوا اور وہ صورت کیا ہے انسان کا وجوب ذاتی کے علاوہ کل کمالات سے متصف ہونا اور وھو السمیع البصیر تشبیہ ہے اور تنزیہہ بھی اسوجہ سے کہ حق نے اپنے لیے سمع و بصر ثابت کیے ہین جو غیر مین بھی ہین اور تنزیہہ اسوجہ سے ہے کہ ضمیر ہو کو سمیع و بصیر پر مقدم رکھا ہے اور ضمیر کا مقدم کرنا باعث حصر ہوتا ہے سماعت و بصارت مین تو یہ ذات حق کے لیے مخصوص تنزیہہ ہوئی اُسکی مشارکت بالغیر سے اور اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ تنزیہہ و تشبیہ دونون ہین

اور دونون ایک دوسرے سے علحدہ نہین ہین پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون یعنے تیرا پروردگار جو مالک عزت کا ہے اُس چیز سے پاک ہے جس سے کہ لوگ وصف کرتے ہین کیونکہ اُن لوگون کی توصیف تو بقدر اُن کے عقول کے ہوگی پس حق جل جلالہ نے اپنی ذات کی اُن اوصاف سے تنزیہہ فرمائی کہ جو لوگ حق کی تنزیہہ مین بیان کرتے تھے اور وہ لوگ اُس مرتبہ مین ذات کی تنزیہہ ایسی کرتے تھے کہ گویا ایک حد پیدا کرتے تھے اور یہ اسوجہ سے تھا کہ اُنکی عقلین حقائق الٰہیہ اور شیونات ذات متعالیہ کے ادراک سے عاجز تھین بلکہ جس مقدار سے کہ وہ اُس ذات پاک کی تنزیہہ کرتے تھے وہ بھی وہی تھی کہ جو حق تعالیٰ نے اُن کو تعلیم فرمائی تھی یا آیتون کے اسرار اُن کے دل پر کھولے ورنہ کس کی مجال ہے کہ اُس ذات اقدس کی توصیف پوری پوری کر سکے اور جب عقول وادراک حقائق کے بالکلیہ دریافت سے قاصر ہوئی تو انبیا علیہم السلام مبعوث ہوے اور بمقتضاے قواے وہمیہ کے حق کی تنزیہہ و تشبیہ پر مشتمل تعین آئین اور کبھی حق تعالےٰ نے اپنی کسی صفت کو خالی نہین چھوڑا جب تک کہ اُس نے اپنے کو اُس صفت سے متصف نہین کر لیا یا خود اُس صفت مین ظاہر نہین کیا تو اگر بالکل اُسکو نجانین گے تو بعضے صفات ضرور جان لین گے اور جب کبھی شارع نے اس زبان سے ذات کا وصف کیا تو امت نے بھی اُن صفات کا ادراک کیا تب حق تعالیٰ نے اُمتون کو اپنی تجلی عطا کی اور بعضے انبیا علیہم السلام سے ملحق کیا اور اُنھون نے بھی تشبیہ و تنزیہہ ذات مین وہی کہا جو رسول فرما گئے تھے اور خدا ہی اس امر کا دانا ہے کہ رسالت کہان پیدا کرتا اور کس کو عطا فرماتا ہے پھر حضرت شیخ نے بعد اسکے کہ امت کو رسولون کے ساتھ بحکم وراثت ملحق کیا اور لکھا کہ ان امتون نے تشبیہ و تنزیہہ مین وہی کہا جو رسولون نے فرمایا اس آیت کو داخل کیا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اللہ زیادہ دانا ہے اپنے غیر سے اس امر کا کہ کس ذات مین رسالت کے لیے تجلی فرمائے اور کس ذات مین امت ہونے کی کیونکہ ہر عین ثابتہ کو ایک امر کی استعداد اور ایک شان ورتبہ کی قابلیت ایسی ہے کہ ویسی دوسرے کو نہین ہے تو یہ آیت بھی تنزیہہ و تشبیہ دونون پر دلالت کرتی ہے اللہ اعلم کے اعراب مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ اللہ مبتدا ہے اور اعلم اُسکی خبر دوسرے یہ کہ لفظ رسل مبتدا ہے اور اللہ اسکی خبر اور اعلم خبر ہے مبتدا محذوف ہوگی اور اُس کا ماقبل اس صورت مین یہ ہوگا کہ لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ تو اُسکے معنے یہ ہوے کہ اللہ کے رسول بھی مظاہر حق ہین اور یہ سخن حق ہے اس مین

ــــہ ہرگز ہم نہین ایمان لائین گے جب تک ہم کو وہ چیز نملے جو ان رسولون کو ملی ہے ۱۲ منہ

کوئی اخلل نہین کیونکہ جب کہین گے کہ ہویت حق سب مین پھیلی ہوئی ہے تو ذات حق عین رسل
ہوگی لیکن چونکہ بیان تعین کا مرتبہ ہے اطلاق کا نہین ہے تو کہنا چاہیے کہ اس ہویت اور تشبیہ کا
مظہر جو رسل مین ثابت ہے اُس تشبیہ کا موجب ہے جو حق کی ہویت مین ہے اور جو تنزیہہ کہ
ہویت حق مین ہے وہ مثبت اُس تنزیہہ کی ہے جو ہادیت رسل مین ہے اور ان آیات کے منطوق
سے بھی ایسا مفہوم ہوسکتا ہے یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ
فوق ایدیھم اور ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۱؎ تو جب یہ سمجھ مین آجائے گا تو کوئی نزاع نہین
اسی سبب سے حضرت شیخ کا قول ہے کہ یہ دونون وجہین حقیقت ہین غرضکہ جو وجہ اہل تفسیر نے
کہی یا جو اہل تاویل نے بیان کی وہ دونون وجہین حقیقت ہی ہین مجاز نہین جو شخص جہان پہونچا اور
جو کچھ سمجھا اور دیکھا وہی کہہ گذرا قد علم۲؎ کل اناس مشربھم اسیطرح سے ہم نے بھی کہا کہ تنزیہہ
مین تشبیہ ہے اور تشبیہ مین تنزیہہ جلاء النظر مین بعد نقل کلام حضرت شیخ اکبر کے لکھا ہے کہ اسکی توضیح
کرنے والا وہ امر ہے جو شیخ الرئیس ابن سینا نے فصل سوم الہیات شفا مین لکھا ہے کہ وہ ہر چیز ہے
مگر وہ واحد اپنی ذات مین واحد ہے اور وہ موجود لذاتہ موجود ہے کیونکہ اُس نے اپنے غیر سے
وجود حاصل نہین کیا ہے اور ممکن وہ ہستی ہے جسکی ذات مین نیستی ہو اور یہی معنی شے کے اپنے
غیر سے وجود پانے کے ہین اور اُسکو ایک نیستی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی ذات مین مادہ اور
صورت دونون کا مستحق ہوا ہے پھر جب وہ اپنے موجد کے ایجاد سے قریب ہوگا تو اُس سے منقطع
ہوگا اور اُس کا عدم واجب ہوگا اور اس سے بھی زیادہ واضح وہ ہے جو شیخ الرئیس نے اس مقالہ
کے ساتوین فصل مین لکھا ہے کہ سب چیزون کی ماہیت وجود کی مستحق نہین ہے بلکہ وہ چیزین اپنی
ذات مین کچھ نہین ہین حق کی وجہ سے سب کچھ ہوئی ہین اور ان وجوہ سے کہ جو اُسکے قریب ہین
حاصل ہین اس لیے حکم ہے کہ کل شیئ۳؎ ھالک الا وجھہ انتہی بترجمہ اور کوئی شک نہین کہ ممکن
کا وجود چونکہ مستفاد واجب الوجود سے ہے اور اُسکی ذات فی نفسہ بلا تاثیر واجب الوجود
اور بلا اضافت اس واجب کے کوئی چیز نہین پس بالضرورت ممکن معدوم ہوگا کیونکہ وجود مستفاد
جب قطع اضافت کی وجہ سے منتفی ہوگیا اور خود ذاتی ہے نہین تو اب سوا عدم بالفعل کے اور
کیا رہا مگر اس عدم مین بھی وجود کا امکان ہے جیسا کہ جب واجب الوجود اس کو ایجاد فرمائے گا

۱؎ اور جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۱۲ منہ ۲؎ بیشک پہچان لیا ہر قوم نے اپنا مشرب منہ
۳؎ ہر شے مٹ جانے والی ہے مگر اُسکی ذات ۱۲ منہ

تو وہ ممکن موجود بالفعل ہوگا باوجود امکان عدم کے تیسری وجہ انا الحق کے معنی مین یہ ہے کہ عارف جب بزبان جمع یا جمع الجمع متکلم ہوتا ہے تو جو حکم حضرت الٰہیہ مین ثابت ہوتا ہے وہ اُسکو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے جیسا کہ اہل حقیقت کے مذہب مین شایع ہے چنانچہ شیخ عبدالکریم جیلی نے اپنے منظومۂ عینیہ مین اس جمع الجمع کے متعلق بہت کچھ تحریر کیا ہے جسکا جی چاہے اُسکو دیکھ لے اور یہ اُس شخص کی حالت ہے جس نے حق کی ذات اپنی ذات مین حق الیقین کے مرتبہ مین دیکھی ہے تو اس حالت مین وہ اپنے آپ کو الوہیت کبری محیط ہر شے کے ساتھ جانے گا اسی مقام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کسی کے پیر مین کوئی کانٹا چبھتا ہے تو اُس کا دُکھ مجھ کو اپنے مین معلوم ہوتا ہے کاتب الحروف کہتا ہے کہ ارباب سلوک کے چار مقام ہین ایک فرق اول جسمین شہود خلق ہوتا ہے حق سے محتجب اور اس مقام والا تمام خلق کو دیکھتا ہے اور حق کو سب وجوہ سے غیر جانتا ہے دوسرے جمع کہ جسمین شہود حق بغیر خلق کے نہین ہوتا اور اس مقام والا وحدت کو کثرت مین دیکھتا ہے اور صاحب فنا دو حال سے خالی نہین یا یہ کہ بالکل مسلوب العقل ہو کر اُسی سکر و بیخودی مین رہ جائے ایسے لوگون کو مجذوب مطلق کہین گے اُنپر کوئی تکلیف نہین ہے اور یہ معاف اور ترخان حق ہین کیونکہ تکلیف تو عاقل پر ہوتی ہے اور یہ مجانین حق ہین اُن کی انکار و اقتدا نہین کرنا چاہیے ؎

گشتہ اند این قوم ترخان خدا	کے بود انکار ایشان خود روا
رو بصدق دل بجز ایشان نظر	منکر و مانع مشو اے بے خبر

محققین صوفیہ ان لوگون کو کامل نہین کہتے ہین کیونکہ سالک قبل وصول مقام جمع و استغراق کے اشیا کو من جمیع الوجوہ غیر دیکھتا تھا اور مقام تعطیل و تفرقہ مین تھا یعنی حق کو معطل معلوم کرتا تھا جیسے کوزہ بنانیوالا کہ کوزہ بنانے کے بعد معطل ہوا اور استغراق کے وقت مین نہ کثرت حقیقی دیکھتا ہے نہ اعتباری تو اس مرتبہ استغراق مین تابع و متبوع اور عابد و معبود کا امتیاز کچھ نہین ہوتا اور مقام استغراق پر ٹھہرنے والا حجاب شریعت اُٹھا دینے والا ہوتا ہے دوسرا حال یہ ہے کہ وہ حق مین فنا ہونے کے بعد بقا حق کے ساتھ باقی رہے تیسرا وہ مقام ہے کہ جسمین شہود خلق کا قائم بالحق ہو اور اس مقام والا کثرت کو وحدت مین دیکھتا ہے چوتھے جمع الجمع کہ جسمین وحدت کا شہود کثرت مین اور کثرت کا شہود وحدت مین بغیر انفکاک کے ہوتا ہے

كذا في نقد النصوص وتعليقاته للجامي اور ان اشعار مین بھی انھین مقامات کی طرف اشارہ ہے ؎

فرق چہ بود عین غیر انگاشتن	جمع غیرش ز اعدام پنداشتن
صاحب تقلید اہل فرق دان	گو ندید از حق درین عالم نشان
صاحب جمع است پیشش نیست فرق	جان او در بحر وحدت گشت غرق
جمع جمع است آنکہ حق بیند عیان	در مرایا دہمہ فاش و نہان
صاحب این مرتبہ کامل بود	زانکہ این آن ہر دو را شامل بود

حضرت شیخ اکبر فرماتے ہین کہ لوگ تین قسم پر ہین ایک وہ جو خلق کو دیکھتے ہین اور حق کو نہین دیکھتے اور دوسرے وہ جو حق کو دیکھتے ہین اور خلق کو نہین دیکھتے تیسرے وہ جو جامع ہین خلق اور حق مین اور وہی صاحب لقا ہین اللّٰھم[له] ارزقنا ھذا المقام ببرکۃ انبیائک علیھم الصلوٰۃ والسلام اور جمع الجمع مقام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ورثا کا ہے ۔

ہمہ از وہم تست این صورت غیر	کہ نقطہ دائرہ است از سرعت سیر
یکے خط است ز اول تا بآخر	برو خلق جہان گشتہ مسافر
درین رہ انبیا چون ساربانند	دلیل و رہنماے کاروانند
وز ایشان سید ما گشتہ سالار	ہمون اول ہمون آخر درین کار
مقام دلکشایش جمع جمع است	جمال جانفزایش شمع جمع است

اور مرتبہ جمع کو مرتبہ بقا بھی کہتے ہین کیونکہ انسان اس مرتبہ مین اپنے سے فانی اور بقاء حق مین باقی ہوتا ہے اور کبھی مرتبہ فنا کہتے ہین اور مرتبہ فرق ثانی کو بقا کیونکہ انسان مرتبہ جمع مین اپنے سے فانی ہوتا ہے اور مرتبہ فرق ثانی مین حق مین باقی کذا فی مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز اور قیصری نے بھی فصل اول مقصد ثالث مقدمہ شرح قصیدہ فارضیہ مین انھین مقامات کو بیان کیا ہے سفینۃ الاولیا مین ہے کہ جو کچھ حسین بن منصور پر گذرا وہ غلبہ شوق اور جذبہ عشق اور مراتب کے محفوظ نہ رکھنے کی وجہ سے ہوا اور جذبہ عشق وہ ہے کہ جب محبت اعلیٰ مرتبہ پر پہونچتی ہے تو عاشق خود آگ مین جل جاتا ہے اور اُسکو اپنی خبر ہی نہین رہتی ہے نہ اُسکی نظر مین یار کے سوا کوئی دوسرا آتا ہے جو دیکھتا ہے اُسکو یار ہی سمجھتا ہے اور رات دن اُسکے دیدہ ظاہر و باطن مین یار ہی رہتا ہے سوا اس کے دونون عالم مین کچھ جانتا ہی نہین نہ دیکھتا ہے تو جب عاشق اس حالت پر ہوتا ہے تو جو کثرت اُس کی نظر مین آتی ہے وہ یار ہی کی آتی ہے حضرت مولانا جامی اسی حال کے متعلق ایک جگہ

[له] اے اللہ ہم کو یہ مرتبہ اپنے نبیون کی برکت سے دے اور انپر درود اور سلام نازل ہو ۱۲

فرماتے ہین ؎

بسکہ در جان فگار و سینۂ زارم توئی
ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

اور بعضے عارفین کا ارشاد ہے ؎

چو در خانۂ دل بغیر از تو کس نیست
بہر شکل آئی تو باشی بدانم

تو حسین بن منصور اسی حالت مین تھے کہ بے خبری اور جذبہ عشق سے انا الحق کہتے تھے یعنی اُن کی نظر مین کوئی چیز یار کے سوا آتی ہی نہ تھی اور جب اُن کی صورت مثالی خود اُن کو نظر پڑی تو اُسکو بھی اُنھون نے یار ہی کی صورت جانا اگرچہ وہ اُنھین کی صورت تھی جیسے مجنون نے کمال جذبۂ عشق سے آخر مین لیلی کو نہین پہچانا اور پوچھا کہ یہ کون ہے لوگون نے کہا لیلیٰ تیری معشوقہ مطلوبہ ہے کہنے لگے کہ لیلی تو خود مین ہی ہون ؎

گر آن لیلی از خیمہ بیرون شود
ہمہ کوہ و صحرا چو مجنون شود

اگرچہ حقیقت مین مجنون لیلی نہ تھے لیکن نہایت عشق اور رضا اور جذبہ مین اپنے آپ کو یار ہی دیکھتے تھے اور یار کو خود اور کمال یگانگی اور یک جہتی سے دوئی اُٹھ گئی تھی ورنہ ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کہ ادراک عاجز است از درک ادراک

فی الواقع مستی عشق کی یہی حالت ہے اگر خمخانۂ عشق سے ایک بوند بھی میکدۂ عالم مجاز مین پہونچ جائے تو کوئی مے پرست ابد الآباد تک مستی سے باہر ہی نہ آئے جن مستون نے کہ جام و سبوسے ہاتھ اُٹھایا ہے اور خم کی طرف متوجہ ہو کر خم پر پہونچے اُنھون نے اپنے سر کو اینٹ ہی پر جھکا ہوا دیکھا اور اپنے آپ کو بھول گئے اور خُم کو نشاء شوق اور بادۂ ذوق انگیز اہل ذوق سے لبریز پایا انا الحق اسی مستی کا ایک جوش ہے اور سبحانی انھین مستون کا خروش ابھی مجنون کو سُن ہی چکے کہ صدق و نیاز سے مستی عشق مجاز مین کیا کیا اپنے آپ کو گم کیا اور کہہ اُٹھا کہ مین لیلی ہون اور لیلی مین یا لیلی نے فصد لینے کا ارادہ کیا مجنون کے ہاتھ سے خون بہا عاشق خمخانہ محبت میفروش سے ہمیشہ جوش مین ہے اور مستی عشق لطف خمار مین بے خمار ہے انھین مستون کا قول ہے کہ یہ درد زحمت دینے والا گُمشتون ہی کے سر کا ہے نہ ملازم گم گشتون اور راز سرگذشتہ لوگون کا اگر عقل کہے کہ گم گشتہ کے حق مین بھی لزوم درد کا احتمال ہے تو عشق کہے گا کہ گم گشتہ کا جو ملازم ہے وہ بھی گم گشتہ ہے ؎

چندان برو این رہ کہ دوئی برخیزد
ور ہست دوئی راہ روی برخیزد
او تو نشوی ولیک گر جہد کنی
جائے برسی کز تو توئی برخیزد

صاحب نفحات حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر کے حال مین لکھتے ہین کہ محمد ابو نصر جیبی نے خواجہ ابو بکر خطیب کے ذریعہ سے حضرت شیخ سے پوچھا کہ آثار محو ہوتے ہین یا نہین آپ نے جواب مین لکھا کہ لاتبقی ولاتذر[1] جب عین نہین رہتا ہے تو اثر کہان سے رہے خواجہ ابو بکر نے سر جھکا لیا اور کہا کہ یہ بیان کچھ سمجھ مین نہین آیا کہ شیخ نے کیا کہا اُنھون نے فرمایا کہ یون سمجھ مین نہین آئے گا بلکہ ان شعرون کو یاد کر لو اور اُن سے کہو ؎

جسمم ہمہ اشک گشت و چشمم بگریست	در عشق تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثرے نماند این عشق ز چیست	چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

ملا عبد الغفور حاشیہ نفحات مین اس قول لاتبقی ولاتذر کے معنی مین لکھتے ہین کہ حقیقت جب ظاہر ہوئی تو اُس نے کسی چیز کو نہین چھوڑا بلکہ سب کو لے لیا تو طبیعت کہ جو مبداء آثار و افعال ہے جاتی رہی اور کسی چیز کے مبداء کا انتفا استلزام خود اس چیز کے انتفا کا ہے تو جب طبیعت ہی نہین رہی تو اثر طبیعت کہان ہوتا مگر جو آثار کہ ظاہر ہوتے ہین وہ طبیعت کے آثار کی صورت پر ہوتے ہین شیخ محمد ہاشم کشمی زبدۃ المقامات مین حضرت مجدد سے نقل کرتے ہین کہ جب کسی اسم و صفت کا لحاظ ہوتا ہے تو عارف کا عین ثابت ضرور درمیان مین حائل ہوتا ہے اور زوال عین متحقق نہین ہوتا اور صاحب فصوص بھی مطلقاً زوال عین کے قائل نہین ہین اور تجلی ذاتی کا ثبوت سوائے صورت متجلی لہ کے اور نہین رہتا چنانچہ فص شیثیہ مین لکھتے ہین کہ تجلی ذاتی بصورت متجلی لہ ہوتی ہے لہٰذا متجلی لہ جب اپنی صورت کو دیکھے گا تو آئینہ حق مین دیکھے گا اور یہ بھی فرماتے ہین کہ عین ایک معلوم ہے معلومات الٰہی سے اگر زائل ہو تو علم حق سبحانہ کا انقلاب جہل کے ساتھ لازم آئے اور یہ محال اور اعتقاد ضلال ہے اور زوال اثر کے بھی یہ قائل نہین ہین فرماتے ہین کہ جب عین زائل نہو گا تو اثر کیسے جائے گا اور بعضے صوفیہ کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عین زائل ہو جاتا ہے لیکن اثر رہتا ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ عین اور اثر دونون زائل ہوتے ہین جیسا کہ حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے لیکن جو زوال عین کے قائل ہین اور زوال اثر کے نہین قائل ہین اُن کے اس مقولہ سے اسطرف اشارہ ہے کہ اس سے زوال عین بالکل متحقق نہین ہوا کیونکہ اثر عرض کا حکم رکھتا ہے اور عین جوہر کا تو جب جوہر نہ رہے گا تو عرض کیونکر اور کہان رہجائیگا مثل مشہور ہے کہ جب سر ہی گیا تو درد سر کہان رہا علامہ ابن حجر مکی ہیتمی نے حلاج اور ابی یزید کے

[1] نہ باقی رکھے نہ چھوڑے ۱۲ منہ

قول کے معنی پوچھے گئے اُنھون نے فرمایا کہ حضرات عارفین کے اوقات ہوتے ہین کہ جن مین وہ لوگ حق تعالی کو بچشم علم وبصیرت دیکھتے ہین اور جب اُن کا یہ شہود پورا ہوجاتا ہے تو وہ اپنے سے بالکل غافل ہوجاتے ہین اور غیر حق کا ان کو شعور باقی نہین رہتا اسوقت مین وہ لوگ زبان قرب سے اسطرح کلام کرتے ہین کہ جسکی طرف اس حدیث شریف مین اشارہ ہے فاذا اجببتہ کنت سمعہ وبصرہ ویدہ الحدیث یعنی جناب باری فرماتا ہے کہ جب مین اپنے بندہ کو دوست رکھتا ہون تو مین ہی اُسکی شنوائی اور بینائی اور ہاتھ اور پیر ہوجاتا ہون تو وہ حضرات اپنی ذاتون کے لیے بطور ایہام وہ بات ثابت کرتے ہین جسکو حق تعالی نے خود اپنے لیے ثابت کیا ہوتا ہے اور یہ اثبات بطور اتحاد کے نہین ہوتا ہے کیونکہ وہ معاذ اللہ کفر واتحاد ہے بلکہ بطور اتحاد اُس شہود کے ہوتا ہے جسکی نظر سے وہ حکم مخصوص ذات حق تعالی کے لیے ہوتا ہے تو انا الحق اور سبحانی کے معنی یہ ہوے کہ حق تعالی کے شہود مین وہ شخص ایسا ڈوب گیا ہے کہ سمجھنے لگا کہ گویا مین وہی ہون مگر یہ تاویل جب ہے کہ جب وہ کلام اُن عارفین سے حالت صحو مین صادر ہوا ہو اور جب حالت غیبت مین صادر ہوگا تو وہ اُن شطحیات مین سے ہوگا جن پر کوئی حکم نہین کیونکہ حکم تو اسپر ہوتا ہے جسکو کہنے والا حالت صحو واختیار مین کہے اور جسکو محو وغیبت کے وقت کہے گا اُسپر کوئی حکم نہوگا اسی قبیل سے حضرت بایزید کا قول مافی جبتی غیر اللہ ہے تو اگر یہ ارشاد حالت صحو مین ہوا ہو تو اُسکے معنے وہی ہون گے جو اوپر بیان ہوے ورنہ اُسکے کوئی معنے نہ ہون گے اور نہ اسپر کوئی حکم ہوگا **فائدہ نافعہ** علامہ ابن حجر مکی اپنے فتاوے حدیثیہ مین لکھتے ہین کہ جن حضرات صوفیہ سے شطحیات واقع ہوے ہین اور اُن کی طرف سے جن علماء عارفین اور حکماء دین کو اللہ نے حرمان انکار سے بچایا اور اُن سے خوش اعتقاد ہونے کا اُن پر احسان فرمایا اُنھون نے اپنی سمراہات مین اُسکی تاویلین صحیح کین اور رنگ محلون پر حمل کیا اور اُن کے جوابات سکتہ دیئے اور اُن کی عمدہ تحقیقات کین اُن کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہین کہ جنکو اللہ نے توفیق خیر دی ہے اور جو اُن سے تعرض کرتے ہین وہ مخذول ہین تو ہر شخص کو ڈرنا چاہیے کہ کہین وہ بھی اُن مین سے نہو کیونکہ بہت لوگون نے اولیا کی انکار کرکے زہر کا پیالہ پیا اور اسی مین مرگئے بلکہ سلامت روی اور اللہ کے غصہ اور لڑائی اور دشمنی سے خوف کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ جناب باری نے حضرت صادق مصدق صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ارشاد فرمایا ہے کہ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب جس نے عداوت رکھی میرے کسی دوست

تو مین اُس سے کہلواے دیتا ہون کہ مین اُس سے لڑون گا اُنکا قول ہے کہ اللہ تعالی کسی گنہگار سے سوائے منکرین اولیاء اللہ اور سُود خوار کے لڑائی قائم نہین کریگا اور ظاہر ہے کہ جس سے اللہ لڑے گا اُسکو کیا فلاح ہو سکتی ہے اب بیان پر چند سالک ہین پہلا یہ کہ یہ کلمات حضرت حق سے حکایت کے طور پر ہین اور حضرات عارفین نے جب انوار حق مقامات محبت اور عبودیت اور قرب مین دیکھے اُسوقت یہ باتین کہہ اُٹھے جسمین معذور ہین گنہگار نہین اور اسی مسلک کی طرف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی گئے ہین چنانچہ عوارف مین اُن کا قول ہے کہ حضرت ابی یزید کا قول سبحانی معاذ اللہ اِس اعتقاد سے کہ وہ اُسکو حقیقتاً کہتے ہونگے نہین ہے ہان یہ ممکن ہے کہ بطور حکایت اللہ تعالی سے کہا ہو ایسے ہی حلاج کے متعلق بھی اعتقاد رکھنا چاہیے دوسرے یہ کہ ان حضرات سے یہ اقوال حالت غیبت اور سُکر مین واقع ہوے ہون اور حالت غیبت و سکر فناء فی المحبت اور شہود موارد احوال سے جو دل کو بے چین کرتے ہین پیدا ہوتی ہی بعضے مصائب اور واردات دنیاوی جب قلب پر وارد ہوتے ہین تو دل کو غافل کر دیتے ہین اور بوجہ اپنی شدت قیام اور اس شخص کے اپنے سوچ اور خیال مین مستغرق کر لینے کے تمیز نہین رہتی بلکہ ہوش و حواس جاتے رہتے ہین تو جب امور دنیاوی کا جو مقابلہ ان حالتون کے رتی برابر بھی وقعت نہین رکھتے یہ حال ہے تو واردات حق کا کیا کہنا جب وہ دلون پر وارد ہوتے ہونگے اور جن لوگون کو اپنے منازلات مین عوالم ملکوت منکشف ہوتے ہونگے اور عجائبات قدرت دیکھنے مین آتے ہون گے اُن کے دلون مین کیونکر شعور اور تمیز باقی رہتی ہوگی لہذا صاحب حال بیخبر کی طرح ہو جائے گا تو اس حال مین وہ شخص وہی کہے گا جو اُسکے رگ و پے مین پہلے سمائی ہوئی ہے اور اُسکی زبان سے اُنھین حالات کے مطابق مقالات ظاہر ہونگے لیکن جن عبارتون سے مقصود وہ الفاظ ہون کہ جن کا ظاہر موہم حلول یا اتحاد ہوتا ہو اُن مین غور کرنا چاہیے تاکہ انکار اور بد اعتقادی سے محافظت رہے اور جو نشہ کہ جائز سبب سے پیدا ہوا ہو اُس نشہ والا غیر مکلف ہے اور یہی مسلک معتمد علیہ حضرت قطب ربانی سیدی عبد القادر جیلانی رضہ کا ہے کیونکہ آپنے حلاج کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ بعضے عارفین کا مرغ عقل درخت ظاہری کے گھونسلہ سے اڑا اور آسمان پر فرشتون کی صفین پھاڑتے ہوے چڑھ گیا چونکہ وہ مرغ باز ہے شاہی سے تھا اور اُسکی آنکھین بند تھین اسیوجہ سے ارشاد ہے کہ انسان ضعیف ہی مخلوق ہوا ہے غرضکہ اس نے آسمان مین اپنا شکار نہ پایا تو جب اُسکو پروردگار عالم کے ۔دیت کی شکارگاہ معلوم ہوئی تو اسکی

حیرت اپنے مطلوب کے اس قول سے بڑھ گئی فاینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی جدھر تم منھ پھیرو اسیطرف اللہ کا مونھہ ہے تب وہ مرغ غلطان بیچان زمین کی طرف اُس چیز کو ڈھونڈھتا آیا جو آگ سے بھی قعر ہاے دریا مین زیادہ معدوم ہے اور اپنی عقلی آنکھ سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا یہان اُسکو سوا آثار کے کچھ نہ معلوم ہوا تب وہ منڈلانے لگا اور اُسکو دونون جہان مین اپنے محبوب کے سوا کوئی محبوب ہی نہ معلوم ہوا سوقت وہ خوش ہوا اور مست ہوکر انا الحق کہنے لگا پھر اُس نغمہ سے جو بشری نہ تھا باوجود اپنے چھوٹے مُنھ ہونے کے باغ وجود مین مترنم ہوا تو اسپر بالکل یہ مثل صادق آئی کہ چھوٹا منھ بڑی بات پھر اُس نے ایسا لحن کیا کہ جو اُسکو خودی سے عینیت حاصل ہونے کی حالت مین تھا تب اُسکے دل مین یہ ندا دی گئی کہ اے حلاج کیا تم سمجھتے ہو کہ تھاری قوت تم سے ہے ایسا نہین ہے اب تم تمام عارفین کی نیابت سے کہو کہ حسب الواحد افراد الواحد یعنی اُس انسانیت کے لباس مین جنھون نے علی العموم وحدانیت پائی اتنے ہی پر تم بھی قائم رہو اُس سے آگے نہ بڑھو اور رکھو اے محمد تم سلطان حقیقت ہو اور وجود کے آنکھ کی پتلی اور تھارے معرفت کے دروازہ شاہی کی چوکھٹ پر عارفین کی گردنین جھکی جھکی ہوئی ہین اور تھاری بزرگی پر تمام خلق کی پیشانیان ٹکی ہوئی ہین فقط یہی ارشاد امام یافعی نے بھی تاریخ مین نقل کرکے لکھا ہے کہ منجملہ کلام حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کے حلاج کے بارہ مین یہ روایت بھی ہے جو راوی کے پاس باسانید موجود ہے کہ آپنے فرمایا کہ عارفین مین سے ایک شخص اُفق دعوے پر انا الحق کے پر دن سے اُڑا اور ابدیت کے باغ کو گھاس پھوس اور دوستون سے خالی پاکر اجنبی لغت سے تکلم کیا اسپر بادشاہ نے عتاب کیا کہ جو اپنی شان مین خود فرماتا ہے کہ ان اللہ لغنی عن العالمین یعنی اللہ تمام عالم والون سے بے پرا ہے اور اُسکے جسم مین کل نفس ذائقۃ الموت کا پنجہ گڑو دیا تب اُس سے سلیمان وقت کی شریعت نے کہا کہ یہ اجنبی لغت تم کیون بولے اور اس لحن سے کیون مترنم ہوے اس سے اور سالکین تو مترنم نہین ہوے اب اپنی ہستی کی قید اور غیریت مین داخل ہو یعنی حدوث کیطرف رجوع کرو اور زبان سے اقرار کرو کہ حسب الواحد افراد الواحد تاکہ ارباب دعویٰ تھارا اقرار سُن لین کیونکہ اصل حفظ طریق کا دار و مدار وظائف شریعت کے قیام پر ہے تو حلاج کی فضیلت پر ایسے بڑے کی شہادت اُن کے اس مقام پر فائز ہونے کے لیے نہایت کافی اور

سلہ برجان چکھنے والی موت کی ہے ۱۲ منہ

وانی ہے حالانکہ اور بہت سے صوفیہ اُن کے متعلق مختلف تھے ایک گروہ عارفین جیسے
ابی العباس بن عطا اور ابی عبد اللہ بن خفیف اور ابی القاسم نصر آبادی اُن کی تعریف
کرتے تھے اور اُن کا حال صحیح مان کر اُن کو محققین مین قرار دیتے تھے مگر اور مشائخ ان کے مخالف
تھے اُن کا قول ہے کہ یہ تصوف جانتے ہی نہ تھے اور نہ وہ لوگ اُن کو مانتے نہ اُن کے قول
کو صحیح جانتے تھے مگر یہ متقدمین کے قول کے خلاف نہین پڑتا کیونکہ وہ اگرچہ حق پر تھے اور
عالم ربانی بھی بقول ابن خفیف کے مگر نادان تھے اور ایسے بہت سے کلمات اُن سے صادر
ہوتے تھے جو بظاہر گرفت کے لائق تھے اسیوجہ سے اُن لوگون کا یہ قول ہے کہ ان کا مرتبہ تصوف
مین کچھ نہ تھا یعنی تربیت و اقتدا مین اور یہ مجاذیب سے تھے جنپر اعتقاد تو رکھنا چاہیے مگر انکی
باتون کو نہین ماننا چاہیے اور اصحاب مراتب و تصرف سے شمار کرنا چاہیے لیکن اس سے
یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرات صوفیہ مین بعضے ایسے بھی ہوے ہین جنکی باطنی حالت انکار کے
لائق ہوئی حاشا ایسا نہین ہے حضرت امام غزالی نے ان کا حال مفصل لکھا ہے اور ان کے کلمات
اور واقعات کے متعلق بھی جوابات دیے ہین جس سے وہ حلول و اتحاد و اعتقاد باطلہ سے
بری معلوم ہوتے ہین اور اُن کے بعضے کلمات ایسے بھی ہین جس سے اُن کا صاحب معرفت ہونا اور
اس حال پر فائز ہونا معلوم ہوتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ حضرات عارفین جاہل کی تعلیم یا شکر
اور تحدث بہ نعمۃ اللہ پر مامور ہوتے ہین جیسے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے
واقع ہوا کہ اُنھون نے فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ چو تھے یہ کہ یہ شطح مین کبھی خلق کا
نفع ہوتا ہے اور حضرات عارفین کو وہ بالہام یا کشف یا خطاب یا اور وجوہ تعریفات سے معلوم
ہوجاتا ہے جیسا کہ یمن مین یہ خبر امام الفقہاء والصوفیہ شیخ اسماعیل حضرمی سے بتواتر مروی ہے
کہ اُنھون نے کہا کہ جو شخص میرے قدم چوم لیگا وہ جنت مین جائیگا تب سے ہر شخص کی یہی عادت
ہوگئی کہ جو اُن کی زیارت کو جاتا وہ قدم ضرور چوم لیتا تھا اور اُن کی کرامتون سے ایک یہ بھی ہے
کہ جب وہ زبید مین داخل ہوے تو آفتاب غروب کے قریب تھا اُنھون نے اُس سے مخاطب
ہو کر کہا کہ جب تک ہم شہر کے اندر نہ جالین تب تک غروب نہونا چنانچہ آفتاب گھڑی بھر ٹھہرا رہا جب
شہر مین داخل ہولیے تب خود اسکی طرف اشارہ کیا فوراً رات ہوگئی اور ستارہ چھٹک گئے پانچوین
صورت یہ ہے کہ مراد لفظی ظاہر ہو اگرچہ بظاہر وہ دشوار معلوم ہوتی ہو جیسے کہ شیخ ابی الغیث بن جمیل

۱؎ یہ صاحب مقامات عالیہ و احوال سنیہ و انفاس صادقہ و کرامات خارقہ تھے انکی وفات ۵۱۷ھ مین ہوئی انتہی ملخصا عن النفحات

کو واقع ہوا کہ اُن کی خدمت مین ایک گروہ فقہا کا حاضر ہوا اُنھون نے اُن سے فرمایا کہ مرحبا
بعبیدی یعنی خوب آئے تم اے میرے غلام اس سے وہ لوگ آپکے سخت منکر ہوگئے اور سب نے
آپ کا یہ ارشاد شیخ اسماعیل حضرمی سے جاکر بیان کیا وہ بولے کہ شیخ نے سچ کہا تم سب بوجہ ہوا و
ہوس کے بندہ ہونے کے اُن کے غلام ہو چھٹی صورت یہ ہے کہ اُن کلمات سے اشارہ اس طرف ہو کہ
حق تعالیٰ نے اُن کو عالم مین تصرف کرنے کی اجازت دی ہو جیسے کہ شیخ ابو الغیث کا قول ہے کہ[1]

وحبانی الملک المہیمن خلعة	فالارض ارضی والسماء سمائی

اور ایک روایت مین ہے وحلانی الملک المہیمن باسمہ یعنی بادشاہ مہیمن نے اپنے نام سے
مجھے نام عطا کیا اور اپنا راز یا صفت یا برکت یا اپنی طرف سے تصرف کرنے مین نائب کیا یعنی میرا نام
جو ابو الغیث ہے وہ اللہ کے اسم مغیث سے نکلا ہے پھر شیخ ابو الغیث نے عارف باللہ شیخ
احمد بن علوان کے خط کے جواب مین لکھا کہ یہ مقامات اولیا ہین یا صفوف ملائکہ کے علم حروف اور
اسما کی طرف اسرار پر مطلع ہونے کے لیے اور یہانتک مراتب ابداع منتہی ہوے تاکہ تصرف کرین
اولیاء اللہ اُن چیزون مین کہ جن مین اللہ نے اُنکو اجازت دی ہے اور سابقاً یہ بیان ہو چکا ہے
کہ ممکن ہے کہ اولیاء اللہ کو کرامات مثل معجزات انبیا علیہم السلام کے عنایت فرمائے جاوین بشرط
تحدی بالنبوت نہونیکے یا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تکوین خلق پر مطلع کیا یا مین اُس قلم کی
آواز سنتا ہون کہ جسکو قیامت تک ہونے والی چیزون کے لکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور جف القلم[2]
بما انت لاق سے بھی کنایہ اسی قضاے مبرم سے ہے جو ام الکتاب مین موجود ہے اور قابل
تغیر اور تبدل نہین ہے یعنی تم کسی شخص وغیرہ سے ان امور مین جنکا قطعی تصرف تم کو دیا گیا ہے اپنے
لیے استعانت نہ کرو کیونکہ تم کسی رہنما کے محتاج نہین ہو ساتوین صورت یہ ہے کہ ان افعال یا اقوال سے
مقصود اپنے رسوم و عادات کا خراب کرنا ہو جیسے کہ حضرات ملامتیہ ہوتے ہین کہ طبیعت نفس مع اللہ حاصل
ہوتی ہے اور وہ اپنے اعمال پر کسی اور شخص کا مطلع ہونا پسند نہین کرتے اور جب کسی کو اپنا معتقد
دیکھتے ہین تو اُسکے اعتقاد زائل کرنے کے لیے ایسے افعال یا امور کرتے ہین جو ظاہر مین برے
معلوم ہوتے ہین جیسے کہ حضرت ابراہیم خواص نے جب اپنے شہر والون کو اپنا نہایت معتقد دیکھا
اور اُن کے ہجوم و اژدہام سے اپنے اوقات عزیز مین خلل پڑتے پایا تو اُن کے اعتقاد رفع کرنیکو

[1] مجکو بادشاہ مہیمن نے خلعت بخشا پس زمین و آسمان میری ملک ہے ١٢ منہ [2] یعنی قلم خشک ہو گیا اُس چیز پر کہ
جس سے تم ملنے والے ہو ١٢ منہ

ابن الملک کے حمام سے جاکر کپڑے چرا لاے اور اُن کو پہنکر بازار مین ٹہلنے لگے جس شخص کے کپڑے تھے اُس نے دوڑ کر اُن کو پکڑا اور خوب پیٹا اور کپڑے چھین لیے اُس دن سے وہ حمام کے چور کہلاے تب اُنھون نے کہا کہ اب اس شہر مین رہنا ٹھیک نہین ہے اب اگر کوئی پوچھے کہ غیر کے کپڑے پہن لینا کیسا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اُن کو معلوم ہو گیا ہو کہ یہ شخص میرے لے لینے پر راضی ہو جاے گا اور سمجھ لے گا کہ یہ واقعی چور نہین ہین بلکہ اپنے کو چور بنانے کے لیے ایسا کیا ہے اور اس حرکت پر وہ ناراض نہوا اور امام شافعی نے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ ایک خلال یا دو خلالون کا کسی کے مال سے لے لینا کچھ مضائقہ نہین ہے کیونکہ یہ چیزین ایسی ہین جن کے دے دینے مین عادتاً کوئی انکار نہین کرتا اور یہان اس حکایت مین بھی خیال اولی ٹھیک ہے کیونکہ اکثر لوگ حضرات صوفیہ کے دوست اور معتقد ہوتے ہین تو اُن کے ایسے افعال کو ضرور وہ ایسے ہی سمجھتے ہون گے اور مین نے دیکھا ہے کہ بعضے لوگون نے ایک فقیہہ سے اسی مسئلہ کو پوچھا اور کہا کہ اس مسئلہ مین مجھکو آپ لوگون کی راے پوچھنا ہے فرمائیے کہ ظاہر فقہ مین بعضی حرام چیزون کا استعمال کیا ضرورتاً جائز نہین ہے جیسے نجس دوا کا استعمال تو فقیہہ نے کہا کہ ہان درست ہے تب سائل نے جواب دیا کہ ممکن ہے اُن بزرگ نے بھی اپنے قلب اور نفس کی اس حرام چیز سے دوا کی ہو علامہ ابن حجر کہتے ہین کہ میرے نزدیک یہ جواب ٹھیک نہین کیونکہ نجس شے سے دوا کرنے مین صرف حق اللہ ہے تو اس مین بسبب مرض کے توقع درگذر بھی ہے رہا یہ امر تو یہ حق انسانی ہے وہ جب بغیر اُسکی اجازت کے ناجائز ہے تو اصطلاح قلب کے لیے کیسے جائز ہو گا لہذا وہی جواب ٹھیک ہے جو اوپر بیان ہوا اور اسپر وہ اعتراض نہ وارد ہو گا جو امام یافعی نے اس دوا کے مسئلہ پر وارد کیا ہے بعد اپنے اس قول کے کہ تخریب عادت کا علاج حرام وغلیظ شے سے درست نہین ہے اور ارتکاب حرام کا جواز صرف فساد وضرر کے گمان سے کہ جس سے فساد حرام یا اس کا ضرر ظاہر ہو میرے نزدیک قابل اعتراض ہے اور اسی پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جب دو مفسدہ متعارض ہون کہ جن کا صغری قطعی ہو اور کبری ظنی تو اُس مین اولی بالدفع کون ہے اور جب غرض یعنی تخریب عادت امر مکروہ سے حاصل ہوتی ہے تو حرام سے ناجائز ہو گی انتہی کلام الیافعی تو امام یافعی کے توقف تعارض مفسدتین مین اعتراض ہے اور یہ جملہ فقہا کا کہ درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح یعنی فسادات دور کرنا مصالح کے حاصل کرنے پر مقدم ہے تو مفسدہ قطعی کا دفعیہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا مقدم ہے جیسا کہ اللہ کے کلام مضطر کے حق مین معلوم

ہوتا ہے کہ وہ غیر کا کھانا جو اُسکی ضرورت سے زائد ہو جبراً لے سکتا ہے اور اگر وہ دینے سے رُکے
تو اُس سے لڑسکتا ہے تو یہان ایک راستہ اُسکے حاصل کرنے کا معین کردیا گیا با این ہمہ اُس
مضطر کو وہ کھانا مفت لینا نہین چاہیے بلکہ اگر فی الحال قدرت اُسکے بدل کی رکھتا ہو تو اُس کا
معاوضہ کردے ورنہ قدرت آئندہ پر اُس کے معاوضہ کا ارادہ رکھے حضرت سید احمد مغربی برنسی
معروف بزروق جو اکابر علمائے وقت اور اعاظم مشایخ مغرب سے اور مسلم مشایخ دیار عرب تھے
اپنی کتاب قواعد الطریقت فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ مین لکھتے ہین کہ ارتکاب حرام کسی امر کروہ و
مباح کے دفعیہ کے لیے جسمین خوف فتنہ و آفت ہو بالیقین اُسکے وقوع کے جائز نہین ہے مثلاً
کسی نے خمول و گمنامی اور نفس کو خلق کی نگاہون سے گرانے کے لیے مناہی و ملاہی کا ارتکاب
کیا تو اگر اُسکی حرمت علما کے یہان متفق علیہ ہے تو جائز نہین ہے اور اگر مختلف فیہ ہے تو خیر
اُسمین چندان حرج و دشواری نہین اور اگر اہل تجربہ و معرفت کی کسی عمدہ مصلحت اور صحیح غرض
پر شامل ہو تو دو شرطون سے جائز ہو سکتا ہے ایک یہ کہ خلاف حکم راجح اور فتوای مذہب کے
جسکا وہ مقلد ہے نہو دوسرے یہ کہ دونون طرفین اختلاف کی قوی ہون صرف قول غریب اور مذہب ضعیف
پر عمل نہین کرنا چاہیے یہان پر تشددین صوفیہ حد سے بڑھ جاتے ہین اور جو مصلحت نفس کے
مخالف سوجھی ہے اسی پر نظر جمائے رہتے ہین اور اُن قصون سے جو بعض ارباب احوال سے
منقول ہین متمسک کرتے ہین لیکن محققین صوفیہ اُس سے منع کرتے ہین مثلاً جو لوگ کہتے ہین کہ حمام
کی چوری کے قصہ وغیرہ کو کیا کہین گے کہ اُس مرد عارف نے چوری کی جو بالاتفاق شریعت مین
حرام ہے اور وہ اس غرض سے تاکہ خلق کی نظر سے گر جائے اور ازدحام خلق اور رجوم عوام سے
فراغت پائے اس کا جواب یہ ہے کہ کپڑون کو اٹھا کر پہن لینا اُس قسم کی چوری کی طرح نہین
ہے جو شرع مین باتفاق حرام اور مستوجب سزا ہو حقیقتاً چوری مال محفوظ کا چھپا کرلے لینا ہے
اور حمام جائے محفوظ[1] نہین غایت کار یہ ہے کہ اُنھون نے ملک غیر مین بلا اجازت تصرف کیا
تو کپڑے وغیرہ مین ایسی آسانیان ہوا کرتی ہین اگر کوئی شخص کسی مسلمان بھائی کا کپڑا باعتقاد
آسانی باعتماد اُسکے حسن خلق کے اُٹھا کر پہن لے تو کوئی مضائقہ نہین ہان بہتر یہ ہے کہ اُسکی صریحی
اجازت بھی ہو یا کنایۃً تو یہ فعل مکروہ ہوا حرام نہوا اب اگر کوئی کہے کہ پھر اُس امر مین کیا کہین گے کہ
ایک شخص حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین آیا اور راہ کی سختی اور کام پورے نہونے

---

[1] کیونکہ لوگون کی آمد و رفت حمام مین ویسے ہی ہوتی ہے جیسے مسجد مین اور مسجد بالاتفاق جائے محفوظ نہین ہے ۱۲ منہ

شکایت کی اُنھوں نے فرمایا کہ یہ کام تو آسان ہے ایک درہم خرچ کرو اسیوقت مقصد حاصل ہوجا
جوز مول لو اور توبڑہ مین ڈال کر اُسکو گردن مین لٹکاؤ اور داڑھی منڈاؤ اور بزرگان ومشاہیر شہر کے
پاس جاؤ جو لڑکے تمھارے تھپڑ مارین اُن کے ہاتھ مین ایک جوز دیدو اگر تم یہ کروگے تو
آفت راہ سے چھوٹ کر مقصود پر پہونچ جاؤگے وہ کہنے لگا سبحان اللہ مجھ ایسے شخص سے یہ
کام ہوسکتا ہے فرمایا کہ یہ سبحان اللہ تمھاری بغرض تنزیہہ وتقدیس نفس تھی نہ ذکر وتسبیح حق جاؤ
تمھارا ایمان دخل نہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ارشاد حضرت سلطان بایزید کا درحقیقت حکم
کے طور پر نہ تھا بلکہ صرف امتحان وآزمایش حال واعتقاد دیکھنے کے لیے تھا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی
کہ وہ ایسا حکم دیتے اور اگر کوئی کہے کہ تمام علماے شریعت کا اتفاق ہے کہ اگر کسی کے حلق مین لقمہ
پھنس جائے اور پانی نہو اور وہ مرنے لگے تو اُسکو شراب پی لینا جائز ہے تاکہ وہ لقمہ اُتر جائے باوجود
کہ شراب کی حرمت متفق علیہ ہے تو جب دنیاوی زندگی کے بچاؤ کے لیے جو فانی ہے ارتکاب
امر حرام جائز ہے تو اخلاص طاعت وقرب حق حاصل کرنے کے لیے جو سبب حیات ابدی ہے
کیون نہ درست ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کا قیاس اُس مسئلہ پر درست نہین کیونکہ اس موقع
پر اگر شراب نہ پیے گا تو زندگی ہی جاتی رہیگی اور زندگی ہی پر دارومدار وجود اور بقا اور تمام
کمالات کے تحصیل کی بنا ہے پس اس سے اعانت قتل نفس پر لازم آتی ہے جو بالاتفاق شرعاً
حرام ہے اور رجاہ وشہرت حرام شرعی نہین ہے اور یہ کہ اُسکے ہونے سے کمال کی زیادتی جاتی ہے
اور وہ بھی یقینی نہین ہے اور وہ افعال وحرکات جو محققین ملامتیہ کرتے ہین اُس سے مراد ارتکاب
حرام اور مکروہ شرعی نہین ہوتا ہے بلکہ اُس سے مقصود اُن کا عبادات کا چھپانا اور بعضے عادیات کا
ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ جو نقص کی صورت مین نظر آتے ہین اور حقیقت حال پر اطلاع سے قبل لوگون کی
نظرون مین ناشروع دکھائی دیتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ ناشروع نہین ہوتے اور چاہیے کہ
ملامتی کا ارادہ ونیت نفس سے تحفظ اور علحدگی ہو نہ اپنی حال کا خلق سے مخفی کرنا کیونکہ اس حالت
مین کہ اُس کا قصد اخفا اور ستر ہوتا ہے خلق پر نظر اور ان کی تعظیم باقی رہتی ہے تو پھر وہی لازم آیا
جس سے وہ بھاگتا تھا اور درحقیقت یہ حال اُسی صوفی کو حاصل ہوتا ہے جو باصطلاح مشہور فرقہ
ملامتیہ مین اکمل ہوتا ہے اور اُسکی نظر سے کرنے اور نہ کرنے اور ہونے اور نہ ہونے مین خلق
بالکل ساقط ہوگئی ہوتی ہے شیخ ابوالعباس مرسی فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے ظاہر کرنے کا
ارادہ کرے وہ ظہور کا بندہ ہے اور جو خفا کا ارادہ کرے وہ خفا کا بندہ اور اللہ کے بندہ پر

ظہور وخفا دونوں یکساں ہیں حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رسالہ مرج البحرین میں لکھتے ہیں کہ ہفوات مشائخ کی علت تسلط حال اور غلبہ سکر ہے اور وہ حال صحیح ہوتا ہے اور نسبت درست لیکن جو قول یا فعل کہ غلبہ حال سے ہو وہ محل اقتدا اور قابل اتباع نہیں ہے اور یہ لوگ اُسکے صدور میں معذور ہیں اور بے اختیار یہاں پر چند مثالیں اُن کے اقوال و افعال کی کلیہ و اجمال کے طور پر ذکر کی جاتی ہیں اور اگر بعضے جزئیات کو بھی ہم بالتفصیل ذکر کریں تو کچھ بعید نہیں مگر اقوال کا تعرض تو حوصلہ وقت میں نہیں کہ وہ از قبیل رموز و اشارات فنا و توحید ہیں وہاں قیل وقال مناسب حال نہیں چند قصہ اُنھیں افعال میں سے بیان کیے جاتے ہیں منقول ہے کہ حضرت شبلی کا ایک لڑکا مرگیا اُن کی بی بی نے بوجہ فرط غم سر کے بال نوچ ڈالے آپنے بھی داڑھی میں نورا لگا دیا اور بیٹھ گئے تمام بغداد والے آپ سے خفا ہوگئے اور کوئی شخص آپ کے یہاں تعزیت کے لیے نہ آیا آپ کے ایک دوست نے پوچھا کہ آخر آپنے یہ کیا حرکت کی اور کیوں کی کہنے لگے کہ اپنی بی بی کی موافقت سے اُس نے کہا کہ اس کہنے سے تو تسلی نہیں ہوتی ہے اس کا اصل بھید بتلائیے اہل وعیال کی موافقت تو کوئی چیز نہیں آپنے فرمایا کہ اگر تم نہیں مانتے اور بھید ہی پوچھتے ہو تو اسکی حقیقت یہ ہے کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ جو شخص دوسرے کو خدا یاد دلائے اور آپ غافل ہو تو وہ قابل لعنت اور مستحق بعد ہوتا ہے اور خدا کی نظر رحمت سے گر جاتا ہے مجھکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ لوگ تعزیت کو میرے پاس آئیں اور رسم وعادت کے موافق چرب زبانی سے مجھے تعزیت اور نصیحت کریں اور اُن کے دل خدا سے غافل ہوکر مستحق لعن ہوں اور اس کا باعث میں ہوں میں نے اپنی داڑھی قربان کر دی اور خلق کو ہلاکی سے بچا دیا اب دیکھنا چاہیے کہ کیسی سچی نیت اور کسطرح کی باریک نظری اور تعظیم ذکر الٰہی اور شفقت و رحمت برخلق تھی اور یہ سب حالات سنیہ اور مقامات علیہ سے تھے لیکن داڑھی منڈانا اس علت سے شریعت میں درست نہیں ہے اور نہ کسی عاقل سے یہ ہوسکتا ہے اور غور کرنا چاہیے کہ اُن کا اتصاف بعلم وعمل اور تقوی اور ریاضت کس مرتبہ کا تھا اور باوجود غلبہ نیت اور حال کے پھر جو ان سے یہ فعل صادر ہوا تو کس قدر غلبہ و بے اختیاری اور مستی انپر اُسوقت ہوگی ورنہ قاعدہ ہے کہ نیت مباحات اور مستحبات کی طرف جاتی ہے نہ حرام اور مکروہ کی طرف تو اب یہ چاہیے کہ اُنکو اس حالت میں مجنونوں کا سا سمجھیں حالانکہ حضرت شبلی امام اہل وجد اور سرگروہ ارباب سکر و حال تھے اور کسی شخص کو اُن پر قیاس نہیں کرنا چاہیے اور وہ غلبہ حال میں اس قدر اپنے سے غائب تھے

کہ لوگ بیان کرتے ہین کہ وہ اپنی بہوؤن اور پلکون کے بالون کو نوچتے اور بعض وقت چہرہ اور گوشت کو زنبور سے دباتے تھے کہ اُس درد و دکھ کے سبب سے کسی وقت ہوش مین آئین اور اس حالت سے افاقہ ہو اُن کے زمانہ والے تو ان کو دیوانہ کہتے اور مجنون سمجھتے تھے مگر وہ اُن سے کہین زیادہ عاقل تھے کہ اکیس الناس ازھدھم فی الدنیا یعنی عقلمند ترین آدمیون مین وہ ہے جو دنیا مین زیادہ زاہد ہو ایسی دیوانگی کے ہزار دن عقلین قربان ہے

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی	دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند

نقل ایک دن حضرت شبلی ابو بکر مجاہد کے پاس جو اپنے وقت کے بڑے عالم تھے گئے اُنکی نظر جیسے اُن پر پڑی اُنھون نے اُٹھکر ان کی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ دیا اور بہت تعظیم سے اپنے پہلو مین بٹھایا ایک جماعت فقہا جو ابو بکر کے پاس بیٹھے تھے پوچھنے لگے کہ آپ ان کی اتنی تعظیم و تکریم کرتے ہین حالانکہ جتنے بغداد والے ہین وہ سب اُن کو مجنون جانتے ہین ابو بکر کہنے لگے کہ مین نے اُن کی تعظیم وہی کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتی دیکھی آج کی رات مین نے خواب مین دیکھا کہ یہ حضور اقدس نبوی مین حاضر ہوے تو آپ ان کو دیکھکر اٹھکھڑے ہوے اور اُن کی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ دیکر اپنے پہلو مین بٹھا لیا مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ شبلی کی ایسی تعظیم کرتے ہین وہ کس وجہ سے اس تعظیم کے مستحق ہوے آنحضرت نے فرمایا کہ وہ ہر نماز کے بعد اس آیت کو پڑھتے ہین لقد جاءکم رسول من انفسکم الآیۃ[1] پھر اُسکے بعد مجھپر درود بھیجتے ہین

نقل اور یہ بھی حضرت شبلی سے نقل ہے کہ ایک دن اُن کے دل مین یہ بات گذری کہ تو بخیل ہے اُنھون نے عہد کیا کہ جو کچھ آج سے گا وہ پہلے جو فقیر آجائے گا اُسی کو دیدون گا چنانچہ اُسدن پچاس اشرفیان ملین یہ اُن کو لیکر نکلے راستہ مین پہلے ایک فقیر اندھا ملا وہ نائی کے سامنے بیٹھا سر منڈاتا تھا حضرت شبلی نے وہ تھیلی اُس فقیر کو دیدی اُس نے کہا کہ مجھکو ضرورت نہین یہ اس نائی کو دیدو یہ کام کر رہا ہے شبلی بولے کہ اس تھیلی مین اشرفیان ہین اُس فقیر نے سر اُٹھا کر کہا کہ ہم نے نہین کہا تھا کہ تو بخیل ہے پھر اُنھون نے وہ اشرفیان نائی کے سامنے رکھدین اُس نے کہا کہ مین فقیر دن کی خدمت کی مزدوری نہ لون گا شبلی نے اُس تھیلی کو اُٹھا لیا اور جا کر دجلہ مین پھینکدیا اور کہا کہ تو وہ چیز ہے کہ جس نے تیری تعظیم کی اُسکو اللہ نے ذلیل کیا علماء ظاہر کہتے ہین کہ شبلی نے یہ اسراف کیا کہ تھیلی کو دریا مین ڈالدیا مگر سمجھنا چاہیے کہ یہ اُنھون نے کیا کیا اور یہ حالت اُن کی کس طرف سے تھی واللہ اعلم و من ایسا

[1] البتہ آیا ہے تمھارے پاس رسول تم مین کا ۱۲ منہ

سمجھتا ہون کہ شاید اُنھون نے تھیلی اسوجہ سے دریا مین ڈالدی کہ وہ یہ سمجھے کہ جب تک تھیلی میرے ہاتھ مین رہے گی تب تک ہزار طرح کی پریشانی اور خطرے اور دل کی غفلت حق سے رہیگی اور یہ میری تنبیہ ہی کے لیے ہوا ہے کہ اسکو نہ فقیر ہی پوچھتا ہے نہ وہ نانائی دنیادار حاجتمند تو برطبق مضمون ہرچہ بر خود پسندی بر دیگرے مپسند اسکو کہان تک لیے لیے پھرون اور کس کو دون جس کس کو دونگا بھی تو وہ اُسی غفلت وانتشار مین مبتلا ہوگا لہذا اسکو دریا ہی مین پھینک دینا چاہیے **نقل** ایک مرتبہ حضرت شبلی نے نیا کپڑا پہنا اُس کا دامن پھاڑ ڈالا لوگون نے کہا کیا علم یہ کہتا ہے کہ نئے کپڑے کو پھاڑ ڈالو اور ضائع کرو وآپنے کہا کیا علم یہ کہتا ہے کہ گھوڑون کی کوچین کاٹ ڈالو اور ذبح کردو یہ اشارہ تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کی طرف کہ اُن کو گھوڑون کے دیکھنے مین اتنی دیر ہوگئی کہ آفتاب غروب ہوگیا اور عصر کا وقت جاتا رہا اُنھون نے اس تقصیر کے عوض مین گھوڑون کو ذبح کرڈالا جیسا کہ کلام مجید مین ہے فطفق[1] مسحا بالسوق والاعناق اور بعضون نے مسح سوق اور اعناق کو ظاہر پر حمل کیا ہے یعنی گھوڑون کی پنڈلیون اور گردنون پر ہاتھ پھیرنے پر **نقل** امام عبداللہ یافعی نشر المحاسن مین ابوحمزہ خراسانی سے نقل کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ مین ایکبار کعبہ شریفہ جاتا تھا راستہ مین ایک کنوئین مین گرپڑا میرا نفس مجھ سے جھگڑنے لگا کہ چلاؤ تاکہ کوئی شخص سنکر تم کو نکال لے مین نے کہا کہ نہین مین ہرگز نہین چلاؤنگا اور نہ غیر خدا سے مدد مانگونگا اللہ ہی اپنی قدرت سے مجھے بلا سبب کے نکال لیگا اتنے مین دو آدمی کنوئے کے مُنھ پر آئے اور اُنھون نے آپس مین صلاح کی کہ یہ کنوان سر راہ واقع ہے اسکے مُنھ کو بند کردینا چاہیے ایسا نہو کہ کوئی شخص اسمین گرپڑے چنانچہ اُنھون نے کنوئے کا مُنھ بند کردیا بلکہ اُس کا نشان تک مٹا دیا اسی اثنا مین پھر مین نے چلانا اور اُن کو اپنے حال سے خبر دینا چاہا مگر پھر سوچا کہ مین نے خدا سے جو عہد کیا ہے اسی پر قائم رہونگا چنانچہ وہ کنوئے کا مُنھ بند کرکے چلے گئے اُس کے بعد اور لوگ آئے اُنھون نے مُنھ کھولدیا امرتبہ بھی دل چاہا کہ چلاؤن مگر پھر سوچا کہ میرا خدا میرے حال سے واقف ہے اگر اُسی کے علم کو کافی سمجھون تو ٹھیک ہے تھوڑی دیر چپ رہا اتنے مین ایک شیر آیا اور اُس نے اپنے پیر کنوئے مین لٹکا دیے اور گویا مجھ سے اشارہ کیا کہ مین اُس کے پیر مین لٹک جاؤن چونکہ یہ سبب اسباب عادی کے خلاف تھا مین سمجھا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے مین اُس کے پیر پکڑکر نکل آیا ہاتف نے آواز

[1] پھر لگا جھاڑنے پنڈلیان اور گردنین ۱۲ منہ

دی کہ اے ابوحمزہ کیا یہ عمدہ رہائی نہین ہے جو مین نے تجھے ہلاک ہونے سے قبل بذریعۂ دشمن کے نجات دی [2] نقل حضرت ذوالنون[2] مصری ایک گاؤن مین پہونچے جب رات ہوئی تو گاؤن والون کو دیکھا کہ پریشان ہین اور گھرون کے دروازہ بند کر رہے ہین اور کونون مین گھستے پھرتے ہین پوچھا کہ یہ کیا کرتے ہو اور کس کے ڈر سے کونون گھستے ہو لوگون نے کہا کہ یہان بات یہ مقرر ہو گئی ہے کہ رات کو ایک شیر آتا ہے اور جسکو پاتا ہے مار ڈالتا ہے ہم لوگون کا سارا خوف اور ڈر اُسی شیر سے ہے آپ کو بھی بحکم بشریت ڈر ہوا اور چاہا کہ کسی کونے مین گھس جائین پھر سوچے کہ فاعل حقیقی تو اللہ ہے جو وہ کرتا اور چاہتا ہے وہی ہوتا ہے شیر اُسکے حکم بغیر کیا کر سکتا ہے غرضکہ خدا پر توکل کر کے گاؤن کے باہر جہان شیر آتا تھا وہین جا کر بیٹھ گئے اور خیریت سے رات گذار دی علما کہتے ہین کہ اس سے نفس کو ہلاکی مین ڈالنا پایا جاتا ہے اور یہ شرعاً ناجائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عام خلق کے حق مین ہے جنکی چشم بصیرت خدا اور اُسکے افعال کے دیکھنے سے بند ہے لیکن ارباب توحید و توکل سے کہ جنکی نگاہون سے اسباب اور وسایط ساقط ہین اور اُن کو عین الیقین سے معلوم اور مکشوف ہو چکا ہے کہ بغیر حق کے ارادہ اور فعل کے کوئی چیز واقع نہین ہوتی اُن کو کونے مین گھسنا اور جنگل مین پھرنا برابر ہے اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ یعنی پاوے گی تم کو موت اگرچہ تم مضبوط مکانون مین ہو اور شیخ ابوالحسن نوری سے قصہ محبت غلام خلیل مین جنکا نام احمد بن غالب تھا اور وہ حضرات صوفیہ کے منکر تھے اور اُن کو کافر زندیق کہا کرتے تھے نقل ہے کہ جب خلیفۂ وقت نے فقرا کو پکڑنے اور اُس جماعت کو کہ جسمین نوری بھی تھے مار ڈالنے کا حکم دیا تو جلاد آکر کھڑا ہو گیا کہ تلوار کھینچکر ایک طرف سے مارنا شروع کر دے شیخ سب سے پہلے دوڑے اور وجد مین آکر جلاد کے پاس کھڑے

---

[1] یعنی مرنے سے تجھے بچایا اور ایسے گنجہ سے اُس کنوے سے نکلوایا جو خود درندہ تھا یہ حضرت ابوحمزہ خراسانی اصل مین نیشاپور کے رہنے والے تھے ابوتراب نخشبی اور شیخ ابوسعید خراز کی صحبت اُٹھائی تھی اور حضرت سید الطائفہ کے معاصر تھے یہ حکایت اُن کے کنوئین مین گر پڑنے کی صاحب کشف المحجوب نے لکھی ہے اُن کی وفات ۲۹۰ھ دو سو نوے ہجری مین ہوئی کذا فی سفینۃ الاولیا ۱۲ منہ [2] یہ طبقہ اولی سے تھے ان کا نام ثوبان بن ابراہیم تھا اور کنیت ابوالفیض اور ذوالنون لقب اور اُس کے سوا بھی لوگون نے کہا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ اخمیم مصر مین تھے جہان حضرت امام شافعی کا مزار ہے ان کے باپ نوبی تھے قریش کے غلامون سے اور نوبہ ایک شہر ہے مصر اور حبش کے درمیان مین ان کے اور بھائی بھی تھے ان مین سے ایک ذوالکفل تھے یہ مالک بن انس کے شاگرد تھے اور اُنھین کے مذہب پر تھے موطا اُن سے سنا تھا اور فقہ بھی پڑھی تھی اور اُن کے پیر اسرافیل تھے بلاد مغرب مین ۲۴۵ھ مین ان کی وفات ہوئی کذا فی النفحات اور اسرافیل کا حال بھی نفحات مین لکھا ہے ۱۲ منہ

ہوے کہ ان کی گردن ماری جائے جلاد نے پوچھا کیا تم چاہتے ہو کہ سب سے پہلے تم ہی مارے جاؤ اُنھون نے کہا کہ تصوف مین میرا پہلے طریقہ ایثار تھا اب ایک گھڑی زندگی کی جو باقی رہی ہے تو مین چاہتا ہون کہ اسکو بھی اپنے بھائیون پر ایثار کرون جلاد یہ سُنکر حیران ہو گیا جب خلیفہ وقت کو یہ خبر پہونچی اُس نے قاضی کو حکم دیا کہ جاؤ اور اُن کے حال کی تفتیش کرو کہ یہ کون لوگ ہین اور اُن کا مذہب کیا ہے قاضی نے شیخ سے عبادات اور طہارات اور صلوٰۃ کے متعلق سوالات کیے آپ نے اُس کے جوابات شافی دیے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اب بھی اللہ کے بندہ ایسے ہین جو سنتے اور بولتے اور پھرتے اور نکلتے اور کھاتے پیتے اللہ ہی کے لیے ہین قاضی اُسیوقت حضرت شیخ کے کلام کی ہیبت اپنے دل مین پاکر رو دیے اور خلیفہ کے پاس جاکر کہا کہ اگر یہی قوم زندیق ہے تو روے زمین پر پھر مسلمان کون ہے ؎

کافران ندہ عشقیم اگر انصاف است	صد مسلمان تو اے خواجہ ویک کافر ما

پھر سب سے معذرت کرکے سب کو چھوڑ دیا علما کہتے ہین کہ نوری کا یہ تواجد اور جلاد کے پاس دوڑ جانا نفس کے قتل پر یہ اعانت ہوئی اور یہ شرعاً جائز نہین اسواسطے کہ اعانت قتل نفس پر گویا غیر کی ملک مین تصرف کرنا ہے اور انسان کی ہستی خود اس کی ملک نہین ہے بلکہ خدا کی ملک ہے آدمی کی کیا طاقت ہے کہ اپنی بقا یا فنا چاہے اُسکو تو حد ادب پر ٹھہرا رہنا چاہیے اسی سبب سے نفس کی ہلاکی اور اُسکے قتل پر اعانت شرعاً ناجائز ہے اور اس تقریر سے لازم آیا کہ یہی عبودیت کے آداب بھی ہین لیکن خدا جانے کہ وہ حال درستی جو اُن کو یہان حاصل ہوئی کہان سے تھی اور وہ اُس وقت کس مشہد اور کس محل مین تھے حضرت شیخ ابو الحسن نوری قدس سرہ ائمہ صوفیہ سے اور حضرت جنید کے ہمعصر اور ارباب سُکر و وجد و حال سے تھے ایک بار حضرت جنید کو معلوم ہوا کہ تین دن سے اُنھون نے کچھ کھایا نہین نہ سوے ہین صرف اللہ اللہ کہتے ہین اور وجد کی حالت مین ہین حضرت جنید نے پوچھا کہ نمازون کا کیا حال ہے لوگون نے بیان کیا اُسی قدر وقت جسمین نماز پڑھ لیتے ہین ہوشیار رہتے ہین اور جب نماز سے فارغ ہوتے ہین تو پھر مست ہو جاتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ الحمد للہ وہ بچے ہوے ہین اور اُن کا حال صحیح ہے اور نقل ہے کہ حضرت جنید واقعہ غلام خلیل مین گروہ فقہا مین چلے گئے اور ابو ثور کا مذہب اختیار کر لیا تھا اور اسی حیلہ سے آپ کو بچایا اسی وجہ سے نوری جب تک زندہ تھے تو حضرت جنید سے رنجیدہ رہے اور کہا کرتے تھے کہ تم فقہا اور عقلا مین چلے گئے ہم دیوانون مین

مت آؤ اور نہ اس امر کی بابت کچھ کہو واللہ اعلم غلام خلیل ایک امیر شخص تھا فقیری کا دعوی کرتا تھا اپنے آپ کو بادشاہ کے سامنے فقیر مشہور کرکے دین کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالا تھا جیسا کہ اس زمانہ مین بھی ایسے لوگ ہین اور ہمیشہ مشایخ اور درویشون کی طرف سے واہیات باتین خلیفہ سے کہا کرتا تھا کہ یہ حضرات خلیفہ کی نگاہ سے گر جائین اور اُس کا اعتبار بڑھ جائے جب حضرت سمنونؒ کو کہ آفتاب اہل محبت اور قدوۂ اہل معاملت اور اپنے زمانہ کے بے نظیر شخصون مین سے تھے اور محبت مین بڑے عظیم المرتبہ تھے بغداد مین فروغ حاصل ہوا ہر شخص نے اُن سے تقرب چاہا غلام خلیل اُن سے خفا ہوا اور جھوٹی تہمتین اُن پر لگانا شروع کین یہان تک کہ ایک عورت حضرت سمنون پر عاشق ہوئی اُس نے اپنے آپ کو اُن پر پیش کیا اُنھون نے انکار کیا وہ عورت حضرت جنید کے پاس گئی اس غرض سے کہ سمنون کو سمجھائیے کہ میرے ساتھ نکاح کرلین حضرت جنید نے ناخوش ہوکر اُسکو للکار دیا اُس عورت نے غلام خلیل کے پاس جاکر جیسے کہ عورتون کی عادت ہوتی ہے حضرت سمنون کی شکایت کی اور تہمت رکھی اُس نے جیسا کہ مخالفین کا طریقہ ہوتا ہے اُس کی باتین خوب سنین اور اُس کا طرفدار ہوکر خلیفہ کو جاکر درہم برہم کردیا اُس نے حکم دیدیا کہ سمنون کو مار ڈالین جب جلاد آیا اور بادشاہ نے اُن کے قتل کا حکم دینا چاہا فوراً اُسکی زبان بند ہوگئی پھر رات کو خواب مین دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ تیرے ملک کا زوال سمنون کے جان جانے پر ہے دوسرے دن اُس نے حضرت سمنون کی خوشامد کرکے اُن کو چھوڑ دیا کذا فی کشف المحجوب اور نفحات مین ہے کہ علی بن حمزہ اصفہانی نے حلاج کے حال مین لکھا ہے کہ غلام خلیل آخر عمر مین کوڑھی ہوگیا تھا بزرگان صوفیہ سے ایک بزرگ کا قول ہے کہ ایک مبتدی صوفی نے اُس کے واسطے ہمت باندھی اس سے وہ کوڑھی ہوگیا اور اُس نے یہ اچھا نہین کیا کہ وہ حضرات صوفیہ سے لڑا کرتا تھا اور اُن کے حرکات اور اعمال پر گرفت کرتا تھا لوگون نے جاکے غلام خلیل سے یہ بیان کیا اُس نے توبہ کی اور اپنا کل مال مشایخ کے پاس بھیجدیا اُنھون نے قبول نہین کیا غور کرنا چاہیے کہ اُن حضرات کی انکار نے آخر اُس شخص کو توبہ نصیب کرادی تو جو اُنکا معتقد ہوگا اُن کا کیا پوچھنا ہے کہ کیا درجہ ہوگا نقل اور ایک بزرگ سے جو حضرت جنید کے

۱؎ سمنون بن حمزۃ المحب الکذاب یہ طبقۂ ثانیہ سے تھے ان کی کنیت ابو الحسن تھی اور بعضے کہتے ہین ابو القاسم اور کذاب انھون نے خود اپنا لقب رکھا تھا حضرت سری سقطی اور محمد بن علی القصاب اور ابو احمد قلانسی کے صحبت یافتہ تھے اور حضرت جنید اور نوری کے معاصرین سے تھے حضرت جنید کے پہلے ان کا انتقال ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ اُن کے بعد کذا فی النفحات اور سفینۃ الاولیا مین سنہ وفات ان کا ۲۹۰ ہجری لکھا ہے ۱۲ منہ

مشایخ کے طبقہ سے تھے منقول ہے کہ ایک رات ان کو نہانے کی حاجت ہوئی ہوا نہایت سرد
تھی اور وہ بہت نحیف الجسم تھے نہاتے ہوئے ڈرے مگر نفس کی مخالفت سے کپڑون سمیت حوض
مین جسمین تمام برف پڑا ہوا تھا جا کر کود پڑے لوگ کہتے ہین کہ وہ کپڑے جو وہ پہنے ہوئے تھے نہایت
بھاری تھے اور مبالغۃً کہتے ہون یا واقعی کہ وہ کپڑے ایک اونٹ بھر بوجھ کے تھے اُن کپڑون
کے ایک طرف کے حصہ کو بھی نہین سکھلایا اور وہی پہنے ہوئے بیٹھے رہے اور اسیطرح سوتے
تھے ایک مدت کے بعد وہ کپڑے پہنے پہنے سوکھ گئے علما کہتے ہین کہ یہ بھی نفس کی تعذیب ہے
اور ایک اعتراض اور بھی کرتے ہین کہ اتنے بھاری کپڑے پہننا کہان سے درست ہین نقل ہے
ایک اور بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ ننگے پیر حج کو جاتے تھے اور پیر مین جو کوئی کانٹا چبھ جاتا تھا تو اُس کو
نکالتے نہ تھے اُن کی آنکھین دُکھنے آئین تو اسی نمدہ اور صوف سے جو وہ پہنے ہوئے تھے
اُن کو پونچھتے جاتے تھے آخر رفتہ رفتہ اُن کے پیر سوج گئے اور اندھے ہو کر مرنے کے
قریب ہو گئے اور ایک بزرگ کی نقل ہے کہ تیس برس تک ایک خاص چیز کھانیکی اُنکو خواہش
رہی اور نہین کھائی یا ایک بزرگ کی نقل ہے کہ وہ بھوکے تھے کئی دنون کے بعد ایک انگور
یا سبز پتی زمین پر پڑی پائی اُن کے نفس نے اُس دانہ یا پتی کو اُٹھا کر مُنھ مین ڈال لیا اُنھون
نے اُسکے عوض مین نفس کو دو تین برس تک بھوکا رکھا اسیطرح کے افعال ارباب سُکر و حال اور
اصحاب ریاضات و مجاہدات سے بہت منقول ہین پھر اُن کا ارادہ اُس سے نفس کی ریاضت
اور تحقیق حال اور اُسکے کنہ پر پہونچنا ہوتا ہے اور وہ اُن حرکات و افعال کو از قبیل معالجت نفس کہتے
ہین اور یہ امر مسلمہ ہے کہ علاج بالضد ہوا کرتا ہے اور نفس کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب تک
اُسکو سخت نہ پکڑین اور تنگ نہ کرین تب تک وہ اعتدال پر آتا ہی نہین ہے یعنی اگر عزیمت سے
مطالبہ کرین تو وہ رخصت مین آتا ہے اور اگر رخصت سے مطالبہ کرین تو وہ دائرۂ حق مین نہین آتا مثل شہور ہو کہ موت کیلیے
پکڑین تب وہ رحمت اختیار کرتا ہے فقہا کہتے ہین کہ یہان تعذیب نفس اور تحریم حلال اور تجاوز حد اعتدال سے لازم آتا ہے
اور وہ بحکم نص قرآنی و احادیث ممنوع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث جسطرح رفق و مدارات
نفس کے بارہ مین وارد ہین اسیطرح مخالفت نفس و ہوا اور ریاضت مین ڈالنے اور نفس کو لذات
اور شہوات سے باز رکھنے مین بھی واقع ہوئی ہین اور حضرات صحابہ کو بھی ریاضات اور سختیان اور
رنج اور فقر و فاقہ اور بھوک اور پیاس کی تلخیان اتنی واقع ہوئی ہین کہ کوئی اُن کی برابری نہین
کر سکتا اول تو بہری خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان برکت نشان مین تھی اور بعضے غزوات

مین تو صحابہ کا حال ایسا سخت ہوگیا تھا کہ وہ اونٹ کی اوجھڑی نچوڑتے تھے اور اُس سے جو چند
قطرے ٹپکتے تھے اُس سے اپنی حلقوں کو ترکرلیتے تھے اور تجرد اور انفراد اور رہبانیت سے
اُسوقت مین ممانعت اسوجہ سے تھی تاکہ وہ سب لوگ مجتمع او رمتفق اور جہاد اسلام کی بنیاد کے مضبوطی
پر رہین کہ اُس زمانہ مین مطلوب اصلی وہی تھا اور درحقیقت حضرات صحابہ بوجہ مشاہدہ جمال نبوی و
کمال ایمان و قوت یقین و رفع حجابات و دفع شکوک رنج کشی نفس اور ریاضت سے مستغنی تھے مثل مشہور
ہے کہ جب صبح ہوجاتی ہے تو چراغ کی ضرورت نہین رہتی منقول ہے کہ تھوڑا سا شربت حضرت عمرؓ کے
حضور مین لایا گیا آپ نے نہین پیا اور فرمایا کہ مجھکو خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہین مین بھی اُن لوگون مین
نہو جاؤن کہ جنکی شان مین یہ آیت ہے اذھبتم طیبا تکم فی حیاتکم الدنیا یعنی ضایع کردین پاک
چیزین اپنی دنیاوی زندگی مین اور اصحاب صفہ کے حالات فقر و شدت جو لفظاً او رمعناً مستند او ر
متمسک حضرات صوفیہ ہین جو کچھ ہین خود معلوم ہین یا ابو لبابہ کا قصہ اپنے آپکو ستون مسجد مین باندھ
دینے کا اور کھانا پینا چھوڑ دینے کا اور معرض ہلاکت مین آجانے کا کیا تھا کیا شریعت مین تو یہ روا یا مباح
نہین ہے اگر تعذیب نفس اور تشدید مجاہدہ و ریاضت حرام و منہی عنہ تھی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کیون اُس سے منع نہ فرمایا ہی کہا جائے کہ یہ غلبہ حال اور سُکر و وجد تھا اور حضرات
صحابہ کو بھی غلبات حال اور سُکر لاحق ہوتا تھا جیسے کہ تواجد اور رقص حضرت بلال کا مسجد مین وقت
نزول آیہ شریفہ ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
حدیبیہ مین کفار سے صلح کرنے کو منع کرنا یا شکر و احسان ماننا حضرت صدیقہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے نزول قرآن مین اپنی طہارت اور برات حال مین قضیہ افک کے متعلق یا حضرت
معاذ بن جبل کا بے ہوشی اور سکرات موت طاری ہونے کے وقت یہ فرمانا کہ تو میرا گلا گھونٹ قسم
تیری عزت کی کہ تجھے معلوم ہے کہ مین تجھے دوست رکھتا ہون یہ سب مستی وجد اور غلبہ حال سے تھا
غرضکہ ارباب احوال یعنی صادقین و متوجہین درگاہ الٰہی جنکا علم و تقوی و دیانت بھی معلوم ہے
اُن کے احوال و افعال مین توقف و تسلیم ہی بہتر ہے اور بلا مصلحت و ضرورت اُن کے حال مین
بہ رد و انکار خوض کرنا محل خوف و خطر ہے حتی الوسع اُن کی انکار ہرگز نہ کرنا چاہیے ادنی مرتبہ
اس گروہ کے حق مین تسلیم و انکار کے درمیان مین رہنا ہے ایسا کہ کوئی اُن مین سے راجح اور
مرجوح نہو کر اُس مین نہ نفع ہے نہ نقصان اور اگر توفیق الٰہی رفیق ہوا ور اصل راز معلوم ہوجائے

سلہ اور اللہ راہ دکھاتا ہے جسکو چاہتا ہے

اور اُن کے احوال و مواجید سے باطن مین اثر پیدا ہو تو وہ بات ہی اور ہے جسے نصیب ہو مگر انسان کو اپنا اعتقاد و ایمان درست رکھنا چاہیئے حضرت جنید فرماتے تھے کہ ہمارے طریقہ پر ایمان بھی ولایت ہے اور توسط و اعتدال اصل الاصول اہل کمال رہا ہے ؎

اے کہ از کش مکش قال و مقال	نیست حالت ارباب کمال
نشنیدہ زکسان جز خبرے	ہیچ نا یافتہ در خود اثرے
قابل کار نہ معذوری	یا خود از کوشش آن بس دوری
باش کین راہ گذارے دگر است	ہر کسے قابل کار دگر است
لیکن اندر پے انکار مرو	از جہان منکر این کار مرو
بنگر حالت درویشان را	کوشش و شورش عشق ایشان را
کہ درین رہ چہ طلبہا دارند	زین طلبہا چہ تعبہا دارند
زین طلب گر نہ خدا یافتہ اند	اینہمہ بہر چہ اشتافتہ اند
در طلب این ہمہ جانبازی چیست	مال و اسباب فدا سازی چیست
کشف اگر نیست قیاس تو کجا است	عقل کور درک حواس تو کجا است
بارے از نیست ترا وجدانے	معتقد باش و بیار ایمانے

قواعد الطریقہ مین ہے کہ صرف حقیقت پر نظر رکھنا مخل توجہ طریقت ہے اور یہی سبب ہے حضرات صوفیہ سے طامات اور شطحیات صادر ہونے کا اور اعتراض اور انکار وارد ہونے کا ظاہر شریعت اور علم سے لہذا بات کرنے مین بھی احتیاط واجب ہے کہ خلاف کتاب و سنت نہو جائے اور لفظون مین بھی تحفظ چاہیئے کہ بیان مقصود بلا وجہ واضح نہو ورنہ منکر جاہل اور واضح وجہ سے استناد کرتا ہے معذور ہو گا اور محل عتاب اور ملامت نہ قرار دیا جائیگا ابو سلیمانؒ دارانی فرماتے تھے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صوفیہ کے کلام سے کوئی نکتہ میرے دل مین آتا اور مدتون رہتا ہے اگرچہ وہ نکتہ باقتضاے

؎ طامۃ تشدید میم اسکے معنی سختی و بلا و قیامت کے ہین اور جمع طامات آئی ہے شطح کے معنی لغت مین ہین بجا بائی کرنا اور اصطلاح صوفیہ مین ظاہر شرع کے خلاف کچھ کہنا کذا فی المنتخب ۱۲ منہ ؎ یہ طبقہ اولی سے تھے ان کا نام عبد الرحمن بن عطیہ عنسی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ عبد الرحمن بن احمد بن عطیہ قدماء مشائخ شام سے تھے داران کے رہنے والے جو مضافات مصر سے ایک گاؤن ہے ان کا مزار اسی گاؤن مین ہے یہ احمد بن ابی الحواری کے استاد تھے ۲۱۵ھ مین اُن کی وفات ہوئی فرماتے تھے کہ اکثر نکتہ ہائے حقیقت چالیس دن میرے دل مین آیا کرتے ہین مگر جب تک کتاب و سنت دو گواہ عادل اسکی گواہی نہین دیتے تب تک مین اسکو نہین مانتا انتہی من النفحات ۱۲ منہ

حسن ولطافت خود زبان حال سے فریاد کرتا ہے کہ مجھے قبول کرو مگر مین بغیر گواہی دو شاہد
عادل یعنی کتاب وسنت کے نہین مانتا اور جو صوفی خلق کے ساتھ بوجہ ما مورد شروع معاملہ نہین
کرتا اور صرف توجہ محض حقیقت پر کرتا ہے اور ملاحظہ واعتبار کی نظر سبب آلہی اور شریعت پر جو
اُس نے اپنے بندون پر رکھی یا اس کا حکم فرمایا ہے نہین ڈالتا وہ ضرور اعمال یا شطح احوال یا الہام
واشکال اقوال مین غلطی سے نہین بچتا خود ہلاک ہوتا ہے یا دوسرے کو ہلاک کرتا ہے یا دونون کو
یہی حال پیش آتا ہے بعضے عارفین کا قول ہے کہ جو شخص اللہ سے بحقیقت اور خلق سے بشریعت
معاملہ کرے وہ صدیق ہے اور جو شخص حق سے بشریعت معاملہ کرے یعنی باطن مین مطابق شریعت
ہو اور خلق سے بحقیقت معاملہ کرے یعنی اُس کا ظاہر شریعت کے مطابق نہو وہ زندیق ہے یعنی
دین سے گمراہ اور جو شخص حق وخلق سے بشریعت معاملہ کرے یعنی اُس کا ظاہر وباطن شریعت کے
مطابق ہو وہ مسلمان سُنی ہے یعنی اُس کا عمل مطابق سنت ہے واللہ اعلم بالصواب

وصل حضرت حسین بن منصور کے عبادات اور ریاضات اور کرامات اور ارشادات کے بیان مین

تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ یہ رات دن چار سو رکعتین نفل پڑھتے تھے اور اُن کو اپنے اوپر لازم جانتے
تھے ایک بار لوگون نے کہا کہ جس درجہ پر تم ہو وہان اس قدر تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت
نہین ہے کہنے لگے کہ تکلیف وراحت دوستون کے حال مین اثر نہین کرتی کیونکہ وہ تو فانی صفت
ہوتے ہین نہ اُن مین رنج اثر کرتا ہے نہ راحت نقل ریاضت کے زمانہ مین اُن کے پاس ایک گدڑی
تھی جسکو بیس برس تک پہنے رہے ایک دن لوگون نے اُس کو اتار لیا تو اسمین سے ایک جلوا اتنا
بڑا نکلا کہ جو وزن مین نصف دانگ کا تھا نقل ایک دن ایک شخص اُن کی خدمت مین آیا دیکھا کہ
ایک بچھو اُن کے گرد پھر رہا ہے اُس شخص نے اس کو مارنا چاہا انھون نے منع کیا اور کہا کہ
یہ بارہ برس سے میرا رفیق ہے اور میرے گرد پھرا کرتا ہے نقل ایک بار یہ چار سو فقرا کو لیکر جنگل
چلے گئے دن گذرنے کے بعد بھوک نے ستایا ساتھیون نے کہا کہ ہم کو خواہش بھونی سری
گھانیکی ہوئی انھون نے کہا کہ صف باندھ کر بیٹھو سب اُن کے سامنے صف باندھ کر بیٹھ گئے انھون نے
ہاتھ پیچھے لیجا کر بھونی سری اور دو دو روٹیان لاکر ہر ایک کو دینا شروع کین یہان تک کہ

چار سو سری اسی طرح سب کو دین سب نے خوب آسودہ ہو کر کھائین پھر وہ کہنے لگے کہ ہم کو تر چھوہارے کھانیکی خواہش ہے یہ اُٹھے اور کہا کہ مجھے درخت کی طرح ہلاؤ سب نے اسیطرح ہلایا اس قدر چھوہارے گرے کہ سب نے سیر ہو کر کھائے اور راہ مین یہ جس خار بن سے پیٹھ لگا دیتے اُس سے چھوہارے نکلتے **نقل** چند لوگون نے جنگل مین ان سے کہا کہ ہم کو انجیر کھلایئے اُنھون نے ہاتھ بڑھا کر ایک طباق تازہ انجیر کا اُن کے سامنے لاکر رکھدیا **نقل** ایکبار اُن کے ساتھ چار ہزار آدمی کعبہ شریف جاتے تھے جب وہان پہونچے تو یہ ایک برس تک دھوپ مین کعبہ شریف کے مقابل ننگے کھڑے رہے یہان تک کہ روغن اُن کے جوڑون سے ٹپک کر پتھر پر گرنے لگا اور کھال چھوٹنے لگی مگر یہ وہین کھڑے رہے ایک ٹکیا روزانہ ان کو ملتی تھی اور یہ صرف اُسکے کنارہ کھالیتے تھے باقی چھوڑ دیتے تھے **نقل** ایک بار یہ عرفات مین کہنے لگے کہ یا دلیل المتحیرین اگر مین کافر ہون تو میری کافری بڑھا دے یعنی اس مین کمال عطا کر جب دیکھا کہ اُسدن ہر شخص دعا مانگتا ہے تو اُنھون نے ریت کے ٹیلہ پر سر رکھدیا اور دیکھتے گئے جب سب لوگ دور نکل گئے اور یہی تنہا رہ گئے تو ایک آہ کر کے کہنے لگے کہ اے بادشاہ اور اے عزیز مین تجھے سب تسبیح کرنے والون کی تسبیح اور تہلیل کرنے والون کی تہلیل اور پندار والون کے پندار سے پاک جانتا ہون اور تو جانتا ہے کہ مین تیرے شکر سے عاجز ہون لہذا تو اپنا شکر آپ ہی کر لے کہ یہی اصل شکر ہے **نقل** ایک دن اُنھون نے جنگل مین حضرت ابراہیم خواص کو دیکھا پوچھا کس کام مین ہو وہ کہنے لگے کہ مقامات توکل درست کرتا ہون اُنھون نے کہا کہ ساری عمر تو تم نے پیٹ کے دھندے مین صرف کی اب توحید مین کب فنا ہو گی یعنی اصل توکل نہ کھانا ہے اور تم نے ساری عمر اسی کھانے کے جھگڑے مین جو پیٹ کا کام ہے صرف کر دیئے تو توحید مین کب فنا ہو گی **نقل** ان کا بیان ہے کہ ایک بار شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جاتے ہوئے دیکھا اُنھون نے فرمایا کہ اے نالایق تو نے سجدہ کیون نہین کیا کہ نکالا نہ جاتا اُس نے کہا کہ مین نے بُرا نہین کیا مین نے غیر حق کی طرف آنکھ ہی نہین ڈالی جیسے کہ تم نے جب دیدار چاہا تو کہا گیا کہ انظر الی الجبل یعنی پہاڑ کی طرف دیکھو تم نے پہاڑ کی طرف دیکھا مین نے کہا کہ مین نے تیرے سوا

سلہ یہ طبقہ ثانیہ سے تھے اور بعضے کہتے ہین کہ طبقہ ثالثہ سے ان کی کنیت ابو اسحٰق تھی طریقہ تجرید و توکل مین یگانۂ وقت تھے اور اُن کے والد آبل کے رہنے والے تھے اور یہ حضرت جنید اور نوری کے اقران سے تھے اور غالباً اُن سے پہلے اُن کی وفات ۲۹۱ھ مین ہوئی انتہی ملخصاً من نفحات الانس ۱۲ منہ

کسی کو دیکھون گا نہ تیرے سوا کسی کو سجدہ کرون گا **نقل** کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ حضرت موسی علیہ السلام کے بارہ مین کیا کہتے ہین کہنے لگے حق پھر لوگون نے کہا کہ فرعون کے بارہ مین کہنے لگے حق لوگون نے پوچھا کہ اس کے کیا معنی ہوے کہنے لگے کہ یہ دو صفتین ہین جن سے وہ بنے ہین اُسی پر چل رہے ہین لوگون نے پوچھا کہ عارف کے لیے وقت ہوتا ہے کہنے لگے کہ نہین اس لیے کہ وقت صاحب وقت کی صفت ہے اور جسکو اپنی صفت سے آرام ملتا ہے وہ عارف نہین اس کے معنے یہ ہین کہ لِی مَعَ اللہِ وَقْت پھر لوگون نے پوچھا کہ خدا کی راہ کیونکر ملتی ہے کہنے لگے دو قدم سے ایک قدم دنیا سے اُٹھاے اور دوسرا عقبیٰ سے تب خدا کو پہونچے پھر پوچھا گیا کہ فقیر کون ہے کہنے لگے کہ فقیر وہ ہے جو ما سوا اللہ سے بے نیاز اور اللہ کا ناظر ہو اور صوفی وحدانی الذات ہوتا ہے وہ نہ کسی کو جانتا ہے نہ اُس کو کوئی جانتا اور صوفی وہ ہے جو اشارہ حق سے کرے اور عامہ خلائق خدا کی طرف اشارہ کرتے ہین یعنے وہ درمیان مین نہین ہوتا اور معرفت کہتے ہین ہر چیز کو معناً ہلاکت مین دیکھنا اور جب بندہ مقام معرفت مین پہونچتا ہے تو غیب سے اُسکو حکم ہوتا ہے اور اُس کا سر گونگا کر دیا جاتا ہے کہ سواے خطرہ حق کے کوئی اور خطرہ اُسکو آتا ہی نہین اور جو شخص نور ایمان سے خدا کو ڈھونڈھتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی آفتاب کو ستارون کی روشنی سے ڈھونڈھے اور حکمت بمنزلہ تیرون کے ہے اور مسلمانون کے دل نشانے اور تیر پھینکنے والا اللہ ہے تو ایسے تیر انداز کی نشانہ بازی مین خطا ہونا محال ہے اور صاحب فراست پہلی ہی نظر مین مقصود پا جاتا ہے اُسکو کوئی گمان اور شک نہین ہوتا اور مسلمانون کے اخلاق مین سے ہے کہ تونگری کی خواہش اُن کو متوسط طور پر ہو اگر ملے تو کھالین ورنہ فاقہ کرین اور صاحب خلق عظیم وہ شخص ہے کہ جسے خلق اللہ کے ستانے اور برا کہنے کا کچھ اثر بوجہ معرفت حق کے نہو اور توکل یہ ہے کہ اگر شہر مین اپنے سے کوئی زیادہ بھوکا معلوم ہو تو اپنا کھانا اُسکو کھلا دے اور اخلاص کدورتون کے میل سے عمل کے صاف کرنے کو کہتے ہین اور زبان خاموش دلون کے مارنے والی ہے اور گفتگو بستہ علمون کا دروازہ اور افعال نے دروازہ شرکت بند کر دیا ہے اور حق اُس کا مخالف ہے کہ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللہِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْن

لے نفحات مین ابو عبد اللہ نباجی کے حال مین ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایکبار حضرت موسے علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی مین تجھکو کہان پاؤن حکم ہوا کہ جب ٹھیک ارادہ کروگے تو مجھے پا جاؤگے اور حلاج کہتے تھے کہ چڑھنے کی ضرورت نہین کروہ تو ایک ہی قدم ہے شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ وہ ایک ہی قدم تو ہے یعنی جب تو خودی سے گذر جائیگا اُس تک پہونچ جائیگا ۱۲ منہ

یعنی ایمان نہین لاتے اکثر لوگ اللہ پر مگر وہ شریک لانیوالے ہوتے ہین یعنی مُنھ سے سب کہتے ہین کہ خالق مالک سب کا وہی ہے مگر پھر اورون کو بھی شریک کر لیتے ہین اور کہتے تھے کہ دیکھنے والون کی بصیرتین اور عارفین کی معرفتین اور علمائے ربانی کے نور اور سابقان ناجی ازل و ابد کا طریقہ اور جو کچھ ان دونون کے درمیان مین ہو یہ سب وحدت سے ہے لیکن کون جانتا ہے سوا اُسکے جسکا دل آگاہ ہو یا وہ اپنے کان کو اُدھر متوجہ یا قلب حاضر کرے اور عالم رضا مین ایک اژدہا ہے جسکو یقین کہتے ہین اٹھارہ ہزار عالم اُسکے تالو مین ایسے ہین جیسے ایک ذرہ جنگل مین ہو اور اللہ کا غم اگر منصور رہو تو سارے انبیا اور اولیا اُسی کے ہو جائین کسی ایک کو بھی بہشت کی یاد نہ رہے اور کہتے تھے کہ ہم سال بھر اُسکی بلا کی طلب مین رہتے ہین جیسے بادشاہ کسی ولایت کی طلب مین ہو اور جو شخص بندگی کے کل مقامات پر پہونچتا ہے اور اُسکے شروط پورے کرتا ہے وہ آزاد ہو جاتا ہے اور خاطر حق یہ ہے کہ کوئی چیز اُس کا مقابلہ نہ کر سکے اور مرید اپنی توبہ کے سایے مین رہتا ہے اور مراد عصمت کے سایہ مین مرید وہ ہے جس کا اجتہاد اُسکے مکشوفات پر سبقت رکھتا ہو اور مراد وہ ہے جسکے مکشوفات اُسکے اجتہاد پر سابق ہون اور دنیا کا چھوڑنا نفس کا زہد ہے اور آخرت کا چھوڑنا دل کا زہد اور اپنے آپ کو چھوڑنا جان کا زہد ہے لوگون نے پوچھا کہ دعا کا ہاتھ زیادہ لانبا ہے یا عبادت کا کہنے لگے کہ ان دونون ہاتھون کے پہونچنے کی کوئی جگہ نہین دعا کا ہاتھ تو وصول کے دامن سے آگے نہین پہونچتا اور وہ مردون کے لیے شرک ہے اور عبادت کا ہاتھ تکلیف شرعی اور شرطی کے دامن سے زیادہ نہین پایا جاتا لیکن جو ہاتھ کہ مخلوقیت سے آگے پہونچتا ہے وہ سعادت کا ہاتھ ہے اور کہتے تھے کہ جب انسان ایک بال پر دونون جہان کو اُٹھالے تو وہ مؤید بہ عنایت ہے کیونکہ جب تک وہ خود محمول نہو گا حامل نہین ہو سکتا اور جب خود اپنا ایک بال بھی سنبھال نہ سکے تو وہ اسوقت مؤید بہ عنایت ہو گا اور خدا کا نام وہان سے جہان ہے اور اگر ہو رسم ہے اور جہان سے کہ حق ہے وہ حقیقت ہے اور خواہش نفس کی زندگی ہے اور حق دل کی حیات اور حقیقت جان کی حیات اور جو شخص اعمال دیکھتا ہے وہ بوجہ رویت اعمال معمول سے محجوب ہو جاتا ہے اور جو معمول دیکھتا ہے وہ رویت اعمال سے محجوب ہو جاتا ہے اور انبیا علیہم السلام احوال پر غالب اور مالک ہوتے ہین اور احوال کو پھیرا کرتے ہین نہ کہ احوال اُن کو اور غیر انبیا پر احوال غالب ہوتے ہین کہ وہ ان کو پھیرتے ہین نہ یہ اُن کو **نقل** کسی نے اُن سے پوچھا کہ صبر کیا ہے کہنے لگے کہ صبر یہ ہے کہ

صابر کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائین اور سولی پر چڑھا دیا جائے پھر اُس سے اتار کر اُس پُل پر لٹکا دیا جائے اور تعجب یہ ہے کہ اسکو سب لٹکا دیکھین اور کسی کو بھی اُس کے حال پر افسوس نہ آئے۔ **نقل** عبد الملک اسکافؔ[1] کہ جو اُن کے شاگرد تھے اور جن کی عمر ایکسو بیس برس کی ہوئی تھی بیان کرتے تھے کہ مین نے ایک مرتبہ حلاج سے پوچھا کہ عارف کون ہوتا ہے کہنے لگے کہ عارف وہ ہوتا ہے کہ جسکو منگل کے دن جب ماہ ذی قعدہ ۳۰۹ھ کے چھ دن باقی رہین بغداد کے باب الطاق مین لیجا کر اُسکے ہاتھ پیر کاٹین اور آنکھین نکالکر اُلٹا سولی پر لٹکا دین اور اسکی نعش جلا کر اُسکی خاک برباد کرین عبد الملک کہتے ہین کہ مین خیال کرتا رہا جو کچھ اُنھون نے کہا تھا وہی اُن کے ساتھ واقع ہوا شیخ الاسلام کا قول ہے کہ معلوم نہین وہ یہ ساری کیفیت اپنے ساتھ ہونے کو جانتے تھے یا یونہی کہدی تھی جو ہو بہو سب اُن کے ساتھ واقع ہوئی ان کا ایک شاگرد تھا ہیکل نام وہ بھی اُن کے ساتھ مار ڈالا گیا تھا اور اس کا نام شاگرد حسین رکھا گیا تھا اور ابو العباس عطا بھی اُنھین کی وجہ سے قتل ہوئے **نقل** ابراہیم بن فاتکؔ[2] اور یقبوے احمد بن فاتک کہ جنکی کنیت ابو الفاتک تھی اور وہ بھی بغداد کے رہنے والے تھے اور حضرت جنید اور ابو الحسن نوری کے صحبت یافتہ تھے اور حضرت جنید اُن کی بہت تعظیم کرتے تھے وہ بھی حلاج کے شاگرد اور اُن کے منتسبین سے تھے کہتے تھے کہ جس شب کو اُن کو سولی دی گئی اُس رات کو مین نے اللہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا عرض کیا کہ خداوندا تو نے حلاج کے ساتھ یہ کیا کیا کیا وہ تیرے بندہ نہ تھے ارشاد ہوا کہ مین نے اپنا راز اُسپر ظاہر کیا تھا اُس نے خلق سے کہدیا مین نے اُسپر عطا کی اُس نے رعنائی کی اور خلق کو اپنی طرف بُلایا شیخ الاسلام کہتے تھے کہ حلاج کا قتل اُن کا نقصان تھا کرامت اگر وہ پورے ہوتے تو اُن کو یہ افتاد نہ پڑتی بات ایسے سے کہنا چاہیے کہ جو اُس کا اہل ہو ورنہ افشا نہ کرے اور جب نا اہل سے کہا جائے گا تو گویا از خود وہ راز فاش کر دیا گیا لہذا اسکی عقوبت بھی ملے گی اور یہ بھی شیخ الاسلام کا قول ہے کہ پورے نہونے سے مطلب یہ ہے کہ وہ بات مقام نفس سے ہوتی اور اُن کی زندگی کا سبب ہوتی اور اُن کا کوئی امنگر ہوتا اُنھون نے تو اس بات کو ایسے وقت کہا کہ جو اس کا وقت نہ تھا

---

[1] اسکاف بالکسر کفش گر و صنعت گر اور قاموس مین ہے اسکف بالضم و اسکاف بالکسر و اسکوت بالضم موزہ سینے والے کو کہتے ہین یا یہ کہ اسکف موزہ دوز ہو اور اسکاف درود گر یا جو کاریگر لوہے کے ہتھیارون سے کام کرتا ہو کذا فی المنتخب ۱۲ منہ

[2] فاتک بمعنی دلیر و صاحب جرأت فتاک بالضم و تشدید تا جمع ۱۲ منتخب

اور نہ کوئی ان کا سمجھنے والا ہین ان سے بہتر بات کہتا ہون اور عام لوگ سنتے ہین مگر اسکی انکار نہین کرتے اور وہ بات پوشیدہ رہتی ہے کیونکہ جو اس کا اہل نہین ہے وہ سمجھتا ہی نہین نقل شیخ عبد اللہ بن خفیف بیان کرتے تھے کہ مین اسی زمانہ مین حیلہ کرکے قیدخانہ گیا ایک عمدہ مکان دیکھا جسمین نفیس فرش بچھا تھا اور ایک رسی کی الگنی بندھی ہوئی تھی جسپر رومال پڑا ہوا تھا اور وہین ایک خوبصورت غلام بھی کھڑا ہوا تھا مین نے اُس سے پوچھا کہ شیخ کہان ہین کہنے لگا کہ سقایہ[1] مین ہین مین نے پوچھا کہ تم کب سے اُن کی خدمت کرتے ہو اُس نے کہا اٹھارہ مہینے سے پھر پوچھا کہ شیخ اس قیدخانہ مین کیا کرتے ہین کہا کہ تیرہ سو من لوہے کی بیڑیان پہنے ہر روز ہزار رکعتین نفل کی پڑھتے ہین اور یہ اور سب دروازہ جو تم دیکھتے ہو اُن مین ایک ایک قیدخانہ ہے ایک چور یا خونی روز اُن کے سامنے جاتا ہے اور نصیحت کرتا ہے اور اُن کے بال نوچتا ہے مین نے کہا شیخ کھانے کیا ہین کہا ہر روز ایک خوان بہترین کھانون کا اُن کے سامنے لایا جاتا ہے گھڑی بھر اُس خوان کو وہ دیکھتے ہین پھر انگلیون کے سرے اُن پر رکھکر گنگناتے ہین مگر کھاتے کچھ نہین ہین پھر ہم اُن کے سامنے سے خوان اُٹھا لیتے ہین اسی اثنا مین آپ سقایہ سے باہر آئے نہایت خوبصورت اور نیک قامت عمدہ کپڑے پہنے ہوے اور ایک رومال نفیس سر سے باندھے ہوے صفہ کی طرف آکر مجھ سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ اے جوان تو کہان سے آیا ہے مین نے کہا پارس سے پوچھا کس شہر سے مین نے کہا شیراز سے مجھ سے وہان کے مشائخ کے حالات پوچھتے رہے یہان تک کہ ابو العباس بن عطا کا ذکر آیا کہا اگر اُن سے ملاقات ہو تو کہنا کہ اُن رقعون کو ضرور حفاظت سے رکھین پھر کہا کہ تم یہان کیونکر آئے مین نے کہا کہ بعضے پارسی سپاہیون کے بہانے سے اتنے مین حاکم قیدخانہ آیا اور زمین بوسی کرکے بیٹھ گیا آپ نے اُس سے کہا کہ تم کیسے آئے وہ کہنے لگا کہ بعض دشمنون نے خلیفہ سے میری چغلی کھائی کہ مین نے ایک بزرگ کو چھوڑ دیا اور اُن سے ہزار دینار لیے اور کسی اور شخص کو عوام مین سے اُن کی جگہ پر بٹھا دیا چنانچہ اسوقت مجھے قتل کے واسطے لیے جاتے ہین آپ نے فرمایا جاؤ و السلام جب وہ چلا گیا تو آپ گھر کے اندر جاکر زانوؤن کے بھل بیٹھے اور ہاتھون کو آسمان کی طرف اُٹھا کر آگے

[1] سقایہ بالکسر اور الف کے بعد یاء تحتانی پانی کا پیمانہ اور اس برتن کو کہتے ہین جسمین پانی پیتے ہین اور پانی کی جگہ کو بھی کہتے ہین از منتخب و کشف و مصطلحات اور مسجدون مین جو پانی کا خزانہ بنایا جاتا ہے جسمین کہ پانی بھرا رہتا ہے اُسکو سقایہ کہتے ہین اور جو سقادہ بفتح اول اور دال کہتے ہین وہ غلط ہے ۱۲ منہ

جھکا دیا اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا شروع کیا اور ایسا روے کہ آنسوؤن سے زمین تر ہو گئی پھر بیہوش ہو کر زمین پر منھ رکھدیا اتنے مین پھر حاکم قید خانہ آیا آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہوا اُس نے عرض کیا کہ مین چھوٹ گیا پوچھا کیا حال گذرا کہنے لگا کہ جب مجھے خلیفہ کے سامنے لے گئے تو اُس نے کہا کہ اسوقت تک میرا ارادہ یہی تھا کہ تجھے مار ڈالون گا مگر اب میرا دل آپ ہی آپ تجھ سے خوش ہو گیا جا مین نے معاف کر دیا آپ نے اپنا منھ پوچھنا چاہا اُس انگلی کی طرف جسپر رومال لٹکا تھا اور وہ آپ سے بیس گز کے فاصلہ پر تھی ہاتھ بڑھا کر رومال اُٹھا لیا معلوم نہین کہ آپ کا ہاتھ بڑھ گیا یا رومال سامنے آگیا بعد اسکے مین وہان سے باہر نکل کر ابن عطا کے پاس گیا اور پیغام کہا وہ کہنے لگے کہ اب اگر اُن سے ملاقات ہو تو کہنا کہ "اگر مجھے چھوڑ دین یعنی مین اُن کو چھپاؤن گا اگر نجگیا **نقل** ایک رات یہ ستر مریدون کے ساتھ جنکے پاس چھاگلین تھین بیت المقدس آئے وہان کے خدام نے اسوقت قندیلون کو درست کر کے رکھا تھا آپنے راہبون سے پوچھا کہ یہ قندیلین کب روشن کی جاتی ہین وہ کہنے لگے صبح کے وقت کہا صبح کو تو ابھی دیر ہے کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے اللہ کہا تو ایک نور ایسا اُن کی انگلیون سے نکلا کہ جس سے وہ چارسو قندیلین روشن ہو گئین اور وہ نور پھر اُن کی انگلی مین آگیا راہبون نے پوچھا کہ تم کس مذہب پر ہو کہنے لگے مذہب حنفیہ پر اور مین ایک ادنی حنفی ہون امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر راہبون سے کہا کہ تم کو میرا بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا ہے یا چلا جانا وہ کہنے لگے تمھین اختیار ہے جو مناسب جانو چاہو بیٹھو چاہے چلے جاؤ اُنھون نے کہا کہ میرے ساتھی بھوکے اور بے خرچ ہین وہ تیرہ ہزار درہم اُن کے سامنے لائے اسوقت صبح نہین ہوئی تھی یہ سب کو خرچ کر کے باہر نکل آئے **نقل** ایک شخص کا طوطا مر گیا اُنھون نے اس سے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ مین اسکو جلا دون وہ کہنے لگا ہان آپنے انگلی سے اشارہ کیا وہ زندہ ہو کر بیٹھ گیا ان سے پوچھا گیا کہ توحید کیا ہے کہا کہ افراد القدم عن الحدث یعنی قدیم کو حادث سے علحدہ کرنا شیخ الاسلام کہتے تھے کہ توحید کہتے ہین حادث کے مٹنے کو اور ازل کے قائم کرنے کو **نقل** فارس بن عیسٰی بغدادی

ؔ یہ متکلمین مشائخ صوفیہ سے تھے ان کا کلام احوال اور اشارات مین بہت عمدہ ہوتا تھا یہ خراسان سے سمرقند گئے اور وہین رہے اور وہین وفات پائی شیخ ابو منصور ماتریدی کے معاصر تھے اور شیخ ابوالقاسم حکیم کے بھی اور دونون کے ہم صحبت رہے اپنی زندگی بھر اور سب کے مقبول تھے سبھون نے اُن کے حال کو صحیح جانا اور اُن کے کلام سے استدلال کیا شیخ ابوبکر بن اسحق کلاباذی بخاری نے اپنی کتابون مین ان کا کلام بواسطہ بہت نقل کیا ہے اور شیخ عبدالرحمن سلمی اور قشیری نے بھی ایک واسطہ یا زیادہ سے اور اُن کے علاوہ اور لوگون نے بھی ۱۲ نفحات

کہ جن کی کنیت ابوالقاسم تھی اور وہ بھی اُن کے خلفاء سے تھے کہتے ہین کہ مین نے حلاج سے پوچھا کہ مرید کون ہے فرمایا کہ جو ابتدا پہلا نشانہ قصد اللہ کو بنائے اور اُس تک پہونچ جائے اور جسوقت تک اُس تک نہ پہونچے تب تک نہ کسی چیز سے آرام لے اور نہ کسی سے مشغول ہو اور فرماتے تھے کہ خاطر حق وہ ہے کہ جسکو کوئی چیز معارض نہو شیخ الاسلام کہتے تھے کہ حلاج پر بہت سی باتین لوگ جھوٹے اور غیر مفہوم باندھتے تھے اور مجہول کتابین اور حیلے اُن کی طرف منسوب کرتے تھے حالانکہ یہ بہت قابل ولایق تھے اور اُن کا شعر فصیح ہوتا تھا کذا فی النفحات

حسین ابن منصور کے قتل کا سبب

مولانا جامی نفحات مین لکھتے ہین کہ اُن پر جو کچھ واقع ہوا وہ اُن کے استاد کی بددعا سے ہوا جس کا قصہ یہ ہے کہ اُن کے استاد عمرو بن عثمان مکی نے علم تصوف مین ایک رسالہ لکھا تھا اُس کو اُنھون نے مخفی طور پر اور لوگون کو دکھلایا چونکہ کلام دقیق تھا کسی کی سمجھ مین نہ آیا لوگ اُن کے منکر ہوگئے اور آنا جانا چھوڑ دیا تب اُنھون نے حلاج کو لعنت و ملامت کی اور کہا کہ الٰہی اسپر کوئی ایسا سلط کردے جو اسکے ہاتھ پیر کاٹے اور آنکھین نکالے اور سولی دے چنانچہ وہ سب واقع ہوا علامہ ابن اثیر اپنی تاریخ کامل مین وقایع ۳۰۹ھ مین لکھتے ہین کہ اسی سال مین حسین بن منصور حلاج صوفی قتل کیے گئے اور جلائے بھی گئے اُن کا ابتدائی حال یہ تھا کہ اُن سے کراماتین بہت ظاہر ہوئین مثلاً لوگون کو گرمیون مین جاڑون کے اور جاڑون مین گرمیون کے میوہ دیتے تھے اور اپنا ہاتھ ہوا مین اُٹھاتے اور اُسکو ایسے درہمون سے بھرا ہوا لاتے کہ جن مین قل ہو اللہ لکھا ہوتا تھا اور اُن کو درہم قدرت کہتے تھے اور لوگون کو بتادیتے تھے کہ تم نے آج یہ کھایا ہے اور اپنے گھرون پر یہ کام کیا ہے اور تمھارے دلون مین یہ یہ باتین ہین اُن کی ایسی باتون سے بہت سے لوگ اُن کے گرویدہ ہوگئے اور اُن کے متعلق حلول کا اعتقاد کرنے لگے اور بہت سے کچھ کا کچھ کہنے لگے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مین اور بعضے کہنے لگے کہ اُن مین جزو الٰہی حلول کر آیا ہے اور بعضے کہنے لگے کہ یہ ولی اللہ ہین اور جو خوارق عادات اُن سے ظاہر ہوتے ہین وہ ویسے ہی کرامات ہین جو اولیاء صالحین سے ظاہر ہوتے ہین اور بعضے اُن کو شعبدہ باز اور بعضے جادوگر جھوٹا کہتے اور بعضے کہتے تھے کہ جنات اُن کے مطیع ہین وہی اُن کے واسطے میوے غیر موسمون مین لایا کرتے ہین غرضکہ مختلف خیالات تھے اصل یہ ہے کہ ع چون نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند ؎ اول یہ خراسان

سے عراق آئے پھر مکہ شریف گئے وہان سال بھر بغیر کسی چیز کے سایہ کے پتھرون پر پڑے رہے
اور روزانہ وہ ماہ روزہ رکھتے تھے عشا کے وقت لوگ اُن کے پاس پانی کا کوزہ اور روٹی کا گردہ لاتے
یہ اُس کے کنارون سے تین لقمہ توڑ کر کھا لیتے تھے اور باقی چھوڑ دیتے تھے جسکو وہ اٹھا لیجاتے
تھے اور اُسکے سوا اور کچھ نہین کھاتے تھے اور اُن کے زمانہ قیام مکہ معظمہ مین شیخ صوفیہ شیخ عبد اللہ
مغربی تھے وہ بھی ایکبار اپنے مریدین کے ساتھ ان کی ملاقات کو آئے اور اُن کو وہان پھر نہ پاکر لوگون سے
پوچھا کہ کہان ہین لوگون نے بتایا کہ ابی قبیس کے پہاڑ پر گئے ہین سب وہان گئے دیکھا کہ یہ
ایک پتھر پر ننگے سر پڑے ہوے ہین اور اُن کا پسینہ زمین پر بہہ کر آرہا ہے شیخ عبد اللہ مغربی
واپس آئے اور اُن سے کچھ بات چیت بھی نہین کی اور کہا کہ یہ شخص متصبر اور متقوی قضاء اللہ پر ہے
عنقریب اللہ اسکو ایسی چیز مین مبتلا کرے گا جس سے اسکے صبر و قدرت دونون عاجز ہو جائین گے
پھر یہ بغداد گئے ان کے مارے جانے کا سبب یہ ہوا کہ جب بغداد پلٹ کر آئے تو لوگون نے
وزیر حامد بن عباس سے جاکر لگا دیا کہ یہ مردے جلاتے ہین اور جنات ان کی خدمت کرتے
ہین اور جس چیز کی خواہش ان کو ہوتی ہے اسکو وہ لے آتے ہین اور ایک جماعت حواشی خلیفہ
اور نصر حاجب وغیرہ بھی ان کے معتقد ہین تب وزیر نے مقتدر باللہ سے جاکر کہا کہ آپ حلاج اور
اُن کے یارون کو میرے سپرد کردیجیے نصر حاجب نے ٹال دیا پھر وزیر نے اس بارہ مین بہت
عرض کیا بادشاہ نے اسکی عرض قبول کرکے حکم دیدیا کہ ان کو وزیر کے سپرد کردو چنانچہ اس نے اُن کو
اور ان کے ساتھ ایک شخص کو جو شمری کرکے مشہور تھا پکڑ لیا بعضے کہتے ہین کہ اسوقت لوگون کا یہ
اعتقاد تھا کہ یہ نعوذ باللہ خدا ہین چنانچہ وزیر نے اورون سے بلاکر پوچھا اُن لوگون نے اقرار کیا کہ
ہان (نعوذ باللہ) یہ خدا ہین اور مردون کو جلاتے ہین اسپر وزیر نے ان لوگون کا ان سے مقابلہ کرایا
اُنھون نے کہا استغفر اللہ مین خدائی اور پیغمبری کا ہرگز دعویٰ نہین کرتا ہون مین تو ایک غریب مرد
ہون اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہون پھر وزیر نے قاضی ابو عمرو اور قاضی ابو جعفر بن بہلول اور
ایک جماعت اعیان فقہا اور شاہدین کو بلایا اور اُن سے فتویٰ طلب کیا اُن سب نے کہا کہ ہم کچھ
فتویٰ نہین دے سکتے ہین تاوقتیکہ کوئی جرم موجب قتل ان کا ہمارے نزدیک ثابت نہو یون صرف
لوگون کے کہنے سے بلا شہادت معتبر یا خود ان کے اقرار کے ہم نہین مانتے پھر وزیر حامد نے یہ شروع
کیا کہ وہ ان کو اپنی مجلس مین بلاتا اور ان سے گفتگو کرایا کرتا لیکن کوئی بات ان کے منھ سے خلاف
شرع شریف نہین نکلتی تھی چنانچہ اسی امتحان اور گفتگو مین بہت دن گذر گئے مگر وزیر اُن کی فکر ہی مین

رہا اور بہت سے واقعات اُن کے ساتھ گذرے جنکا بیان طویل ہے قاضی ابن خلکان وفیات الاعیان مین ان کے حال مین لکھتے ہین کہ ان کا قصہ بہت طویل اور مشہور ہے ان کے جد مجوسی تھے اُنھون نے حضرت جنیدؒ اور اُن کے طبقہ والون کی صحبت اُٹھائی حامد بن العباس وزیر خلیفہ مقتدر باللہ کی مجلس مین قاضی عمرو کے مواجہہ مین اُن کی زبان سے کوئی بات نکلی جسپر اُنھون نے ان کے مارڈالنے کا فتوی دیا اور اُن کے ساتھ جتنے فقہاء وہان موجود تھے سب نے اتفاق کیا اُنھون نے اُن لوگون سے کہا کہ میرا خون تمپر کسی طرح حلال نہین اور نہ تم کو یہ جائز ہے کہ مجھپر وہ تہمتین لگاؤ جس سے میرا خون مباح ہو مین مسلمان ہون اور میرا مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے اور مین چارون اماموں اور خلفاے راشدین اور بقیہ عشرہ مبشرہ کو افضل جانتا ہون اور حدیث مین میری مولفہ کتابین ہین جو کتب فروشون کے پاس موجود ہین تم اللہ سے ڈرو اور میرے خون کے پیچھے نہ پڑو یہ برابر یہی کہتے رہے مگر لکھنے والے سب لکھنے مین مشغول رہے کسی نے ان کے اس کہنے پر کچھ اعتنا نہ کی اس جگہ سے حضرت مولانا روی کا ارشاد ہے ؎

چون قلم در دست غدارے بود	لاجرم منصور بردارے بود

جب سب تحریرین پوری ہو چکین تو وہ لوگ مجلس سے اُٹھ گئے اور یہ قید خانہ بھیجدیے گئے وزیر نے ساری کیفیت اُس مجلس کی معہ اُس فتوی کے لکھکر مقتدر باللہ کو بھیجدی مقتدر نے لکھا کہ جب سب قاضیون نے اُن کے قتل کا فتوی دیدیا ہے تو اُن کو کوتوال کے سپرد کرنا چاہیے اور حکم دینا چاہیے کہ پہلے ان کے ہزار کوڑے مارے اگر کوڑون سے وہ مرجائین تو بہتر ہے ورنہ ہزار کوڑے اور مارے اسپر بھی اگر نہ مرین تب گردن کاٹ ڈالی جاے چنانچہ وزیر نے ان کو کوتوال کے سپرد کیا اور جو کچھ مقتدر نے لکھا تھا وہ سنادیا بلکہ اپنی طرف سے اتنا اور بڑھادیا کہ اگر اسطرح مارنے سے نہ مرین تو پہلے ایک ہاتھ پیر کاٹو پھر دوسرا ہاتھ پیر پھر گردن مارو اور بدن کو جلادو اور اگر تم کو فریب دے کر کہین کہ مین دجلہ اور فرات مین پانی کی جگہ چاندی اور سونا تمھارے واسطے بہادون گا تو بھی نہ سننا اور نہ عقوبت مین تخفیف کرنا یہ کہکر اُن کو رات کے وقت کوتوال کے سپرد کیا حیوۃ الحیوان مین ہے کہ کوتوال کا نام محمد بن عبد الصمد تھا اور ان کو بعد عشا کے کوتوال کے سپرد اس خوف سے کیا تھا کہ کہین لوگ ہجوم کرکے ان کو چھوڑا نہ لیجائین منگل کے دن تیئسوین یا چوبیسوین ذی القعدہ ۳۰۹ھ کو ان کو باب الطاق کے نیچے لاے تمام خلقت کا ہجوم ہو گیا حیوۃ الحیوان مین لکھا ہے کہ شیخ عزالدین ابن عبد السلام مقدسی مفاتیح الکنوز مین لکھتے ہین کہ جب یہ سولی دینے کے لیے لاے گئے اور اُنھون نے لکڑیان اور

لوہے کی سیخین دیکھین تو ہنسنا شروع کیا اُسی مجمع مین حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اُن کو دیکھکر کہنے لگے کہ اے ابوبکر تمھارے پاس مصلے ہے اُنھون نے کہا ہان ہے کہنے لگے کہ اس کو بچھا دو اُنھون نے بچھا دیا اُنھون نے اسپر دو رکعتین پڑھین پہلے مین الحمد کے بعد آیۂ ولنبلونکم[1] بشئی الآیہ اور دوسری رکعت مین الحمد کے بعد کل نفس[1] ذائقۃ الموت پھر بہت کچھ باتین کہین اُسکے بعد ابوالحرث سیّاف نے آکر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اُن کے مُنھ اور ناک دونون پر سخت صدمہ پہونچا اسیوقت حضرت شبلی نے چیخ ماری اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ابوالحسن[2] واسطی اور ایک جماعت مشائخ مشہورین جو موجود تھے سب کے سب بیہوش ہو گئے یہ بھی کہے جاتے تھے کہ اے لوگو اللہ نے تمھارے لیے میرا خون مباح کیا ہے تم مجھے مار ڈالو اور مسلمانون کو کوئی کام آج زیادہ اہم میرے مار ڈالنے سے نہین اور میرا مار ڈالنا حدود الٰہی اور شریعت حضرت رسالت پناہی پر قائم رہنا ہے اور جو حدود سے تجاوز کریگا اسپر خود حدین قائم ہونگی۔

نقل تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ جب یہ قید ہوے تو پہلی رات کو لوگ قید خانہ مین آئے اور قید خانہ بھر مین پھرے مگر اُن کا کہین پتہ نہ لگا چلے گئے دوسری رات کو پھر آئے تو نہ آپ ہی تھے نہ قید خانہ کا پتہ تھا اور تیسری رات کو جب آئے تو پہلے تب لوگون نے پوچھا کہ پہلی رات آپ کہان تھے اور دوسری رات کو یہ کیا تھا کہ نہ قید خانہ کا پتہ تھا نہ آپ کا اور تیسری رات آپ بھی ہین اور قید خانہ بھی کہنے لگے کہ پہلی رات مین حضرت حق کے حضور مین تھا اور دوسری رات کو خود حضرت اقدس یہان جلوہ فرما تھا اب مجھے حفظ شریعت کے لیے پھر لائے ہین آؤ اور اپنا کام کرو **نقل** ایک رات قید خانہ مین تین ہزار آدمی قید تھے یہ اُن سے کہنے لگے کہ اگر مجھسے کہو تو مین تمھین چھوڑا دون سب کہنے لگے کہ پہلے اپنے کو تو چھوڑاؤ کہنے لگے کہ مین خدا کی قید مین ہون اور پاس شریعت رکھتا ہون اگر

---

[1] اور ہم تم کو آزمائین گے تا آخر آیت [1] ہر نفس چکھے گا موت کو ۱۲ منہ

[2] یہ ابوالحسن بنان بن محمد بن حمدان بن سعید الحمال غالباً ہون گے اگر وہی ہون تو یہ اصل مین واسطے کے رہنے والے تھے مصر مین رہے اور وہین انتقال کیا ۳۱۶ھ مین اور قرافہ مین پہاڑ کے قریب جامع محمود کے مقابل دفن ہوے کذا فی طبقات الکبری للشعرانی اور اگر حضرت ابوبکر واسطی ہون تو اُن کا مختصر حال یہ ہے کہ ان کا نام محمد بن موسی تھا اور ابن الفرغانی کے نام سے مشہور تھے اور متقدمین اصحاب جنید اور نوری رحمہما اللہ سے تھے اور علما و مشائخ سے کسی نے علم تصوف مین ان کی طرح ارشادات نہین کیے اور یہ عالم تھے اصول و فروع علوم ظاہر کے شیخ الاحکام کہتے تھے کہ واسطی امام توحید ہین اور امام مشرق علم اشارات ہین یہ جوانی مین عراق سے آئے وہان ان کی شہرت کم ہوئی پھر مرو مین آئے اور کہتے تھے کہ مین شہرون شہرون پھرا ہون سننے والے کی آرزو مین لوگون نے پوچھا کہ آپ مرو مین کیون رہے کہنے لگے کہ وہان کے لوگون کو میٹھے تر نہر زیادہ پایا وہین ان کا انتقال ۳۲۰ھ سے پہلے ہوا اور وہین ان کا مزار معروف و مشہور ہے کذا فی النفحات ۱۲ منہ

چاہون تو ایک اشارہ سے حبس کو کھول دون چنانچہ انگلی سے اشارہ کیا سب کی بیڑیان ٹوٹ گئین پھر وہ سب کہنے لگے کہ اب کدھر سے جائین قیدخانہ کا دروازہ تو بند ہے آپنے دوسری بار اشارہ کیا سب دروازے کھل گئے کہا تم سب جاؤ اُنھون نے کہا کہ آپ کیون نہین آتے کہنے لگے کہ مجھکو خدا کے ساتھ ایک سر ہے کہ وہ سولی ہی کے سر پر کہا جائیگا دوسرے روز پوچھا گیا کہ اور قیدی کہان گئے کہنے لگے کہ مین نے چھوڑ دیئے مالک قیدخانہ نے کہا کہ پھر تم کیون رہ گئے کہنے لگے کہ اللہ مجھ سے خفا ہے اس لیے مین رہ گیا ہون یہ خبر خلیفہ کو پہونچی اُس نے کہا کہ بڑا فتنہ ہوگا اِن کو مار ڈالو یا کوڑے مارو کہ یہ نہ کہے چنانچہ اُن کو باہر لاکر تین سو لکڑیان مارین کہ شاید اِس کہنے سے باز آئین لکڑی مارنے والے کا بیان ہے کہ مین جو لکڑی مارتا تھا تو باآواز فصیح سنتا تھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اے ابن منصور مت ڈر شیخ عبدالجلیل صفار کہتے تھے کہ میرا اعتقاد اُس لکڑی مارنے والے کے متعلق زیادہ ہے جتنا کہ ان کے بارہ مین ہوتا اسواسطے کہ اُسکو شریعت کے کام مین کیسی طاقت تھی اور وہ کیسا سخت آدمی تھا کہ باوجودیکہ یہ آوازین سنتا تھا مگر اس کا ہاتھ کانپتا نہ تھا نہ وہ اس سے باز آتا تھا پھر ان کو سولی دینے کے لیے لیچلے ہزارون لوگ جمع ہوگئے اور یہ آنکھین پھیر پھیر کر کہتے تھے حق حق انا الحق اسی اثنا مین ایک بزرگ نے ان سے پوچھا کہ عشق کیا ہے کہنے لگے آج دیکھو اور کل اور پرسون یعنی پہلے روز مارے گئے اور دوسرے روز جلائے گئے اور تیسرے روز خاک اڑائی گئی یہی عشق ہے ان کے خادم نے اسوقت کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجیے کہنے لگے کہ نفس کو کسی چیز مین مشغول رکھو ورنہ وہ تم کو کسی چیز مین مشغول کردے گا پھر ان کے صاحبزادہ[لہ] نے وصیت چاہی کہنے لگے کہ تم کو وصیت یہ ہے کہ جب اور لوگ اور کامون مین کوشش کرین تو تم ایسی چیز مین کوشش کرو جسکا ایک ذرہ جن و انس کے اعمال سے بہتر ہو پوچھا وہ کیا ہے کہا وہ علم حقیقت ہے غرضکہ اسیطرح راہ مین ٹہلتے اور ہاتھ جھلاتے ہوئے تیرہ بیڑیون مین جکڑے چلے جاتے تھے لوگون نے پوچھا کہ یہ حال کیسے ہوا کہنے لگے کہ اس وجہ سے کہ مین

لہ آپ کے صاحبزادہ کا نام احمد بن حسین بن منصور حلاج ہے شیخ الاسلام کہتے تھے کہ مین نے بوعبداللہ باکو سے سُنا کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے اُن سے خجند مین سنا کہ وہ کہتے تھے کہ شب کے وقت مین نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے اُنھون نے کہا کہ اپنے نفس کو کسی کام مین لگا دو اس سے پہلے کہ وہ تم کو کسی کام مین لگادے مین نے کہا کہ اور کچھ فرمایئے کہا کہ جب سارا عالم خدمت مین کوشش کرے تو تم ایسی چیز مین کوشش کرو کہ اُس کا ذرہ عمل ثقلین سے بہتر ہو شیخ الاسلام کہتے تھے کہ ثقلین جن و انس کو کہتے ہین پھر اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہے کہنے لگے کہ وہ معرفت حق ہے کذا فی النفحات ۱۲ منہ

درگاہ خاص مین جاتا ہون اور یہ دو شعر پڑھے ؎

ندیمی غیر منسوب الی شئی من الحیف	سقانی مثل ما یشرب کفعل الضیف بالضیف
فلما دارت الکاس دعا بالنطع والسیف	کذا من یشرب الراح مع التنین بالصیف

یعنی میرا ہمنشین کسی رنج سے منسوب نہین اور اُس نے مجھے اس طرح شراب پلائی جیسے مہمان مہمان کو پلاتا ہے جب کئی دور ہو گئے تب تلوار اور نطع چاہا کہ اس شخص کی سزا جو اژدہے کے ساتھ گرمی مین پرانی شراب پیئے یہ ہے پھر جب ان کو سولی کے قریب لے گئے تو باب الطاق مین دار کو بوسہ دیا اور سیڑھی پر پیر رکھا لوگون نے پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے کہ مردون کی معراج دار ہے حضرت خسروؔ اسی مقام سے فرماتے ہین ؎

دار را معراج می خوانند سرداران عشق	عشق کے ہر بوالہوس را بر سر دار آورد

پھر کمر بند باندھا اور چادر اوڑھی اور قبلہ رو ہو کر مناجات کر کے عرض کی کہ جو چاہا سو پایا پھر جب دار پر چڑھے تو اُن کے مریدون مین سے ایک جماعت نے پوچھا کہ ہمارے متعلق آپ کہتے ہین ہم تو آپ کے اقرار کرنے والون مین ہین اور منکرین کے بارہ مین جو آپ پر پتھر پھینکین گے کیا کہنے لگے کہ اُن کو دو ثواب ملین گے اور تم کو ایک کیونکہ تم کو مجھ سے صرف حسن ظن ہے اور اُنکو قوت توحید شریعت کی سختی کے ساتھ اور توحید ہی اصل شرع ہے اور حسن ظن فرع نقل اُنھون نے جوانی مین ایک عورت کو دیکھا تھا کہنے لگے آہ وہ کیا تھا جو مجھپر گذرا بہت برسون کے بعد اس کا بدلہ اب مجھے لیتے ہین پھر سیڑھی کے نیچے دیکھکر خادم سے کہا کہ جو اسطرح کرے گا وہ ایسا ہی دیکھے گا بعد اسکے حضرت شبلی اُن کے پاس آئے اور با آواز بلند کہا کہ اولم ننھک عن العالمین[۱] پھر پوچھا کہ تصوف کیا ہے اُنھون نے کہا کہ تصوف کا کمتر مرتبہ یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو شبلی نے کہا اور اس کا بلند مرتبہ کون ہے کہنے لگے وہان تمہارا گذر نہین ابن خلکان نے وفیات الاعیان مین لکھا ہے کہ جب جلاد نے ان کے ہزار کوڑے مارے تو اُنھون نے اُف بھی نہ کی بلکہ چھ سو کوڑون کے پڑ چکنے کے بعد کہنے لگے کہ چھوڑ دو مجھ کو تو ال سے ایک نصیحت کرنا ہے جو قسطنطنیہ کے فتح کے نفع کے برابر ہو گی وہ کہنے لگا کہ تم سے تو کہدیا کہ تم اسطرح کی باتین نہ بناؤ مین تمھین چھوڑون گا نہین جب کوڑے مار چکے تب ہاتھ پیر کاٹے پھر سر کاٹا پھر جسم جلایا اور راکھ کو دجلہ مین ڈالکر سر کو بغداد کے پل پر لٹکا دیا تحفۃ الموحدین مین ہے کہ ان کا سر پھر وہان سے اُٹھا کر تمام اطراف مین پھرایا گیا اور جب قتل کے لیے لائے گئے تو

[۱] کیا ہم تجھ کو نہین روکتے تھے دنیا والون سے ۱۲ منہ

اُنھون نے یہ اشعار پڑھے ؎

طلبت المستقر بکل ارض	فلم ار لی بارض مستقرا
اطعت مطامعی فاستعبدتنی	ولو انی قنعت لکنت حرا

مین نے تمام زمین مین ٹھہرنے کی جگہ ڈھونڈھی مگر کوئی جگہ دکھلائی نہ دی اور مین نے اپنی خواہشون کی تابعداری کی اُنھون نے بھی مجھے دور رکھا اگر مین قناعت کرتا تو آج آزاد ہوتا اور بعضے کہتے ہین کہ اُنھون نے یہ اشعار پڑھے ؎

لم اسلم النفس للاسقام تتلفها	الا لعلمی بان الموت یشفیها
ونظرة منک یا سؤلی ویا املی	اشهی الی من الدنیا وما فیها
نفس المحب علی الآلام صابرة	لعل متلفها یوما یداویها

مین نے اپنے نفس کو بیماریون کو نہین سونپا کہ جو اُسکو تلف کر ڈالین مگر یہ سمجھکر کہ شاید موت اسے اچھا کردے اسے میرے مطلوب اور اسے میری امیدگاہ مین تجھسے ایک نگاہ کا امیدوار ہون اور اُس کی خواہش دنیا و مافیہا کی خواہشون سے زیادہ رکھتا ہون جو عاشق رنجون پر صبر کرتا ہے تو اسی امید پر کہ اس کا مٹانے والا ایک دن اُسکی دوا خود ہی کردیگا امام یافعی نے مراۃ الجنان مین لکھا کہ مین نے اس قصہ مین اسی قدر پر اختصار کیا ہے جو شائخ سے سُنا ہے اور وہ ابن خلکان کا قول نقل کرکے یہ بیان کرتے تھے کیونکہ ابن خلکان کا کلام حضرات صوفیہ کے بارہ مین اقرب اور احسن ہے مگر ذہبی کا ان کے بارہ مین واہیات باتین ذکر کرتا بوجہ اُن کی عادت اور نفسانیت کے ہے جو خاصکر اُن کو حضرات صوفیہ کے ساتھ تھی اور تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ جب سولی کے زینے پر ان کا ہاتھ کاٹا گیا تو یہ ہنسنے لگے لوگون نے پوچھا کیون کہنے لگے کہ آدمی کا ہاتھ کاٹ ڈالنا آسان ہے مرد وہی ہے جو ہمارے صفات کے اُس ہاتھ کو کاٹ ڈالے جس نے ہمت کی ٹوپی عرش کے سر سے اتار لی ہے پھر ان کے پیر کاٹے تب بھی ہنسے اور کہا کہ اگرچہ وہ پیر مین نے خاک کی سیر کی ہے تو دوسرا پیر بھی رکھتا ہون کہ اب بھی اُن سے دونون عالم کی سیر کرسکتا ہون اگر ہوسکے تو اُسکو بھی کاٹو پھر دونوں ہاتھ خون بھرے مُنھ پر ملے کہ سارا پونچھا اور مُنھ خون سے بھر گیا لوگون نے کہا کہ یہ کیا کرتے ہو کہنے لگے میرا خون بہت نکلا ہے غالباً میرا چہرہ زرد ہوگیا ہوگا اور تم کو خیال ہوا ہوگا کہ میرے منھ کی زردی بوجہ خوف کے ہے اس واسطے خون ملے لیتا ہون کہ سُرخ دکھائی دے کہ مردون کے مُنھ کا ادبٹن اُنھین کا خون ہوتا ہے لوگون نے کہا کہ مُنھ تو سُرخ اسواسطے کرتے ہو اور ہونٹ کیون سُرخ

کرتے ہو کہنے لگے کہ مین وضو کرتا ہون لوگون نے کہا کیون کہنے لگے دو رکعتین عشق کی ہین جن کا
وضو خون ہی سے ہوتا ہے پھر اُن کی آنکھین نکالی گئین تب خلق مین شور اُٹھا بعضے رونے لگے
اور بعضے پتھر پھینکنے پھر زبان کاٹنا چاہی تب کہنے لگے ٹھہرو ذرا ایک بات کہلون جلاد ٹھہر گیا اُنھون نے
آسمان کی طرف منھ کرکے کہا کہ الٰہی اتنے دکھ تیری وجہ سے یہ لوگ مجھپر کر رہے ہین ان کو تو محروم نہ کرنا
اور نہ اس دولت سے اِن کو بے نصیب چھوڑنا اور الحمد للہ کہ اگر میرے ہاتھ پیر کاٹے گئے تو تیری
راہ مین کاٹے گئے اب اگر میرا سر کاٹتے ہین تو بھی تیرے جلال کے مشاہدہ مین پھر ناک و کان
کاٹے اور لوگون نے پتھر پھینکے اتنے مین ایک بڑھیا آئی اُسکے ہاتھ مین آبخورہ تھا جب اُس نے
ان کو دیکھا کہنے لگی کہ پتھر پھینکو اور خوب مارو اس جلاہے رعنا کو خدا کی بات سے کیا کام اور آخری
بات اُن کی یہ تھی کہ حسب الواحد افراد الواحد پھر یہ آیت پڑھی یستعجل بہا الذین لا یومنون بہا والذین
آمنوا مشفقون منہا ویعلمون انہا الحق پھر زبان کاٹی گئی اسوقت مغرب کا وقت ہو گیا تھا کہ خلیفہ
کا حکم آیا کہ سر کاٹ کو اُنھون نے سر کاٹنے کے وقت قہقہہ مارا اور ختم ہو گئے تب بھی ہر ہر جوڑ
سے انا الحق کی آواز آتی تھی پھر ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے کہ سوا گردن اور پشت کے کچھ باقی نہ رہا
ان دونون سے بھی انا الحق کی آواز آتی تھی دوسرے روز لوگون نے کہا کہ یہ فتنہ تو اور اس سے
زیادہ ہو گا جو اُن کی زندگی مین تھا تب اُن کے جوڑون کو جلا دیا اس راکھ سے بھی وہی آواز آتی
رہی جیسا کہ قتل کے وقت کہ جو قطرہ خون ٹپکتا تھا اس سے زمین پر انا الحق کا نقش ہو جاتا تھا
اور اُنھون نے پیشتر ہی خادم سے کہدیا تھا کہ میری خاک دجلہ مین ڈالین گے تو بغداد کے لیے
آفت ہوگی پانی جوش کرکے بغداد کو ڈبونے لگے گا اور اسکو ڈبا دیگا اسوقت مین میرا خرقہ اس پانی کے آگے لیجانا چنانچہ اُسوقت
خادم نے ایسا ہی کیا وہ پانی ٹھہر گیا اور راکھ بھی پھر اُسکو دفن کر دیا ایک بزرگ نے فرمایا کہ اہل باطن مین حسین بن
منصور سا ایسے کے ساتھ تو ایسا معاملہ کیا گیا معلوم نہین کہ ان مدعیون کے ساتھ کیا ہو گا یہ قصہ روز سہ شنبہ ششم یا چوبیس ذی القعدہ
۳۰۹ھ مین ہوا جیسا کہ وفیات الاعیان اور تاریخ یافعی اور کامل ابن اثیر و تاریخ الخلفاء جلال الدین
سیوطی اور نفحات مولانا جامی اور طبقات الکبری شیخ عبد الوہاب شعرانی اور اور کتب معتبرہ مین ہے
مگر میزان الاعتدال ذہبی مین ۳۱۱ھ لکھے ہین غالباً معتمد وہی ہو گا جسپر اکثر اہل سیر ہین اور تاریخ
یافعی مین یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ مین لکھا ہے اور وفیات الاعیان مطبوعہ مصر مین ماہ ذی القعدہ
واللہ اعلم وعلمہ احکم و اتقن رہا یہ جو تذکرۃ الاولیا سے اُن کا قید خانہ مین کئی روز رہنا سمجھا جاتا ہے

۱؎ جلدی کرتے ہین اسکی جو یقین نہین رکھتے اسپر اور جو یقین رکھتے ہین اُن کو اس کا ڈر ہوا اور جانتے ہین کہ وہ ٹھیک ہی ہے ۱۲ منہ

تو وہی تاریخ روضۃ الصفا سے بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس مین لکھا ہے کہ مقتدر باللہ کے
عہد خلافت مین عبداللہ بن عباس منصب وزارت پر مامور ہوا تو وہی باعث ان کے قتل کا
ہوا پھر سارا قصہ اس کتاب مین اُن کے گرفتار ہونے اور قتل کرنے کا قریب قریب اُسکے لکھا ہے
جو اوپر اور کتابون سے نقل کیا گیا اتنی بات اس مین صرف زیادہ ہے کہ مقتدر نے ان خبرون کو
سنکر پہلے علی[1] بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ حلاج سے مناظرہ کرو اُنھون نے اُن کو قیدخانے بلا کے
گفتگو شروع کی جسمین اُن کو کوئی بات سخت کہی اُنھون نے کہا کہ اگر اس سے زیادہ تم آگے
بڑھوگے تو ابھی زمین کو پانون سے اشارہ کردونگا کہ وہ تم کو خسف کرے گی علی بن عیسیٰ یہ سنتے ہی
ڈر گئے اور وزیر کے پاس جا کر اُن کے مناظرہ سے استعفا دیدیا اُسوقت وزیر نے ایک
نوجوان عورت کو جو حلاج کے معتقدون مین تھی بلوایا جسکی شادی بھی اُنھون نے اپنے بیٹے کے
ساتھ کی تھی اس نے گواہی مین اُن کے بعضے خوارق عادات بیان کرکے کہا کہ ایک دن انکے
بیٹے نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے باپ کے سامنے سجدہ کرو تب مین نے کہا کہ خدا کے سوا دوسرے کا
سجدہ درست نہین ہے اُسپر ابن منصور نے خود کہا کہ یہ ٹھیک ہے مگر زمین پر ایک خدا ہے اور
آسمان پر دوسرا خدا مگر علما نے ایک عورت کی گواہی کو نہین مانا اور اُن کے قتل کا فتویٰ نہین
لکھا بعد مُدتکے اُن کے قتل کا ایک عجیب باعث ہوا کہ ایک پرچہ کاغذ کا اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا وزیر کے
ہاتھ لگا جسمین لکھا تھا کہ جسکو حج کرنے کی خواہش ہو اور وہ زاد راحلہ کے وجہ سے کعبہ شریفہ نہ جاسکے
تو اسکو چاہیے کہ اپنے گھر کو ہر طرح کی نجاستون سے پاک کرکے وہان کسی کو جانے نہ دے جب
حج کے دن آئین تو اُسمین ایک چوکا بنائے پھر اُس چوکے کے گرد طواف کرے اور جتنے
مناسک حج ہین وہ ادا کرے اور ایک رات کو چند یتیم لڑکون کو اچھے اچھے کپڑے پہنائے
اور اچھا کھانا جو میسر ہو کھلائے اور ہر یتیم کی اپنے ہاتھ سے خدمت کرے اور اُن کو اچھا کرتہ
اور سات درہم یا تین درہم دے کر رخصت کرے تو یہ عمل بھی اُسکا قائم مقام حج کے ہوجائیگا وزیر نے
وہ کاغذ سب علما اور فقہا کو جمع کرکے پیش کیا ابو عمرو نے حلاج سے پوچھا کہ یہ پریشان تحریر کس
روایت اور کس کتاب کے سند سے ہے حلاج نے جواب دیا کہ کتاب اخلاص سے ہے جو خواجہ
حسن بصری کی تصنیف ہے اور بعضی تاریخ کی کتابون مین لکھا ہے کہ اُنھون نے یہ کہا کہ فلانی
کتاب سے جو ابو عمرو عثمان کی تصنیف ہے تب قاضی نے کہا کہ اے کشتنی مین نے وہ کتاب

[1] علی بن عیسیٰ اسی عہد مین وزیر بھی ہوگئے تھے یہ بھی روضۃ الصفا مین ہے شاید وہ علما کے مجمع سے ہوگئے ہون ۱۲ منہ

دیکھی ہے اُسمین ہرگز یہ روایت نہین ہے قاضی کی یہ گفتگو جب وزیر کے کان تک پہونچی تو اُسنے قاضی سے باصرار کہا کہ تمھاری راے مین جب حسلاج مارڈالنے کے لایق ہوچکے تو اب تم کو فتوی لکھنا چاہیے قاضی نے فتوی لکھنے مین ہرچند تعلل اور تساہل کیا لیکن وزیر کے حکم سے وہ مخالفت نہ کرسکے لکھدیا کہ خون حسلاج ہدر ہے جو کوئی اُن کو قتل کرے گا اُس سے مواخذہ شرعی نہو گا سب علماو فقہا نے قاضی کی متابعت مین اپنا اتفاق لکھدیا اور راوی ابن خفیف کا ان سے قیدخانہ مین جا کر ملنا جیسا کہ نفحات سے نقل کیا گیا ہے بھی مقتضی اسی کو ہے کہ یہ زیادہ قیدخانہ مین رہے مگر اور تاریخون سے ایسا مستنبط ہوتا ہے اور نیز خوف فتنہ خلائق سے یہی مرجح معلوم ہوتا ہے کہ ان کو زیادہ مہلت قیدخانہ مین رہنے کی نہ دی گئی ہوگی واللہ اعلم نفحات مین ہے کہ حضرت شبلی ان کی سولی کے نیچے جا کر کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ او لم ننھک عن العالمین کیا ہم نہین روکتے تھے تجھے دنیا والون سے تو جس قاضی نے اُن کے مارڈالنے کا حکم دیا تھا اُس نے کہا کہ وہ پیغمبری کا دعوی کرتا تھا اور تو خدائی کا شبلی نے کہا کہ مین بھی وہی کہتا ہون جو یہ کہتا تھا لیکن مجھکو میری دیوانگی نے چھوڑادیا اور اسکو اُسکی عقل نے پھنسادیا فقط

وقائع مابعد واقعہ قتل ابن منصور

وفیات الاعیان مین ہے کہ ان کے یار لوگون کا خیال تھا کہ یہ چالیس روز کے بعد پھر آئینگے اور اس سال دجلہ بہت بڑھا تب لوگون نے کہا کہ یہ بوجہ اُن کی راکھ کے پڑنے کے بڑھا ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ مارے نہین گئے بلکہ ان کا ایک دشمن تھا جو ان کے قتل کے وقت ان کی صورت پر ہوگیا اور وہ مارا گیا جوۃ الحیوان مین ہے کہ اُن کے بعضے یارون نے یہ دعوے کیا کہ اُنھون نے اُن کے قتل کے بعد نہروان کی راہ مین ایک خچر پر سوار جاتے دیکھا اور انھون نے ان سے کہا کہ تم سمجھتے ہو کہ مین مارا گیا ہون حالانکہ ایسا نہین ہے نقل تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ اس رات کو مین سولی کے نیچے رہا اور نماز مین پڑھا کیا جب دن ہوا تو ہاتف نے آواز دی کہ ہم نے اپنے بھیدون مین سے ایک بھید اُن کو مطلع کیا انھون نے اس بھید کو ظاہر کردیا تو جو شخص بادشاہون کے راز کو فاش کریگا اُسکی سزا یہی ہو نقل حضرت شبلی کہتے تھے کہ مین اس رات کو اُن کی قبر پر گیا اور ساری رات نماز پڑھین صبح کو مین نے مناجات کی اور کہا الہی یہ بندہ مومن اور عارف اور موحد اور محب تھا تو نے یہ بلا اُس کے ساتھ کیون کی بعد اُسکے مجھے نیند آگئی

مین نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مین نے اسواسطے کیا کہ وہ میرا راز غیرون سے کہتا تھا اور جو راز اسکو دجلہ کے اندر ہم سے کہنا تھا وہ اُس نے غیرون سے کہدیا **نقل** اور حضرت شبلی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ و رانکو مین نے خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا کہا مجھے مقعد صدق مین رکھا اور بہت عزت کی مین نے کہا کہ اور تمھارے مخالفین کے ساتھ کیا کیا کہنے لگے دونون گروہون پر رحمت کی جس نے مجھپر عنایت کی اور مجھے جانا اسپر تو اسکی وجہ سے رحمت کی اور جس نے نہین جانا اور حق کے سبب سے عداوت کی اسپر بھی رحمت کی کہ دونون معذور تھے **نقل** اور کسی نے خواب مین دیکھا کہ قیامت مین پہ کھڑے ہین اور ایک پیالہ ان کے ہاتھ مین ہے اور ان کے بدن پر سر نہین ہے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگے کہ یہ پیالہ سر کٹے ہوؤن ہی کو ملتا ہے **نقل** حضرت شبلی کہتے تھے کہ جب اُن کو سولی دی گئی تو شیطان اُن کو دکھائی دیا اور کہنے لگا ایک تم نے انا کہا اور ایک مین نے تم نے انا الحق کہا اور مین نے انا خیر منہ مجھے لعنت ملی اور تم کو مقعد صدق اس مین کیا فرق ہے اُنھون نے کہا کہ تو نے انا اپنے واسطے کہا اور مین نے اپنے کو انا سے دور رکھا یہ فرق ہوا کہ مجھے رحمت ملی اور تجھے لعنت تاکہ تجھکو معلوم ہو کہ خودی کرنا اچھا نہین اور خودی کو دور کرنا بہت اچھا ہے نفحات مین حضرت علی اخی بصری کے حال مین لکھا ہے کہ اُن کے شیخ کے سامنے ایک دن حسین ابن منصور کا قصہ بیان ہوا اُنھون نے ان کے متعلق اپنے شیخ سے پوچھا اُنھون نے قبل اسکے کہ ان کے بارہ مین کچھ کہین یہ فرمایا کہ جسوقت میرا حال بہت تیز تھا تو مین اُن کی زیارت کو گیا جب مراقبہ کیا تو مین نے اُن کی روح علیین مین پائی تب مین نے مناجات کی اور عرض کیا کہ خداوندا یہ کیا حال ہے کہ فرعون نے انا ربکم الاعلےٰ کہا اور حسین ابن منصور نے انا الحق اور دونون نے خدائی کا دعویٰ کیا اب حسین ابن منصور کی روح علیین مین ہے اور فرعون کی سجین مین اس مین کیا حکمت ہے اسیوقت ندا ہوئی کہ فرعون اپنی خودی مین پڑا اُس نے اپنے آپ ہی کو دیکھا اور ہم کو گم کیا اور حسین ابن منصور نے اپنے کو کھو دیا اور سب ہم ہی کو دیکھا تو اس مین اور اسمین دیکھو کیا فرق ہے اور یہ بھی اسی کتاب مین ابو حاتم عطار کے حال مین لکھا ہے کہ ایک زمانہ مین بغداد آراستہ تھا اور بدکاری بسبب ہوتی تھی حضرت شبلی سے خواب مین کہا گیا کہ اگر تو اللہ اللہ کہتا نہوتا تو مین سارے بغداد کو جلا دیتا شبلی نے اسکو لوگون سے بیان کیا لوگون نے کہا کہ ہم بھی اللہ کہتے ہین اُنھون نے فرمایا تم اللہ اللہ نفس سے کہتے ہو اور ہم اللہ اللہ اللہ سے کہتے ہین قل اللہ ثم ذرھم[1]

---

[1] کہہ تو اللہ پھر اُن کو چھوڑدے ۱۲ منہ

حقیقة الحق شئ لیس یعرفه	الا المجرد فیه حق تجرید

یعنی حقیقتہ حق کی ایک ایسی چیز ہے جسکو وہی خوب پہچان سکتا ہے جو حق تجرید سے اس مین مجرد
ہو شیخ الاسلام کہتے تھے کہ سب ایک کہتے ہین اور ہزار دن طریقون سے خلاف کہتے ہین اور یہ لوگ
یعنی صوفیہ ایک کہتے ہین اور اپنے سے خود بھاگتے ہین کاتب الحروف کہتا ہے کہ اصل بات یہ ہے
کہ حلاج کے بانسبت مخلص ہونے مین شک نہین اور مورخین معتبرین کی روایت سے یہ امر بخوبی ثابت
ہوتا ہے کہ اُن کی سزاے قتل باقتضاے حکم شریعت اور انصاف کے نہ تھی ظاہر مین تو غرض یہی
معلوم ہوتی ہے کہ اُن کے کشف وکرامات علانیہ سے جو کثرت رجوع عوام اور خواص شاہی کی اُن کی
طرف ہوتی جاتی تھی اُس سے حکومت اور خلافت مین فتور پڑنے اور بغاوت کر بیٹھنے کا احتمال
تھا لهذا اس وہم کے رفع کے لیے اور زجر وتوبیخ وعبرت عوام کی نظر سے ایسے امر کے ارتکاب کی
وزیر کو ضرورت پیش آئی جو اُس نے بقصد کوشش کر دکھائی اور بڑی دلیل اس دعوی کی یہ ہے کہ انکا
قتل شریعت کے موافق نہین ہوا چنانچہ کیفیت قتل مفصلاً اوپر بیان ہو چکی اور نوعیت قتل کی بھی عاقل
جانتا ہے کہ شریعت کی حد کے موافق نہین ہوئی اس کے سوا جب اُن کے قتل کا فتوی لکھا جاتا تھا تو
وہ خود اپنے قتل کا بیجا ہونا جانتے تھے اور اپنا مسلمان اہل سنت والجماعت ہونا اور اپنے خون کا حرام
ہونا مکرر سہ کرر کہے جاتے تھے تو یہ امر صریح اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قول یا فعل جو خلاف شریعت
اگر اُن سے صادر بھی ہوا تو وہ اس سے نادم اور تائب ہو گئے تھے قضاۃ اور علما کا اُن کے اس مکرر کہنے
کو نہ سننا بالکل اُن لوگون کی مجبوری پر دلالت کرتا ہے اور اگر اُن حضرات نے اُن کی اس ضمنی توبہ کو
قبول کے لائق نہین سمجھا تھا تو صاف صاف اُن سے اس امر خلاف شریعت سے توبہ کراتے جب
وہ صریحی طور پر توبہ نہ کرتے تو پھر اختیار تھا شیخ عبد الوہاب شعرانی طبقات کبری مین اُن کے حال مین لکھتے
ہین کہ مین نے تاریخ ابن خلکان مین یہ لکھا دیکھا ہے کہ ابن منصور قتل کیے گئے مگر اُن پر موجب قتل
ثابت نہین ہوا اور قشیری نے بھی اپنے رسالہ مین اُن کے توجیہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کا عقیدہ
اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق شروع کتاب مین لکھا ہے کیونکہ اُن کو ان کے ساتھ نیک گمان تھا
پھر اُن کو اواخر رجال مین لکھا ہے اور لوگون کی راے کے اختلاف کی وجہ سے اور وزیر حامد
بن عباس کو ان سے کیون عداوت تھی اسکا سبب اور منشا کیا تھا اس کا تصفیہ ہم پر کچھ ضروری نہین ہے
امام یافعی مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ ابو العباس ابن شریح سے جب ان کا حال پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ
وہ ایک شخص تھے جن پر خود انکا حال مخفی تھا مین کچھ اس سے زیادہ اُن کے بارہ مین نہین کہتا مگر

ابن شریح کی وفات تین برس پہلے حلاج کے قتل سے ہو چکی تھی ممکن ہے کہ ان کی زندگی مین
اُن سے کسی نے اُن کا حال پوچھا ہو گا جس کا اُنھون نے یہ جواب دیا ہو اور اسیطرح سے جو لوگ کہتے
ہین کہ حضرت جنید اور ابن داؤد ظاہری بھی منجملہ ان لوگون کے تھے جنھون نے اُن کے قتل کا فتویٰ
دیا تھا تو یہ بھی صحیح نہین اسواسطے کہ حضرت جنید کی وفات ۲۹۸ھ اور بقولے ۲۹۹ھ مین ہوئی اُن کے
قتل کے گیارہ برس پہلے اور محمد بن داؤد کی وفات بارہ برس پہلے کاتب الحروف کہتا ہے کہ طبقات
اور رسالہ قشیریہ مین حضرت جنید کی سنہ وفات دوسو ستانوے لکھے ہین تو اگر سنہ وفات حضرت جنید کے
دوسو ننانوے ہون گے تو واقعۂ ابن منصور سے ان کی وفات دس برس پہلے ہوگی اور اگر سنہ وفات
اٹھانوے ہون گے تو گیارہ برس پہلے اور اگر سنہ ستانوے ہونگے تو بارہ برس کا تقدم ہوگا اور محمد بن داؤد
علی اصفہانی معروف بظاہری فقیہہ صاحب کتاب الزاہرہ کہ جو ابو العباس بن شریح کے مناظر تھے
اُن کی وفات کا سنہ تاریخ یافعی مین ۲۹۷ھ لکھا ہے تو اُن کی وفات اس واقعہ سے بارہ برس
پہلے ہوئی ہوگی ایسا ہو سکتا ہے کہ اِن حضرات کے زمانہ مین جب اُن سے ایسی باتین سرزد ہوئی
ہون تو اُنھون نے یہ فرمایا ہو کہ ایسی باتون کا کہنے والا اس سزا کے لائق ہے وہی انکے قتل کا
فتوے لکھتے وقت متمسک کیا گیا ہو یا کسی نے اُن سے یہ فتوے حاصل کر رکھا ہو جو وقت پر کام
آگیا ہو اور ایسا ہو تو کچھ بعید نہین بالجملہ وزیر نے جو فتویٰ اُن کے قتل کا لکھوایا تھا اسپر ان حضرات
کے دستخط ہرگز نہ تھے دستخط ہونے کا جو قائل ہو وہ غلطی پر ہے اور میرے اس قول کا مؤید وہ ہے جو
نفحات مین لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حلاج حضرت جنید کے دروازہ پر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اُنھون نے پوچھا کون ہے انھون
نے کہا حق اُنھون نے فرمایا تو حق تو نہین ہے بلکہ حق کے ساتھ ہی کون لکڑی اور سولی ہوگی جو تیری وجہ سے
چرب ہوگی البتہ سید احمد زروق کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شبلی نے ان کے قتل کا فتوے
دیا تھا اور جریری نے اُن کے کوڑے مارنے اور مدت قید بڑھا دینے کا فتوی دیا تھا چنانچہ وہ اپنی
کتاب قواعد الطریقہ مین لکھتے ہین کہ کامل ہو جانا احکام تکلیفیہ کے اُٹھ جانے اور حدود شرعیہ کے
ساقط ہونے کا باعث نہین ہوتا اور نہ شرعی حدود و احکام کا جاری ہونا رفع خصوصیت اور انکار فضل
کا مستلزم ہوتا ہے جسپر کوئی حق شرعی ہو اسپر حق ثابت کرنا اور حد قائم کرنا چاہیے لیکن ضبط و اعتدال
کی رعایت اور مبالغہ اور افراط سے تحفظ اور حد سے تجاوز اور حفظ حرمت ایمانی اور عزت اسلام اور
احتیاط کامل اور حفاظت حد کے قائم کرنے مین جسطرح کہ حکم ہوا ہے بلا زیادتی اور نقصان اور افراط
وتفریط کے صاحب شرع کی نیابت سے ضروری ہے بہت کیے ہوے ہین جنھون نے حد اعتدال

سے ٹل جانے کی بدولت مخصوصین اور ارباب کمال پر حدود قائم کرنے اور احکام جاری کرنے مین ایسے ضرر اُٹھائے ہین کہ پھر اُسکی تلافی اور علاج ممکن ہی نہین ہوا اور یہ ضرر کچھ حدود کے قائم ہونے کی وجہ سے نہین ہوا بلکہ حق سے تجاوز کرنے کی بدولت اور ارتکاب معصیت کی شامت سے ہوا اور حدود کا قائم کرنا کچھ مرتبہ ولایت کے مخالف نہین ہے جب تک کہ حد فسق اور اصرار تک نہ پہونچے کہ لا

تلعنه فانه یحب الله ورسوله یعنی تو اسکو لعنت نہ کر اور نہ رحمت سے دور کر کہ وہ اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اسیوجہ سے شبلی نے حلاج کے قتل کا فتوی دیا اور جریری نے کوڑے مارنے اور قید خانہ مین زیادہ رکھنے کا اور خود حلاج نے کہا کہ مسلمانون پر کوئی امر زیادہ اہم تر بہ نسبت میرے قتل سے نہین ہے تاکہ دین کی نصیحت کا حق ادا ہو اور میدان اسلام زندیقون اور بیدینون کے دعوون سے پاک رہے یہ کہنا اقرار بنفس یا قتل پر اعانت کرنے کی غرض سے نہ تھا واللہ اعلم قاضی ابن خلکان نے اس قصہ کے نقل کے بعد لکھا ہے کہ اس حال کے لکھنے کے بعد مین نے امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک ابن شیخ ابو محمد جوینی کی کتاب الشامل فی اصول الدین مین ایک فصل دیکھی جسکا ذکر یہان مناسب معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہین کہ ایک گروہ بزرگان ثقات سے بیان کرتے تھے کہ ان تین شخصون نے سلطنت اور ملک مین فساد ڈالنے اور دلون کے اپنی طرف پھیر لینے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ ہر ایک نے ایک ایک سمت اپنے لیے سوچ لی تھی جنابی نے اطراف احسا کو اور ابن مقنع نے بلاد ترک کو اور حلاج نے بغداد کو اسیوجہ سے یہ حکم دیا گیا کہ یہ لوگ قتل کر ڈالے جائین تاکہ امن ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ کلام ارباب تواریخ کے نزدیک ٹھیک نہین ہے کیونکہ یہ تینون ایک وقت مین نہ تھے حلاج اور جنابی کا البتہ ایک وقت مین ہونا ممکن ہے کیونکہ وہ ایک زمانہ مین تھے اب یہ کہ ان دونون مین سے ایک نے دوسرے سے ملاقات کی یا نہین یہ معلوم نہین جنابی سے مراد ابو طاہر سلمان بن ابی سعید الحسن بن بہرام قرمطی رئیس قرامطہ ہے جسکی لڑائیان خلفاء اور بادشاہون پر خروج مشہور ہے ان سب کے لکھنے کی ضرورت نہین جو شخص دیکھنا چاہے وہ تاریخ کبیر ابن اثیر جزری مین دیکھ لے کہ اسمین اُنھون نے ہر ہر سنہ مین جس سے جو کچھ واقع ہوا ہے لکھدیا ہے قرمطی قاف کے زیر اور رے ساکن اور میم کے زیر اسکے بعد طاء مہملہ سے ہے یہ منسوب ہے قرمطہ کی طرف اور قرمطہ کے معنی لغت مین ہین شے کے اجزا کا بعض کا بعض سے قریب ہونا جیسے کہ عرب کہتے ہین خط ”مقرمط“ اور ”مشی مقرمط“ چونکہ جنابی کوتاہ قد گندم گون بدصورت تھا اسواسطے اسکو قرمطی کہتے تھے قاضی ابوبکر باقلانی نے ایک فصل طویل اُسکے حالات مین اپنی کتاب کشف الاسرار الباطنیہ مین لکھی ہے اور جنابی بفتح جیم و

تشدید نون اور الف کے بعد یا، موحدہ منسوب ہے جنابہ کی طرف جو ایک شہر ہے متعلقات فارس سے بحرین کے قریب سنیراف کے پاس یہ قرامطہ اُسی مین کے ہین اسوجہ سے اسی طرف منسوب ہوے اور احسا بالفتح ہمزہ و سکون ہاے مہملہ اُس کے بعد سین پھر الف ممدودہ ایک شہر ہے اس مقام پر جہان اور بہت سے شہر ہین منجملہ اُن کے جنابہ اور ہجر اور قطیف ہے بفتح قاف و کسر طا و سکون یا، اُسکے بعد خا معجمہ اور اسکے سوا اور بھی بہت سے شہر ہین اور احسا جمع حسی کی بکسر ہا و سکون سین مہملہ جسے کہتے ہین اُس پانی کو جسکو ریت کے سبب سے زمین جذب کر لیتی ہے اور جب وہ سخت ہو جاتی ہے تو پانی روک لیتی ہے عرب اسی ریت کو کھود کر پانی نکالتے ہین اور جب یہ زمین کثیرۃ الاحسا ہوتی ہے تو اسکا نام احسا ہو جاتا ہے اور وہ اسی نام سے مشہور ہو جاتی ہے اور بحرین کو جوہری نے صحاح مین لکھا ہے کہ ایک شہر ہے جسکی طرف نسبت کر کے بحرانی کہتے ہین اور ازہری کہتے تھے کہ بحرین کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے ایک طرف گاؤن کے بحیرہ ہے باب الاحسا پر اور ایک گاؤن ہجر ہے اُسکے اور بحر اخضر اعظم کے درمیان دس کوس کی مسافت ہے اور بحیرہ تین میل ہے اُس کا پانی کم نہین ہوتا اور کل اطراف بلاد عرب مین ہین علاوہ بصرہ کے اور حجاز کے اطراف سے متصل اور یہ اس بحر کے کنارہ ہین جو یمن اور ہند سے متصل ہین جزیرہ قیس بن عمیرہ کے قریب جسکو عام لوگ کیش کہتے ہین اور وسعت مین عمان و بلاد فارس کے درمیان مین ہے اور اسی مین ہرمز وغیرہ شہر ہین اور ابن مقفع میم کے پیش اور قاف کے زبر اور فا کی تشدید کے ساتھ اُس کے بعد عین اس کا نام دازویہ ہے حجاج بن یوسف نے اپنے زمانہ ولایت عراق و بلاد فارس مین اسکو فارس کے خراج کا متولی کیا تھا اُس نے وہان بہت ظلم کیا اور خوب مال مارے تب حجاج نے اسکو سزا دی اس سے اُسکے ہاتھ کی انگلیان پھر گئین، اسوجہ سے اسکو مقفع کہنے لگے اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ خالد بن عبد اللہ قشیری نے فتویٰ دیا تھا اور حجاج نے اسکو سزا دی تھی اور یہ خالد کیوقت مین عراق کا متولی تھا واللہ اعلم جو کچھ ہو اور ابن مکی کے کتاب تثقیف اللسان مین ہے کہ لوگ کہتے ہین ابن المقفع اور صحیح ابن المقفع فا کے زیر سے ہے کیونکہ اس کا باپ قفاع کا کام کرتا تھا اور اسکو بیچتا تھا مین کہتا ہون کہ قفاع بکسر قاف جمع قفعہ کی ہے اور وہ وہ چیز ہے جو خرما وغیرہ کے پتے سے زنبیل کی طرح بنائی جاتی تھی لیکن اسمین رسی نہین ہوتی اور قول اول علما مین مشہور ہے بالجملہ جبکہ امام الحرمین کا قول معلوم ہوا اور ابن المقفع کا ان تینون مین سے ایک ہونا بھی تو اب مین کہتا ہون کہ شاید امام نے

مقنع خراسانی مراد لیا ہو جس نے خدائی کا دعوی کیا تھا اور مہتاب ظاہر کیا تھا۔ اس کا نام عطا تھا بعضے لکھنے والون نے غلطی سے مقنع کی جگہ مقنع لکھا ہے مگر پھر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مقنع خراسانی کا ہونا بھی ٹھیک نہین ہوتا کیونکہ وہ خود زہر کھا کر ۱۶۳ھ مین مرگیا تھا تو معلوم ہوا کہ حلاج اور جنابی کو اس نے دیکھا ہی نہ تھا ہان اگر ابن شلمغانی ہو تو ہوسکتا ہے کہ وہ حلاج اور جنابی کے زمانہ مین تھا اور اسکی سب باتین ایسی ہی تو ہمات پر مبنی تھین کہ جسکو گروہ ارباب تواریخ نے لکھا ہے اور ابن اثیر نے کامل مین وقایع ۳۲۲ھ مین اسکے حال مین ایک فصل طویل لکھی ہے شلمغانی شین کے زبر اور لام ساکن اسکے بعد میم پھر غین اور الف کے بعد نون یہ نسبت ہے شلمغان کی طرف جو ایک گاؤن ہے واسط کی طرف جیسا کہ سمعانی نے کتاب الانساب مین لکھا ہے واللہ اعلم ؎

	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	از رہگذر خاک سر کوئے شما بود	

وصل کرامات حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے بیان مین

تحقیق اثبات کرامات اولیاء اللہ

علامہ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ مین لکھتے ہین کہ اولیاء اللہ کی کرامات اہلسنت و جماعت کے نزدیک حق ہین اس مین معتزلہ اور زیدیہ مخالف ہین اور امام رازی کا یہ قول کہ ابو اسحٰق اسفرائینی نے اس کی انکار کی ہے یہ بھی مردود ہے وہ تو منکر اُس کرامت کے ہین جو کسی نبی کا معجزہ ہو جیسے مردہ کو جلانا اور یہ انکار غالباً اس غرض سے ہو گی تا کہ معجزہ و کرامت مین فرق باقی رہے چنانچہ اسکی تغلیط امام نووی نے ابن صلاح کی طرح اس طور پر کی ہے کہ اولیاء کی کرامات مین معارضۂ نبوت نہین ہے کیونکہ ولی کو وہ کرامت برکت اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملی ہے اور حقیقت کرامت ولی پر ظاہر نہین ہوتی جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبع اور ہر بدعت و مخالف شریعت نبوی سے بری ہو اور آنحضرت ہی کی متابعت کی برکت سے اللہ تعالی اُس ولی کو ملائکہ کے ذریعہ سے مدد دیتا ہے اور اُس کے قلب مین اپنا نور ڈالتا ہے خلاصہ یہ کہ ولی کی کرامت بھی معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جزو ہے جو بوجہ آپ کی فضیلت اتباع کے اللہ تعالی آپ کے وارثین اور متبعین کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے یہی بات تھی کہ جس سے

ؔ تمویہ کے معنی کسی چیز کو زراندود کرنا اور فریب کرنا اور یہان تو ہمات کے معنی فریب کے ہین ۱۲ منہ

ملائکہ اُسید بن حضیر کندی کی قراءت سننے کو آسمان سے اُترتے تھے یا حضرت سلمان اور ابو الدرداء ایک پیالہ میں کچھ کھا رہے تھے تو وہ پیالہ معہ اُس کھانے کے تسبیح کرنے لگا اور صحیح یہ ہے کہ اولیاء احیاء ہوتے سے رُوکے جاتے ہین شیخ ابو القاسم قشیری اسکے مخالف ہین اور زرکشی کا قول بھی یہی ہے کہ جسکو اس سنے مذہب ضعیف کہا ہے مگر جمہور اس کے مخالف ہین اور اسکو رد کرتے ہین یہانتک کہ ابو نصر نے اپنی کتاب المرشد مین اس گفتگو کے بعد لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تمام خوارق عادات اولیاء کے کرامات ہو سکتے ہین اور اسی طرح امام الحرمین کی کتاب ارشاد مین بھی لکھا ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین لکھا ہے کہ کرامات بخوارق عادات جائز ہین اور اُن کے اقسام مختلف ہین بعضون نے اُن کی تخصیص اجابت دعا وغیرہ سے کی ہے مگر یہ غلط ہے اور گویا امر محسوس کی انکار ہے بلکہ صواب یہ ہے کہ یہ سب مع انقلاب اعیان وغیرہ کے پائے جاتے ہین اور مردہ زندہ ہونے کی کرامت بھی منافی اس قول کے نہین ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ موت کی مُدت مقرر ہے اُس سے بڑھتی گھٹتی نہین ہے کیونکہ مردہ تو اپنی موت سے مر چکتا ہے پھر جو زندہ ہوتا ہے تو کرامتہ اور مردہ کا قیامت کے سوا زندہ ہونا یہ کرامت ہونیکی صورت مین ہے اور کرامت کی حالت مین ویسا ہے جیسے کہ مردہ کا قبر مین زندہ ہونا اور ایسا حضرت عزیر اور اُن کی گدھی کے ساتھ واقع ہوا ہے نیز اُن لوگون کے ساتھ جو موت کے خوف سے اپنے شہرون سے نکل گئے تھے اور وہ تعداد مین ہزارہا تھے کیونکہ اللہ نے اُن سے فرمایا تھا کہ مر جاؤ پھر اللہ نے اُنھین زندہ کر دیا جب یہ مقرر ہو چکا تو جس نے کرامتہ مردہ جلایا تو بھی اُسکی موت یقینی اور ضروری ہوتی ہے جیسے اس کا سر کاٹ ڈالا جائے اور جوڑ جوڑ جُدا کر دیا جائے تو زندگی سے نہ اُسے کوئی اُسکے بیبیون مین سے واپس ملیگی نہ وہ مال واپس ملیگا جو ورثہ تقسیم کر چکتے ہین کیونکہ یہ جلانا ویسا ہے جیسے قبر مین سوال کے لیے جلانا ہوگا اور کبھی وہ موت یقینی نہین ہوتی ہے تو وہان یہ معلوم ہوگا کہ اس کا کوئی استحقاق زائل نہین ہوتا بالجملہ احیاء بعد الموت سے مراد قیامت مین اُٹھانے کے لیے جلانا ہے نہ کرامت یا سوال منکر نکیر کی غرض سے پھر شیخ ابن حجر اُسی فتاوی مین دوسری جگہ لکھتے ہین کہ ظہور کرامات اولیاء اللہ سے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد پر قائم ہین اور جامع ہین علماً اور عملاً اور ہفوات اور لغزشون سے سالم ہین عقلاً جائز ہے کیونکہ کرامت امور ممکنہ مین سے ہے اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کا وقوع بوجہ اسکی قبح عقلی کے ممتنع نہین ہوتا اور کرامات کے واقع ہونے مین کوئی بات معجزہ کے منافی کسی طرح سے

نہین ہے کیونکہ معجزہ کو تعلق دعوے رسالت سے ہے تو جسطرح اسکے مدعی کی تصدیق اُس چیز سے جائز ہے جو مطابق اُسکے دعوے کے ہو اسیطرح ہو سکتا ہے کہ وہی بات بعضے اولیا سے بھی بوجہ اُن کی بزرگی کے صادر ہو اور وقوع کرامات نقلاً بھی اس طرح جو مفید یقین ہو جائز ہے کیونکہ کلام مجید مین بھی اُسکے متعلق ذکر آیا ہے اور اس وقوع پر تواتر بھی رہا ہے ہر قرن مین یکے بعد دیگرے اور کتب جلیلہ بھی شرقاً و غرباً اور عجماً و عرباً اُن کے وجود پر تواتر معنوی ناطق ہین جنکی انکار سوا غبی یا منکر کے کوئی نہین کر سکتا چنانچہ کلام اللہ سے حضرت مریم کے لیے جنت سے رزق آنا اور اُن کا درخت کو ہلانا اور اُس سے اُن پر ترچھوہارے گرنا حالانکہ وہ وقت ترچھوہارون کی فصل کا نہ تھا یا قصہ ذی القرنین اور اصحاب کہف اور اُن کے کتے کا اُن سے باتین کرنا یا آصف بن برخیا کا تخت بلقیس کے حاضر کرنے کا ایک پلک مارنے مین ایک بعینہ کی زاید راہ سے ثابت ہے اور حدیثون سے بھی جیسے لڑکے کا بولنا ایک زخمی سے اور پتھر کا ہٹنا اُن تین آدمیونکی دعا کی برکت سے جو غار مین تھے وہ یہ ہے کہ ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو اگلی امت کے عجائب امور سے کوئی بات سُنایئے آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے کسی زمانہ مین تین شخص تھے جو ایک جگہ جاتے تھے چلتے چلتے رات ہو گئی تو ایک غار مین گھس گئے جب تھوڑی رات گذری تو ایک پتھر پہاڑ سے گر کر غار کے مُنہ پر آ رہا جس سے اُس کا مُنہ بند ہو گیا تب یہ بہت متحیر ہوے اور کہنے لگے کہ ہم کو اس بلا سے کون نجات دے سکتا ہے سوا اسکے کہ ہم مین سے ہر شخص نے جو عمل خالص کیا ہو اُسی کو خدا کی درگاہ مین شفیع لائین چنانچہ ان مین سے ایک نے کہا کہ میرے ماں باپ جب موجود تھے تو میرے پاس سوا کے مال و متاع مین سے کچھ نہ تھا جس سے اُن کی خدمت کرتا صرف ایک بکری تھی جسکا دودھ اُن کو پلاتا تھا اور ہر روز لکڑی بیچتا تھا جس سے کھانا پینا چلتا تھا ایک رات مین بے وقت آیا اور بکری کو دوہا اور دودھ مین روٹی بھگو کر اپنے ماں باپ کو کھلانے لے گیا دیکھا تو وہ سو گئے تھے مین وہ پیالہ ہاتھ مین لیے انتظار مین کھڑا رہا کہ یہ جگیں تو کھلاؤن پھر خود کھاؤن وہ رات بھر سوتے رہے جب صبح کو جاگے اور اُنھون نے کھا لیا تب مجھے قرار آیا خداوندا اگر مین اس بات مین سچا ہون تو میری فریاد سُن آنحضرت فرماتے تھے کہ وہ پتھر ہلا اور اسمین تھوڑا شگاف ظاہر ہوا دوسرے نے کہا کہ میرے چچا کے ایک لڑکی تھی نہایت خوبصورت مُجھے اُس سے محبت ہو گئی ہر چند اُسے بلاتا وہ نہ آتی یہانتک کہ ایک بار مین نے ایک سو کئی اشرفیان اس حیلہ سے اسکو بھیجین کہ یہ لیلے

اور اُس کے لالچ سے ایک رات کو میرے پاس چلی آئے چنانچہ اُس طمع مین وہ میرے پاس چلی آئی جیسے مین نے ہاتھ لگانا چاہا مجھکو خدا کا خوف بہت معلوم ہوا مین نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا خدایا اگر مین اس بات مین سچا ہون تو مجھے اس بلا سے نکال آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ وہ پتھر پھر دوبارہ ہلا اور شگاف مین ذرا اور وسعت ہوئی لیکن نہ ایسی کہ وہ اُس سے باہر نکل سکین تیسرے نے کہا کہ میرے یہان بہت سے مزدور کام کرتے تھے جب عمارت تیار ہوگئی تو سب اپنی مزدوری لے گئے مگر ایک شخص بغیر مزدوری لیے خدا جانے کہان چلا گیا ہرچند تلاش کیا نہ ملا مین نے اسکی مزدوری سے ایک بکری مول لی اور اُسکی پرورش کی اُسکے بچے ہونے لگے اُن کو مین چالیس برس تک جمع کرتا رہا ایک دن وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ تمھین یاد ہوگا کہ فلان وقت مین تمھارے یہان مزدوری کر گیا ہون اور میری مزدوری تمھارے پاس باقی رہ گئی ہے اب مجھے ضرورت ہے وہ دیدو مین نے کہا یہ بکریان سب تمھاری ہین لیجاؤ اُس نے کہا تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو کہا نہین مین سچ کہتا ہون یہ سب تمھاری ہین چنانچہ مین نے وہ سب اُسکو دیدین خداوندا اگر مین اس بات مین سچا ہون تو مجھے اُس غار سے نکال آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ ایکبارگی وہ پتھر الگ جا گرا اور وہ تینون شخص اُس غار سے نکل آئے یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کھانے کا قصہ کہ جب آپ اپنے مہمان کے ساتھ ایک ہی پیالہ مین کھاتے تھے تو وہ کھانا اتنا بڑھ جاتا تھا کہ کھا چکنے کے بعد جتنا ہوتا تھا اُس سے زائد معلوم ہوتا تھا چنانچہ ایسا تین مرتبہ واقع ہوا ان تینون امور کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور یہ بھی ان دونون کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے حق مین فرمایا کہ یہ محدثین سے ہین یعنی الہام کیے گئے نیز حضرت عمرؓ کی وہ کرامت کہ آپ جمعہ کے روز مدینہ طیبہ مین منبر پر خطبہ پڑھتے تھے یکایک اثنا رخطبہ مین بول اُٹھے کہ اے ساریہ پہاڑ سے بچ جس نے بھیڑیے سے اپنے کو بچایا اُس نے ظلم کیا لوگ کہنے لگے کہ یہ ساریہ کا ذکر اسوقت کیسا وہ تو عراق مین ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے لوگون کے اس کہنے اور تعجب کرنے کو حضرت عمرؓ سے بیان کیا بعد کو لوگون پر یہ واقعہ اور اسکی صداقت وکرامت کھلی اس قصہ مین کئی کرامتین تھین ایک تو حضرت عمرؓ پر ساریہ اور مسلمانون اور اُن کے دشمنون کا حال منکشف ہونا دوسرے حضرت عمرؓ کی آواز کو ساریہ کا سُن لینا اور سمجھ لینا یہ آپ ہی کی آواز ہے اتنی دور سے کہ وہ نہاوند مین تھے جو بلاد عجم مین ہے اور آپ مدینہ طیبہ مین

لہ اس کرامت حضرت عمرؓ کو واقدی نے بھی اپنی سیرت مین اسامہ بن زید بن اسلم سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۰ پر ملاحظہ فرمایے)

اور بخاری شریف مین انگورون کی گودہ کا غیر موسم مین آنا حضرت حبیب کے لیے جب انگو کافرون نے مارنا چاہا تھا یا ایکبار اُسید بن حضیر اور عباد بن بشر اندھیری رات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے واپس آتے تھے اُن کے سامنے دو چراغون کے مثل روشنی ہو جانا اور بخاری اور مُسلم کی روایت ہے کہ حضرت سعد اور سعید نے جو عشرۂ مبشرہ مین تھے اپنے جھوٹ لگانے والون پر بددعا کی وہ دعا جیسے اُنھون نے مانگی تھی قبول ہوئی تو جب جواز کرامات اور اُن کا وقوع بلا حصر واحصار کے واضح ہے تو مسلک متفقہ ائمہ یہ ہے کہ کرامت کا معجزہ کے حد کو پہونچ جانا باعتبار اُسکے جنس اور شان کے جائز ہے مگر دونون مین فرق اتنا ہے کہ معجزہ مقترن بہ دعوی نبوت ہوتا ہے باعتبار جنس یا باعتبار اپنے مرتبہ کے اور یہ عموم کی قید اس لیے ہے کہ اگر ایسا نہو تو اکثر انبیا علیہم السلام کے معجزات بلا دعوی نبوت کے واقع ہوے ہین اور کرامت دعوائے ولایت سے مقرون ہوتی ہے جو کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے بلا کسی چیز کے دعوے کے یہ اکثر دنکا مسلک ہے اُنھین مین امام ابوبکر بن فورک بھی ہین وہ کہتے ہین کہ معجزات علامت صدق ہین اب اگر صاحب معجزہ دعوی نبوت کرتا ہو تو اس معجزہ سے اُسکی سچائی معلوم ہوگی اور اگر صاحب معجزہ ولایت کا دعوی کرتا ہو تو بھی اُس سے اُسکی سچائی معلوم ہوگی اور اسکو کرامت کہینگے نہ معجزہ اگرچہ وہ جنس معجزات سے ہو اور امام الحرمین اپنی کتاب ارشاد مین لکھتے ہین کہ اہل حق کا یہ مذہب ہے کہ خرق عادات اولیا کے حق مین جائز ہے اور مجوزین کرامت چند گروہ ہین بعضون نے یہ شرط کی ہے کہ کرامت کے صدور مین ولی کو اختیار نہین ہوتا بخلاف معجزہ کے مگر یہ صحیح نہین اور بعضے کہتے ہین کہ کسی کرامت کا وقوع کسی قضیہ پر کسی ولی سے بدعوی ولایت ممنوع ہے تاکہ کرامت معجزہ کے مشابہ نہو جاے اور یہ ہمارے نزدیک کچھ پسندیدہ نہین بلکہ کرامت بدعوی ولایت واقع ہوتی ہے اور بعض لوگون نے یہ شرط کی ہے کہ کرامت وہ ہے جو کسی نبی کا معجزہ نہو مثلاً دریا کا پھٹنا یا مردہ کا زندہ ہونا مگر یہ بھی ٹھیک نہین بلکہ میرے نزدیک امر پسندیدہ یہ ہے کہ تمام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٣٨٩) اُنھون نے اپنے والد عمر سے کئی طریقہ پر روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسکو تفصیل سے ابی عثمان اور ابی عمرو بن العلا کے طریقہ سے روایت کیا ہے اور ابن العلا ایک شخص مازنی سے بھی نقل کرتے تھے اور بیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ مین اور لالکائی نے شرح السنہ اور ابن الاعرابی نے کرامات الاولیا مین ابن وہب کے طریقہ سے روایت کیا ہے ... وہب نے یحیی بن ایوب سے اور اُنھون نے ابن عجلان سے اور انھون نے نافع سے اُنھون نے حضرت ابن عمر سے ... اور ابن حجر کہتے تھے کہ اس کی سند حسن ہے اور ابن مردویہ نے اسکو میمون بن مہران کے طریقہ سے اُنھون نے حضرت ابن عمر سے اُنھون نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے اور حافظ قطب حلبی نے اسکے طریقون کے بیان مین ایک رسالہ لکھا ہے ۱۲ منہ

خوارق عادات معارض کرامات نہین ہوتے ہین اور کرامت اور معجزہ مین کوئی فرق نہین سوا اس کے
کہ معجزہ حسب دعوائے نبوت ہوتا ہے اور کرامت بلا دعوی نبوت حضرت امام غزالی نے امر خارق
عادات کے معجزہ ہونے مین یہ شرط کی ہے کہ وہ امر مقترن بدعوی نبوت ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اُن کے نزدیک بھی معجزہ و کرامت مین اتنا ہی فرق ہے چنانچہ وہ خود اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد مین
لکھتے ہین کہ خرق عادات فی نفسہ امر محال نہین ہے بلکہ ممکن ہے اور اس سے معجزہ کا بطلان لازم
نہین کیونکہ کرامت کہتے ہین اُس امر کو جو بلا اقتران تحدی[۱] ظاہر ہوا اور اگر تحدی سے ہو تو اُسکو معجزہ
کہینگے اور امام رازی اور بیضاوی نے کرامت و معجزہ مین صرف تحدی نبوت کا فرق کیا ہے اسیطرح
حافظ الدین نسفی کا بھی قول ہے کہ اگر کوئی کہے کہ کرامت اگر جائز ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پہچاننے کا طریقہ ہی بند ہو جائے تو یہ ٹھیک نہین اس لیے کہ معجزہ مقارن دعوی نبوت ہوتا ہے اگر
اس کا دعوی کوئی ولی کرے تو کافر ہے اسیطرف شیخ ابو القاسم قشیری بھی گئے ہین چنانچہ ان کا
قول ہے کہ شرائط معجزات کل یا اکثر کرامتون مین پائے جاتے ہین سوائے دعوی نبوت کے اور
امام یافعی حضرات ائمہ سے اسیطرح کے کلمات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین کہ یہ سب اسپر متفق ہین
کہ کرامت اور معجزہ مین فارق صرف تحدی نبوت ہے اور ان مین سے کسی نے کرامت کے جنس معجزہ
یا اُسکے بزرگ ہونے کی شرط نہین کی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کرامت اور معجزہ دونون برابر ہین
بشرطیکہ تحدی نہو جیسا کہ امام الحرمین نے بھی اس کی تصریح کی ہے تو ان دونون کا جمع ہونا تحدی
کے سوا اور صورتون مین جائز ہے حتی کہ مردہ کا جلانا بھی رسالہ قشیریہ مین شیخ ابی عبداللہ تستری سے
منقول ہے کہ وہ ایک سریہ مین بارادہ جنگ چلے تو جس گھوڑے پر سوار تھے وہ جنگل مین مر گیا
اُنھون نے دعا کی کہ یا اللہ اسکو مجھے مستعار دیدے کہ مین تستر پہونچ جاؤن چنانچہ ان کی دعا قبول
ہو گئی دیکھا تو گھوڑا کھڑا ہوا ہے جب لڑ چکے اور تستر پلٹ کر آگئے تو اپنی بیٹی سے کہا کہ یہ گھوڑا مستعار
ہے اس کا زین پوشش اُتار دو اُنھون نے کہا کہ اسکے پسینہ نکلا ہے ہوا اسکو مضر ہوگی ابھی چارجامہ
کیسے اُتارون آپنے کہا کہ یہ تو مانگا ہوا ہے میرا نہین ہے اُنھون نے چارجامہ جیسے اُتارا وہ گھوڑا
مر کر گر پڑا پھر ایک بار یہ گدھے پر سوار کسی لڑائی مین گئے وہان وہ گدھا مر گیا پھر اُنھون نے وضو
کر کے نماز پڑھی اور دعا کی کہ یا اللہ میرا گدھا زندہ ہو جائے اور مجھے کسی کا احسانمند نہونا پڑے فوراً
گدھا زندہ ہو گیا اور ایک بدوی سے منقول ہے کہ اُس کا اونٹ مر گیا اور بجاوہ ادیا لان اُس کا

[۱] اسکے بھی برابری چاہنا اور دشمن کو سامنے بلانا اور با ہم غلبہ چاہنا ۱۲ منہ

سب گر پڑا اُس نے دعا کی فوراً اُس کا اونٹ اُٹھ کھڑا ہوا اور کجاوہ اور پالان اُسپر ویسا ہی رکھا رہا نیز اُسی رسالہ مین حضرت سہل تستری سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ کا یاد کرنے والا اگر درحقیقت مردہ کو جلانا چاہے تو اللہ کے حکم سے جلا سکتا ہے ایکبار انھون نے ایک بیمار پر ہاتھ رکھدیا تھا اُسیوقت وہ اچھا ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا امام یافعی لکھتے ہین کہ مجھسے بعضے صالحین مین بیان کرتے تھے کہ شیخ اہدل شیخ ابوالغیث کے پاس ایک بلی تھی وہ اُسکو کھانا کھلایا کرتے تھے ایک بار اُسکو اُن کے خادم نے اتنا مارا کہ وہ مرگئی اُس نے جاکر اُسے ایک گھورہ پر پھینکدیا شیخ نے دو یا تین دن کے بعد خادم سے پوچھا کہ بلی کیا ہوئی اُس نے کہا مجھے نہین معلوم شیخ نے بلی کو بلایا وہ فوراً آئی اُنھون نے اُسے اپنے حسب عادت کھانا کھلایا اور ایک مغربی عالم صالح بیان کرتے تھے کہ شیخ یوسف دہمانی کے یارون مین سے ایک شخص مرگیا اُسکے گھر والون کو بڑا رنج ہوا وہ روتے ہوے اُن کے پاس آئے اُنھون نے اُس کے پاس جاکر کہا کہ اُٹھ اللہ کے حکم سے وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر بہت دنون تک زندہ رہا اور اسی قسم کی کئی کرامتین حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی بھی ہین جو اس کتاب مین اپنی جگہ پر منقول ہوئی ہین اور آپ کے متبعین سے بھی ہوے ہین جنکو ایک عالم جانتا ہے اور اولیا اللہ سے مُردے بھی بولے ہین رسالہ قشیریہ مین حضرت ابی سعید خراز سے منقول ہے کہ وہ مکہ مین تھے دروازہ بنی شیبہ پر ہوکر گذر رہے دیکھا کہ ایک جوان خوبصورت مرا پڑا ہے آپنے اُس کا مُنھ دیکھا وہ جوان ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اے ابوسعید کیا تمھین معلوم نہین کہ زندہ تو زندہ ہی رہتے ہین چاہے مرگئے ہون اُن کا مرنا صرف یہ ہے کہ ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جاتے ہین اور اولیا اللہ کی کرامات سے دریا کا پھٹ جانا اور خشک ہوجانا بھی منقول ہے چنانچہ اُسی رسالہ مین ہے کہ بعضے لوگون سے منقول ہے کہ ہم جہاز پر سوار تھے ہمارا ایک ساتھی مرگیا تجہیز و تکفین کرکے ہم نے چاہا کہ اُسے دریا مین ڈالدین یکایک خود بخود دریا خشک ہوگیا اور ہم نے قبر کھود کر اُسکو دفن کردیا بعد اُسکے پھر پانی بھر ہوا اور اسیطرح جہاز چلنے لگا اور سب سوار ہوگئے اور اولیا اللہ کی کرامات انقلاب اعیان کے متعلق بھی بہت کچھ منقول ہین منجملہ اس کے شراب کا گھی ہوجانا جیسا کہ شیخ حتار بینی سے واقع ہوا اُس کا قصہ یون ہے کہ وہ ایک روز ایک زانیہ عورت کے یہان گئے اور اُس سے وعدہ کرآئے کہ مین عشا کے بعد آؤنگا وہ خوش ہوئی اور بن سنور کر بیٹھی آپ اُسکے گھر آئے اور دو رکعتین پڑھ کر چلے آئے اور واپسی پر فرمایا کہ مقصود حاصل ہوگیا بعد اُسکے وہ عورت آپکی دعا کی برکت سے تائب ہوگئی اور آپ نے اس کا نکاح

ایک فقیر سے کردیا اور ولیمہ کرنے کا اس شرط سے حکم دیا کہ کوئی سالن مول نہ لیا جاے بعد اسکے آپ مع اور فقرا کے وہان ایسے بیٹھے جیسے کوئی سالن کے انتظار مین بیٹھتا ہے یہ خبر اُس امیر کو پہونچی جو اُس عورت کا آشنا تھا اُس نے دو شیشے شراب کے امتحانا بھجدیے کہ فقرا اُسکو پی لین شیخ نے اُن دونون شیشون کو لیکر انڈیلا تو نہایت عمدہ گھی نکلا اُسمین سے آپ نے خود کھایا اور لانے والے کو بھی کھلایا یہ خبر اُس امیر کو پہونچی وہ بھی آیا اور اُس نے بھی آکر کھایا اور حیران رہ گیا پھر اسیوقت تائب ہوا اور اولیا اللہ کی کرامات مین طے ارض اور متعدد صورتون سے مختلف جگہ ظاہر ہونا اور پانی کا نکلنا اور جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا اور اور چیزون کا مطیع ہونا یہان تک کہ جن وغیرہ کا بھی اسقدر متواتر اور مشہور ہے جس سے مخالفین کی حجت اور جاہلین کے شبہہ دفع ہو جاتے ہین مولانا جامی نفحات مین لکھتے ہین کہ خوارق عادات کی بہت سی قسمین ہین جیسے معدوم کا موجود کردینا اور موجود کا معدوم کردینا اور مخفی امور کا ظاہر کردینا اور امر ظاہر کا مخفی کردینا اور قبولیت دعا اور گھنٹہ بھر مین منزلون کی راہ طے کرنا اور جو باتین کہ حس سے غائب ہون ان کا دیکھنا یا اُن کا بیان کرنا اور ایک وقت مین کئی جگہون پر جانا اور مردون کا جلانا اور زندون کا مارنا اور حیوانات اور جمادات کی باتین اور تسبیح وغیرہ سننا اور کھانا پانی بلا سبب ظاہری ضرورت کے وقت موجود کردینا یا اسکے سوا اور جو اعمال خلاف عادت ہوتے ہین مثلاً پانی پر چلنا اور ہوا پر اُڑنا اور حیوانات وحشی کو مسخر کرنا اور اپنے جسم پر قوتون کا ظاہر کرنا جیسے ایک صوفی سماع مین وجد کر رہے تھے ایک درخت سامنے پڑا اُنھون نے اُس کے ایک لات ماری وہ جڑ سے گر پڑا یا اور ایک صاحب نے دیوار پر ہاتھ مارا وہ پھٹ پڑی یا ایک صاحب نے ایک شخص کی طرف انگلی سے اشارہ کیا وہ گر پڑا یا ایک نے ایک کے سر کی طرف اشارہ کیا وہ سر اُڑنے لگا اصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالے کسی کو اپنے دوستون مین سے اپنی قدرت کاملہ کا مظہر کرتا ہے تو اُسکو ہیولاے عالم مین جس قسم کا تصرف چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے وہ درحقیقت تاثیر اور تصرف خدا ہی کا ہوتا ہے جو اسمین ظاہر ہوتا ہے اور وہ خود درمیان مین کچھ نہین ہوتا بعضے عارفین کا قول ہے کہ کرامتون مین سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ خلوت اور جلوت دونون مین لذت پاوے اور انفاس کی رعایت اللہ کے ساتھ کرے اور اللہ کے ساتھ واردات کے ورود مین ادب ملحوظ رکھے اور اللہ سے کل حالات مین راضی رہے اور اس سے سعادت ابدی کا اور آخرت مین مژدہ سنے امام یافعی کا قول ہے کہ کرامت اور معجزہ مین فرق یہ ہے کہ معجزہ کا اظہار نبی پر واجب ہے اور

کرامت کا چھپانا ولی پر واجب[۱] ہے مگر جب کوئی ضرورت یا اذن یا غلبہ حال ہو کہ جو بے اختیاری ہو یا کرامت سے مقصود مرید کے یقین کی تقویت کرنا ہو اور محققین کا یہ قول کہ اظہار کرامات ولی کو جائز ہے یہ مخصوص بعض صورتون کے ساتھ ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اظہار کرامات بغیر غرض صحیح کے جائز نہین اور غرض صحیح مین بوجہ اُس غرض کے جائز ہے غرضکہ جہان کرامتون کے ظاہر کرنے مین کوئی مصلحت ہو وہان کرامتون کا اظہار چاہیے جیسا کہ ایک کافر بادشاہ نے ایک بزرگ سے کہا کہ اگر تم کرامت نہ دکھاؤ گے تو مین سب فقرا کو مروا ڈالون گا اُنھون نے ایک آبخورہ چینالی ہوا مین اچھالا اُسمین پانی بھر گیا پھر اُسے اوندھا کر دیا اُس سے ایک قطرہ پانی بھی نہ گرا لوگون نے بادشاہ سے کہا کہ یہ جادو ہے تب اُن بزرگ نے کہا کہ بہت سی آگ جلائی جائے اور گانا ہو چنانچہ ایسا کیا گیا وہ بزرگ اور سب فقرا آگ مین گھس گئے بادشاہ کا لڑکا بھی اُن کے ساتھ چلا گیا تھوڑی دیر غائب رہا پھر جو نکلا تو اُسکے ایک ہاتھ مین انار تھا اور دوسرے مین سیب لوگون نے کہا کہ یہ بھی سحر ہے تب بادشاہ نے ایک پیالہ زہر منگوا کر اُن بزرگ کو دیا اور کہا کہ مین جب تمھین سچا جانون گا کہ جب تم اسے پی جاؤ گے اُنھون نے کہا کہ سماع ہو چنانچہ گانا شروع ہوا اُنھون نے اُسے اُٹھا کر پی لیا اُن پر ایک حالت ایسی طاری ہوئی کہ کپڑے برابر پھاڑتے جاتے تھے اور بدلتے جاتے تھے سوا اسکے اور اُن پر کچھ بھی اثر ظاہر نہ ہوا صرف پسینا ٹپک کر رہ گیا یا جیسا کہ شیخ ابی العباس مرسی کے حال مین ہے کہ ایک شخص نے اُن کی دعوت کی اور امتحانا حرام چیزین پکا کر ان کے سامنے لایا اُنھون نے کہا اگر حارث بن اسد محاسبی کے ہاتھ مین ایک رگ تھی جس سے وہ حرام کھانا انکو پہچان لیتے تھے تو میرے ہاتھ مین ساٹھ رگین ہین اُس شخص نے فوراً عذر خواہی کر کے توبہ کی اور کرامت اور سحر مین فرق یہ ہے کہ امر خلاف عادت غیر مقرون بدعوی نبوت اگر کسی صالح سے ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے صالح سے مراد وہ شخص ہے جو قائم بحقوق اللہ و حقوق الخلق ہو اور اگر وہ خلاف عادت اُس شخص سے ظاہر ہو جو صالح نہین ہے تو وہ سحر ہے یا استدراج امام الحرمین کہتے تھے کہ یہ قول بمقتضائے عقل نہین ہے لیکن باجماع علما مان لیا گیا ہے اور امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ جب کوئی فعل خلاف عادت کسی انسان سے ظاہر ہو تو وہ یا دعوے سے ہوگا یا بلا دعوے اگر دعوی کے ساتھ ہو تو وہ دعوی یا دعوے الہیت ہے یا دعوے نبوت

---

[۱] نفحات مین حضرت ابو عمرو دمشقی کے حال مین ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جسطرح پیغمبرون پر فرض ہے آیات اور معجزات کا ظاہر کرنا ویسا ہی اولیا پر فرض ہے کرامتون کا چھپانا تاکہ خلق فتنہ مین نہ پڑے ۱۲ منہ

یا دعوے ولایت یا دعوے سحر وطاعت شیاطین تو یہ چار قسمین ہوئین پہلی قسم دعوے الہیت ہے اور اسکو اصحاب صوفیہ سنے ایسے شخص سے بلا معارضہ کے ظاہر ہونا جائز قرار دیا ہے جیسا کہ نقل ہے کہ فرعون دعوی خدائی کرتا تھا اور اُس سے امور خلاف عادت ظاہر ہوتے تھے یا دجال کے متعلق بھی ایسا ہی منقول ہے اور ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ اُس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی شکل اور خلقت دونون سے اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہوجاتا ہے تو خوارق کا اس سے ظاہر ہونا کچھ باعث دھوکہ نہوگا دوسری قسم دعوی نبوت ہے اُسکی دو قسمین ہین کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا وہ مدعی سچا ہے یا جھوٹا اگر سچا ہے تو خوارق کا ظہور اُس سے ہونا ظاہر ہے اور یہی متفق علیہ ان سب لوگون مین ہے جو صحت نبوت کے قائل ہین اور جو جھوٹا ہے اُس سے خوارق ظاہر ہونا جائز ہی نہین اور در صورت ظہور کے وہی معارضہ والی بات ظاہر ہوگی تیسری قسم دعوی ولایت ہے علماء کرامت اولیا کے قائل ہین مگر اس مین اختلاف ہے کہ آیا کرامت کا دعوی کرنا اور پھر اُس کے دعوے کے موافق ظاہر ہونا جائز ہے یا نہین چوتھی قسم دعوی سحر طاعت شیاطین تو ہمارے اصحاب کے نزدیک ایسے شخص سے ظہور خوارق عادات جائز ہے اور معتزلہ کے نزدیک ناجائز دوسری قسم یعنے ظہور خوارق عادات کسی شخص سے بلا کسی دعوے کے تو وہ شخص یا صالح اور خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے یا خبیث گنہگار اگر صالح ہے تو وہی اولیا کی کرامت ہے اور حضرات صوفیہ اُسکے جواز پر متفق ہین اور معتزلہ منکر سوا ابوالحسن بصری اور اُن کے شاگرد محمود خوارزمی کے اور اگر خبیث گنہگار ہے تو اسکو استدراج کہتے ہین اب فرق صالح اور غیر صالح مین واضح ہے غیر صالح اگر کسی فعل سے اپنے آپ کو صالح بھی کر دکھاوے تو فوراً اسکے قول اور فعل سے خود ہی تمیز ہوجاتی ہے کہ یہ صالح نہین ہے چنانچہ ایک صوفی اور برہمنی سے مناظرہ ہوا برہمی مابین آسمان اور زمین کے اُڑنے لگا اُس کے ساتھ ہی صوفی کے جوتے بھی اُٹھے اور اسکے سر پر پڑنے لگے یہان تک کہ وہ اسکے بل صوفی کے سامنے کہ جو مجمع مین تھا گر پڑا اور اسیطرح عارف ابن ابی حمائل سے واقع ہوا کہ وہ فاس مین دمیاط کے قریب ایک شہر مین گئے وہان ایک فقیر مکار آیا تھا اُس نے بہت سی خوارق دکھا کر وہان کے لوگون کو اپنا معتقد کر لیا تھا جس سے اکثر لوگ گمراہ ہوے جاتے تھے اُس فقیر کا حلقہ ذکر اُسی مسجد مین تھا جہان آپ کا حلقہ تھا ایک رات یہ اپنے ذکر سے فارغ ہوچکے تھے اور اور لوگ مصروف تھے آپ نے تھوڑی دیر سکوت کرکے جو لوگ کہ وہان

سلہ برابر وہ لوگ ہین جن سے بوجہ شدت ریاضتون کے خوارق عادات ظاہر ہوسکتے ہین ۱۲ منہ

بیٹھے تھے اُن سے حکم دیا کہ اُس فقیر کے پاس جاؤ اگر وہ جھوٹا ہے تو اسکو طپانچہ مارو کہ یہان سے نکل جائے فی الفور حاضرین نے طپانچون کی آواز سنی اور وہ فقیر اور سب ساتھی اُس کے مسجد سے بلکہ اُس شہر سے بھاگ گئے **نقل** ایک بار شیخ بھائی سندی کی مجلس مین ایک برہمی آیا اور ہوا مین اُڑنے لگا آپ بھی اُسکے ساتھ اُڑے اور اپنی مجلس کے گرد گھومنے لگے وہ برہمی فوراً مسلمان ہو گیا کیونکہ وہ لوگ ہوا مین گھوم نہین سکتے بلکہ ہوا مین سیدھے ہی اُڑتے ہین **حکایت** شیخ عبداللہ بن خفیف اور ایک برہمی سے حقیقت اسلام مین مناظرہ ہوا آپ نے اُس سے کہا کہ آؤ ہم تم ایک جگہ چالیس دن بیٹھین اور کچھ نہ کھائین نہ پئین چنانچہ دونون بیٹھے چند دنون کے بعد وہ بھاگ گیا اور یہ بڑی قوت وذوق سے چالیس روز تک بیٹھے رہے پھر ایک مرتبہ اور ایک برہمی سے اُن سے گفتگو ہوئی تب بھی اُنھون نے کہا کہ آؤ ہم تم غوطہ لگا کر پانی مین بیٹھ رہین دیکھین کون کتنا بیٹھتا ہے دونون نے غوطہ لگائے برہمی تو اُسی اثنا مین مرگیا اور اسکی نعش تیرنے لگی اور ابن خفیف مدت مقررہ تک پانی مین بیٹھے رہے پھر نکل آئے تو معجزہ اور کرامات مین فرق یہ ہے کہ معجزہ کی دلالت نبوت پر قطعی ہے اور نبی اپنے آپ کو نبی جانتا ہے اور کرامت کی دلالت ولایت پر ظنی ہے اُس کا ظاہر کرنے والا یہ نہین جانتا ہے کہ وہ ولی ہے البتہ شیخ ابی علی دقاق اور ابوالقاسم قشیری کا یہ قول ہے کہ ولی اپنے آپ کو ولی جان سکتا ہے اور جو اُسکے مخالف ہے وہ یہ کہتا ہے کہ ولی کا اپنے آپ کو ولی جاننا اور اسکے خوف کے خلاف ہے تو اسپر یہ دونون یون رد کرتے ہین کہ اولیاء اللہ جو کچھ اپنے قلوب مین ہیبت اور اجلال حق پاتے ہین وہ خوف سے زیادہ ہوتا ہے اور امر تحقیقی یہ ہے کہ علم ولایت منافی خوف کے نہین ہے جیسے عشرۂ مبشرہ جو اپنا قطعی جنتی ہونا جانتے تھے مگر اُس کے ساتھ اُن کو خوف بھی بیحد تھا جیسا کہ اُن کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور بعد زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کثرت ظہور کرامات کی وجہ امام احمد بن حنبل یہ لکھتے ہین کہ حضرات صحابہ کا ایمان قوی تھا زیادتی کا محتاج نہ تھا بخلاف اُن کے بعد والون کے کہ اُن کی تقویت کرامات کی زیادتی سے ضروری تھی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی یہ وجہ لکھتے ہین کہ صحابہ کے قلوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت زیارت اور آپ کے مشاہدہ نیز نزول وحی سے روشن تھے اور نفوس مزکی تو اُن کو کرامت کی ضرورت ہی نہ تھی اور خرق عادت سے کبھی مقصود یہ ہوتا ہے کہ مکاشفت کا ضعف یقین رفع ہو جائے اور بندون پر رحمت ونور یقین نازل ہو اُن سے بڑھکر وہ لوگ ہین جنکے دلون سے حجاب اُٹھ گئے ہین اور

ناجزوہ

اُن کے باطن روح یقین اور معرفت صرفہ ہو گئے ہین اُن کو امر خلاف عادت دیکھنے کی ضرورت
ہی نہین باقی رہی یافعی لکھتے ہین کہ کرامت نور اور زینت ہے اور نور کا حسن و بہا ظلمت ہی
مین ظاہر ہوتا ہے اور زینت کمال حسن عیب کے مقدار پر ظاہر ہوتا ہی اور ظلمت و عیب دونون بعد حضرات صحابہ کے پائے
گئے جیسے آفتاب جسوقت غروب ہو جاتا ہو تو اسوقت نہ ظلمت ہو جاتی ہے نہ ستارے نکلتے ہین البتہ جب اُسکی
روشنی بالکل جاتی رہتی ہے تب ظلمت بھی ہوتی ہے اور ستارے بھی نکلتے ہین اور اولیا کی
کرامتین معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہ ہین کیونکہ وہ کرامات ولی کی سچائی کے ظاہر ہوتے
ہین اور وہی مستلزم اُس کے کمال دینی کے بھی ہوتے ہین اور کمال دینی مستلزم ہوتا ہے حقیقت
کو اور حقیقت مستلزم ہوتی ہے نبی کے سچے ہونے کی اس ولی کے ساتھ اس امر رسالت کی کہ جسکی
اُس نبی نے اُس ولی کو خبر دی ہوتی ہے تو اس اعتبار سے کرامت منجملہ معجزہ کے ہوگی اور معجزات چونکہ
کثرت سے ہین لہذا اُن کا علم ضروری بلکہ بدیہی ہو گیا ہے اور ان کی انکار جو ایک جماعت نے کی ہے
تو وہ قابل تعجب نہین کیونکہ بہت لوگون نے تو قرآن ہی کا جو اعظم المعجزات ہے انکار کر دیا ہے
اور منکرین کی عناد کی نوبت یہان تک پہونچی کہ اللہ تعالے ان کے حق مین فرماتا ہے ولو نزلنا
علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین یعنی
اگر اتارتے ہم تجپر کاغذ مین لکھی ہوئی کتاب تو وہ اُسے ہاتھون سے چھو کر کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے
یعنی کافرین جنکی قسمت مین ہدایت نہین ہے اُن کا منھ کبھی نہین مٹ سکتا اب معتزلہ جو کرامتون کے
منکر ہین تو وہ بھی قابل تعجب نہین کیونکہ اُنھون نے تو وہ کیا ہے جو اُس سے بھی زیادہ بڑا ہے
یعنی نصوص متواترۃ المعنی کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہین منکر ہوے جیسے سوال
نکیرین اور عذاب قبر اور حوض اور میزان وغیرہ اسکے سوا اور بھی بہت واہیات باتین اُن کی ہین
اور یہ اسوجہ سے کہ وہ اپنے عقول فاسدہ کے مقلد ہین اور اُسی کے حکم پر چلتے اور وہی قیاسات
اللہ تعالی کے آیات و اسماء و صفات و افعال مین لگاتے ہین جو اپنے عقول سقیمہ کے موافق
پاتے ہین اُسے مانتے ہین اور جو مخالف پاتے اُسے رد کرتے ہین اور قرآن و سنت و اجماع کی
تکذیب کی کچھ پروا نہین کرتے کیونکہ کلمہ غضب تو ان پر صادق ہی ہو چکا تو اُن کی واہیات باتون
سے تعجب ہی کیا ہے تعجب تو ان لوگون سے ہے جو اپنے آپکو اہلسنت کہتے ہین اور پھر انکے دین
حد سے بڑھے ہوے ہین اور جب کوئی کرامت خاص کسی ولی کی بیان کرتا ہے یا خود کوئی کرامت
دیکھتے ہین تو انکار کر جاتے ہین کیونکہ شیطان اُن کے ذہن مین ڈالدیتا ہے کہ او نیا تو کر رکھے

اب کہان اور جو ہین بھی وہ دھوکے باز و مغرور ہین تو یہ بھی معاندین سے ہین چنانچہ علامہ ابن جوزی بھی اسی خیال مین پڑ گئے ہین اب اگر ان کی نیت نیک ہو یعنی بدعت کو اپنے زمانہ والون سے معدوم کر دینا تو یہ دوسری بات ہے اُنھون نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام تلبیس ابلیس ہے اُس مین شیوخ صوفیہ اور اُن کے طریقہ پر بحث کی ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ شیطان نے اُن کو دھوکا دیا ہے یافعی لکھتے ہین کہ ابن جوزی کو خود سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ شیطان نے خود اُن کو دھوکا دیا ہے کہ جو اُنھون نے حضرات صوفیہ کی نسبت ایسا لکھا اور اعتقاد کیا اور پھر بھی نہ سمجھا کہ یہ کیا ہے اور سخت تعجب اُن سے یہ ہے کہ اُنھون نے اُن سادات کی جو اوتاد اور ابدال اور عرفا اور صدیقین ہین انکار کی ہے جنکی کرامات اور انوار و معارف سے عالم بھر گیا اور اُنھون نے اپنی ابتدائی حالت مین ماسوا اللہ سے اعراض کیا ہے اور انتہا مین اُن پر اللہ کا بہت فضل و احسان ہوا کہ اللہ کے سوا اور کوئی جانتا ہی نہین ہے اور ابن جوزی کا مقصود اپنے کلام کو ان حضرات کی حکایتون سے بڑھانا ہے اور اپنی بضاعۃ کو اُن کی خوبیون سے اور صفتون کے بیان سے قیمتی کرنا اُن کو چاہیئے تھا کہ اپنی کتابون کو عموماً بالکل اُن کے ذکر سے خالی کرتے اور اپنے آپ کو اُن لوگون مین نہ کرتے جن کے حق مین اللہ فرماتا ہے کہ بجعلونہ عاما و یحرمونہ عاما ^ف^ کیا وہ نہین جانتا تھا کہ علمائے اعلام وائمہ مجتہدین قدما و متاخرین صوفیہ کے معتقد رہے اور ان سے برکت اور مدد مانگتے رہے تقی بن دقیق العید ایک فقیر کے حق مین جنکے وہ زیادہ معتقد تھے کہتے تھے کہ وہ میرے نزدیک سو یا ہزار فقیہہ سے بڑھکر ہین اسیطرح امام نووی شیخ یٰسین مزین کے معتقد تھے اور اُن کے کہنے کو مانتے تھے ایک مرتبہ اُنھون نے چند دن قبل اُن کے انتقال کے اُن سے کہا کہ تم سفر کو جاؤ اور جو کتابین تمھارے پاس مستعار ہین وہ جنکی جنکی ہین اُنھین واپس دیدو اُنھون نے ایسا ہی کیا اور دمشق سے اپنے شہر نوی مین آئے اور وہین اپنے گھر پر انتقال کیا اسیطرح شیخ عز بن عبد السلام صوفیہ کی تعظیم مین مبالغہ کرتے تھے اور حیوۃ خضر کے بارہ مین اُنھون نے ابن جوزی پر رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن جوزی خود اپنے مخالف ہین کیونکہ اُنھون نے باسناد متصل چند روایتین نقل کی ہین جن سے حضرت خضر علیہ السلام کے زندہ ہونے کا ثبوت معلوم ہوتا ہے اُن مین سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپنے اُن کو کعبہ شریفہ کے پردون کو پکڑے ہوئے دیکھا دوسرے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

ف حلال جانتے ہین وہ لوگ اسکو ایک سال اور حرام جانتے ہین ایک سال ۱۲ منہ

مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خضر و الیاس علیہما السلام ہر سال زمانۂ حج مین جمع ہوتے ہین اور ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہین تیسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرات اسرافیل و جبرئیل و میکائیل علیہم السلام کے ساتھ عرفات مین مجتمع ہوتے ہین **حکایت** ایک شخص ایک فقیر کا منکر تھا کہ یہ گانا سنتے اور عورتون کے پاس بیٹھتے ہین یکایک وہ مرد سے عورت ہو گیا یہ دیکھکر وہ سخت حیران ہوا ایک بزرگ اُس کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ بھائی فقرا جب عورتون کے پاس بیٹھتے ہین تو ایسے ہی ہو جاتے ہین جیسے تم ہو گئے ہو اُس نے اسیوقت توبہ کی اور ان بزرگ نے دعا کی فوراً وہ جیسا تھا ویسا ہو گیا **حکایت** بعض فقرا کے پاس بادشاہی نوکر خراج لینے آئے انھون نے دیکھا کہ دو اژدھے وہان سے نکل کر اُن پر دوڑے جتنا وہ بھاگتے جاتے تھے اتنا وہ دوڑتے تھے مجبور ہو کر بے نیل مرام واپس گئے اور کبھی اُن کو نوبت روپیہ پانے کی نہین آئی یہان تک کہ اُن بزرگ اور ان کی اولاد کا انتقال ہو گیا پھر جب اُن کے پوتون سے خراج مانگنے آئے تب بھی وہ اژدھے دوڑے چنانچہ وہ جگہ بھی دیکھی گئی جہان سے وہ اژدھے نکلتے تھے انھین بزرگ کی کسی اولاد کی گائے چوری گئی چورون نے جب اسکو دوھنا چاہا تو وہ اژدھے اُن کے پیرون کی طرف دوڑے چنانچہ جب وہ دوہتے تو وہ اُن کے پیرون کی طرف دوڑتے یہان تک کہ اُن کو کچھ بن ہی نہ پڑا سوا اسکے کہ گائے پھیر جائین حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ نے جن لوگون کو اپنے زمانہ والون مین سے اولیاء کی کرامتون کا منکر پایا اُن کے بارہ مین فرمایا کہ واللہ یہ یہود ہین جنھون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی شیخ ابن حجر مکی ہیتمی سے لوگون نے پوچھا کہ ولی با کرامت افضل ہے یا بے کرامت انھون نے جواب دیا کہ صاحب کرامت مطلقاً اپنے غیر سے افضل نہین ہے بلکہ کبھی کرامت ضعف یقین و ہمت پر مشعر ہوتی ہے تب عنایت الٰہی اسکی دستگیری کرتی ہے تاکہ یہ دونون امر یا ایک اُس ولی سے دور ہو جائین اور کرامت تو کبھی کسی محب اور زاہد سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور عارف سے نہین واقع ہوتی حالانکہ معرفت اکثر کے نزدیک محبت سے افضل ہے اور سب کے نزدیک معرفت زہد سے افضل ہے کیونکہ زہد اوائل مقامات سے ہے اور محبت پہلا حال ہے جو مقامات پر عبور کرنے سے پیدا ہوتا ہے اسی کا مؤید حضرت ابی یزید کا قول ہے کہ عارف طیار ہے اور زاہد سیار ہے اور لوگون کا قول ہے کہ سیار طیار کی برابری نہین کر سکتا حضرت ذو النون مصری فرماتے تھے کہ زاہدین ملوک آخرت ہین اور وہی فقرائے عارفین ہین تو معلوم

ہو اگر کرامت کو فضیلت مین کچھ دخل نہین ہے افضلیت کا منشا قوت یقین اور کمال معرفت ہے
تو جس کا یقین قوی ہو گا اور معرفت اکمل وہ افضل ہو گا اسی جگہہ سے حضرت جنید کا قول ہے کہ مرد یقین
کی وجہ سے پانی پر چلتا ہے اور وہ لوگ پیاس سے مرگئے جو اُن سے یقین مین افضل تھے اور یقین
کہتے ہین شک کا اُٹھ جانا غیب مین حضرت سہل تستری فرماتے تھے کہ جو دل بے یقین سو گھہ چکا ہو
اُسپر غیر حق سے سکون لینا حرام ہے اور یہ اعتراض نہین ہو سکتا کہ محب اور عارف مین تفضیل ہے
حالانکہ عارف کے لیے محب ہونا ضروری ہے کیونکہ اُس سے مراد تفضیل غلبہ محبت اور غلبہ معرفت
مین ہے اس لیے کہ بعضون پر سکر محبت اور شدت ہیمان اور ولہ بالمحبوب غالب ہوتی ہے اور
بعضون پر مشاہدہ اور ظہور اسرار و معارف اور اکثر تجلیات مع اعتدال حال کے محبت مین اور ایسا
شخص معارف مین اعلی ہوتا ہے اگرچہ پہلا ولا اور سکر مین اشد ہوتا ہے اسی سبب سے محققین
کا قول ہے کہ محبت لذت مین استہلاک کو کہتے ہین اور معرفت کہتے ہین حیرت مین شہود ہونے
اور محبت مین فنا ہونے کو اور یقین انتہائی مرتبہ معرفت کو کہتے ہین جسکے تین مرتبہ ہین ایک علم الیقین
جو نظر و استدلال سے پیدا ہوتا ہے دوسرا عین الیقین جو بطریق کشف و بخشش کے ہوتا ہے تیسرا
حق الیقین جس سے مراد غیب کو عیان دیکھنا ہے تو علم الیقین اولیا کو ہوتا ہے اور عین الیقین خواص
اولیا کو اور حق الیقین انبیاء کو اور اسکی حقیقت مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے
اور میرا مقصود بقول حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی کے حضرات اولیا کی کرامتون سے
بیان مین اس سب مبالغہ اور تطویل سے یہ ہے کہ جس سلیم القلب شخص نے اس گروہ حقہ کے احوال کا
مشاہدہ یا احوال کا مطالعہ نہین کیا ہے وہ جاہلون اور گمراہون کے سُست باتون اور غلط قصون پر
کہ اس زمانہ مین ظاہر ہوے ہین اور اولیا کی کرامات کی نفی بلکہ حضرات انبیا علیہم السلام کے
معجزون کی انکار مین ہین فریفتہ ہو اور اپنے دین کو برباد نہ کرے اور اس سب کا باعث یہ ہے کہ
یہ لوگ اپنے آپ کو اعلی مراتب ولایت مین سمجھتے ہین حالانکہ ان امور اور حالات سے ان کو کچھ خبر
ہی نہین اور نہ کوئی اثر تو اُن کی نفی اس غرض سے کرتے ہین کہ عوام کے سامنے خود رسوا نہون اگرچہ
لاکھ خارق عادات اُن پر ظاہر ہون مگر چونکہ اُن کا ظاہر موافق احکام شریعت کے نہین ہے اور نہ
باطن مطابق طریقت کے لہٰذا وہ سب اُن کے نزدیک از قبیل مکر و استدراج ہوگا نہ ولایت و کرامت سے
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب اعلام الہدیٰ و عقیدۃ ارباب التقیٰ مین لکھتے ہین
کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ کرامات اولیا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کرامات اور اجابات ہین

اور اسیطرح رسول کے وقت مین رہا کہ انکے اتباع سے کرامات اور خوارق عادات ظاہر ہونے رہے اور اولیا کی کرامات انبیا علیہم السلام کے معجزات کے تتمہ ہین اور جس شخص سے خارق عادات ظاہر ہون اور وہ ملتزم احکام شریعت نہو وہ زندیق ہے اور جو اُس سے ظاہر ہو وہ مکر و استدراج ہے

ذکر کرامات حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہین کہ حضرت کی کرامتین اسقدر کثرت سے ہین جن مین حصر و شمار کی گنجایش نہین حضرت کے بعضے معاصر مشائخ کا قول ہے کہ آپ کی کرامتین مثل موتیون کی لڑیون کے تھین کہ ایک دوسرے مین لپٹی ظاہر ہوتی تھین اگر کوئی ہم مین سے چاہتا کہ ایک مجلس مین آپ کی چند کرامتین شمار کرلے تو کر سکتا تھا علامہ عبد اللہ یافعی کا قول ہے کہ آپ کی کرامتین بلا شبہ اور بالاتفاق ثابت ہین اور اس طرح کی کرامتین اور کسی بزرگ کی سنی نہین گئین شیخ علی بن ہیتی فرماتے تھے کہ مین نے کسی کو اپنے زمانہ مین زیادہ باکرامت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے نہین پایا جو جس وقت اُن کی کرامت دیکھنا چاہتا وہ دیکھ لیتا تھا اور کرامتین کبھی اُن سے ظاہر ہوتی تھین اور کبھی اُن مین ظاہر ہوتی تھین باختیار بھی بلا اختیار بھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح کا قول ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر سلطان الطریق اور متصرف فی الوجود بالتحقیق تھے اور شیخ ابو سعید احمد بن ابی بکر حریمی اور شیخ ابی عمرو عثمان صریفینی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ آپ وسیع التصرف والکرامتہ تھے اور آپ کی کرامتین موتی کی لڑیون کی طرح تھین اور پے درپے ہوتی تھین اور چونکہ عمر شریف نوے برس کی ہوئی لہذا کرامتین بھی مسلسل اور اسقدر ہوئین کہ جنکا شمار ناممکن ہے اور آپکے مناقب و فضائل علمیہ و عملیہ اور اخلاق و افعال و احوال و طاعات و عبادات و ریاضات و مجاہدات کی تفصیل باسناد صحیحہ مشائخ وقت سے ثابت ہین یافعی تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ آپکی کرامتین حصر سے خارج ہین مین نے اُن مین سے تھوڑی اپنی کتاب نشر المحاسن العالیہ فی فضل مشائخ اصحاب المقامات العالیہ مین لکھی ہین اور مجھ سے جتنے مشائخ سے ملاقات ہوئی اُن سب نے یہی بیان کیا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کرامات متواتر یا قریب تواتر کے ہین اور یہ بھی بالاتفاق معلوم ہے کہ اتنا کرامتون کا ظہور کسی اور بزرگ سے نہین ہوا سلطان العلما شیخ عزالدین عبد العزیز بن عبد السلام سلمی شافعی کا قول ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر کی کرامات بالتواتر ثابت ہین اور کسی ولی کی

کرامات بالتواتر ثابت نہین ہوے جیسے کہ آپ کے علم اور عمل اور تحری کے ساتھ اور وہ سب مشہور و معروف ہین اور ابن العماد حنبلی نے بھی شذرات الذہب مین لکھا ہے کہ حضرت کی کرامتین بتواتر منقول ہین بخلاف اور اولیا کے کہ اُنکی کرامتین احاداً منقول ہین قاضی مجیر الدین علیمی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ شیخ عزالدین اپنی وقت مین رتبہ اجتہاد کو پہونچ گئے تھے یہان تک کہ اُنکا حال مکاشفات مین ظاہر ہوا اور اُنکو لقب سلطان العلماء کا دیا گیا اور وہ نوادر اور اشعار مین بہت اعلیٰ درجہ کے تھے اور سماع مین برابر جاتے تھے اور رقص بھی کرتے تھے اُنکی وفات ماہ جمادی الآخر ۶۶۰ھ چھ سو چھیاسٹھ مین ہوئی **فائدہ** علامہ ابن حجر مکی ہیتمی سے کسی نے پوچھا کہ تواجد کے وقت جو صوفیہ رقص کرتے ہین اُسکی کوئی اصل بھی ہے یا نہین اُنھون نے جواب دیا کہ اُسکی اصل حدیث سے ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایکبار حضرت جعفر ابن ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر تھے آپ نے اُن سے فرمایا کہ اشبہت خلقی وخلقی یعنی تم میری صورت و سیرت مین مشابہ ہو تو اُنھون نے رقص کیا اور یہ رقص اُنکا اسی خطاب کی لذت سے تھا آنحضرت نے اُنکو اس بارہ مین کوئی ممانعت نہین فرمائی اور قیام اور رقص مجالس ذکر و سماع مین ایک جماعت کبار ائمہ سے صحت کے ساتھ منقول ہے منجملہ اُنکے شیخ الاسلام عزالدین بن عبد السلام تھے اب مین یہانپر چند کرامتین حضرت کی لکھتا ہون **کرامت** ایک جماعت مشائخ بیان کرتے تھے کہ ہم سب حضرت کی خدمت مین حاضر تھے آپنے فرمایا کہ تم مین سے جسکا جوجی چاہے مانگے مین اُسکو دونگا شیخ ابو المسعود احمد بن حریمی نے عرض کیا کہ مین ترک اختیار چاہتا ہون اور شیخ محمد بن قائد نے عرض کیا کہ مین قوت مجاہدہ چاہتا ہون اور شیخ ابو القاسم عمر بزاز نے عرض کیا کہ مین خوف خدا چاہتا ہون اور شیخ ابو محمد حسن فارسی نے عرض کیا کہ جو میرا حال خدا کے ساتھ تھا اب گم ہوگیا ہے وہ پھر آجائے بلکہ اُس سے زاید ہو جائے اور شیخ جمیل نے عرض کیا کہ مین حفظ اوقات چاہتا ہون اور ابو حفص عمر غزال نے عرض کیا مین علم کی زیادتی چاہتا ہون اور شیخ خلیل صرصری نے عرض کیا کہ مین چاہتا ہون کہ جب تک قطبیت نہ پالون تب تک نہ مرون اور شیخ ابو البرکات ہاشمی نے عرض کیا کہ مین خدا کی محبت مین بیخود رہنا چاہتا ہون اور شیخ ابو الفتوح مشہور بابن الخضری نصر بغدادی نے عرض کیا کہ مین قرآن و حدیث کا یاد ہونا چاہتا ہون اور شیخ ابو الخیر نے عرض کیا کہ مین معرفت چاہتا ہون جس سے موارد ربانیہ وغیرہ مین فرق کر سکون اور ابو عبد اللہ بن ہبیرہ نے عرض کیا کہ مین نیابت اور وزارت چاہتا ہون اور ابو الفتوح عبد اللہ بن ہبتہ اللہ نے عرض کیا کہ مین ڈیوڑھی بانی

چاہتا ہوں اور ابو القاسم بن صاحب نے عرض کیا کہ میں عزیز کا ڈیوڑھی بان ہونا چاہتا ہوں تب حضرت نے
یہ آیت پڑھی کلا نمد ھولاء وھولاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا یعنی ہم
ہر ایک کو مدد دیتے ہیں اور اُنکو بخشش پروردگار کی طرف سے ہوتی ہے اور اُسکی بخشش بند نہیں ہوتی
راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم جس جس نے جو کچھ مانگا تھا وہی پایا اور میں نے اُن میں سے ہر ایک
کو اس حال میں دیکھا جو وہ چاہتا تھا سوائے شیخ خلیل صرصری کے کہ اُنکو اب تک قطبیت نہیں ملی
مگر اس روایت کے سوا دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ خلیل اپنے مرنیکے سات دن
پہلے قطب ہو گئے تھے اور شیخ ابو السعود بہت عالی مرتبہ ہوے یعنی ترک اختیار میں انتہائی مرتبہ کو پہونچے
اور میں نے اُنکو کہتے سنا کہ کوئی خطرہ مجھے میرے سجادہ کے باہر نہیں آتا اور شیخ ابن قائد کو بھی قوت
مجاہدہ اتنی ہوئی کہ اُنکے زمانہ میں کسی کو نہ تھی وہ اپنے آخر حال میں چودہ برس زمین کے اندر بیٹھے رہے
بعد چودہ برس کے وہ کہتے تھے کہ میں نے بھوک کو بھوکا رکھا اور پیاس کو پیاسا اور نیند کو سلایا اور
بیداری کو بیدار کیا اور بلا سے مجھے خوف نہیں معلوم ہوا اور اللہ ہی مجھ پر غالب رہا اور شیخ عمر بزاز
بھی خوف کے درجہ پر پہونچے یہانتک کہ ایکبار بوجہ شدت خوف کے اُنکا مغز حلق سے ٹپک پڑا اور
شیخ حسن فارسی پر آپ نے ایک نگاہ ڈالی وہ مضطرب ہو کر اُٹھ کھڑے ہوے دوسرے روز میں نے
اُن سے ملاقات کی اور حال پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ حضرت شیخ عبد القادر نے میرا حال مجھکو کچھ
زیادتی کے ساتھ واپس دیدیا اور شیخ جمیل نے حفظ وقت ومراعات انفاس سے ایسا پایا کہ اُن کا
مثل کوئی نہیں ہوا یہانتک کہ ایک وقت ایسا ہوتا تھا کہ وہ اپنی تسبیح دیوار کی کیل میں لٹکا کر باغ کو
چلے جاتے تھے اور تسبیح کے دانہ خود بخود پھرا کرتے تھے اور میں نے یہ حال اُنکا بارہا دیکھا اور شیخ
عمر غزال کا یہ حال ہوا کہ اُنکو بہت سے علوم یاد ہو گئے اور اُنھوں نے ایک بار اپنے کتب خانہ
سے ہزار کتابیں بیچ ڈالیں لوگوں نے اُنکو ملامت کی کہ کیوں بیچے ڈالتے ہو اُنھوں نے
کہا کہ یہ سب مجھے یاد ہیں اور شیخ ابو البرکات حامی پر آپ نے ایک نگاہ ڈالی وہ بیہوش ہو کر
گر پڑے جب اُٹھائے گئے تو اُن کو کچھ شعور نہ تھا چند دنوں وہ بغداد میں نظر نہیں پڑے
پھر اُنکو کوفہ کے خرابہ میں میں نے دیکھا کہ متحیر کھڑے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں میں نے
ان سے باتیں کرنا چاہیں مگر وہ بولے نہیں میں واپس آیا پھر چند دنوں کے بعد بصرہ گیا وہاں بھی
اُنکو ایک ٹیلہ پر حیران آسمان کی طرف دیکھتے پایا میں نے اُن سے باتیں کرنا چاہیں مگر وہ نہیں
بولے تب میں اُنکے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا خداوندا میں تجھ سے بحرمت شیخ عبد القادر

کے سوال کرتا ہون کہ تو ان کی عقل پھیر دے تاکہ یہ مجھ سے کچھ باتین تو کرین اتنے مین وہ اُٹھکھڑے ہوئے اور مجھے آکر سلام کیا مین نے حال پوچھا کہنے لگے کہ شیخ عبدالقادر نے جو نگاہ ڈالی تھی اُس سے میرا کچھ ایسا حال ہوگیا اور خدا کی محبت اتنی ہوگئی ہے کہ اب مین اپنی خودی وہمت سے بالکل غائب ہوگیا ہون اور میرا یہی حال ہے جو تم دیکھتے ہو یہ کہکر واپس چلے گئے اور اسی سابق حال مین ہوگئے مین روتا ہوا واپس آیا معلوم ہوا کہ پھر اُسی حالت مین اُن کا انتقال ہوگیا اور شیخ ابوالفتوح نے چھ مہینہ مین قرآن شریف یاد کرلیا اور جو کچھ اُن کو دشواریان تھین وہ سب آسان ہوگئین اور قرآن شریف ساتون قراءت سے اُنھون نے یاد کیا اور بہت سی حدیث کی کتابین بھی ایسا کہ پڑھنے اور پڑھانے لگے شیخ ابوالخیر بشر جو اس کے راوی ہین کہتے تھے کہ ایک بار حضرت نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا مجھ کو اسی وقت اپنے سینہ مین ایک نور معلوم ہوا جس سے مین اب تک حق و باطل اور ہدایت اور ضلالت مین فرق کرلیتا ہون حالانکہ اس سے پہلے بہت سے شبہات رہا کرتے تھے۔ اور عبداللہ بن بیز کو وزارت ملی ورابوالفتوح خلیفہ کے گھر کے متولی ہوگئے اور ابوالقاسم خلیفہ کے ایک مدت تک حاجب رہے **کرامت** شیخ ابو محمد عبدالملک ذیال کہتے تھے کہ مین حضرت کے مدرسہ مین حاضر تھا آپ محلسرا سے برآمد ہوئے تو آپ کے ہاتھ مین ایک چھوٹا نیزہ تھا میرے دل مین آیا کہ اگر آپ اس کی کوئی کرامت دکھاتے تو اچھا ہوتا آپ نے میری طرف دیکھ کر اور مسکرا کر اُس نیزہ کو زمین مین گاڑ دیا مین نے دیکھا کہ اُس نیزہ سے ایک نور چمکا اور آسمان کی طرف گیا جس سے مابین آسمان و زمین ایک روشنی ہوگئی تھوڑی دیر تک یہی کیفیت رہی پھر آپ نے اُسکو اُکھاڑ لیا اور فرمایا اے ذیال یہی تمنے چاہا تھا **کرامت** شیخ ابوالمظفر منصور بن مبارک واعظ بیان کرتے تھے کہ مین ایک بار زمانہ شباب مین حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا میرے ہاتھ مین ایک کتاب فلسفہ اور علوم روحانیات کی تھی آپ نے قبل اسکے کہ وہ کتاب ملاحظہ کرین فرمایا کہ اے منصور یہ کتاب تمھاری بُری رفیق ہے جاؤ اور اسکو دھو ڈالو مین نے اُٹھ کر چاہا کہ کتاب کو گھر رکھ آؤن اور پھر کبھی آپ کی خدمت مین لیکر نہ حاضر ہون کیونکہ اُسکے دھونے کو میرا دل نہین چاہتا تھا اُسکے اکثر احکام و مسائل میرے ذہن نشین بھی تھے مین نے اُٹھنا چاہا آپ نے میری طرف تعجب سے دیکھا میرا یہ حال ہوگیا کہ جیسے کوئی زنجیر مین کسا بیٹھا ہوتا ہے کہ نہ اُٹھ سکتا ہو نہ چل سکتا آپ نے فرمایا کہ ذرا اپنی کتاب تو دو مین نے جو وہ کتاب کھول کر دیکھی تو بالکل سادی تھی

مین نے آپ کو دیدی آپ نے اُس کے اوراق ملاحظہ کر کے فرمایا کہ یہ کتاب فضائل القرآن محمد بن ضریس کی ہے پھر مجھے واپس دیدی دیکھتا ہون تو وہ واقعی کتاب فضائل القرآن تھی خوشخط لکھی ہوئی اُسوقت سے جو کچھ اُس کتاب کے مسائل فلسفہ اور احکام روحانیت کے مجھے یاد تھے وہ سب ایسے بھول گئے کہ گویا مین نے کبھی دیکھی ہی نہ تھی **کرامت** مشائخ جیلان سے ایک جماعت حضرت کی خدمت مین حاضر تھی دیکھا کہ آپ کا لوٹہ قبلہ کی جہت کے خلاف رکھا ہوا ہے خادم بھی وہین موجود تھا آپ نے خادم کی طرف دیکھا تو وہ مردہ ہو کر گر پڑا اور لوٹہ خود بخود قبلہ کی طرف متوجہ ہوگیا **کرامت** ایک روز مدرسہ مین آپ کی خدمت مین چند بزرگ آئے آپ نے خادم سے فرمایا کہ آج دسترخوان بڑھا دینا چاہیئے جب خادم نے دسترخوان بچھایا اور کھانا لاکر رکھا اور سب نے کھانا شروع کیا تو آپ نے خادم سے فرمایا کہ بیٹھ اور ہمارے ساتھ کھا خادم نے عرض کیا کہ مین روزہ سے ہون آپنے فرمایا کھا تجھکو روزہ کا ثواب ملے گا اُسنے عرض کیا کہ مین روزہ سے ہون آپ نے فرمایا کھا تجھکو ایک سال کے روزون کا ثواب ملے گا پھر اُس نے عرض کیا کہ مین روزہ سے ہون آپنے فرمایا کہ تجھکو صوم دہر کا ثواب ملیگا اُس نے پھر عرض کیا کہ مین روزہ سے ہون آپنے غصہ سے اُسکی طرف دیکھا وہ زمین پر گر پڑا اور اُسکا بدن سوج گیا اور خون اور پیپ ٹپکنے لگا حاضرین نے اُسکی سفارش کی اور آپ کے غصہ کو فرو کیا آپ خوش ہو گئے اور خادم ویسا ہی اچھا بھلا ہوگیا یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُسکو کوئی مرض ہی نہوا تھا **کرامت** بعضے مشائخ بیان کرتے تھے کہ ایک بار آپکی مجلس مین ایک چیل اُڑتی ہوئی گذری اُس روز آندھی چل رہی تھی اُس نے چلانا شروع کیا اُسکی آواز سے حاضرین پریشان ہوئے آپنے فرمایا کہ اے ہوا اس چیل کا سر لیجا اسی اثنا مین جسم اُس کا ایکطرف جا گرا اور سر ایک طرف آپنے کرسی سے اُتر کر اُسکو اپنے دست مبارک مین لیکر اُس پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ چیل زندہ ہوکر اُڑ گئی **کرامت** ایک روز ایک عورت آپکے حضور مین اپنے لڑکے کو لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا حضرت اسکو آپ سے بہت محبت ہے اپنا حق جو میرا ہے معاف کر کے آپکے سپرد کرتی ہون آپ خدا کے واسطے اسکو قبول کرلین آپنے قبول فرمایا اور اُسکو بزرگون کا طریق اختیار کرنے اور مجاہدہ کا حکم دیا چند دنون کے بعد ایک روز وہ پھر اپنے بیٹے کو دیکھنے آئی تو اُسکو بہت لاغر پایا یعنی بھوکا رہتے رہتے اور جاگتے جاگتے زرد ہو گیا تھا اور جو کی روٹی کھا رہا تھا وہان سے وہ حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئی دیکھا تو آپکے پاس ایک برتن مین بھنی مرغ کی ہڈیان رکھی ہین کہ جو آپ نوش کر چکے تھے اُس عورت نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ تو مرغ نوش فرماتے ہین اور

میرے لڑکے کو جو کی روٹی کھلاتے ہین آپ نے ہڈیون پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ اٹھ خدا کے حکم سے کہ جو گلی ہوئی ہڈیون کا زندہ کرنیوالا ہے زندہ ہوجا وہ مرغ فوراً زندہ ہوگیا آپ نے فرمایا کہ جب تیرا لڑکا اتنا ہو جائیگا تو وہ بھی یہی کھائے گا کذا فی تاریخ الیافعی **فائدہ** شیخ عبدالحق محدث نے بھی فتوح الغیب کے مقالہ ۵۰ کے ترجمہ مین یہ کرامت نقل کی ہے مگر اُس مین اسطرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے عورت تیرا لڑکا بیمار ہے اور بیمار کے لئے پرہیز ضروری ہے جب اچھا ہو جائے تو پھر جو چاہے کھائے کچھ نقصان نہ کریگا پھر مُرغ کی ہڈیون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے اٹھ وہ مُرغ زندہ ہوگیا آپ نے فرمایا کہ تیرا لڑکا جب اس مقام پر پہونچے گا تب وہ بھی یہی کھائیگا بعضے ارباب ذوق و مواجید لکھتے ہین کہ جس طرح دل اور دیگر اعضا مین باہم ایک دوسرے سے مدد ملتی ہے ویسے ہی اعضا کا عمل قلب کے تنبہ کرنے سے توبہ نصوح کی طرف میلان کرتا ہے اور اُسی سے قلب مین ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اور وہ جس حال مین ہوتا ہے اُسمین اُن سے منتفع ہوتا ہے کیونکہ احوال اعمال کے نتائج ہین اور جسقدر انسان جوارح سے عمل کرتا ہے اُتنا ہی قلب کا وجدان بڑھتا ہے اور اعمال و احوال کا قرب اور زیادتی باہم ایک دوسرے کے عکس سے ہے احوال اعمال کے اور اعمال احوال کے زیادتی کا سبب ہوتے ہین ایسا ہی تعاون قلب اور نفس مین بھی ہوتا ہے یعنی قلب معین نفس ہوتا ہے اور نفس معین قلب اس معاونت کو ارباب احوال کے سوا کوئی نہین جانتا کیونکہ یہ علوم ذوقیہ مین سوائے ارباب ذوق و وجدان کے کون جان سکتا ہے اور قلب کی مدد نفس کو اسطرح پر ہوتی ہے کہ قلب کو ایک نسبت روح کی طرف ہوتی ہے اور ایک نفس کی طرف اسی وجہ سے دل نفس کی مدد انوار و صفا اور اذکار سے کرتا ہے اور اسکو روح سے لیتا ہو تب وہ نفس مطمئن اور مطیع ہو جاتا ہے اور جب نفس اس طرح کا ہو جاتا ہے تو قلب کا معین بھی بوجہ ہمسایگی ہوتا ہے اور جو حظوظ نفس کو پہونچتے ہین اُن سے قلب کو بھی ایک وجدان ملتا ہے اور جسقدر دل روح سے عطایا اور مواہب پاتا ہے اُتنا ہی نفس پر افاضہ کرتا ہے جس سے اُسکی زکا اور طمانیت زیادہ ہوتی ہے اور جسقدر نفس حظوظ پاتا ہے اُتنا ہی وہ قلب پر افاضہ کرتا ہے مگر یہ حال بھی نہایت لطیف اور نازک ہوتا ہے اور اُسمین مدعین صوفیہ کہ جو نفس کے افکار اور اُسکے مخفی مکائد سے جاہل ہین بہت لغزشین ہوتی ہین کیونکہ وہ نفس کو لذات اور شہوات مین بے نکے بوجھے ڈال دیتے ہین اسوجہ سے خود بھی ہلاک ہوتے اور دوسرون کو ہلاک کرتے ہین اور اس تعاون کی اہلیت اور استحقاق اُسی کو ہوتی ہے جس کا نفس مطمئنہ ہو چکتا ہے اور

قلب کا مامور اور محکوم بھی آمر اور یہ حال منتہین اور فانیین کا ہے مبتدیون کا نہین ہے جنکے نفوس
امارہ یا لوامہ ہوتے ہین باقی یہ سب فضل اور عنایت حق پر موقوف ہے حضرت خواجہ روز بہان
بقلی اپنی تفسیر عرائس کے سورۂ کہف کی تفسیر مین ولیتلطف کے معنی مین لکھتے ہین کہ کھانا لطیف
کھاؤ اور لاؤ کیونکہ بزرگون کا مقولہ ہے کہ عارفین کے سامنے لطیف کھانا لیجانا چاہیے تاکہ وہ سبب
اُنکی مزید لطافت اور صفائی احوال کا ہو اور زاہدین اور عابدین کے سامنے طعام خشک لیجاے
تاکہ اُنکے معاملات نفسانی مین خلل نہ پڑے ہر شخص کے ساتھ اُسکے وقت اور حال کے موافق
معاملت کرنا چاہیے **کرامت** شیخ ابو الحسن علی قرشی کہتے تھے کہ سنہ پانسو اُنچاس مین مین اور
شیخ علی بن ہیتی حضرت کے حضور مین حاضر تھے کہ ابو غالب فضل اللہ بن اسمعیل بغدادی ازجی تاجر
نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا حضرت آپ کے جد کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کی دعوت کرے تو
اُسکو وہ قبول کرنا چاہیے لہذا مین آپ کی دعوت کرتا ہون آپ میرے گھر تشریف لے چلین آپنے
فرمایا اگر مجھے اجازت ہوگئی تو آتا ہون بعد اسکے آپ دیر تک سر جھکاے رہے اور فرمایا کہ چلو آتا
ہون پھر آپ سوار ہوے شیخ علی نے داہنی رکاب پکڑی اور مین نے بائین اور سب اُس تاجر کے
گھر پہونچے دیکھا تو وہان تمام مشائخ بغداد اور علما وغیرہ موجود ہین اور دسترخوان بچھا ہوا ہے جسپر انواع و
اقسام کے کھانے چنے ہوے ہین پھر ایک بڑا برتن آیا جسپر مہر لگی تھی اور دسترخوان کے آخری حصہ
پر رکھدیا گیا تب ابو غالب نے کہا بسم اللہ شروع کیجیے آپنے سر جھکالیا اور کچھ نوش نہین کیا اور نہ
اور ہمراہیون مین سے کسی کو اجازت دی سب لوگ ویسے ہی آپ کی ہیبت کیوجہ سے چپ چاپ
بیٹھے رہے تھوڑی دیر کے بعد آپنے مجھے اور شیخ علی بن ہیتی سے اشارہ کرکے کہا کہ وہ برتن اُٹھالاؤ
چنانچہ وہ اُٹھاکر آپکے سامنے رکھدیا کھولکر جو دیکھا تو اسمین ابی غالب کا ایک لڑکا نکلا جو مادرزاد اندھا
اور مفلوج اور مبروص تھا آپنے اُس سے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے اُٹھ کھڑا ہو وہ بینا ہوگیا اور دوڑنے لگا
معلوم ہوتا تھا کہ اُسکو کوئی مرض ہی نہ تھا حاضرین نے نعرہ مارا آپ وہان سے بغیر کھانا نوش فرمائے
واپس تشریف لے آئے مین نے شیخ ابوسعید قیلوی سے جاکر یہ سب حال بیان کیا انھون نے کہا کہ
واقعی حضرت اندھے اور کوڑھی کو اچھا کردیتے ہین بلکہ مُردونکو بھی خدا کے حکم سے زندہ کردیتے ہین یعنی
اس امر سے تعجب نہ کرنا چاہیے کہ یہ تو انکی شان ہے **کرامت** بعض مشائخ بیان کرتے تھے کہ ایک
مرتبہ وہ آپ کی مجلس مین حاضر تھے کہ دو شخص رافضی دو بڑے بڑے ٹوکرے سر بمہر لائے اور کہنے لگے
کہ فرمائیے ان مین کیا ہے آپ نے کرسی سے اُترکر ایک ٹوکرے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اسمین لنجہ

لڑکا ہے اور اپنے صاحبزادہ حضرت سید عبد الرزاق سے فرمایا کہ اسکو کھولو اُنھون نے کھولا تو اُسمین ویسا ہی لڑکا تھا آپنے اسکا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اُٹھ خدا کے حکم سے وہ اُٹھ کھڑا ہوا پھر دوسرے ٹوکرے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اسمین صحیح و سالم لڑکا ہے اور اسکو بھی کھلوایا اُسمین ویسا ہی لڑکا نکلا اُسنے اُٹھکر چلنا چاہا آپنے اسکی پیشانی کے بال پکڑکر فرمایا کہ بیٹھ وہ بیٹھ گیا اور لنجہ ہوگیا اُن دونون نے یہ کرامت دیکھکر اپنے رفض سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور اُسی دن آپ کی مجلس مین تین آدمی مرگئے اُس مذہب والیکو حضرت اولیاء اللہ کیساتھ عموماً عقیدہ نہین ہوتا یون دبا رکی دوسری بات ہے حضرت غوثیت مآب قدس اللہ سرہ العزیز پر ایک انکا افترا بہت مشہور ہے چنانچہ کتاب ظہور قطبی مین کہ جو سید احمد بخش حسنی حسینی شیعی کرڈوی کی تالیف ہے اور وہ مولوی نادر علی کرڈوی کے یہان ہے اُسمین لکھا ہے کہ بعض لوگ امام محمد تقی علیہ السلام کے قتل کے فتوی کی تہمت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ پر کرتے ہین حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ آپ کا سنہ ولادت لفظ عاشق ہے اور سنہ وفات لفظ معشوق الٰہی آپ کسی امام کیوقت ہی مین نہ تھے البتہ ایک شخص بغداد مین حضرت امام علیہ السلام کا معاصر مفتی تھا کہ جسکا نام عبد القادر بونی تھا افضل الفاضلین شیخ علی حزین سے کسی نے اسکے متعلق سوال کیا اُنھون نے جواب دیا کہ واقعی آپ کسی امام کے معاصر نہ تھے بلکہ وہ یہی عبد القادر تھے جو مفتی تھے ہمنامی کیوجہ سے ان لوگون نے آپکو متہم کر دیا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا من مواضع التہم اور سنہ تالیف اس کتاب ظہور قطبی کا سنہ گیارہ سو چہتر ہجری ہے

کرامت آپ ایک دن بیٹھے تھے کہ ایک مرد کو ہوا پر ایک عمدہ عمامہ باندھے ہوئے جاتے دیکھا جب وہ آپ کے سر مبارک کے قریب پہنچا تو اُتر پڑا اور آپ کو سلام کر کے پھر ہوا مین اڑگیا جب لوگون نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شخص مردان غیب سے تھا **کرامت** شیخ ابو الحسن بن طنطنہ بغدادی کہتے تھے کہ مین حضرت کی خدمت مین رہتا تھا اور جو کچھ کام ہوتا تھا وہ کیا کرتا اکثر رات کو جاگتا رہتا کہ مبادا آپ کو کوئی ضرورت ہو اور آپ پکارین ایک رات کو آپ اُٹھے مین نے آپ کو لوٹا دینا چاہا آپ نے نہین لیا مدرسہ جانیکا ارادہ کیا اُسکا دروازہ خود بخود کھل گیا مین بھی آپکے پیچھے چلا اور یہ سمجھا کہ میرا آنا آپ نہین جانتے چلتے چلتے آپ دروازہ بغداد تک پہونچے وہان کا دروازہ کھل گیا آپ باہر نکلے اور مین بھی پھر دروازہ بند ہوگیا بعد اسکے ایک جگہ تھوڑا سا چلکر ایک مکان کے قریب آپ تشریف لے گئے دیکھا تو وہ ایک شہر تھا جس کو مین نہین جانتا تھا آپ وہان ایک گھر پر گئے جو رباط کی طرح پر تھا وہان چھ آدمی ملے اُنھون نے آپ کو سلام کیا مین ہانپنے لگا اتنے مین اُس مکان

کے کسی گوشہ سے کسی بیمار کے رونیکی آواز مین نے سنی پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ آواز توموقوف ہوگئی
مگر اُدھر سے ایک شخص اپنے سر پر ایک شخص کو لیے ہوے آیا اُسی کے ساتھ دوسرا شخص ننگے سر آیا
جسکے سر اور مونچھون کے بال بڑے بڑے تھے وہ آپکے سامنے بیٹھ گیا آپنے اسکو کلمہ پڑھایا
اور اُس کی مونچھین کترین اور ٹوپی پہناکر محمد نام رکھا پھر اُن لوگون سے فرمایا کہ میرا حکم ہے کہ جو مرگیا ہی
یہ اُسکی جگہہ پر کیا جاے اُنھون نے کہا بہتر ہے یہ کہکر آپ اُن لوگون کو وہین چھوڑکر باہر چلے آئے
مین بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا آیا اور معلوم ہوا کہ کچھ زیادہ دور نہین چلا تھا یہان تک کہ بغداد
کے دروازہ پر پہونچ گیا اور پھر اسیطرح سب دروازہ کھلتے گئے اور آپ اپنے گھر پہونچ گئے دوسرے
روز جب مین حسب عادت آپ سے پڑھنے بیٹھا تو بوجہ ہیبت کے میری زبان بند ہوگئی کچھ کہہ نہین
سکا آپنے فرمایا پڑھو ڈرو نہین تب مین نے عرض کیا کہ جو کچھ مین نے بات کو دیکھا تھا یہ کیا بھید تھا
آپنے فرمایا وہ شہر نہاوند تھا اور وہ چھ آدمی ابدال تھے اور جس کے رونے کی آواز سنی وہ انھین
مین کا ساتوان شخص تھا جو بیمار تھا جب وہ مرگیا تب مین وہان گیا اور جو ایک شخص کندھے پر لایا
تھا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے اور جسکو مین نے کلمہ پڑھایا تھا وہ قسطنطنیہ کا رہنے والا ایک نصرانی
تھا مجھے حکم ہوا کہ وہ بدل متوفی کی جگہہ پر کیا جاے چنانچہ وہ میرے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس متوفی
کی جگہہ پر ہوگیا بعد اُسکے آپنے مجھ سے عہد لیا کہ اس واقعہ کو میری زندگی بھر کسی سے نہ کہنا کرامت
شیخ ابو الخیر بشر بن محفوظ بغدادی کہتے تھے کہ ایکبار میری لڑکی فاطمہ کوٹھے پر چڑھی اور دفعۃً غائب
ہوگئی بہت ڈھونڈھا نہین ملی مین نے حضرت سے جاکر عرض کیا آپنے فرمایا کہ آج کی رات کرخ
کے ویرانہ مین جاؤ اور پانچوین ٹیلہ پر بیٹھو اور زمین پر دائرہ کھینچ کر کہو بسم اللہ علی نیۃ عبد القادر
جب اندھیری رات خوب ہوجایگی تو جنون کا گروہ مختلف صورتون پر آئے گا تم اُن سے ڈرنا
نہین پھر صبح کو تمھارے پاس اُن کا بادشاہ آئے گا اور پوچھے گا کہ تمھاری کیا حاجت ہے تب
کہنا کہ شیخ عبد القادر نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے پھر اپنا حال بیان کرنا چنانچہ مین گیا اور
جو کچھ آپنے فرمایا تھا اُسکی تعمیل کی کہ جنون کی جماعت خوفناک صورت مین آنا شروع ہوئی مین جس
دائرہ مین تھا وہان کسی کی اتنی مجال نہ تھی کہ اُسکے اندر آسکتا یہانتک کہ شاہ جن گھوڑے پر
سوار آیا جس کے ساتھ ساتھ ایک ہجوم تھا وہ دائرہ کے مقابل آکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ اے
شخص تیری کیا حاجت ہے مین نے اُسے کہا کہ مجھے شیخ عبد القادر نے تمھارے پاس بھیجا ہے وہ آپکا
نام سنتے ہی گھوڑے سے اُتر پڑا اور زمین بوسی کرکے مع اپنے ساتھیون کے دائرہ کے

باہر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ کہو کیا کہتے ہو میں نے اپنی لڑکی کا قصہ بیان کیا اُس نے اپنے ساتھیون سے پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے کسی نے اقرار نہ کیا بعد اُسکے وہ لوگ ایک شیطان سرکش کو لائے اور بیان کیا کہ اسی کی یہ حرکت معلوم ہوتی ہے بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تو کیون اس کی لڑکی کو لے گیا اُس نے کہا مجھے اُس سے محبت ہو گئی مین مجبوراً اُسے اٹھا لایا بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکی گردن مارو اور اس لڑکی کو مجھے دلوا دیا مین نے کہا کہ تم نے حضرت کے حکم کی بڑی قدر کی اور ایسا کسی کا حکم تم نے کبھی نہ مانا ہوگا اُس نے کہا ہان بیشک اُن کا ایسا ہی حکم ہے وہ اپنے گھر سے اُن لوگون کو جو یہان ہین دیکھتے ہین حالانکہ یہ نہایت پستی مین ہین اور اُن کی ہیبت سے وہ اپنے گھرون مین بھاگ گئے ہین اور دستور الٰہی ہے کہ وہ جب کسی کو قطب کرنا چاہتا ہے تو اسکو جن و انس سب پر قدرت عنایت کرتا ہے کرامت اور مشائخ سے منقول ہے کہ ایک دن ایک شخص نے اصفہان سے آپ کی خدمت بابرکت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری عورت کو صرع کے دورے بہت ہوتے ہین مین دوا دعا کرتے کرتے تنگ آگیا آپنے فرمایا وہ صرع نہین ہے بلکہ ایک شیطان ہے سراندیپ کا رہنے والا جس کا نام خانس ہے اب جب تیری عورت کو دورہ ہو تو اُس کے کان مین کہو کہ اے خانس شیخ عبد القادر بغدادی تجھ سے کہتے ہین کہ چلا جا ورنہ ہلاک ہو جائیگا اُس شخص نے آکر ایسا عمل کیا راوی کہتے تھے کہ دس برس کے بعد اُس شخص سے ملاقات ہوئی تو مین نے پوچھا کہ اب کیا حال ہے کہنے لگا کہ مین نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی وہ عورت اچھی ہو گئی اور اب تک پھر کوئی دورہ نہین ہوا **فائدہ** حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہین کہ جن و شیاطین کا تصرف آدمی کے جسم یعنی اُس کی روح ہوائی اور نسمہ مین جو حامل قوتون کا ہے ہوتا ہے جسکو عربی مین صرع الجن اور ہندی مین آسیب کہتے ہین اور یہ اہل سنت بلکہ اکثر فرق اسلامی مین مسلمہ ہے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں تحت آیۂ کریمہ یتخبطہ الشیطان من المس لکھا ہے کہ اکثر مسلمین اس بات پر متفق ہین کہ شیطان صرع اور قتل اور ڈرانے پر بتقدیر اللہ قادر ہے اور اس مسئلہ مین سوائے فرقہ معتزلہ کے کوئی مخالف نہین اور اس آیت کی تفسیر مین اُن کی توجیہات رکیکہ ہین جیسا کہ اُن کی تفسیرون مین موجود ہے اُس سب کا نقل کرنا فضول ہے اور اناجیل اربع مین دس پندرہ قصہ آسیب و جن کے اور اُن کا نکلنا مصروع کے جسم سے برکت دم عیسوی علیہ السلام مذکور ہے اور احادیث مین بھی ایک مقدار کثیر منقول ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتی

سلے جو اس کھود لیے ہین سنے لیشکر ۱۲

اب یہ کہ انسان بھی بعد مرنے کے یہ کام کرتا ہے یا نہین اس مسئلہ مین علماء اہل سنت مختلف
ہین اکثر محققین نے تو اسکو جائز قرار دیا ہے اور بعضون نے نہین منکرین کی دلیل یہ ہے کہ
اگر وہ شخص صالح ہے تو اس طرح کی ایذا دہی اُس سے نہین ہو سکتی کیونکہ یہ خلاف صلاحیت ہے
اور اگر فاسق و کافر ہے تو اسکو موکلین عذاب کے ہاتھ سے کیسے خلاصی مل سکتی ہے جو وہ ایسے
کام کی فرصت پائے اسیوجہ سے مجوزین کے اس بارہ مین دو گروہ ہو گئے ہین ایک جماعت کا
قول ہے کہ یہ امر از قبیل انقلاب نہین بلکہ ایک قسم کا مسخ اُخروی ہے جسکی اصل آخرت مین اور
بعد موت کے اکثر احادیث سے ثابت ہے اور سیوطی نے جامع صغیر مین کئی کتابون سے
تمہ حدیث معراج منامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین نقل کی واذا انتیتہ رجلا احتوشتہ
الشیاطین آہ چنانچہ اس حدیث سے بھی کچھ پتہ چلتا ہے اور جب یہ امر از قبیل مسخ اخروی ہے
تو عذاب سے خلاصی فاسق کے لیے کیسے لازم آسکتی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یہ ایک قسم کا عذاب ہی ہے
جسمین وہ گرفتار ہے چنانچہ علماء ماتریدیہ کا یہی مسلک ہے اور ملا معین جو معتمدین علماء ماوراءالنہر
سے تھے شرح برزخ مین لکھتے ہین کہ انسان کبھی عالم برزخ مین مسخ ہو کر جن ہو جاتا ہے اور
یہ تعذیب اور غضب خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جسپر وہ چاہتا ہے جیسے امم سابقہ
اور قرون ماضیہ مین لوگ بندر اور سوٗر ہو گئے تھے مگر اتنا فرق ہے کہ اس امت سے اس
عالم شہادت مین آنحضرت صلعم کی برکت سے یہ عذاب اُٹھ گیا ہے مگر وہ علامات ساعات کبریٰ جو
احادیث صحیحہ مین وارد ہوے ہین کہ قیامت کے قریب اس امت مین مسخ و خسف و قذف
ہوگا یا انسان مسخ ہو کر برزخ مین جن ہو جائیگا یہ غالباً کفار کے لیے ہوگا یا اُن مومنین کے لیے
جو ظالم اور موذی ہوتے ہین مگر یہ امر اُسوقت ہوگا جب اُن کو حالت جنابت مین موت آئے گی
اسیطرح جو مرتا ہے تو یہ مرین یہ نہین ہے کہ جو ایسا ہو وہ ممسوخ ہے بلکہ جسکو اللہ چاہے اور
صلحا اور اولیا مین مسخ نہین ہوتا اگرچہ وہ جنابت کی حالت مین مرین اور مسخ قیامت مین بھی
بہت ہوگا چنانچہ وارد ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بلعم بنایا جائیگا اور جنت مین جائیگا اور بلعم
دوزخ مین اور اسیطرح اُس شخص کی گردن کا گدھے کی گردن کی طرح ہونا جس نے اپنا سر
نماز مین قبل امام کے سر رکھنے یا اُٹھانے کے رکھا یا اُٹھایا ہو یا رشوت لینے والون اور جھوٹے حدیث
بنانے والون کا مسخ اور دوسرے گروہ کہتے ہین کہ یہ نہ انقلاب ہے نہ مسخ بلکہ یہ ایک قسم کی

سلہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ جسکو جنون نے پریشان کیا تھا ۱۲ منہ

مشابہت حرکات اور افعال کی ہے جو اصناف مختلفہ مین ہوتی ہے جیسے ہندی لوگ ٹیڑھی پگڑی باندھکر اور زلفین لٹکا کے چند لفظین پشتو سیکھ کر اپنے آپ کو روہیلا کہتے ہین اور ان کی معاملات مین خشونت اور بلا وجہ مار پیٹ کرتے ہین اور بحکم من تشبہ بقوم فہو منہم[1] ان افراد انسانی کو جو جنون کا کام کرتے ہین عُرف مین جن کہتے ہین اور بھوت بھی بلا اسکے کوئی تمیز اُن کے نام مین واقع ہو یہی مسلک اکثر علماء عراق و عرب کا ہے وھو[2] الاقوی والاصح نظراً الی الدلیل والیہ

کان یمیل سیدی الوالد قدس اللہ سرہ فی اثناء البحث فی ھذہ المسئلۃ کما وقع

مراراً عدیدۃ انتہی۔ **تحقیق انیق** جاننا چاہیے کہ جوھر لفظ جن خفا اور پوشیدگی پر دلالت کرتا ہے اسیوجہ سے جُنان بالفتح کے معنی رات کی تاریکی کے ہین کہ وہ عالم کو ڈھانپ لیتی ہے اور جنون کے معنی اس دیوانگی کے ہین جو عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اور جنین کے معنی اُس بچہ کے ہین جو مان کے پیٹ مین ہو اور ہر چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہین اور مجن و مجنہ بالکسر اور جنان اور جنانہ بضم ڈھال کو کہتے ہین کہ جس سے لڑتے وقت منہ اور ہاتھ ڈھانپ لیتے ہین اور جنہ بالضم اُس ہتیار کو کہتے ہین جو ڈھانپے اور بچائے رکھے اور وہ کپڑا جس سے عورت اپنے منھ اور ہاتھ ڈھانپے جنت درخت دار باغ کو کہتے ہین کہ وہ زمین کو ڈھانپ لیتا ہے اور پری کو بھی اسیوجہ سے کہتے ہین کہ وہ انسان کی آنکھون سے چھپی ہوئی ہے اور جنی اسی کی طرف منسوب ہے اور جنیۃ اسکا مونث ہے اور جنہ بالکسر یعنی پریان جمع ہے قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من الجنۃ[3] والناس اور دیوانگی کے معنی مین بھی آیا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہے ام بہ جنۃ[4] اور مجنہ زمین کثیر الجن کو کہتے ہین اور ایک مقام کا نام بھی ہے مکہ معظمہ کے قریب اور جان اسم جمع اور پریون کا باپ اور سرگین آنکھ والے سانپ کو بھی کہتے ہین جو موذی نہین ہوتا اور گھرون مین بہت ملتا ہے اور جن و جنہ بالکسر ملائکہ کے معنی مین بھی آیا ہے اور جن کو فارسی زبان مین پری اور ہندی مین دیوتا کہتے ہین اور جوان مین زیادہ خبیث اور شریر ہین اُن کو عربی مین شیطان اور فارسی مین دیو اور ہندی مین پریت کہتے ہین اور اگر تمرد اور تکبر اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے تو مارد کہتے ہین اور اگر اس حد سے بھی بڑھا ہوگا تو عفریت کہا جائیگا جسکی جمع عفاریت ہے منتخب اللغات مین ہے کہ اجنہ بفتح ہمزہ و کسرہ جیم و تشدید نون اُن بچون کو کہتے ہین جو مان کے پیٹ مین ہون یا قبر کے

[1] جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے اُسکا انہی مین شمار ہوگا ۱۲ منہ [2] اور یہی قوی اور صحیح تر بنظر دلیل کے ہے اور اسیطرف میرے والد ماجد قدس سرہ کا میلان خاطر تھا جبکہ اُنھون نے اس مسئلہ مین متعدد بار بحث کی ۱۲ منہ [3] جنون اور آدمیون سے ۱۲ منہ [4] کیا اُسے جنون ہے ۱۲ منہ

مردے یہ جنین کی جمع ہے اور عوام اجنہ کو جن کی جمع استعمال کرتے ہین یہ غلط ہے اور جن کی اصل باتفاق اہل اسلام آگ ہے جیسے آدمی کی اصل خاک کہ والجان خلقناہ من قبل من نار السموم[1] اور خلق الجان من مارج من نار[2] اور شیطان سے بھی بطور حکایت آیا ہے کہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین[3] سوال اگر کوئی کہے کہ ابلیس کا یہ قول قابل استدلال نہین کیونکہ ممکن ہے کہ اُس نے جھوٹ کہدیا ہو یا اپنی اصل حقیقت سے بے خبر ہو محض خیالی طور پر کہدیا ہو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہان ابلیس کے قول سے استدلال نہین ہے بلکہ موضع استدلال یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے ابلیس کے اس قول کی تکذیب نہ فرمائی حالانکہ جھوٹے کی تکذیب نہ کرنا باوجود اُسکے جھوٹے جاننے اور اُس تکذیب پر قدرت رکھنے کے بڑی بات ہے تو معلوم ہوا کہ شیطان اس قول مین سچا تھا سوال پھر اگر کوئی کہے کہ آگ مین کمال درجہ کی خشکی ہے اور جاندار کی زندگی بغیر رطوبت خاص کے ممکن نہین تو جن کہ جو آگ سے پیدا ہوے بغیر رطوبت کیسے زندہ رہ سکے اِس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسپر قادر ہے کہ آگ مین حسب ضرورت بقاے حیات رطوبت پیدا کردے کیونکہ آگ اور رطوبت کا جمع ہونا محال نہین ہے گرم پانی کو دیکھیے کہ اُس مین اجزاے ناریہ نفوذ کر آتے ہین اور باوجود حقیقت مائی کے باقی رہنے کے یہ اجزاے ناری اُس مین دیر تک ٹھہرے رہتے ہین اور جب اُسکو ہوا مین چھوڑ دیتے ہین تو وہ اجزا رقیق ہوکر ہو جاتے ہین اور پانی اپنی اصلی ٹھنڈک پر آجاتا ہے اسی طرح بھاپ جو گرم پانی سے اُٹھتی ہے وہ بھی اجزاے ناری ومائی سے مخلوط ہوتی ہے اور اجزاے ناری کی کثرت بنرنگی ہونے کی وجہ سے اوپر کو مائل ہوتی ہے اور اگر اجزاے مائی جو بسبب ثقل طبعی پستی کی طرف مائل ہین غالب ہوتی ہین تو بھاپ اُترنے کی طرف مائل ہوتی ہے تو جسطرح گرم پانی مین آگ و پانی کا میل ہے لیکن اجزاے مائی کو غلبہ ہوتا ہے اور اجزاے ناری بوجہ قلت پانی کے تابع اور محکوم ہوتے ہین اسیوجہ سے اُس نے اقتضاے طبعی یعنی عروج کو چھوڑ دیا ہے اسیطرح بھاپ مین دونون عنصر ملے ہین لیکن آگ غالب ہے اور اجزاے مائی قلت کی وجہ سے ثقل کو جسکی طرف اُن کا میلان طبعی ہے چھوڑ کر آگ کا حکم بمضمون دلالکثر حکم الکل پیدا کرکے اجزاے ناری سے مساوی ہو جاتے ہین تو اگر جنون کے بدنون مین بھی اُن کی بقاے زندگی کے لیے اجزاے مائی

---

[1] اور جنون کو ہمنے بنایا اس سے پہلے تیز آگ سے ۱۲ منہ [2] اور بنایا جنون کو دہکتی ہوئی آگ سے ۱۲ منہ [3] مجکو تو نے آگ سے بنایا اور اسکو خاک سے ۱۲ منہ

عنصر ناری مین شریک ہوکر قلت کے سبب سے سرعت نفوذ اور صعود اور لطافت مین آگ کا حکم لے لین اور ایک دوسرے کی رفاقت مین بسر کرین تو کوئی عجب بات نہین بلکہ اجزاے ہوائی بھی جن مین موجود ہین کلام مجید مین ضارالسموم سے اسی کی طرف اشارہ ہے سوال پھر اگر کوئی کہے کہ جن جب آگ سے بنے ہین تو جب وہ آسمان کی طرف چڑھتے ہین تو ملائکہ اُن کی طرف شہاب آتشی مارتے ہین اس سے کیا غرض ہے کیونکہ آگ کو آگ سے کیا ضرر پہونچ سکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالی نے جن کو آگ سے پیدا کیا جیسے آدمی کو خاک سے اور ظاہر ہے کہ آدمی فی الحال خالص خاک نہین ہے اسیطرح جن بھی اصل مین آگ سے ہین مگر اب صرافت آتشی پر باقی نہین جسکا سبب یہ ہے کہ یہی کھانا پینا گرم وسرد اور خشک وتر بنی الجان مین بھی مستعمل ہے اور غذا مین اللہ نے وہ قوت رکھی ہے جو اجزاے بدنی بڑھاتی ہے اور جو جزو پیدا ہوتا ہے اسکا مزاج کیفیات اربعہ مین غذا کے موافق ہوتا ہے لہذا جنون نے ناریت محضہ سے منتقل ہو کر چار طبیعتین پیدا کی ہین اور اعراض ناریہ کے سوا دیگر اعراض بھی اُن مین پائے جاتے ہین تو جس طرح بعض اعضاے انسانی مین حرارت یا رطوبت غالب ہوتی ہے باوجود اسکے کہ اُن کی اصل خاک ہے جو سرد وخشک ہے اسیطرح بعضے اعضاء جن مین بھی برودت یا رطوبت غالب ہوتی ہے اور اس کلام کا موید خود ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ آپنے فرمایا کہ مجھپر نماز کی حالت مین ایک شیطان ظاہر ہوا مین نے جو اسکا گلا دبایا تو اُسکے لعاب دہن کی ٹھنڈک میرے ہاتھ مین محسوس ہوئی اور بعضی روایتون مین ہے کہ اُسکی زبان کی خنکی مین نے اپنے ہاتھ پر پائی نیز آپ نے فرمایا کہ ابلیس آگ کا شعلہ میرے مُنھ مین لگانے لایا اور یہ بھی فرمایا کہ شب معراج مین نے جنون مین سے ایک عفریت دیکھا جو آگ کا شعلہ لیے مجھے ڈھونڈھتا تھا ظاہر ہے کہ اگر یہ اپنی صرافت ناریت پر باقی ہوتے تو لعاب دہن کہان سے آتا علاوہ اُسکے خنکی کے اور یونہی آگ کے شعلہ لانے کی ضرورت نہوتی بلکہ ہاتھ اور دیگر اعضا آگ کی طرح دہکتے ہوتے کہ آدمی جب اُن کو چھوتا تو جلجاتا واللہ اعلم حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز کے سورہ جن مین آیہ کریمہ واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ مجوس اور نا انصاف لوگ جنھون نے اللہ کے حکم سے سرکشی کی اور باوجود خدمت کی معزولی کے آدمیون کو فریب دیا کہ ہم معزول نہین ہین بلکہ اپنے گرو اُن کے خیال مین امور خداوندی مین شریک ٹھہرایا وہ دوزخ کے کندے ہوے فرماتے ہین کہ

سلہ ترجمہ جو لوگ بے انصاف ہین وہ دوزخ کا ایندھن ہین ۱۲ منہ

بعضے ملحدبیدین یہان پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ جنات کی پیدایش تو آگ سے ہے پھر اُنکو آگ مین پڑنے سے کیا رنج اور تکلیف ہوگی کیونکہ کسی چیز کو اپنی جنس سے کچھ تکلیف اور ایذا نہین ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنات کا اصل مادہ اگرچہ آگ ہے لیکن انکی صورت ترکیبی اور مزاج دوسری چیز ہے تو جب صرف آگ انکی صورت ترکیبی و مزاج کے منافی ہوئی تو آگ اور زیادہ اُس کی تکلیف اور عذاب کا سبب پڑے گی جیسے کہ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک ملحد نے یہی اعتراض کیا وہان ایک صاحب ظریف بھی موجود تھے اُنھون نے ایک بڑا پتھر اُٹھا کے اسکی ران پر دے مارا وہ ملحد شور و غل مچانے لگا اُن ظریف نے کہا کہ اس پتھر سے تم کو تکلیف و دُکھ پہونچنے کی کیا وجہ آخر تمھاری اصل بھی تو خاک ہی سے ہے اور یہ پتھر بھی اُسی سے ہے وہ لاجواب ہوگیا غرضکہ مزاج اور عذاب کی کیفیت ایک نہونے سے رنج و تکلیف کی اور زیادتی ہوتی ہے بخلاف کیفیت مزاج و کیفیت عذاب مختلف ہونے کی چنانچہ تجربہ اس کا شاہد ہے کہ صفراوی مزاج والے کو آگ اور دھوپ کے قرب سے جسقدر کلفت اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے اُس قدر بلغمی مزاج والیکو نہین ہوتی اسیطرح بلغمی مزاج والے کو دریا کے قرب اور سیر و ہوا سے جسقدر سُستی اور کسالت پیدا ہوتی ہے وہ صفراوی مزاج والیکو نہین ہوتی اور آگ کو حق تعالیٰ نے ایسی تاثیر دی ہے کہ تفریق اجزا اور رطوبات متماسکہ کی وجہ سے ہر ترکیب کو تحلیل اور ہر مزاج کو باطل کردیتی ہے جو رنج و الم ممزوج اور مرکب کو محسوس ہوتا ہے وہ ابطال مزاج اور تحلیل ترکیب کے سبب سے ہوتا ہے نہ مخالفت مادہ سے تاکہ ہم جنس ہونا اس کے بے المی کا سبب پڑے بالجملہ جن کا وجود کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہے اور زمان برکت نشان حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتک سب کا اعتقاد اُن کے وجود پر ہے اسواسطے کہ آیات صریحہ و احادیث صحیحہ اُن کے بارہ مین وارد ہوئی ہین تو ان کی انکار اہل ایمان کو کسیطرح نہین چاہیئے بلکہ یہود و نصاریٰ بھی چونکہ اُن کو اس کی متواتر خبرین حضرات انبیا علیہم السلام سے پہونچی ہین جن کے وجود کا اعتقاد رکھتے ہین اور بعضے اہل کتاب کی انکار بوجہ اُن کے قلت اعتنا کے انبیا علیہم السلام کے احوال و اقوال سے ہے نیز اُن کے عقول کے مغلوب الاوہام ہونے کی وجہ سے پھر بھی یہ کچھ جمہور کے اقرار کے خلاف نہین ہے بلکہ یہ بالکل ویسے ہے جیسے اکثر اور جمہور طائفہ مسلمین مقر ہین اور بعضے معتزلہ و جہمیہ و قدریہ جو نصوص ناطقہ سے اغماض کرکے عقول قاصرہ اور اوہام واہیہ کے پابند ہوئے ہین وہ منکر ہوئے لہذا ایسی انکار درجۂ اعتبار سے ساقط ہے اور جن کا وجود اس اتفاق کی حد پر ہے

کہ عامہ مشرکین عرب وغیرہم اولاد سام اور مشرکین ہند وغیرہم اولاد حام اور تمام کنعانی و یونانی اُن کے قائل ہوے بلکہ اُن کی مدد سے جلب منافع اور دفع مضار نیز عالم کون وفساد مین اُن کے تصرف ہونے کے معتقد ہوکر سرحد کفر وشرک تک پہونچ گئے وہ سحر جو کلدانیون اور یونانیون اور ہندیون کا وظیفہ ہے اُس کا دار و مدار بھی اسی پر ہے کہ وہ روحانیات اجرام علویہ وعناصر و جن وشیاطین ونفوس خبیثہ بنی آدم تسخیر کرتے ہین فاضل میبذی فواتح مین لکھتے ہین کہ حکماے مشائین جنون کی انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جن نفوس ناطقہ ہین کہ بدنون سے مفارقت کی اگر وہ نیک ہین اور اُن نیک نفوس کے جو اجسام مین ہین مدد کرتے ہین تو اُن کو جن کہین گے اور اگر وہ بُرے ہین اور بُرون کی مدد کرتے ہین تو اُن کو شیاطین کہین گے اور شیخ مقتول اُن کے وجود کے قائل ہین اور حکمت الاشراق مین لکھتے ہین کہ اہل دربند اور شہر بیانہ کے لوگ جنون کو بہت دیکھتے ہین اور حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ جن ارواح مختلف ہین جن مین سے بعض اجسام لطیفہ سے متجسد ہوتے ہین اور اُن اجرام پر دھوان غالب ہوتا ہے جیسے آدمی پر پانی اور خاک اور وہ بسبب لطافت اجسام اور قوت ارواح کے مختلف شکلون سے متشکل ہونے پر بھی قادر ہوتے ہین اور مزاولت اُن اعمال پر کرتے ہین جو وسعت بشری سے بھی زائد ہین اور اُن کی غذا وہ ہوا ہوتی ہے جو سائحہ طعام سے کیفیت ہوتی ہے اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی کے بارہ مین فرمایا ہے کہ انہا زاد اخوانکم من الجن یعنی یہ ہڈیان تمھارے جن بھائیون کی غذا ہین حضرت شیخ اکبر فرماتے تھے کہ مجھ سے بعضے مکاشفین نے بیان کیا کہ انھون نے جنون کو ہڈیون کے پاس جاتے اور اُسے سونگھ کر واپس چلے آتے دیکھا اور وہ بارہ گروہ ہین جن مین آپس مین لڑائیان ہوتی ہین بعضے کہتے ہین کہ آندھی اور بونڈرلے یہ اُنھین کی لڑائیان ہوتی ہین اور جب بظاہر محسوس ہوتے ہین تو جب تک اُن پر نگاہ رہتی ہے وہ غائب نہین ہوسکتے اور جب کوئی صورت اُن مین سے مار ڈالی جاتی ہے تو وہ برزخ مین منتقل ہوجاتے ہین انواریہ شرح حکمت الاشراق مین ہے کہ دربند ایک شہر ہے ولایت شروان سے اور دربنج ایک ولایت ہے آذربایجان سے وہان کے لوگون نے اُسکے مصنف سے بیان کیا کہ ہم نے جن دیکھے ہین اور مصنف کی غرض اس سے ایک گروہ مشائین کے مذہب کا رد ہے کیونکہ وہ وجود جن کے منکر ہین اور مصنف کے نزدیک یہ بتواتر ثابت ہے اور اُنھون نے خود بھی دیکھا ہے اور کلام مجید مین کئی جگہون مین وجود جن کی تصریح آئی ہے تو اُن کی انکار جہل محض ہے اور چونکہ جنون کے بدن مادہ سے منزہ ہین اسوجہ سے

وہ ہاتھ سے چھوئے نہین جا سکتے اور وہ نفوس خبیثہ جس شخص مین تصرف کرتے ہین تو اُسکی
یہ حالت ہوجاتی ہے کہ گویا اُسکو زرہ پہنائی جاتی ہے یا اُسپر کوئی بھاری چیز پڑتی ہے یا اُسکے
جوڑون کو کوئی پکڑے ہوئے ہوتا ہو اور کوئی کام کرنے نہین دیتا اسیطرح کے اور حالات بھی
اُسپر وارد ہوتے ہین اُسوقت اگر وہ تلاوت اسماء الٰہی یا قرآن مین مصروف ہون تو اُن نفوس
سے اُن کو ضرر نہین پہونچتا اور نہ وہ نفوس خبیثہ و شیطانیہ ہر شخص کو ہر وقت ایذا دے سکتے
ہین بلکہ جس شخص سے اُنکو مناسبت ہوتی ہے تو باقتضائے وضع فلکی وہ اُسکے پاس ظاہر ہوتے
ہین یا اُسکے جسم مین تصرف کرتے ہین جس سے نفس ناطقہ اعضائے جسمانی کے استعمال سے
بیکار ہوجاتا ہے اسیوجہ سے وہ کہتا ہے کہ مین فلان اور فلان کا بیٹا ہون اور فلان شہر مین
رہتا ہون وغیرہ وغیرہ اور یہی حال بعض اوقات اور نفس کے تصرف سے دوسرے بدن
مین بھی پیدا ہوتا ہے اور بعضے اوقات مالیخولیا کے مرض کی وجہ سے بھی اور اُن نفوس شریرہ
کے تصرف سے دماغ مین بھی خلل ہوتا ہے کیونکہ جس طرح نفس اعمال جسمانی سے متاثر ہوتا ہی
اسیطرح جسم بھی حال نفس بدل جانے سے متاثر اور منفعل ہوتا ہے چنانچہ مجھے بالذات اُسکے
تجربہ صحیحہ ہوئے ہین اور شرح طوالع اصفہانی مین لکھا ہے کہ عقول کو عرف شرع مین ملاء اعلیٰ
اور حملۃ العرش کہتے ہین اور نفوس فلکیہ کو ملائکہ سماویہ اور نفوس سفلیہ مدبر عناصر اربعہ و انواع کائنات
کو ملائکہ ارضی کہتے ہین اور نفوس ناطقہ انسانی و حیوانی اور نفوس نباتیہ اور معدنیہ کو نفوس ارضیہ
کہتے ہین اور جو نفوس مجردہ کہ اجسام کے مدبر نہین ہوتے اگر وہ بالذات نیک ہوتے ہین تو
اُن کو ملائکہ کروبین کہتے ہین اور اگر وہ بالذات شریر ہوتے ہین تو شیاطین کہتے ہین اور اگر
بالذات نہ اچھے ہوتے ہین نہ بُرے ان کو جن کہتے ہین یہ کلام تو متکلمین کا ہے اور حکما کے کلام
سے معلوم ہوتا ہے کہ جن و شیاطین اُن نفوس شریرہ کو کہتے ہین جو ابدان سے مفارقت کر چکے
ہین اگر وہ شریر ہوتے ہین تو اُن نفوس کے ساتھ جو بالفعل بدنون سے متعلق ہین میل کر کے
اُن کی بُری باتون مین مدد کرتے ہین اور اگر نیک ہین تو اُن نفوس کو اچھے کامون پر
رغبت دلاتے ہین اور معتزلہ کہتے ہین کہ ملائکہ اور جن و شیاطین متحد فی النوع اور مختلف
فی الافعال ہوتے ہین یعنی جو فاعل خیر ہے وہ ملک ہے اور جو فاعل شر ہے وہ
شیطان اور جو کبھی فاعل خیر ہے اور کبھی فاعل شر وہ جن ہے اسیوجہ سے ابلیس کا
کبھی گروہ ملائکہ مین اور کبھی گروہ جن مین شمار ہوتا ہے انتہیٰ اور حکما کے کلام سے جو اس

ضعیف کی سمجھ مین آیا ہے وہ یہ کہ بعضے جن وشیاطین نفوس بشریہ سے ہوتے ہین جنھون نے اس عالم سے قطع تعلق کرلیا ہے اور بعضے نفوس مجردہ ہوتے ہین کہ مبادی عالیہ سے فائض ہو کر جسم مثالی سے متعلق ہو گئے اور ہمیشہ بڑے طبقون مین سائر رہتے اور باقتضاء اوضاع افلاک اُن بعضے لوگون کے پاس جو نفساً اُن سے مناسبت رکھتے ہین آتے ہین اور ممکن ہے کہ نفوس جنیہ وشیطانیہ کی مثالی صورتین متعدد ہون اور ہر صورت کے مظاہر متعدد اسیطرح ہر صورت کے ہر مظہر مین اوقات ظہور بھی معین ہون اور تمام امور غریبہ عالم مثال کا جاننا طاقت بشری سے خارج ہے کیونکہ وہ عالم غیر متناہی ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا آبن کونہ بغدادی

شرح تلویحات مین لکھتے ہین کہ مصنف کا یہ قول کہ وما تری من الغول والجن والشیاطین فهو من اسباب باطنیة تخئیلیة یعنی یہ جو تم غول اور جن وشیطان کو دیکھتے ہو یہ سب باطنی خیالی اسباب ہین شارح کہتے ہین کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے وجود عینی کا مصنف قائل نہین ہے بلکہ اُس کے نزدیک یہ چیزین محض خیالی ہین حالانکہ درحقیقت ایسا نہین ہے حکمۃ الاشراق مین لکھا ہے کہ ایک بڑی جماعت اہل دربند اور اہل میانج نے اس امر کی شہادت دی کہ انھون نے ایسی صورتین بہت دیکھی ہین اور اکثر جنانٹ شہر کے اُن کو ایک بارگی ایسے مجمع عظیم مین اس طرح برنظر آتے تھے کہ جس کا دفع ممکن نہ تھا اور یہ کچھ ایک دو بار نہین ہوا بلکہ بساوقت وہ چیزین ظاہر ہوتی تھین اور لوگ دیکھتے تھے مگر اُن تک ہاتھ ان تک نہین پہونچتے تھے یہ خود مصنف نے نقل کیا ہے اور مصنف کا کلام ایسی باتون مین خود ان اشیا کے وجود خارجی کے مخالف نہین ہے کیونکہ خیال ہی اُن کو ظاہر کرتا ہے گو یہ چیزین خیال سے منطبع نہین ہوتی ہین جس طرح آئینہ صورتون کو ظاہر کردیتا ہے اور صورتین اُس سے منطبع نہین ہوتی ہین اور متکلمین کے نزدیک جن وہ حیوان ہوائی ناطق شفاف جسم ہے جسکی شان یہ ہو کہ وہ مختلف شکلون سے متشکل ہو اور غول وشیاطین اُس کے اقسام ہین اور منکرین وجود جن کی دلیل یہ ہے کہ اُن کے جسم یا لطیف ہین یا کثیف اگر ایسے لطیف ہین کہ دیکھے نہین جاسکتے جیسے ہوا تو چاہیئے کہ وہ افعال شاقہ پر قادر نہون حالانکہ ایسا نہین ہے اور اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ کسی ادنیٰ سبب سے اُن کی ترکیبین فاسد ہوجایئن حالانکہ مثبتین کے نزدیک ایسا نہین ہے اور اگر وہ اجسام کثیفہ ہین تو چاہیئے کہ اُن کو ہر سلیم الحس دیکھ سکے کیونکہ اگر یہ ممکن ہوگا کہ ہمارے سامنے کوئی چیز ہو اور ہم اُسے نہ دیکھین تو یہ بھی ممکن ہوگا کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور دریا

ہون اور ہم اُن کو نہ دیکھین حالانکہ یہ غلط ہے اِس کا جواب یہ ہے کہ لطیف کا اطلاق اُس چیز پر آتا ہے جسمین رنگ نہو جیسے آسمان اور بلور کہ یہ دونون جسم لطیف ہین اور رقیق قوام والی چیز کو بھی لطیف کہتے ہین جیسے شراب کہ وہ بھی جسم لطیف ہے تو اگر لطیف سے مراد یہ ہے کہ جسمین رنگ نہو تو ہم کہینگے کہ جن جسم لطیف ہے اور اُسکے لطیف یعنی رنگین نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ افعال شاقہ پر قادر نہون کیونکہ یہ تو جب لازم آتا کہ جب لطیف بمعنی رقت قوام ہوتا اور اگر لطیف بمعنی رقت قوام ہے تو پھر ہم یہ کہین گے کہ جن جسم کثیف ہے تو اُن لوگون کا یہ الزام کہ پھر اُن کو ہر سلیم الحس دیکھ سکے لازم نہ آویگا کیونکہ یہ تو جب ہوتا کہ جب اُن مین رنگ ہوتا کیونکہ وہ شفاف ہین اور شفاف دکھائی نہین دیتا اور ہم یہ بھی کہین گے کہ رقیق القوام افعال شاقہ کرنے پر ممکن ہے کہ بوجہ امور روحانی قادر ہو جنکو ہم نہین جانتے اور انھین امور کی وجہ سے اُن کی ترکیبین فساد سے محفوظ رہتے ہون یا اُنکی وجہ سے بحالت فساد تحلیل شدہ کا عوض آجاتا ہو جیسے ارواح حامل القوی مین ہوتا ہے اور یہ بھی ہم نہین مانتے کہ ہر رنگین چیز کو ہر سلیم الحس جبکہ وہ اُس کے سامنے ہو تو دیکھ ہی سکے کیونکہ ممکن ہے کہ وہان کوئی مانع ہو جسکو ہم نہ جانتے ہون شرح مقاصد مین ہے کہ وجود ملائکہ اور جن وشیاطین کا قائل ہونا اُس قسم سے ہے جسپر کلام اللہ اور کلام انبیا ناطق ہے اور عقلا کا اجماع بھی منعقد ہے اور مشاہدہ جن اکثر عقلا وارباب مکاشفات سے منقول ہے لہذا اُن کی انکار کی کوئی وجہ نہین اور اُن کے اثبات کی ادلہ عقلیہ سے ضرورت نہین اکثر لوگون کا قول ہے کہ ملائکہ جسم لطیف نورانی ہین اور مختلف شکلون سے متشکل ہونے پر قادر ہین اور علم کامل اور افعال شاقہ پر قادر ہین اور طاعات کرنا اُن کی شان ہے اور اُن کے مکانات آسمان ہین اور وہ اللہ کے رسول ہین نبیون کیطرف اور وحی کے امین رات دن تسبیح کیا کرتے ہین تھکتے نہین ہین اور جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے اُسکی وہ نافرمانی نہین کرتے اور جن اجسام لطیفہ ہوائی ہین جو مختلف شکلون سے متشکل ہوتے ہین اور اُن سے افعال عجیبہ ظاہر ہوتے ہین انمین بعضے مسلمان ہوتے ہین اور بعضے کافر اور بعضے مطیع اور بعضے عاصی اور شیاطین اجسام ناری ہین جو لوگون کو فساد و گمراہی مین ڈالتے ہین اور گناہون اور لذتون کے اسباب یاد دلاتے ہین اور طاعتون کے نفع بھلاتے ہین جیسا کہ

اللہ تعالے نے شیطان سے حکایت کرکے فرمایا ہے کہ وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم یعنی مجھے جبر زور نہین تھا مگر یہ کہ مین نے تم کو پکارا تھا اور تم نے قبول کر لیا تھا تو مجکو نہ ملامت کرو بلکہ اپنی ذاتون کو ملامت کرو

مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّي كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور مین تمھارا فریادرس نہین ہون اور نہ تم میرے فریادرس ہو مین نہین قبول رکھتا جو تمنے مجھکو پہلے شریک ٹھہرایا تھا بیشک جو ظالم ہین اُن کے لیے دُکھ دینے والا عذاب ہے یعنی شیطان کا کچھ زور انسان پر نہین ہے سوا اسکے کہ وہ بُری بات کا مشورہ دیتا ہے تو اُس کا مان لینا گناہ ہے بعض کہتے ہین کہ ان تینون قسمون کی ترکیب انھین چار عناصر سے ہے فرق اتنا ہے کہ شیطان پر عنصر ناری غالب ہے اور ملائکہ اور جن پر عنصر ہوائی اور یہ اس لیے کہ امتزاج عناصر کبھی قرب اعتدال سے نہین ہوتا بلکہ بقدار صالح غلبہ عناصر سے ہوتا ہے تو اگر غلبہ عنصر ارضی کو ہوگا تو ممتزج مائل بہ عنصر ارضی ہوگا اور اگر عنصر مائی کو غلبہ ہوگا تو پانی کی طرف اور اگر ہوائی تو ہوا کی طرف اور اگر ناری تو آگ کی طرف مگر وہ بلا جبر کے جدا نہین ہوتا یا یہ کہ وہ حیوان ہو تو باختیار جدا ہو سکتا ہے مگر اُس غلبہ کی کوئی حد معین نہین ہے بلکہ بلحاظ انواع ممتزجات کہ جس مین یہ عنصر قائم ہے اُسکے مراتب مختلفہ ہین اور چونکہ ہوا اور آگ دونون نہایت لطیف اور شفاف ہین تو ملائکہ اور جن اور شیاطین منافذ اور دروازون مین بھی جا سکتے ہین یہان تک آدمی کے پیٹون مین بھی مگر حس بصر سے وہ دیکھے نہ جائینگے لیکن جب ان ممتزجات سے مخلوط ہون جن پر ارضیت اور مائیت دونون غالب ہے اور اُن پر محجابات ہون اور وہ اُن کو اپنا لباس بنالین تو البتہ جیسے لوگون کے بدن دیکھے جاتے ہین ویسے یہ بھی دیکھے جاسکینگے اور ملائکہ اکثر انسان کے مددگار اُن اعمال پر ہوتے ہین جن سے انسان اپنی قوت سے عاجز ہوتا ہے مثلاً دشمنون پر غلبہ یا ہوا مین اُڑنا اور پانی پر چلنا اور مضطرون کو خاص کر بہت آفتون سے بچاتے ہین اور جن اور شیاطین بعض لوگون مین مثل سحر اور طلسم اور نیرنجات وغیرہ سے اُن کی مدد کرتے ہین یہان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ملائکہ وجن وشیاطین اگر وہی جسم ہونگے جو عناصر اربعہ سے مرکب ہین تو چاہیے کہ ہر سلیم الحس اُن کو دیکھ لے جیسے اور مرکبات کو دیکھتا ہے ورنہ پھر یہ ممکن ہے کہ ہمارے سامنے بلند پہاڑ یا بلند آوازین ہون اور ہم اُن کو نہ دیکھ سکین و سن سکین حالانکہ عقلاً یہ باطل ہے جسطرح کہ علوم عادیہ کی شان ہے اور اگر غلبہ لطیف کو ہوگا ایسا کہ وہ لطافت ممتزج کو دیکھنے نہ دے گی تو چاہیے کہ وہ دیکھے ہی نہ جائین اور اُن کے بدن پھٹ جائین اور ادنی سبب سے اُن کی ترکیبین مختل ہو جائین حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ بعض انبیا اور اولیا کا جنون کو دیکھنا متواتر آیا ہے اور جنون کا اُن سے باتین کرنا اور زمانہ دراز تک باقی رہنا بھی

باوجود سخت ہواؤن کے چلنے اور تنگ منافذ مین گھس جانے کے اگر وہ مرکبات مزاجیہ
سے ہوتے تو وہ صور نوعیہ اور امزجہ مخصوصہ اشکال مخصوصہ کے مقتضیات سے ہوتے
جیسا کہ اور ممتزجات مین ہے اور وہ متشکل باشکال مختلفہ نہو سکتے اس کا جواب یہ ہے
کہ ہم اس ملازمت کو سوا اس حالت کے نہین مانتے کہ جب یہ کہا جاوے کہ ممکنات
قادر مختار کیطرف منسوب ہین تو ظاہر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالی اُن کے دیکھنے
کی قوت بعضی آنکھون مین بعضے حالات مین پیدا کردے اور اپنی قدرت اور ارادہ
سے اُن کی ترکیب محفوظ رکھے اور شکلین بدل دے لیکن درصورت قائل ہونے کے
ممکن ہے کہ اُن مین عنصر کثیف سے وہ مقدار ہو جسکے ساتھ بعضے ان کو بعض حالون
مین دیکھ لیتے ہون یا وہ کبھی ظاہر کثیف جسمون مین ہوتے ہون جو بمنزلہ پردہ وچادر کے
ہون تو وہ اسوقت دیکھ لیے جاسکتے ہین جب اُن جسمون مین آئین اور اُن کے نفوس
یا امزجہ یا صور نوعیہ اس حیثیت کے ہون جو اُس کی ترکیب کو اختلال سے محفوظ رکھین
اور اُن کی شکلین موافق اختلاف اوضاع واحوال کے بدلتی رہین یا اُن مین عقل وفہم ہو
جس سے وہ حیات منبعثہ الرواح اور دیگر اسباب اختلال تراکیب کو جان لین اور اُن سے
احتراز کرین اور ایسی جگہ پر آکر رہین جہان ضرر سے بچین رہا یہ جواب کہ اُن کی لطافت شفافی کے
معنی مین ہے نہ رقت قوام کے تو یہ اُسکے مناسب نہین جو جنات کے حال کے متعلق منقول
ہوا کہ وہ تنگ منافذ مین گھس جاتے اور اُن واحد مین مختلف چھوٹی بڑی صورتون مین ظاہر ہوتے
ہین علامہ شیرازی شرح حکمۃ الاشراق مین لکھتے ہین کہ دنیا مین ایسے نفوس موجود ہین جن کے افعال
حواس مین ظاہر ہوتے ہین اور اُنکی ذاتین حواس سے پوشیدہ اور عقلون مین ظاہر ہوتے ہین اور وہی
ملائکہ سماویہ اور جن وشیاطین ہین کیونکہ وہ جو جسم اختیار کرتے ہین وہ اسوقت کہ جب انکو مہذبہ و متبصرہ
چھوڑتے ہین اور طبقات افلاک مین سرور اور خوش پھرتے ہین اور وہی ارواح طیبہ خیر کہے جاتے ہین
اور اُنھین مین سے وہ ملائکہ ہین جو عالم کے محافظ ہوتے ہین اگر وہ روحین غیر مہذبہ و متبصرہ حالت
مین مفارقت کرین تو ملکوت سماوات کی طرف ترقی نہ کرینگے بلکہ عالم مثالی ہی مین متعلق رہین گے
اور طبقات دوزخ مین آیا جایا کرین گے اور اس عالم مین اُن کے مظاہر ہونگے جنمین وہ کبھی کبھی
ظاہر ہوا کرینگے انھین کو ارواح خبیثہ وشریرہ کہین گے کہ وہ جن وشیاطین کے اقسام
سے ہین اور عالم مین تباہی ڈالتے ہین ملا عبد الحکیم حاشیہ بیضاوی مین لکھتے ہین کہ تفسیر کبیر

مین ہے کہ ملائکہ اجسام ہوائیہ ہین اور شرح مقاصد مین ہے کہ اجسام نورانیہ ہین اور
خیر محض اور جن اجسام لطیفہ ہوائیہ خیر بھی ہوتے ہین اور شریر بھی اور شیاطین
اجسام ناریہ شریرہ ہین اور بعضے کہتے ہین کہ یہ تینون قسمین عناصر کے امتزاج سے
مرکب ہوتے ہین مگر فرق یہ ہے کہ ہر ایک چیز مین وہی غالب ہوتی ہے جو سابقاً بیان
کی گئی اور چونکہ ہوا اور آگ نہایت لطیف ہین تو ملائکہ وجن وشیاطین بھی ایسے ہونگے
جو تنگ منفذون مین در آتے ہون گے حتی کہ آدمی کے پیٹون مین اور آنکھ سے وہ دیکھے
نہین جاتے مگر جبکہ وہ اکتساب ان ممتزجات سے کرین کہ جن مین ارضیت ومائیت غالب ہوتی
ہو تو البتہ دکھائی دین گے جیسے کہ حیوان اور انسان کے جسمون مین **سوال** کوئی شخص
جن کو دیکھ سکتا ہے یا نہین **جواب** دیکھ سکتا ہے اور یہ جو شیخ ابی الحسن محمد بن الحسین
سجستانی آبری محدث صاحب ابن خزیمہ نے حضرت امام شافعی کے مناقب مین لکھا ہے
کہ حرملہ نے بیان کیا کہ مین نے امام شافعی کو کہتے سنا کہ جس عادل کو یہ خیال ہو کہ وہ جن کو دیکھتا ہے تو
مین اسکی گواہی باطل کہتا ہون کیونکہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لا
ترونہم یعنی وہ دیکھتا ہے تم کو اور اس کا کنبہ اس طرح سے کہ تم نہین دیکھتے ہو ان کو البتہ اگر نبی یہ گمان
کرے تو ٹھیک ہے اور اسی بیان کو بیہقی نے شافعی کے مناقب مین لکھا ہے اور شافعی سے ربیع راوی
ہین مگر اس مین اس آیت کا ذکر نہین ہے حافظ ابن حجر کہتے تھے کہ شافعی کا یہ قول اُس شخص کے
کہنے پر محمول ہوگا جو جنون کو اُن کی اصلی اور پیدائشی صورتون پر دیکھنے کا دعوی کرتا ہوگا اور جو یہ کہتا
ہو کہ مین اُن کو اور جانورون کی صورت پر دیکھتا ہون جبکہ وہ اُن کی صورت اختیار کرتے ہین تو اس کا
یہ کہنا بیجا نہین ہے کیونکہ بہت سی حدیثون مین جنون کا مختلف صورتون مین ظاہر ہونا آیا ہے
اور اولیاء کے جنون کو اُن کی اصلی صورتون پر دیکھنے کی نفی صاف صاف دلیل شرعی کی محتاج ہے
اور ایسا نہین ہے قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ ہو سکے گی وہ ولی کی کرامت بھی ہو سکے گی
سوا اُسکے جو نبوت سے متعلق ہو کہ وہ خاص نبی ہی کے لیے ہے اس کے علاوہ سیوطی تفسیر
درمنثور مین لکھتے ہین کہ ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ مین اپنی سند سے سہل بن عبداللہ سے
نقل کیا کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے دیار عاد کے ایک گوشہ مین ایک شہر دیکھا پتھر کا بنا ہوا اور اسکے
اوسط مین ایک پتھر کا مکان بنا تھا اُس مین جن آیا کرتے تھے مین اُسکے اندر گیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا
آدمی بہت جسیم وجسیم ایک جبہ صاف ستھرا پہنے کعبہ کی طرف کھڑا نماز پڑھتا ہے مجھے اُسکی جسامت پر

تو اتنا تعجب نہین ہوا جسقدر کہ اُسکے جبہ کی صفائی اور ستھرائی سے مین نے اُسے سلام کیا اُس نے
جواب دیا اور کہا کہ اے سہل کپڑون کو مین پرانا نہین کرتے بلکہ گناہ اور رشوت خواری پرانا
کرتے ہین مین یہ جبہ سات سو برس سے پہنے ہون اور اُسی کو پہنے ہوے مین حضرت عیسی علیہ السلام
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہون اور اُن پر ایمان لایا مین نے پوچھا تم کون ہو اُس نے
کہا کہ مین اُن جنون مین سے ہون جنکے بارہ مین سورۂ جن نازل ہوئی اور ایک صدی کے
بعد جنون کے صحابی ہونے کی تحقیق ہوئی ہے اور جو صحابہ کہ اُن مین مشہور ہوے اُنکا تعین
بھی ہوا ہے اور کسی نے اس کی انکار نہین کی ہے چنانچہ اسکو تفصیل سے شیخ ابراہیم کردی نے
اپنی کتاب مسالک الابرار مین لکھا ہے **نقل** مولانا جلال الدین دوانی شیخ عالم سید صفی الدین عبد الرحمن
الایجی قدس سرہ سے اور وہ شیخ ابو بکر سے اور وہ شیخ برہان موصلی سے جو بزرگ متقی تھے نقل
کرکے کہتے تھے کہ مین ایک بار بارادۂ حج مصر سے مکہ گیا ایک جگہ جاکر اُترا وہان ایک سانپ
دکھائی دیا میرے ساتھیون نے اُسکو مارنا چاہا چنانچہ میرے چچازاد بھائی نے اُسے
مارا پھر دیکھا کہ اُسے کوئی اُٹھا لیچلا اور ہم اُسکو جاتے دیکھتے تھے سب لوگ گھوڑون پر سوار
ہوکے اُسکے پیچھے دوڑے کہ اسکو چھوڑا لائین مگر کوئی نہ چھڑا سکا سب لوگ اس واقعہ سے
بہت متردد ہوے جب شام ہونے لگی تو دیکھا کہ وہ چچازاد بھائی آگیا سب لوگ بہت خوش
ہوے اور پوچھنے لگے کہ تجھپر کیا گذری اُس نے کہا کہ مین نے جو سانپ مارا تھا تو مجھے کوئی
شخص اُٹھائے گیا اور لیجاکر ایک گروہ جنات مین پہونچا دیا اُسمین بعض نے مجھسے کہا کہ تم نے
میرے باپ کو مارا اور بعض نے کہا کہ تم نے میرے بھائی کو اور بعض نے کہا کہ تم نے میرے
چچا کے بیٹے کو اور یہ کہکر سب مجھپر جھک پڑے بعد اُسکے مین نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہو اُس نے
مجھسے کہا کہ تم کہو کہ مین وحدانیت حق اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہون اور مسلمان ہون
چنانچہ مین نے کہا تب اُس نے اُن جنون سے کہا کہ اُسکے حکم کو شریعت پر رکھو وہ سب
مجھے لیکر ایک بڑے بزرگ کے پاس لے گئے جب مین وہان پہونچا تو اُس نے کہا کہ اسکو چھوڑ دو اور
کچھ دعوے نہ کرو لوگون نے کہا کہ اسکی اولاد یہ دعوے کرتی ہے کہ اسنے ہمارے باپ کو مارا ہے مینے
کہا کہ ہرگز مین نے نہین مارا ہم سب تو بیت اللہ کے مسافر ہین اس مقام پر اُترے تھے وہان ایک سانپ
نکلا تھا لوگ اُسے مارنے دوڑے مین بھی اُن مین تھا مین نے اُسے مارا جب اُس بزرگ نے میرا
بیان سنا تب پھر کہا کہ اُسکو چھوڑ دو مین نے بطن نخلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے غیر کے لباس مین مارا جائے تو نہ اُسکی دیت ہے نہ قصاص
نقل حضرت عمر بن عبد العزیز ایک مرتبہ جنگل مین کچھ لوگون کے ساتھ چلے جاتے تھے وہان
اُنھون نے ایک مرا سانپ پڑا دیکھا اپنی چادر سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اُسمین اُسے کفنایا اور دفن
کر کے اپنی راہ لی فوراً سب لوگون نے سُنا کہ کوئی کہتا ہے کہ اے سرق مین گواہی دیتا ہون مین نے
تیرے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب تو جنگل مین
مریگا اور تیرا کفن اور دفن ایک مرد صالح کرے گا پھر اُس کہنے والے سے عمر بن عبد العزیز
نے پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ مین اُن جنون سے ہون جنھون نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے قرآن سنا تھا اب اُن مین سے ایک مین ہی باقی رہ گیا ہون اور اس مردہ کا نام
سُرّق ہے تفسیر فتح العزیز مین ہے کہ یہ اُنھین جنون مین کے تھے جنھون نے آنحضرت کے
دست مبارک پر بیعت کی تھی حیات الحیوان مین عبد اللہ بن حسین مصیصی سے منقول ہے کہ
وہ کہتے تھے کہ مین طرطوس گیا تو مجھ سے لوگون نے بیان کیا کہ یہان ایک عورت ہے
جسکا نام ہوس ہے اُس نے اُن جنون کو دیکھا ہے جو اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بن کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گئے تھے مین اُس عورت کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ
چت لیٹی ہوئی ہے مین نے اُس سے کہا کہ کیا تو نے اُن جنون مین سے کسی کو دیکھا ہے
جو ایلچی بنکر آنحضرت کے حضور مین گئے تھے اُس نے کہا ہان مین نے دیکھا ہے مجھ سے
حدیث بیان کی سمحج نے جسکا نام آنحضرت نے عبد اللہ رکھا تھا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارا رب آسمان و زمین پیدا کرنے کے پیشتر کہان تھا تو آپ نے فرمایا کہ
ایک نور کی مچھلی پر جو نور مین تیرتی پھرتی تھی یعنی اُسوقت کوئی چیز اُس مچھلی کے سوا مخلوقات
مین سے موجود نہ تھی اور اللہ تو مکان سے منزہ ہے نور کی مچھلی یا نور کے دریا سے مراد وہ اُمور ہے
جسکا سر دریافت کرنے سے عقل عاجز اور قیاس قاصر ہے اس طرح کی تمثیلین مخاطب کے فہم کے
موافق قرآن و حدیث مین بہت سی آئی ہین لہذا یہان تاویل یہ کرنا چاہیے کہ نور کی مچھلی سے مراد انوار
اسما و صفات ہین اور دریاے نور سے مراد ذات جامع الصفات ہے جسطرح مچھلی کیلیے دریا کا ہونا ضروری ہے ویسے ہی
صفات حق ذات حق کے لیے لازم غیر منفک ہین تو خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ اپنی صفات سے موصوف تھا اور اسکے
ساتھ کوئی چیز نہ تھی پھر اُس نے کہا کہ مین نے آنحضرت سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ جس بیمار قریب موت
کے پاس سورہ یٰسین پڑھی جاے وہ سیراب مریگا اور قبر مین سیراب داخل ہوگا اور قیامت کے دن بھی سیراب اُٹھایا جائیگا

تفسیر معالم التنزیل مین معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اپنے مرنے والون پر سورۂ یٰسین پڑھا کرو **نقل** ایک بار امام احمد سخت بیمار ہوئے اُن کے والد سرہانے یٰسین پڑھنے لگے جب پڑھ چکے تو شہادت تلقین کرنے لگے جب لا الہ الا اللہ کہتے تو امام احمد اُسکے جواب مین لا کہتے یعنی نہین اس بات سے اُنکے سوء خاتمہ کا بہت ڈر ہوا جب اُنکو اُس حالت سے افاقہ ہوا تو اُن سے یہ قصہ بیان کیا گیا اُنھون نے کہا کہ اُسوقت شیطان انسان کی صورت مین میرے سامنے کھڑا کہتا تھا کہ اسے احمد مجھ سے تم اب بے اندیشہ ہو جاؤ اُسکے جواب مین لا کہتا تھا پھر مین نے ایک بہت خوبصورت جوان دیکھا جو اُسکو ہٹاتا تھا مین نے پوچھا تم کون شخص ہو اُس نے کہا کہ مین سورۂ یٰسین ہون کما فی حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ تفسیر فتح العزیز مین ہے کہ اُن جنون مین سے جو صحابی تھے ایک عمرو بن جابر تھے جن کی صفوان بن معطل نے تجہیز و تکفین کی تھی دوسرے عمرو تھے جو کافر جنون کی لڑائی مین شہید ہوئے تھے اور اُنھین مین سے ایک سُرّق تھے جنکا ذکر اوپر بیان ہوا اور اُنھین مین سے ایک حرق نام جنیہ عورت تھی اسکو بھی عمرو بن عبد العزیز نے کر مین دفن کیا تھا اور امام احمد اور بزاز اور ابو یعلے اور بیہقی اور اور محدثین نے بلال بن حارث سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھا عرج[1] مین مقام ہوا مین نے اپنے خیمہ سے نکل کر چاہا کہ آپ کے پاس جاؤن دیکھا تو آپ دور جنگل مین خیمون سے علحدہ تنہا تشریف رکھتے مین جب آپ کے قریب پہونچا تو شور و غل کی آواز سنی معلوم ہوا کہ گویا بہت سے لوگ آپس مین جھگڑ رہے ہین مین ٹھہر گیا اور سمجھا کہ آپ کے پاس مردان غیب کا ہجوم ہے اسوقت جانا مناسب نہین پھر تھوڑی دیر مین آپ تشریف لائے اور مجھکو دیکھکر ہنسے مین نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شور و غل کیسا تھا فرمایا کہ مسلمان اور کافر جنون مین رہنے کے بارے مین جھگڑا تھا میرے پاس فیصلہ کیواسطے آئے تھے مین نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمان جنات ملک جلس[2] مین رہین اور کافر جن ملک غور[3] مین باہم ملکر رہین کثیر بن عبد اللہ راوی حدیث کہتے تھے کہ مین نے تجربہ کیا ہے کہ جس شخص کو جلس کے ملک مین کچھ جن کا آسیب ہوتا ہے تو وہ جلد اچھا ہوتا ہے ہلاک نہین ہوتا اور جسکو غور کے ملک مین جن کا آسیب

---

[1] عرج بفتح عین و سکون را و جیم ایک قصبہ کا نام ہے شہر فرع کی عملداری مین اور وہ مدینہ طیبہ سے کئی دن کی سافت پر ہے نیز ایک پہاڑ کا نام ہے کہ کے راستہ مین وہانسے تہامہ شروع ہوتا ہے ۱۲ مجمع البحار [2] جلس بجیم مفتوح اور سکون لام کے ساتھ بلاد نجد کو کہتے ہین ۱۲ قاموس [3] غور غین منقوط کے ساتھ زمین پست کو کہتے ہین اور اس پست زمین کا نام ہے جو تہامہ سے مغرب جانب ہے اور ایک جگہ ہے بلاد بنی سلیم مین ۱۲ قاموس

ہوتا ہے تو اکثر وہ مرہی جاتا ہے اور خطیب جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر مین تھے آپ ایک کھجور کے نیچے بیٹھے تھے کہ یکایک ایک کالا سانپ بہت بڑا نکلا اور آپ کی طرف چلا لوگون نے اُسکو مارنا چاہا آپ نے فرمایا کہ اس کومت چھیڑو آخر وہ آپ کے سامنے پہونچا اور اپنے موہنہ کو آپ کے کان کے پاس لیجاکر کچھ کہا اور آپ نے بھی اپنا روے مبارک اُسکے قریب کر کے کچھ فرمایا بعد اُسکے وہ غائب ہو گیا نہ معلوم ہوا کہ اُسکو زمین نگل گئی یا آسمان ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے جب اُس سانپ کو اپنے کان تک آنے دیا تو ہم کو بہت خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ یہ آپ کے کاٹ کھائے آپ نے فرمایا یہ سانپ نہ تھا بلکہ جنون کا بھیجا ہوا تھا فلان سورۃ کی آیتین وہ بھول گئے تھے اُنکے پوچھنے کو اُنھون نے بھیجا تھا جب اس نے تم لوگون کو دیکھا تو سانپ کی شکل بن کر تمھارے سامنے آیا اور پوچھکر واپس چلا گیا جابر کہتے ہین کہ بعد اُسکے آپ سوار ہوئے اور آگے چلے راستہ مین ایک گاؤن ملا وہان کے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہان ایک عورت جوان خوبصورت ہے اُسپر ایک جن عاشق ہے وہ جب آتا ہے تو اُسکو بے ہوش کر دیتا ہے نہ وہ کچھ کھا سکتی ہے نہ بات کر سکتی بلکہ قریب ہلاکت ہو جاتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس عورت کو اپنے سامنے بلوا کر فرمایا کہ اے جن تو مجھ کو جانتا ہے کہ مین کون ہون مین محمد ہون خدا کا رسول تو اس عورت کو چھوڑ دے یہ فرماتے ہی وہ عورت ہوش مین آگئی اور اپنے موہنہ کو نقاب سے چھپا لیا اور بالکل اچھی ہو گئی جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مین نے اُس عورت کو دیکھا تھا بہت خوبصورت تھی جیسے چودھوین رات کے چاند کا ٹکڑا اور عقیلی اور ابو نعیم اور بیہقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک پیرمرد ہاتھ مین عصا لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو آکر کھڑا ہو گیا اور آپ کو سلام کیا آپ نے اُس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اسکی آواز جن کی ایسی معلوم ہوتی ہے پھر آپ نے اُس سے پوچھا تم کون ہو اُسنے کہا کہ میرا نام ہامہ ہے ہیم کا بیٹا اور ہیم لاقیس کا بیٹا اور لاقیس ابلیس کا بیٹا آپ نے فرمایا کہ تمھارے اور ابلیس کے درمیان مین دو ہی پشتین گذری ہین اب تمھاری کتنی عمر ہے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ جتنی دنیا کی عمر ہے اُتنی ہی میری عمر ہے کچھ تھوڑی سی کم اسواسطے کہ جب قابیل نے ہابیل کو مارا تھا تو مین لڑکا تھا لیکن بات سمجھ لیتا تھا اور پہاڑون پر دوڑتا پھرتا تھا اور لوگون کا

غلہ اور کھانا چرالاتا تھا اور اُنکے دلون مین اعزا سے بدسلوکی کا وسوسہ ڈالا کرتا تھا آپ نے فرمایا تمھارے بڑھاپے کے عمل تو ایسے مین اور جوانی اور بچپن کے ایسے تم بہت بُرے شخص ہو اُسنے عرض کیا کہ یا حضرت آپ اب مجھکو کچھ ملامت نہ کرین کہ اب مین توبہ کرنے کو آیا ہون اور مین نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور اُنکی مسجد مین اُنکی صحبت مین بہت رہا ہون اور پہلے اُنہین کے ہاتھ پر مین نے توبہ کی تھی بلکہ ایک برس اُن کی مسجد مین بھی رہا تھا اور حضرت ہود وحضرت یعقوب وحضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتون مین بھی رہا ہون اور حضرت موسےٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے اور اُن سے توریت پڑھی اور اُنکا سلام حضرت عیسیٰ ع کو پہونچایا اور اُن سے بھی ملاقات کی اور انجیل پڑھی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا تو میرا سلام اُن سے کہنا تو اب اُس بار امانت کی ادائی کے واسطے حاضر خدمت اقدس ہوا ہون (اور اسی روایت مین یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیہ السلام وعلیک السلام یا ہام) اور یہی میری آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان سے مجھکو کچھ قرآن مجید تعلیم فرمائین چنانچہ آپ نے کئی سورتین جیسے سورہ واقعہ اور سورہ مرسلات اور سورہ عم اور سورہ اذا الشمس کورت اور سورہ قل ہو اللہ اور معوذتین تعلیم فرمائین اور ارشاد فرمایا کہ تجھ کو جس وقت کوئی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آنا اور ہم سے ملاقات نہ چھوڑنا حضرت عمر فرماتے تھے کہ رسول اکرم نے تو وفات فرمائی مگر اُسکے مرنیکی خبر ہکو کہین سے اب معلوم نہین کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور اسی قصہ کو خطیب اور خازن اور دیمیری نے بھی روایت کیا ہے مگر اُس روایت مین اتنا زیادہ ہے کہ اُس نے یہ بھی کہا کہ مین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی اور اُنپر ایمان لایا اور گوپھنی مین رکھے جاتے اور آگ مین ڈالے جانے کے وقت بھی مین اُنکے ساتھ تھا تفسیر فتح العزیز مین ہے کہ جزیرہ عرب مین بہت سے جن نزول قرآن سے پہلے رہتے تھے اور آسمانی خبرین کاہنون کے پاس لاتے اور اُن سے نذر ونیاز لیتے تھے جب قرآن مجید نازل ہوا تو وہ اپنی اس خدمت سے معزول ہوئے اور راضی ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر ایمان لائے اُنکی حکایتین بھی اُسی تفسیر مین تفصیل مذکور ہین اور ان کی گواہیون سے بھی آپ کی رسالت کا ثبوت اور آسمانون سے ستارون کا گرنا اور قرآن کا نازل ہونا تواتر کے طور پر منقول ہے جس مین کسی طرح کا شبہ نہین اور اُن مین جو صحابیت کے درجہ کو پہونچے وہ بھی بہت ہوئے چنانچہ پہلی لیلۃ الجن کہ مکہ کے اندر

درہ حجون میں ہوئی اور دوسری لیلۃ الجن مدینہ منورہ میں میدان بقیع غرقد میں ہوئی اور دونوں مرتبہ عبداللہ بن مسعود آپ کے ساتھ تھے اُنھوں نے دونوں بار جنوں کی کثرت تمہارے باہر بیان کی ہے اور مدینہ طیبہ میں دوسری لیلۃ الجن میں حضرت زبیر بھی آپ کے ساتھ تھے اُنھوں نے بھی اُسی طرح کی کثرت بیان کی ہے ایک رسالہ میں ہے کہ جنات کے ایلچیوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہونا چند بار ثابت ہوا پہلے اُس مرتبہ کہ جب آپ کھو گئے تھے اور صحابہ آپ کو پہاڑوں اور ٹیلوں میں ڈھونڈھنے لگے تھے جب نہ ملے تو لوگ کہنے لگے کہ شاید کوئی جن آپ کو کہیں اُٹھالے گیا یا آپ کہیں چھپا کے مار ڈالے گئے صحیح مسلم میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک رات ہم آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھے آپ کھو گئے ہم نے آپ کو غاروں اور گھاٹیوں میں ڈھونڈھنا شروع کیا اور ہم کو گمان ہوا کہ شاید آپ چھپا کر کہیں قتل کئے گئے اس خوف میں وہ رات جیسی ہم نے گذاری اُسکو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

جب صبح ہوئی تو آپ جبل حرا کی طرف سے تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے ہم نے آپ کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہ ملا اور ہم نے یہ رات بڑی مصیبت سے گذاری آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کے یہاں سے ایک قاصد آیا تھا لہذا میں اُسکے ساتھ وہاں گیا اور میں نے اُن پر قرآن پڑھا دوسری بار قریب مکہ معظمہ کے درہ حجون میں تیسرے بار مکہ کی بلندی پر چوتھی بار مدینہ منورہ میں حضرت اُمّ سلمہ رض کے نکاح کے بعد بقیع غرقد کے میدان میں اور ان راتوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود آپ کے ساتھ تھے اور پانچویں بار مدینہ طیبہ کے باہر جس دفعہ حضرت زبیر بھی آپ کے ساتھ تھے چھٹی بار ایک سفر میں جس مرتبہ بلال بن حارث بھی وہاں حاضر تھے اور ایک کتاب میں ہے کہ جنات کا آنا آپ کے حضور میں مکہ معظمہ میں کئی مرتبہ ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود ان سب دفعہ آپ کے ساتھ اور آپ نے ہر دفعہ اُن کی حفاظت کے واسطے اُن کے گرد خط کھینچا تاکہ جنات اُن کو دکھ نہ پہونچا سکیں حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو سفر یا حضر یا بیماری میں جن کا خوف ہو تو وہ ان اسماء الہیہ سے استعاذہ کرے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

سلہ حجون بفتح حا مہملہ ایک پہاڑ کا نام ہے مکہ کی بلندی پر جو قبرستان ہو کذا فی القاموس والصراح اور مولانا یعقوب چرخی کی تفسیر میں ہے کہ حجون ایک متبرک قبرستان ہے مکہ میں جیسے بقیع مدینہ میں ۱۲ سلہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی طرف شیطان رجیم سے اے رب میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے شیطانی وسوسوں سے اور بھی اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں ۱۲

قل رب اعوذ بك من همزات الشيطان واعوذ بك رب ان يحضرون اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس وغیرہ سے اور کہے اعوذ بکلمات اللہ التامات کلہا من شر ما خلق جو یہ کہے گا تو کوئی دکھ یا ضرر اُسکو جن سے نہ پہونچیگا کذا فی تفسیر فتح العزیز مولانا یعقوب چرخی کی تفسیر مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنات تین قسم کے ہوتے ہین بعضون کے پرندون کی طرح بازو اور پر ہوتے ہین اور ہوا مین اُڑتے ہین اور بعضے سانپون اور کتون کی طرح ہوتے ہین اور بعضے ایسے ہین کہ جیسی صورت چاہین بنجائین اور اُن لوگون مین جنھون نے قرآن سنا تھا سب سے بڑے کا نام عمرو تھا عبد اللہ بن مسعود کہتے ہین کہ مین نے ایک قوم کو کہتے سنا کہ ہم ایک سفر مین تھے ہم نے ایک سانپ مرا اور خون آلودہ دیکھا ہم مین سے کسی نے اسکو دفن کردیا بعد اُسکے ایک جماعت آئی اور اُس نے پوچھا کہ عمرو کو تم مین سے کس نے دفن کیا ہے ہم نے پوچھا کہ عمرو کون اُنھون نے کہا کہ وہ سانپ جسکو تم نے فلانی جگہ دفن کیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یارون مین تھا جنات سے اور اُس نے آنحضرت سے قرآن بھی سُنا تھا اُسکا نام عمرو تھا جنات کے دو قبیلون مین لڑائی ہوئی مسلمان قبیلہ سے عمرو تھا دوسرے قبیلہ والے کافر تھے اُنھون نے عمرو کو شہید کیا حیات الحیوان مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے جنون کو تین قسم کا پیدا کیا ایک سانپ اور بچھو اور حشرات الارض اور ایک قسم ہوائی جو ہوا مین رہتے ہین اور ایک قسم متعلق بنی آدم کے جنپر حساب وعقاب بھی ہوتا ہے۔

اب کچھ بیان نظر لگنے کے متعلق بھی سُن لینا چاہیئے

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز مین آیہ کریمہ وان یکاد الذین کفروا کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ اکثر مفسرین نے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ جب کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دفعیہ مین حیلہ اور فریب مکاری کرکے عاجز ہوئے تب ایک شخص کو قبیلہ بنی اسد سے جو تمام ملک عرب مین نظر لگانے مین مشہور تھا بلکہ اس بات مین اُس قبیلہ کے لوگ مثال مین پیش کئے جاتے تھے اور یہ شخص اس قبیلہ مین اس بات مین سب لوگون سے بڑھا ہوا تھا بلا لائے اور اُسکو طمع دے کر

سلہ پناہ مانگتا ہون اللہ کے سب کلمات کے ساتھ مخلوقات کی بُرائی سے ۱۲ منہ

کہا کہ اگر تم نے فلان شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر لگا کے ہلاک کر دیا تو ہم تمکو اسقدر دینگے کہ کسی نے نہ دیا ہو اور اُس شخص کی عادت تھی کہ جب کسی کے نظر لگانا منظور ہوتا تھا تو پہلے تین دن وہ کچھ نہین کھاتا تھا بعد تین دن کے اس شخص پر جاکر نظر لگاتا اور اُسکو ہلاک کرڈالتا تھا سو وہ اپنی عادت کے موافق تین دن فاقہ کر کے چوتھے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا آپ اُسوقت قرآن شریف کی تلاوت مین مشغول تھے اُس نے تھوڑی دیر خوب گھور گھور کر آپ کو دیکھا اور کہنے لگا کہ مین نے آج تک اسطرح کا خوش آواز اور خوش لہجہ کسی کو نہین دیکھا اور اس فقرہ کو کئی مرتبہ کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ یعنی جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے کسیکو کچھ طاقت نہین بغیر اللہ کی مدد کے حق تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکی شر سے محفوظ رکھا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص کو نظر کا خوف ہو یا اُسکی کوئی علامت اپنے یا اپنے ال اور اولاد مین دیکھے تو اسکا علاج یہی ہے کہ اس آیت کو پڑھے خدا کی فضل سے اثر دفع ہو جائیگا اور اس آیت کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ اس آیت کو پڑھ کر جسپر نظر کا شبہہ ہو اُس پر پھونک دے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ العین حق یعنی نظر کی تاثیر حق ہے ولو کان شئی سابق القدر لسبقتہ العین یعنی دنیا مین اگر کوئی چیز ایسی ہوتی جو تقدیر الٰہی سے سبقت کرتی تو وہ نظر ہوتی کیونکہ اسکی تاثیر بہت زبردست ہوتی ہے اور جس شخص کو کوئی چیز اچھی معلوم ہو تو اُسکو دیکھکر یہ دعا پڑھنا چاہیئے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ تاکہ وہ چیز نظر بد سے بچ جاوے اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو اسی طور سے تعویذ دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ حضرت خلیل اللہ حضرت اسمٰعیل و اسحٰق علیہما السلام کیواسطے بھی ایسا ہی کرتے تھے اور یہ دعا پڑھکر پھونکتے تھے اعیذ کما بکلمات اللہ التامات من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ یعنی پناہ مین دیتا ہون مین تم دونون کو اللہ کے کامل کلمات پر ہر شیطان اور حشرات اور ہر نظر لگانے والے سے اور عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ مین ایک روز صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیواسطے گیا تو دیکھا کہ آپ درد کی شدت کی وجہ سے بہت بے تاب تھے پھر اُسی دن کچھ دن رہے آپ کی خیریت دریافت کرنے گیا تو دیکھا کہ آپ اچھے ہین مین نے عرض کیا کہ ایسی جلد آپ کو صحت کیسے ہوئی آپنے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور یہ دعا مجھپر دم کر گئے بسم اللہ ارقیک من کل شئی یوذیک

ومن کل عین حاسد ان یشفیک یعنی اللہ کے نام کے ساتھ مین حفاظت مین تمکو دیتا ہون
ہر ایذا دینے والی چیز اور ہر حسد کرنے والی آنکھ سے اللہ تم کو شفا دے اور یہ بھی حدیث شریف
مین آیا ہے کہ آپ ایک دن اپنی بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر مین تشریف لیگئے
دیکھا کہ ایک چھوٹی لڑکی بیمار ہے آپ نے فرمایا کہ اسپر دفع نظر کی دعا پڑھو کیونکہ اسکے چہرہ پر
اُسی کے آثار معلوم ہوتے ہین اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو نظر کی علامت معلوم ہو تو اُسکو
چاہیئے کو ناظر سے کہے کہ وہ اپنے اعضاے وضو اور استنجے کی جگہ پانی سے دھو کر دیدے اور
اُس پانی سے جسکو نظر لگی ہو وہ نہا ڈالے اچھا ہو جائیگا اور نظر لگانے والے کو اپنے
اعضا پانی سے دھونے مین کچھ تکرار یا تنگ و عار نہ کرنا چاہیئے اور یہ بھی جان لینا ضروری
ہے کہ اس تاثیر کی حقیقت مین جسکو نظر لگ جانا کہتے ہین علماء کو بہت اختلاف ہے اور اسکی وجہ
کسی کو صاف معلوم نہین ہوئی جاحظ کا قول ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ سے زہر کے اثر کے
اجزا شعاع کے طور پر نکلتے ہین اور وہ دوسرے کے بدن مین مسامات کی راہ سے نفوذ کرکے زہر
کی سی تاثیر پیدا کرتے ہین جیسے سانپ یا بچھو یا بھڑ کا زہر اور جبائی اور علماء معتزلہ نے
اس مین گرفت کی ہے کہ اگر نظر کی تاثیر کی وجہ یہی ہوتی تو لازمی تھا کہ جس شخص کو نظر
لگانے والا دیکھتا اُس مین بھی یہی بات پیدا ہو جاتی اُس نظر لگانے والے کو نظر لگے ہوئے
کے اچھے معلوم ہونے کی کیا وجہ تھی اسکے اور علما نے جاحظ کی طرف سے کئی جوابات
دئے ہین ایک یہ کہ وجہ خصوصیت دو حال سے خالی نہین یا اچھا معلوم ہونیوالا اُس نظر لگانیوالے کا دوست ہوگا یا دشمن اگر
دوست ہے تو اسکی اچھائی دیکھکر اُس نظر لگانیوالے کو بہت خوف اس امر کا ہوگا کہ اس سے وہ اچھائی نہ جاتی رہے
اور اگر اُسکا وہ دشمن ہے تو اپنے دشمن کے پاس ایسی نعمت دیکھکر اُس نظر لگانے والے کو بہت رنج و غم
ہوگا اور خوف و غم دونون مل کر روح کو دل کے باطنی حصہ مین بند کر دینگے اور گرمی کے گھٹنے
کے باعث پڑ جائینگے اور روح باصرہ مین بھی ایک حالت گرم زہر کی سی پیدا کر دینگے تو جس وقت
نظر لگانے والے کے آنکھ مین وہ چیز اچھی نہ معلوم ہو تو اُس وقت یہ دونون چیزین یعنی غم اور خوف
بھی اُس مین نہین پائے جائینگے تو جب یہ دونون چیزین نہ پائی جائین گی تو تاثیر بھی نہ ہوگی لیکن
جاحظ کا اصل کلام خود ٹھیک نہین اسواسطے کہ نظر لگانے والے کی تاثیر جس طرح روبرو دیکھنے
سے ہوتی ہے اسی طرح غیبت مین بھی سننے سے ہوتی ہے اور جیسے جانور اور آدمی کے جسمون
مین نظر لگانے والی کی تاثیر ہوتی ہے اسیطرح اجسام نباتیہ و معدنیہ مین بھی ہوتی ہے تو معلوم

ہوا کہ یہ تاثیر زہر والی اشیا مین ہمیہ اجزا کے نفوذ سے نہین ہوتی بلکہ یہ کچھ اور ہی چیز ہے اور جن لوگون نے جاحظ کے مذہب کو نظر لگانے والے کے اچھا جاننے سے موکد کیا ہے وہ بھی بیجا ہے اسواسطے کہ زہر کے اجزا کو نظر والے کے جسم سے دفع کرنے مین اُس پانی کو کہ جو نظر لگانے والے کے بدن کا دھوون ہوتا ہے کیا دخل ہو سکتا ہے اور کس طرح وہ پانی تاثیر کر سکتا ہے ابو ہاشم اور ابو القاسم بلخی کا قول ہے کہ نظر لگانے والا جب کسی چیز کو دیکھتا یا سنتا ہے اور اُس کا فریفتہ ہو جاتا ہے تو علم الٰہی مین اُسکے واسطے یہی بہتر بات ہوتی ہے کہ وہ چیز متغیر ہو جائے تاکہ نظر لگانے والے کا دل اُسپر فریفتہ نہ ہے اسوجہ سے وہ چیز متغیر اور زد ہم و برہم ہو جاتی ہے ظاہر مین لوگ جانتے ہین کہ اُس شخص کی رغبت سے اُس مین خلل پڑا ہے مگر یہ بھی کچھ ٹھیک نہین کیونکہ اگر اس قسم کی مصلحت اور حمایت کی رعایت سے آدمیون کے دلون کو کسی چیز پر فریفتہ ہونے کے واسطے اُس چیز کو متغیر کر دینا منظور ہوتا تو خوبصورت لڑکے اور حسین عورتین زندہ ہی نہ رہتین کہ عاشقون کے دل اُسطرف فریفتہ ہونے پاتے اور اگر یہ بات سچ بھی ہوتی تو جس چیز کی طرف کسی کا دل رغبت کرتا اور وہ اُسکا عاشق اور فریفتہ ہوتا تو اُس فریفتگی کی وجہ سے وہ چیز ہی باقی نہ رہتی حالانکہ یہ بات خلاف واقع اور ظاہر معلوم ہوتی ہے حکما نے یہان دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے جو نی الجملہ قریب الصواب ہے وہ کہتے ہین کہ نفوس انسانی کی تاثیر دو قسم کی ہے ایک تو وہ جو ظاہری احوال کے واسطہ سے ہوتی ہے اور دوسری وہ کہ جو بغیر ظاہری کیفیت کے واسطے کے ہوتی ہے جیسے وہم کی تاثیر کہ جب بہت بلند مکان پر کوئی کھڑا ہوتا ہے یا بہت باریک پتلے راستہ پر چلتا ہے تو اُسوقت وہم کے غلبہ سے جسم مین رعشہ پڑ جاتا ہے اور گر پڑتا ہے حالانکہ برابر جگہ مین ہمیشہ ایسے راستہ پر چلتا ہے اور کچھ بھی وہم کا اثر نہین ہوتا اور جیسے کہ عوارض نفسانیہ یعنے تصور اور خیال کی تاثیر اُن حالات مین ہوتی ہے جو انسان کے نفس پر کبھی کبھی آجاتے ہین اور اُن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے یا جیسے خوف کی وجہ سے رنگ زرد ہو جاتا ہے اور بدن ٹھنڈا اور آنکھون مین تاریکی آجاتی ہے اور غصہ کی حالت مین اسکے برعکس ہوتا ہے یعنی رنگ سُرخ ہو جاتا ہے اور بدن گرم اور سب اعضا مین قوت آجاتی ہے سو جس طرح نفس پر ایک حالت آجانے سے اُس قسم کی تاثیر بدن مین ہو جاتی ہے اسیطرح غیر ابدان مین بھی ہو جاتی ہے اسی طرح نظر کی تاثیر بھی ہے اور ایک قسم کا جادو جسکو تعلیق ہمت اور وہم کہتے ہین اور ہندوستان کے جوگیون کا معمول ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے اور چونکہ نفوس تاثیر مین مختلف ہین بعضے قوی ہین اور

یعنے منبعث اسی سبب سے تاثیر بھی مختلف ہوتی ہے اور کم و زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور بعضے جگہ اس قسم کی تاثیریں موروثی ہوتی ہیں یعنی باپ سے بیٹے میں اور بیٹے سے پوتے میں آتی ہے اور کھانے سے اور گوشہ میں بیٹھنے سے اور اپنی خواہش اور رغبت کی چیزیں چھوڑ دینے سے بھی یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں بلکہ جو لوگ اس قسم کی تاثیر میں درجہ کمال کو پہونچتے ہیں وہ دوسرے کے دل میں بھی یہ تاثیر ڈال کے اپنی طرح کر سکتے ہیں چنانچہ ڈائن کے قصوں میں جسکو جھاڑ پھونک والوں کی اصطلاح میں کفتار کہتے ہیں یہ بات مشہور اور متواتر ثابت ہوئی ہے یعنی اتنے لوگوں نے اسکا ذکر کیا ہے کہ انکو جھوٹا نہیں کہہ سکتے ہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اب بعد اسکے میں پھر حضرت غوثیت مآب رضہ کے کرامات کیطرف رجوع کرتا ہوں کرامت شیخ عمر بزاز کہتے تھے کہ ایکبار میں آپکے ہمراہ جامع مسجد میں جمعہ کے دن گیا تو وہاں کسی نے آپکو سلام نہیں کیا مجھے خیال آیا کہ ہر جمعہ کو تو یہاں اسقدر لوگ آپ پر ہجوم کرتے تھے کہ بیٹھنا مشکل ہو جاتا تھا آج یہ کیا ہے یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا دیکھتا تھا کہ لوگ سلام کرنے کو ٹوٹ پڑے ایسا کہ میں پھنس گیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے تو وہی بہتر تھا آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے تھے اور تم کو نہیں معلوم تھا کہ لوگوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں جب چاہوں اپنی طرف سے پھیر دوں یا اپنی طرف پھیر لوں کرامت ایک سال دجلہ بڑھ آیا یہاں تک کہ بغداد کے قریب ہو گیا لوگوں کو گمان ہوا کہ اب بغداد ڈوب جائیگا سب لوگ حضرت کے حضور میں استغاثہ کرتے حاضر ہوئے آپ نے نیزہ لیا اور دجلہ کے کنارے تشریف لا کر پانی کی حد پر اسکو گاڑ دیا اور فرمایا کہ یہیں تک رہ اسی وقت سے پانی گھٹنے لگا اور وہیں تک جا رہا کہ جہاں تک رہتا تھا کرامت شیخ عدی ابن ابی البرکات اپنے چچا شیخ عدی ابن مسافر سے نقل کرکے کہتے تھے کہ ایک مرتبہ پانی برسا اور حضرت اسوقت وعظ فرما رہے تھے بعض اہل مجلس پانی برسنے سے متفرق ہو گئے آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ ہم تو جمع کرتے ہیں اور تو متفرق کرتا ہے یہ فرماتا تھا کہ پانی بند ہو گیا باہر مدرسہ کے برستا رہا مگر مجلس بھر میں ایک قطرہ نہ گرا کرامت شیخ ابو الفرج بن حمامی کہتے تھے کہ میں اکثر حضرت غوثیت مآب رضہ کے ارشادات سنکر ان کی اپنے دل میں انکار کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ سب باتیں ہیں اور کچھ بھی نہیں مگر مجھے آپ کی ملازمت کا بہت شوق تھا کہ ایک روز میں باب ازج میں کسی کام کو گیا تھا جب پلٹا تو مدرسہ گیا وہاں دیکھا کہ موذن عصر کی

اذان کہہ رہا ہے میرے دل مین آیا کہ یہان ٹھہر جاؤن اور عصر پڑھ کر حضرت کی خدمت مین حاضر ہون اور یہ یاد ہی نہ رہا کہ مین بے وضو ہون آپ کے ساتھ مین نے اسی طرح نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے لڑکے اگر تو کسی ضرورت سے میرے پاس آتا تو مین وہ روا کر دیتا لیکن تو تو ایسا غفلت مین ہے کہ نماز ہی بے وضو پڑھ لی اور تجھے اپنا بے وضو ہونا یاد نہ آیا مجھے یہ سنکر کمال تعجب ہوا کہ آپ ایسے جزئی حالات کے نگران ہین اور میری بات کو یون آپ نے کہدیا اسی دن سے مین نے آپ کی صحبت اختیار کی اور اسی کو مین نے باعث برکت جانا **کرامت** شیخ ابو العباس خضر حسین موصلی بیان کرتے تھے کہ ایک شب مین حضرت کے مدرسہ مین حاضر تھا کہ وہان خلیفہ مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف ابن امام مقتفی لامر اللہ ابو عبد اللہ محمد عباسی آئے اور سلام کے بعد انھون نے دس تھیلیان جنکو اُن کے دس آدمی لائے تھے آپ کے حضور مین پیش کین آپنے فرمایا کہ مجھے اسکی ضرورت نہین اُنھون نے کمال الحاح کی آپنے ایک توڑہ داہنے ہاتھ مین اور ایک بائین مین لیا اور وہی دونون بڑے اور عمدہ تھے ان کو لیکر ہاتھ سے نچوڑا تو اُن سے خون بہنے لگا آپنے فرمایا کہ اے ابو المظفر تم کو شرم نہین آتی کہ آدمیون کا خون لیتے ہو اور مجھ سے اسکو قبول کراتے ہو وہ بے ہوش ہو گئے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مجھے پاس قرابت آنحضرت صلعم کا نہوتا تو مین اس قدر نچوڑتا کہ خون اس کے گھر تک بہہ کر جاتا **کرامت** عبد اللہ بن جبائی کہتے تھے کہ مین نے عبد العزیز بن تمیم شیبانی سے سنا اور انھون نے عبد الغنی بن عبد الواحد سے انھون نے ابو محمد خشاب نحوی سے کہ وہ کہتے تھے کہ مین جوانی کے زمانہ مین نحو پڑھتا تھا لوگون سے مین نے آپ کی بہت تعریف سنی اور آپ کے کلام کی اور مجلس وعظ کی خوبی بھی مجھکو بھی خواہش پیدا ہوئی کہ مین بھی سنون مگر وقت نہین پاتا تھا کہ ایک روز اتفاق سے اور لوگون کے ساتھ مین بھی آپ کی مجلس مین حاضر ہو گیا حضرت نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے شخص صحبت کے وقت تو تیرا مدد گار سیبویہ تھا خدا کی قسم آپ کے اس کلمہ نے ایسا مجھ مین اثر کیا کہ مین نے آپ ہی کی ملازمت اختیار کر لی جس سے مجھے بہت سے قواعد نحویہ اور انکے احکام اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ جو مین جانتا بھی نہ تھا اور نہ وہ کسی اور سے سنے تھے

سلہ ابو المظفر یوسف مستنجد باللہ بتیسوین خلیفہ خاندان عباسیہ کے تھے اور اکتیسوین خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے بیٹے تھے سنہ پانسو اٹھارہ مین پیدا ہوے ان کی ماں ام ولد گرجیہ تھی ۵۶۶ھ مین مستنجد باللہ نے وفات پائی ۱۲ منہ

یہ سب تھوڑے دنون مین حاصل ہوے اور جو کچھ ادن سے پڑھا تھا وہ سب قبول گیا
کرامت بعضے مشایخ شیخ بقا بن بطو سے نقل کرکے بیان کرتے تھے کہ ایک بار حضرت کے حضور مین ایک شخص آیا اور اسکے ساتھ ایک اور جوان تھا اُس شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ اسکے واسطے دعا کیجئے یہ میرا لڑکا ہے حالانکہ وہ اُس کا لڑکا نہ تھا اور وہ دونون کچھ اچھی حالت پر نہ تھے حضرت کو فوراً غصہ آگیا اور آپنے فرمایا کہ اب تمھاری یہ نوبت پہونچی کہ تم مجھسے جھوٹھ بولتے ہو یہ فرماکر آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اسیوقت اطراف بغداد مین آگ لگ گئی ایک جگہہ سے اگر آگ بجھائی جاتی تھی تو دوسری جگہہ لگ جاتی تھی اور مین نے خود دیکھا کہ اسی کے ساتھ بلائین ابر کے ٹکڑون کی طرح بغداد پر نازل ہتین مین فوراً دوڑکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا کہ آپ غصہ مین ہین مین آپ کے روبرو بیٹھ گیا اور کہنا چاہا کہ یا حضرت خلق پر رحم فرمایئے کہ آپ کا غصہ فرو ہوگیا اور وہ بلائین سب دور ہوگئیں اور آگ بجھ گئی **کرامت** شیخ ابو السعود حریمی اور شیخ علی بن ادریس یعقوبی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی بیان کرتے تھے کہ شیخ عباد اور شیخ ابوبکر بن حمامی صاحب حالات رفیعہ تھے اور حضرت غوثیت مآب شیخ ابوبکر سے فرماتے تھے کہ اے ابوبکر شریعت مطہرہ تیری شکایت مجھسے کرتی ہے کیونکہ حضرت نے ان کو چند باتون سے منع کیا تھا مگر وہ باز نہین آتے تھے ایک روز حضرت جامع رصافہ مین تشریف لے گئے تھے تو شیخ ابوبکر کو اس مسجد مین دیکھا آپ نے اُن کے سینہ پر ہاتھ مارکر فرمایا کہ مارا ابوبکر کو اور بغداد سے باہر نکالی ان کے سب حالات و معاملات گم ہوگئے اور ساری کیفیت جاتی رہی پھر وہ عراق کی طرف چلے گئے جب بغداد آنے کا ارادہ کرتے تو مُنھ کے بل زمین پر گر پڑتے اور اگر کوئی اُنکو اٹھاکر بغداد مین لانا چاہتا تو یہ اور وہ دونون گر پڑتے غرضکہ ان کی ماں روتی ہوئی حضرت کے حضور مین آئین اور انکو دیکھنے کی خواہش اور اپنا عجز ان کے پاس جانے سے بیان کیا آپنے سر جھکالیا اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ مین نے اجازت دیدی کہ وہ عراق سے بغداد مین آئے اور تم سے باتین اس کنوئین کی راہ سے کرے جو تمھارے گھر مین ہے غرضکہ وہ ہر ہفتہ عراق سے زمین کے نیچے نیچے ان کے یہان ایکبار آتے تھے بعد اُسکے شیخ عدی بن مسافر نے شیخ قضیب البان کو آپ کی خدمت مین شیخ ابوبکر کی سفارش کے لیے بھیجا تب آپنے وعدہ فرمایا اور شیخ مظفر جمال اور شیخ ابی بکر سے دوستی تھی شیخ مظفر نے ایک واقعہ مین خداوند عالم کو دیکھا تھا کہ وہ فرماتا ہے کہ اے میرے بندہ کچھ آرزو کر اور مجھسے

انگ تب اُنھون نے عرض کیا کہ اے پروردگار میری آرزو یہ ہے کہ میرے بھائی ابو بکر کا حال واپس ملجائے جناب باری نے فرمایا کہ اُس کا حال پھیر دینا میرے ولی شیخ عبدالقادر کے اختیار مین ہے تم اُن کے پاس جاؤ اور کہو کہ پروردگار عالم کہتا ہے کہ ابی بکر سے مین راضی ہو گیا تم بھی اُس سے راضی ہو جاؤ پھر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ اے مظفر میرے نائب اور وارث شیخ عبدالقادر سے کہو کہ تمھارے جد فرماتے ہین کہ ابو بکر کا حال اب پھیر دو کیونکہ تم میری وجہ سے خفا ہوے تھے اب مین نے اُسے بخشدیا تم بھی بخشدو غرضکہ جب شیخ مظفر کو اُس حالت سے افاقہ ہوا تو وہ خوش خوش شیخ ابو بکر کے پاس گئے کہ اُن سے بھی یہ واقعہ کہدین ان سے اُن سے راستہ مین ملاقات ہو گئی اور وہین سے دونون حضرت کے حضور مین حاضر ہوے آپنے دیکھتے ہی فرمایا کہ اے مظفر وہ پیغام کہو اُنھون نے بیان کرنا شروع کیا اور جو درمیان مین بھولتے گئے وہ حضرت خود یاد دلاتے گئے پھر حضرت نے شیخ ابو بکر سے توبہ کرائی اور اُن کو اپنے سینہ سے لگا کر اُسیوقت اُن کا جو حال جاتا رہا تھا وہ زیادتی کے واپس دیدیا شیخ مظفر کہتے تھے کہ مین نے شیخ ابو بکر سے پوچھا کہ تم اپنی ماں کے پاس کیسے آتے تھے کہنے لگے کہ جب میرا ارادہ اُن کی زیارت کا ہوتا تھا تو کوئی مجھ کو اٹھا لیتا تھا اور زمین کے اندر لیکر چلا جاتا تھا اور مین اپنی ماں کے پاس پہونچ جاتا تھا پھر وہان سے اُٹھا کر جہان ہوتا تھا وہین واپس کر دیتا تھا کرامت بہت سے مشائخ نے روایت ہے کہ ایکبار حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ چہارشنبہ کو شیخ حماد دباس کے مزار پر تشریف لے گئے اور جماعت کثیرہ فقہا و فقرا آپ کے ساتھ تھی آپ دیر تک اُن کی قبر پر ٹھہرے رہے یہانتک کہ دھوپ تیز ہو گئی پھر جب پلٹے تو آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایان تھے لوگون نے دیر تک ٹھہرنے کی وجہ پوچھی آپنے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایکبار مین بغداد سے شیخ حماد دباس کے یارون کی ساتھ نماز جمعہ پڑھنے کے لیے جامع رصافہ مین آیا اور شیخ حماد خود بھی تھے جب سب نہر کے پل پر سے گذرے تو اُنھون نے مجھے پانی مین گرا دیا اس روز بڑی سردی تھی مین نے کہا بسم اللہ غسل الجمعۃ اور مین صوف کا جبہ پہنے تھا شیخ حماد اور ان کے اصحاب مجھے چھوڑ کر چلے گئے مین پانی سے نکلا اور فوراً اُن لوگون مین جا ملا مگر سردی کی تکلیف مجھے بہت ہوئی لوگون نے شیخ حماد سے کہا کہ آپ نے ان کو اکیلا کیون اس مصیبت مین چھوڑدیا اُنھون نے کہا کہ مین نے ان کے

ساتھ یہ امر بطور آزمائش کیا نہ تکلیف دینے کے طور پر تو آج جب مین اُن کے
مزار پر گیا تو اُن کو حلۂ جواہر پہنے اور سر پر تاج یاقوتی اور ہاتھون مین سونے کے
کنگن اور پیرون مین سنہرے جوتے پہنے دیکھا مگر سیدھا ہاتھ اُن کا بے کار تھا
مین نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگے کہ یہ اسو جہ سے کہ اُسی ہاتھ سے مین نے تم کو گرادیا تھا
اور تم نے اُس قصور کو معاف نہین کیا اب معاف کردو مین نے کہا اچھا کہنے لگے خدا سے
دعا مانگو کہ میرے ہاتھ مین قوت آجائے تو مین دعا مانگنے کے لئے کھڑا ہوگیا تھا اُس وقت
میرے ساتھ پانچ ہزار اولیا اپنی قبرون سے خدا سے دعا مانگتے تھے کہ میرا سوال شیخ حماد
کے حق مین قبول ہو یہان تک کہ خداوند تعالیٰ نے قبول فرماکر اُن کا ہاتھ درست کردیا
اور اُنھون نے مجھ سے اُسی ہاتھ سے مصافحہ کیا جب یہ خبر بغداد مین مشہور ہوئی تو شیخ حماد کے
مریدین مین سے ایک بڑا گروہ آپ کی خدمت مین اِس قول کی تحقیق کرنے آیا جب وہ سب
آئے تو کوئی آپ کی ہیبت اور جلال سے بات نہ کرسکا خود حضرت ہی نے اُن کا مطلب
اُن سے بیان کرکے ارشاد کیا کہ تم اور دو آدمیون سے بھی پوچھ لو تاکہ تم کو یہ امر واضح ہوجائے
یعنی شیخ ابی یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی سے (جو اُسی روز بغداد آئے تھے) اور
شیخ ابو محمد عبدالرحمن بن شعیب کردی سے سب نے اتفاق کیا کیونکہ یہ دونون حضرات
صاحب کشف خارق وحالات فاخرہ تھے بعد اُسکے ان لوگون نے آپ سے کہا کہ ان حضرات
کو اصل حال معلوم کرنے کے لیے ایک ہفتہ کی مہلت دینے کی ضرورت ہے آپ نے
فرمایا کہ بہتر تو یہ تھا کہ تم یہان سے نہ اُٹھتے جب تک یہ امر تحقیق نہ ہوجاتا اس ارشاد کے بعد آپنے
سر جھکا لیا اور اُن لوگون نے بھی تب اُن سب فقرا کو جو مدرسہ کے باہر تھے وہ سب حال مکشوف
ہوگیا اُسی وقت شیخ یوسف ننگے پیر دوڑتے ہوے آئے اور کہنے لگے کہ خداوند تعالے
نے اسیوقت میرے پاس شیخ حماد کو بھیجا اور انھون نے مجھ سے فرمایا کہ اے یوسف شیخ عبدالقادر کے
مدرسہ مین جاکر جو لوگ وہان ہین اُن سے کہدو کہ جو کچھ شیخ عبدالقادر کہتے ہین وہ سب سچ ہے
وہ کہہ ہی رہے تھے کہ شیخ عبدالرحمن آئے اور انھون نے بھی یہی کہا تب سب لوگ
اُٹھ کھڑے ہوے اور حضرت سے معذرت کرکے معافی مانگنے لگے کرامت شیخ ابو عبداللہ محمد
بن خضر حسینی موصلی کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ مین نے حضرت کی تیرہ برس
خدمت کی اور آپ کے بہت کرامات دیکھے منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ جب اخبا

کسی مریض کی علاج سے عاجز ہو جاتے تھے تو وہ مریض آپ کی خدمت مین آتا تھا آپ اُسکے لیے دعا کرتے اور اُسپر ہاتھ پھیرتے وہ فوراً اچھا ہو جاتا ایک بار خلیفہ مستنجد باللہ کے عزیزون مین ایک شخص کو استسقا ہو گیا تھا اور اُس کا پیٹ بڑھ گیا آپ نے اُسپر ہاتھ پھیرا وہ فوراً بالکل اچھا ہو گیا کرامت ایک بار شیخ ابو المعالی احمد بن مظفر بن یونس بغدادی حسینی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری لڑکے کو پندرہ مہینے سے بخار ہے کسی وقت نہین اُترتا مین نے بہت تکلیف اُٹھائی اور بہت کچھ علاج مین صرف کیا مگر کچھ نہوا آپ نے فرمایا کہ اُس کے کان مین جاکر کہدو کہ اے ام ملدم تجھ سے شیخ عبد القادر کہتے ہین کہ میرے لڑکے کو چھوڑ کر حلہ چلی جا اُس نے یہی جاکر کہا لڑکا اچھا ہو گیا بعد کو خبر آئی کہ حلہ مین بہتون کو بخار آگیا کرامت شیخ ابی عبد اللہ محمد بن ابی الفتح ہروی بیان کرتے تھے کہ مین ایکبار حضرت کے سامنے کھڑا تھا مجھے کھانسی آئی مین نے روکا اور شرمایا کہ آپکے سامنے کیا تھوکون آپنے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین تھوک دو اب نہ کھانسی آویگی نہ بلغم وہ کہتے تھے کہ مجھکو اسی برس ہوے ہین جب سے نہ کھانسی آئی ہے نہ بلغم اور انھین کا بیان ہے کہ آپنے میرا نام محمد طویل رکھا تھا مین نے ایک دن عرض کیا کہ مین تو چھوٹے قد کا آدمی ہون یہ طویل کیسے آپنے فرمایا کہ تمھاری عمر زیادہ ہے اور سفر طویل چنانچہ وہ ایک سو سینتیس برس زندہ رہے اور بسیار سفر کی عجائب وغرائب دیکھے اور کوہ قاف تک سیر کی اور یہ آپکے اول خادمین سے تھے کرامت شیخ ابو العباس خضر بن عبد اللہ بن یحیی حسینی موصلی کہتے تھے کہ مین نے خلیفہ مستنجد باللہ کو ایک بار حضرت کی مجلس مین دیکھا وہ عرض کر رہے تھے کہ مین اپنے قلبی اطمینان کے لیے آپ کی کرامت دیکھنا چاہتا ہون آپنے فرمایا کیا چاہتے ہو عرض کیا کہ مین چاہتا ہون کہ غیب سے سیب آئے اور وہ زمانہ عراق مین سیب کا نہ تھا حضرت نے اپنا ہاتھ ہوا مین بڑھایا دو سیب آپ کے ہاتھ مین آگئے ایک آپنے خلیفہ کو عطا فرمایا اور دوسرا خود تراشا وہ بہت سفید وعمدہ نکلا مشک کا ایسا خوشبودار اور خلیفہ نے جو تراشا تو وہ سڑا ہوا نکلا اور اُس مین کیڑے پڑے ہوے تھے اُس نے عرض کیا کہ یہ کیا فرمایا دونون ایک سان تھے لیکن اُس سیب پر ظلم کا ہاتھ لگا اس واسطے اُس مین کیڑے پڑگئے کرامت شیخ ابو عمر عثمان اور شیخ ابو محمد عبد الحق حریمی کا بیان ہے کہ ماہ صفر ۵۵۵ھ مین اتوار کے روز ہم حضرت کی خدمت مین حاضر

سنہ حریم ایک محلہ کا نام ہے بغداد مین اور ایک گاؤن کا بھی یمامہ مین ۱۲ منتخب

تھے آپ ایک بہت موٹے کپڑے کی پوستین پہنے وضو کے لیے اُٹھے وضو سے فراغت
کے بعد دو رکعتین پڑہین بعد سلام کے آپ نے ایک مہیب آواز سے آپ ہی آپ
ڈانٹا اور اُسی پوستین کا ایک ٹکڑا پھاڑکر آسمان کی طرف پھینک دیا وہ ٹکڑا نظر سے غائب ہوگیا
پھر دوبارہ ڈانٹا اور دوسرا ٹکڑا پھاڑکر ہوا مین اُڑا دیا وہ بھی نظر سے غائب ہوگیا پھر مسند
پر آکر بیٹھ گئے کسی کی اسقدر مجال نہ تھی کہ پوچھتا سب چپ رہے تیس روز کے بعد ایک قافلہ
عجم سے آیا اور وہ عتبہ بوسی کے لیے حاضر ہوا قافلہ والون نے عرض کیا کہ ہم نے ایک
نذر کی ہے جسکی ادائی ہمارے ذمہ ہے آپ سے اجازت چاہتے ہین آپ نے منظور فرماکر
خدام سے فرمایا لے لو اُن لوگون نے تھوڑا خالص سونا اور کچھ کپڑا ریشمی دیا اور وہ دونون
ٹکڑے پوستین کے بھی جو آپ نے آسمان کی طرف پھینکے تھے نذر کیے راوی کا بیان ہے
کہ ہم نے اُن لوگون سے دونون ٹکڑون کی کیفیت پوچھی تو اُنھون نے بیان کیا کہ یکشنبہ
تیسری صفر کو ہم راستہ پر چلے جاتے تھے کہ بدوی چورون نے مع اپنے دو سردارون کے
ہم پر چھاپا مارا بعضون کو تو مار ڈالا اور بعضون کو چھوڑ دیا اور سب مال لوٹ لے گئے اور
اطمینان سے دریا کے کنارے مال کی تقسیم مین مصروف ہوے ہم سب جنگل کے کنارے
جاکر ٹھہرے تو ہماری زبان سے نکلا کہ اگر ایسے وقت مین ہم حضرت غوثیت مآب سے استمداد
کرتے اور کہتے کہ اگر ہمارا مال ہم کو پھر ملے گا تو اسقدر ہم خدا کی نذر حضرت کے وسیلہ سے اپنے
ذمہ پر لازم کرتے ہین تو غالباً بہتر ہوتا اسیوقت دو مرتبہ سخت ہولناک آواز ہمارے کانون مین
آئی ایسا کہ تمام جنگل کانپ گیا اور چور سب پریشان و متحیر ہوگئے سب لوگ سمجھے کہ شاید
اور چورون نے اُنپر وار کیا اتنے مین اُن مین سے ایک شخص ہماری تلاش مین آیا اور کہنے لگا
کہ آؤ اور اپنا سب مال ہم سے واپس لے لو تمہارا مال لوٹ کر ہم نہایت پشیمان ہوے جب
سب وہان گئے تو اُن کے سردار کو مرا پایا اور دونون کے پاس بھی ٹکڑا پانی سے
بھیگا ہوا موجود پایا چنانچہ اپنا کل مال مع اُن ٹکڑون کے ہم نے لے لیا اور چلے آئے
وہ لوگ سب کہتے تھے کہ یہ واقعہ بہت سخت ہوا کرامت بہجۃ الاسرار مین ہے کہ شیخ جمال الدین ابو عمر
عثمان بن شیخ ابو الحرم مکی بن شیخ ابو عمر عثمان بن اسمٰعیل بن ابراہیم سعدی شافعی واعظ نے روز عاشورہ
یکشنبہ چھ سو اڑسٹھ مین بیان کیا کہ مجھ سے ابو القاسم خلف بن عیاش شامی شافعی نے سنہ
چھ سو پانچ مین بیان کیا کہ شیخ ابو عمرو عثمان بن اسمٰعیل سعدی نے مجھے بغداد مین مسند امام احمد بن حنبل

کے لینے کو بھیجا جب مین بغداد پہونچا حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کا شہرہ سُنا اور تمام شہر
کے ادنی و اعلی کی زبان پر آپکے مناقب و حالات عالیہ جاری پائے مین نے اپنے دل
مین کہا کہ اگر ان بزرگ کا مرتبہ کشف اور درجہ عرفان اس حد پر ہے تو مین ایک صورت غیر معتادہ
اپنے ذہن مین مرتب اور مقرر کرتا ہون وہ خود آپ کے ضمیر منیر پر روشن ہو جائیگی چنانچہ مین نے
اپنے ذہن مین قرار دیا کہ اگر ایسا ہو کہ مین جب محفل عالی مین حاضر ہون اور سلام کرون تو آپ
سلام کا جواب نہ دین اور روے مبارک میری طرف سے پھیر لین اور خادم سے فرمائین کہ خوشہ
خرما ٹوپی بھر اُسکے پیسے لے آؤ اور ایک دانگ کا شہد بھی اُس کے ساتھ ہو نہ کم نہ زیادہ
اور جب وہ لائے تو آپ اپنی ٹوپی بغیر میری طلب کے مجھے پہنا دین اور میرے سلام کا جواب
دین یہ سوچ کر مین مدرسہ گیا دیکھا کہ آپ محراب مسجد مین تشریف رکھتے ہین آپ نے میری طرف
دیکھا فوراً میرے خیال مین آیا کہ میرا خطرہ آپ کو منکشف ہو گیا ہے مین نے سلام کیا آپ نے
جواب نہین دیا اور میری طرف سے مُنہ پھیر کر خادم سے فرمایا کہ خوشہ خرما اُس شخص کی ٹوپی بھر اور
شہد ایک دانگ کا کم زیادہ نہین مول لے آؤ اور خدا کی قسم جو کچھ مین نے الفاظ خیال کیے تھے
وہی سب آپنے کہے جب خادم لے آیا تو اُس نے میرے سر سے ٹوپی اُتار کر خوشہ خرما اُس مین ڈالدیے
وہ ٹوپی بھر گئی اور شہد مجھ کو عنایت کیا اور کلاہ مبارک فرق اقدس سے اُتار کر میرے
سر پر دے کر اُسیوقت سلام کا جواب دیکر فرمایا کہ اے بدیع الدین تیری یہی سب خواہشین
تھین مین شکریہ عنایت بجالایا اور چند دنون تحصیل علم و سماع حدیث آنحضرت سے کی اور یہ شیخ
بدیع الدین علما و صلحا و محدثین سے تھے مدتون مصر مین رہے اور بہتون کو اُنھون نے خرقہ فاخرہ
پہنایا اور طویل عمر پائی اور قاہرہ مین انتقال کیا رحمتہ اللہ علیہ فائدہ مسند امام احمد کے متعلق ابن المدینی
کا قول ہے کہ اس مین اصول اسلامی سے چالیس ہزار کے قریب اصل ہے اسیوجہ سے بعضون نے
اسپر صحت کا اطلاق مبالغتہً کیا ہے اور عراقی کا قول ہے کہ اس مین حدیث
ضعیف کا ہونا ثابت ہے بلکہ بعض موضوع حدیثین بھی ہین چنانچہ مین نے اُن کو ایک
رسالہ مین جمع کیا ہے اور اُن پر اُن کے شاگرد حافظ ابن حجر نے تعقب کر کے لکھا ہے
کہ اس مسند مین سوا چار سو حدیثون کے اور کوئی حدیث ایسی نہین ہے جو بے اصل ہو
ازانجملہ ایک حدیث ابن عوف کی ہے کہ انہ یدخل الجنۃ زحفا الخ جسکو مناوی نے
بھی لکھا ہے اور ابن حجر ہیثمی اور علی قاری کہتے ہین کہ حق یہ ہے کہ اس مین بہت سی

حدیثین ضعیف ہین اور بعض بعض سے زائد ضعیف ہین تھے گو ابن جوزی نے ان مین سے بہتون کو موضوعات
مین لکھا ہے مگر بعضون نے ان کی بعض حدیثون مین ابن جوزی پر تعقب کیا ہے اور ان سب کے
موضوع ہونے پر حافظ ابن حجر نے تعقب کر کے ان کے موضوع نہ ہونے کو ثابت کیا ہے اور
لکھا کہ وہ انتقاد اور تحریر مین اُن کتابون سے عمدہ ہے جنکے مولفین نے کل حدیثون مین صحت کا
التزام نہین کیا اور اس مین صحیحین سے زاید حدیثین ہین مگر یہ بھی اُن ضعیف حدیثون سے زائد نہین
ہین جو سنن ابوداؤد اور ترمذی مین ہین اور حافظ ابن حجر نے اسی بارہ مین ایک کتاب لکھی ہے
جس کا نام القول المسدد فی الذب عن مسند احمد ہے اُس مین اُنھون نے ابن جوزی اور عراقی
کی تردید بھی کی ہے اور جن حدیثون پر کہ ان دونون نے جھوٹے ہونے کا حکم دیا ہے اُنکو انھون نے
ثابت کیا ہے صرف چار حدیثین نکال ڈالی ہین اور خلاصہ کلام حافظ ابن حجر کا قول المسدد اور
لسان المیزان مین یہ ہے کہ وہ حدیثین منکرہ اور بے اصل ہین لیکن وہ قطعی موضوع بھی نہین کہی
جا سکتین پھر خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی کا قول بطور تدارک مافات کے ہے کہ جو کچھ امام احمد
کے مسند مین ہے وہ مقبول ہے کیونکہ جو ضعیف بھی اُس مین ہے وہ بھی قریب حسن کے ہے اور
عبد اللہ بن امام احمد نے جابر بن سمرہ کی اس حدیث مین کہ ادب دینا کسی کا اپنے لڑکے یا کسی
اور کے لڑکے کو بہتر ہے اس سے کہ وہ ہر روز پونے دو سیر صدقہ دے یہ لکھا ہے کہ اس حدیث
کو میرے والد نے اپنے مسند مین بسبب ناصح کے نہین روایت کیا کیونکہ وہ ضعیف تھا مگر مجھ سے
اسکو نوادر مین لکھوایا اور دو ورقون کے بعد اس حدیث کو پھر ذکر کر کے لکھا کہ اس حدیث کے
سوا میرے باپ نے ناصح سے اور کوئی حدیث روایت نہین کی پھر بعد روایت حدیث عثمان
بن ابی شیبہ کے کہ اُنھون نے جریر سے اور اُنھون نے محمد بن سالم سے روایت کی لکھتے ہین
کہ مین نے اپنے والد سے شمان کی حدیث روایت کرنے کو جریر سے بیان کیا تو اُنھون نے اسکی
انکار کی اور میرے والد محمد بن سالم سے حدیث نہین نقل کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہ اُنکے نزدیک
ضعیف تھی اور انکی حدیث کی انکار کرتے تھے۔ اسیطرح کی اور بہت سی باتین ہین اور ابن جوزی
کے متعلق سیوطی نے طبقات مفسرین مین لکھا ہے کہ ذہبی کہتے تھے کہ ابن جوزی کو حدیث کے
متون پر اطلاع تام تھی لیکن اُس کا کلام صحت و سقم پر ہونا اُس مین اُسکو نہ محدثین کا سا ذوق
تھا اور نہ تا قدین حفاظ کا سا اور ذہبی نے خود اپنی تاریخ مین سیف ابن ابی المجد حافظ سے
نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ابن جوزی نے جو کتاب موضوعات تصنیف کی تو اس مین جو حدیثین

مخالف عقل و نقل لکھین یہ اچھا کیا مگر یہ جو اُنھون نے اُن حدیثون کو بھی موضوع لکھا کہ جن کے راویون مین کلام ہے جیسے فلان راوی ضعیف ہے یا لین یا غیر قوی اس مین اُنھون نے غلطی کی کیونکہ جس حدیث کے بطلان پر قلب شاہد نہین اور نہ وہ معارض کتاب و سنت ہے نہ کوئی جہت اُسکے موضوع ہونے کی ہے سوا اسکے کہ اُسکے راویون مین کسی نے کلام کیا تو وہ حدیث موضوع کیسے ہوجائے گی اور با این ہمہ اتنے پر انکا موضوع کہدینا حد سے گذر جانا ہے **کرامت** شیخ ابو الحسن علی بن ابی طاہر ابراہیم بن نجا بن غنائم انصاری دمشقی فقیہ حنبلی واعظ نزیل مصر بیان کرتے تھے کہ سنہ پانسو اٹھانوے ہجری مین بعد فراغت حج کے پہلی بار ایک فقیر رفیق کے ساتھ بغداد آیا وہان کوئی میرا جان پہچان نہ تھا نہ ایک چھڑی کے سوا کچھ میرے پاس تھا بضرورت وہ ایک دانگ کی بیچی اور اُسوقت اُسکے بُھنے چاول لیکر کھائے مگر پیٹ نہ بھرا کھانے کی فکر مین ہم دونون حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر ہوئے آپ وعظ فرما رہے تھے یکایک قطع کلام کرکے فرمانے لگے کہ یہ غریب حجاز سے آئے ہین اور اسکے پاس ایک چھڑی کے سوا کچھ نہ تھا اُسکو ایک دانگ کی بیچ کر بُھنے چاول لیکر کھا آئے لیکن نہ وہ اُنکو اچھے معلوم ہوے اور نہ اُس سے سیر ہوئے حاضرین کو اس ارشاد سے نہایت تعجب ہوا پھر آپ نے خادم سے فرمایا کہ دسترخوان بچھا کر کھانا لگاؤ مین نے اپنے ساتھی سے چپکے سے پوچھا کہ تمکو کس چیز کی خواہش ہے اُس نے کہا کشکاب[۱] دراج اور مین نے اپنے دل مین شہد خیال کیا فوراً آپ نے خادم سے فرمایا کہ کشکاب دراج اور شہد لاؤ وہ دونون چیزین لے آیا آپ نے فرمایا کہ یہ ان دونون مسافرون کے سامنے رکھدو اُس نے رکھدیا آپ نے فرمایا کہ اب شہد ان کو دو اور ہریسہ انکو مین بے تحاشا دوڑ کر اور لوگون کی گردنون پر پیر رکھکر حضرت کے قدمون پر جا گر پڑا آپ نے فرمایا اهلاً و سهلاً یا واعظ مصر مین نے عرض کیا کہ یا حضرت مین کیسے واعظ ہو سکتا ہون مین تو الحمد بھی ٹھیک نہین پڑھ سکتا آپ نے فرمایا مین خدا کے حکم سے تم کو یہ بشارت دیتا ہون چنانچہ مدرسہ شریفہ ہی مین مین نے تحصیل علم شروع کی اور ایک برس مین مین نے اتنا پڑھا جتنا کوئی بیس برس مین پڑھتا ہو پھر بغداد مین مین نے وعظ کہا یہ سب آپ کا فیض توجہ تھا بعد اسکے آپ سے مصر جانیکی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ جاؤ یہ سفر تمکو مبارک ہوگا اور تم

[۱] کشکاب بالفتح آش جو کہ جو بیمارون کیلئے پکائی جاتی ہین کذا فی البرہان اور ہریسہ بکسر ہا ایک قسم کے آش ہوتے ہین جسے چھنے ہوئے گیہون اور گوشت اور گھی اور نمک مصالحے سے ملا کر پکاتے ہین ۱۲ آئین اکبری

دمشق بھی جاؤگے اور قوم غز کو مستعد مصر جانے کے لئے پاؤگے اُس قوم سے کہدینا کہ اس مرتبہ تمھاری کوشش بے سود ہوگی مصر کے لینے کا ارادہ دل سے ہٹا ڈالو دوسری بار جب قصد کروگے تو فتح پاؤگے جب مین دمشق پہونچا تو جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہی دیکھا کہ قوم غز مصر لینے کے لیے تیاریان کر رہے تھے مین نے حضرت کا ارشاد اُن سے بیان کیا مگر انھون نے نہ مانا پھر مین جب مصر پہونچا تو خلیفہ مصر کو لڑائی پر مستعد پایا تب خلیفہ سے مین نے کہا کہ اس مرتبہ قوم غز فتح نہین پائیگی تم اطمینان سے اُن سے لڑو اور شکست دو غرض قوم غز نواحی مصر مین پہونچے اور باہم لڑائی ہوئی اور شکست کھا کر دمشق پلٹ گئے اُسکے بعد سے خلیفہ مصر نے مجھپر بہت نوازش کی اور اپنے مصاحبین خاص مین کر دیا جب دوبارہ پھر قوم غز نے لشکر کشی کی تو فتح پائی تب اُن لوگون نے میری بہت تعظیم و تکریم کی اور دونون جگہون سے ڈیڑھ لاکھ دینار اس ارشاد کی بدولت جو مین نے آپ سے سُنا تھا مجھے ملے یہ شیخ ابوالحسن علمار محدثین سے تھے اکثر وعظ کہا کرتے تھے اور لوگ اُن سے منتفع ہوتے تھے سنہ پانسو ننانوے مین مصر مین اُنکی وفات ہوئی سنہ پانسو آٹھ مین دمشق مین پیدا ہوے اس حساب سے اکانوے برس کا ہوا

کرامت مناقب غوثیہ مین ہے کہ ایک بار ماہ رمضان المبارک مین ستر آدمیون نے ایک ہی وقت مین حضرت غوثیت مآب رض کی علٰحدہ علٰحدہ دعوت کی اور درخواست کی کہ حضرت ہمارے گھر مین تشریف لا کر دعوت تناول فرمائین آپ نے قبول فرمایا اور ایسا تصرف ظاہر کیا کہ ایک ہی وقت مین ہر جگہ پہونچے اور خانقاہ مین بھی جماعت حاضرین کے ساتھ موجود رہے یہ خبر بغداد مین جب شایع ہوئی تو ایک خادم کے دل مین خطرہ آیا کہ آپ نے تو خانقاہ سے قدم باہر نہین نکالا اور سب لوگ یہ کہتے ہین کہ ہمارے یہان علٰحدہ علٰحدہ آپ تشریف لے گئے ایسا کیونکر ہو سکتا ہے فوراً حضرت نے اُس خادم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہین مین نے ہر ایک کی دعوت قبول کی اور ہر ایک کے مکان پر گیا ایسے ہی ایک حکایت حضرت شیخ ابراہیم بن ادہم کی بھی فصول عمادیہ مین مذکور ہے کہ ابو عبد اللہ زعفرانی سے لوگون نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جو لوگ حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہین کہ لوگون نے اُنکو بصرہ مین ترویہ کے دن دیکھا اور پھر اُسی روز مکہ مین بھی تو انھون نے جواب دیا کہ مقاتل کا قول تو یہ ہے کہ جو اُسکے جواز کا اعتقاد کریگا وہ کافر ہے کیونکہ یہ کرامات سے نہین ہے بلکہ معجزات سے ہے لیکن مین اگرچہ اُسے محال جانتا ہون مگر اُسپر کفر کا اطلاق نہین کرتا اور محمد بن یوسف

معروف بابی حنیفہ کہتے تھے کہ وہ شخص کافر کہا جائیگا مین کہتا ہون کہ وجود شخص واحد کا ایک وقت مین دو جگہون پر ممکن ہے بڑے بڑے علمانے اِسکا امکان ثابت کیا ہے اور اسپر بہت سے نظائر پیش کئے ہین اب اگر یہ دیکھنا ایک آن مین ہے تو وہ تصور ہے اور متکلمین مین اسکے منکر وہی مین جو عالم مثال کے منکر ہین اُنکے سوا اور لوگون نے اُسپر بہت تفصیل سے تردید کی ہے اور اگر کئی بار دیکھنا ایک شخص کا دو آنون مین ہو تو وہ انزوا ارض ہے علامہ تاج الدین سبکی طبقات مین اقسام کرامات مین لکھتے ہین کہ پانچوین انزوار الارض ہے اولیا کے واسطے اِس طور پر کہ بعضون کا بیان ہے کہ بعضے اولیا جامع طرطوس مین تھے اور اُنکو حرم شریف کی زیارت کا شوق ہوا تو اُنھون نے اپنا سر اپنی جیب مین ڈال کر بعد نکالا تو اپنے آپ کو حرم مین پایا اور اسکے علاوہ اور بہت سے حکایات اسی قسم کے حد تواتر کو پہنچے ہین جن کی انکار کوئی نہین کر سکتا علامہ جلال الدین سیوطی کا اسی بیان مین ایک خاص رسالہ ہے کہ جسکا نام المنجلی فی تطور الولی ہے وہ اُس مین لکھتے ہین کہ یہ جو وہم کیا جاتا ہے کہ شخص واحد کا وجود دو مکانون مین ایک وقت غیر ممکن بلکہ محال ہے تو ایسا نہین ہے بلکہ اِس امر کو بڑے بڑے علما نے صاف صاف طور سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ قسم جائز اور ممکن ہے چنانچہ اُن مین سے علامہ علاء الدین غزنوی شارح حاوی اور شیخ تاج الدین سبکی اور شیخ کریم الدین شیخ خانقاہ صلاحیہ اور شیخ صفی الدین ابن ابی المنصور اور شیخ عبد الغفار بن نوح قیومی صاحب الوحید اور علامہ یافعی اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اور شیخ سراج الدین بن الملقن اور برہان انباسی اور شیخ عبد اللہ اور اُنکے شاگرد شیخ خلیل مالکی صاحب مختصر اور شیخ ابو الفضل محمد بن ابراہیم تلمسانی مالکی اور اور بہت سے لوگ ہین اُن سب کے کلام کا خلاصہ اُسکی توجیہ کے متعلق تین باتین ہین ایک یہ کہ شکل مین صورتین متعدد ہون جیسے جنات دوسرے یہ کہ زمین ایسی بجیدہ ہو جس سے جگہ ایک سمجھی جائے یعنی اللہ تعالے زمین کو کسی ولی کے واسطے سمیٹ دے اور حجابات مانعہ اُٹھا دے اور وہ گمان کرنے لگے کہ یہ دو جگہین ہین حالانکہ وہ ایک ہی جگہ ہو یہی عمدہ بات ہے بیت المقدس کے اُٹھ جانے والی حدیث کے قیاس کرنے کے بارہ مین کہ جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مین دیکھا اور اسکی کیفیت اور حالت قریش سے بیان فرمائی جب کہ اُن لوگون نے شب معراج کی صبح کو پوچھا تیسرے یہ کہ اُس ولی کا جثہ ایسا عظیم ہو جائے کہ دنیا بھر کو گھیر لے اور ہر چیز کو اسکی جگہ پر پائے جیسے ملک الموت کہ وہ مشرق و مغرب مین جو ہوتا ہے اُسکی روح ایک

گھڑی مین قبض کرتے ہین اور یہی وجہ ان تینون مین احسن الوجہ ہے اور یہ صورت متادہ پر دیکھنے
کے منافی نہین ہے کیونکہ اللہ تعالے زائد کو مجوب کرتا ہو بینائیون پر یا بعض کو بعض مین داخل کر دیتا
ہے جیسے کہ یہ دونون باتین کہی گئین یا حضرت جبرئیل کی رویت مین دحیہ کلبیؓ کی صورت پر پایہر
صورت اصلی اُنکی اس سے بڑی اس طرح پر کہ اُنکے بازو افق ڈھانپے ہوئے تھے پھر علامہ سیوطی
نے علاء الدین تونوی کے کلام کو انکی کتاب الاعلام سے اور شیخ تاج الدین سبکی کے طبقات الکبری
کی عبارت متعلق ترجمہٗ ابی عباس ملثم اور اُنکے شاگرد شیخ عبد الغفار بن نوح صاحب کتاب الوحید
فی علم التوحید اور شیخ صفی الدین بن ابی المنصور کے رسالہ کی عبارت اور شیخ خلیل مالکی کی
عبارت جو اُنھون نے اپنے شیخ عبد اللہ کے مناقب والی کتاب مین لکھی ہے اور شیخ
سراج الدین بن الملقن اور برہان الدین انباسی کی کتاب تلخیص الکوکب المنیر فی مناقب
شیخ ابی العباس البصیر اور علامہ شمس الدین ابراہیم کی کتاب الروح کی سب عبارتین نقل
کرکے لکھا ہے کہ ہمارے مقصد کے شواہد مین ایک یہ بھی ہے کہ جسکو امام احمد اور نسائیؒ نے
بہ سند صحیح حضرت ابن عباس سے روایت کرکے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب مجھے معراج ہوئی تو اُسکی صبح کو مین نے طواف کیا اور مجھے خیال
ہوا کہ لوگ مجھے جھٹلاوینگے بعد اسکے وہ سب بیان کیا یہانتک کہ قریش نے کہا کہ آپ
بیت المقدس کا حال بیان کر سکتے ہین کہ کیا ہے اور اُس وقت بعضے ایسے لوگ بھی تھے کہ
جو بیت المقدس کو دیکھ آئے تھے آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ مین اُسکا حال بیان کرنے لگا
جب بعضی وہ باتین بھی جو مجھ پر پوشیدہ تھین مجھ سے پوچھی گئین تو فوراً بیت المقدس میرے
سامنے لایا گیا اور مین اُسکی طرف دیکھنے لگا اور وہ ایسا قریب ہوا کہ جیسے عقیل کا گھر جیا بچہ
مین اُسکو دیکھتا جاتا تھا اور حال بیان کرتا جاتا تھا تو یہ از قبیل تمثیل ہے جیسے جنت و دوزخ
دیکھنا عرض دیوار مین یا از قبیل طے مسافت کیونکہ معلوم ہے کہ بیت المقدس والون نے انکو
کبھی ایک گھڑی بھی اپنے شہر سے باہر نہین دیکھا اور اسی قبیل سے وہ ہے جو ابن جریر و ابن
المنذر و ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیرون مین اور حاکم نے مستدرک مین تصحیح کے ساتھ ابن عباس سے
اس آیت لولا ان رای برہان[1] کی تفسیر مین روایت کیا اور ایسے ہی روایت سعید ابن جبیر و

[1] یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے ساتھ قصد کیا اگر وہ اپنے رب کی دلیل دو دیکھتے تفسیر جلالین حضرت ابن عباس کا
قول لکھا ہو کہ حضرت یوسف کے سامنے اوس وقت حضرت یعقوب کی تصویر لائی گئی جنسے حضرت یوسف کے سینہ پر ہاتھ مارا کہ شہوت
انگلیون سے نکل گئی اور لولا کا جواب لکھا ہیان سو محذوف ہے یعنی اگر ایسا نہوتا تو حضرت یوسف سے جماع واقع ہو جاتا ۱۲ منہ

حمید بن عبد الرحمن اور مجاہد اور قاسم بن ابی بزہ اور عکرمہ اور محمد بن سیرین اور قتادہ اور ابی صالح
اور شمر بن عطیہ وضحاک کی ہے اور حسن سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ گھر کی چھت پھٹ گئی
اور حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے اور ایک روایت مین اُن سے ہے کہ صورت حضرت
یعقوب کو دیکھا اور یہی قول اُن اسلاف کا دلیل ہے اثبات عالم مثالی یا طے مسافت پر اور یہی
ہمارے مسئلہ کا بھی بہت بڑا شاہد ہے کیونکہ حضرت یوسف نے حضرت یعقوب کو دیکھا اور حضرت
یوسف علیہ السلام مصر مین تھے اور وہ اُس وقت زمین شام مین تو اُس مین اثبات رویت یعقوب
علیہ السلام دو بعید مکانون مین ہے وقت واحد مین اِن دو قاعدون کی بنا پر جنکو ہم نے بیان
کیا حضرت مولانا عبد الرحمن جامی نفحات الانس مین لکھتے ہین کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند فرماتے
تھے کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے تھے کہ زمین اِس گروہ کی نظر مین مثل دسترخوان
کے ہوتی ہے اور ہم کہتے ہین کہ مثل روے ناخن کے کوئی چیز اُنکی نظر سے غائب ہی نہین
رہتی کرامت مناقب غوثیہ مین ہے کہ ایک درویش صاحب ورع وتقوٰے حضرت غوثیت
مآب رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے اشتیاق مین مسافت بعیدہ طے کرکے بغداد پہونچے پہلے اُن کا
گذر آپ کے اصطبل کی جانب ہوا دیکھا کہ گھوڑون کی جھولین دیبا و زربفت کی ہین اور بجاے رسی
کے طلائی و نقرئی زنجیرین ہین یہ کروفر ظاہری دیکھکر اُنکے دل مین خیال گذرا کہ جسکے پاس اسقدر
اسباب ظاہری ہوگا اُسکو یاد حق مین حلاوت کیا ہوتی ہوگی یہ خیال کرکے وہان سے واپس
علیحدہ ایک محلہ مین ٹھہرے وہان بیمار ہوگئے اُس محلہ کے مسلمانون نے طبیب کو بلا کر دکھایا وہ
نبض دیکھ کر پریشان ہوگیا اور کہنے لگا کہ اس بیمار کا علاج بہت دشوار ہے لوگون نے پوچھا
کیون اُسنے جوابدیا کہ فلان رنگ و فلان جنس کے گھوڑے کے خون سے اسکو غسل دیا جائے
اور اُسی کے جگر کے کباب کھلائے جائین تو شاید اچھا ہو جائے یہ خبر حضرت کو پہونچی آپ نے
طبیب اور بیمار دونون کو طلب فرمایا اور اپنے حجرۂ خاص کے قریب مریض کو رہنے کیلئے جگہ عنایت
فرمائی اور طبیب سے کہا کہ طویلہ مین جو گھوڑا علاج کے قابل ہو اُسکو لیلو اور کام مین لاؤ چنانچہ
طبیب نے ایک گھوڑا روز ذبح کرکے مریض کو اُسکے خون سے غسل دیتا اور اُسکے جگر کے کباب
کھلانا شروع کیا چند دنون مین وہ درویش بالکل اچھے ہوگئے اور حضور مین حاضر ہوکر شکرانہ
بجا لائے آپ نے فرمایا تم فلان شہر سے میری ملاقات کو محنت شاقہ گوارا کرکے آئے یہ احسان
تمھارا مجھ پر ہے باقی جو تمھارے دل مین خطرہ گھوڑے دیکھکر آیا کہ جو شخص اسقدر اسباب دنیا

رکھتا ہوگا اُسکو یاد حق مین حلاوت کیا ہوتی ہوگی تو یہ سچ ہے واقعی فقرا کو گھوڑون سے کیا کام مگر چونکہ معلوم ہوا تھا کہ فلان درویش فلان شہر سے دیکھنے آتا ہے اور وہ یہان فلان بیماری مین مبتلا ہوگا اُسکا علاج اسطرح ہوگا لہذا قبل تمھارے پہونچنے کے اُسکا سامان موجود کرلیا گیا تاکہ تمھاری خدمت سے عجز نہ رہے اور یہ جھولین مکلف اسواسطے تھین کہ طبیب فقیر کے در دروازہ سے محروم نہ جاے یہ فرما کر وہ سب طبیب کو مرحمت فرمادین **کرامت** شیخ ابوالغنا کہتے تھے کہ ایک مرتبہ مین اور شیخ علی بن ہیتی حضرت غوثیت مآب کے حضور مین حاضر ہوے جب دہلیز پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص جوان وہان بیخود پڑا ہے جب شیخ علی بن ہیتی کو دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر حضرت کے حضور مین تم کو وقت ملجاے تو میری سفارش ضرور کیجیو یہ جب وہان حاضر ہوے تو عرض کیا کہ حضرت کریم گنہگارون کے گناہ کی معافی مین بہانہ جوئی فرماتا ہے اب اس دہلیز پر پڑے ہوے کا گناہ بخشدیا جاے ارشاد ہوا کہ مین تمھارے کہنے سے بخشتا ہون شیخ علی نے خوش خوش وہان سے نکل کر اسکو بشارت دی کہ تیرا گناہ معاف ہوگیا وہ جوان اُسیوقت یہ سنتے ہی ہوا مین اُڑ گیا مین پھر حضرت کے حضور مین واپس آیا کہ اُس واقعہ کی حقیقت پوچھون دریافت پر آپ نے فرمایا کہ وہ مردان غیب سے ایک شخص تھا ہوا پر جارہا تھا جب قریب بغداد کے پہونچا تو اُسنے خیال کیا کہ یہان کوئی بزرگ نہین ہے اس خیال سے اُسکا حال اُسیوقت سلب کرلیا گیا اور زمین پر ڈالدیا گیا ؎

اگہہ در کوچۂ معشوقہ من می گذری ‖ بہ حذر باش کہ سری شکند دیوارش

اگر تم اُسکی سفارش نہ کرتے تو وہ اسی حالت مین مرجاتا حال واپس نہوتا **کرامت** شیخ ابو محمد عبداللہ بطائحی سے منقول ہے کہ ایک روز ابوالمعانی محمد بن احمد بغدادی تاجر آپ کی مجلس فردوس منزل مین حاضر تھے کہ اُنکو پیشاب کی شدید ضرورت ایسی ہوئی کہ جنبش محال ہوگئی وہ دل سے آپ کی طرف متوجہ ہوے اُسی وقت آپ منبر کے اول زینہ سے اُترے تو اُنکو ایک چیز مثل آدمی کے سر کے معلوم ہوئی جب آپ دوسرے زینہ سے اُترے تو اُسکے سینہ اور بازو بھی ظاہر ہوے غرضکہ جو جو آپ منبر سے اُترتے جاتے وہ ایک صورت آدمی کی آپکی صورت کے مشابہ ظاہر ہوتی جاتی تھی یہان تک کہ اُس صورت نے کچھ باتین بھی آپ کی طرح کہین اور اُسکی آواز بھی مثل آنحضرت کی آواز کے معلوم ہوئی اور سوا ابوالمعالی کے کوئی اسبات سے واقف نہوا تھا بعد اسکے آنحضرت نے خود تشریف لاکر اپنی آستین یا سندیل ؎

(اسمین راوی کو شک ہے) ابوالمعالی کے سر کو چھپالیا اُنھون نے اپنے آپ کو اُسی وقت ایک
بڑے جنگل مین دیکھا جسمین ایک نہر جاری تھی اور اُسپر ایک درخت لگا تھا اُنھون نے اپنی
کنجیون کو اُسپر لٹکادیا اور استنجی وغیرہ سے فراغت کرکے دو رکعت نماز پڑھ کر جیسے سلام پھیرا
ویسے ہی حضرت نے آستین یا مندیل اُنکے سر پر سے اُٹھالی تو اُنھون نے پھر اپنے آپ کو
حضرت کی مجلس مین پایا مگر جب کنجیون کو تلاش کیا تو نہین پایا ایک مدت کے بعد جب وہ قافلہ
کے ساتھ بغداد سے عجم کو گئے تو چودہ منزل نکل کر ایک جنگل مین پہونچے دیکھا تو وہی نہر ہے
اور وہی درخت اور کنجیون کو بھی درخت مین لٹکا پایا واپس آکر آنحضرت سے بیان کرنا چاہا
آپ نے قبل اُنکے بیان کرنے کے اُنکا کان پکڑکے تاکیداً فرمایا کہ اے ابوالمعالی جبتک
مین زندہ ہون اُسوقت تک کسی سے اس راز کو ظاہر نہ کرنا وہ خاموش ہو گئے پھر اسی کے
بعد ابوالمعالی بھی حضرت کے خادمین مین شامل ہو گئے **کرامت** شیخ ابوحفص عمر سلیمانی
کہتے تھے کہ مین ایک روز خلوت مین تھا کہ دفعتًا دیوار شق ہوئی اور ایک بُری صورت
ظاہر ہوئی مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ مین ابلیس ہون تمکو نصیحت کرنے
آیا ہون کہ مراقبہ مین جلسہ زانو کو پیٹ مین لگاکر اور ہاتھون کو پنڈلیون پر رکھ کر اور سر
نیچے جھکاکر کیا کرو غرض رات تو گذر گئی صبح کو مین نے حضرت سے عرض کرنا چاہا آپ نے
قبل میرے عرض کرنے کے مصافحہ کرنے کے وقت میرا ہاتھ پکڑکے فرمایا یا عمر صدقک
وھو کذوب یعنی اے عمر اس نے تجھے سچ بات بتائی اگرچہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے
اب آیندہ کوئی بات اُسکی نہ ماننا چنانچہ چالیس برس مین نے اسی طرح مراقبہ کیا
کرامت ایک بار ماہ محرم ۵۵۹ھ مین ایک مکان مین آنحضرت معہ تین سو آدمیون کے
تشریف رکھتے تھے کہ یکبارگی آپ اُس مکان سے باہر تشریف لے آئے اور سب سے
فرمایا کہ جلد باہر نکل آؤ چنانچہ سب نے تعمیل ارشاد کی جب کوئی نہ رہا تو اُسی وقت اُس
مکان کی چھت گر پڑی آپ نے فرمایا کہ جب مین مکان کے اندر تھا اُسی وقت مردان
غیب نے مجھکو خبر دی تھی کہ یہ اسی وقت گر پڑیگا تو مجھکو تم سب پر رحم آیا اور مین نے
تم سے کہدیا **کرامت** شیخ مکارم کہتے تھے کہ ایکبار مین مدرسہ مین حاضر تھا اُسوقت ہوا
مین ایک تیتر اُڑتا جارہا تھا میرے دل مین اُسکے گوشت کھانے کا خیال گذرا آپ نے
میری طرف دیکھ کر مسکراکر آسمان کی طرف دیکھا فورًا وہ تیتر مدرسہ کے صحن مین گر کر میرے

زانو بزانو بیٹھا آپ نے فرمایا کہ لو جس چیز کی تمکو آرزو تھی وہ موجود ہے کیا اللہ سے زیادہ محبت کسی اور چیز کی بھی تمکو ہے مجھکو اگرچہ تیتر بہت اچھا معلوم ہوتا تھا مگر اسوقت سے ایسی نفرت ہو گئی کہ صورت بھی دیکھنا ناگوار ہو گیا بعد اسکے وہ تیتر اڑ گیا **کرامت** شیخ ابو البقا محمد بن ازہر کہتے تھے کہ بہت دنون سے جناب باری کے حضور مین میری یہ دعا تھی کہ الٰہی کسی غیبی شخص کو مین دیکھتا ایک روز خواب مین مین نے دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے مزار کی مین زیارت کر رہا ہون اور مزار شریف کے پاس ایک اور صاحب ہین میرے دل مین آیا کہ یہ غالبًا مردان غیب سے ہین جیسے آنکھ کھلی فورًا امام صاحب کے مزار پر حاضر ہوا تو جیسا خواب مین دیکھا تھا ویسے ہی ایک بزرگ کو وہان دیکھا جب وہ باہر نکلے تو مین بھی اُنکے پیچھے ہو لیا یہانتک کہ دجلہ پر پہونچے وہ سب طرف سے سمٹ کر ایک قدم کے برابر ہو گیا وہ بزرگ دجلہ اس پار ہو گئے مین نے انکو قسم دے کر رُوکا اور پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے اُنھون نے کہا کہ حنیفا مسلما و ما انا من المشرکین مین سمجھا کہ حنفی مذہب ہین وہان سے مین حضرت غوثیت مآب کی خدمت مین اس واقعہ کے عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ کے مدرسہ کا دروازہ بند پایا آواز دی مگر آپ نے نہ کھولا مین باہر کھڑا رہا آپ نے اندر سے آواز دی کہ اے ابو البقا آجکل تمام روے زمین مین کوئی ولی حنفی مذہب نہین سوا اُن کے جن سے تم نے ملاقات کی **کرامت** ایک مرتبہ شیخ ابو حفص عمر بن صالح حدادی ایک بہت ضعیف اونٹنی لیکر حضور مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ مین حج کو جانا چاہتا ہون اور اس سواری کے سوا میرے پاس کوئی سواری نہین کیا کرون آپ نے اس اونٹنی کو اپنے قدم مبارک سے ٹھوکر دیکر اُسکی پیشانی اور سر پر ہاتھ پھیرا اُسی وقت سے وہ ایسی تیز ہو گئی کہ سب سواریون سے تیز اور آگے جانے لگی **کرامت** اُنہین سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابو الحسن علی بن احمد بن وہب ازجی بیمار ہوئے تو آپ عیادت کی غرض سے اُنکے مکان پر تشریف لیگئے وہان ایک قسم کا کبوتر بہت قیمتی اور ایک قمری تھی اور چھ مہینہ سے اُس کبوتری نے انڈے نہین دیے تھے اور نہ قمری چھ مہینہ سے بولی تھی آپ نے فرمایا اے کبوتری متع مالکک یعنی نفع دے اپنے مالک کو اور قمری سے فرمایا سبحی خالقک یعنی تسبیح کر اپنے پیدا کرنیوالے کی اسیوقت سے قمری نے بولنا اور کبوتری نے انڈے دینا شروع کر دیا اور تا مرگ بھی دونون کی حالت قائم رہی۔ **کرامت** اُنہین سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک بار ششتر مین آپ نے مجھسے فرمایا کہ شہر موصل مین جا وہان تمھارے اولاد بہت ہوگی پہلے لڑکے کا نام محمد رکھنا اور ایک شخص علی نبداوی نام نابینا اسکو

سات مہینہ مین قرآن شریف پڑھا دیگا اور وہ اسی قدر مدت مین قرآن شریف یاد کریگا اور تم جو راونے برس ایک مہینہ سات روز زندہ رہوگے اور قوت سامعہ و باصرہ تمھاری بخوبی برقرار رہے گی اور ملک اربل مین تمھارا انتقال ہوگا چنانچہ بالتحقیق معلوم ہوا کہ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی بے کم و کاست واقع ہوا **کرامت** شیخ عباد نے ایک دفعہ کہین یہ کلمہ کہدیا تھا کہ بعد حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے مین اُنکے حالات اور کمالات کا وارث ہونگا یعنی وہ مرتبہ اور درجہ آپ کی وفات کے بعد مجھکو ملیگا آپ نے اُنکا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو تو چاہتا ہے وہ مین نے تجھ سے دور کردیا اور پھر دونون ہاتھ عباد کے ہاتھون مین ڈال کر نکال لیے اُسی وقت سے سب کیفیت اُنکی جاتی رہی عرصہ تک یہی حالت رہی یہانتک کہ شیخ جمیل بردی پر ایک رات ایسی حالت طاری ہوئی کہ جس مین وہ مستغرق ہوگئے اور ایک نور لطیف پاکیزہ اُنھین نظر پڑا جسمین کچھ آوازین سنائی دین اور روحین دیکھ پڑین بعد اُسکے عالم ملکوت مین ایک مجلس بزرگون کی دیکھی جسمین کچھ لوگ اُنکے شناسا معلوم ہوتے تھے فوراً ایک مہکتی ہوئی ہوا وہان ایسی چلی جس سے سب مست ہوگئے اور کسی نے کہا کہ یہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی خوشبو ہے پھر اُنکے کان مین آواز آئی کہ یہ وہ بلند مقام ہے جس پر کوئی پہونچ نہین سکتا اُن کی زبان سے نکلا یارب اسئلک اخی عباد یعنی یا اللہ مین اپنے بھائی عباد کی عفو تقصیر چاہتا ہون تب آواز آئی کہ اُسکا حال کوئی نہین واپس کرسکتا سوا اُس کے کہ جس نے سلب کیا اور وہی قصور بھی معاف کرسکتا ہے بعد اسکے جب شیخ بردی بیدار ہوئے تو آنحضرت کیخدمت مین حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ تم نے عباد کے قصور کی معافی کی سفارش کی ہے اُن کو یہان لے آؤ وہ جاکر لے آئے آپ نے فرمایا کہ تمھارے قصور کی معافی اسطور سے ہوسکتی ہے کہ اسوقت جو قافلہ حاجیون کا جارہا ہے اُسکے ساتھ حج کو تم بھی جاؤ چنانچہ عباد قافلہ کے ساتھ روانہ ہوے جب فید کے مقام پر پہونچے تو ایک درخت کو دیکھکر اُنکو وجد ہوگیا اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہوکر گر پڑے اور ہر ہر رونگٹے سے خون جاری ہوگیا جب ہوش مین آئے تو سب حالتین سابقہ بلکہ اُس سے زیادہ واپس پائین حضرت غوثیت مآب نے یہان شیخ جمیل بردی سے فرمایا کہ منزل فید مین حق تعالے نے تمھارے دوست کو اُنکا حال واپس دیدیا اور مین نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اُسکو ہجر کا مزہ نہ چکھا دونگا تب تک حال واپس نکرونگا چنانچہ آج اُسنے چکھ لیا تب اُسکو اُسکا حال واپس ملگیا وہان شیخ عباد کی یہ کیفیت ہوئی کہ وہ برابر حاجیون کے ساتھ چلے جاتے تھے جب کچھ ضرورت ہوتی تو آواز دیتے غیب سے خود بخود وہ کام ہوجاتا تھا ایک بار وہین ایک گروہ عرب کا ظاہر ہوا اُنھون نے

اُسکے دفیعہ کیلئے بھی آواز دی کچھ نہین ہوا اور وہین کھڑے کھڑے اُن کی جان نکل گئی یہ واقعہ بہت مشہور ہوا نعش اُنکی منزل فیدہ مین لاکر دفن کی گئی اُسی روز بغداد مین حضرت غوثیت مآب نے شیخ جمیل بدوی سے شیخ عباد کے انتقال کی خبر دی **کرامت** آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق وحضرت شیخ عبدالوہاب قدس سرہما فرماتے تھے آپ جب کسی کو دور سے دیکھتے تھے تو بہت آہستہ سے کہ وہ سُن نہ پاتا کہتے مرحبا بحبیب اللہ اگر وہ نیکبخت ہوتا ورنہ طرید اللہ فرماتے اگر بدبخت ہوتا اور ویسی ہی علامت سعادت و شقاوت موافق آپ کے ارشاد کے ہر ایک مین ظاہر ہوجاتی تھی **کرامت** شیخ ابو محمد مفرج بن نبہان شیبانی سے منقول ہے کہ شیخ عطا کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے مریدون کے ساتھ ہر جمعہ کو موضع بیان مین ایک نہر مین جاکر نماز کے لئے غسل کیا کرتے تھے اور باوصف اُس نہر کے بہت گہری ہونے کے اُس پار اتر جاتے تھے اور اُن کے ہمراہی بڑے بڑے زبردست لوگ تھے کوئی شیر پر سوار ہوتا اور کوئی کسی اور جانور پر مین نے یہ کیفیت دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے کچھ دنون تو آپ نہین بولے مگر چلتے وقت مجھ سے فرمایا کہ اُس نہر کے پاس جاکر کہدینا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہین کہ شیخ عطا اور اُن کے یارون کو نہ چھوڑ چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا جب دوسرے جمعہ کو وہ سب لوگ وہان پھر نہاتے گئے تو اُس کا پانی اتنا بڑھا کہ کہین سے کہین پہونچ گیا اور اُن لوگون مین سے کوئی پار نہ اُتر سکا تب شیخ عطا نے کہا کہ پلٹ چلو آج خدا جانے کوئی نئی بات ہوئی ہے پھر تامل کر کے کہنے لگے کہ اب سب لوگ سنگے بغداد حضرت غوثیت مآب کی خدمت مین چلو اور توبہ کرو تب شیخ ابراہیم ابن شیخ عطا نے کہا کہ شیخ مفرج کے پاس چلکر عرض کر دیہ کہتے ہی پانی کم ہوکر قدیم حد پر آگیا وہ سب پار اُتر گئے پھر شیخ مفرج کے پاس جاکر سبھون نے توبہ کی **کرامت** شیخ ابو عبداللہ محمد بن کامل بیانی سے منقول ہے کہ شیخ ابو محمد یعلی کہتے تھے کہ مین ایک بار بغداد حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور عرصہ تک حاضر رہا جب مصر واپس آنے کا ارادہ کیا تو آپ سے اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ کسی سے کسی چیز کی خواہش نہ کرو اور چلے جاؤ پھر اپنی انگلی میرے مُونھ مین ڈالدی اور فرمایا کہ خوب چوس تو مین نے خوب چوس کر گھر کی راہ لی بغداد سے مصر تک کئی منزل کی راہ ہے اتنے راستہ مین کچھ کھانے پینے کی نوبت نہین آئی مگر معلوم ہوتا تھا کہ قوت خود بخود بڑھتی جاتی ہے **کرامت** حضرت شیخ عبدالرزاق آنحضرت کے صاحبزادے سے منقول ہے کہ جمعہ کے روز مین اور میرے دو بھائی شیخ عبدالوہاب و شیخ عیسیٰ آپ کے ساتھ نماز کے لئے جامع مسجد کو جاتے تھے راہ مین ہمیں کے

خراب کے جو بادشاہ کے لیے جا رہی تھی ملے نہایت خراب و بودار لیجانے والون سے آپ نے
فرمایا کہ ٹھہرو اُنھون نے نہین سُنا اور سواری تیز ہانکنے لگے آپ نے سواری کے جانور سے فرمایا کہ
رکجا وہ رُک گیا ہرچند اُسکو سوارون نے مارا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا پھر وہین مُلازمین شاہی کے
ایسا درد قولنج اُٹھا کہ زمین پر گر کر چلانے اور لوٹنے لگے پھر جب توبہ و استغفار کیا تو آپ کی توجہ
سے درد جاتا رہا اور دیکھا گیا تو شراب سرکہ ہوگئی بعد اسکے آپ مسجد تشریف لیگئے لوگون مین اُسکی
بہت شہرت ہوئی یہانتک کہ بادشاہ کو خبر ہوئی اولاً تو وہ بہت رویا بعد اُسکے محرمات سے بھی توبہ
کی اور آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا اور پھر اُسوقت سے مودبانہ برابر حاضر ہوتا رہا **کرامت**
شیخ ابو المظفر اسمعیل بن حمیری کہتے تھے کہ شیخ علی ہیتی کا یہ معمول تھا کہ جب وہ بیمار ہوتے تھے تو ایک
جگہ مقرر کرکے وہان بیماری کے زمانہ تک قیام کرتے ایک بار آپ اُنکی عیادت کو تشریف لے گئے
تو وہان دو درخت خرمہ کے خشک ہوگئے تھے اور اُنکے کٹوا ڈالنے کا ارادہ تھا آپ نے ایک
درخت کے نیچے وضو کیا اور دوسرے کے نیچے دو رکعتین پڑھین اُسی ہفتہ مین دونون درخت خود بخود
سرسبز اور بار آور ہوئے چنانچہ مین اُنکے پھلون مین سے تھوڑے سے حضرت کے حضور مین لے گیا
آپ نے دو ایک تناول کرکے فرمایا کہ بارك الله[له] فی ارضك ودرهمك وضیاعك و
زرعك اُسی سال سے میری زمین مین دوگنی پیداوار ہونے لگی اور جس طرف روپیہ بھیجا جاتا وہ
دُوگنا چوگنا ہوکر وہان سے آتا تھا اور جس جگہ سَو من گیہون رکھتا اور نصف اُسمین سے خرچ کر ڈالتا
تو جب تولنے کا اتفاق ہوتا تو وہی سَو من کے سَو من وزن مین نکلتے اور جانورون کی تعداد مین
اتنی زیادتی ہوئی کہ شمار سے باہر ہوگئے اور یہ سب آپ کی دعا کے برکت سے ہوا **کرامت**
شیخ ابو العباس احمد بن محمد قرشی آپ کے رکابدار بیان کرتے تھے کہ ایک بار مین نے آپ سے
اپنی تنگی و مفلسی کی شکایت کی اور بغداد مین وہ زمانہ قحط کا تھا آپ نے ایک مقدار معین گیہون
کی مجھے دی اور فرمایا کہ اسکو کسی بڑے برتن مین رکھ کے مُنھ بند کر دو اور نیچے ایک سوراخ کرکے
گیہون نکالتے رہو اس کا مُنھ کبھی نہ کھولنا چنانچہ پانچ برس مین نے اُن گیہون کو کھایا ایک دن
میری عورت نے غلطی سے اُس کا مُنھ کھولدیا تو سات ہی روز مین وہ گیہون ختم ہوگئے مین نے
یہ کیفیت حضرت سے عرض کی آپ نے فرمایا کہ اگر اُسکا مُنھ نہ کھولا جاتا تو تم سب مُدۃ العمر اُس سے
کھاتے رہتے **کرامت** صاحب عوارف کہتے تھے کہ مین نے سُنا کہ ایک بار آپ نے ایک

له الله تعالی تمھاری زمین اور مال اور زراعت مین برکت دے ۱۲ منه

شخص کے پاس کہلا بھیجا کہ تیرے پاس اسقدر غلہ اور روپیہ ہے اُس میں سے اسقدر کھانا اور روپیہ بھیجدے اُس نے کہا کہ مین امانت مین کیسے تصرف کرون اگر آپ سے اس کے متعلق فتوے کیا جائے تو آپ بھی کبھی فتوے نہ دیجئے گا چند دنون کے بعد وہ آپ کا معتقد ہو گیا پھر جو کچھ آپ نے اُس سے طلب کیا تھا وہ لیکر آپ کیخدمت مین حاضر ہوا اس تصرف کے بعد اُسکے پاس اصلی مالک کا خط بعض اطراف عراق سے اس مضمون کا آیا کہ حضرت غوثیت مآب کے حضور مین اسقدر روپیہ اور کھانا لیجا اور وہ مقدار وہی تھی جو آپنے مقرر کی تھی آپنے یہ سنکر اُس کو تعف پر اُسکو عتاب کیا اور فرمایا کہ فقرا کے ساتھ ٹھیک رہا کر وان کے اشارے بلا سبب علم کے نہین ہوتے اور جب بندہ کی نسبت اللہ سے درست ہو جاتی ہے اور وہ اپنے افعال و خواہشات مین رضاء الٰہی کا طالب ہو جاتا ہے تو اللہ اُس کے دل سے دنیاوی غم سب اُٹھا دیتا ہے کرامت شیخ بقا بن بطو کہتے تھے کہ مین ایک بار مجلس شریف مین حاضر تھا کہ یکایک آپ وعظ موقوف کرکے منبر سے نیچے تشریف لے آئے بعد اُس کے پھر منبر پر چڑھ گئے اور دوسرے زینہ پر بیٹھ گئے اور اوپر کا حصہ منبر کا خود بخود ایسا چوڑا ہو گیا کہ جہانتک نگاہ کام کرتی تھی وہی نظر آتا تھا پھر دیکھا کہ اُس پر سبز رنگ کی مسند لگائی گئی اتنے مین حضرت رسالتمآب صلعم معہ چارون خلفا راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تشریف لاکر اُس پر بیٹھ گئے پھر دیکھا کہ حق سبحانہ وتعالے نے حضرت غوثیت مآب کے قلب اقدس پر تجلی فرمائی کہ آپ اُسکی تاب نہ لاسکے قریب تھا کہ گر پڑین تب آنحضرت صلعم نے روک لیا پھر دیکھا کہ آپ ایسے چھوٹے ہو گئے کہ جیسے چڑیا ہوتی ہے پھر بصورت ایک حلقہ کے ہو گئے پھر یہ کیفیت سامنے سے جاتی ہو گئی تب مین نے لوگون سے آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کی زیارت اور آپ کے بڑھنے گھٹنے کا سبب پوچھا اُنھون نے کہا کہ حق تعالے نے آنحضرت کو ایسی قوت دی ہے کہ جو شکل چاہین اختیار کریں اور وہی کام جو جسم و صورت سے ہوتے ہین وہ بے جسم و صورت کرتے ہین اور آپ کی اس کیفیت کا سبب یہ تھا کہ پہلی تجلی صفات عامہ الٰہی کی تھی جس کے تحمل کی طاقت انسان کو مدد غیبی سے ہوتی ہے اسیوجہ سے آنحضرت صلعم نے اُسوقت آپ کو سنبھالا اور دوسری تجلی خاص صفت جلالی کی جو ماسوا کی قوت گھلا دیتی ہے اسی سلئے آپ کا جسم چڑیا کا ایسا ہو گیا تیسری تجلی خاص صفت جمالی کی کہ وہی پرورش کرنے والی اور محبت کرنے والی اور تمام مخلوقات کو محیط ہوتی ہے اسی لئے آپ مثل ایک حلقہ کے نظر پڑے وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

کرامت شیخ محمد صالح مغربی کہتے تھے کہ ایک بار میرے مرشد شیخ ابو مدین نے مجھ سے فرمایا کہ تم بغداد جاؤ اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے فقیری سیکھو مین اُنکے ارشاد کے موافق بغداد پہونچکر حضور مین حاضر ہوا وہان آپ کا رعب اور ہیبت ایسا تھا کہ مین نے اپنی عمر مین کسی اور مین ویسا دیکھا ہی نہ تھا آپ نے ایک سو بیس روز تک مجھکو خلوت مین رہنے کا حکم دیا پھر ایک روز وہین تشریف لاکر قبلہ کی طرف اشارہ کرکے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے مین نے کہا کہ یہ کعبہ شریفہ ہے پھر مغرب کی جانب اشارہ کرکے پوچھا یہ کیا ہے مین نے عرض کیا کہ یہ میرے مرشد ابو مدین ہین آپ نے پوچھا اب کدھر جاؤگے مین نے عرض کیا کہ اپنے پیرو مرشد کے پاس آپ نے فرمایا ایک قدم مین یا منزل بمنزل یا پیدل آہستہ آہستہ تکلیف اُٹھاتے ہوئے مین نے عرض کیا کہ جیسے آیا تھا ویسے ہی جاونگا آپنے فرمایا کہ ایک قدم جانے سے تو اسی طرح جانا بہتر ہے پھر ایک نصیحت ایسی فرمائی کہ جس نے میرے دل مین بہت اثر کیا فرمایا کہ اے صالح فقیری تمکو نہین ملسکتی تاوقتیکہ اُسکی سیڑھی پر نہ چڑھو اور وہ سیڑھی توحید ہے اور توحید یہ ہے کہ تم سر سے ہر ایک چیز کو جو مخلوقات و محدثات سے ظاہر ہو محو کردو مین نے عرض کیا کہ حضور ہی مدد فرمائین کہ یہ بات مجھکو آجائے آپ نے فوراً ایک ایسی نگاہ تیز سے مجھے دیکھا کہ وہ سب باتین جو میرے دل مین جمیع تھین متفرق ہو گئین جیسے سورج نکلنے سے اندھیرا رفع ہو جاتا ہے **کرامت** شیخ علی بن ہیتی کہتے تھے کہ مین ایک بار بقصد زیارت بغداد حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کوٹھے پر نماز چاشت پڑھتے ہین اور چالیس صفین غیبی آدمیون کی جن مین ستر ستر آدمی ہاتھ باندھے ہوئے ہین ہوا مین کھڑے ہین مین نے اُن سے کہا کہ تم بیٹھتے کیون نہین ہو اُنھون نے کہا کہ جب تک حضرت نماز سے فارغ ہوکر اجازت نہ دین کیسے بیٹھ سکتے ہین اس لئے کہ وہ ہمارے سردار ہین اور اُنکا قدم ہماری گردنون پر ہے اور اُنکا حکم ہم سب پر ہمیشہ سے جاری ہے جب آپنے سلام پھیرا تو سب نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اُسوقت سے جب مین آپ کو دیکھ لیتا ہون تو گویا ساری خدائی کو دیکھ لیتا ہون **کرامت** راجہ رنجیت سنگہ والی لاہور کے وقت مین اُسکی عملداری مین دو شخص ایک ہندو اور ایک مسلمان ایک ہی محلہ مین رہتے تھے ہندو کی عورت حسینہ و جمیلہ تھی جسپر وہ مسلمان ہمسایہ فریفتہ تھا ہر وقت اسی تدبیر مین رہتا کہ کسی طرح اُسپر قبضہ پاسے عرصہ تک تو کوئی موقعہ ہاتھ نہ آیا ایک روز اتفاقاً وہ عورت معہ اپنے خاوند کے اپنے مایکہ روانہ ہوئی اُس نے اپنے دل مین کہا کہ آج موقعہ اچھا ہے یہ بھی مسلح ہوکر گھوڑے پر سوار اُسی طرف جدھر وہ دونون گئے تھے بعجلت راہی ہوا تھوڑی دور جاکر اُن دونون سے

مل گیا چونکہ دونون ہمسایہ تھے باہم باتین کرتے ہوے کچھ دور چلے سلمان نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ
تم پیدل چلتے چلتے تھک گئے ہوگے میرے گھوڑے پر سوار ہولو مین اب پیدل چلونگا اور اسپر
اصرار کیا اُس نے نہین مانا اور ہر بار انکار کیا تب اُس نے گھات سوچ کر کہا کہ خیر نہ سہی ہم تم دونون
پیدل چلین اور اِس عورت کو سوار کردو یہ تھک گئی ہوگی وہ عورت چونکہ پہلے سے کسی قدر اُس کی
فسادنیت سے آگاہ ہوچکی تھی راضی نہین ہوئی جب اُس بدمعاش نے بہت زیادہ اصرار کیا تب
اُس عورت نے کہا کہ اچھا کسی کو ضامن کرو اُسنے کہا کہ یہان چوتھا آدمی کون ہے جسکی ضمانت
دون تب اُسکے شوہر نے کہا کہ اچھا ایک شرط سے مجھکو منظور ہے کہ تم اپنے یہان کے بڑے
پیر صاحب کو ضامن کردو تو مین اسکو گھوڑے پر سوار کردون سلمان نے اپنے دل مین سوچا کہ
اچھا ہوا اس نے کسی زندہ کی ضمانت نہین مانگی بڑے پیر کا نام لے دو کون پوچھتا ہے یہ سوچکر
بے تکلف اُس نے کہدیا کہ اچھا بڑے پیر صاحب کو مین ضامن کرتا ہون مرد نے اِس اقرار کے
بعد عورت کو گھوڑے پر سوار کردیا اور خود اُس بدمعاش کے ساتھ پیدل ہولیا عورت چونکہ گھوڑے
پر سوار تھی آگے نکل گئی اُسکے خاوند کو اُس بدمعاش نے باتون مین لگایا یہانتک کہ میان
بی بی مین بہت فاصلہ ہوگیا تب اُس نے اُسکے شوہر کو مار ڈالا اور خود نہایت جلد اُس عورت
کے پاس جا پہونچا عورت نے اپنے خاوند کو پوچھا اُس نے کہا کہ پیچھے رہ گیا ہے آتا ہوگا کچھ دور
چل کر کہنے لگا کہ مین تھک گیا ہون مجھکو بھی گھوڑے پر سوار کرلے تب عورت کھٹکی اُس نے
پھر کہا کہ بتا میرا خاوند کہان ہے اُس نے کہا کہ تو خاوند خاوند کیا کہتی ہے مین اُسکا کام
تمام کر آیا ہون اب مین ہون اور تیرا کوئی نہین یہ کہکر خود بھی گھوڑے پر سوار ہوگیا
اور عورت کو اپنے آگے بٹھا کر خوب زور سے اُسکو اپنی کمر سے باندھ لیا کہ مبادا یہ کود کے بھاگ جائے
عورت اپنے خاوند کے رنج مین نیز اپنی آبروریزی کے خیال سے سخت پریشان ہوکر زار زار روتی تھی اور داہنے
بائین دیکھتی جاتی تھی آخر اُس بدمعاش نے عورت سے پوچھا کہ داہنے بائین کیا دیکھتی ہے مین تو تیرے خاوند کا
کام تمام کر آیا وہ اب کہان ہے جسکا تجھکو انتظار ہے عورت نے کہا کہ یہ تو مین جانتی ہون مگر مین تیرے بڑے
پیر صاحب کی منتظر ہون جنکو تو نے ضامن کیا تھا وہ کیسے ضامن ہین جا تبک خبر نہین ہوے وہ جوان بے باک
بولا کہ تو کس خیال مین ہے یہان نہ پیر ہے نہ پیران ہین اُسوقت مین نے تیرے شوہر کی تسلی کیلئے اور اپنا موقعہ ہاتھ
آنے کیلئے اُنکا نام لے دیا تھا ورنہ اُنکی وفات ہوچکی مرنیکے بعد کون کسکے کام آتا ہے یہ کلمات بے ادبانہ وہ
کہہ رہا تھا کہ یکایک ایک سوار منہ پر نقاب ڈالے گھوڑا دوڑاتے قریب آگئے اور تلوار سے اُس بدمعاش کا

کام تمام کر دیا اور ایک شخص جو اُنکے ساتھ دوڑتا آتا تھا اُس سے اُنھون نے فرمایا کہ گھوڑے کو پھیر دو چنانچہ وہ گھوڑا جسپر عورت سوار تھی اُسنے پھیرا اور ہانکنا شروع کر دیا یہانتک کہ اُسکے خاوند کی نعش پر لیجاکر کھڑا کر دیا اور سر جو اُسکا علحدہ پڑا تھا اُسکو جسم سے ملا دیا تب اُن سوار نے فرمایا کہ دیکھتا کیا ہے ایک ٹھوکر کیون نہین مارتا کہ زندہ ہو جائے چنانچہ اُس شخص نے ایک ہی ٹھوکر ماری تھی کہ وہ مردہ زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھا اور ادھر یہ دونون یعنی سوار و پیادہ غائب ہو گئے یہ دونون میان بی بی اپنے اپنے حالات گذشتہ بیان کرتے ہوے گھر چلے جب گھر پہونچکر دو تین روز گذر گئے تب اُس بدمعاش کے ورثا نے گھوڑے کو جو اُنکے پاس دیکھا تو اپنے مورث کا سمجھکر والی لاہور کے یہان خون کا دعوی کر دیا اُسنے اِن دونون مرد و عورت کو طلب کرکے حقیقت حال دریافت کی عورت نے سب حال کہہ سنایا اُسپر گواہ طلب ہوے عورت نے کہا کہ وہان ہم تین آدمیون کے سوا اور کوئی نہ تھا جو شہادت مین پیش کیا جاے ہان اسقدر البتہ یاد آتا ہی کہ وہ پیدل شخص جو سوار صاحب کے ساتھ تھا اُسکی شکل بعینہ میان گل شاہ صاحب کی تھی جو مجذوبون کیطرح گلی کوچہ مین پھرا کرتے ہین اور فلان مقام پر فلان درخت کے نیچے بھی رہتے ہین رنجیت سنگھ نے چوبدار کو حکم دیا کہ تم اُنسے جاکر کہو کہ حاضر عدالت ہون ورنہ مین خود آؤنگا چوبدار نے جب اُنسے جاکر کہا تو وہ مجذوبون کیطرح بڑ مارنے لگے اور کچھ جواب نہ دیا دوبارہ پھر رنجیت سنگھ نے کہلا بھیجا کہ حاضری عدالت گواہی کیو جہسے ضروری ہے اگر یون نہ آؤگے تو پکڑ بلاؤنگا جب یہ حکم پہونچا تو اُنھون نے کہا کہ اچھا آتا ہون چنانچہ عدالت مین حاضر ہوے رنجیت سنگھ نے کہا کہ سچ سچ کہو یہ کیا کیفیت ہوئی اُنھون نے کہا اِسکو کیا پوچھتا ہے دیکھ اور اپنی پیٹھ کھولکر دکھادی اُسپر ایک نشان کوڑے کا پڑا ہوا تھا رنجیت سنگھ نے کہا یہ کیا یہ تو ایک نئی بات پیدا ہوئی مفصل حال کہو تب اُن مجذوب صاحب نے کہا کہ مین اُسوقت سو رہا تھا کہ اُن سوار صاحب نے میری پیٹھ پر کوڑا مارا اور فرمایا کہ اے غافل تو سو رہا ہو تجھے خبر نہین ہے کہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ چل چنانچہ مین اُٹھا اور اُنکے ساتھ ہولیا باقی حالات وہی ہین جو اِس عورت نے بیان کئے سر مو مین فرق نہین رنجیت سنگھ نے گھوڑے کو وارثون کے حوالہ کیا اور کہا کہ اُس بدمعاش کی یہی سزا تھی جو اُسکو ملی بعد شہادت دینے کے وہ مجذوب صاحب بھی غائب ہو گئے اور پھر اُنکو کسی نے نہین دیکھا ہر چند تلاش کئے گئے مگر کہین پتہ نہ لگا غرضکہ آپسے ہر قسم کے کرامات اور خوارق عادات اسقدر منقول ہوے ہین کہ جو تقریر و تحریر مین نہین آ سکتے۔ الحق کہ ذات والا صفات نمونہ کمالات الٰہیہ و مجموعہ صفات ربانیہ تھی ؎

یا غوث زمان امام عبد القادر	از ذات تو جلوۂ خدائی ظاہر
وصف تو ہمہ ز حد فزون است	در صورت عبدی و لیکن قادر
از رہگذر خاک سر کوی شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل در بیان وصال حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ

روتا ہے اشک خون قلم واقعہ نگار
عالم سیاہ حالت عالم تباہ ہے
مہر سپہر دین جو قریب غروب ہے
بالکل خبر نہین کہ مین لکھتا ہون اب یہ کیا
جی بھر کے دیکھ پائے نہ ہم وامصیبتا
تڑپین نہ کس طرح سے ہو کسطرح ہمکو تاب
یارب عطا دوائے فراق حبیب ہو
کام اپنا عشق شاہ مین یارب تمام ہو

دکھتا دل حزین ہو تو گھٹتی ہی جان زار
چھایا ہوا چہار طرف دود آہ ہے
قرطاس سینہ چاک قلم سینہ کوب ہے
قطرہ سرشک خون کا گرا حرف بن گیا
افسوس فصل گل کا زمانہ گذر گیا
دور خزان ہے اور دل خانمان خراب
ہم کو حضور درگہ والا نصیب ہو
قربان ہزار جان سے جان غلام ہو

نقل شیخ ابوالقاسم اور شیخ ابوالسعود ابی بکر حرضی اور شیخ ابی الخیر بشر بن محفوظ اور شیخ ابی حفص عمر کیمانی اور شیخ ابی العباس احمد اسکاف[1] اور حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب آپکے صاحبزادے فرماتے تھے کہ مہینون مین سے کوئی مہینہ ایسا نہین ہوتا تھا کہ جو پہلے آپ کی خدمت مین حاضر نہ ہوتا ہو اگر اُس مہینہ مین سختی اور بُرائی مقدر ہوتی تھی تو وہ بُری صورت پر آتا تھا اور اگر اچھائی اور بہتری مقدر ہوتی تھی تو اچھی صورت پر آتا تھا ایک بار آخر یوم جمعہ سلخ ماہ جمادی الآخر سنہ پانسو ساٹھ مین یہ سب لوگ حضرت کی خدمت مین حاضر تھے آپ وعظ کہہ رہے تھے کہ ایک جوان خوبصورت آیا اور کہنے لگا السلام علیک یا ولی اللہ[2] مین رجب کا مہینہ ہون اور آپ کو مبارکباد دینے آیا ہون کہ مجھ مین کوئی بلا اور سختی مقدر نہین ہوئی چنانچہ اُس مہینہ مین لوگون کو سوائے بہتری کے کچھ نہین دیکھ پڑا جب اتوار کا روز آخر تاریخ رجب کی ہوئی تو ایک شخص بدشکل نے آکر کہا السلام علیک یا ولی اللہ مین شعبان کا مہینہ ہون آپ کو خبر دینے آیا ہون کہ مجھ مین خلق کی موت دنیا بغداد مین اور گرانی حجاز مین اور قتل وکشش خراسان مین مقدر کی گئی ہے۔ چنانچہ

[1] اسکاف بالکسر کفش گر وصنعت گر اور صاحب قاموس کہتے ہین کہ اسکف بالفتح واسکاف بالکسر واسکوف بالضم موزہ سینے والے کو کہتے ہین یا یہ کہ سکف موزہ سینے والا ہوا اور اسکاف بڑھئی یا ہر کاریگر کو سب کے اوزار سے کام کرتا ہو کذا فی المنتخب ۱۲ منہ
[2] تم پر سلام ہو اے اللہ کے دوست ۱۲ منہ

ایسا ہی ہوا رمضان شریف کے مہینہ مین آپ چند دنون بیمار ہوے اور دو شنبہ انتیسوین شعبان کو ایک جماعت مشائخ جیسے شیخ علی بن ہیتی اور شیخ ابو نجیب سہروردی وغیرہما حاضر تھے تب ایک شخص با ہیبت و وقار آ کر کہنے لگا السّلام علیك یا ولی اللہ مین رمضان کا مہینہ ہون آپ سے اُس چیز کا عُذر کرنے آیا ہون کہ جو مجھ مین مقدر ہوا ہے اور آپ کو رخصت کرنے بھی کہ یہ میرا آخری آنا آپ کے پاس ہے اور یہ کہہ کر چلا گیا چنانچہ آپ کو پھر دوسرا رمضان دیکھنا میسر نہوا کذا فی بھجۃ الاسرار **نقل** شروع سنہ پانسو اکسٹھ ہجری سے اکثر طبیعت حق طویت حضرت محبوب سبحانی کی ناساز رہا کرتی تھی اور آخر ماہ ربیع الاول سنہ پانسو اکسٹھ ہجری سے بیماری کی زیادتی ہوئی آپ اکثر فرمایا کرتے تھے انا لا ابالی بشئی ولا بملك[ف] الموت اور اوائل شہر ربیع الثانی مین جمعہ کے دن سے علالت کی بہت شدت اور ضعف و نقاہت کی زیادتی ہوئی یہ حال سنکر بڑے بڑے علما نامدار اور مشائخ کبار عیادت کیواسطے حاضر ہوئے **نقل** فتوح الغیب اور آخر کتاب مستطاب فتح الربانی مین ہے کہ جب آپ مرض الوصال مین مبتلا ہوے تو آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت سید سیف الدین عبد الوہاب نے آپ سے وصیت چاہی آپ نے فرمایا کہ اپنے اوپر تقوے و طاعت حق واجب جانو اور سوا اُسکے کسی سے نہ ڈرو اور نہ اُسکے سوا کسی سے اُمید رکھو اور ہر کام اور ہر ضرورت کو اُسی کے سپرد کرو اور اُسیکے لطف پر بھروسا کرو اور اُسی سے اپنی حاجتین مانگو اور اُسکے سوا کسی پر بھروسا نہ کرو اور توحید کو لازمی جانو اسی پر سب کا اتفاق ہے اسکو آپ نے تین مرتبہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جب دل خدا کے ساتھ ٹھیک ہوتا ہے تو اُس سے کوئی چیز باہر نہیں ہوتی اور جن علوم کی حاجت ہوتی ہے وہ سب اُسی مین ملتے ہین اور مین مغز بغیر پوست ہون اور اور صاحبزادون سے جو آپ کے گرد بیٹھے ہوے تھے فرمایا کہ تم میرے قریب سے ہٹ جاؤ کہ مین ظاہر مین تمہارے ساتھ ہون مگر باطن مین دوسرون کے ساتھ اور مجھ مین اور تم مین اور تمام خلقت مین وہ بعد ہے جو آسمان اور زمین مین ہوتا ہے اور مجھے کسی پر نہ قیاس کرو اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ آتے ہین اُنکو جگہ دو اور اُنکا ادب کرو یہان رحمت عظیمہ ہے۔

بعضے صاحبزادون کا ارشاد ہے کہ آپ برابر فرماتے تھے کہ وعلیکم السّلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ غفر اللہ لی و لکم یعنی خدا مجھے اور تمہین بخشے اور میری اور تمہاری توبہ

[ف] مین نہین پروا کرتا کسی چیز کی اور نہ ملک الموت کی ۱۲ منہ

قبول کرے اور رحمت سے مجھپر اور تمپر متوجہ ہو آتے جاؤ تم اللہ کے نام سے کیونکہ تم رخصت ہونیوالے
نہین ہو اور آپ کے پاس ملائکہ رحمت اور مقربین کی روحین حاضر ہو کر سلام کرتی تھین ایک
دن رات تک تو آپ اسی طرح یہی سب کہتے رہے اور فرماتے تھے افسوس ہے تمپر تم میرے
ساتھ معلوم نہین کیا گمان کرتے ہو مجھے کسی کی پروا نہین نہ آدمی نہ فرشتہ نہ ملک الموت کی
اے ملک الموت جس نے ہمپر بخششین کین وہی ہم کو دوست رکھتا ہے اور بغیر تمھارے
وہ ہمارا کام کرتا ہے اور جس شب کو حضرت کی وفات ہوگی اُسکے قبل دن مین آپ نے ایک
چیخ ماری تھی **نقل** حضرت شیخ موسے اور شیخ عبدالرزاق فرماتے تھے کہ ایام علالت مین حضرت
اپنے دونون ہاتھ بلند کرکے فرماتے تھے کہ تم پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت اور اُسکی برکتین
توبہ کرو اور صف مین داخل ہو جاؤ مین بھی تمھارے پاس آتا ہون اور فرماتے تھے کہ رفیق یعنی
نرمی کرو بعد اس کے آپ کے صاجزادے حضرت شیخ عبدالعزیز نے پوچھا کہ آپ کا مزاج
کیسا ہے فرمایا کہ مجھ سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ مین ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پلٹتا جاتا ہون.
اور وہ خدا کے علم مین ہے پھر صاجزادے حضرت سید عبدالجبار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مرد
اور مجھ مین فانی ہوا اور متنبہ ہو اور سب صاجزادے اُسوقت آپ کے پاس حاضر تھے حضرت
شیخ عبدالعزیز جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ لکھتے جاتے تھے پھر آپ نے فرمایا حکم متغیر ہوتا ہے
اور علم متغیر نہین ہوتا اور حکم منسوخ ہو جاتا ہے اور علم نہین منسوخ ہوتا اور اللہ کا علم اُسکے
حکم سے نہین گھٹتا ہے **نقل** عارف باللہ شیخ ابوالقاسم ہبۃ اللہ ابن منصور کہتے تھے کہ آپنے
اور بعضے صاجزادون سے بطور وصیت فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون اللہ سے ڈرنے اور
اُس کی اطاعت اور لزوم شریعت اور اُسکے حدود کی حفاظت کی اور علم پڑھنے کی اور اللہ
تعالے ہم کو اور تم کو اور سب مسلمانون کو توفیق خیر دے اور یہ سمجھ لو کہ ہمارا یہ طریقہ مبنی ہے
کتاب و سنت اور سلامتی قلب اور جوانمردی نفس اور سخاوت اور خندہ پیشانی رہنے اور مال
خرچ کرنے پر اور آزار دہی سے رُکنے اور بھائیون کی لغزشون سے درگذر کرنے پر اور مین تمکو
وصیت کرتا ہون فقر کی اور وہ مراد ہے مشائخ کی حرمت رکھنے اور بھائیون کے ساتھ اچھا
برتاؤ کرنے اور بڑون اور چھوٹون سے نصیحت اور جھگڑا نہ کرنے سے سوا اس صورت کے کہ
جب کوئی امور دینی چھوٹتے ہون اور ایثار کو لازم جانو اور کسی چیز مین افراط نہ کرو اور جو
لوگ تمھارے طبقہ کے نہ ہون اُن کی صحبت نہ اختیار کرو اور امور دینی اور دنیوی مین ہر ایک

مدد کرو اور حقیقت فقر یہ ہے کہ انسان اپنے برابر والے کا محتاج نہ ہو اور حقیقت غنا یہ ہے کہ اپنے برابر والے سے کوئی حاجت نہ رکھے اور تصوف گفت گو سے نہین ملتا بلکہ بھوکھ پر صبر کرنے اور دنیا چھوڑنے اور شہوات و مستحبات قطع کرنے سے ملتا ہے اور مین تم کو وصیت کرتا ہون کہ تم جب کسی فقیر سے ملو یا فقیر کو دیکھو تو اُس سے علمی گفتگو نہ کرو بلکہ رفق سے بات کرو کیونکہ علم سے اُسے وحشت ہوگی اور رفق سے اُنس اور تصوف آٹھ خصلتون پر مبنی ہے پہلے سخا دوسرے رضا تیسرے صبر چوتھے اشارہ پانچوین غربت چھٹے صوف پہنتا ساتوین سیاحت آٹھوین فقر تو سخا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی اور رضا حضرت اسحق علیہ السلام کو اور صبر حضرت ایوب علیہ السلام کو اور اشارہ حضرت ذکریا علیہ السلام کو اور غربت حضرت یوسف علیہ السلام کو اور صوف پہننا حضرت یحیی علیہ السلام کو اور سیاحت حضرت عیسی علیہ السلام کو اور فقر میرے جد حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اغنیا سے تونگرون کی طرح باعزت ملنا چاہیئے اور فقرا سے فقیرانہ طور پر اور اخلاص کو لازمی جانو اور اخلاص اُسکو کہتے ہین کہ خلق کو بھول کر ہمیشہ خالق کو دیکھنا اور کسی چیز مین اللہ جل شانہ کو متہم نہ کرنا چاہیئے اور ہر حال مین اُسی کی طرف ساکن رہنا چاہیے اور اپنے بھائی کے حق کو ضایع نہ کرو بوجہ اُس حق کے کہ جو تم کو اُس سے بطور مودت اور صداقت کے ہے کیونکہ اللہ نے ہر مومن کے حق کو فرض فرمایا ہے اور فقرا کی خدمت لازمی جانو کیونکہ جو شخص فقرا کی خدمت تواضع اور حسن ادب اور سخاوت نفس سے کریگا تو اُس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوگا اور اپنے نفس کو مارو تاکہ زندہ رہو اور خلق مین اللہ سے قریب تر وہ ہے جس کا خلق وسیع ہو اور بزرگتر اعمال اپنے آپ کو ماسوا اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے بچانا ہے. اور جب تم فقرا کے ساتھ ہو تو ایک دوسرے کو حق بات اور صبر کی نصیحت کرو اور دنیا سے دو چیزین کافی ہین۔ ایک فقیر کی صحبت دوسرے ولی کی حرمت اور فقیر وہ ہے جو سوا اللہ کے ہر چیز سے مستغنی ہو۔ اور صولت بذاتہ بری چیز ہے کیونکہ صولت اپنے سے کم پر کرنا ضعف اور عجز ہے اور اپنے بڑے پر قوت کلیہ اور حمق اور ہمارا طریقہ محض جد ہے لہذا ہزل کو چھوڑ دو یہی میری وصیت تم سے ہے اور سب فقیرون اور مریدون سے بھی۔ اور روض المشتاق للملک الخلاق مین ہے کہ حضرت کے مرض الوصال مین بعضے صاحبزادہ آئے تو اُنھون نے آپ کو اپنا روی مبارک زمین پر رکھے اور مسند سے ہٹا ہوا پایا اُن کو گمان ہوا کہ آپ پر یہ سکرات کے آثار ہین۔

اُنھون نے تکیہ قریب کرکے سر مبارک کو اُسپر رکھدیا تب آپ نے اُن صاحبزادہ سے فرمایا کہ
مجھے میرے حال پر چھوڑ دو تاکہ میرا رب میری اس ذلت کو دیکھ کر شاید مجھ پر رحم فرمائے فوراً
غیب سے ندا ہوئی کہ اے عبدالقادر وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ تو نے مجھے وصیت
کا حکم کیا عین موت کے وقت اور مین تو بالکل تیری طرف آرہا ہون اور تجھی سے وصیت کرتا
ہون کہ جب مین انتقال کرون تو پہلی جو چیز میرے متعلق شروع ہوگی وہ یہ ہے کہ جب مین
اپنی قبر مین اُترون اور تنہا ہون اپنے گناہون کے پشتارہ کے ساتھ اور مجھے میرے قوم و
قبیلہ والے چھوڑ دین تو تو میری وحشت کو مُبدّل بانس کردے اور میری قبر کو کشادہ اور منکر نکیر
کے سوال کا جواب میرے دل مین ڈالدے اور میری کتاب معصیت کی پیشانی پر اپنے قلم
عفو سے اس آیت کو لکھدے کہ الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین یعنے
آج کے دن بخشیگا اللہ تم کو اور وہی رحم کرنے والون مین سب سے بڑا ہے اور جسوقت میرا
ریزہ ریزہ جمع کیا جائے اور مین اپنی میقات کی جگہ پر اُٹھایا جاؤن اور میری نیکی اور بدی
کی کتاب پھیلائی جائے اور میرے اعمال دیکھے جائین تو جو نیک عمل ہو اُسکو اپنے ولیون
کے گروہ کو دیدے اور جو بُرا ہو تو اُسے اپنے آزاد کئے ہوؤن کو دیدے اور پھر اُسے اپنے
دریائے عفو اور وفا مین ڈبادے تاکہ پھر سوا تیرے بھروسہ کی کچھ نہ باقی رہے تب اپنے عفو
اور میرے گناہون کو وزن کر اور اپنی غنا اور میری محتاجی اور اپنی عزت اور میری ذلت کا
اندازہ کر بعد اُسکے میرے ساتھ وہی کر جو تیرے لائق ہے اور وہ نہ کر جو میرے لائق ہو یہ میری
وصیت تجھسے بنظر تیرے لطف وفضل کے ہے نہ کسی جبر سے اور کوئی معبود نہین ہے سوائے
تیرے تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تیرے بندہ اور بھیجے ہوئے ہین موت حق ہے اور اُٹھایا جانا حق ہے اور پل صراط حق ہے
اور میزان اور جنت و دوزخ حق ہین اور قیامت آنے والی ہے اس مین کوئی شک نہین
اور اللہ قبر والون کو اُٹھائیگا **نقل** حضرت شیخ عبدالرزاق اور شیخ ابو نصر موسیٰ فرماتے تھے کہ
جب آپ کو سکرات شروع ہوئی تو آپ فرمانے لگے استعنت[1] بلا الہ الا اللہ سبحانہ
وتعالیٰ الحی الذی لایموت ولایخشی الفوت سبحان من تعزز بالقدرۃ وقدر العباد

[1] مدد چاہتا ہون مین کلمہ توحید کے ساتھ کہ کوئی معبود نہین سوا خدا کے جو پاک و برتر ہے وہ ایسا زندہ ہے کہ جسکو مرنے کا ڈر
نہین اور پاک ہے وہ ذات جو غالب ہے قدرت کیساتھ اور مقہور کیا اُسنے اپنے بندون کو موت کے ساتھ نہین کوئی

بالصوت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ حضرت سید موسیٰ فرماتے تھے کہ حضرت نے جب لفظ تعزز فرمایا تو وہ زبان مبارک سے ٹھیک ادا نہین ہوا پھر اس لفظ کو تبکرار فرمایا اور اپنی آواز کو اس لفظ پر بلند کیا جب تک وہ لفظ زبان سے درست ادا نہین ہو لیا پھر اللہ اللہ اللہ تین بار فرمایا بعد اسکے آواز مبارک پست ہوئی اور زبان فیض ترجمان حلق سے چمٹ گئی اور وہ ہمارے ہمایون بال ذروۂ اعلاے اقبال عروہ وثقاے اجلال سے تشبث کرکے نغمہ سنج ترانۂ وصال حضرت ذوالجلال ہوا شور انا للہ فرش زمین سے عرش برین تک پہونچا تمام کہرام پڑ گیا فرزندان عالی تبار اور خادمان جان نثار کیلئے قیامت تھی ہر در و دیوار سے یہی صدا تھی سہ

گلزار کائنات مین یکسر زوال ہے
اس نونہال فاطمہ کا انتقال ہے

افسوس ہے کہ موسم خزے جلد آگیا
دور خزان ہو گلشن دین پائمال ہے

داغ غم فراق سے ہے مخلوق کو نصیب
محبوب حق کا حضرت حق سے وصال ہے

دن رات مثل ماہی بے آب ہین تپان
فرقت مین غوث پاک کے جینا وبال ہے

بسمل ہین نیم جان ہین نکلتا نہین ہے دم
کس کو سنائین ہجر مین جو اپنا حال ہے

سنکر صداے حادثہ جان گزاے شاہ
کیون جان نکل گئی نہ یہی انفعال ہے

آتا نہین سمجھ مین کہ کیا ہوگیا یہ ہاے
بیخود ہون اور حواس مین بھی اختلال ہے

پھکتا ہے سینہ آتش غم سے شبانہ روز
اور آب اشک بھی سبب اشتعال ہے

بھولا ہون اب تو لذت کیفیت سرور
اس درجہ قلب خوگر رنج وملال ہے

روتے ہین لوگ حالت غم مین سبھی مگر
گرتے ہین اشک ہنسنے مین بھی کیا کمال ہے

کیا پوچھتے ہو یار و کہ مین چاہتا ہون کیا
مشتاق شاہ ہون میری صوت سوال ہے

تحقیق آپ کی تاریخ وفات مین اختلاف ہے بہجۃ الاسرار مین کہ جو مقدم اور معتبر ترین کتب مناقب آنحضرت سے ہے یون تاریخ لکھی ہے اور فتح المبین مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۳۱ سی مین ہے کہ آپ کی وفات دسوین ماہ ربیع الثانی سنہ پانچسو اکسٹھ مین ہوئی اور قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ کی وفات شب شنبہ آٹھوین ماہ ربیع الآخر ۵۶۱ھ مین ہوئی اور شب کو مدرسہ باب ازج واقع بغداد مین دفن ہوئے اور علامہ شمس الدین ابو المظفر یوسف سبط ابن الجوزی نے تاریخ مراۃ الزمان مین اُن لوگون کے ذکر مین کہ جنھون نے سنہ پانسو اکسٹھ مین وفات پائی لکھا ہے کہ حضرت پیدا ہوئے سنہ چارسو ستر مین اور بغداد مین شب شنبہ ماہ ربیع الثانی سنہ پانسو اکسٹھ مین

وفات پائی اور شب کو بوجہ کثرت اژدہام کے آپ دفن ہوئے کیونکہ بغداد مین کوئی نہین بچا جو جنازہ شریفہ پر حاضر نہ ہوا ہو سارا میدان اور سڑکین اور بازارین اور مکانات آدمیون سے بھر گئے تھے آپ کا دفن ہونا دن کو ممکن ہی نہ تھا اور ایسا ہی ابن الاثیر اور ابن کثیر نے بھی اپنی تاریخون مین لکھا ہے اور حافظ محب الدین محمد بن النجار نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ ابو الفضل احمد بن صالح بن شافع حنبلی نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت سنہ ۴۷۱ھ مین ہوئی اور یہی قول ابو عبداللہ محمد ذہبی کا بھی ہے اور ابن النجار کہتے تھے کہ آپ کی وفات اُس رات کو ہوئی جس کی صبح کو ہفتہ تھا دسوین ربیع الثانی سنہ پانسو اکسٹھ مین اور آپ کی تجہیز سے شب مین فراغت ہوئی اور نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے سید عبدالوہاب نے ایک جماعت حاضرین کے ساتھ آپ کی اولاد اور اصحاب اور شاگردون سے پڑھائی اور رواق مدرسہ مین آپ دفن ہوے اور مدرسہ کا دروازہ دن چڑھے تک بخیال زیادہ ہجوم ہوجانے کے نہین کھولا گیا کیونکہ آپ کے مزار مقدس پر نماز نیز زیارت کے واسطے بہت ہجوم ہو گیا تھا اور وہ جمعہ کا دن تھا تو آپ گیارھوین تاریخ فاتحہ ہونے کی اصلیت نکلی کہ آپ شب یازدہم کو دفن ہوے اور چونکہ فاتحہ بعد دفن کے کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ بربنا رواج ہندوستان ٹھیک واقع ہوا حضرت ملا نعیم اللہ بہرائچی معمولات مظہریہ کے حاشیہ پر لکھتے ہین کہ آپ کی تاریخ وفات نوین ربیع الآخر ہے لیکن چونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاتحہ شریفہ ہر مہینہ کی گیارھوین تاریخ کو کیا کرتے تھے اسوجہ سے آپ کا عرس ہندوستان مین گیارھوین تاریخ مقرر و مشہور ہوگیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رسالہ ماثبت بالسنہ مین بعد نقل نوین تاریخ آپ کے وفات شریف ہونے کی لکھتے ہین کہ میرے نزدیک اس روایت کے لحاظ سے آپ کا عرس نوین ربیع الثانی کو ہونا چاہیئے چنانچہ اسی پر مین نے اپنے شیخ عارف و کامل شیخ عبدالوہاب قادری متقی کو عامل پایا کہ وہ آپ کا عرس اسی تاریخ پر کرتے تھے اب یہ خواہ اس روایت کے اعتماد پر ہو یا اُنھون نے اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی کو ایسا کرتے دیکھا ہو یا اور مشائخ کو اور یہ جو اس اطراف مین گیارھوین مشہور ہوئی وہ اسوجہ سے کہ ہمارے مشائخ اہل ہند کہ جو آپ کی اولاد سے ہین اُن مین یہی متعارف ہے چنانچہ اسکو حضرت شیخنا و سیدنا شیخ موسی حسنی جیلانی ابن شیخ ابی الفتح حامد حسنی جیلانی نے اوراد قادریہ سے کہ جو حضرت مخدوم اعظم و اکرم شیخ عبدالقادر ثانی قدس سرہ کی تصنیف ہے نقل کیا ہے اور انھون نے اپنے آبا و کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے

اور امام عبداللہ یافعی نے اپنی کتاب خلاصۃ المفاخر اور تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھا ہے کہ آپکی وفات ماہ ربیع الاخر ۵۶۱ھ یا ۵۶۰ھ مین ہوئی مگر کوئی دن معین نہین لکھا ممکن ہے کہ اُنکو دن کا علم نہوا ہو یا بوجہ اختلاف کے اور بعضے کہتے ہین کہ آپ کی وفات سترھوین کو ہوئی مگر اسکی کوئی اصل نہین واللہ اعلم اور تحفۂ قادریہ مین مفتاح اخلاص گیلانی سے منقول ہے کہ آپ کی وفات سترھوین ماہ ربیع الآخر سنہ پانسو اکسٹھ مین ہوئی اور بعضے رسائل مین گیارھوین ہے لیکن قول اول اصح ہے اگرچہ بعضے بزرگ جو بغداد سے آئے اُن سے معلوم ہوا کہ وہان آپ کا عرس سترھوین ربیع الآخر کو ہوتا ہے اور یہی سترھوین مفتاح اخلاص گیلانی سے تحفۃ الراغبین مین بھی منقول ہے لیکن اصح وہی ہے جو بہجۃ الاسرار مین ہے اور وہ زمانہ خلافت خلیفہ مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن مقتفی لامر اللہ محمد بن مستظہر باللہ احمد بن مقتدی بامر اللہ عبداللہ بن محمد ذخیرہ بن قائم بامر اللہ عبداللہ عباسی کا تھا کذا فی قلائد الجواہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واعاد علینا من برکاتہ واختم لنا ولجمیع المسلمین بخیر والحقنا بالصالحین یارب العالمین حافظ ابن رجب زین الدین نے طبقات مین لکھا ہے کہ حضرت کے دفن کی صبح کو نصر نمیری نے ایک بڑا مرثیہ کہا جس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

تشکّل الامر دالصباح الجدید	مالہ ذلك السنا المعہود

اور اسکے علاوہ اُس کا اور بھی مرثیہ ہے **نقل** حضرت شیخ احمد رفاعی جب حضرت کی زیارت مزار کو آئے تو اُنھون نے یہ دو شعر پڑھے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا	تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت	فامدد یمینك کی تحظی بھا شفتی

یعنی حالت دوری مین تو مین روح کو بھیجا کرتا تھا کہ وہ نیابتاً میری طرف سے آپ کی زمین بوسی کیا کرتی تھی۔ اور اب میرا یہ جسم حاضر ہے آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے کہ مین اُسکو بوسہ دو حضرت نے اُس کا جواب ان دو شعرون سے دیا ؎

اذ کنت عن عین العیان مغیبا	فما انت عن قلبی وسری بغائب
اذا اشتاقت العینان منك لنظرۃ	تمثلت لی فی القلب من کل جانب

یعنی جب تم آنکھ کی تیلیون سے غائب تھے تو میرے دل اور سر سے غائب نہ تھے۔ اور

ف کام مشکل ہوگیا اے صاحب صبح جدید یہ مناسب نہ تھا کیا یہی وعدہ تھا ہم سے ۱۲ منہ

جب میری آنکھین تمکو دیکھنا چاہتی تھین تو تمھاری صورت ہر طرف سے دل مین آیا کرتی تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے رسالہ تنویر الحلک فی امکان رویتہ النبی والملک مین لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بعد حج کے حضرت سید احمد رفاعی مدینہ طیبہ گئے تو حجرۂ اقدس کے مقابل پہونچکر یہ دو شعر پڑہے فورًا دست مبارک نکلا اور اُنھون نے اُسے بوسہ دیا چنانچہ یہی قصہ اوپر حضرت سید احمد رفاعی کے حال مین بھی اُسی کتاب مین گذرا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام رفاعی نے ان شعرون کو دونون جگہ پڑھا اولًا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کے زیارت کے وقت دوسرے اُن کے صاحبزادہ حضرت غوثیت مآب کی زیارت کے وقت بھی **فائدہ** ملا عصام شرح شمائل ترمذی مین لکھتے ہین کہ بغداد اور بغدان اور بغدین اور مدینۃ السلام منسوب ہے بغداد کی طرف اور اسکی نسبت سے بغدادی کہتے ہین کذا

فی القاموس مگر فقہا اس نام کو اس وجہ سے مکروہ کہتے ہین کہ بغ ایک بت کا نام ہے کہ جو پورب والون کا تھا اور داد کے معنی بخشش اور انصاف کے ہین تو اس شہر کا یہ نام اس وجہ سے ہے کہ نوشیروان کو پورب سے ایک خواجہ سرا تحفہ مین آیا تھا اُس نے اُس کو اس شہر کا یہ قطعہ دیدیا اُسکے پاس ایک بت تھا جس کی وہ پرستش کیا کرتا تھا اور اُس کا نام بغ تھا اس خواجہ سرا نے کہا بغداد یعنی یہ مجھ کو اس بت نے دیا اُسی وقت سے اس کا نام ہوگیا اس صورت مین غالبًا یہ دونون دال مہملہ کے ساتھ ہوگا کیونکہ داد بخشش کو کہتے ہین بعد اسکے ابو جعفر منصور نے اس کا نام بدل کر مدینۃ السلام رکھا اور ابو الفدا بھی اسی طرف گئے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ بغ عجم مین باغ کو کہتے ہین اور داد نام ایک مرد کا ہے یعنی باغداد کذا فی تنزہ العباد اور غیاث اللغات مین ہے کہ بغداد بالفتح ایک شہر کا نام ہے عراق عرب مین جو اصل مین باغداد تھا اس سے پہلے ایک باغ تھا کہ جس مین نوشیروان عادل ہر ہفتہ مین مظلومون کی دادرسی کیا کرتا تھا پھر الف کو گرا کر بغداد کہنے لگے کذا فی الکشف والبرہان والخیابان اور لباب مین ہے کہ بغداد بفتح ثانی موحدہ وسکون عین معجمہ وفتحۂ دال مہملہ والف ودال یہ دجلہ کی جانب غربی کے دونون کنارون کو کہتے ہین جس مین ابو جعفر منصور رہتے تھے جب اُنھون نے بغداد بنایا تب اُسکا نام زوراء رکھا اسوجہ سے کہ اُس شہر کے اندرونی دروازہ باہر کے دروازون سے پھیرے رکھے تھے اور شرقی کا نام عسکری المہدی تھا اسوجہ سے کہ ابو جعفر منصور وہان آکر رہے تھے اور رصافہ بھی نام ہے کیونکہ رشید نے وہان ایک محل بنوایا تھا جس کا نام رصافہ رکھا تھا اور جانب الطاق بھی نام ہے

راس الطاق کی طرف نسبت سے کیونکہ وہان بڑا بازار ہوتا ہے المامون مین ہے کہ بغداد کی جس نے بنیاد ڈالی وہ مامون رشید کا پردادا ابو جعفر منصور تھا وہ اگرچہ خاندان عباسیہ کا دوسرا ہی خلیفہ تھا اور ۱۳۶ھ مین تخت نشین ہوا تھا تاہم بنظر وسعت و استحکام سلطنت ایک مستقل پایۂ تخت کی ضرورت تھی منصور نے کوفہ کے نواح مین ایک عارضی مقام ہاشمیہ اختیار کیا تھا لیکن فرقہ راوندیہ کی بغاوت اور اہل کوفہ کی مشہور بیوفائی نے کوفہ سے اُس کا دل پھیر دیا تب اُس نے نہایت جستجو اور کوشش اور بہت سے اہل الرائے کے مشورہ کے بعد وہ مختصر آبادی انتخاب کی جو کسی زمانہ مین نوشیروان عادل کے انصاف سے منسوب تھی اور اب مختصر ہو ہوا کر بغداد کے نام سے پکاری جانے لگی تھی ؎

از رہگذر خاک سر کوئے شما بود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	

وصل بیان ذکر ازواج و اولاد حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ الصوفیہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ اپنی کتاب عوارف المعارف کے اکیسوین باب مین لکھتے ہین کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے بعضے صالحین نے عرض کیا کہ آپ نکاح کیون نہین کرتے آپنے فرمایا کہ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد نہ فرمائینگے کہ تم نکاح کرو تب تک مین نہ کرونگا پھر ایک بار آپ نے فرمایا کہ عرصہ سے مین نکاح کرنا چاہتا تھا مگر اس خیال سے کہ ایسا نہو کہ میرے اوقات مین خلل پڑے جرأت نہین پڑتی تھی جب اسکا وقت آگیا تو مین نے چار عورتون سے نکاح کیا اور اُن چارون بیویون کو میرے ساتھ محبت ہوئی ابن النجار اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ مین نے حضرت سید عبدالرزاق سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے والد کے انچاس اولادین ہوئین ستائیس لڑکے اور باقی لڑکیان اور جبائی کہتے تھے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب میرے یہان لڑکا پیدا ہوتا تھا تو مین اسکو اپنے ہاتھ پر لیکر کہتا کہ یہ مردہ ہے اور اُسکی محبت اپنے دل سے نکال ڈالتا جب وہ گذر جاتا تو مجھ کو اُس کا کچھ قلق اور رنج نہوتا کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے میرے دل سے نکل چکتا تھا اور جب کوئی اولاد آپ کی انتقال کرتی تھی اور آپ مجلس مین ہوتے تو مجلس موقوف نہین کرتے تھے برابر وعظ کہتے رہتے جب اُسکو نہلا دھو لا کفنا کر آپ کے سامنے لاتے تو آپ وعظ روک کر نماز پڑھا دیتے کذا فی قلائد الجواہر آپ کے صاجزادے موافق تحریر کتاب بہجۃ الاسرار کہ

جو مقدم ترین کتب مناقب سے ہے درج ہین لہذا کاتب الحروف اُنھین دسون حضرات کے حالات سے صفحات کتاب کو مزین کرتا ہے ۔

حال خلف اکبر بقیۃ السلف عمدۃ الخلف شیخ ابو عبد اللہ سید عبد الرحمن رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت سنہ ۵۰۸ھ مین ہوئی آپ نے حدیث اپنے والد ماجد سے لڑکپن مین سنی اور شیخ ابی القاسم بن حسین اور شیخ ابی غالب احمد بن الحسین بن البناء سے بھی استفادہ فرمایا آپ کی وفات ستائیس ماہ صفر سنہ ۵۸۷ھ مین ہوئی آپ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی اولاد مین بہت مسن ہوئے قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۵۸۷ھ وبقولے ۱۰ صفر سنہ ۵۵۷ھ مین ہوئی تاریخ الاولیا مین ہے کہ آپکے دو صاحبزادے ہوئے شیخ ابو محمد عبد الرحمن اور شیخ ابو محمد عبد القادر اور دونون بڑے عالم و فاضل ہوئے کشف الاستار اور زبدۃ الآثار مین ہے کہ سید عبد الرحمن سب صاحبزادون مین بڑے تھے اور اور کتابون مین ہے کہ سب سے بڑے صاحبزادہ حضرت سید عبد الوہاب تھے واللہ اعلم بالصواب سید ابو محمد عبد القادر نے اپنے چچا حضرت سید عبد الرزاق و دادا و بزرگان مذکورین سابق سے فقہ اور حدیث پڑھی اور بڑے نیک سیرت باتمکین صاحب علم و فہم تھے بغداد کے نواح مین ایک گاؤن مین آپ نے ماہ ربیع الثانی سنہ ۶۳۴ھ مین انتقال کیا اور وہین دفن ہوئے رضی اللہ عنہ

حال خلف دوم جمال الاسلام قدوۃ العلماء فخر المتکلمین حضرت امام سیف الدین ابو عبد اللہ عبد الوہاب رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت ماہ شعبان سنہ پانسو بائیس مین بغداد مین ہوئی فقہ و حدیث آپ نے اپنے والد ماجد سے پڑھی بعد اسکے طلب علم کے واسطے بلاد عجم کا سفر کیا اور وہان شیخ ابی غالب احمد بن الحسن بن البناء اور شیخ ابو المنصور عبد الرحمن بن محمد بن عبد الواحد اور شیخ ابی الحسن محمد بن احمد بن صرمی اور شیخ ابو الفضل محمد بن عمر اموی اور شیخ ابی الوقت عبد الاول[1] بن عیسی سجزی وغیرہم سے

[1] مسند الدنیا ابو الوقت عبد الاول بن عیسی بن شعیب سنجری ہروی صوفی زاہد انکی ولادت ہرات مین ماہ ذی القعدہ سنہ ۴۵۸ھ مین ہوئی اور وفات ماہ ذی القعدہ سنہ ۵۵۳ھ مین بغداد مین ہوئی اور جامع صلوۃ عامہ مین انکے جنازہ کی نماز ہوئی اور اس نماز مین حضرت

مختلف فنون حاصل کئے اور اپنی والد ماجد کی حیات مین اُنکے مدرسہ مین اُنکی نیابت مین ۵۴۵ھ مین درس دیا اور اُسوقت عمر شریف بیس برس سے کچھ زیادہ تھی پھر بعد وفات اپنے والد ماجد کے بھی اُسی مدرسہ شریفہ مین درس دیتے رہے اور حدیث بھی پڑھائی اور وعظ کہا اور فتوے لکھے بہتون نے آپ سے حدیث پڑھی چنانچہ اُن مین سے ایک بزرگ ابو جعفر بن ابی القاسم لبیب ابن نفیس بن ابی الکرم یحیی حسینی بغدادی اور دوسرے شیخ ابو العباس احمد بن عبد الواسع بن امیرکاہ بن نافع جیلی تھے آپ اپنے سب بھائیون مین ممتاز اور بڑے فقیہہ احسن الکلام مسائل خلافیات مین تھے اور بہت ہی خوش بیان اور فصیح اور بلیغ اور حدید الذہن اور ظریف اور عقیل اور فہیم و بامروت و سخاوت ناصر الدین اللہ خلیفہ وقت نے آپ کو عہد قضا سپرد کر دیا تھا جس سے بہت سے محتاجون کی حاجتین آپ سے روا ہوتی تھین ذہبی کہتے تھے کہ آپ محدث و واعظ و مفتی اور بڑے ادیب اور ظریف تھے آپ سے دمشقی اور ابن خلیل اور ایک جماعت نے روایت حدیث کی اور ابن رجب طبقات مین لکھتے ہین کہ ابن غارسی کہتے تھے کہ آپ نے ابن الحسین اور ابن رعوانی اور ابی غالب بن البنا وغیرہم سے حدیث سنی اور نہایت فقیہہ سخی زاہد مجرد واعظ اور مقبول خاص و عام اور ظرفاے بغداد سے تھے سنہ ترّاسی مین امام ناصر لدین اللہ کی طرف سے آپ قاضی رہے اور بعضون کا قول ہے کہ آپ کا قلم فتوے مین سخت تھا اور آپکے مجاز محمود بن یعقوب بن ابی الدنیا تھے وفات شریف شب پنجشنبہ چھبیسوین ماہ شوال سنہ پانچسو ترانوے مین ہوئی اور صبح کے وقت مقبرہ حلبہ مین دفن ہوئے کذا فی بہجۃ الاسرار رضی اللہ عنہ

حال خلف سوم شرف الاسلام جمال العلماء الآفاق سراج المصر والعراق والشامین والبیامین لسان المتکلمین حضرت امام اوحد سید شرف الدین ابو محمد رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابی عبد الرحمن عیسیٰ بھی تھے آپ نے اپنے والد ماجد سے فقہ پڑھی اور حدیث سنی بعد اُسکے شیخ ابو الحسن محمد بن صرمی اور ابی الوقت شیخ عبد الاول سنجری وغیرہم سے پھر ایک مدت تک درس دیا اور حدیث بھی پڑھائی اور وعظ کہا اور فتوے لکھے کتاب جواہر الاسرار و لطائف الانوار علم تصوف مین آپ ہی کی تصنیف سے ہے اس مین نہایت عمدہ حقائق بیان فرمائے ہین پھر مصر بھی آپ تشریف لے گئے اور وہان حدیث پڑھائی اور وعظ کہا بہت اہل مصر آپکے

شاگرد تھے اُن میں سے شیخ ابو بزاز ربیعہ بن الحسن بن علی بن عبد اللہ حضرمی صنعانی شافعی اور شیخ ابو الغنائم مسافر بن یعمیر بن مسافر مصری موتلفی حنبلی اور شیخ ابو الثنا بن میسرہ بن احمد بن موسے بن غنائم عدوانی ثم المصری الخلال حنبلی اور شیخ ابو الثنا، حامد بن شیخ ابی العباس احمد بن احمد بن حامد بن مفرج بن غیاث ارتاحی مصری فقیہہ مقری اور اُن کے چچا شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد فقیہہ محدث اور شیخ ابو المنصور ظافر بن طرخان بن جواب غساتی شافعی اور شیخ ابو محمد عبد الخالق بن ابی البقا صالح بن علی بن زیدان بن احمد بن مفرج قرشی اموی مصری شافعی مقری نحوی لغوی وغیرہم تھے آپ بڑے فصیح واسع العلم عزیز الفضل کامل العقل جلیل القدر متواضع بزرگ تھے۔
ابن النجار اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ بعد وفات اپنے والد ماجد کے بغداد سے شام میں آئے اور دمشق میں شیخ علی بن مہدی بن مفرج ہلالی سے سنہ پانسو باسٹھ میں حدیث سنی اور اپنے والد کی روایت سے حدیث بیان کی پھر مصر میں آئے اور وقت وفات تک وہین رہے اور وہین درس بھی دیا اور وعظ بھی کہا آپ کی طرف رجعیت بہت ہوئی آپ سے شیخ احمد بن میسرہ بن احمد الخلال الحنبلی نے بھی روایت کی اور منذری کا قول ہے کہ آپ نے مصر میں آکر حدیث پڑھائی اور وعظ بھی کہا اور وہین آپ کی وفات ہوئی اور قرافہ مصر میں دفن ہوئے ابن النجار کہتے تھے کہ میں نے قرافہ مصر میں آپ کے مزار پر لکھا دیکھا کہ آپ کی وفات بارھوین رمضان سنہ پانسو بہتر میں ہوئی یہی سنہ وفات بہجۃ الاسرار و زبدۃ الاسرار و الآثار میں بھی منقول ہے اور مناقب غوثیہ میں ہے کہ کتاب مستطاب فتوح الغیب حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے آپ ہی کے واسطے تصنیف فرمائی اور آپ اپنے والد ماجد کے بعد بارہ برس زندہ رہے اور بیس برس پہلے حضرت سید عبد الوہاب سے آپ کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

حال خلف چہارم مفتی العراق سراج العلماء تاج العرفا حضرت امام جمال الدین

ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو الفرج بھی ہے اور نام عبد الجبار آپ نے فقہ اور حدیث اپنے والد ماجد سے پڑھی اور شیخ ابی منصور عبد الرحمن قزاز اور شیخ ابی الحسن محمد بن احمد بن صرمی اور شیخ ابی بکر محمد بن عبد اللہ بن زعفرانی اور شیخ ابی الوقت سجزی سے بھی پھر عرصہ تک درس دیا

اور وعظ کہا اور حدیث پڑھائی آپ نہایت خوش اخلاق واسع الصدر عزیز العقل ثبت فی الروایۃ محب اہل فضل تھے قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ بہت خوشخط تھے اور بڑے متصوف اور مصاحب ارباب قلوب فقرا سے بہت ملا کرتے تھے آپ سے حضرت شیخ عبدالرزاق نے بھی کچھ حدیث سُنی ہے آپ کی وفات حضرت سید عبدالرزاق سے اٹھائیس برس قبل بحالت شباب انیسوین ذیحجہ سنہ پانسو چھپن مین ہوئی اور اپنے والد کی خانقاہ مین جو حلبہ بغداد مین ہے دفن ہوئے رضی اللہ عنہ

حال خلیفہ پنجم سراج العراق جمال الائمہ فخر الحفاظ شرف الاسلام والآفاق قدوۃ الاولیا

حضرت حافظ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت اٹھارہ یا اٹھائیس ماہ ذیقعدہ روز دوشنبہ ۵۲۸ھ مین صبح کے وقت ہوئی آپنے بھی اپنے والد ماجد سے پڑھا اور حدیث سنی اور شیخ ابو محمد حسن بن احمد بن صرمی اور شیخ ابی الفضل محمد بن عمر اموی اور شیخ احمد بن طاہر مہنی اور شیخ محمد بن ناصر سلامی اور شیخ ابی بکر محمد بن عبداللہ زعفرانی اور شیخ ابی الکرم مبارک بن حسن سہروردی اور شیخ ابی الوقت عبدالاول سنجری اور شیخ ابی جعفر احمد بن محمد بن عبدالعزیز عباسی اور شیخ ابی القاسم سعید احمد بن البناء اور ایک جماعت کثیرہ سے بھی اور حدیث پڑھائی اور درس دیا اور فتوے نویسی کی بہتون نے آپ سے روایت حدیث کی جن مین سے شیخ مہذب الدین ابوالفضل اسحق بن احمد بن غانم علثی[1] اور شیخ تقی الدین ابو عبداللہ محمد بن جمیل بغداوی اور شیخ ابوالحسن علی بن احمد معروف بہ معمم اور شیخ ابوالحسن علی بن احمد معروف بخطیب رویا وغیرہم تھے حافظ ابن النجار اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ آپ کو آپکے والد نے لڑکپن ہی مین شیخ ابی الحسن محمد بن صائغ اور قاضی ابی الفضل محمد ارموی اور شیخ ابی القاسم سعید بن بناء اور شیخ ابی الفضل محمد بن ناصر اور شیخ ابی بکر محمد بن زاغونی اور شیخ ابی المظفر محمد ہاشمی اور شیخ ابی المعالی احمد بن علی بن السمان اور شیخ ابی الفتح محمد بن بطی سے حدیث سنوائی پھر آپ نے خود اکثر اصحاب شیخ ابی الخطاب ابن بطر اور شیخ ابی عبداللہ بن طلحہ وغیرہم سے پڑھا آپکے تحریرات بہت تھے اپنے لئے بھی اور اور لوگون کے لئے بھی اور بہت

[1] یہ نسبت ہے علث کی طرف جو ایک گاؤن ہے بغداد مین دجلہ کے پورب کنارے کیطرف اور وہ علویون کو وقف ہے منتخب اللغات

لوگون نے آپ سے پڑھا آپ حافظ متقن ثقہ ماہر حدیث و فقہ اور حنبلی المذہب متورع متدین
کثیر العبادت تھے اپنے گھر مین اکثر بیٹھے رہتے تھے اور سوائے جمعہ کے دن کے نہین نکلتے تھے
طالب علمون کی بہت توقیر اور تکریم کرتے تھے اور بڑے سخی اور صاحب مروت اور صاحب
اخلاق حسنہ اور قانع صابر عزیز النفس سلف صالح کے طریقہ کے پابند تھے ذہبی تاریخ الاسلام
مین لکھتے ہین کہ آپ محدث حافظ ثقہ زاہد تھے آپ نے اپنے والد ماجد سے بہت کچھ
فوائد حاصل کئے اور اورون سے بھی آپ کو حلبی بھی کہتے تھے حلبہ کی طرف نسبت سے جو
ایک محلہ شرقی بغداد مین ہے مؤلف روض الزاہر کہتے تھے کہ ابو شامہ نے اپنی تاریخ مین
لکھا ہے کہ یہ زاہد عابد ثقہ قانع تھے اور ان سے دبیثی اور ابن النجار اور ضیا اور نجیب
عبد اللطیف اور تقی بلدانی اور ایک جماعت نے روایت حدیث کی آپ نے شیخ شمس الدین
عبد الرحمن اور شیخ کمال عبد الرحیم اور شیخ احمد بن شیبان اور خدیجہ بنت شہاب بن راجح
اور شیخ اسمٰعیل عسقلانی وغیرہ کو اجازت دی اور حافظ ابن رجب حنبلی اپنے طبقات مین
لکھتے ہین کہ آپ کو مذہبی علوم مین خاص مہارت تھی مگر حدیث کی معرفت فقہ کی معرفت
پر غالب تھی ابن نقطہ کہتے تھے کہ آپ حافظ و ثقہ و مامون تھے دبیثی وغیرہ آپ کے
بہت معرف تھے نقل ہے کہ آپ نے اللہ سے شرم کی وجہ سے تیس برس آسمان کی طرف
سر نہین اُٹھایا آپ کی وفات شب شنبہ ۶ ماہ شوال ۶۰۳ھ مین ہوئی اور باب حرب
بغداد مین دوسرے روز دفن ہوے ابن النجار کہتے تھے کہ آپ کی وفات کے بعد دوسرے
روز بغداد کے محلون مین نماز جنازہ کے متعلق لوگون کو اطلاع ہوئی تو بہت سے لوگ جمع
ہوگئے اولاً جنازہ شریفہ عیدگاہ مین شہر کے باہر لایا گیا وہان نماز ہوئی پھر تمام لوگ
اپنے سرون پر لے کر جامع رصافہ مین لائے وہان دوسری بار نماز ہوئی پھر باب تربۃ الخلفا
مین تیسری بار نماز ہوئی پھر دجلہ کے کنارے خضر مین کے پاس چوتھی مرتبہ پھر جانب غربی
کی طرف جب جنازہ لایا گیا تو وہان پانچوین بار باب الحریم مین نماز ہوئی پھر جبریہ مین چھٹی
مرتبہ نماز ہوئی پھر امام احمد کے مقبرہ مین ساتوین مرتبہ بعد اُس کے دفن ہوئے اور وہ دن
جمعہ کا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

حال خلف ششم جمال العراق فخر العلما و مسند الفقہاء الامام المستند حضرت شیخ شمس الدین

ابو محمد رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت ستائیس ماہ شوال سنہ پانسو تیس مین ہوئی کنیت آپ کی ابی بکر بھی ہے اور نام عبدالعزیز آپ نے فقہ و حدیث اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے پڑھی اور سنی اور شیخ ابی منصور عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالواحد قزاز اور شیخ ابی الفضل احمد بن طاہر مہنی اور شیخ محمد بن ناصر سلامی اور شیخ ابی الوقت عبدالاول بن عیسیٰ سنجزی وغیرہ سے بھی اور حدیث پڑھائی اور وعظ و درس بھی دیا اور آپ سے بہتون نے حدیث روایت کی آپ بڑے ثقہ سخی اور عقیل عزیز العلم متواضع حسن الاخلاق تھے جیال مین کہ جو سنجار کے مضافات سے ایک گاؤن ہے وہان آپ نے اقامت کی قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ عسقلان کی لڑائی کے بعد زیارت بیت المقدس کر کے سنہ پانسو اسی مین جیال مین آکر رہے چنانچہ آپ کی اولاد آج تک وہین ہے وفات شریف چہارشنبہ اٹھارھوین ماہ ربیع الاول سنہ چھ سو دو مین ہوئی رضی اللہ عنہ

حال خلف ہفتم زین الفقہا جمال المسندین الکریم بن الکریم شیخ جلیل حضرت ابو اسحٰق

ابراہیم رضی اللہ عنہ

آپ نے فقہ اور حدیث اپنے والد سے پڑھی اور سنی اور شیخ ابی القاسم سعید بن ابی غالب احمد بن الحسن بن البنا اور ابی الوقت شیخ عبدالاول بن عیسیٰ سنجزی اور اور علماء سے بھی جو انھین کے طبقہ کے تھے آپ بہت ثقہ متواضع کریم الاخلاق اور علماء مین ممتاز تھے بغداد سے شہر واسط مین آکر آپ نے اقامت کی اور وہین سنہ ۵۹۲ھ مین وفات پائی کذا فی بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر۔ رضی اللہ عنہ

حال خلف ہشتم جمال المسندین رئیس الاصحاب فاضل الاوحد شیخ ابوالفضل محمد رضی اللہ عنہ

آپنے فقہ اور حدیث اپنے والد ماجد سے پڑھی اور سنی اور شیخ ابوالقاسم سعید بن احمد بن البنا اور ابی الوقت شیخ سنجزی وغیرہم سے بھی اور بڑے ثقہ اور متورع عالم تھے پچیس ذیقعدہ سنہ ۶ھ کو بغداد مین وفات پائی اور مقبرہ حلبہ مین اُسی روز دفن ہوئے رضی اللہ عنہ

حال خلف نہم سراج الفقہا زین المحدثین آیۃ اللہ العظمی حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسی رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت سلخ[له] ماہ ربیع الاول ۵۲۹ھ و بقولے ۵۳۰ھ مین ہوئی آپ نے بھی فقہ اپنے والد ماجد سے پڑھی اور حدیث سُنی اور شیخ ابو القاسم سعید بن احمد بن بنا اور شیخ ابی الفضل محمد بن ناصر حافظ اور شیخ ابی الوقت عبد الاول عیسی سجزی اور شیخ ابی الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد وغیرہم سے بھی استفادہ فرمایا اور مصر تشریف لے گئے وہان بہت لوگون کو آپ سے فیوض حاصل ہوئے پھر دمشق مین آکر اقامت فرمائی اور وہان حدیث پڑھائی آپ فاضل ادیب متورع متقی تھے شب مستہل ماہ جمادی الاخری ۶۱۸ھ مین دمشق کے محلہ عقیبہ مین آپ نے وفات فرمائی اور سفح جبل قاسیون مین مدفون ہوئے حضرت کے صاحبزادون مین آپ کی وفات سب کے بعد ہوئی ابن حاجب اپنی معجم مین لکھتے ہین کہ آپ حنبلی المذہب اور ظریف اور مطبوع الحرکات تھے آخر عمر مین آپ پر امراض کا غلبہ ہو گیا تھا اُسی مین آپ کی وفات ہوئی اور مدرسہ مجاہدیہ مین آپ کی نماز جنازہ ہوئی اور سفح جبل قاسیون مین دفن ہوئے رضی اللہ عنہ

حال خلف دہم الشیخ الفاضل الفقیہ و العالم الجلیل النبیہ حضرت شیخ ابو زکریا یحیی رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت چھٹی ماہ ربیع الاول ۵۵۰ھ مین ہوئی آپ نے بھی فقہ اور حدیث اپنے والد ماجد سے پڑھی اور سنی اور شیخ ابی الفتح محمد عبد الباقی وغیرہما سے بھی اور حدیث پڑھائی پھر مصر مین تشریف لائے آپ بڑے عالم اور فقیہ اور خوش اخلاق تھے آپ کی وفات پندرھوین ماہ شعبان ۶۰۰ھ مین بغداد مین ہوئی آپ حضرت کے صاحبزادون مین سے سب سے چھوٹے تھے قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ مصر مین جا کر رہے اور وہین آپ کے ایک صاحبزادے ہوئے جنکا نام آپ نے عبد القادر رکھا پھر اُن کو بغداد مین لائے بعد اُسکے ماہ شعبان ۶۰۰ھ مین وفات فرمائی لوگون کو نماز جنازہ کی اطلاع ہوئی تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے آپ کی نماز جنازہ آپ کے والد کے مدرسہ مین ہوئی اور اپنے بھائی سید عبد الوہاب کے پاس اپنے والد کے

له بہجۃ الاسرار مین سلخ کی لفظ ہے اور قلائد الجواہر مین ختام کی لفظ ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ

رباط مین حلبہ مین دفن ہوئے آپ کی والدہ حبشیہ تھین آپ سے حافظ ابو عبداللہ محمود بن محمود بن حسن بن النجار محدث عراق نے بھی احادیث روایت کین **نقل** حضرت سید عبدالوہاب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے حضرت والد ماجد بہت سخت علیل ہوئے ہم سب آپ کے گرد بیٹھے رو رہے تھے اور آپ بیہوش تھے یکایک آپ کو ہوش آ گیا تب فرمایا کہ روؤ نہین مین ابھی نہین مرونگا میری پشت مین یحیی ہے وہ ضرور پیدا ہوگا سب لوگ اسکو بیہوشی کی بات سمجھے جب آپ کو صحت ہو گئی تب یہ پیدا ہوئے اور آپ نے انکا نام یحیی رکھا بعد اسکے بہت مدت تک آپ زندہ رہے۔ رضی اللہ عنہ۔

واقعی فضائل و کمالات ان حضرات طیبات کے ان اوصاف کے ساتھ کہ حضرت کے حضور مین تحصیل علم کی اور دیگر علماء اور کبراء سے بھی یہ ایسی چیز ہین جو حیطۂ بیان سے باہر ہین ؎

ہرچہ اسباب جمال است رخ خوب ترا	ہمہ بروجہ کمال است کمالا تخفے

الحق کہ یہ سب حضرات مصداق تلک عشرۃ کاملۃ بلکہ منطوق رحمت نازلہ تھے سبحان اللہ فتح المبین مین ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیان صاحب بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر نے تو کوئی بھی نہین لکھین مگر مشہور اُن سے ایک حضرت خدیجہ ہین جو شیخ عبدالرحمن طفسونجی کے بیٹے کو بیاہی تھین اور دوسری حضرت فاطمہ سمینہ جو شیخ قضیب البان موصلی کے بیٹے کو بیاہی تھین اور تیسری حضرت عائشہ رحمہن اللہ اور بعضے کہتے ہین کہ شیخ مسلما صمادی کو بھی ایک صاحبزادی بیاہی تھین واللہ اعلم۔

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل ذکر اولاد صاحبزادگان حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ،

حضرت سید عبدالوہاب کے دو صاحبزادے ہوئے بڑے حضرت سید ابو منصور عبدالسلام اُنھون نے اپنے والد ماجد و جد امجد سے پڑھا اور شیخ ابی الحسن محمد بن اسحق بن الصابی اور شیخ ابی الفتح محمد بن عبدالباقی بن احمد وغیرہم سے بھی اور حضرت کے مدرسہ اور اور جگھون مین بھی پڑھا اور کئی ولایتون کے متولی رہے حنبلی مذہب تھے اور ایک جماعت بغدادوالون نے ان سے تخریج کی یہ بہت خوش اخلاق و غزیز العلم کثیر الحلم اور ممتاز لوگون مین تھے اور اپنے قول و فعل مین بہت ثقہ ان کی ولادت آٹھوین ماہ ذیحجہ ۵۴۸ھ مین ہوئی اور وفات تیسری ماہ رجب ۶۱۱ھ مین

بغداد مین اور اُسی دن مقبرہ حلبہ مین دفن ہوئے کذا فی بهجة الاسرار اور چھوٹے صاحبزادہ حضرت شیخ ابو الفتح
سلیمان تھے انھون نے بھی بہت لوگون سے پڑھا اور حدیث سنی اور حلم اور علم اور سخا مین بہت
مشہور ہوئے اُنکی ولادت ۵۵۳ھ مین ہوئی اور چہار شنبہ نوین جمادی الآخر ۶۱۱ھ مین اپنے بھائی
شیخ عبد السلام سے تقریبًا بیس روز پہلے وفات پائی اور مقبرہ حلبہ مین اپنے والد کے پاس دفن
ہوئے اُنکے صاحبزادہ سید داؤد ہوئے اُنھون نے اپنے دادا سید عبد الوہاب سے پڑھا اور
اُن سے حافظ دمیاطی نے بغداد مین سماعت حدیث کی اُنکی وفات شنبہ اٹھارھوین ماہ ربیع الاول
۶۳۴ھ مین بغداد مین ہوئی اور اتوار کے روز مقبرہ حلبہ مین اپنے والد اور دادا کے قریب دفن ہوئے
بعضون کا قول ہے کہ شیخ داؤد دمیاط مین مقیم ہوگئے تھے اور شیخ عز الدین کا قول ہے کہ یہ خاندان
اہل صلاح و زہد و حدیث سے تھے معرۃ النعمان مین ہے کہ ان کی اولاد مین ایک جماعت انکے
تابعین سے تھی جن کو داؤدیہ کہتے تھے اور وہ لوگ آج تک وہان موجود ہین اور مین ایک صاحب
شیخ عبد الکریم نامی سے ملا اور اُنکا نسب پوچھا اُنھون نے کہا کہ مین سید عبد الوہاب کی اولاد سے
ہون اُنکے والد عبد الوہاب بن صدقہ بن احمد بن حسن بن داؤد بن احمد بن منصور بن سلیمان بن
داؤد بن سیف الدین سلیمان بن سید عبد الوہاب تھے کذا فی قلائد الجواہر اور حضرت شیخ ابو بکر
عبد العزیز کے ایک صاحبزادہ شیخ ابو محمد عبد اللہ ہوئے اُنھون نے بہتون سے حدیث سنی اور
بزرگان وقت سے کشف اور فضل اور صمت مین افضل ہوئے جبال مین رہتے تھے اور وہین
انکا مزار ہے کشف الاستار مین ہے کہ اُن کی وفات سنہ چھ سو تیئیس مین ہوئی اور مزار مبارک
بغداد کے اطراف مین کسی پہاڑ پر ہے فتح المبین مین ہے کہ حضرت شیخ ابو محمد سے ایک جماعت فضلا
نے پڑھا اور احادیث روایت کین اُنھین کا لقب ہتاک تھا اسوجہ سے کہ اُنھون نے علوم اسرار
بہت شائع کئے تھے جیسے حضرت امام محمد باقر کا لقب باقر اسوجہ سے تھا کہ بقر کے معنی لغت مین
مرد کثیر العلم کے ہین ان کی مشہور اولاد سے سید شمس الدین قدس سرہ تھے اُنکے صاحبزادہ سید
شیخ شرف الدین ہوئے اُنکے صاحبزادہ سید زین الدین کبیر قدس اللہ اسرارھم اور اُنھین
کی اولاد و احفاد اور ذریتہ طیبہ سے آج دار السلام بغداد کو فخر ہے حفظهم اللہ وصان سلسلتهم[1]
الذهبية عن الانفصام وابقاهم الی قیام الساعة وساعة القیام بمنه وکرمه

[1] محفوظ رکھے ان کو اللہ اور بچارے رکھے انکے سلسلہ کو منقطع ہونے سے اور باقی رکھے ان کو قیامت قائم ہونے
تک اپنی بخشش اور کرم سے ۱۲ منہ

اور انھین حضرت سید محمد ابن سید عبدالعزیز کے ایک صاحبزادہ شرشیق تھے ذہبی کا قول ہے کہ حضرت شرشیق نے چوبیس برس کے سن مین سنہ چھ سو باون مین وفات پائی اُنکے صاحبزادے شیخ شمس الدین محمد اکحل ہوئے علامہ ذہبی ذیل تاریخ مین لکھتے ہین کہ شیخ امام زاہد کبیر بقیۃ السلف والمشائخ الکرام محمد بن شیخ شرشیق بن محمد بن عبدالعزیز بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلی ثم السنجاری جیالی حنبلی انکی ولادت ماہ رمضان سنہ چھ سو اکاون مین قرب جیال مین ہوئی اور وہین اُنکے بزرگون کے مزارات ہین اُنھون نے حدیث شیخ فخر بخار اور شیخ احمد بن محمد نصیبی سے پڑھی پھر مکہ مین عبدالرحیم ابن زجاج سے اور مدینہ مین عفیف بن فرزدع سے اور بغداد و دمشق مین حدیث پڑھائی اور کئی حج کئے اور اُن سے حدیث اُنکے صاحبزادہ شیخ حسام عبدالعزیز اور بدر حسن وغیرہ حسین اور طہر احمد اور شمس الدین ابن سعد اور اور لوگون نے سنی یہ صاحب زہد و صلاح اور کثیر الاتباع اور صاحب ثروت کثیرہ تھے ان شہرون کے لوگ انکی زیارت کو بوجہ انکی بزرگی ذاتی اور خاندانی کے آتے تھے۔ ان کی وفات پہلی ذیحجہ ۷۳۹ھ مین ہوئی اور اپنے بزرگون کے قریب دفن ہوے اور امام مورخ شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم جوزری اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ آٹھوین ماہ رمضان روز شنبہ ۷۲۳ھ مین شیخ شمس الدین محمد بن حسام الدین شرشیق بن سید صالح محمد بن شیخ ابی بکر عبدالعزیز بن شیخ ابی محمد عبدالقادر جیلی حسنی رضی اللہ عنہ دمشق مین تشریف لائے اور زاویہ سلاریہ مین اُترے حج کو جانے کے ارادہ سے اُنکی ولادت شب جمعہ پندرھوین ماہ رمضان ۶۵۱ھ مین جیال مین جو مضافات سنجار سے ایک شہر ہے ہوئی اور ان کے والد اور دادا اور پردادا کے مزارات بھی وہین ہین اُنھون نے ایک بار اور ۷۰۳ھ مین حج کیا تھا اور انکے والد کا نام شرشیق ایک خواب کی بنا پر رکھا گیا کیونکہ اسی گاؤن مین ایک بزرگ اور پہلے سے مدفون تھے کہ جنکا نام بھی یہی تھا اُنھون نے اپنے والد کو چار مہینہ پایا یہی ان شہرون مین مشہور ہے تمام شہر والے اور رعایا ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اور لوگ بھی دور دراز سے ان کی زیارت کو آتے اور خرقہ پہنتے تھے جب حلب اور دمشق وغیرہ مین یہ تشریف لیجاتے تو وہان بڑی تعظیم و تکریم ہوتی تھی اور تمام امرا اور فقرا اور مشائخ ملنے آتے ایک بار وزیر سلطنت بھی آیا تھا اور بہتون نے خرقہ شریفہ قادریہ انکے ہاتھ سے پہنا حافظ شیخ تقی الدین ابو المعالی محمد بن رافع سلامی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ اُنھون نے شیخ فخر علی بن احمد بخارے حدیث سنی اور حلب مین شیخ احمد بن محمد بن عبدالقادر نصیبی سے شمائل ترمذی سنی پھر اُنھون نے اور شیخ تقی الدین احمد ابن تیمیہ

اور شیخ علیم الدین قاسم بن برزالی نے ان احادیث کو جو شیخ فخر سے دمشق مین سنی تھین اور جبلی تخریج
حافظ ضیا محمد بن عبد الواحد نے کی ہے روایت بیان کی اور انھون نے بغداد مین حدیث پڑھی
اور ان سے ابن رفوقی اور ابن سیرجی نے حدیث سنی یہ بہت خوشی اخلاق فاضل زاہد عابد اہلسنت
سے تھے ان کی خاص وقعت اور جلالت قلوب مین تھی اور ایک وجاہت اور اثیار خاص تھا
اور لوگون کو بھی بڑا اعتقاد تھا شیخ ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ مین لکھا ہے کہ حضرت ابو الکرم نے
قرآن نے یاد کیا اور علوم حاصل کئے اور دمشق مین شیخ فخر علی ابن بخار وغیرہ سے حدیث سنی پھر دمشق
اور بغداد اور جیال مین حدیث پڑھائی اور یہ صلاح و عبادت و سماحت مین بہت مشہور تھے عمر بھر
سونا اور چاندی ہاتھ سے نہین چھوا باوصف سخی وذی حشمت اور محسن خلق ہونے کے اور یہ اور
انکے گھر والے سب اہل اسلام کی خیرخواہی مین مشہور تھے اسی طرح روض الزاہر مین بھی ہے
اور انکے بیٹے شیخ بدر حسین بن محمد بن شرشیق بن ابی محمد بن ابی بکر عبد العزیز بن سید محی الدین جیلی
جیالی کے متعلق حافظ محمد بن رافع نے اپنی معجم مین لکھا ہے کہ حسن بن محمد بن شرشیق بن ابی محمد بن
ابی بکر عبد العزیز بن شیخ ابی محمد عبد القادر بن ابی صالح عبد اللہ بن جنگا دوست قرشی ہاشمی نے
اپنے والد ماجد سے حدیث سنی اور بغداد آئے اور ۷۴۳ھ مین حج کو جاتے وقت دمشق مین
تشریف لائے اور زاویہ سلاریہ مین جو شہر کے باہر ہے فروکش ہوئے جب حج سے پلٹ کر پھر وہان
آئے تو مین بھی انسے ملا اور مین نے ان کو نہایت حسن الخلق والخلق پایا انھون نے اپنی مرویات
کی اجازت بھی مجھے دی علامہ ابن حجر اپنی کتاب ابناء الغمر بابناء العمر مین لکھتے ہین کہ یہ
اس طرف بہت صاحب حرمت و وجاہت تھے ان کی وفات ۷۶۶ھ مین ہوئی اور بڑی عمر ہوئی
اور شیخ علاء الدین علی بن شمس الدین محمد بن محی الدین عبد القادر بن نور الدین علی بن شمس الدین
محمد اکحل بن حسام الدین شرشیق بن شمس الدین محمد بن شیخ ابی بکر عبد العزیز بن شیخ الاسلام محی الدین
عبد القادر الجیلی حسنی جیالی جو ملک اشرف برسبائی کے آمد سے پلٹ کر قاہرہ مین داخل ہونے کے
زمانہ مین مصر آکر معہ اپنی اولاد کے رہے صاحب روض الزاہر لکھتے ہین کہ شیخ علاء الدین بہت
خوش صورت و سیرت اور صاحب ہیبت و وقار تھے کمتر ایسا ہوتا کہ کسی سے انھون نے وعدہ
کیا ہو یا کسی نے ان سے ضرورت بیان کی ہو اور انھون نے اسکو پورا نہ کر دیا ہو ورنہ خود آکر اس سے
عذر کرتے اور کہتے کہ ما محمد اللہ وایانا آمین اور وہ اپنے وقت مین بلاد مصر مین بزرگان حضرات
قادریہ سے تھے و مرتبرج کیا تھا انکی ولادت حسب ارشاد ان کی والدہ شریفہ فاطمہ بنت شیخ حیدر

کی ۸۸۴ھ یا پچاسی مین ہوئی اور وفات طاعون مین پنجشنبہ وقت دوپہر دسوین صفر ۸۸۸ھ مین اور نماز جنازہ ان کی دروازۂ قرافہ قاہرہ مین پڑھی گئی اور اسی قبرستان مین دفن ہوئے جو سید عدی بن مسافر کے نام سے مشہور ہے اور اُسی قبرستان مین سب انکی اولاد دفن ہے اور وہین اُن کے چچا کے صاحبزادہ شیخ شمس الدین محمد بن نورالدین علی بن عزالدین حسین بن شمس الدین محمد اکحل بن شرشیق اور انکے دونون لڑکے شیخ شرف الدین موسیٰ اور شیخ بدرالدین بھی مدفون ہین اور شیخ محمد کی وفات چوتھی صفر ۸۴۵ھ مین ہوئی اور اُن کے لڑکون کی وفات طاعون مین ہوئی۔ شیخ شرف الدین نے دو صاحبزادہ چھوڑکر انتقال کیا اور شیخ بدرالدین نے ایک بیٹی اور شیخ علاءالدین موصوف کے اس طاعون کے بعد جو ۸۴۱ھ مین ہوا ایک صاحبزادہ باقی رہے جنکو لیکر وہ حجاز کی طرف چلے گئے وہان پہونچنے کے قبل راہ مین اُنکے نیزہ لگا اور وہان پہونچتے پہونچتے انتقال ہو گیا اور وہین مسجد جامع مین دفن ہوئے اُنکا مزار زیارت گاہ ہے لوگ منتین مانتے ہین اور اُن کی عمر اسوقت مین بیس برس سے کم تھی پھر شیخ علاءالدین کے اس کے بعد اور اولاد ہوئی اور اُنھون نے دو لڑکے اور دو لڑکیان چھوڑکر انتقال فرمایا جن مین سے ایک نے اُن کی وفات کے بعد انتقال کیا اور باقی موجود ہین اور اُنکے حقیقی بھائی شیخ عبدالقادر کی وفات بھی بمرض طاعون دمشق مین ۸۴۱ھ مین ہوئی اور مقبرۂ صوفیہ مین دفن ہوئے اُنھون نے کوئی اولاد نہین چھوڑی یہ بلاد شام مین اشرف برسبائی کی آمد سے واپسی کے بعد گئے اُنتیسوین محرم شروع ۸۳۶ھ مین اور یہ اپنے بھائی سے دو برس چھوٹے تھے جیسا کہ انکی والدہ شریفہ بی بی فاطمہ کا بیان ہے اور حبال مین اسوقت تک حضرت شیخ عبدالعزیز موصوف کی اولاد مین ایک گروہ موجود ہے شیخ حسام الدین بہت کریم النفس حسن الاخلاق تھے اور انکے اور اُن کی اعزا کی بڑی عزت اُن شہرون مین تھی اور بڑی وجاہت اور ثروت تمام حکام شہر انکی بڑی تعظیم اور تکریم کرتے تھے اور عام رعایا بھی اور سب لوگ خرقہ شریفہ قادریہ انھین حضرات سے پہنتے تھے اور حلب کے شہرون مین ایک گاؤن ہے یاعو عزاز کے مضافات سے اُس مین اب تک ایک بہت بڑی جماعت حضرت غوثیت مآب کی اولاد سے موجود ہے جن کو لوگ شیخ یاعو کی اولاد کہتے ہین انکے وہان زاویہ ہین اور بڑی حرمت ہے اور وہ لوگ کریم الاخلاق اور خواص وعوام مین باتعظیم ہین لوگ کہتے ہین کہ یہ شیخ عیسیٰ بن سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہین حضرت شیخ عبدالعزیز بہت خوش اخلاق کریم النفس تھے دنیا کی کسی چیز کو اپنے پاس نہین رکھتے تھے اور بڑے لطیف وظریف تھے اُن کی

وفات قریہ باعو مین ہوئی اور وہین اپنے آباواجداد کے پاس دفن ہوے انکے بھائی شیخ احمد بھی نہایت متواضع لطیف کریم النفس خوش اخلاق تھے اور شیخ عثمان بن شیخ عبدالعزیز موصوف بھی بہت خوش اخلاق متواضع تھے لوگون سے بہت کم ملتے تھے اور اُسی گاؤن مین اپنے چچا شیخ احمد کے ساتھ رہتے تھے حضرت شیخ موسی بہت خوبصورت خوش اخلاق ظریف وجیہہ تھے سب لوگ ان کو بہت بزرگ جانتے تھے ان کی وفات شیخ عبدالعزیز کی وفات سے پہلے ہوئی اور انکے صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق بھی ظریف جمیل متواضع صاحب ہیبت ووقار تھے اُنکی وفات بھی اپنے والد سے پہلے ہوئی اور اسی گاؤن مین اپنے آبائی قبرستان مین دفن ہوے۔ اور شیخ زین الدین عمر بھی بہت بزرگ اور بڑے باعزت اور حکام کی خدمت مین رسا تھے ایک مدت تک میر منشی کے عہدہ پر حلب اور دمشق مین رہے اور دمشق ہی مین وفات پائی اور وہین اُنکی اولاد اب تک ہے قاہرہ مین بھی ان مین سے دو بھائی ہین جن مین سے ایک کا نام سید عبدالقادر ہے اور دوسرے کا سید احمد شیخ عبدالقادر وہان متولی نقابت اشراف اور محافظ اوقاف ہوے اور قاہرہ مین بھی آج تک حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ایک جماعت کثیر اُس زاویہ مین رہتی ہے کہ جو قرافہ مین قدیم سے سید عدی بن مسافر کے زاویہ سے مشہور ہے یہ نہین معلوم کہ وہ حضرت شیخ عیسی بن شیخ عبدالقادر متوفی قاہرہ کی اولاد سے ہین جیسا کہ حافظ محب الدین ابن النجار نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے یا شیخ علاءالدین علی کی اولاد سے جو شیخ عبدالعزیز جیلی کی اولاد سے تھے اور ملک اشرف کے مصر مین آنے اور آمد سے پلٹنے کے بعد سنہ آٹھ سو چھتیس مین وہ اور اُن کی اولاد مصر مین جاکر رہی اور وہین انتقال کیا جیسا کہ سابقًا بیان کیا گیا ان لوگون کی مصر مین جائدادین ہین اور وہان مقتدا خلق کے طور پر مانے جاتے ہین اور بغداد مین ایک گروہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی جگہ پر ہے جو دعوے کرتے ہین کہ ہم حضرت کی اولاد سے ہین اُنکا بھی خاص وعام مین بڑا مرتبہ اور عزت ہے اور فقرا کی طرح اُن کی معافیان اور تنخواہین ہین اور جو زاویہ مین آتے جاتے رہتے ہین اُنکے بھی پھر جب شاہ اسمٰعیل سلطان عجم بغداد پر قابض ہوا تو اُس نے زاویہ کو خراب کر ڈالا اور اُنکے رہنے والون کو متفرق کر دیا چنانچہ وہ لوگ اِدھر اُدھر متفرق ہر شہرون مین جا بسے ایک جماعت اُن مین سے حلب کو چلے گئی انھین مین سے شیخ اجل علاءالدین علی اور اُن کی اولاد اور اُن کے دونون بھائی شیخ محی الدین اور شیخ زین العابدین اور بھتیجے شیخ یوسف تھے وہ ایک مدت تک وہان رہے پھر قاہرہ کی طرف چلے گئے

بعد اسکے سلطان ملک اشرف ابو النصر غوری نے شیخ علاء الدین کو زاویہ بیرقیہ جو حلب کے باہر ہے نذر کر دیا اور جب وہ قاہرہ سے حلب مین واپس آیا تو اُنھون نے اور اُن کی اولاد نے وفات پائی اور کوئی اُن مین سے باقی نہین رہا اُن کے بھتیجے شیخ یوسف اور اُن کے چچا شیخ زین العابدین قاہرہ ہی مین رہے پھر شیخ یوسف کو زاویہ کی نظارت مصر قدیمہ مین نیل کے کنارہ پر نذر کی اور وہ اُس مین اُسوقت تک رہے کہ جب تک سعید شہید سلطان سلیمان خان بن عثمان سلطان عرب وعجم وروم اُن شہرون کے مالک نہین ہوئے جب اُنکا قبضہ وتسلط اوائل سنہ ۹۲۳ھ مین ہوگیا تب یہ حلب مین بعض امور کی وجہ سے پلٹ آئے پھر وہان سے دمشق مین آئے اور وہین انتقال کیا ان کے چچا شیخ زین العابدین قبل اپنے ان بھتیجے شیخ یوسف کے انتقال کر گئے اور ان مین سے بلاد شام ومصر مین کوئی باقی نہین رہا جب سلطان سلیمان نے قواعد دولت بغداد کو قائم کیا تو حکم دیا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا زاویہ بنے چنانچہ وہ تیار ہوا اور شیخ علاء الدین متقدم الذکر کے بھائی اور اقارب اُس مین آکر رہے لوگ کہتے ہین کہ آج تک وہی لوگ ہین اور جو مراتب اور اوقاف پہلے تھے وہ اب بھی ہین اور وہ حضرات خواص وعوام مین معظم اور مکرم ہین ہین اُن مین ایک صاحب سے شہر قسطنطنیہ مین سنہ ۹۷۰ھ مین ملا وہ بہت خوبصورت صاحب ہیبت ووقار تھے اُنھون نے مجھ سے بیان کیا کہ مین شیخ علاء الدین موصوف کے چچا کی اولاد سے ہون اور مین بضرورت اوقاف زاویہ بغداد یہان آیا تھا جو سب برکت حضرت جدنا وسیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے خاطر خواہ بلکہ کچھ زیادتی کے ساتھ پوری ہوگئین اور بعضے کہتے ہین کہ یہ سب مشائخ بغداد اولاد زرینہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے نہین تھے بلکہ یہ سب حضرت کی اُن صاحبزادی کی اولاد سے تھے جو شیخ طفسونجی کے بیٹے شیخ عبد الرزاق طفسونجی کو بیاہی تھین رضی اللہ عنہم واللہ اعلم بحقیقۃ الحال علامہ ابن ناصر الدین دمشقی محدث لکھتے ہین کہ منتسبین حضرت شیخ عبد القادر سے ایک شیخ تاج الدین ابو الفتح نصر اللہ عمر بن محمد بن احمد بن نصر بن عبد الرزاق ابن شیخ عبد القادر تھے بعضے حفاظ کہتے تھے کہ یہ شخص اپنے آپ کو حضرت کی اولاد سے سمجھتا ہے مگر مین نے ایک جماعت اہل عراق وغیرہ سے سُنا کہ یہ شخص ابن السمین کے نام سے مشہور ہے اور یہ حضرت کے مریدون مین سے ہے نہ اولاد مین سے اور حضرت شیخ محمد بن سید عبد العزیز کی ایک بہن تھین حضرت ام احمد زہرہ جنکو اجازت شیخ ابو الحسن عبد الحق اور ابو نصر عبد الرحیم صاحبزادگان شیخ عبد الخالق بن احمد بن یوسف اور ابو سعد بن بلدرک وغیرہم نے دی اور اُن سے حدیث بھی سُنی یہ بی بی نمونہ آثار سلف تھین اور بڑی عفیفہ ان کی وفات بغداد مین سنہ ۶۳۲ھ مین ہوئی اور کشف الاستار مین ہے کہ انکی وفات

ساتوین جمادی الاخری کو ہوئی حضرت سید عبد الرزاق کے چار صاحبزادے ہوئے بڑے صاحبزادے
فخر الفضلا جلال الاصحاب حضرت شیخ عبد الرحیم تھے ان کی کنیت ابو القاسم تھی یہ حضرت
ابو صالح نصر کے بھائی تھے انھون نے بھی حدیث پڑھی اور کئی عالمون سے سنی اور ان سے خلق کثیر
نے نفع اُٹھایا قلائد الجواہر مین ہے کہ اُنھون نے حدیث شہدہ بنت ابری اور خدیجہ بنت احمد
نہروانی وغیرہما سے سنی اور بہجۃ الاسرار مین ہے کہ شیخ ابی الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد اور خدیجہ
بنت احمد سے حدیث سنی ان کی ولادت چودھوین ماہ ذی القعدہ روز چہار شنبہ ۵۵۸ھ مین ہوئی
اور ساتوین ربیع الاول ۶۰۶ھ مین پنجشنبہ کے روز بغداد مین وفات ہوئی اور اُسی دن باب حرب
مین دفن ہوئے دوسرے حضرت شیخ نصر ان کی کنیت ابو صالح تھی اُنھون نے فقہ اپنے
حضرت والد ماجد اور لوگون سے پڑھی اور حدیث بھی اپنے والد اور چچا سید عبد الوہاب اور ابی ہاشم
روشانی وغیرہم سے سُنی اور پڑھایا اور فتوے نویسی کی اور مناظرہ کئے اور قاضی القضاۃ مدینۃ السلام
ہوئے حنبلی المذہب تھے اپنے ساتھیون مین یہی پہلے شخص تھے جن کو قاضی القضاتی ملی
چہار شنبہ آٹھوین ماہ ذی الحجہ ۶۲۲ھ چھ سو بائیس مین امام ظاہر بامر اللہ کی طرف سے ان کو
عہدۂ قضا سپرد ہوا اور بغداد کی تینون جامع مسجدون مین انکا تقرر پڑھکے سنا دیا گیا اپنی
مسجد مین املاء حدیث کیا کرتے تھے اور لوگ ان سے حدیثین لکھا کرتے تھے جمعہ کے دن جب
نماز کو جاتے تو پیادہ پا جاتے اور ان کی کچہری مین گواہ لوگ اُنکے حکم سے انھین کی دوات سے
لکھتے تھے اپنی زندگی بھر اِسی عہدہ پر رہے پھر جب ظاہر بامر اللہ کے بیٹے مستنصر باللہ خلیفہ
ہوئے تو اُنھون نے ان کو چار مہینہ کئی دن قاضی القضاتی کے عہدہ پر مقرر رکھا بعد اُسکے ۳۰
ذیقعدہ ۶۲۳ھ مین ان کو معزول کر دیا اُنکے والد ماجد ان کو لڑکپن سے حدیث بہت سناتے
تھے اور یہ بڑے ثقہ اور محقق اور صاحب معرفت حدیث اور صاحب تمکین کلام مسائل خلافیات
مین اور متواضع لطیف الطبع ظریف المعاشرۃ تھے حافظ ابن رجب طبقات مین لکھتے ہین کہ فقیہ
مناظر محدث زاہد واعظ قاضی القضات شیخ الوقت عماد الدین ابو صالح نے صغر سن مین قرآن پڑھا
اور حدیث اپنے والد اور چچا سید عبد الوہاب سے سنی اور ان کو ابو العلاء ہمدانی اور ابو موسیٰ مدینی
وغیرہ نے اجازت دی اور یہ بڑے فصیح و بلیغ شخص تھے اپنے جد کے مدرسہ کے ایک عرصہ تک
متولی رہے بعد وفات خلیفہ ناصر باللہ کے جب اُنکے بیٹے ظاہر باللہ خلیفہ ہوے تو وہ بڑے دیانتدار
اور عادل اور صالح اور متقی اور متشرع تھے بلکہ اُنکے بارہ مین ابن اثیر کہتے تھے کہ اگر کوئی کہے کہ

بعد عمر بن عبد العزیز کے اُنکا سا خلیفہ کوئی نہین ہوا تو وہ سچا ہے اُنھون نے ہر ولایت کے لئے مناسب اور لائق قاضی مقرر کیا اور ان کو کل سلطنت کا قاضی کیا اُسوقت یہ قاضی القضاتی نہین قبول کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ذوی الارحام بھی وارث قرار دیئے جائین تو خلیفہ نے کہا کہ ہر حقدار کو اسکا حق دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اُسکے سوا کسی سے نہ ڈرو اور جس کا حق شرعی ہو وہ اُسکو پہونچاؤ کچھ اُس کے آنے کی ضرورت نہ سمجھو اور خلیفہ نے دس ہزار دینار بھیجدیے کہ جو لوگ بعلت قرضہ قید ہون اور اُن کو ادائی کی قدرت نہو تو یہ اُن کو دیا جائے کہ وہ اسکو دے کر اپنے آپ کو قید سے چھوڑا لین بعد اُسکے حکم دیا کہ آپ اوقاف عامہ اور مدارس شافعیہ وحنفیہ اور جامع السلطان کا انتظام اپنے ذمہ لیجئے چنانچہ اُنھون نے اُنکا انتظام بھی اپنے ذمہ لیا اور کل مدرسون مین معزولی وبحالی اُنھین کے اختیار مین ہوگئی یہان تک کہ مدرسہ نظامیہ مین بھی جب ظاہر کی وفات ہوگئی تو اسکے بیٹے مستنصر نے مدت دراز تک آپ کو اسی خدمت پر قائم رکھا پھر جب مستنصر نے آپ کو معزول کیا تو آپ نے یہ شعر پڑھے ؎

حمدت اللہ عزوجل لما	قضی لی بالخلاص من القضاء

یعنی خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اس قاضی بننے کے جھگڑے سے چھوڑایا ؎

وللمستنصر المنصور اشکر	وادعو فوق معتاد الدعاء

اور مستنصر منصور کا مین تہ دل سے شکر گذار ہوا اور اسکے واسطے دعا معمول سے زاید کرتا ہون اور کوئی ان سے قبل قاضی القضاۃ نہین ہوا آپ بعد معزول ہونے کے بھی مصر کے مدرسہ مین پڑھایا کئے اور بڑے مجالس مین جایا کئے پھر مستنصر نے اپنی رباط جو دیر روم مین بنائی تھی آپ کے سپرد کی اور وہ بھی آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کرتا تھا اور بہت سامان بھیجتا تھا کہ جس کو آپ محتاجون کو دیا کرتے تھے اور فقہ مین آپ نے ایک کتاب تصنیف کی تھی جسکا نام ارشاد المبتدی مین رکھا آپ سے ایک جماعت نے پڑھا اور فارغ التحصیل بھی ہوئے اسی مضمون مین صرصری نے اپنے قصیدہ لامیہ مین جس مین امام احمد بن حنبل اور اُن کے یارون کی تعریف کی ہے لکھا ہے ؎

وفی عصرنا قد کان فی الفقہ قدوۃ	ابو صالح نصر لکل مومل

یعنی میرے زمانہ مین فقہ مین ابو صالح نصر پیشوا تھے ہر طالب کے لئے آپ شب شنبہ چودھوین ماہ ربیع الآخر ۵۶۴ھ مین پیدا ہوئے اور صبح کو شب یکشنبہ سولھوین شوال ۶۳۳ھ مین وفات پائی اور باب حرب مین دکۂ امام احمد مین دفن ہوئے آپ کی والدہ ام الکرم تاج النساء بنت فضائل

بن علی ترکیتی تھین اُنھون نے اپنے شوہر حضرت حافظ ابی بکر عبد الرزاق اور اُن کے والد سے
حدیث سنی اور شیخ ابی الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد سے بھی اور یہ بڑی نیک بی بی تھین بارھوین
رجب سنہ ۶۱۲ھ مین بغداد مین ان کی وفات ہوئی اور وہین باب حرب مین دفن ہوئین تیسرے
صاحبزادے زین الرؤسا فخر الفضلا شیخ ابو محمد اسمٰعیل تھے اُنھون نے بہت لوگون سے
حدیث سنی اور پڑھی اور بہت خوبصورت اور وجیہ اور خوش اخلاق تھے انکی وفات بغداد مین
تیرھوین محرم سنہ ۶۳۰ھ مین ہوئی اور امام احمد بن حنبل کے مقبرہ مین دفن ہوئے چوتھے صاحبزادہ
فقیہہ نبیل زین المسندین شیخ ابو المحاسن فضل اللہ تھے اُنھون نے اپنے والد ماجد
سے پڑھا اور حدیث سنی اور اپنے چچا سید عبد الوہاب اور شیخ ابی الفتح عبد اللہ بن محمد بن نجا بن
شاتیل دباس اور شیخ ابی الفضل مسعود بن علی بن احمد بن حسن ابی علی بن عبید اللہ بن ناصر صفار
العدل اور شیخ ابن یونس اور ابن کلیب اور شیخ ہبۃ اللہ بن رمضان اور شیخ عبد اللہ بن حمید
اور شیخ یوسف عاقولی اور ابی السعادات شیخ مبارک نصر اللہ بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن محمد بن
عبد الواحد قزاز مشہور بابن زریق وغیرہ سے بھی اور اُن کو اجازت دی شیخ عبد الحق بن یوسف
اور شیخ محمد بن جعفر بن عقیل اور شیخ ابو موسےٰ اصبہانی نے اور یہ بہت خوش اخلاق لطیف الشمائل
ثقہ متعفف فاضل تھے آن کی ولادت سنہ ۵۶۲ھ مین بغداد مین ہوئی اور تاتاریون کے ہاتھ سے شہید
ہو کر بغداد مین ماہ صفر سنہ ۶۵۶ھ مین وفات پائی آن کی دو بہنین تھین ایک حضرت بی بی سعادات
کہ جنھون نے شیخ ابی الخیر عبد الحق بن عبد الخالق بن احمد بن یوسف اور شیخ ابی علی حسن بن علی بن
حسین خباز مشہور بابن شیر دیہ وغیرہ ہما سے حدیث سنی اور بڑی متقیہ وصالحہ تھین اُن کی وفات
ترھوین جمادی الاخرے سنہ ۶۲۲ھ مین بغداد مین ہوئی اور انکے بھائی قاضی القضاۃ ابو صالح نے
انکی نماز جنازہ پڑھائی دوسری بہن حضرت بی بی ام محمد عایشہ تھین اُنھون نے بھی شیخ
ابی الخیر عبد الحق بن عبد الخالق بن احمد وغیرہ سے حدیث سُنی اور بڑی صالحہ تھین ان کی وفات
بغداد مین شب سیز دہم ماہ ربیع الاول سنہ ۶۲۰ھ مین ہوئی اور دوسرے روز باب حرب مین دفن ہوئین
کذا فی بہجۃ الاسرار اور انیس القادریہ مین ہے کہ حضرت سید عبد الرزاق کے پانچ صاحبزادے تھے چار
یہ جو بیان کیے گئے آور پانچوین سید جمال اللہ جو جمال صوری مین اپنے جد امجد رضی اللہ عنہ کے
مشابہ تھے اور حضرت کو ان سے کمال الفت تھی چنانچہ آپ ہی کی برکت دعا سے عمر دائمی ملی اور
آج تک وہ زندہ ہین مناقب قادریہ مین ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے سید جمال اللہ کو

روکین مین تعلیم وتلقین کی تھی اور فرمایا تھا کہ تو عمر دراز پاویگا اور امام مہدی کو دیکھیگا اُن سے میرا سلام کہنا چنانچہ کوہستان عراق مین اب تک وہ موجود ہین اور گیارھوین صدی مین بعضے اولیاء سے ملاقات ہوئی ہے حضرت شاہ ابو المعانی تحفہ قادریہ مین لکھتے ہین کہ مین نے بعضے بزرگون سے سنا کہ ایک صاحبزادہ فرزندان حضرت سید عبد الرزاق سے اس زمانہ مین شیخ جمال اللہ نام اپنے جد امجد کے مشابہ ہین جو اکثر اوقات بسطام کے جنگلون مین رہتے ہین اور کبھی بسطام مین بھی آجاتے ہین۔ اور جس نے کہ انکا شرف صحبت پایا وہ بیان کرتا تھا کہ مین نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ اس مین شک نہین ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کامل کو حیات اور ممات مین اختیار دیا ہے مگر نہین معلوم کہ آپ کی عمر کتنی ہوگی تو فرمایا کہ یقینی تو مجھے معلوم نہین مگر جسوقت میرے دادا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سماع کی حالت مین مجھ کو گود مین لیتے تھے تو فرماتے تھے کہ اے جمال میری طرف سے حضرت عیسی علیہ السلام کو سلام پہونچانا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مین حضرت عیسی السلام کی ملازمت سے مشرف ہونگا اور وہ امانت اُن کو پہونچاونگا اور دو ایک حکایتین اُن سے ملاقات کی صاحب تاریخ الاولیا نے بھی اُس کتاب مین انکے حال مین نقل کی ہین اور بعضی کتابون مین ہے کہ حضرت سید عبد الرزاق کے ایک صاحبزادہ شیخ ابو محمد عبد الرحمن عبد اللہ تھے کہ جو زینت مشائخ اور فخر علما تھے اُنھون نے اپنے جد امجد اور ابو القاسم نصر بن عکبری اور شیخ سعید بن احمد بن بنار اور ابو المظفر ہبۃ اللہ بن احمد شبنکی سے حدیث روایت کی اور بڑے ثقہ راست گفتار صاحب جمال متواضع تھے ان کی ولادت ۵۲۳ھ مین ہوئی اور وفات چھبیسوین ماہ محرم ۶۱۴ھ مین اور مزار مبارک بغداد مین ہے اور حضرت ابی صالح نصر بن سید عبد الرزاق رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تفصیل قلائد الجواہر مین مرقوم ہے وہ مین نے بخیال طوالت یہان نقل نہین کی دیکھنے والا اُس مین دیکھ سکتا ہے۔

ذکر حضرت سید محی الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن حامد بغدادی

معروف بتوحیدی آپ حضرت سید عبد الرزاق کے نواسہ تھے علم فقہ اپنے ماموں حضرت سید ابو صالح نصر سے پڑھا اور علم حدیث شیخ ابو محمد علی بن ابو بکر بن ادریس یعقوبی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور ابو الفضل اسحق بن احمد علثی اور ابو القاسم ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن احمد بن منصور خطیب وغیرہ سے اور وعظ بھی فرماتے تھے بہت سے اہل بغداد نے آپ سے علم حاصل کیا آپ کے ارشادات بہت اعلی اور اشعار خوب ہوتے اور بڑے صاحب جمال وجلال اور

باہیبت اور متواضع راست گفتار ثقہ تھے آپ کی شہادت بغداد مین تاتاریون کے ہاتھ سے ماہ صفر ۶۵۶ھ مین ہوئی اور مزار مبارک بغداد شریف مین ہے الحمد للہ کہ فقیر کاتب الحروف قطع نظر خادمی اور غلامی اس سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی نسبت جزئیت بھی حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ سے رکھتا ہے اور اس خیال پر کہ فقیر اور اسکے بزرگون کا ذکر بھی زمرۂ ذریۂ طیبہ آنحضرت مین یادگار زمانہ رہے اپنا مختصر نسب نقل کرتا ہے ؎

گرچہ خوردیم نسبتی است بزرگ	ذرۂ آفتاب تابانیم

نسب نامہ اس حقیر کا یہ ہے کہ بندۂ اصغر افراد بشر علی انور ابن حضرت مولانا شاہ علی اکبر ابن حضرت آفتاب سپہر ولایت وکرامت قبلۂ ارادت کیشان عقیدت گزین وکعبۂ سجدہ گزاران فرسودہ جبین غوث الدہر وحید العصر مولانا شاہ حیدر علی قلندر ابن حضرت قدوۂ ارباب معرفت وکمال اسوۂ اصحاب وجد وحال کاشف غوامض دقائق پردہ کشائے عرائس حقائق مرشدنا ومولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ ابن حضرت قطب الاقطاب عارف باللہ صاحب سر مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ ابن حضرت شاہ محمد کاشف سبزپوش چشتی ابن حافظ قرآن شیخ خلیل الرحمن شہید ابن الشیخ عبدالرحمن ابن حافظ غلام محمد بن شیخ سیف الدین بن حضرت ملا ضیاء اللہ ابن حضرت ملا عبدالکریم قادری بن حضرت ملا حافظ شہاب الدین المعروف بشیخ سوندھن بن حضرت مخدوم معظم ملا نظام الدین قاری قادری معروف بشاہ بھکاری بن حضرت قاری امیر سیف الدین بن حضرت قاری حبیب اللہ نظام الدین المعروف بامیر کلان بن حضرت قاری امیر نصیر الدین ولیل اللہ بن حضرت قاری محمد صدیق معروف بابی محمد خانی بن حضرت قاری شیخ عبید اللہ بن حضرت قاری عبدالصمد بن حضرت قاری شمس الدین خورد معروف بقاری محقق جامع جمیع الجوامع الکبیر فی لغات الاحادیث والتفاسیر بن حضرت قاری عبدالمجید دربان آستانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن حضرت حاج الحرمین سلطان حسین بن حضرت قاری امیر ابراہیم (نواسہ وخلیفہ حضرت سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) ابن قاری سلطان عبداللطیف بن قاری امیر عبید اللہ خانی بن مولانا شمس الدین صابر بن قاری مجید الدین خانی بن قاری امیر سلیمان مفسر بن مولانا وجیہ الدین احمد قاری بن محمد بن قاری احمد بن علی بن محمد حنیفہ بن امیر المومنین ویعسوب المسلمین ابو تراب علی مرتضے اسد اللہ الغالب ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ حضرت پیرو مرشد برحق مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف المتواری فی احوال نظام الدین القاری

مین تحریر فرماتے ہین کہ مولانا شمس الدین صابر خال خالاتی حضرت غوث الثقلین کے تھے نوا امیر سلیمان مفسر مدنی ہین اور قاری مجید الدین کی ولادت قصبہ صحرام مضافات خواف مین ہوئی جو بغداد شریف اور ممالک خراسان کے درمیان مین واقع ہے اسی طرح تذکرۂ حمیدی مین ہے اور صاحب زاد الآخرت تذکرۂ حمیدی سے نقل کرتے ہین کہ قاری عبد اللطیف کا نکاح حضرت زبیدہ خاتون کے ساتھ ہوا جو ولیۂ کاملہ اور صبیۂ محبوبہ حضرت سید عبد الرزاق کی تھین ان سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک قاری امیر ابراہیم دوسرے قاری محمد اسمٰعیل قاری امیر ابراہیم نے زمانہ صغر سن مین حفظ کلام اللہ اور تصحیح قرات اور تحصیل کتب درسیہ و علوم تفاسیر و احادیث اور اخذ طریقۂ آبائی اپنے والد ماجد سے کیا اور تعلیم باطنی روش قادریہ کی اور تحصیل کتب صوفیہ حضرت سید عبد الرزاق رضی اللہ عنہ سے کی بوجہ ذہانت اور جودت طبع اور فہم رسا کے حضرت سید صاحب اور لڑکون کے مقابلہ مین اُن کو زیادہ عزیز رکھتے تھے چونکہ قاری صاحب ابتدا از فنون حرب اور جہاد سے مناسبت تامہ رکھتے تھے اور گھوڑے کی سواری اور تیر اندازی اور نیزہ بازی کی پوری مہارت حاصل کی تھی شجاعت اور جوانمردی مین یگانۂ روزگار اور فتوت اور مروت اور بلند ہمتی مین برگزیدۂ زمانہ تھے اکثر اوقات اُسی زمانہ کے بادشاہان اسلام خصوصاً شاہزادہ مستنصر باللہ کے ہمراہ جو مستنجد باللہ اور مستبصر باللہ کی اولاد مین تھے اور آپ سے اُنسے نہایت درجہ دوستی تھی بلا نوکری کے جہاد مین شریک ہوتے تھے اور زخمی بھی ہوتے تھے حضرت سید صاحب کو بوجہ وفور شفقت و محبت ایک تردد رہتا تھا بارہا نصیحتاً فرمایا کہ اے ابراہیم مین چاہتا ہون کہ تم سرگروہ مبارزان جہاد اکبر اور اپنے وقت کے قطب الارشاد ہو مگر معلوم نہین کہ کب جہاد اکبر مین مصروف ہوگے بالآخر حضرت سید صاحب کے قلق دلی نے اپنا کام کیا کہ قاری امیر ابراہیم کا بایان پیر سخت صدمہ سے زخمی ہوگیا اور تین برس تک وہ گھوڑے کی سواری کے قابل نہین رہے بلکہ پیادہ بھی دقت سے چلتے تھے اُسی زمانہ مین حضرت سید صاحب نے ایسا تصرف کیا کہ اُن کو قرآن پڑھنے کا شوق اسقدر ہوگیا کہ دن رات کلام اللہ پڑھا کرتے اور محبت الٰہی مین رویا کرتے جب انکے رونے کی صدا حضرت سید صاحب کے کان مین پہونچتی تو وہ بھی بوجہ غلبہ محبت و شفقت کے رونے لگتے اور فرماتے کہ اب میرا ابراہیم منصب ابراہیمی پر پہونچا ہے اب جلد اس کا کام تکمیل کو پہونچایا جاتا ہے اور وہ محمدی المشرب کامل ہوا جاتا ہے اسی تین برس مین اکثر شام کے وقت آپ پر سکر غالب ہوتا تھا اُسوقت آپ کی زبان سے جو نکلتا تھا دوسرے روز اسی کے مطابق ہوجاتا تھا حضرت سیدہ زبیدہ آپ کی والدہ یہ حال دیکھ کر قلق مادری سے حضرت

سید صاحب سے عرض کرتی تھین کہ مین نے ابراہیم کیلئے خدا کے جناب مین یہ دعا کی ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے طریقہ پر صحو خالص مین متحکم ہوکر حقوق عبودیت سے لوگون کو آگاہ کرے مگر آجکل تو اس کا حال بالکل دوسرا معلوم ہوتا ہے سید صاحب اسکے جواب مین فرماتے کہ پریشان نہو تمھاری دعا کے قبولیت کے آثار ظاہر ہین خدا کا شکر کرو کہ اُس نے تمکو بڑی نعمت دی کہ تمھارا لڑکا مجمع البحرین ہے یعنی وہ نسبت آبائی جو صحو خالص اور احسان سے مراد ہے خدا نے اُس مین موجود کرکے اسکو نسبت پاک غوثیہ مین مشغول کر دیا ہے اب اسکے سلوک کی مدت جو مین نے قرار دی ہے چند دنون مین تمام ہوی جاتی ہے تب وہ صحو خالص مین آکر بزرگون کے طریقہ کے موافق تلقین خلائق کرے گا اور جب ہی تم کو اپنی دعا کی قبولیت ظاہر ہوگی۔ آخر جب مدت سلوک تمام ہوئی تو حضرت سید صاحب حضرت غوث الثقلین رضہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ اب ابراہیم کو خرقہ دو اسکے سلوک کی مدت جتنی مقرر تھی وہ ہوچکی دوسرے روز حضرت سید صاحب نے انکی والدہ کو بشارت دی کہ تم کو مبارک ہو اللہ تعالےٰ نے تمھاری دعا قبول کی حضرت زبیدہ نے شکریہ ادا کرکے حضرت سید صاحب سے عرض کیا کہ اب مین چاہتی ہون کہ پہلے اس کے نکاح سے فراغت پا جاؤن چنانچہ اُن کی حسب خواہش حضرت سید صاحب نے اپنے اعزہ مین ایک سید صالح سے انکا نکاح کر دیا اور بعد نکاح کے دسوین ذیحجہ کو عید کے دن جماعت کثیرہ کے سامنے جو نماز کے لئے جمع تھی خرقہ اجازت و خلافت امیر ابراہیم کو عطا فرمایا اور عمامۂ غوثیہ اور قمیص جنیدی دیکر مسند خلافت پر بٹھلا دیا اور تمام حاضرین محفل کو نذر گذراننے کا حکم دیا چنانچہ ہر شخص نے اپنی حیثیت کے موافق نذر دی نو برس تک قاری صاحب حضرت سید صاحب کے سامنے تعلیم طالبین مین مصروف رہے اور بہت لوگون کو نسبت غوثیہ اور طریقہ احسانیہ سے سرفراز فرمایا چونکہ فلک کجرفتار اہل معانی کی جمعیت چند روز یکسان دیکھنا نہین پسند کرتا اُسی زمانہ مین یکایک حضرت سید صاحب کا واقعہ وفات پیش آگیا اُس کے چند مہینون کے بعد حضرت زبیدہ خاتون نے بھی انتقال کیا اس واقعہ سے حاجی عبداللطیف برخاستہ خاطر ہوگئے اور اپنے چھوٹے صاحبزادے قاری اسمعیل کو لیکر دوبارہ بیت اللہ شریف تشریف لیگئے وہان سے پلٹ کر اضلاع بخارا کی طرف گئے اور وہین ایک سید صحیح النسب بخاری کی لڑکی سے قاری محمد اسمعیل کا نکاح کر دیا اب تک اُن کی اولاد اُس اطراف مین سادات قادری کے نام سے مشہور ہے اور قاری امیر ابراہیم کا یہ حال ہوا کہ ان کو بھی نانا اور نانی کے انتقال کے رنج مین بغداد اور گیلان کی سکونت پسند نہ آئی وہ بھی مع اہل و عیال

مشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر آگئے اور وہان ایک مکان اہل وعیال کے لئے بناکر خود جوار روضۂ مقدس مین معتکف ہوکر خدا کی یاد مین مشغول ہوئے جب مدت اعتکاف ختم ہوگئی تو ایک امداد غیبی ایسی ہوئی جس سے اُن کے دل کو خاص انبساط اور انشراح ہوگیا وہ یہ کہ اعتکاف کی آخری شب مین حضرت سید الشہداء علیہ التحیتہ والثنا کو خواب مین دیکھا کہ آپ ایک سیب ہاتھ مین لئے فرماتے ہین کہ اے ابراہیم اس سیب کو لے اور اپنی بی بی کو کھلادے تیرے گھر مین ایک لڑکا حسین و باکمال پیدا ہوگا چونکہ نکاح کے بعد سے اُنکے یہان کوئی لڑکا نہین ہوا تھا اسوجہ سے آپ اس بشارت سے بہت خوش ہوئے اور اُسی خواب مین آپ نے اپنی بی بی کو حضرت امام علیہ السلام کے حضور مین حاضر کیا حضرت نے اپنے دست مبارک سے وہ سیب اُن کو کھلادیا جب آنکھ کھلی تو فرط مسرت مین اُنھون نے یہ خواب بی بی سے بیان کیا خدا کی عنایت سے بعد ایام مقررہ آپکے یہان لڑکا نہایت حسین وجمیل پیدا ہوا آپ نے تیمناً اور تبرکاً اُن کا نام سلطان حسین رکھا بعد چند دنون کے پھر سید ابراہیم نے خواب دیکھا کہ حضرت امام علیہ السلام اور حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام تخت مکلل پر بیٹھے ہین اُنھون نے جاکر مودبانہ دونون صاحبون کو سلام کیا اُنھون نے کمال عنایت سے جواب دے کر تخت کے ایک کونہ پر اپنے سامنے بٹھلالیا اور آیات کلام اللہ کے اسرار بیان کرتے رہے بعد اسکے فرمایا کہ ان دنون قصبۂ صحرام کا مدرسہ خالی ہے اور رشتۂ تعلیم وتعلم بالکل موقوف ہے لہذا بہتر یہ ہے کہ وہان جاکر علوم موروثی کو رواج دو چنانچہ قاری امیر ابراہیم چند دنون کے بعد قصبۂ صحرام مین تشریف لائے اور وہان درس وتدریس و تعلیم طالبین کا مشغلہ چالیس برس تک جاری رکھا اور وہین آپ کی اولاد واحفاد رہی. غرضکہ اس خاندان عالی شان مین ہر ایک بزرگ ایک طرز خاص کا موجد رہا اور حضرت قاری امیر ابراہیم کی شان عجیب وغریب ہوئی یہ قصبۂ صحرام توابع خواف سے ہے جو بغداد اور ممالک خراسان کے درمیان مین واقع ہے اور اسکا ذکر تذکرہ حمیدی مین اسیطرح پر ہے کتاب تواریخ ہفت اقلیم مین لکھا ہے کہ خواف ہمیشہ سلاطین دیندار وعادل اور مشائخ وعلما وزہاد کا مرکز رہا وہان کے باشندے ہر جگہ اپنی علو ہمت و مرتبت مین ممتاز اور عقل اور فراست مین مشہور رہے تاریخ ہرات مین ہے کہ جب حسن بن صباح حوالی خواف مین پہونچا تو ایک جگہ درخت کم دیکھکر ایک لونڈی سے امتحاناً پوچھنے لگا کہ اس زمین پر درخت کیون کم ہین اُسنے کہا رجالنا اشجارنا یعنی ہمارے مرد ہمارے درخت ہین فخر المحققین مین ہے کہ اہل خواف متعصب سُنی تھے جب شاہ عباس آغاز جلوس مین خواف مین آیا تو وہان کے

لوگون سے سب صحابہ کو کہا اُن سب نے انکار کی تب ستر آدمیون کو اعیان و اشراف سے مسجد پرسے گرادیا
ہر ایک کی گردنین ٹوٹ گئین مگر کسی کو عبرت نہوئی اور نہ کسی نے اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا اب
خدا کی قدرت ہے کہ ویسے ہی مذہب تشیع مین غلو رکھتے ہین صاحب کتاب زاد الآخرۃ اسی کتاب
کے مقدمہ مین لکھتے ہین کہ جب زمانہ قاری محمد صدیق کا آیا تو سلاطین ایران اور اہل ایران کی مذہبی
مخالفت کی وجہ سے بڑا ہرج مرج ہوا یعنی ابنائے زمانہ کی نا اتفاقی سے دروازہ حراست اور
حفاظت کا سلاطین کی طرف سے بند ہوگیا ایران والون کی ایذا رسانی مزید بران ہوئی اور اقارب
کالعقارب کی ناموافقت اور نمک بر جراحت ہوئی آپ ہرچند صبر اور تحمل فرماتے مگر ان سنگدلون کو
رحم ہی نہ آتا مجبوراً مع اہل و عیال قصبہ صحرام سے اضلاع شرقیہ کی جانب تشریف لائے چند دنون ہرات
اور ایک سال ملتان مین رہ کر ہندوستان ہی آنا مصلحت دیکھا لاہور مین پہونچکر پانچ برس وہان رہے
اور اُس زمانہ مین بھی بوجہ عالی ہمتی کے تعلیم باطن اور درس تفاسیر اور احادیث کا سلسلہ باوصف اس تفرقہ
ظاہر کے بھی آپ نے موقوف نہ کیا اتفاقاً حاجی محمد خان تاجر جو اپنے زمانہ مین ملک التجار کہے جاتے تھے
اور اُنکے اسلاف اس خاندان کے معتقد تھے تجارت کی غرض سے ہندوستان آنے لگے جب لاہور پہونچے
تو حضرت مولانا کے تشریف رکھنے کی اطلاع پائی کمال رسوخ اور ارادت سے حاضر ہوکر حسب حیثیت نذر
نیاز پیش کی اور حالات گذشتہ اور وقائع ماضیہ کے مستفسر ہوے آپ نے جو کچھ ہوا تھا وہ بیان کیا اُنھون
نے عرض کیا کہ اگر یہی ارادہ ہے تو مناسب ہے کہ شہر مین نہ رہیے حوالی شہر مین رہنا بہتر ہے یہان سے
قریب ایک مقام ٹیپالہ ہے اور وہان شرفا کی آبادی ہے اور مجھ سے وہان والون سے جان پہچان بھی
ہے وہان اقامت کی جائے جب تک یہ خادم سفر پورب ہند سے پلٹ آئے کہ وہان کے لوگ اکثر بسبب
تجارت مجھ سے ربط رکھتے ہین انشاء اللہ اگر پورب کے اضلاع مین کہین آپ کی سکونت کی جگہ ملتی ہو
تو سب سے اچھا ہے کہ وہ شرفا کا جوار اور تمام فتنہ و فسادات سے محفوظ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ طالب علمون
اور خدا طلبون کے مصارف کے لئے بھی کوئی صورت ہو جائے چونکہ حضرت ممالک ہند کے حالات سے
آگاہ نہ تھے اور ملک التجار بسبب متواتر آمد و رفت کل حالات سے زیادہ واقف تھے اسواسطے آپ نے انکے
مشورہ کو اس بارہ میں مقدم خیال کیا اور بخوشی اُنکے ساتھ قصبہ ٹیپالہ مین تشریف لے آئے وہان ایک عمدہ
مکان جسکے قریب مسجد تھی آپ کے واسطے مل گیا وہان کے رہنے والے آپ کو غنیمت جان کر دل و جان
سے مصروف خدمتگذاری ہوے حاجی محمد خان اسطرف سے اطمینان کرکے پورب چلے آئے اور یہان سے
کئی مہینہ بعد عریضہ معہ زاد و راحلہ مناسب آپ کی خدمت مین روانہ کیا اور لکھا کہ یہان پہونچنے پر تحقیق کے

بعد معلوم ہوا کہ ان اطراف مین کوئی مقام شرفا کی سکونت کے لئے اودھ سے بہتر نہین ہے اور مظفر خان صوبدار بھی آپ کا کمال مشتاق ہے اور وہ بہت صالح اور نیازمند و خدمتگزار فقرا و علماء ہے بہتر یہ ہے کہ آپ یہان تشریف لے آئین اس سے بہتر ملک ہند مین کوئی جگہ نہین ہے اُسی زمانہ مین اس عریضہ پہونچنے سے قبل شرفاء قصبہ پٹیالہ کی درخواست پر ایک شریف سید کی لڑکی سے چھوٹے صاحبزادہ مولانا نجم الدین کا عقد ہو چکا تھا اسواسطے اُن صاحبزادہ کو معہ چند رفقا کے وہین چھوڑا اور خود معہ بڑے صاحبزادہ حافظ نصیر الدین دلیل اللہ اور دیگر متعلقین کے ایک مہینہ کے اندر اودھ مین تشریف لے آئے مظفر خان نہایت خادمانہ خلوص و نیاز سے پیش آئے اور یہان چند مقامات پر قیام رہا آخر حضرت امیر سیف الدین کے وقت سے باستقلال و اطمینان تمام قصبہ کاکوری مین بفراغ حالی و کشادہ بالی بود و باش ہوئی اور زمانہ گذشتہ کی طرح درس طلبہ اور تعلیم طالبان خدا کا سلسلہ جاری ہوا اور دور دور سے لوگ تحقیق علوم قرآنیہ کے واسطے حاضر ہوتے اور فوائد کثیرہ اُٹھاتے اسقدر بضرورت وقت کتاب مستطاب کشف المتواری کے کشف اول کا ترجمہ کر دیا گیا ہے باقی تفصیل اُسمین موجود ہے ولادت حضرت قاری امیر سیف الدین کی ۹۹۶ھ ہجری مین ہوئی اور وفات ماہ ذیقعدہ ۱۰۸۸ھ مین اور عمر شریف بانوے برس کی ہوئی کذا فی بیاض سید شاہ ولی اللہ دھلوی اور ولادت حضرت مولانا قاری نظام الدین کی ۹۹۹ھ مین اور وفات ماہ ذیقعدہ ۱۰۹۰ھ مین اور عمر شریف اکانوے برس کی ہوئی **فائدہ** صاحب قلائد الجواہر نے بعد ذکر حضرات قادریہ کے لکھا ہے کہ یہ جو کچھ مین نے لکھا یہ وہ ہے جو مجھے آپ کی اولاد اور اولاد اولاد کا حال خیر مآل معلوم ہوا اور وہ سب تمام شہر مین معظم و مکرم سمجھے جاتے ہین جس نے اُن سے بے ادبی کی اُسنے اپنی اور اپنی اولاد مین تباہی ڈالی جیسا کہ مین نے خود دیکھا کہ حماۃ مین ایک نائب تھا جسکو نصوح کہتے تھے اُس نے حضرت شیخ احمد ابن قاسم کی خدمت مین بے ادبی کی اور اُن کو ایذا پہونچائی چند ہی دنون مین وہ مٹ گیا اور اُسکا گھر تباہ ہو گیا اور اُسکی اولاد کا خاتمہ ہو گیا اور یہ کیسے نہوتا کہ اُنکے جد کا ارشاد ہے ؎

ونحن لمن قد ساءنا سم قاتل	فمن لم یصدق فلیجرب بعدی

یعنی جو ہم سے برائی کریگا تو اُسکے واسطے ہم زہر قاتل ہین اور جسکو یہ بات سچ نہ معلوم ہو تو وہ تجربہ کرکے دیکھ لے
نقل خلیفہ ناصر لدین اللہ کے وزیر ابن یونس نے ان حضرات کے ساتھ بے ادبی کی یعنی اُن کے حقوق تلف کئے اور اُن کو واسط مین جا بسایا آخر وہ اسکی سزا مین مبتلا ہوا اور بُرے حالون سے مرا۔
نعوذ باللہ من ذلک ؎

از رہگذر خاک سر کوی شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل در بیان خلفا حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علامۂ محقق ملا علی قاری اپنی کتاب نزہۃ الخاطر مین حضرت کے حال مین لکھتے ہین کہ آپ سے ایک جماعت علماء انتساب رکھتی تھی اور اکثر فقہا آپ کے شاگرد تھے اور ایک بہت بڑی جماعت فقرا نے آپ سے خرقہ پہنا چنانچہ اکثر مشائخ یمن اُنھی مین سے ہین بعضون نے تو خود حاضر ہوکر دست مبارک سے خرقہ پہنا اور بعضون نے بواسطہ پہنا جیسا کہ امام یافعی نے اسکو اپنی تاریخ مین لکھا ہے اور جن اکابر نے دست مبارک سے خرقہ پہنا اُسی مین سے شیخ ابوعمر عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلام قرشی نزیل مصر اور شیخ ابومدین شعیب مغربی وغیرہ تھے اور یہی حضرت سیدنا سید عبدالرزاق کے ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی حافظ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد مقدسی اور حافظ عبدالغنی عبدالواحد مقدسی نے تحفۃ الابرار وغیرہ مین لکھا ہے شیخ شمس الدین عبدالرحمن بن عمر مقدسی خود بیان کرتے تھے کہ میرے چچا شیخ موفق الدین کہتے تھے کہ مین نے اور حافظ عبدالغنی مقدسی نے ایک ہی وقت مین حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے خرقہ پہنا اور فقہ پڑھی اور حدیث کی سماعت کی اور آپ کی صحبت سے بہت نفع اُٹھایا بالجملہ خرقہ پوش حضرات کے تمام وکمال اسماے گرامی اسوقت تک کسی کتاب مین نظر قاصر سے نہین گذرے حضرات صاحبزادگان عالی شان رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کا ذکر مختصراً اس سے پہلے لکھا جاچکا ہے وہ سب بھی مرید وخلیفہ اپنے پدر بزرگوار ہی کے تھے اور فقیر کاتب الحروف کا جس طرح سلسلۂ نسب اور سلسلۂ تلمذ حضرت سیدنا وسید العالم شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے اسی طرح سلسلۂ طریقت بھی بطرق متعدد آپ تک پہونچتا ہے وہ بھی یہان پر مندرج کردینا بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ بمصداق ارشاد عالی حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ

طوبیٰ لمن رانی اورای من رانی او رای من رای من رانی اس سے زائد وسیلۂ استحقاق الطاف ومراحم شاہانہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ اور کیا ہوسکتا ہے ؎

گرچہ از نیکان نیم خود را بہ نیکان بستہ ام	در بہار آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

اور وہ سلسلۂ شریفہ اس طرح پر ہے کہ فقیر کاتب الحروف کو اس سلسلۂ شریفہ کی اجازت اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ العلما وزبدۃ الصلحا مولانا شاہ علی اکبر قلندر۔ نیز حضرتین شیخین اکرمین جدنا ومرشدنا مولانا شاہ تقی علی قلندر وجدنا ومرشدنا مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہما الاطہر سے بواسطہ وبلاواسطہ حاصل ہوئی اور ان دونون حضرات کو اپنے والد ماجد حضرت شیخ الاصاغر والاکابر مرشدنا وجد ابینا مولانا شاہ

تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر سے اور اُن کو اپنے والد ماجد حضرت عارف باللہ صاحب سر مولانا شاہ محمد کاظم قلندر علوی قدس اللہ سرہ العلی سے اُن کو حضرت سید شاہ ابو سعید نقشبندی بریلوی سے اُن کو حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی سے اُن کو حضرت مسند الوقت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اُنکو اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی سے اُنکو حضرت سید عبد اللہ سے اُنکو حضرت شیخ آدم بنوری سے اُن کو حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی سے اُنکو اپنے والد ماجد شیخ عبد الاحد سے[1] اُنکو حضرت شاہ کمال سے اُنکو حضرت سید فضیل سے اُنکو حضرت سید گدائے رحمٰن سے اُنکو حضرت سید شمس الدین عارف سے اُن کو حضرت سید گدائے رحمٰن بن شیخ ابی الحسن سے اُنکو حضرت شیخ شمس الدین صحرائی سے اُنکو حضرت سید عقیل سے اُنکو حضرت سید بہاء الدین سے اُنکو حضرت سید عبد الوہاب سے اُنکو حضرت سید شرف الدین قتال سے اُنکو حضرت سیدنا شیخ عبد الرزاق رضی اللہ عنہ سے اُنکو اپنے والد ماجد امام طریقت حضرت سیدنا شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دوسرا پیچ اس سلسلہ عالیہ مین یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ عبد الرحیم والد ماجد حضرت مسند الوقت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اجازت ملی شیخ عظمت اللہ اکبر آبادی سے اور اُنکو اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد اللطیف سے اُنکو اپنے والد ماجد حضرت شیخ بدر الدین سے اُنکو حضرت شیخ عبد العزیز سے اُنکو حضرت سید ابراہیم ایرجی سے اُنکو حضرت شیخ بہاء الدین قادری سے اُنکو حضرت سید السادات ابی العباس احمد سے اُنکو اپنے والد سید حسن سے اُنکو اپنے والد سید موسیٰ سے اُنکو اپنے والد سید علی سے اُنکو اپنے والد سید محمد سے اُنکو اپنے والد سید حسن سے اُنکو اپنے والد سید محمد سے اُنکو اپنے والد سید ابی نصر سے اُنکو اپنے والد حضرت ابی صالح سے اُنکو اپنے والد حضرت سیدنا و سید العالم شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق رضی اللہ عنہ سے اُنکو اپنے والد ماجد امام طریقت حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے اور ایک اور طریقہ سے بھی فقیر کاتب الحروف کو اجازت حاصل ہے وہ یہ کہ حضرت شیخ الاصاغر والاکابر مرشدنا وجدا بینا مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر کو اس سلسلہ شریفہ کی اجازت حضرت قدوۃ العارفین الکاملین خواجہ حسن مودودی چشتی لکھنوی سے بھی اُنکو اپنے پیر و مرشد حضرت سید شاہ علی اکبر مودودی فیض آبادی سے اُنکو اپنے پیر و مرشد حضرت سید محمد میر مشہور بشاہ بھلے سے اُنکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید سراج الحق امر اللہ مودودی سے اُنکو اپنے پیر و مرشد حضرت خواب اللہ سے اُنکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید احمد اسد اللہ سے اُنکو اپنے پیر و مرشد

[1] یہ سلسلہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مین اسیطرح ہے لیکن معمولات مظہریہ مین حضرت شیخ عبد الاحد کا واسطہ نہین ہے بلکہ اُسمین حضرت مجدد رہ کے بعد شاہ سکندر کا نام ہے انکے بعد انکے جد شاہ کمال کیتھلی کا نام لکھا ہے ۱۲

حضرت شیخ بہاء الدین شاہ آبادی سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ نجم الحق محمد سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ ابو المکارم عبد العزیز شکر بار دہلوی سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت سید ابراہیم ایرجی سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ بہاء الحق قادری شطاری انصاری سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ ابو العباس احمد بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید حسن بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید موسیٰ بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شیخ عبد القادر علی بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شیخ محمد بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید حسن بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید محمد بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شیخ محی الدین ابی نصر بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شیخ ابی صالح بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سیدنا سید عبد الرزاق بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد

امام طریقت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے اللہم ارزقنا اتباعہم[۱]

وافض علینا من برکاتہم اور حضرت کے خلفاء کی تعداد صحیح بھی کسی کتاب سے نہیں معلوم ہوتی علماء مورخین نے اپنی کتابوں میں مجملاً ذکر کردیا ہے کاتب الحروف کو جسقدر اسامی شریفہ معلوم ہوسکے وہ درج کیے جاتے ہیں اور حق یہ ہے کہ جس ذات بابرکات کا ایسا فیضان عام ہو تو اسکے مستفیضین کی صحیح تعداد کیسے اور کہاں سے معلوم ہوسکتی ہے وہ اسمای گرامی یہ ہیں حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت شیخ ابو مدین شعیب مغربی حضرت شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق بطائحی حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ جبائی حضرت شیخ ابو الحسن علی بن ادریس یعقوبی حضرت شیخ ابو عمر عثمان صریفینی حضرت شیخ قضیب البان موصلی حضرت شیخ احمد بن مبارک بغدادی حضرت شیخ ابو الفرج صدقہ بن الحسین بغدادی حضرت شیخ محمد الاوانی مشہور بابن القائد حضرت شیخ ابو السعود بن الشبل حضرت شیخ موفق الدین مقدسی حضرت حافظ شیخ عبد الغنی مقدسی حضرت شیخ ابراہیم بن عبد الواحد مقدسی حضرت شیخ محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی حضرت شیخ جمال الدین یونس قصار ہاشمی حضرت شیخ ابو البقا عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ عکبری حضرت شیخ حسن بن مسلم بن حسن جوزی حضرت شیخ ابو العباس بن عریف صنہاجی اندلسی حضرت شیخ اسحق بن احمد بن محمد بن غانم علثی حضرت شیخ یعقوب مارستانی حضرت شیخ شمس الدین حداد حضرت شیخ ابو الحسن علی بن جامع حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ بن علی اسدی حضرت شیخ ابو محمد حسن بن عبد الکریم الفارسی حضرت شیخ احمد بن صالح جیلی شافعی حضرت شیخ رسلان بن عبد اللہ کیزانی حضرت شیخ احمد بن اسعد بن وہب بغدادی حضرت

[۱] اے اللہ ہم کو انکی پیروی نصیب کر اور انکی برکتیں عنایت کر ۱۲ منہ

شیخ ابو بکر تیمی حضرت شیخ ابو الحسن علی مشہور بابن نجا انصاری حضرت شیخ ابو عمر عثمان بن اسمٰعیل بن ابراہیم سعدی ملقب بشافعی زمانہ حضرت شیخ ابو عبد اللہ کیزانی حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن مزیل بن نصر مخزومی اور انکے بیٹے حضرت شیخ ابو عبد اللہ محمد بن شیخ رسلان بن عبد اللہ اور انکے بیٹے حضرت شیخ ابو القاسم عبد الرحمن حضرت شیخ ابو بکر عبد اللہ بن نصر بن حمزہ تیمی بغدادی حضرت شیخ ابو القاسم خلف بن عیاش بن عبد العزیز مصری حضرت شیخ ابو حفص عمر بن احمد یمنی حضرت شیخ ابو محمد مدافع بن احمد حضرت شیخ ابو اسحٰق بن ابراہیم بن بشارت بن یعقوب عدنی حضرت شیخ ابو عبد اللہ محمد بطائحی حضرت شیخ ابو الحرم مکی اور انکے بیٹے شیخ موفق الدین ابو القاسم عبد الرحمن حضرت شیخ ابو البقا صالح بہاء الدین حضرت شیخ عبد الرزاق بن شیخ عبد الرحمن طفسونجی حضرت شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف بابن الحمامی اور انکے والد شیخ محمد بن احمد بغدادی حضرت شیخ ابو القاسم ہبۃ اللہ بن احمد بن ہبۃ اللہ بن عبد القادر بن حسین مشہور بابن منصور حضرت شیخ اسحٰق بن ابراہیم بن سعید داری علثی حضرت شیخ ابو العباس احمد بن علی بن خلیل جوسقی صرصری حضرت شیخ ابو بکر محمد بن النحال ان میں سے جن حضرات کے حالات معلوم ہو سکے وہ لکھے جاتے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر البکری الشہیر بسہروردی رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت سنہ ۴۹۰ھ میں ہوئی اور مولد آپ کا سہرورد ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ شہرزور ہے سمعانی کہتے ہیں کہ آپ کا نام عبد القاہر بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ عمویہ بن سعد بن حسن بن قاسم بن علقمہ بن نصر بن عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق اللہ عنہ ہے اور محمد قابسی کا قول ہے کہ آپ امیر خشویہ کردی کے اولاد میں تھے بکری نہ تھے واللہ اعلم شیخ نور الدین علی شافعی لخمی مولف بہجۃ الاسرار کہتے ہیں کہ آپ کا لقب نجیب الدین بھی تھا آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے ابو النجیب عبد القاہر بن محمد بن عبد اللہ المعروف بعمویہ بن سعید بن حسین بن قاسم بن نصر بن قاسم بن محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ اکابر مشائخ عراق اور صدور عارفین اور اعیان محققین اور مشاہیر علماء سے تھے صاحب کرامات خارقہ و انفاس صادقہ اور نظامیہ بغداد کے مدرسین میں اور وہیں فتوے بھی دیتے تھے علم شریعت اور حقیقت میں بہت مفید کتابیں آپ نے تصنیف فرمائیں اور طلبہ کا ایک بڑا مجمع آپ کے پاس رہتا تھا اور اسی وجہ سے آپ کا لقب مفتی العراقین و قدوۃ الفریقین تھا آپ بہت ساکت صامت اور متواضع تھے عالمانہ لباس پہنتے تھے اور گروہ صوفیہ کے رکن بلکہ امام سمجھے جاتے تھے اور تمکین

مین قدم راسخ اور شرایف اخلاق مین بہرہ کامل رکھتے تھے تمام علما و مشائخ آپ کی تعظیم و احترام کرتے
تھے اللہ تعالےٰ نے آپ کی محبت بہت قلوب مین دی تھی آپ کی صحبت سے بڑے بڑے
مشائخ مستفید ہوئے جیسے آپ کے بھتیجے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور شیخ عبداللہ
بن مسعود بن مطر وغیرہما رضی اللہ عنہم آپ کا کلام بھی حقائق مین بہت اعلیٰ ہوتا تھا تسلیک مریدین
اور تعلیم آداب صادقین مین آپ بہت فائق ہوئے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی
فرماتے تھے کہ جس مرید کو میرے چچا نے بنظر عنایت دیکھ لیا وہ کامل ہوگیا اور جب کسی کو خلوت
مین بٹھلاتے تھے تو شب و روز اُسکے حال کی نگہداشت کرتے اور پہلے سے کہدیتے کہ رات
کو تجھے فلان حال وارد ہوگا اور یہ کیفیت اور یہ مقام منکشف ہوگا اور تیرے پاس شیطان فلان
فلان صورت مین آئے گا اُس سے بچنا چنانچہ اُس شخص کو ویسا ہی پیش آتا تھا **نقل** شیخ
عبداللہ بن مسعود رومی کہتے تھے کہ ایک بار مین اپنے شیخ عبدالقاہر سہروردی رضی اللہ عنہ
کے ساتھ بازار بغداد مین آیا دیکھا کہ ایک بکری کھال کھینچی ہوئی قصاب کے یہان لٹک رہی ہے
آپ نے اُس قصاب سے فرمایا کہ یہ بکری مجھ سے کہتی ہے کہ وہ مردہ ذبح ہوئی ہے وہ یہ سنکر بیہوش
ہوگیا اور بعد افاقہ کے آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے اقرار کیا کہ بیشک ایسا ہی تھا پھر وہی بیان کرتے
تھے کہ ایک بار مین آپ کے ساتھ چلا پر گذرا ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میوہ لادے ہوئے لارہا
ہے آپ نے اُس سے کہا کہ اسے پھینکدو اُس نے کہا کیون آپ نے فرمایا کہ یہ میوہ کہتا ہے
کہ اس شخص سے مجھے نقد دے کر لے لیجئے کیونکہ یہ مجھے دیکر شراب پئے گا وہ شخص یہ سُنکر
بے ہوش ہوگیا اور مُنہ کے بھل گر پڑا پھر آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر آپ کے ہاتھ پر
توبہ کی اور کہا کہ یہ جو کچھ آپ نے فرمایا اُسکو سوائے اللہ کے اور کوئی نہین جانتا تھا اور
وہی بیان کرتے تھے کہ ایک دن مین آپ کے ساتھ کرخ مین گیا وہان نشہ والون کی آوازین
ایک گھر سے سنی گئین آپ نے وہان جاکر مکان کی دہلیز پر دو رکعتین پڑھین اُسکی ایسی برکت
ہوئی کہ جو اُس گھر سے نکلا وہ صالح ہوگیا پھر جب مین اُس گھر مین گیا تو دیکھا کہ جو شرابین
وہان رکھی تھین وہ سب پانی ہوگئین پھر اُسکے بعد وہان کے سب لوگون نے آپ کے ہاتھ
پر توبہ کی آپ کے پیر طریقت آپ کے عم بزرگوار حضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص عمر رحمۃ اللہ علیہ
تھے اُن کے علاوہ بہت سے بزرگان دین سے آپ نے فیوض و برکات و طریقہ و خرقہ حاصل
کیا۔ چنانچہ حضرت شیخ حماد دباس اور حضرت شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہما بھی آپکے شیوخ مین تھے

اور سب سے بڑے آپ کے شیخ طریقت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ کتب مذکورہ سے واضح ہوتا ہے۔ اور آپ کے خلفاء بڑے بڑے بزرگان دین ہوئے آپ بغداد ہی مین رہے اور وہین شب شنبہ اٹھارہ ماہ جمادی الاولےٰ سنہ پانسو تریسٹھ مین انتقال فرمایا بہجۃ الاسرار مین ہے کہ آپ اُس مدرسہ مین دفن ہوئے جو دجلہ کے کنارہ پر عتیق کے پُل کے قریب واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی[1] رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت بمقام سہرورد ہوئی آپ بزرگان عراق سے تھے اور اُن لوگون مین جنکو روساء تصوف کہنا چاہیے اور بڑے عالم و فاضل اور ادیب صاحب فصاحت و معرفت تھے اور آپ کو علم لدنی سے بھی حصہ ملا تھا اور اکثر غیبی امور بھی بیان کیا کرتے تھے اور صاحب کرامات و متمسک بہ کتاب و سنت و مجتہد احکام شریعت و مقامات حقیقت تھے جس کی شہادت حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی دی اور فرمایا کہ اے عمر تم عراق کے آخر مشہورین ہو گے شیخ نجم الدین تفلیسی[2] کہتے تھے کہ مین ایک بار بغداد مین آپ کی خدمت مین خلوت مین حاضر تھا چالیسوین دن مین نے واقعہ مین دیکھا کہ آپ ایک بڑے پہاڑ پر ہین اور آپ کے پاس بہت سے جواہرات ہین اور ایک ہاتھ مین آپ کے ایک طبق بھرا ہوا اُن جواہرات کا ہے وہ آپ لوگون کو دیتے ہین اور لوگ اُن کو لینے کو جھپٹتے ہین جب وہ کم ہو جاتے ہین تو پھر بھر جاتے ہین معلوم ہوتا تھا کہ کوئی کان ہے جس سے وہ جواہرات نکل رہے ہین پھر مین اُس روز خلوت سے نکلا اور آپ کی خدمت مین اس غرض سے حاضر ہوا کہ آپ سے یہ حال کہون میرے کہنے سے پہلے ہی آپنے کہا کہ جو کچھ تمنے دیکھا وہ ٹھیک ہے یہ سب برکت حضرت شیخ محی الدین عبد القادر کی ہے جو اُنھون نے علم کلام کے عوض مجھے عنایت فرمایا تھا اُنکا ہاتھ اللہ کی طرف سے تصریف نافذ اور فعل دائم مین دراز تھا آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اللّٰھم بصرنا بعیوب انفسنا لننظر عیوبنا ولا تکلنا الیٰ نفسنا طرفۃ عین وانصرنا علیٰ اعدائنا ولا تفضحنا یوم القیمۃ انک لا تخلف المیعاد[3]

---

[1] سہرورد بضم سین ایک شہر ہے زنجان کے پاس عراق عجم مین ۱۲ [2] منسوب بہ تفلیس بفتح تا ایک شہر ہے کہ جس کے کنارہ سے دریا ارس کا پانی بہتا ہے منتہی الارب [3] اے اللہ بینا کر ہم کو اپنے نفسون کے عیبون پر کہ ہم اپنے عیبون کو دیکھین اور نہ سونپ ہم کو اپنے نفسون کو ایک پلک مارنے بھر اور مدد دے ہم کو ہمارے دشمنون پر اور نہ رسوا کر ہم کو قیامت کے دن بے شک تو وعدہ کے خلاف نہین کرتا ہے ۱۲

ابن نجار کہتے تھے کہ آپ اپنے وقت مین علم حقیقت اور طرق تصوف مین شیخ و مقتدا تھے اور
آپ کی ذات پر تربیت مریدین اور دعوت الخلق الی الحق اور سلوک طریق عبادت و زہد فی الدنیا
ختم تھا آپ نے بہت سے مشائخ کی صحبت اُٹھائی جنھین سب سے زیادہ اپنے چچا حضرت
ابو نجیب سہروردی کی تربیت مین رہے اور آداب و علوم طریقت بھی اُنھین سے حاصل کیے
اور اُنھین نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت مین آپ کو پہونچایا چنانچہ
آپ غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے بہت زاید مستفید اور مستفیض ہوے اور خرقہ خلافت
و اجازت حاصل کیا جیساکہ کتب معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے اور ریاضات اور مجاہدات کیے
اور علم فقہ اور خلافیات پڑھا اور حدیث سنی پھر خلوت اختیار کی اور روزہ اور ذکر اور عبادات
مین مشغول ہوے یہان تک کہ تمام خلائق مین آپکو مقبولیت حاصل ہوئی آپ اپنے چچا کے
مدرسہ مین وعظ فرماتے تھے اور خلق کثیر جمع ہوتی تھی آپ کا نام بہت مشہور ہوا لوگ دور دراز
سے آپ کے پاس آتے تھے اور آپ کے برکات سے مستفیض ہوتے تھے بہت سے
گمراہون نے آپکے ہاتھ پر توبہ کی اور واصل بحق ہوے آپکے مریدین اور اصحاب بھی مثل
ستارون کے تھے سلطان خوارزم شاہ کو آپ سے خاص عقیدت تھی جسقدر جاہ و اعتبار
آپ کو بادشاہون کے یہان ہوا اتنا اور کسی کو نہین ہوا آپ نے تین رباطین بنائین ایک رباط
ناصری دوسرے رباط بسطامی تیسری رباط مونیہ آپ اگرچہ آخر عمر مین نابینا ہوگئے تھے
اور پیرون نے بھی جواب دیدیا تھا مگر باینہمہ اوقات مقررہ اور اوراد و اذکار اور حضور جماعت
مین کوئی فتور نہین آنے پایا اور نہ حج کے جانے مین آپ کی عمر قریب سو برس کے ہوئی جب
ضعیف العمر انتہا ہوے تو اپنے گھر ہی پر رہنے لگے حج وغیرہ مین پھر نہین گئے آپ کی وفات
شب چارشنبہ مستہل محرم سنہ چھ سو بتیس مین ہوئی اور نعش مبارک اُٹھاکر دردیہ مین لائی گئی اور جامع
عصن مین نماز ہوئی اپنی مسجد مین دفن کیے گئے قاضی القضاۃ مجیر الدین عبد الرحمن عمری
علیمی مقدسی حنبلی اپنی کتاب تاریخ المعتبر فی ابناء من عبر مین لکھتے ہین کہ شیخ ابو حفص عمر بن عبد اللہ
بکری ملقب بہ شہاب الدین سہروردی کا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منتہی
ہوتا ہے آپ فقیہ شافعی المذہب اور شیخ صالح تھے آخر زمانہ مین آپ کا کوئی مثل نہ تھا
آپ ہی شیخ الشیوخ بغداد تھے آپ کی تالیفات بہت نفیس ہین ان مین سے ایک عوارف المعارف
ہے آپ کی وفات اوائل شعبان سنہ چھ سو بتیس مین بغداد مین ہوئی اور دوسرے روز ور.. بہ

دفن ہوے آپ سے سلسلہ شریفہ قادریہ کی اشاعت بہت ہوئی اور بڑے بڑے بزرگان دین نے آپ سے خلافت پائی جیسا کہ کتب معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے ہندوستان مین اسکی زیادہ اشاعت آپ کے خلیفہ اجل حضرت سید نورالدین مبارک غزنوی سے ہوئی مرادالمریدین مین ہے کہ حضرت سید صاحب آپ کے بھانجے بھی تھے آپ ہی نے اُن کی تربیت و تعلیم کی اور خلافت دیکر غزنین ارشاد و ہدایت کے لیے بھیجا وہان سے حضرت سید صاحب دہلی مین بھی تشریف لائے چونکہ یہ نہایت متشرع اور متورع اور متقی تھے سلطان شمس الدین التمش نے ان کو دہلی کا شیخ الاسلام مقرر کیا اور میر دہلی کے نام سے یہ مشہور ہوئے فقیر کاتب الحروف کا سلسلہ قادریہ کہ جس مین فقیر اور رفقیر کے حضرات مشائخ کرام و آبا رعظام رضی اللہ عنہم کو بیعت و اجازت و خلافت حاصل ہے وہ آپ ہی کے واسطہ سے ہے اور اس طرح پر ہے کہ فقیر کاتب الحروف کو اجازت اخذ بیعت اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ العلما و زبدۃ الصلحا مولانا شاہ علی اکبر قلندر نیز حضرتین شیخین اکبرین جدنا و مرشدنا مولانا شاہ تقی علی قلندر و جدنا و مرشدنا مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہما الاطہر سے بواسطہ و بلا واسطہ ملی اور حضرتین موصوفین کو اپنے والد حضرت شیخ الاصاغر والاکابر مرشدنا و جد امجدنا مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت عارف باللہ صاحب سر مولانا شاہ محمد کاظم قلندر نورالله مرقدہ الاطہر سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادیؒ سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر لاہر پوریؒ سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ فتح قلندر جونپوری سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ مجتبی المعروف بشاہ مجا قلندرؒ لاہر پوریؒ سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالقدوس قلندرؒ جونپوریؒ سے اُن کو اپنے والد ماجد و پیر مرشد حضرت شاہ عبدالسلام قلندر جونپوریؒ سے اُن کو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شاہ محمد قطب قلندر جونپوریؒ سے اُن کو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شاہ قطب الدین بینا دل قلندر جونپوریؒ سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندرؒ سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت سید نظام الدین غزنوی سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت سید نورالدین مبارک غزنویؒ سے اُن کو حضرت شیخ الشیوخ سے اُن کو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے اور حضرت شیخ الشیوخ کو جس طرح کہ اجازت سلسلہ حضرت غوثیت مآب سے بلا واسطہ تھی اسیطرح اپنے چچا حضرت ابو نجیب سہروردی کے واسطہ سے بھی تھی چنانچہ بعضے سلاسل مین آپ کے نام کے بعد حضرت ابو نجیب سہروردی کا نام ہے اور بعض مین نہین ہے جیسا کہ مرادالمریدین سے

معلوم ہوتا ہے رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ ابو مدین شعیب مغربی رضی اللہ عنہ

آپ اعیان مشائخ مغرب اور صدر مقربین اور عظماء عارفین اور ائمہ محققین سے تھے صاحب کرامات خارقہ و افعال ظاہرہ و مقامات عالیہ و صدر نشین مراتب قرب و منازل قدس و تمکین اور تصرف مین قدم راسخ رکھتے تھے آپ کا شمار اوتاد مغرب مین تھا اور گروہ متصوفین مین رکن کے طور پر مانے جاتے تھے اللہ تعالی نے آپ کو متصرف فی الوجود و العالم اور تمام مقامات پر واقف کیا تھا بہت عجیب امور آپ سے ظاہر ہوتے تھے اور فنون و حکم غریبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے تمام قلوب مین آپ کی خاص قبولیت و وقعت تھی مشرق و مغرب مین آپ بہت مشہور ہوے آپ کی ذات مین اللہ تعالی نے علم شریعت اور حقیقت دونون جمع کردیے تھے بلاد مغرب مین مذہب مالکیہ پر برابر فتوے دیتے تھے اور طلبہ علوم آکر اخذ کرتے اور ارشاد سے منتفع ہوتے بہت سے مشائخ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوے مثل شیخ عبد الرحیم بن احمد بن حجون مغربی اور شیخ ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی اور شیخ ابی عبد اللہ فشتالی فاسی اور شیخ ابی محمد صالح بن دیرجان دوکالی اور شیخ ابی غانم سالم اور شیخ ابی علی واضح مکناسی اور شیخ ابی الصبر ایوب مکناسی اور شیخ ابی محمد عبد الواحد اور شیخ ابی الربیع مظفر بن اور شیخ ابی زید بن ہبۃ اللہ درنی وغیرہم اور ایک جماعت اہل طریق آپ کی شاگرد تھی اور ایک گروہ ارباب احوال آپ کے معتقدین سے تھا تمام علما و مشائخ آپ کی بہت تعظیم و احترام کرتے تھے اور آپ کی فضیلت کے مقر تھے آپ جمیل ظریف متواضع زاہد متورع محقق اشرف الاخلاق احسن الصفات وظائف شریعت کے پابند تھے حقائق مین آپ کا کلام بہت اعلی ہوتا تھا آپ کی دعائین بہت مشہور ہین منجملہ آپ کی دعاؤن کے ایک یہ ہے اللھم ان العلم عندك وهو محجوب عنی ولا اعلم امرا فاختاره لنفسی فقد فوضت الیك امری ورجوتك لفاقتی وفقری فارشدنی اللھم الی احب الامور الیك وارضاها عندك واحمدها عاقبة فانك تفعل ما تشاء بقدرتك[1]

[1] اے اللہ تیرے پاس علم ہے اور مجھ سے وہ چھپا ہے مین کسی بات کو نہین جانتا جو اپنے لیے اختیار کرون لہذا مین تیری طرف اپنے امر کو سونپتا ہون اور تجھ سے امید کرتا ہون اپنے فاقہ اور محتاجی مین تو مجھے راہ دکھا دوست ترین کامون اور پسندیدہ تر امور کی جانب نزدیک اور عمدہ تر کامون کے انجام مین بیشک تو جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

اِنّکَ علیٰ کلِّ شیٍٔ قدیر **نقل** شیخ ابو محمد عبد الرحیم قنادی[١] رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مین نے
شیخ ابو مدین کو فرماتے سنا کہ مجھے پروردگار نے اپنے روبرو بلا کر فرمایا کہ اے شعیب تیرے
داہنے جانب کیا ہے مین نے عرض کیا کہ الٰہی تیری بخششین ہین پھر ارشاد ہوا کہ اور بائین طرف
کیا ہے مین نے عرض کیا کہ تیرا حکم تب ارشاد ہوا کہ مین نے اُس کو تیرے لیے دونا کر دیا اور
تجھکو بخشدیا بشارت ہو اُسے جس نے تجھے دیکھا یا تیرے دیکھنے والے کو دیکھا پھر ایک مرتبہ
مین نے سُنا کہ آپ کہتے تھے کہ پروردگار عالم نے مجھسے وعدہ فرمایا ہے کہ جو تیرے مرید یا دوست
ہین مین اُن کو خیر کثیر دونگا ایک بار نماز مین آپ نے یہ آیت پڑھی ویسقون فیہا کاسًا[٢]
کان مزاجہا زنجبیلا اور پڑھکر اپنے ہونٹھ چوسنے لگے بعد فراغت کے فرمایا کہ جب مین نے
یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوا کہ گویا مین نے اُسی پیالے سے پیا **نقل** ایک مرتبہ آپ نے یہ آیت
پڑھی انّ الابرار لفی نعیم وانّ الفجار لفی جحیم[٣] اور پڑھ کر فرمایا کہ مین ان دونون مقامون کو
دیکھ آیا **نقل** شیخ ابو محمد صالح دکالی[٤] کہتے تھے کہ ایک مرتبہ مسلمانون اور فرنگیون مین لڑائی
ہوئی آپ اپنے چند یارون کے ساتھ جنگل کو گئے آپ کے ہاتھ مین تلوار تھی اور مین بھی اُسوقت
آپکے ہمراہ تھا آپ ایک ریت کے ٹیلہ پر جا کر بیٹھ گئے اتنے مین آپکے سامنے اس قدر سوار آئے
کہ جنگل بھر گئے اور فرنگی مسلمانون پر غالب ہو چکے تھے آپ نے اپنی تلوار کھینچکر اُن کو مارنا شروع
کیا بہت سے مر گئے اور بہت بھاگ گئے مین نے عرض کیا کہ یہ کون تھے فرمایا کہ یہ فرنگی تھے اللہ نے
اِن کو مخذول کیا مین نے وہ تاریخ یاد کر لی بعد اُسکے خبر آئی کہ فرنگیون کو اُسیوقت شکست ہوئی پھر
مجاہدین اسلام واپسی پر جب آپ کی قدمبوسی کو آئے تو قسم کھا کر بیان کیا کہ آپ ہمارے ساتھ
اُسوقت تھے اور اگر نہوتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے کیونکہ آپ برابر تلوار گھسیٹ کر فرنگیون کے
سوارون کو معہ اُن کے گھوڑون کے گرا دیتے تھے چنانچہ بہت سے فرنگی مارے گئے اور باقی
بھاگ گئے اور آپ کے اور اُس مقام کے درمیان جہان لڑائی ہوئی تھی ایک مہینہ سے زیادہ کی
مسافت تھی ایک بار آپنے دریا کے کنارے وضو کیا تو آپ کی انگوٹھی گر پڑی آپنے فرمایا کہ الٰہی
میری انگوٹھی گر پڑی ہے وہ مل جائے فوراً ایک مچھلی منھ مین انگوٹھی لیے ہوے نکلی آپنے لے لی

---

[١] یہ نسبت ہے قناد کی طرف جو ایک مقام کا نام ہے واسط کے پورب کے جانب ۱۲ منتہی الارب [٢] اور ان کو وہان وہ پیالے
پلاتے ہین جسکا مزاج سونٹھ کا ہوتا ہے ۱۲ [٣] بے شک نیک لوگ آرام مین ہین اور گنہگار دوزخ مین ۱۲ [٤] یہ
نسبت ہے دکالہ کی طرف جو ایک شہر کا نام ہے مغرب مین ۱۲ منتہی الارب

ایک مرتبہ آپ کا توشہ دان معہ ستوؤن کے گر کر پھٹ گیا سب ستو زمین پر گر پڑے آپ نے تھوڑی دیر ٹھہر کر فرمایا کہ الٰہی میرا توشہ دان معہ ستوؤن کے مل جائے فوراً توشہ دان معہ ستوؤن کے مل گیا **نقل** شیخ ابو محمد رجب بن ابی منصور داری[1] کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو نجاح اقصری بیان کرتے تھے کہ اُنھون نے شیخ ابو محمد عبدالرزاق سے سُنا وہ کہتے تھے کہ ایک بار مغرب کے بعضے دیہات مین آپکا گذر ہوا آپنے ایک شیر کو دیکھا جس نے ایک گدھا شکار کر کے اُسکا گوشت کھانا شروع کیا تھا اور اُس کا مالک دور سے ہائے واے کر رہا تھا آپ نے شیر کے ملیخے پر ہاتھ مارا اور اُسکو گھسیٹ کر گدھے والیکو پکارا کہ جلد آ وہ آیا آپنے اُس سے فرمایا کہ اس شیر کو پکڑ لیجاؤ اور اسی کو اپنا گدھا سمجھو اُس نے عرض کیا یا حضرت مجھکو اس سے ڈر معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا ڈرو نہ یہ تم کو نہین ستائے گا وہ شیر کو گھسیٹ لیچلا شام کو پھر وہ شیر کو لیکر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھکو اس سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے کیونکہ جہان مین جاتا ہون یہ میرے ساتھ ساتھ جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تم کچھ نہ ڈرو یہ تم کو ستا نہین سکے گا اُس نے عرض کیا کہ یہ سچ ہے مگر آخر یہ شیر ہی ہے ڈر کیسے نہ معلوم ہو آپنے شیر سے فرمایا کہ چلا جا اب کسی کو نہ ستانا اور جب کسی آدمی کو ستاوے گا تو مین اسی شخص کو تجھ پر مسلط کر دون گا **نقل** ایک روز آپ دریا کے کنارہ چلے جاتے تھے ایک گروہ فرنگیون کا سامنے آگیا اُنھون نے آپکو قید کر کے اپنے ساتھ ایک بڑی کشتی پر بٹھا لیا اُس مین ایک جماعت مسلمانون کی بھی قید تھی جب آپ اسمین جا کر بیٹھ گئے تو اُنھون نے کشتی چلانا چاہا باایمہ کہ ہوا زور کی تھی کشتی نہ چلی جیسے کھڑی تھی ویسے ہی کھڑی رہی جب اُن لوگون کو یقین ہو گیا کہ کشتی نہ چلے گی اور مسلمان حملہ کر بیٹھین گے تو اُنھون نے آپسمین کہا کہ یہ اس مسلمان کی بدولت ہے غالباً یہ کوئی خدا کے مقربین سے ہے بالآخر آپ سے کہا کہ آپ اُتر جائیے آپنے کہا کہ مین نہ اُترون گا جب تک تم اور سب قیدیون کو نہ چھوڑو گے مجبوراً اُنھون نے سب کو چھوڑ دیا اسیوقت کشتی فوراً چل نکلی **نقل** شیخ ابو محمد صالح بن دیرجان دوکالی کہتے تھے کہ چند لوگ بلاد مشرق سے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہم کو انگور کی خواہش ہے حالانکہ وہ زمانہ اُس کی فصل کا نہ تھا مجھ سے آپ نے فرمایا کہ باغ جا کر انگور لے آؤ مین نے عرض کیا کہ ابھی مین باغ ہی سے چلا آتا ہون وہان انگور نہین ہین فرمایا خیر پھر جا کر دیکھو مین بہ تعمیل حکم چلا گیا دیکھا تو وہان انگور کے گودہین لٹک رہی ہین خدا کی قسم جب مین پہلے باغ کو دیکھ گیا تھا تو وہان ایک دانہ بھی انگور کا نہ تھا

[1] یہ منسوب ہے دار کی طرف یعنی شہر دبیلہ ۱۲ منتخب

مین بہت سے انگور توڑ کرے آیا اور اُن لوگون کو لا کر دیدیے اُنھون نے کھاے اور مین نے بھی کھائے تو وہ سب بیدانہ تھے اُن لوگون نے کہا کہ ہم کو انگور کھانے کی خواہش تھی اور یہ جانتے تھے کہ مغرب مین ان کے سوا اور کوئی اسوقت انگور کھلا نہ سکے گا **نقل** شیخ ابوالربیع سلیمان بن عبدالوہاب منظفری کہتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ ایک جماعت اصحاب کے ساتھ سفر کو گئے اور ایک جنگل مین جاکر ٹھہرے رات کو ایک چیخ کی آواز معلوم ہوئی اسب ڈرے کہ شاید کوئی جانور موذی آپہونچا آپنے فرمایا ڈرو نہین ان کو اور اضطراب بڑھا کہنے لگے کہ اگر کہین روشنی ہوتی تو اسقدر وحشت نہوتی اندھیری رات مین اور دل گھبراتا ہے وہان ایک درخت تھا آپنے اُسکے نیچے جاکر دو رکعتین پڑھین اور دعا مانگی وہ درخت روشن ہوگیا اور اُس کی روشنی سے وہ سارا مقام نہایت روشن ہوگیا لوگ مطمئن ہوگئے صبح تک وہ درخت ویسا ہی روشن رہا **نقل** شیخ ابو عبداللہ محمد بن حجاج غزالی مغربی کہتے تھے کہ مین نے آپ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہر بدل عارف کے قبضہ مین ہے کیونکہ بدل کی ملک آسمان سے زمین تک ہے اور عارف کی ملک عرش سے فرش تک اور ابدال کے مناقب عارفین کے مناقب کے سامنے بجلی کی چمک کے برابر بھی نہین اور درجہ معرفت سے مراد حضرت ربوبیت اور مجالس قدس کی طرف قرب ہے اور توحید ایک راز ہے جسکا امر کونین کو محیط ہے جب رات ہوئی تو مجھے مکشوف ہوا کہ مین آپ کے ہمراہ ہون اور شیخ ابی حامد غزالی اور شیخ ابی طالب مکی اور شیخ ابی یزید بسطامی اور شیخ ابی عبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہم اور ایک جماعت صوفیہ وابدال بھی آپکے ساتھ ہین اُن سب نے آپ سے کہا کہ اپنی سر توحید کی حقیقت بتائیے آپ نے کہا کہ میرا سر اُن رازون سے سرور ہے جنکو بحار الٰہیہ سے مدد ملتی ہے اور اُن کو ظاہر کرنا سوائے اہل کے دوسرے سے نہین چاہیے کیونکہ اشارہ سے اُن کی تعریف نہین ہوسکتی اور عزت اُن کو کھلنے نہین دیتی اور وہ وہ اسرار ہین جو وجود کو محیط ہین اُن کو وہی ادراک کرسکتا ہے جو مفقود الوطن ہو یا اپنے سر سے عالم حقیقت مین موجود ہوا اور زندگی جاوید مین اُلٹ پلٹ کرتا ہوا اور فضاے ملکوت مین اپنے سر سے طیران کرتا ہوا اور پردہ ہاے جبروت اُس کا قیام گاہ ہو وہی شخص متخلق باسماء وصفات ہوگا اور مشاہدہ ذات مین سب سے فانی وہی میرا قرارگاہ اور وطن ہے اور آنکھون کی ٹھنڈک اور چونکہ حق عز وجل کل سے مستغنی ہے اُس نے میری ہستی مین اپنی قدرت نادرہ ظاہر فرمائی اور مجھے اُسکے حفظ کی توفیق عنایت کی لہذا میری زندگی کا قیام وحدانیت مین ہے

اور اشارات سب فردانیت کی طرف ہوتے ہین اور روح غیب مین راسخ ہے اور میرا مالک مجھسے روز فرماتا ہے کہ اے شعیب ہر روز بندون پر جدید ہے مگر میرے پاس مرید ہے حاضرین نے عرض کیا کہ اللہ تعالی آپکے انوار کو اور زیادہ کرے صبح کو مین نے آپکی خدمت مین حاضر ہوکر اس واقعہ کو بیان کیا آپ نے سب کی تصدیق کی اور کسی بات سے انکار نہین کی اور محمد بن حجاج غزالی سے یہ بھی نقل ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک بار آپنے اپنی مجلس مین شیطان کے مکر بیان کئے شب کو مجھے ایک نورانی شخص دکھائی دیا جو مجھسے کہتا تھا کہ شیطان کا کید شیخ ابی مدین کے ساتھ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی شخص کے قریب جاکر اپنے آپ کو ہلاک کرڈالے اور کچھ نہ سمجھے اور شیطان کا کید عبدالرزاق اُن کے شاگرد کے ساتھ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دریا مین پیشاب اس غرض سے کردے کہ اُس کا پانی نجس ہوجائے اور شیطان کا کید عوام کے ساتھ ایسا ہے جیسے امام عادل اپنی رعیت کے ساتھ کرے کہ جو رعایا کو دوست رکھتا ہو اور رعایا اُسکو دوست رکھتی ہو پھر مین نے ایک بڑی جماعت مشایخ اور صلحاے مغرب کو دیکھا کہ اُن کے ہاتھون مین چراغ روشن تھے اور آپ اور آپ کے اصحاب اُن لوگون کے پیچھے تھے اور شیخ عبدالرزاق آپکے شاگرد سب کے سامنے اور اُن کے ہاتھ مین ایک بڑی شمع روشن تھی جس مین سوراخ تھے مین نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ سوراخ کیسے ہین اُنھون نے کہا کہ جو شمعین اُن لوگون کے ساتھ دیکھتے ہو وہ انھین سوراخون سے ہین پھر مین آپ کے ساتھ ایک بڑے دروازہ پر پہونچا جسکی چوڑائی اتنی تھی جیسے مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ ہے اُسپر ایک بڑا گروہ ابدال اور صوفیہ کا تھا مین نے آپ سے اُس دروازہ کا حال پوچھا آپنے کہا کہ یہ ابدال کے محل کا دروازہ ہے اور ہم سب اُس کے ڈیوڑھی بان ہین جو اُس کی رعایت کرتا ہے اُسکو ہم بلا لیتے ہین پھر آپ بڑھکر اُس دروازہ کے اندر چلے گئے اور اور لوگ بھی آپکے ہمراہ گئے وہان جاکر دیکھا کہ ایک نور کا بڑا دریا ہے اور اُسمین نور کی کی ایک کشتی ہے آپنے فرمایا یہ وصول کا دریا ہے اور یہ کشتی امیدون کی پھر سب سے کہا کہ اسپر سوار ہو بسم اللہ مجریھا و مرسھا الی ربک منتھاھا اور ہواے شوق سے امواج فکر کے ساتھ اُس مین ذکر کے کنارہ تک سیر کرو اور جسوقت کچھ منکشف ہو تو سجدہ شکر کرو ایسے ہی سفرون مین انوار اور علوم و اسرار حاصل کیے جاتے ہین شیخ غزالی کہتے ہین کہ جب

سلہ اللہ کے نام سے اس کا بہنا اور ٹھہرنا ہے اور اسی تک انکی پہونچ ہے ۱۲ منہ

صبح کو مین اُٹھا تو آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا آپنے مخاطب ہو کر سن لیا مگر کچھ نہ فرمایا نہین **نقل** شیخ غزالی کہتے تھے کہ ایکبار آپنے اپنی مجلس مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور بہت تعریف کی رات کو مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک دروازہ مین حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما ہین اور فرماتے ہین کہ ابو مدین نے چونکہ علوم مین سب سے علی اور معارف مین سب سے انفع چیز اختیار کی اور انکو حق کی طرف منسوب کیا اور ولایت کو اسکے اسرار کے ساتھ جمع کیا اسوجہ سے اُنکا کام بہت بہتر اور اعلیٰ ہے اور یہ مقام اُنکے واسطے بطور سیر و تفریح کے ہے جسکو اُنھون نے اپنا قیامگاہ تصور کر لیا ہے اب تفکر اُن کا جلیس ہوا اور حق انکا انیس اور چونکہ اُنھون نے حق کی تنزیہہ علم سے کی ہے لہذا وہ بھی مقرب ہو گئے اور حق کی یاد معرفت کے ساتھ کی تو زیادہ قرب ہوے اور اور لوگ تو اپنی خواہشون اور موجودات کے ذریعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہین اور وہ حق کے مشاہدہ سے فائدہ اُٹھاتے ہین پھر مین نے سنا کہ آسمان مین فرشتے کہتے ہین سبوحٌ قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح[1] بعد اُس کے دروازہ کھل گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ زمین پر موجود تھے مجھے تعجب ہوا آپنے فرمایا تم کو تعجب کیون ہے یہی ابو مدین کا مرتبہ ہے جو عرش سے کرسی تک ایک گھڑی مین طے کرتا ہے مین صبح کو اُٹھا تو آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ خواب بیان کیا **نقل** شیخ ابو محمد عبد الرزاق کہتے تھے کہ مجھ سے قنا مین جو بلاد مغرب سے ہے سنہ پانسو اسی ھ مین حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی مین نے اُن سے آپ کے متعلق دریافت کیا وہ کہنے لگے کہ اسوقت مین وہ امام صدیقین ہین اور اُن کا سر ارادہ کے مرتبہ سے متعلق ہے اور اللہ نے اُن کو اسرار مخفیہ کی کنجی بنایا ہے جو حجابات قدس مین ہین اور اسرار مرسلین کا جاننے والا اسوقت اُن سے زیادہ کوئی نہین ہے پھر اُسی کے تھوڑے دنون کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا آپ بلاد مغرب مین رہے بادشاہ وقت آپ کا بہت معتقد تھا ایکبار اُس نے آپ کو اپنے یہان تبرکاً بلایا جب آپ مکان سے وہان جانے کے ارادہ سے چلے اور تلمسان پہونچے تو فرمانے لگے کہ اس رات اگر مین اپنے اخوان طریقت سے ملتا تو وہ زیادہ بہتر تھا بادشاہ کے یہان جانے سے کیا فائدہ یہ خیال کر کے آپ وہان اُتر پڑے اور مستقبل قبلہ ہو کر کلمہ پڑھا اور یہ[2] وعجلت الیک رب لترضی کہکر انتقال فرما گئے اور رجبانہ عباد مین

---

[1] بہت پاک اور پاکیزہ ہمارا پروردگار ہے اور فرشتون اور روح کا ۱۲ [2] بیشک مین آیا اور جلد آیا تیری طرف اے رب کہ تو راضی رہے ۱۲

دفن ہوے بن شریف اُتنی سے متجاوز ہوا وہین مزار بھی ہے جسکی زیارت ہوتی ہے نقل
شیخ ابو محمد صالح دوکالی کہتے تھے کہ مین نے آپ کی زبان سے سنہ پانسو ساٹھ مین سنا کہ مین
حضرت خضر علیہ السلام سے تین سال تک ملا اور اُن سے مختلف اوقات مین پوچھا کہ اس
زمانہ مین بزرگان مشرق و مغرب مین کون افضل ہین اور اسی کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر
رضی اللہ عنہ کا حال بھی پوچھا تو اُنھون نے بیان کیا کہ وہ امام صدیقین و حجت عارفین
و روح معرفت ہین اور تمام اولیا مین اُن کی شان عجیب و غریب ہے اور اُن مین اور خلق
مین سواے نفس واحد کے اور کوئی فرق باقی نہین اور سب اولیا کے مراتب اُس نفس سے
علاوہ ہین اور ہین اولیا کے مراتب اُنھین کے اشارہ سے بدلتا ہون غرضکہ حضرت خضر علیہ السلام
سے ایسا کسی اور ولی کے بارہ مین مین نے نہین سُنا رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت شیخ اکبر
رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب مواقع النجوم مین لکھتے ہین کہ مجھ سے بعضے روحانیین سے
ملاقات ہوئی تو اُنھون نے بیان کیا کہ آپ کی وفات بحالت قطبیت ہوئی اور ایک
گھڑی یا دو گھڑی آپ اس مرتبہ پر رہے اور اسی کی خبر مجھے حضرت شیخ ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ
علیہ نے بھی ایک خواب مین دی پھر حضرت شیخ اپنی کتاب منزل القطب مین بعد امام اکمل جانب
یسار قطب کے بیان مرتبہ کے لکھتے ہین کہ اسی مقام پر شیخ ابو مدین بجایہ مین قریب زمانہ وفات
تک رہے جب وقت وفات قریب ہوا یعنی ایک گھڑی یا دو گھڑی باقی رہی تب اُن کو خلعت
قطبیت عطا ہوا اور خلعت امامت اُن سے لے لیا گیا اور اُن کا نام عبد اللہ رکھا گیا اور اسم
رب والا خلعت بغداد کے ایک شخص عبد الوہاب نامی کو ملا اور آپ کے بعد آپ والا خلعت
ایک خراسانی کو عطا ہوا اور آپ کی وفات بحالت قطبیت کبری ہوئی پھر فتوحات کے باب
پانچسو چھپن مین اُس قطب کے حال مین کہ جسکی منزل سورہ تبارک الذی بیدہ الملک
ہے لکھتے ہین کہ یہ مقام شیخ ابو مدین کا تھا کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میری سورۃ کلام اللہ مین
تبارک الذی بیدہ الملک ہے اور وہ دواماموں مین سے اُسکے ساتھ مخصوص ہے کہ جسکو دنیا
و آخرت دونون مین ترقی رہتی ہو کیونکہ یہ مختصہ بالملک ہے لہذا زیادتی بھی ملک ہی کو ہوگی اور
جسقدر تکرار ہوگی اُسیقدر ذاکر پر نعمات الٰہیہ کی زیادتی ہوگی بہ نسبت غیر ذاکر کے شیخ خشاشی

لہ بضم خاد منسوب ہے خشاش کی طرف جو علی بن محمد بن ماکی کے ابو الجد کا نام تھا ۱۲ منتہی الارب۔

کہتے تھے کہ از عجائب و غرائب حکمیہ سے یہ ہے کہ حضرت شیخ فتوحات کے باب چارسو نوئم میں لکھتے ہیں کہ بارھوان قطب جو بر قدم حضرت شعیب علیہ السلام ہوتا ہے اُسکی منزل سورہ قرآنی سے تبارک الذی بیدہ الملک[1] ہوتی ہے لہذا آپ کے واسطے یہ عجیب و غریب بات ظاہر ہوئی واللہ ولی الحق ییب والحمد للہ رب العالمین[1] آپ کو حضرت غوث مآب رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی اجازت و خلافت تھی اور بزمانہ حج عرفات کے مقام پر البا س خرقہ بھی واقع ہوا جیساکہ سابقاً حضرت سیدنا سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان ہوا ہے رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق[2] رضی اللہ عنہ

آپ اعیان اکابر مشائخ مصر اور علما محققین سے تھے صاحب کرامات ظاہرہ و احوال فاخرہ و افعال خارقہ و انفاس صادقہ و مقامات سنیہ و ارشادات علیہ آپ کا شمار بھی علمار مصنفین اور فضلا متقین اور ائمہ بارعین میں تھا مذہباً آپ حنبلی تھے اور بڑے مدرس اور مناظر بہت سے طلبہ علوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور علما مصر میں بھی بہتون نے آپ سے روایت حدیث کی غرضکہ آپ ارکان طریقت اور حلال مشکلات احوال طریقت اور سادات ائمہ شریعت و طریقت سے علم و عمل و حال و مقام و تحقق و تمکین و زہد و جلالت و مہابت میں تھے اور بہت مودب اور حلیم اور متواضع اور صاحب کرم و حیا اور قلوب خلائق میں بہت باوقعت شخص تھے مریدین صادقین کی تربیت مصر اور اُسکے اطراف میں آپ ہی پر منتہی تھی آپ کی صحبت بابرکت سے بہت سے بزرگان صادقین منتفع ہوے اور ایک جم غفیر آپ کی عظمت اور جلالت کے مقر تھے شیخ ابواسحق ابراہیم بن مرسیل مخزومی مزید کا قول ہے کہ آپ اوتاد مصر سے تھے اور بڑے صاحب کشف اور ظاہر الکرامات نقل ایک سال دریاے نیل بہت بڑھا اور قریب تھا کہ مصر ڈوب جائے اور زراعت کا زمانہ نکلا جاتا تھا لوگون نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا آپنے نیل کے کنارہ جاکر اُسکے پانی سے وضو کیا اُسی وقت سے وہ گھٹنا شروع ہوا اور دوسرے روز جتنا تھا اتنا رہ گیا اور بعضے سالون میں ایسا ہوا کہ نیل گھٹا اور اکثر زراعت کا وقت نکل کر غلہ کا نرخ گران ہوگیا اور ظن غالب ہوا کہ لوگ مرجائینگے لوگون نے آپ سے آکر فریاد کی آپنے اسکے

[1] اور اللہ مالک ہو قربت دینے کا اور سب تعریفین اسی کیواسطے ہین کہ وہ پروردگار تمام عالم کا ہے ۱۲ [2] یعنی مرد بانجت ۱۲ منتہی الارب

کنارے جاکر ایک لوٹے سے جو آپکے خادمؒ کے ساتھ تھا وضو کیا اُسی روز سے نیل بڑھنا شروع ہوا اور
جتنا آیا کرتا تھا آگیا ایسا کہ کھیت بو دیے گئے اور غلہ خوب پیدا ہوا **نقل** آپ کے خادم
شیخ ابو العباس احمد بن برکات سعدی مصری بیان کرتے تھے کہ ایک بار آپ مصر مین اپنے
گھر پر اندھیری رات مین عشا کی نماز پڑھکر وہان سے چلے مین بھی آپکے ساتھ تھا یہ معلوم
ہوتا تھا کہ زمین کرہ کی طرح پیرون کے نیچے لپٹی ہے اور متعدد روشنیان سامنے اور داہنے بائین
دکھلائی دیتی تھین اور جس پہاڑ یا زمین پر پہونچتے تھے وہ آپ کے سامنے سے ہٹ جاتا
تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ یہان تھا ہی نہین غرضکہ بہت کم مدت مین آپ مکہ شریفہ پہونچے
اور وہان طواف کیا اور دیر تک وہان نوافل پڑھتے رہے پھر وہان سے چلے مین بھی ساتھ
تھا یون ہی مدینہ شریفہ پہونچے وہان زیارت کی اور نوافل پڑھین پھر بیت المقدس گئے وہان
زیارت کی اور نفلین پڑھین پھر وہان سے چلے یہان تک کہ مصر مین اُسوقت پہونچ گئے جسوقت موذن
فجر کی اذان دیتا تھا اس سے نہ کچھ تعب مجھے ہوا اور نہ آپ کو مگر آپنے مجھ سے یہ اقرار لے لیا
کہ اسکو میری زندگی بھر کسی سے نہ کہنا لہذا مین نے نہین کہا اب وفات کے بعد بیان کرتا ہون
نقل اور وہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ مین نے نو برس تک آپ کی خدمت کی اور دن اور
رات مین کوئی وقت ایسا نہین دیکھا جسمین آپ بیکار رہتے ہون اور کوئی عبادت نہ کرتے ہون
یا قرآن پڑھتے اور پڑھاتے یا حدیث سنتے اور لکھاتے یا علوم پڑھاتے یا مریدون کو تربیت کرتے
یا مشغول بحق رہتے ایک دن مین آپ کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا کہ ایک صاحب پریشان حال
آئے کہ جنکو مین نے پہلے وہان کبھی نہین دیکھا تھا وہ آکر آپکے سامنے نہایت مؤدب اور متواضع
بیٹھ گئے آپنے ایک بار اُن کی طرف دیکھا وہ بیہوش ہو کر گر پڑے آپنے فرمایا کہ ان کو اٹھاؤ مین نے
اُٹھا کر اُن کو ایک گھر مین پہونچا دیا وہان وہ چار مہینہ تک اسی طرح بے حس و حرکت پڑے رہے
صرف سانس تو چلتی تھی باقی مردہ معلوم ہوتے تھے ایک روز آپنے وہان جاکر اُن کے منہ پر ایک
ہاتھ پھیر دیا اُسوقت سے اُن کو افاقہ ہو گیا تب مین نے اُن سے اُن کا حال پوچھا اُنھون نے
کہا کہ اے ابو العباس مین بوڑھا ہو گیا اور بہت سے مجاہدہ اور سیرین کین مگر مجھپر کچھ نہ کھلا تب
مین نے اپنے دل مین اللہ سے فریاد کی مجھے حکم ہوا کہ اس جنگل کے بادشاہ کے پاس جاؤ اُسکے
پاس جو کچھ تم چاہتے ہو سب کچھ ہے مین نے عرض کیا وہ کون ہین حکم ہوا کہ وہ شیخ ابو عمرو عثمان بن
مرزوق ہین جب مین اُن کی خدمت مین حاضر ہوا اُنھون نے جیسے میری طرف دیکھا تو میرا جو کچھ

حال تھا وہ سب جاتا رہا اور بالکل حواس باطل ہوکر مین اپنی ہستی سے غائب ہوگیا اور مقام فنا اور غیبت اور قرب مین قائم ہوکر اپنے مطلوب پر واصل ہوا اور اُن کی نظر کی برکت سے محبوب حقیقی کی دولت وصل سے گران مایہ ہوگیا اسی حال مین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس حال مین نہ رہو بلکہ اُس حال مین آؤ جو اس حالت اور عقل کے درمیان ہے اور جسمین تمکین اور قوت اور تمیز بھی ہے اور احکام شریعت پر قیام بھی اور شیخ ابو عمر و کے پاس جاؤ اسوقت مین نے اپنے مین قوت پائی اور اپنی ہستی کی طرف پلٹا اور ایسا ہوگیا کہ جیسا تم اب دیکھ رہے ہو یہ کہکر وہ چلے گئے اور پھر نظر نہین آئے پھر ایکبار مین آپ کے ساتھ ملک شام گیا حضرت مین تھا اور آپ اور کوئی نتھا وہان تین روز رہا نہ کوئی چیز کھانے کو ملی نہ پینے کو ضعف سے غش آیا جاتا تھا آپ میرا حال دیکھکر ایک ریت کے ٹیلہ پر چڑھ گئے اور ہتھیلی بھر ریت لیکر مجھے دی مین نے جو وہ ہاتھ مین لی تو دیکھا کہ بھنے ہوے ستو شکر ملے ہوے ہین مین نے وہ آپ کے ساتھ خوب سیر ہوکر کھائے پھر آپنے اُسی ٹیلہ پر ہاتھ مارا تو پانی کا ایک چشمہ نکلا جسکا پانی دنیا کے پانیون سے کہین عمدہ اور شیرین تھا وہ خوب آسودہ ہوکر پیا نقل اور وہی بیان کرتے تھے کہ ایک دن آپ کی خدمت مین دو شخص آئے ایک عرب کا رہنے والا تھا جو ایک لفظ عجمی نہین جانتا تھا اور دوسرا عجمی جو ایک لفظ عربی نہین جانتا تھا وہ دونون آپسمین باتین کرنے لگے لیکن دو مین سے کوئی دوسرے کی بات نہین سمجھتا تھا عربی کہتا تھا کہ کاش مین عجمی زبان سمجھتا ہوتا اور عجمی کہتا تھا کہ کاش مین عربی زبان سمجھتا ہوتا بعد اُسکے دوسرے روز دونون پھر آپ کی خدمت مین حاضر ہوے تو حاضر ہوتے ہی عربی ایسی عجمی بولنے لگا جیسے کوئی خاص عجمی فصیح بولتا ہو اور عجمی بھی ایسی ہی عربی بولنے لگا عربی نے بیان کیا کہ مین نے رات کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب مین دیکھا کہ آپ کے ساتھ حضرت شیخ ابو عمر ہین اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ میری نیابت کرکے اسکو عجمی زبان سکھلا دو اُنھون نے میرے مُنھ مین تھوک دیا مین جاگ پڑا تو عجمی زبان بولتا تھا اور عجمی نے بیان کیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کے ساتھ حضرت کو دیکھا کہ آپنے اُن سے فرمایا کہ اسکو میری نیابت سے عربی زبان سکھلا دو آپنے میرے منھ مین تھوک دیا مین جاگ پڑا تو عربی ویسی فصیح بولنے لگا نقل شیخ ابو الخیر سعد آپکے صاحبزادہ کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے سُنا وہ فرماتے تھے

کہ ایک بار مین بطور سیاحت جبل مقطم مین جو قرافہ مصر مین ہے گیا اور چند دنون وہان رہا تنہا تھا ایک مرتبہ صبح کو مین نے سنا کہ کوئی مناجات مین نہایت حزین آواز سے کہ جس سے دل پگھل جائین اور عقلین جاتی رہین یہ کہہ رہا ہے کہ مین نے اپنی بلا تیرے غیر سے چھپائی اور اپنے سر سے تیری طرف آیا اور غیر کو چھوڑ کر تجھ مین مشغول ہوا پھر رو کر کہنے لگا کہ مجھے تعجب ہے اُس سے جو تجھے پہچان کر تجھ سے اور کچھ مانگتا ہے یا تیری محبت کا ذائقہ چکھ چکا ہے اُسکو تجھ سے کیونکر صبر آتا ہے اے مولائے عارفین وحبیب مقربین وانیس محبین وغایت امید طالبین و معین منقطعین یہ کہکر چیخا کہ واشوقاہ الیک واکرجاہ[1] جب اُسکی یہ آواز مکرر میرے کان مین آئی تو میرا دل بے چین ہو گیا اور مین اُسکے پاس گیا دیکھا تو ایک شخص بوڑھا نحیف الجسم زرد رنگ کا ہے بہت باہیبت اور صاحب وقار ہے اور اہل معرفت کی سب علامتین اُس مین ظاہر ہین مین نے قریب پہونچکر اُس کو سلام کیا اُس نے کہا مرحبا بک یا عمر مین نے کہا میرا نام آپ نے کیسے جانا اس سے قبل تو آپ نے مجھے کبھی دیکھا بھی نہو گا کہنے لگا کہ ہان مین نے جب تم کو زمین پر دیکھا تو جو تمھارا مرتبہ آسمان مین تھا وہ فوراً پہچان گیا اور تمھارا نام لوح محفوظ مین بھی پڑھا تب مین نے کہا کہ مجھپر کچھ عنایت کیجئے کہنے لگا کہ اے عمر اللہ نے اپنے نبی حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی تھی کہ اے داؤد میرے اولیا اور احباب سے کہدو کہ ہر شخص اپنے اپنے دوستون سے علحدہ ہو جائے کیونکہ اُن کا مونس مین بوجہ اپنی یاد کے ہون اور محدث بوجہ اپنے انس کے اور اپنے اور اُن کے درمیان کا پردہ اُٹھانے والا بھی تاکہ وہ میری عظمت اور میرا جلال دیکھین اور مین ہر روز اور ہر گھڑی اپنے رُخ روشن کو اُن سے قریب کرتا اور اُن کو طعام کرامت کھلاتا ہون اور میری اسی طرح کی معاملت سے اُن کے قلوب دنیا اور دنیا والون کی طرف سے اندھے ہو جاتے ہین اور کوئی چیز مجھ سے بڑھکر اُنکی دلچسپی کی نہین رہتی اور نہ کوئی اُن کی نگاہون مین میرے سوا سماتا ہے اُن کو مجھ سے ملاقات کی عجلت ہوتی ہے مگر مجھکو اُن کا دنیا مین نہ رہنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہے کیونکہ خلق مین وہی ایسے ہین جنکو مین دیکھتا ہون اور وہ مجھے دیکھتے ہین اے داؤد اگر تم اُن کو دیکھنا چاہتے ہو تو اُن کے علامات یہ ہین کہ اُن کے نفس پگھلے ہوے اور بدن گھلے ہوے اور آنکھین رونی ہوئی اور جوڑ جوڑ کانپتے ہوے اور دل نکلے ہوے میرے ذکر سننے کے وقت اور یہی لوگ وہ ہین جن سے مین ملائکہ

---

[1] کتنا اشتیاق ہے تیرے ملنے کا اور کتنا درد ۱۲ منہ

اور آسمان والون مین فخر کرتا ہون وہ میری طرف دیکھکر خائف ہوتے ہین اور عبادت کرتے ہین اگر وہ مجھے آہستہ یاد کرتے ہین تو مین ان کی طرف آہستہ متوجہ ہوتا ہون اور اگر وہ بلند آواز سے یاد کرتے ہین تو مین ویسے متوجہ ہوتا ہون اور اگر وہ ذرا متوجہ ہوتے ہین تو مین اُن کو اور قریب کرلیتا ہون اور اگر مجھے وہ دوست رکھتے ہین تو مین اُن کو دوست رکھتا ہون اور اگر مجھ سے وہ لڑتے ہین تو مین اُن سے لڑتا ہون اور اگر وہ کوئی عمل کرتے ہین تو مین اُس کا عوض دیتا ہون مین ہی اُن کے کامون کا مدبر اور اُن کے دلون کا نگہبان اور اُن کے حالون کا متولی ہون مین نے کسی چیز مین اُن کے دل کا چین نہین رکھا ہے سوا اپنے نہ اُن کو کسی سے سوا میرے انس ہوتا ہے اور نہ اُن کے دل سوا میرے کہین ٹھہرتے ہین مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مین اُن کو اپنے دیدار سے مضبوط کردونگا مگر آسودہ نہین کرونگا جب تک وہ خوش نہو جائینگے اور اس سے بڑھ کر بھی ایک مرتبہ دونگا اسے داؤد تم زمین والون سے کہدو کہ مین اپنے حبیب کا حبیب اور اپنے جلیس کا جلیس اور اپنے مونس کا انیس اور مصاحب کا مصاحب اور مطیع کا مطیع اور مختار کا مختار ہون اُن کو چاہیے کہ وہ میری کرامت اور مصاحبت اور معاملت اختیار کرین کیونکہ مین سخی اور جواد ہون جس چیز سے کہتا ہون کہ ہوجا ہوجاتی ہے

یہ بیان کرتے کرتے وہ بیہوش ہوگئے جب افاقہ ہوا تو مین نے کہا یا حضرت کچھ وصیت کیجیے کہنے لگے کہ اپنے دل کو ہر علاقہ سے قطع کرکے سوا حق کے کسی سے متعلق نہ رکھو پھر مین نے کہا کہ کچھ میرے لیے دعا کیجیے کہنے لگے کہ اللہ تعالی تجھکو ماسوا کے بوجھ سے ہلکا کردے اور تجھ مین اور اپنے مین کوئی حجاب نہ رکھے یہ کہکر وہان سے ایسے بھاگے جیسے کوئی شیر سے بھاگتا ہے اور یہ اشعار پڑھے ؎

ذکرتک لا انی نسیتک لمحة	واسیر ما فی الذکر ذکر لسانی
وکدت بلا وجد اموت من الهوی	وهام علی القلب بالخفقانی
فلما ارانی الوجد انک حاضری	شهدتک موجودا بکل مکانی
فخاطبت موجودا بغیر تکلم	ولاحظت معلوما بغیر عیانی

سلہ مین نے تجھکو یاد کیا اس طرح کہ گھڑی بھر بھی نہین بھولا اور آسان تر ذکر مین ذکر زبانی ہوتا ہے اور قریب تھا کہ بغیر وجد کے خواہش سے مرجاؤن کیونکہ میرے دل پر خفقان نے جوش کیا تھا پھر جب وجد نے مجھے دکھلایا کہ تو میرے پاس ہے تو مین نے تجھے ہر جگہ موجود پایا تو مین موجود سے بغیر تکلم کے مخاطب ہوا اور اسکو بغیر عیان ملاحظہ کیا ۱۲ منہ

آپ کی کنیت ابو عمر اور نام عثمان بن مرزوق بن حمید سلامہ قرشی حنبلی تھا مصر مین رہے اور وہین سنہ پان سو چونسٹھ مین انتقال کیا سن شریف ستر سے تجاوز ہوا اور قرافہ مصر مین جانب شرق حضرت امام شافعی رح کے مزار کے سارہ یہ کے قریب دفن ہوے آپ کا مزار زیارت گاہ ہے کذی اسفی بہجتہ الاسرار اور مؤلف روضتہ الابرار و محاسن الاخیار نے بھی ایسا ہی لکھا ہے نقل ہے شیخ ابو اسحق ابراہیم بن فربیل مخزومی کہتے تھے کہ آپ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ ہم سب کے شیخ اور امام اور سردار ہین بلکہ کل سالکین راہ حق کے جو اسوقت ہین سردار ہین اور اُن لوگون کے بھی کہ جنکو کوئی حال یا مقام عنایت ہوا ہے سب کے آپ امام ہین علم اور منازل احوال مین اور اس زمانہ کے اولیا اور تمام زمانہ کے ارباب مراتب اولیاء اللہ سے بہت مضبوطی سے عہد لیا گیا ہے کہ وہ سب اُنھین کی طرف اپنے امور مین رجوع کرین اور اُن کے حضور مین مودب رہین اور اللہ نے اس زمانہ مین جو کچھ دیا وہ انھین کے ذریعہ سے اور اُن کو کل مواہب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اللہ نے جس شخص کو اسوقت برگزیدہ کیا وہ حضرت ہی کے طفیل سے کیا اُن کے حالات ومقامات واسرار مین سوا انبیا علیہم السلام کے کوئی شریک نہین اور نہ طریقت مین وہ کسی کے احسانمند ہین سوا اللہ اور رسول کے آپکو بھی حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے نسبت تلمذ کو علاوہ اجازت وخلافت تھی اور خرقہ خلافت بھی عطا ہوا تھا جیسا کہ سابقاً حضرت سیدنا شیخ تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بیان کیا گیا رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ جُبّائی رضی اللہ عنہ

آپ اکابر مشایخ اور اعیان محققین سے تھے صاحب کرامات وحالات نفیسہ حافظ ابن النجار نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ عبد اللہ بن ابی الحسن بن ابی الفرج جبائی شامی یہ طرابلس کے رہنے والے تھے ان کے والد نصرانی تھے یہ صغر سن مین مسلمان ہوے پھر قرآن مجید یاد کیا بعد اسکے سنہ پان سو چالیس مین بغداد مین طالب علمی کے لیے آئے اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی صحبت اُٹھائی اور بر مذہب امام احمد بن حنبل فقہ حاصل کی اور حدیث قاضی ابی الفضل محمد

سلہ منسوب بہ جبا جو ایک گاؤن ہے مضافات طرابلس سے کوہ لبنان مین ۱۲ قلائد

ابن عمار سوی اور شیخ ابی العباس احمد بن ابی غالب بن طلابہ اور شیخ ابی بکر محمد بن الزاغونی
اور ابن البنا اور ابی الفضل محمد بن ناصر حافظ وغیرہ سے سُنی پھر اصبہان کا سفر کیا اور وہان شیخ
ابی الخیر محمد بن باغبان اور شیخ ابی عبداللہ حسن رستمی اور شیخ ابی الفرج مسعود ثقفی وغیرہم سے
حدیث سنی پھر نسخ و اصول حاصل کیا اور بغداد مین دوبارہ واپس آکر حدیث پھر سنی پھر دوبارہ اصبہان
گئے اور وہین رہ پڑے ان کو مقبولیت بہت ہوئی اور خاص منزلت اکابر مین حاصل ہوئی یہ
بڑے صالح متدین راستباز کثیرالخیر دائم العبادت تھے شیخ ابوالحسن قطیعی کہتے تھے کہ مین نے
ایکبار اُن سے پوچھا کہ آپ کا نسب کیا ہے اُنھون نے کہا کہ مین ایک گانون کا رہنے والا ہون
جسکو الحبیبة من فتشی کہتے ہین اور وہ طرابلس کے مضافات سے ہے کوہ لبنان کے قریب
مین قوم نصاریٰ سے تھا میرا باپ مجھکو خورد سال چھوڑکر مرگیا اور وہ بھی علماء نصاریٰ سے تھا
لڑائیون مین وہان کے سب لوگ گانون سے چلے آئے میرے گانون مین ایک گھر مسلمانون کا
تھا جو قرآن پڑھا کرتے تھے جب مین سنتا تھا تو رودیتا تھا جب مین دارالاسلام مین آیا تو
گیارہ برس کی عمر مین مسلمان ہوا اور سنہ پانسو چھیالیس مین بغداد آیا پھر مین نے پوچھا کہ آپ
کب پیدا ہوے کہنے لگے کہ تقریبا سنہ پانسو اکیس مین ان کی وفات اصفہان مین تیسری
جمادی الآخرہ روز شنبہ سنہ چھ سو پانچ مین ہوئی اور خانقاہ بہاء الدین حسن بن ابی الہیجا مین دفن
ہوے ابن الدبیثی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ انھون نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ
کی صحبت اُٹھائی اور بغداد سے آپ کی وفات کے بعد اصبہان مین جاکر رہ پڑے اور ذہبی
نے تاریخ الاسلام مین لکھا ہے کہ ان سے موفق اور ضیاء اور ابن خلیل اور ابوالحسن قطیعی اور اور
لوگون نے روایت حدیث کی اور شیخ شمس الدین اور فخر علی اور ایک جماعت نے اجازت لی
ابن رجب اپنے طبقات مین لکھتے ہین کہ ان سے علامہ ابن جوزی نے بھی چند مقامات مین اپنی
کتابون مین روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ صالحین سے تھے آپ کو بھی حضرت غوثیت مآب
رضی اللہ عنہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی جیسا کہ بہجۃ الاسرار سے معلوم ہوتا ہے
رضی اللہ عنہ

سلہ منسوب بہ ارم بالضم ایک مقام کا نام ہے طبرستان مین ۱۲ منتہی الارب سلہ علی بن عبداللہ محدث حنبلی کا نام ہے ۱۲ منتہی الارب
سلہ منسوب بہ رستم بالفتح نام صحابی اور رستمی جو اُن کی طرف منسوب ہو ۱۲ منتہی الارب سلہ منسوب بہ قطیعہ جو ایک محال کا نام
ہے بغداد مین جسے منصور خلیفہ وقت نے اپنے امرا کو آباد کرنے کے لیے دیا تھا ۱۲ منتہی الارب

ذکر حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ادریس الیعقوبی رضی اللہ عنہ

آپ اکابر مشائخ عراق اور اعیان عارفین مشہورین اور ائمہ محققین بارعین سے تھے صاحب کرامات ظاہرہ و احوال فاخرہ و افعال خارقہ و انفاس صادقہ و مقامات جلیلہ و حالات حجیمہ مراتب قرب و منازل قدس مین آپ کا مرتبہ بہت اعلیٰ وارفع تھا اور آپ کا شمار بھی اُن لوگون مین تھا جنکو اللہ نے متصرف فی الوجود والعالم کیا تھا بہت سے کرامات اور خرق عادات آپ سے ظاہر ہوے اور امور غیبیہ آپنے ارشاد فرماے تمام لوگون کے قلوب آپ کی محبت سے بھرے تھے اور آپ کی ہیبت اُن مین قائم تھی آپ فرماتے تھے کہ کل کائنات ابتدا سے انتہا تک مجھکو کھولدی گئی اور جس کے لیے ایسا نہو وہ شیخ نہین اور فرماتے تھے کہ مجھے خداوند عالم نے جنتیون اور دوزخیون کے حالات پر بھی مطلع کیا آپ کے وقت کے مشائخ کا قول تھا کہ آپ ملائکہ و جن و انس وطیور و وحوش سب کی زبانین جانتے تھے اور ہر آسمان کے فرشتون اور اُن کے مقامات اور تسبیح اور زبان کو بھی پہچانتے نیز یہ کہ وہ فرشتے کیونکر خدا کی توحید کرتے ہین جس وقت آپ شیخ عمر بزاز کے پاس جاتے تھے تو وہ اُٹھ کھڑے ہوتے اور چند قدم ساتھ چلتے اور بہت تواضع و تکریم کرتے اکثر مشائخ کہا کرتے تھے کہ جب شیخ عمر بزاز کی وفات ہوئی تو عراق مین مشائخ ستارون کی طرح روشن تھے اور یہ اُن سب مین بمنزلہ آفتاب کے تھے شیخ ابوالحسن قرشی کہتے تھے کہ آپ ساکنین صفیح اعلیٰ سے تھے آپ نے شیخ ابوالحسن علی ابن الہیتی کی صحبت اُٹھائی اور اُنھین سے انتساب رکھتے تھے اور حضرت شیخ الاسلام شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کی صحبت مین بھی بہت رہے اور خدمت بھی کی اور روایت بھی اور مشاہد جلیلہ مین اُن کے ساتھ حاضر رہے اور حضرت نے آپ کو دعا بھی دی اور آپکے حق مین فرمایا کہ تمھاری بڑی شان ہوگی اور ایک زمانہ آئے گا کہ جب لوگون کو تمھاری طرف رجعت ہوگی اور تم بہت عالی عمر بسر ہوگے آپ خود کہا کرتے تھے کہ مین دعاے شیخ عبد القادر ہون آپ نے بہت سے مشائخ عراق مثل شیخ عبدالرحمن طفسونجی اور شیخ بقا بن بطو اور شیخ ابی سعد قیلوی اور شیخ احمد بقلی بانی اور شیخ مطر باذرانی اور شیخ ابی الکرم سمرو غیر ہم سے ملاقات کی آپکے پیر شیخ علی ابن ہیتی آپ کی بہت تعظیم کرتے اور آپ کی بات پر بہت اعتنا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ابن ادریس جلسا

لہ منسوب بیعقوبا شیخ ۱۲ موحدہ یعقوبا ایک گانون ہو بغداد مین ۱۲ منتہی الارب ۲ه صفیح بمعنے آسمان و روی ہر چیز عریض ۱۲

حضرت قدس سرہ سے ہے ریاست تصوف آپ کے وقت مین آپ ہی پر منتہی ہوئی اور بہت
اکابر آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوے جیسے شیخ خلیفہ بن خلف یعقوبی اور شیخ ابی الشکر ماجد بن
حمیدی روحانی اور شیخ محمد معتوق بن رضوان نہرملکی اور شیخ ابی عبداللہ محمد بن علی رصافی مشہور
بہ سبتی اور شیخ ابی زکریا یحیی بن یوسف بن یحیی انصاری صرصری اور شیخ کمال الدین ابی الحسن
علی بن محمد بن وضاح سہرآبادی اور شیخ ابی محمد حسن بن احمد بغدادی معروف بہ مقصورہ اور علاوہ
اُن کے بہت سے صاحبان احوال آپ سے انتساب رکھتے تھے اور ایک جم غفیر علما و صلحا آپ کی
شاگرد تھی آپ کے پاس یعقوبا مین بہت سے فقہا و فقرا جمع ہوتے اور آپ کے ارشادات
اور صحبت سے نفع اُٹھاتے تھے غرضکہ آپنے بہت شہرت پائی اور اطراف سے لوگ آپ کی
زیارت کو آتے تھے اور دروازہ پر اُن کا مجمع رہتا تھا اور ہفتہ ہفتہ بھر اُسی دروازہ پر ٹھہرے
رہتے تھے اور زائرین کی گنتی سات ہزار تک پہونچتی جب شیخ عمر بزاز کی وفات ہوئی تو اکثر
مشائخ عراق نے آپ کی طرف رجوع کی جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ ابی طاہر
خلیل بن احمد صرصری اور شیخ ابی البدر بن خلیل معروف بالسمین اور شیخ ابی البدر بن سعید اور شیخ
ابی محمد عبد اللطیف بغدادی معروف بہ بطیرز اور شیخ ابی العباس احمد بن الشریف بغدادی اور
شیخ ابی الحسن بغدادی معروف بخفاف اور شیخ ابی عمر عثمان بن سلیمان معروف بقصر اور شیخ ابی الحسن
علی بن سلیمان معروف بخباز اور شیخ ابی البدر بن یوسف معروف بہ تماسکی وغیرہم آپ بغداد مین جب
حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کو آتے تو مدرسہ باب الازج مین قاضی القضاۃ
ابی صالح نصر کے یہان اُترتے تھے اور وہین علما و مشائخ و عوام بغداد حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے
نقل ایک مرتبہ اُنھون نے بغداد کے مدرسہ مین ایک حدیث سنی جسمین حضرت شیخ عبدالقادر
رضی اللہ عنہ سے روایت تھی تو اُس مجمع مین وہ لوگ جنھون نے اُن سے وہ حدیث سُنی
دو ہزار آدمی سے زاید تھے اور اُس حدیث کے قاری شیخ محی الدین ابو عبداللہ محمد بن علی
بن محمد معروف بتوحیدی خواہرزادہ قاضی القضاۃ ابی صالح نصر تھے نقل خلفاے وقت پر جب کوئی
مصیبت پڑتی تھی تو وہ آپ ہی سے التجا کرتے تھے باینہمہ آپ بہت مؤدب اور متواضع تھے
کسی کو ممکن نہ تھا کہ آپ کے ہاتھون کو بوسہ دیتا یا آپ کو یا سیّدی کہکر پکارتا کیونکہ آپ اسکو
ناپسند فرماتے تھے بالجملہ آپ اشرف الاخلاق و اکرم الشیم وعاقل و کم سخن و دائم المراقبہ شدید الحیا
ظاہر الوضاءۃ عظیم الہیبتہ پابند طریقہ سلف تھے دسترخوان آپ کا بہت وسیع ہوتا تھا سواے رمضان

شریف کے زمانہ کے اور کوئی زمانہ ایسا نہین ہوتا تھا کہ وہ بچھایا نہ رہتا ہو مجالس مین کبھی سب سے اونچے نہین بیٹھتے تھے اور نہ کوئی شخص بلا اجازت آپ کے پیچھے چلتا تھا اور جو پہلے آپ کو نہین دیکھ لیتا تھا وہ پہچانتا بھی نہ تھا اہل سواد کا لباس پہنتے تھے آخر عمر مین پیردن مین درد پیدا ہو گیا تھا اور چلنے سے معذور ہو گئے تھے تب سے مکان ہی پر زیادہ بیٹھے رہتے تھے سوائے اوقات نماز کے نہین اُٹھتے نہ آپ کی خدمت مین بلا اجازت کوئی جاتا تھا حقائق مین آپ کا کلام بہت نفیس ہوتا تھا فرماتے تھے کہ کرم یہ ہے کہ دنیا کو اُسکے حاجتمندون کے لیے چھوڑ دے اور خود اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے کہ اسی کی حاجت زیادہ ہے اور تصوف سارا ادب ہے اور ہر وقت ہر مقام کا بھی ادب ہوتا ہے جس نے آداب اوقات کو لازم کر لیا وہ مردون کے مقام پر پہونچا اور جو اس سے دور رہا وہ دور رہا چاہے وہ مقرب ہونے کا گمان کرتا ہو اور مردود ہوا چاہے وہ مقبولیت کا گمان کرتا ہو اور حسن ادب ظاہر عنوان ادب باطن ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب آدمی کے دل مین عاجزی ہوگی تو جوارح مین بھی ہوگی اور سخی وہ نہین کہا جائیگا جو اپنے دیے کا ذکر زبان پر لائے یا اُس کے خیال مین آئے اور جو شخص اپنے احوال و افعال کو ہر وقت کتاب و سنت کے موافق نہ رکھے اور اجتہاد نہ کرے وہ مردون کے گروہ مین شمار نہین کیا جائیگا اور جو شخص اپنے آپ کو مداومت اوقات سے مشقت مین نہ ڈالے اور نفس کے سب حالون مین مخالفت نہ کرے اور نہ نفس کو اُس کے ناپسند امور کی طرف ہر روز لیجائے تو وہ شخص مغرور ہے اور جو نفس کے کسی فعل کو اچھا سمجھے تو سمجھ لو کہ اُسکے نفس نے اُسکو مار لیا اور ولی وہ ہے جو کرامات سے موید ہے مگر خود اُن سے غائب ہو یعنی اُن کو کوئی چیز نہ سمجھتا ہو اور نہ اُن مین پھنسا ہو اور فرماتے تھے کہ عقل نافع وہ ہے جو اللہ کی نعمتون کو پہچنوائے اور اُن کے شکرون پر معین ہو اور خلاف خواہشات کے کرنے مین مستعد رکھے اور نافع ترین اخلاص یہ ہے جو ریا اور بناوٹ کو دور کر دے اور نافع ترین اعمال وہ ہے جو اعمال کی آفتون سے بچائے رکھے اور وہ اعمال مقبولہ ہون اور نافع ترین فقر وہ ہے کہ انسان اُس کا متحمل ہو اور اسپر راضی ہو اور نافع ترین تواضع وہ ہے جو غرور کو دور کرے اور غصہ کو بجھائے اور نافع ترین معاملات اصلاح خواطر قلوب ہے اور نافع ترین خوف وہ ہے جو گناہون سے روک دے اور غم کو دور کر دے اور تفکر کو لازم کر دے اور راس الادب یہ ہے کہ انسان اپنی قدر جانے اور جو شخص اپنے عمدہ اعمال کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے نڈر ہو جائے

وہ ہالک ہے اور انسان کو کوئی مصیبت اس سے بڑھکر نہین کہ اس کا دل سخت ہو اور جسکو دنیا
زیادہ پسند ہوگی اسکو فلاح نہوگی اور جس نے دنیا کی حرص چھوڑی اُس نے غم سے راحت
پائی اور جس نے اپنی زبان بچائی وہ معذرت سے بچا اور جو دنیا کی مصیبتون سے بیقرار ہوا تو وہ
مصیبت اُس کے دین مین پیش آئے گی نعوذ باللہ منہا اور خلق کو جب کوئی خواہش عارض
ہوتی ہے تو وہ مرید یعنی مبتدی کو بٹھا دیتی ہے اور عاقل کو فریفتہ کر دیتی ہے پس عاقل اُس
بیماری کو پہچانتا ہے اور نہ مرید اسکی دوا تلاش کرتا ہے اور جو اللہ کی طرف متوجہ ہوگیا تو وہ
بچ گیا اور جس نے اپنے نفس کی طرف رجوع کی وہ محجوب ہوگیا اور صحت ورع علامات خوف سے
ہے اور عاقل وہی ہے جو ایقان مین ہو اور جو ایقان مین ہوگا وہ خوف مین ہوگا اور جو خوف
مین ہوگا وہی صبر مین ہوگا اور جو صابر ہوگا وہ متورع ہے اور جو متورع ہے وہی شبہات سے محفوظ ہوگا اور اسمین
حرص اور رغبت نہوگی اور جسکی عقل نحیف ہوگی اس کا یقین ضعیف ہوگا اور جسکا یقین ضعیف ہوگا اس سے
خوف مفقود ہوگا اور جس سے خوف مفقود ہوگا وہ غافل ہوگا اور جو غافل ہوگا اُس کا قلب سخت ہوگا
اور جسکا قلب سخت ہوگا اسکو کوئی نصیحت اثر نہ کریگی اور دنیا کی محبت اُسپر غالب ہوگی اور اُسکے اعمال کثیر ہون گے
بغیر اللہ کے خوف کے اور محروم وہ ہے جو سوال سے محروم ہو اور سوال مفتاح اجابت ہے اور عالم کو
وعظ نہین کہنا چاہیئے مگر اسوقت کہ جب لوگون کو دیکھے کہ بدعت مین ہلاک ہوئے جاتے ہین اور
اُسے اُمید ہو کہ اللہ بہ برکت اُسکی نیت صالح کے اُن کو اس ہلاکت سے نجات دیدے گا اور
چار چیزین ابدال کے اخلاق سے ہین پوری پرہیز گاری اور درست ارادہ اور قلب کا صاف
ہونا خلق سے اور خاص وعام سے نصیحت کرنا اور چار خصلتین وہ ہین جن سے اللہ تعالی انسان کو
بلند کرتا ہے علم وادب ودین وامانت اور بڑی طاقتوری یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر غالب
ہو اور جو اپنے نفس کے ادب سے عاجز ہو وہ غیر کے ادب سے بھی عاجز ہوگا اور جو اپنے بڑے
کی اطاعت کرے گا تو اُس کا چھوٹا بھی اُس کا مطیع ہوگا اور جو اللہ سے ڈریگا اُس سے ہر چیز ڈریگی
اور فرماتے تھے کہ ورع سے مراد علم کی حد پر ٹھہرنا ہے تو ورع ظاہر یہ ہے کہ بلا اللہ کی اجازت کے
متحرک نہو اور ورع باطن یہ ہے کہ اُسکے دل مین کوئی چیز سوا خدا کے نہو اور زہد ہوت سخا ہی ملک مین اور جب ہوت سخا ہے
روح مین اور جسمین ورع نہین اُس مین زہد نہین اور جسمین زہد نہین اسکو حب نہین اور زاہد کی
تین علامتین ہین عمل بلا علاقہ اور قول بلا طمع اور عزت بلا ریاست **نقل** شیخ ابو الحسن علی بن سلیمان
خبازا اور شیخ کمال الدین علی بن محمد بن وضاح بغدادی کہتے تھے کہ ہم نے آپ کو کہتے سُنا کہ

مین نے اپنے نفس کو خواہش سے دس برس روکا پھر سر کو قلب سے دس برس تک محفوظ رکھا
تب منازلہ وارد ہوا اُسوقت مین نے کل کو محفوظ کر لیا فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ[1]
نقل شیخ ابو الفضائل صالح بن یعقوب بن حمدون تیمی یعقوبی کہتے تھے کہ مجھسے میرے والد نے
بیان کیا کہ میرا لڑکا اسمٰعیل لڑکپن مین لنجہ تھا پانچ برس تک وہ ایسا ہی رہا ایک بار مین اُسکو اپنے
کندھے پر لاد کر آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور دعاے صحت کی استدعا کی آپنے انکار کی
مین اُسکو اسی جگہ چھوڑ کر ہٹ گیا آپ کے ہاتھ مین ایک نارنج تھا وہ آپ نے اُسکی طرف پھینکدیا
وہ اُسکے زانو پر جا کر لگا وہ اُٹھکر اُس نارنج کو لیکر خانقاہ مین آیا اور اور لوگون کے ساتھ نعرہ
لا اله الا الله بلند کر کے صحیح و تندرست میرے ساتھ چلا آیا **نقل** شیخ ابو المعالی عبد الرحیم بن مظفر
بن مہذب قرشی کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے سُنا کہ جو آپ کے اصحاب سے تھے کہ
ایک بار ایک عامل نے مجھپر ظلم کیا مین نے اُسکی شکایت آپ سے کرنا چاہی چنانچہ اسی ارادہ
سے آپکے پاس یعقوبا مین تین رات رہا مگر کچھ مارے ہیبت کے نہین کہہ سکا چوتھی رات کو
وہین مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ایک باغ مین پڑھی اُسوقت آپ کے اور اصحاب
بھی آپ کے ساتھ تھے مین نے ایک کے ہاتھ مین تیر و کمان دیکھا آپنے اُن سے تیر و کمان
مانگی اُنھون نے دیدی آپنے تیر کمان مین رکھکر فرمایا کہ پھینکون مین نے کہا اختیار ہے آپ نے
کمان ہاتھ سے رکھدی پھر دوبارہ لیکر پوچھا مین نے وہی کہا آپ نے پھر کمان رکھدی تیسری
مرتبہ پھر یہی کیا پھر آپ نے تیر پھینکا تو وہ ایک درخت پر جو وہان سے
چار گز کے فاصلہ پر تھا پہونچا فرمایا کہ مین نے پھینک دیا اور وہ عامل کے گلے
پر جا لگا اور وہ مر گیا بعد اُسکے آپنے تکبیر کہی اور اور لوگون نے بھی تیر کمان والے نے اُٹھکر اپنا
تیر و کمان لے لیا صبح کو خبر آئی کہ وہ عامل اپنے گھر مین بعد مغرب کے بچھونے پر لیٹا تھا چھت سے
ایک تیر آکر گلے مین لگا اور اُس سے وہ ہلاک ہو گیا **نقل** شیخ ابو الحسن علی بن ازدمر کہتے تھے کہ مین نے
شیخ ابو زکریا یحیی بن یوسف صرصری سے سنا کہ یعقوبا مین ایک باغ تھا اُس کا پانی کھاری ہو گیا تھا
اسوجہ سے نہ اُسکے درخت پھلتے تھے اور نہ زمین مین کچھ پیدا ہوتا تھا آپ کے اصحاب نے
آکر آپ سے عرض کیا کہ آپ دعا کرین اُس مین برکت ہو آپ نے وہان جا کر وضو کیا اور دو رکعتین پڑھکر
دعاے برکت کی وہ درخت سب پھلے اور جو اُس مین بویا گیا وہ نکلا اور نہایت برکت ہوئی

[1] پس اللہ بہتر نگہبانون کا ہے اور زیادہ رحم کرنے والا رحم کرنے والون کا ١٢ منہ

آپ کی کنیت ابومحمد تھی اور بعضے کہتے ہین ابوالحسن اور ررو حا، ایک گاؤن کا نام ہے یعقوبا کے قریب اور ادریسی نسبت ہے ادریس کی طرف جو آپکے جد تھے آپ کی وفات سلخ ماہ ذی القعدہ سنہ چھ سو انیس مین یعقوبا مین ہوئی اور دوسرے روز اپنی خانقاہ مین دفن ہوے آپکو اجازت وخلافت علاوہ اپنے پیر طریقت شیخ علی بن ہیتی کے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے بھی حاصل تھی رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ ابو عمر صریفینی رضی اللہ عنہ

اُنکا اصلی نام عثمان تھا یہ بھی بڑے صاحب تجرید وتفرید یگانۂ روزگار وعلماء کاملین سے تھے اور اعاظم خلفاء حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے علامہ امام یافعی اپنی کتاب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب السید الشیخ عبد القادر وجماعۃ ممن عظمہ من الشیوخ الاکابر کی حکایت ہشتاد و ششم مین نقل کرتے ہین کہ یہ کہتے تھے کہ شروع زمانہ مین مین ایک رات صریفین مین تھا آسمان کی جانب مُنھ کیے ہوے لیٹا ہوا تھا مین نے دیکھا کہ ہوا مین پانچ کبوتر اڑ رہے ہین ایک کہتا تھا سبحان من عندہ خزائن کل شئی وما ینزلہ الا بقدر معلوم[1] اور دوسرا کہتا تھا سبحان من اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدی[2] اور تیسرا کہتا تھا سبحان من بعث الانبیاء حجۃ علی خلقہ وفضل علیھم محمدا صلی اللہ علیہ وسلم[3] اور چوتھا کہتا تھا کل ما فی الدنیا باطل الا ما کان للہ ولرسولہ[4] اور پانچوان کہتا تھا یا اھل الغفلۃ عن مولاکم قوموا الی ربکم رب کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنب العظیم[5] جیسے مین نے اُن کو دیکھا اور اُن کی آوازین سنین مین بیخود ہو گیا جب اُس حالت سے افاقہ ہوا تو دنیا ومافیہا کی محبت نے اپنے دل کو بالکل سرد پایا صبح کو مین نے اللہ تعالی سے عہد کیا کہ اب مین اپنے آپ کو کسی ایسے بزرگ کے سپرد کردونگا جو مجھکو اللہ کی راہ بتائے اسی حالت مین مین وہان سے چل کھڑا ہوا اور یہ نہین سمجھتا تھا کہ مین کہان جا رہا ہون اتنے مین سر راہ مجھکو ایک بزرگ

[1] پاک ہے وہ ذات کہ جسکے پاس ہر چیز کے خزانے ہین اور وہ اُن کو نہین نازل کرتا ہے مگر ایک مقدار معلوم مین ۱۲ منہ [2] پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اپنی خلق کو ہر چیز عطا کی پھر ہدایت فرمائی ۱۲ منہ [3] پاک ہے وہ ذات کہ جس نے نبیون کو خلق پر حجت کرکے بھیجا اور اُن مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت دی ۱۲ منہ [4] جو کچھ دنیا مین ہے وہ باطل ہے بجز اس کے کہ جو اللہ اور رسول کے لیے ہو ۱۲ منہ [5] اے اپنے مالک سے غافل لوگو اٹھو اپنے پروردگار کی طرف جو بخشش والا پروردگار ہے پورا ثواب دیتا ہے اور بڑے گناہ کو بخشتا ہے ۱۲ منہ

باہیبت و وقار ملے اُنھون نے میرا نام لیکر سلام کیا مین نے اس کا جواب دیا پھر قسم دیکر اُن سے پوچھا کہ آپ کون ہین اور آپنے میرا نام کیسے جانا کیونکہ مین نے آپکو اس سے پہلے کبھی نہین دیکھا وہ بولے کہ میرا نام خضر ہے مین اسوقت حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر تھا آپنے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوالعباس کل ایک شخص صریفین مین خداوند عالم کا مقبول ہوا ہے اور اُس سے مرحبا باش عبدی کہکر خطاب ہوا ہے اُس نے خداوند عالم سے عہد کیا ہے کہ مین اپنے آپ کو اب ایسے شخص کو سپرد کردونگا کہ جو مجھکو خدا تک پہونچادے لہذا تم جاؤ اور اُسکو میرے پاس لے آؤ چنانچہ مین تم کو لینے آیا ہون مین یہ سنکر بوجہ شدت مسرت کے بیہوش ہوگیا جب ہوش مین آیا تو دیکھا کہ بغداد مین موجود ہون نہایت خوش خوش حضرت کے حضور مین حاضر ہوا آپنے مجھے دیکھکر فرمایا کہ مرحبا اے مجذوب خدا اے ابو عمر تجھکو عنقریب خداوند عالم ایک مرید دیگا جسکا نام عبدالغنی بن نقطہ ہوگا اور وہ بہت بلند مرتبہ شخص ہوگا اور بہت سے اولیاء اللہ اُسکی مریدی کی درجہ سے باہم فخر کرینگے اسکے بعد آپنے اپنی کلاہ شریفہ سر سے اُتار کر میری سر پر رکھدی اُس سے ایک کیفیت فرحت کی میرے دماغ مین ایسی ہوگئی کہ جس سے عالم ملکوت مجھپر کھل گیا اور مین نے سنا کہ تمام عالم اور جو کچھ اُسمین ہے وہ سب خداوند عالم کی تسبیح مختلف زبانون مین کرتے ہین اس امر کے واقع ہونے سے قریب تھا کہ میری عقل جاتی رہے حضرت کے ہاتھ مین اُسوقت کچھ روئی تھی آپ نے مجھ پر وہ مار دی کہ جس سے میری عقل برقرار رہی زایل نہین ہوئی پھر کئی مہینہ تک مجھے آپنے خلوت مین رہنے کا حکم دیا یہانتک کہ میری تکمیل ہوگئی پھر تیس سال کے بعد عبدالغنی بن نقطہ میرے پاس آئے اور رہے مین نے اُن کو خرقہ خلافت دیا اور وہ میرے خلفا مین سے ہوے غرضکہ آپ اعیان عارفین واکابر محققین سے تھے بہت عالی مقام کثیر الکرامات حقائق و معارف خوب بیان کرتے تھے اور اسرار علوم بھی خوب جانتے تھے اور بڑے صاحب تصرف و تصریف تھے آپ کی وفات سنہ پانسو چھتر ہجری مین بقول صاحب خزینۃ الاصفیا ہوئی شیخ ابن القاید کی وفات سے ایک سال قبل رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت قضیب البان موصلی رضی اللہ عنہ

آپ اعیان اولیائے مشہورین صاحب کرامات ظاہرہ و حالات فاخرہ و اشارات نورانیہ و انفاس روحانیہ و ہمم علیہ و مقامات سنیہ سے تھے کشف اور علوم احکام طریقت مین آپ کا طور بہت عالی اور

انتہائی حالات مین تصرف بہت نافذ ہوتا تھا بمقامات تمکین اور اسرار قرب مین قدم راسخ تھا
آپ کا شمار بھی اُن لوگون مین تھا جنکو اللہ تعالیٰ نے متصرف فی الوجود کیا تھا اور قلوب مین اُنکی
قبولیت تامہ اور ہیبت وافرہ دی تھی ایک عالم آپ سے فیضیاب ہوا تمام مشائخ اور اولیاء اللہ
آپ کا ذکر کرتے اور آپ کی فضیلت پر متفق تھے حضرت غوثیت مآب اور شیخ عدی بن مسافر
رضی اللہ عنہما کی باہم جو خط و کتابت ہوتی تھی وہ آپ ہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی حالت استغراقی
اور ولہ آپ پر غالب رہتی تھی آپکے واقعات اور اولیاء و مشائخ کے ساتھ بہت مشہور ہین تصوف مین آپ کا
کلام عالی ہوتا تھا فرماتے تھے کہ ہدایات کی تصحیح یہ ہے کہ نفس کی موافقت کی وجہ سے رخصت کا جویا نہو
بلکہ سنت کا پابند رہے اور اسی کو اپنے امور کا فیصلہ کنندہ خیال کرے اور مشائخ کے احکام
کا بلا کسی اعتراض کے مطیع ہو اور اپنے امر کو حقیر سمجھے اور ہر امر کو بخلوص نیت کرے تاکہ جلد پاک و
صاف ہو جاے اور یہ سمجھ لے کہ انتہائی امور پر اطلاع اور وصول بغیر ابتدائی امور کے
درستی کے ٹھیک نہین ہوتی کیونکہ سلوک وہی شخص کر سکتا ہے جو راحت کو چھوڑدے اور
مشائخ کے احکام کا بغیر اعتراض کے مطیع ہو اور تحقیق سے مراد ہے اسرار کا انفاس کے ساتھ مع
حضور اور طلب علم کے بلا دینا یعنی نفس جن لطائف اور حقائق اور مواجید مین متوجہ ہوتا ہو اُن مین غور و
خوض کرتے رہنا کہ یہ واقعی ہین یا نہین اور ایسا ہی شخص وہ ہوتا ہے جسکی سانسین اگر نکلتی ہین تو
اللہ کے لیے اور پلٹتی ہین تو اللہ مین تو جب اللہ کے لیے نکلین گی تو روح مین روشنی
آئے گی اور جب اللہ کی طرف راجع ہون گی تو سر مین روشنی آئے گی اور وہ شخص دو نورون سے
متصف ہوگا ایک روح کے نور سے دوسرے سر کے نور سے پس نور روح سے ظاہر کھلے گا اور نور
سر سے باطن اور ایسے ہی لوگ وہ ہین جنکو اللہ نے زمین مین اوتاد قرار دیا ہے **نقل** شیخ
ابو القاسم محمد بن عباد بن محمد انصاری حنبلی کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو الحسن علی قرشی دمشق مین
بیان کرتے تھے کہ مین ایک بار موصل مین آپ کے گھر گیا دیکھا کہ بطور خرق عادت آپ کا جسم اس قدر
بڑھا کہ اُس سے سارا گھر بھر گیا ہے مین ہیبت سے باہر نکل آیا پھر اندر گیا دیکھا کہ آپ گھر کے ایک
گوشہ مین بیٹھے ہوے ہین اور اسقدر چھوٹے جیسے چڑیا مین پھر باہر چلا آیا اور پھر گیا اُسوقت دیکھا
کہ آپ اچھے خاصے جیسا آدمی ہوتا ہے ویسے ہین مین نے پوچھا کہ یا حضرت یہ پہلی حالت کیا تھی اور
دوسری کیا آپ نے فرمایا کہ تم نے دونون حالتون کو دیکھ لیا مین نے کہا ہان فرمایا کہ اب تمھارا
اندر جانا ضرور ہی ہے پہلی حالت یہ تھی کہ حق کا ظہور مجھ مین جمال کے ساتھ تھا اور دوسری حالت

بن اُسکے پاس جلال کے ساتھ تھا اُسی کے بعد شیخ قرشی کی بینائی اُن کی وفات کے بعد چند دنون پہلے جاتی رہی نقل شیخ ابو عبداللہ محمد بن منظور کتانی کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو عبداللہ ماردینی نے قاہرہ مین بیان کیا کہ مین شیخ کمال الدین بن یونس شارح تنبیہ کے پاس مدرسہ موصل مین تھا لوگون نے کچھ آپ کا ذکر کیا پھر غیبت کرنے لگے اور ابن یونس بھی اُن کے موافق ہو گئے سب لوگ اسی بحث و تکرار مین تھے کہ آپ خود بہ نفس نفیس آ گئے وہ سب کے سب دیکھکر بہوت ہو گئے آپنے فرمایا اے ابن یونس کیا تم کو خداوندی امور کا بھی علم ہے اُنھون نے کہا نہین آپ نے کہا اگر تم اُس علم کو جانتے ہوتے کہ جو مین جانتا ہون تو مین تم سے کچھ کہتا بھی ابن یونس چپ ہو گئے اور کچھ جواب نہین دے سکے کیونکہ وہ اس کا کچھ مطلب ہی نہین سمجھے مین نے اپنے دل مین کہا کہ اب ضروری ہے کہ مین ایک رات آپ کے ساتھ رہ کر دیکھون کہ آپ کیا کرتے ہین اُسی وقت سے مین آپ کے ساتھ ہو لیا جب عشا کا وقت آیا تو ایک کپڑا پھاڑا اور اُسکے سات ٹکڑے لیکر دروازہ پر آئے اور اُن کو پھینکدیا اتنے مین ایک بڑھیا نے آ کر کہا اے قضیب البان تم نے دیر کی ان ٹکڑون کو مجھے دیدو آپنے دیدیے وہ واپس چلی گئی پھر آپ دروازہ موصل پر آئے وہ بند تھا کھل گیا آپ وہان سے نکلے مین بھی آپکے ساتھ ہو لیا تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک نہر پر پہونچے جسکے پاس ایک درخت تھا آپ کپڑے اُتار کر اُسمین نہائے بعد اُس کے نماز مین مصروف ہو گئے اور صبح تک پڑھتے رہے مجھپر نیند نے غلبہ کیا مین سو گیا جب دھوپ پھیلی تو اُسکی گرمی سے جاگ گیا دیکھتا ہون کہ ایک جنگل مین ہون جسکے قرب و جوار مین کوئی آبادی نہین مجھے حیرت ہوئی کہ یہ کون جگہ ہے کیا کرون کہان جاؤن اتنے مین چند سوار آئے مین نے اُن کے پاس جا کر پوچھا کہ یہ کون مقام ہے مین موصل کا رہنے والا ہون وہان سے رات کو عشا کے وقت نکلا تھا اُنھون نے میرا کہنا یقین نہ مانا اور کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ موصل کہان ہے پھر اُن مین سے ایک شخص میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ اپنا حال بیان کر مین نے بیان کیا اُس نے کہا کہ اب وہی لے جا سکتا ہے جو یہان لایا تو تو بلاد مغرب مین ہے یہان سے موصل کا چھ مہینہ کا راستہ ہے اَب تو یہین رہ شاید وہ شخص جو تجھے لایا تھا پھر آئے یہ کہکر وہ سب چلے گئے جب رات ہوئی تو دیکھا کہ آپ آئے اور اُسی طرح کپڑے اُتار کر نہائے اور صبح تک نماز پڑھتے رہے جب فجر ہوئی تو وہ کپڑے اُتار کر اپنے پُرانے کپڑے پہنے اور چلے مین بھی ساتھ ہو لیا تھوڑا چلے ہون گے کہ ہم دونون موصل پہونچ گئے

سلہ نسوب کتان کی طرف ہے جو ایک گھانس ہوتی ہے جس سے کپڑا بنایا جاتا ہے ۱۲ منتہی الارب

بیان ہو چکر آپ نے میری طرف دیکھا اور میرے کان پکڑ لیے اور کہا کہ اب ایسا نہ کرنا اور
نہ کسی سے یہ راز کہنا اور مین جب موصل مین پہونچا تو اُسوقت لوگ صبح کی نماز پڑھتے تھے
نقل قاضی موصل کہتے تھے کہ مجھے آپ سے سخت بدظنی تھی باوجود آپ کی کثرت کرامات اور
مکاشفات سننے کے میرا قصد ہوا کہ مین بادشاہ سے کہون کہ ان کو موصل سے نکالدے مگر اس بات
کو سوا میرے اور خدا کے کوئی نہین جانتا تھا ایکدن مین موصل کی بعضی گلیون مین جارہا تھا دیکھا تو سامنے
سے آپ چلے آرہے ہین اور وہان اُسوقت سوا میرے اور آپ کے کوئی نہ تھا مین نے اپنے
دلمین کہا کہ اگر میرے ساتھ کوئی اور ہوتا تو مین اُس سے کہتا کہ ان کو روک لے آپ چند قدم چلے
تھے کہ کردی کی صورت پر ہو گئے پھر چند قدم چلے تو فقیہ کی صورت پر ہو گئے پھر مجھ سے مخاطب
ہو کر فرمایا کہ اے قاضی یہ تینون صورتین جو تم نے دیکھین ان مین قضیب البان کی کون صورت ہے
جس کے نکالنے کو تم بادشاہ سے کہو گے مین بیقرار ہو کر رونے لگا اور آپ کے ہاتھون پر
بوسہ دیکر معافی مانگنے لگا **فائدہ** کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت شیخ قضیب البان موصلی روح اللہ
روحہ کا ظہور مختلف صورتون مین اور پھر اپنی عنصری صورت مین یہ از قسم بروز ہے ملا عماد الدین
عثمانی شطاری شرح فصوص الحکم مین لکھتے ہین کہ جب عقلاً یہ امر محقق ہے کہ صورت حسی کا زوال
فنائے حقیقت کا سبب نہین ہے بلکہ حقیقت اور صورت مثالی عالم مثال مین ازلاً و ابداً باقی
اور قائم رہے تو پھر صورت شخصی حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر بموجب کلام مجید وَرَفَعْنَاهُ[1]
مَكَانًا عَلِيًّا کے باقی ہے اور حقیقت ادریسی اور صورت مثالی اُن کی بذریعہ اُس قوت اور قدرت
کے کہ جو اُن کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی مشیت ربانی اور ارادہ سبحانی کے موافق بروز
کے طور پر اس عالم مین ظاہر ہوئی اور مصالح الٰہی کے موافق اُس نے صورت الیاسی کے
ساتھ متعلق ہو کر اس عالم مین تصرف کیا اور بروز و تناسخ مین فرق بہت واضح ہے وہ یہ کہ تناسخ
کہتے ہین نقل کرنا روح کا ایک بدن سے دوسرے بدن کی طرف خواہ وہ اپنی ہی نوع کا ہو یا غیر نوع کا اعمال
و اخلاق کے موافق اور بروز کہتے ہین شیخ کامل مکمل کا ابدان مکتسب مین مختلف صورتون اور متعدد ہیکلون
سے ظاہر ہونا اور اُس کی چار قسمین ہین ایک بروز روح کا قبل تعلق بدن کے ہدایت اور ارشاد کے لیے
مثل ظہور روح امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دشت ارژنہ
مین حضرت سلمان فارسی کے شیر سے چھڑانے کے لیے ظہور وجود کے پہلے اور یونہی ظہور نور

[1] اور اٹھا لیا ہم نے اُسکو ایک اونچے مکان پر ۱۲ منہ

حقیقتہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نشاءت کاملین و مکملین مین یا وجود کا ظہور مجالی و مظاہر مین دوسری
روح کا بروز ناقصین اور طالبین کی تربیت و تکمیل کے لیے جسم عنصری چھوڑنے کے بعد باوجود روح
کے مقام ارواح مین باقی رہنے کے اور یہ بروز ویسا ہی ہے جیسے فیضان انوار شمس کا ظہور
ہر موجود پر ہے اُسکی استعداد سے اور بروز حضرت خاتم الرسل کا خاتم الاولیا کی صورت مین اور
اسی قسم سے یہ بھی ہے کہ خاتم الرسل کی روح نے موافق استعداد کے خاتم الولایتہ کی روح کی
تربیت فرمائی تیسرے کاملون کا بروز اپنی زندگی مین ابدان مکتسبہ مین جیسے حضرت مولانائے
رومی کا مجالس متعددہ مین ابدان مکتسبہ کے ساتھ ظہور کیونکہ جسم عنصری آپ کا اپنی جگہ پر رہا
یا ظہور حضرت قضیب البان رحمتہ اللہ علیہ کا چوتھے روح کا تصرف اور اُس کا بروز دوسرے
کی تربیت کے لیے بغرض جسم عنصری مین تصرف اسے اس طرح پر کہ روح اس جسم عنصری سے
جُدا نہو اور یہ بروز ویسا ہے جیسے آفتاب کا ظہور اور اشراق کل موجودات پر کیونکہ آفتاب اپنی
جگہ پر شارق و لامع رہتا ہے بالجملہ بروز کاملین اور مکملین کا خاصہ ہے اور اُن کی روحون کا تصرف
مجالی اور مظاہر مین اور تناسخ بقول حکماے ہند اور حکماے یونان روح کا ظہور ہے متعدد
صورتون اور شکلون مین موافق اعمال و اخلاق و اوصاف رزیلہ کے جیسے چور کا ظہور چوہے
کی صورت پر اور اسی طرح انتقال ایک جسم سے دوسرے جسم کی طرف تاکہ کاملین کے کمال پر پہنچکر
صورت کو کبھی پر تجلی ہو اور اسوقت آنے جانے سے چھٹکارا پا جائے بخلاف بروز کے
کہ وہ مخصوص ارباب کمال اور اصحاب حال ہی کے ساتھ ہے فافہم[۱] و احفظ فہذا التحقیق
انیق و توضیح رشیق و بالحفظ یلیق انتہی **نقل** شیخ ابو المفاخر عدی ابن شیخ
ابو البرکات صخر موصل مین بیان کرتے تھے کہ میرے والد کہتے تھے کہ آپ میرے حجرہ مین
مہینہ بھر رہے اور پورے مہینہ بھر مستغرق رہے نہ کھایا اور نہ پیا نہ لیٹے میرے چچا شیخ عدی
آپکے پاس جاتے تھے اور سر کے پاس کھڑے ہوکر فرماتے تھے هنیئا لک[۲] یا قضیب البان
کیا شہود الہی تم کو لے گیا اور وجود ربانی نے تمکو دبا دیا اور جو آتا تھا اُس سے کہتے تھے کہ اس
ولی کو سلام کرو یہ واقعی ولی ہے **نقل** اور وہی بیان کرتے تھے کہ ایک دن آپ نے
ہمارے ساتھ صبح کی نماز ایک امام کے پیچھے پڑھی ایک رکعت تو ساتھ پڑھی اور دوسری توڑکر ایک
گوشہ مین بیٹھ رہے مین نے کہا کہ آپنے نماز پوری کیون نہین پڑھی کہنے لگے ای ابو البرکات

[۱] اسکو سمجھو اور یاد رکھو کہ یہ تحقیق خوب ہے اور واضح اور یاد کرنیکے لائق ہے ۱۲ منہ [۲] خوشی ہو تم کو اے قضیب البان ۱۲

مین اپنے دشمن سے تھک گیا تھارے امام نے نماز یہان شروع کی اور نماز ہی مین شام گیا
پھر بغداد پھر کہ جب عقبہ مین پہونچا تو مین تھک گیا اور مین نے نماز ترک کر دی مین نے اس واقعہ
کو امام سے جاکر پوچھا اُس نے کہا بیشک وہ سچ کہتے ہین قسم اللہ کی میرا وسواس نماز مین یہی تھا
اور دوسری رکعت مین مجھے معلوم ہوتا تھا کہ مین عقبہ پر چڑھ رہا ہون اور شیخ ابو حفص عمر عدنی بیان
کرتے تھے کہ ایک بار ظہر کی اذان اُس زاویہ مین دی گئی جو لاش مین تھا آپ فوراً کود پڑے اور
چل کھڑے ہوے مین نے کہا کہ ہم کو اپنے ساتھ نہ رکھوگے آپ نے کہا ہان رکھین گے بشرطیکہ
ہمارا حال چھپا سکو مین نے کہا اچھا مین آپ کے ساتھ چلا تھوڑی دور چلکر ایک شہر مین پہونچے جسکو
مین نہین جانتا تھا کہ وہ کون شہر اور کس زمین مین ہے وہان کے لوگون نے آکر آپ کی بڑی
تکریم کی اور وہ سب نہایت باادب اور عقیل اور خاشع تھے آپ نے اُنکے ساتھ ظہر سے لیکر
صبح تک کی نمازین پڑھین جب روز روشن ہوا تو پھر وہان سے چلے نہ کچھ کھایا نہ پیا تھوڑی دور چلے تھے
کہ مجھے طرح طرح کے میوے اور حلوے کھلائے اور پانی پلایا جس سے زیادہ لذیذ میوے اور حلوے
مین نے آج تک کہین نہین کھائے اور نہ ویسا پانی پیا پھر اس شہر سے چلے تو آپ کے پاس کچھ بھی
نہ تھا تھوڑی دور چلے تھے کہ لاش مین آگئے مین نے کہا کہ یہ شہر کون ہے جسمین ہم گئے تھے
کہنے لگے کہ یہ شہر بحر ہند کے اوپر ہے یہان کے سب لوگ مسلمان ہین اُن کے ساتھ ہر روز اس
زمانہ کے اولیا مین سے ایک ولی نماز پڑھتا ہے اور سوا ولی کے اور کوئی یہان آنے نہین پاتا
اور اگر تم کو میرے ساتھ آنے کی اجازت نہوتی تو تم بھی نہین آسکتے تھے نقل شیخ ابو بکر بن ایوب
بن الحسین دنیسری کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو عبد اللہ یونس بیطار دنیسری بیان کرتے تھے کہ ابتدا
مین مین دنیسر مین جانورون کا علاج کیا کرتا تھا ایک روز ایک خچر کے مین نے نعل لگائی
اُس نے میرے سر پر ایسی ٹاپ ماری کہ مین بے ہوش ہوگیا لوگ سمجھے کہ مین مرگیا چنانچہ میری
ماں کو یہ خبر پہونچی وہ موصل مین تھین اُنھون نے آپ سے جاکر یہ حال کہا کہ میرے لڑکے کے
مرنے کی خبر آئی ہے آپنے کہا نہین وہ مرا نہین ہے بلکہ خچر نے اُسکے سر پر ٹاپ ماری ہے جس سے
وہ بیہوش ہوگیا ہے چنانچہ میری ماں نے واپس آکر آپ کا یہ ارشاد بیان کیا تو واقعی ویسا
ہی تھا جیسا کہ اُنھون نے کہا تھا نقل شیخ ابو حفص عمر بن مسعود البزاز بغداد مین کہتے تھے کہ
ایک بار ان کا ذکر حضرت غوث پاک کے حضور مین ہوا آپنے فرمایا وہ ولی مقرب صاحب حال ہین

[1] بفتح دال و فتح نون و سین ایک شہر کا نام ہے ماردین کے قریب ۱۲ منتہی الارب

اور اُن کا قدم اللہ کے نزدیک سچا ہے لوگون نے عرض کیا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان کو نماز پڑھتے نہین دیکھتے آپ نے فرمایا وہ نماز وہان پڑھتے ہین جہان تم نہین دیکھ سکتے اور کوئی رات و دن ایسا نہین ہوتا جس کے فرض وہ ادا نہ کرتے ہون اور مین اُنھین جب وہ موصل مین یا اور کہین نماز پڑھتے ہوتے ہین دیکھتا ہون اور وہ خاص کعبہ کے دروازہ پر سجدہ کرتے ہین آپ موصل مین رہے اور وہین قریب سنہ پانسو ستر کے انتقال فرمایا اور وہین دفن ہوے اور بلاد مغرب مین ایک شخص اور تھے جنکو بھی تضیب البان کہتے تھے وہ اُن کے بعد ہوے ہین نقل شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن خضر حسینی موصلی کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ مین نے آپ کو بہت مرتبہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی مجلس مین نہایت متواضع اور متصاغر دیکھا اور آپ کو کہتے ہوے پایا کہ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ اسوقت مین ولی محبین اور پیشواے سالکین اور امام صدیقین و حجت عارفین و صدر مقربین ہین ان کو بھی حضرت غوثیت مآب رضی عنہ سے اجازت و خلافت تھی رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ احمد بن مبارک بغدادی رضی اللہ عنہ

یہ بھی بزرگان دین و صلحاے متقین سے تھے اور بڑے صاحب خوارق و کرامات اور جامع علوم ظاہری و باطنی اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے خادم با اختصاص آپ کی بزرگی کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہمیشہ آنحضرت کی خدمت مین رہے اور سعادت خدمت سے مشرف ہوتے رہے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ جب وعظ کے واسطے منبر پر تشریف رکھتے تھے تو یہ اپنا مرقع اُس منبر پر بچھا دیتے تھے اور برابر وعظ سُنا کرتے تھے تو جو شخص کہ ایک عرصہ دراز تک وعظ سنتا رہا ہو اُسکے معلومات جسقدر وسیع ہون وہ کم ہین اور ورع و تقوی و توکل و رضا و تسلیم وغیرہ مین بھی یگانہ روزگار تھے ان کی وفات سنہ پانسو بہتر ہجری مین ہوئی مگر صاحب سفینۃ الاولیا ان کا سنہ وفات پانسو چھیتر لکھتے ہین اور علامہ امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان مین بھی یہی سنہ لکھتے ہین اور بحر ذخار مین بھی یہی ہے۔

ذکر حضرت شیخ صدقہ بن حسین بن حسن بن بختیار بغدادی رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو الفرج تھی اور ولادت سنہ چارسو ستانوے ہجری مین ہوئی یہ بڑے فقیہ ادیب شاعر

متکلم کاتب مورخ شخص تھے کلام اللہ سب روایات سے پڑھا اور حدیث شیخ ابی السعادات
متوکلی سے اور فقہ شیخ علی بن عقیل سے پڑھی بہتون نے ان سے حدیث پڑھی اور سنی ان کی
ایک کتاب ہے ضوء الساری الی معرفۃ الباری اور علاوہ اسکے تاریخ واصول مین بھی تصانیف
ہین یہ کتابت سے بسراوقات کرتے تھے کسی سے کچھ مانگتے نہ تھے ابن قطیعی کہتے تھے کہ ان سے
اور ابن جوزی سے سخت مخالفت تھی اور دونون ایک دوسرے کو سخت و سست کہا کرتے تھے
معلوم نہین یہ کیون تھا ابن جوزی کہتے تھے کہ مین نے ان کے متعلق چند خواب ایسے دیکھے کہ جو
اچھے نہ تھے اور اُن مین ان کو مین نے بالکل برہنہ دیکھا اور انھون نے خود یہ کہا کہ یہ مقید ہین
اور بہت دشواریون مین ہین اور ان کی مغفرت نہین ہوئی نعوذ باللہ من ذلک مگر ابن النجار علی
فاخر سے راوی ہین کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے ان کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالی نے
تمھارے ساتھ کیا کیا تو انھون نے کہا کہ میری مغفرت بعد تھوڑی شدت کے کردی پھر مین نے
ان سے علم اصول کے بارہ مین پوچھا تو انھون نے کہا کہ اس مین مشغول نہو کیونکہ مجھکو اپنے لیے
کوئی چیز مضر تر اس سے نہین معلوم ہوئی اور مجھکو تو پانچ چھوہارون نے کہ جو خشک تھے یا تر
اس مین راوی کو شک ہے کہ قسبات کی لفظ کہی یا تمراۃ کی نفع دے گئے اور وہ مین نے چند
بیوہ عورتون کو دیے تھے ابن رجب کہتے تھے کہ یہ خواب صحیح ہے اور چونکہ علم کلام مین زیادہ
مصروف رہتے تھے اسوجہ سے ممکن ہے کہ اُن کو ایسے مصائب پیش آئے ہون کیونکہ متکلمین اور اہل فلسفہ
کے شبہات کی وجہ سے اکثر اُن کو شکوک اور حیرت عارض ہوجایا کرتے تھے جنکو اُنھون نے اپنے
بعض اشعار مین ذکر کیا ہے سفینۃ الاولیا مین ہے کہ یہ بکثرت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ
کی خدمت مین حاضر رہتے تھے اور استفادہ کرتے رہتے ایکبار یہ مجلس شریفہ مین حاضر ہوے
اُسیوقت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ معمولاً منبر پر تشریف لے گئے مگر کچھ نہین فرمایا اور
نہ قاری سے کسی آیت کے پڑھنے کا حکم دیا کہ یکایک حاضرین پر ایک وجد اور شورش کی حالت
پیدا ہوگئی انھون نے اپنے دل مین کہا کہ حضرت نے تو کچھ فرمایا نہین اور نہ قاری نے کوئی
آیت پڑھی یہ حالت کس بات سے پیدا ہوگئی اتنے مین حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے
ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے شخص میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہان تک ایک پیر سے آیا ہے
اور میرے ہاتھ پر توبہ کی یہ سب لوگ آج اُسی کی مہمانی مین ہین انھون نے اپنے دل مین کہا کہ جو
شخص بیت المقدس سے اسطرح بغداد آئے اُسکو توبہ کی کیا ضرورت اور شیخ کی کیا حاجت

حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے پھر ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسکو توبہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ پھر ہوا مین نہ اُڑے اور مین اُسکو خدا کی محبت کا راستہ بتا دون

نقل ایک روز ان پر جذب وسکر کی حالت طاری ہوئی اور اُسی حالت مین انکی زبان سے کوئی کلمہ خلاف شرع نکل گیا تمام علما ان کے مخالف ہو گئے اور اس معاملہ کو خلیفہ بغداد کے حضور مین لے گئے اُس نے ان کو بلا بھیجا اور تمام علما کی اتفاق راے سے حکم دیا کہ ان کے کوڑے لگانا چاہیئے چنانچہ جب اس امر کا ارادہ ہوا تو ان کے بدن پر کوڑے اتروا ے لگے اُسوقت ان کا خادم وہان موجود تھا وہ اس حالت کو دیکھکر چیخنے اور چلانے لگا اور کئی بار اُس کی زبان سے اَشتجاہ کا لفظ نکلا انھون نے اُسیوقت آسمان کی طرف مُنھ کرکے کچھ زبان سے کہا کوڑے لگانے والیکا ہاتھ خشک ہو گیا اس کرامت سے خلیفہ وقت اور تمام حاضرین وامرا دربار پر ایک ایسی ہیبت طاری ہو گئی کہ پھر ان کے کوڑے نہین لگائے گئے یہ وہان سے چھوٹ کر حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے حضور مین حاضر ہوے آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ جسوقت تمھارے خادم نے شور مچانا شروع کیا تو اسکی آواز میرے کان مین پہونچی اور مین تمھاری مدد پر آمادہ ہو گیا ان کی وفات سنہ پانسو تہتر ہجری مین ہوئی اور مزار شریف بغداد مین ہے

ذکر حضرت شیخ محمد الاوانی مشہور بہ ابن القائد رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام محمد تھا مگر ابن القاید کے نام سے مشہور تھے ان کا شمار بھی کبار مشائخ مین تھا اور بہت بڑے عالم وعارف صاحب کرامات وحالات ومقامات تھے اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے اصحاب وخلفاے خاص سے شیخ اکبر محی الدین ابن العربی فتوحات مکیہ مین لکھتے ہین کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ ان کو معربد الحضرت کہا کرتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ گروہ مفردین سے ہین مفردین وہ لوگ ہین کہ جو قطب کے دایرہ سے خارج ہین حضرت خضر علیہ السلام بھی اُنھین مین سے ہین اور حضرت سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل بعثت اسی گروہ مین تھے یہ خود کہا کرتے تھے کہ سب چیزون کو ترک کرنے مین خدا کی طرف متوجہ ہوا وہان مین نے اپنے روبرو ایک پیر کا نشان دیکھا تو مجھکو غیرت معلوم ہوئی مین نے پوچھا کہ یہ کس کے پیر کا نشان ہے اور یہ مین جانتا تھا کہ مجھپر کوئی شخص سابقیت نہین رکھتا تب جواب ملا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف کا نشان ہے تب مجھے تسکین ہوئی

ان کی وفات سنہ پانسو چہتر ہجری مین بقول صاحب خزینۃ الاصفیا ہوئی اوانی بضم الف و فتح واو
و سکون الف دوم و فتح نون مع الف مقصورہ بروزن سکاری ایک گاؤن کا نام ہے اطراف
بغداد مین نیز نواحی موصل مین کذا فی منتہی الارب :

ذکر حضرت شیخ ابوالسعود بن الشبل بغدادی رضی اللہ عنہ

بہجۃ الاسرار مین ان کی کنیت ابوالسعود اور نام احمد بن ابی بکر حریمی عطار لکھا ہے اور یہ بھی کہ
اپنے وقت مین سراج الاولیا تھے انھون نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی صحبت اُٹھائی
اور آپ سے حدیث بھی سنی اور یہ ایسا مشہور ہے کہ جسکے بیان کی ضرورت نہین اور سفینۃ الاولیا
مین شیخ ابوالسعود بن الشبل ہے اور خزینۃ الاصفیا مین شیخ ابوالسعود بن شبلی لکھا ہے یہ بہت
بڑے بزرگ مقتدائے زمانہ تھے صاحب کرامات عالی و مقامات متعالی فصوص الحکم مین حضرت
شیخ اکبر فرماتے ہین کہ ایک روز انھون نے اپنے مریدین سے کہا کہ پندرہ برس سے خداوند عالم
نے مجھے تصرف کی قوت عالم مین عطا کی ہے مگر مین نے تصرف نہین کیا ابن قاید نے ایک روز
ان سے پوچھا کہ تم تصرف کیون نہین کرتے تو انھون نے جواب دیا کہ مین نے اُسکو خدائے تعالیٰ کیلیے
چھوڑ دیا ہے وہ جسطرح چاہے کرے فتوحات مکیہ مین ہے کہ ایک روز یہ دجلہ کے کنارہ ہوکر گذرے
تو ان کے دل مین خطرہ آیا کہ کیا خدا کے بندہ ایسے بھی ہوتے ہین کہ جو پانی مین اُسکی پرستش کرتے
ہمون یہ خطرہ پورا نہین ہوا تھا کہ دریا کا پانی پھٹا اور اُس سے ایک شخص نے سر نکالکر کہا کہ اے
ابوالسعود ہان خدا کے بندہ ایسے بھی ہین جو پانی مین اُسکی عبادت کرتے ہین چنانچہ مین بھی اُنہین
سے ہون اور مین تکریت کا رہنے والا ہون جو دجلہ کے کنارہ پر واقع ہے اللہ تعالےٰ نے
مجھکو حکم دیا کہ مین شہر سے نکل کر پانی مین رہون اور وہین عبادت کرون کیونکہ تکریت مین پندرہ
روز کے بعد ایک بہت بڑا حادثہ ہونے والا ہے خداوند عالم نے مجھکو اُس سے محفوظ رکھنے کے
سبب سے یہ حکم دیا یہ کہکر وہ پانی مین واپس چلا گیا پندرہ روز کے بعد ایک ایسا سخت حادثہ وہان
ہوا کہ تمام لوگ وہان کے بھاگ کر جا بجا منتشر ہوگئے مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی نفحات الانس
مین لکھتے ہین کہ شیخ رکن الدین علاءالدولہ کہتے تھے کہ مین ایکبار حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ کے
مقبرہ کی طرف گیا ایک بزرگ کے مزار پر جو بعض لوگون کے نزدیک اُن کا مزار تھا مگر میرے نزدیک
وہ مزار ان کا نہ تھا راستہ مین ایک گنبد خراب حالت مین تھا جسکے متعلق مین نے نہین سنا تھا کہ وہان

بھی کوئی مزار ہے جب اُسکے قریب ہو کر نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ کوئی شخص مجھ سے کہتا ہے کہ کہان جاتے ہو یہان آؤ اور ہماری بھی زیارت کرلو مین پلٹا اور اُس گنبد مین آیا تو مجھے بہت فرحت ہوئی مین نے دیکھا کہ ایک روح کہتی ہے کہ ایسی زندگی کرو جیسے مین نے کی مین نے پوچھا کہ تم نے کیسے زندگی کی اُسنے کہا کہ جو کچھ حق کی طرف سے تم کو ملے اُسکو قبول کرلو مین نے کہا ہان اگر قبول کرنے والی ہوگی تو قبول کرونگا اُسنے کہا کہ آج تم کو ایک چیز ملے گی اُسکو قبول کرلینا مین نے کہا کہ اچھا وہان سے جب مین شہر واپس آیا تو یہ قصہ شیخ نورالدین عبدالرحمن سے کہا اُنھون نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ اُس گنبد مین کون ہے مین نے کہا مجھے نہین معلوم کہنے لگے کہ انھین کو ابوالسعود کہتے ہین اور انکا عجیب طریقہ تھا جو بات حق کی طرف سے اُن کو پہونچتی تھی اُسکو وہ رد نہین کرتے تھے اور نہ کسی سے کوئی چیز مانگتے تھے اور لباس بہت مکلف پہنتے تھے اور کھانا بھی عمدہ کھاتے تھے **نقل** ایک روز ایک شخص انکی خدمت مین حاضر ہوا اُس نے دیکھا کہ ایک پگڑی نہایت نفیس باندھے ہوئے ہین کہ جو دو سو اشرفی کی قیمت سے کم نہو گی اُسنے اپنے دل مین کہا کہ یہ کیا فضولیات ہین کہ جو خلاف شرع بھی ہین اور خلاف عرف بھی جس پگڑی کی قیمت سے سیکڑون فقرا کا کھانا مہیا ہوسکتا ہو اُسکو ایک فقیر کو پہننا کیا ضروری ہے یہ اُسکے خطرہ پر مشرف ہوکر کہنے لگے کہ مین نے یہ پگڑی اپنی خواہش سے نہین باندھی ہے تم لے جاکر اسکو بیچڈالو اور فقرا کے واسطے کھانا لے آؤ چنانچہ اُس شخص نے وہ پگڑی لے لی اور بازار مین جاکر اُسکو بیچڈالا اور عمدہ عمدہ کھانے لیکر واپس آیا جب یہان پہونچا تو دیکھا کہ وہی پگڑی پھر آپ پہنے ہوئے بیٹھے ہین وہ سخت متعجب ہوا آپ نے کہا کہ تعجب کیون کرتے ہو فلان شخص سے پوچھو کہ وہ یہ پگڑی کہان سے لایا چنانچہ اُس نے اُس شخص سے پوچھا اُس نے جوابدیا کہ پارسال مین کشتی مین سوار تھا مخالف ہوا چلنا شروع ہوگئی اُسوقت مین نے یہ منت کی کہ اگر مین صحیح سلامت اس سفر سے واپس ہوا تو ایک نہایت عمدہ پگڑی حضرت کے واسطے تحفۃً لے جاؤنگا چنانچہ چھ مہینہ سے مین بغداد مین اُسکی تلاش کر رہا تھا مگر نہین ملتی تھی اسی وجہ سے مین آپکے سلام کے لئے نہین حاضر ہوتا تھا آج یہ پگڑی فلان دوکان پر رکھی نظر پڑی مجھکو پسند ہوئی چنانچہ وہ خرید کرکے مین نے لاکر نذر کردی آپ نے فرمایا کہ تم سمجھے مین نے یہ پگڑی اپنے سر پر اپنی خواہش سے نہین باندھی یہ کوئی دوسرا ہے جو بندھوا تا ہے غرضکہ اس قسم کے اُمور آپ سے بہت منقول ہین وفات آپ کی بقول

صاحب خزینۃ الاصفیا سنہ پانچسواناسی ہجری مین ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ موفق الدین مقدسی رضی اللہ عنہ

انکا اصلی نام عبداللہ بن محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی تھا ان کی ولادت سنہ پانچسو اکتالیس ۵۴۱ھ
ہجری مین ہوئی یہ علماء متبحرین سے تھے اور اپنے وقت کے شیخ الاسلام اولاً انھون نے
علوم متعارفہ کی تحصیل کی پھر حدیث کی سماعت کی ان سے بہت لوگون نے پڑھا اور ایک
کثیر جماعت نے نفع حاصل کیا یہ بڑے غیور اور دُنیا اور دنیا والون سے متنفر تھے اور بہت
آسانی پسند و نرم دل متواضع اور غربا کے محبین سے جو شخص ان کو دیکھتا تھا وہ گویا صحابہ کو دیکھ
لیتا تھا اور بہت عقیل اور پابند سنت تھے اکثر ساکت رہا کرتے تھے اور قواعد سلف کے مطابق
عبادت کے بہت پابند تھے انکا چہرہ بہت نورانی تھا اور باوقار وبا ہیبت لوگ انکی صورت
دیکھتے ہی قبل کچھ مکالمت کے بہت خوش اور منتفع ہو جاتے تھے انکی تصانیف بھی ہین اور شاگرد
بھی اُن اطراف مین انکا نام بہت مشہور ہوا علم حدیث مین انکو بہت دخل تھا علاوہ اس کے
علم عربیت بھی خوب جانتے تھے عمر بن حاجب حافظ اپنی معجم مین لکھتے ہین کہ یہ امام الائمہ اور
مفتی امت تھے خداوند عالم نے ان کو بڑی فضیلت یعنی قلب سخی اور علم کامل سے مخصوص فرمایا
تھا اور حدیث اور فقہ کے تو بالتخصیص اعلی درجہ کے ماہر تھے ابو شامہ کہتے تھے کہ یہ شیخ الحنابلہ
تھے اور ائمہ مسلمین کے امام اکثر امور مین نے ان سے سنے اور ایک عجیب عادت انکی یہ تھی
کہ یہ اپنے عمامہ مین ایک پوٹ یا ریت کی رکھا کرتے تھے اور جب لوگون کو اجازات وغیرہ
لکھتے تھے تو اس تحریر پر وہ ریت چھڑک دیا کرتے تھے حافظ ضیاء مقدسی انکے بہت معرف تھے بلکہ
اُنھون نے مستقل طور پر انکا حال لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے بھی بلکہ حافظ ضیاء تو کہتے تھے کہ یہ
علوم قرآن و تفسیر اور حدیث و مشکلات حدیث مین اپنے وقت کے امام تھے اور امام ابن غنیمت
کہتے تھے کہ اسوقت مین میرے نزدیک درجہ اجتہاد سوا انکے اور کسی کو نصیب نہین ہوا جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل ترین انعام الٰہی بندہ کے واسطے یہ ہے کہ
وہ اپنا ذکر اسکو الہام کردے تو معلوم ہوا کہ الہام ذکر کرامات سے افضل ہے اور افضل ذکر
وہی ہے جسکا نفع بندون کو زیادہ پہونچے اور یہ تعلیم علم و سنت سے زیادہ کون چیز ہو سکتی ہے
اگرچہ اس سے زائد بڑی بات وہ ہے جو جبلی او طبعی ہو مثلاً علم کرم عقل حیا وغیرہ اور یہ جس سے

مناظرہ کرتے تھے تو ہنستے جاتے تھے ایسا کہ بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جو مخالف کو بھی اپنے تبسم سے موافق کر لے اور ان کی کرامتون مین سے ایک یہ ہے کہ سبط ابن الجوزی کہا کرتے تھے کہ مین نے ایک بار اپنے دل مین کہا کہ اگر خدا مجھکو وسعت دیتا تو مین ان کے لئے ایک مدرسہ بنا دیتا اور ایک ہزار درہم یومیہ ان کو دیا کرتا چند دنون کے بعد مین جب ان کی خدمت مین آیا تو سلام کیا انھون نے مجھے دیکھا اور مسکرا کر کہا کہ جب کوئی شخص کسی بات کی نیت کرتا ہے تو اُس کا ثواب لکھ لیا جاتا ہے علامۂ ابن رجب نے انکے اور کرامات بھی لکھے ہین اور تصانیف بھی اور یہ بھی لکھا ہے کہ انکے تصانیف مذہبی اصول مین نہایت عمدہ ہین اور اکثر بر طریق محدثین احادیث و آثار سے مع اسناد کے لکھے ہین حضرت امام احمد بن حنبل کے طریقہ کے موافق نیز اور ائمہ حدیث کے اور متکلمین کی طرح علم کلام کے باریک مسائل مین خورد خوض کرنے کو پسند نہین کرتے تھے خواہ وہ انکی تردید کے متعلق کیون نہو اور یہی طریقہ امام احمد اور اور متقدمین کا تھا اور یہ اصول وغیرہ مین منقول کی متابعت بہت کرتے تھے عبارتون سے جن امور کا اطلاق ہوتا تھا اُسکا اعتبار نہین کرتے تھے بلکہ کتاب و سنت سے جو بات واضح ہوتی تھی اُسکا اقرار و عمل کرتے تھے اپنی طرف سے اُسکے متعلق کچھ راے نہین بیان کرتے نہ تاویل وغیرہ کرتے انکے تصانیف سے برہان فی مسئلۃ القرآن اور مسئلۃ العلوم اور ذم التاویل ہے اور ایک خط شیخ فخر الدین بن تیمیہ کے نام بدعتیون کے مخلد فی النار ہونے کے بیان مین ہے اور ایک کتاب ہے جس مین اہل کلام کی کتابون کے دیکھنے کے حرمت کا بیان ہے اور ایک کتاب مختصر العلل فن حدیث مین ہے اور ایک کتاب مغنی ہے فقہ مین اور دو کتابین ذم الوسواس اور روضۃ اصول فقہ کے بیان مین اور ایک کتاب المتحابین فی اللہ ہے شیخ عز الدین کہتے تھے کہ مین نے اسلامی کتابون مین علمی تحقیقات مین محلی اور مجلی ابن عربی سے بڑھکر اور کتاب المغنی شیخ موفق الدین بن قدامہ سے زاید کوئی کتاب نہین دیکھی کہ ان دونون مین خوب تحقیق کی ہے اور انھین کا قول ہے کہ فتوے دیتے ہوے میری طبیعت خوش نہین ہوتی جب تک میرے پاس مغنی کا نسخہ نہین ہوتا اور ابن رجب کہتے تھے کہ مغنی بہت نافع کتاب ہے اور اسکی بہت تعریف کرتے تھے اور انکے اشعار بھی اُنھون نے بہت سے لکھے ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان سے ایک جماعت کثیر نے فقہ پڑھی اور ایک جماعت ائمہ و حفاظ حدیث وغیرہ نے سماعت حدیث کی چنانچہ حافظ ضیاء مقدسی اور منذری بھی انھین سے راوی ہین ان کی وفات سنہ

چھ سو بیس ہجری مین ہوئی آسمعیل کاتب سے منقول ہے کہ مین نے عید الفطر کی شب کو خواب دیکھا کہ مصحف عثمانی دمشق کی مسجد سے آسمان کی طرف اوڑا اور اس سے مجھکو سخت غم لاحق ہوا اسی روز ان کی وفات ہو گئی اور کسی اور شخص نے خواب مین دیکھا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہو رہے ہین تو لوگون نے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا گیا کہ یہ موفق کے لینے کو آئے ہین کیونکہ وہ بہت پاکیزہ شخص تھے یعنی انکی روح بہت پاکیزہ تھی اور جسم بھی پاکیزہ لہذا پاکیزہ لوگ پاکیزہ روح کو پاکیزہ جسم سے منتقل کرنے آئے ہین اور ایک اور شخص نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے اسی کے بعد اُنکو انکی وفات کی خبر معلوم ہوئی ابن رجب نے انکے چند فتوے بھی اپنے طبقات مین لکھے ہین سفینۃ الاولیا مین ہے کہ یہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور مرید تھے اور خلافت بھی پائی تھی علامۂ امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان مین بھی انکا سنہ وفات چھ سو بیس ہجری لکھتے ہین اور یہ بھی کہ یہ اپنے وطن سے آکر بغداد مین رہے اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت مین سماعت حدیث کی اور امور و اصول مذہبی خوب جانتے تھے تمام تر اوقات انکے علمی مشاغل مین صرف ہوتے تھے اور بہت متورع اور متقی اور زاہد تھے فقط

ذکر حضرت شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الواحد مقدسی رضی اللہ عنہ

انکی کینت ابو محمد اور لقب تقی الدین تھا انکی ولادت سنہ پانسو اکتالیس یا سنہ پانسو تینتالیس یا چوالیس ہجری مین ہوئی یہ بہت بڑے محدث اور حفاظ حدیث سے تھے اولاً یہ دمشق گئے اور وہان کے حفاظ حدیث سے حدیث کی سماعت کی پھر بغداد آئے اور کچھ حدیث حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے پڑھی پھر اسکندریہ جاکر حافظ سلفی سے سماعت حدیث کی اور وہان زیادہ قیام کیا ایسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہان کے مرویات انھون نے ایک ہزار جزو لکھے پھر اصبہان وہمدان و موصل گئے اور وہان کے محدثین سے حدیث کی سماعت کرتے رہے وہان سے پلٹ کر پھر دمشق مین آئے اور اس زمانہ مین برابر سلسلہ تصنیف و تحریر و افادہ مسلمین و عبادت الٰہی جاری رکھا حافظ ضیاء الدین انکے متعلق کہتے تھے کہ یہ علم حدیث کے امیر المومنین ہین اور مین نے ایکبار خواب مین دیکھا کہ مین شہر مرو مین ہون اور وہان حافظ عبد الغنی بیٹھے ہین اور امام محمد بن اسمعیل بخاری انکے سامنے بیٹھے ہوئے کوئی کتاب پڑھ رہے ہین اور حافظ عبد الغنی ان سے کچھ پوچھ رہے ہین

استنے مین ایک شخص نے آکر ان سے کہا کہ ایک شخص طلاق دینے کی قسم کھاتا ہے اس شرط سے کہ آپ کو ایک لاکھ حدیث یاد ہے انھون نے اُسکے جواب مین کہا کہ اگر وہ اس سے زیادہ کہتا تو سچا ہو جاتا ابن النجار کہتے تھے کہ اُنھون نے بہت حدیث بیان کی علم حدیث مین عمدہ عمدہ تصانیف کیئے اور یہ بڑے عابد اور متورع پابند سنت و قواعد سلف تھے سلفی کسی کو حافظ سوا انکے نہین کہتے تھے طلب حدیث مین بہت کوشان رہتے تھے اور اُسکے سُنانے پر چنانچہ جو کوئی مُسافر انکے یہان آتا اُسکو حدیث سُناتے اور اگر یہ جان جاتے تھے کہ یہ حدیث کی طلب مین آیا ہے اسکی بہت خاطر کرتے تھے اور بہت آرام سے اسکو رکھتے تھے اور اُسکے ساتھ بہت کچھ احسان کرتے تھے حافظ ابراہیم عراقی کہتے تھے کہ ملک شام مین جو کچھ حدیث آئی وہ سب انھین کی برکت سے آئی اور یہی کہتے تھے کہ یہ حدیث سننے کیلئے سفر کرنیکو غزوہ مین جانے اور نوافل پڑھنے پر فضیلت دیتے تھے اور جب یہ حدیث پڑھتے تھے تو خود روتے تھے اور جو سامعین ہوتے تھے وہ بھی مصر کے بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ ہم لوگون کی مثال مردون کی ایسی ہے جب حافظ عبد الغنی آتے ہین تو وہ آکر ہم کو قبرون سے نکالتے ہین شیخ موفق الدین کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالے نے حافظ عبد الغنی کے فضائل کی تکمیل اسطرح پر کی کہ بدعتیون کی وجہ سے ان کو بہت تکلیف پہونچی مگر انھون نے کچھ پروا نہین کی اور اپنا کام برابر کرتے رہے اور ان کی عمر بھی کچھ ایسی زاید نہین ہوئی کہ جس مین ان کی غرض اشاعت حدیث اور روایت حدیث کی پوری ہو جاتی وقت کی محافظت بہت کرتے تھے اور کوئی گھڑی بلا فائدہ گذرنے نہین دیتے تھے اکثر کہا کرتے تھے کہ با وضو رہنا چاہیئے اور ہر وقت نماز پر جدید وضو کر لینا چاہیئے اور مسواک زیادہ استعمال کرتے تھے اور کوئی امر منکر ایسا نہین دیکھتے تھے کہ جسکو ہاتھ سے یا زبان سے متغیر نہ کر دیتے ہون اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہین کرتے تھے ہمیشہ حق بات جو ہوتی تھی وہی کہتے تھے کئی بار دیکھا گیا کہ شراب کسی برتن مین رکھی ہوئی نظر پڑی اُسکو فوراً پھینک دیا اور اُسکے مالک نے مارے غصہ کے تلوار کھینچ لی مگر ان کو کچھ اس سے خوف نہین ہوا اور اُسکو ہاتھ سے پکڑ لیا اور یہ بہت قوی الارادہ اور قوی الجسم تھے عامہ خلائق کے قلوب مین ایک خاص ہیبت تھی ایک بار یہ ملک عادل کے یہان گئے وہ ان کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا لوگون نے کہا کہ ہم آپ کی کرامت کے قائل ہو گئے پھر انہین لوگون نے بیان کیا کہ بادشاہ کہتے تھے کہ مجھکو کسی سے اسقدر خوف نہین معلوم ہوا جیسا کہ ان سے معلوم ہوا تو ہم لوگون نے کہا کہ اے بادشاہ یہ تو ایک فقیہ شخص ہین ان سے خوف معلوم ہونے کی کیا وجہ

تب وہ کہنے لگے کہ جب یہ آئے تو مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ خیر ہے اور مجھکو کہانا چاہتا ہے تو ہم سمجھے کہ یہ آپ کی کرامت تھی اور اہل سنت مین سے کوئی ایسا نہین تھا جو انکا معرف اور مداح نہو اور انکا حلیہ یہ تھا کہ رنگ ملیح تھا بہت گورے نہ تھے کشادہ پیشانی اور داڑھی گنجان تھی اور میدہا قد قوی الجسم چہرہ بہت نورانی تھا بصارت مین ضعف بوجہ زیادتی مطالعہ کتب و تحریر بھی اور شدید البکا ہونیکے آگیا تھا انکا مقولہ تھا کہ علما کا امور علمیہ مین مشغول رہنا یہی انکی کرامت ہے انکے کرامات بہت ہین جنمین سے بعض ابن رجب نے اپنے طبقات مین لکھے ہین اور ضیاء الدین نے بہت لکھے ہین یہ خود کہتے تھے کہ مین نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آگے آگے آپ چل رہے ہین اور آپ کے پیچھے مین ہون مگر میرے اور آپ کے درمیان مین ایک شخص اور ہے جسکو مین نہین پہچانتا تھا ایک اور فقیہ نابینا تھے کہ جو انکے مخالف تھے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار اسطرح خواب مین دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حافظ عبد الغنی ہین اور آپ اُن کا ہاتھ اپنے دست مبارک مین لئے ہوئے ہین اور وہ مقام حضرت عمرو بن العاص کی مسجد ہے اور دونون صاحب ٹہل رہے ہین اور عرض کر رہے ہین کہ یا رسول اللہ مین نے فلان حدیث آپ سے روایت کی ہے اور آنحضرت اُسکے جواب مین صحیح کا لفظ فرماتے جاتے ہین یہانتک کہ وہ حدیثین شمار مین سو ہو گئین صبحکو اُٹھکر اُس شخص نے اپنے بغض سے توبہ کی پھر ایک اور شخص نے خواب مین دیکھا کہ یہ کہین بہت عجلت کے ساتھ جا رہے ہین اُسنے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین تو یہ بولے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو اُسنے پوچھا کہ آنحضرت کہان تشریف رکھتے ہین یہ بولے کہ مسجد اقصی مین اور آپ کے ہمراہ صحابہ بھی ہین وہ شخص بھی چلا تو جب یہ وہان پہونچے اور آنحضرت نے انکو دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے اور انکو آنحضرت نے اپنے پہلو مین بٹھالیا پھر یہ رو رو کر اپنا حال عرض کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ فلان فلان حدیث کے متعلق میری تکذیب کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے جواب مین فرماتے جاتے تھے کہ تم سچ کہتے ہو انکی تصانیف سے ایک کتاب المصباح ہے صحاح حدیث کے بیان مین چالیس جلدون مین اور ان مین صحیحین کے زاید حدیثین ہین اور کتاب الصفات اور کتاب محنت الامام احمد اور کتاب العمدہ ہے اُن احکام کے بیان مین جنپر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے اور کتاب النصیحۃ فی الادعیہ الصحیحۃ ہے اور کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد اور کتاب الکمال فی معرفۃ الرجال اسمین صحیحین اور ابی داؤد و ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ کے راویون کا بیان ہے

اور وہ دس جلدون مین ہے اس مین اسناد کا بیان بھی ہے شیخ ضیاء الدین مقدسی نے ان پر جو
تکالیف گذرے ہین وہ بھی اپنے تالیفات مین لکھے ہین چنانچہ انھین واقعات مین سے ایک
یہ ہے کہ یہ خود کہتے تھے کہ مین جب موصل مین کتاب جرح وتعدیل عقیلی کی سماعت کرتا تھا تو
وہان کے لوگون نے مجھکو پکڑکے ایک گھر مین قید کردیا اور چونکہ امام ابی حنیفہ کا ذکر بھی اُسمین
دیکھا تھا اسوجہ سے اُنھون نے مجھے قتل کرڈالنا چاہا تو ایک شخص طویل القامت ہاتھ مین
تلوار لئے ہوئے میرے پاس آیا مین سمجھا کہ یہ غالبًا میرے قتل کرنے کے لئے آیا ہے مگر وہ
مجھ سے کچھ متعرض نہین ہوا پھر ان لوگون نے مجھکو چھوڑدیا اور ضیاء الدین مقدسی نے کچھ حالات
انکی فراست کے متعلق بھی لکھے ہین کہ جو ایک طرح کی کرامتین کہنا چاہیئے ان کی وفات سنہ چھ سو
مین ہوئی اور ابن حنبلی کو انکے سنہ وفات مین دھوکا ہوگیا ہے اُنھون نے سنہ پانسو پچانوے
لکھے ہین نقل ہے کہ ہر جمعہ کی شب مین انکے مزار پر نورانیت معلوم ہوتی ہے اور ایک شخص
نے خواب مین دیکھا کہ یہ ایک بہت بڑے میدان مین ہین اور اُس مین بہت سے لوگ کپڑے
نفیس پہنے ہوئے موجود ہین تو لوگون نے پوچھا کہ یہ کون ہین تو کسی نے انسے کہا کہ یہ ملائکہ آسمان
ہین کہ جو زمین پر بوجہ حافظ عبد الغنی کے وفات کے نازل ہوئے ہین اور امام احمد بن محمد
بن عبد الغنی کہتے تھے کہ مین نے گذشتہ شب کو عبد الرحیم کو خواب مین دیکھا کہ وہ سفید کپڑے
پہنے ہین مین نے اُن سے پوچھا کہ تم کہان ہو تو اُنھون نے کہا جنت عدن مین پھر مین نے پوچھا
کہ حافظ عبد الغنی افضل ہین یا شیخ ابو عمر تو وہ بولے کہ مین یہ کچھ نہین جانتا اسقدر ضرور جانتا ہون
کہ حافظ عبد الغنی کے واسطے ہر جمعہ کی شب کو عرش کے نیچے ایک کرسی رکھی جاتی ہے اور وہ
اُسپر حدیث پڑھتے ہین اور اُن پر موتی اور جواہرات نثار کئے جاتے ہین چنانچہ یہ حصہ اُن کے
یہان سے مجھکو ملا ہے دیکھا گیا تو ان کی آستین مین کچھ چیزین تھین اسکے علاوہ اور بہت سے
خواب لوگون نے دیکھے ان کے ایام حیات مین اور بعد وفات کے بھی علامۂ امام یافعی اپنی تاریخ
مراۃ الجنان مین بھی یہی انکا سنہ وفات سنہ چھ سو ہجری لکھتے ہین فقط

حال حضرت شیخ ابراہیم بن عبد الواحد مقدسی رضی اللہ عنہ

انکی کنیت بہجۃ الاسرار مین ابو اسحق لکھی ہے یہ حافظ عبد الغنی مقدسی کے بھائی تھے انکی ولادت
سنہ پانسو تینتالیس ہجری مین ہوئی یہ بڑے قاری اور فقیہ اور محدث تھے یہ کہا کرتے تھے کہ میرے

بھائی عبد الغنی مجھ سے دو سال بڑے ہین بڑے کامل اور مناظر اور مفتی تھے اور خلق اللہ کو بہت نفع رسان اور بڑے پابند سنت ضعیف لوگون کو بیشتر کلام اللہ پڑھاتے اور اپنے پاس سے اُنکے کھانے پینے کا انتظام کرتے اور نہایت متواضع اور نفس کو محقر جاننے والے شخص تھے اور خدا سے بہت خائف رہتے ایسا کہ انکا سا خائف کوئی اور نہین سنا گیا دعا بہت دیر تک مانگا کرتے تھے اور رکوع وسجدہ طویل کرتے تھے اور ہمیشہ ارادہ یہی رکھتے تھے کہ سنن وآداب نماز سے کوئی امر چھوٹنے نہ پاے کرامات انکے بہت منقول ہین بہت سے لوگ مختلف مذہبون کے انکے پاس بیٹھتے تھے اور انکے حالات دیکھکر اپنے مذہب سے پلٹ جاتے تھے باایںہمہ قرآن وحدیث کے مشاغل مین کمی نہین ہونے دیتے تھے نہ کبھی کسی امر دنیوی کو اپنے نفس کے لئے اختیار کرتے تھے نہ اُس سے معترض ہوتے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت کرتے تھے اور اُس مین بھی اتباع سنت ملحوظ رکھتے تھے علامہ ابن رجب نے انکا مفصل حال معہ انکے اخلاق وعادات کے اپنے طبقات مین لکھا ہے اور ابو المظفر سبط ابن الجوزی نے بھی اپنی تاریخ مین ان کی بہت تعریف کی ہے بلکہ یہان تک لکھا ہے کہ انکی کوئی حرکت اور کوئی قدم اور کوئی کلمہ نفس کے لئے نہین ہوتا بلکہ اللہ کے لئے ہوتا تھا اور یہ میرے یہان اکثر آتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ صلاح الدین یوسف نے ساحل فتح کیا اور اسلام ظاہر کیا اور تم وہ یوسف ہو کہ جنھون نے ملک شام مین سنت زندہ کی اس سے اشارہ انکا انکے جد کے قول کی طرف تھا کہ جنھون نے صفات کو ظاہری معانی مین مستعمل رکھا اور اُسکا ثبوت بھی موافق حدیث کے دیا انکی وفات سنہ چھہ سو چودہ ہجری مین ہوئی **نقل** جب انکی وفات کا وقت قریب آیا تو انھون نے یاحی یا قیوم کہنا شروع کیا اور یہی کہتے کہتے انتقال ہوگیا حافظ ضیا مقدسی کہتے تھے کہ مین نے مخلوق کا ہجوم انکے جنازہ سے زاید کسی جنازہ پر نہین دیکھا سبط ابن الجوزی کہتے تھے کہ وہی ایک روز اسلام مین ایسا تھا کہ ویسا پھر نہین دیکھنے مین آیا اُس روز رات کو جب مین سویا تو بار بار انکے جنازہ کا خیال مجھے آتا تھا اور اُسی حالت خواب مین حضرت سفیان ثوری رح کے اشعار بھی مجھے یاد آئے وہ اشعار یہ ہین ؎

نظرت الی ربی کفاحًا فقال لی	هنیا رضای عنک یا ابن سعید
فقد کنت قواما اذا اقبل الدجی	بعبرۃ مشتاق وقلب عمید
فدونک اختر ای قصر اردتہ	وزرنی فانی منک غیر بعید

یعنی مین نے اپنے رب کی طرف بہت دیکھا تو اُسنے مجھسے فرمایا کہ اے ابن سعید خوش ہو کہ مین تجھسے راضی ہون کیونکہ تو اندھیری رات مین نماز پڑھنے کے لئے غیرہ پر شوق اور قلب شکستہ کے ساتھ بہت مستعد ہوجاتا تھا تو جس قصر کو چاہے اختیار کر اور میری ملاقات کر کیونکہ مین تجھسے دور نہین ہون اور مین نے اپنے دل مین کہا کہ غالبًا ابراہیم کہ جن کا یہ حال ہے خدا کے دیدار سے مستفید ہوے جس طرح پر کہ سفیان اپنی قبر مین ہوئے تھے تب مین پھر سوگیا اور مین نے انھین ابراہیم کو سبز حلہ اور سبز عمامہ باندھے ہوئے دیکھا ایک وسیع مکان مین یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ گویا باغ ہے اور یہ اُسکے بلند درجون پر چڑھ رہے ہین تو مین نے اُن سے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے مجھے سخت تعلق ہے تو اُنھون نے اپنی عادت کے موافق مسکرا کر میری طرف دیکھا اور یہ اشعار پڑھے ؎

رایت الٰہی حین انزلت حضرتی	وفارقت اصحابی واھلی وجیرتی
فقال جزیت الخیر عنی فانی	رضیت فہا عفوی لدیک ورحمتی
وثبت زمانا تامل الفوز والرضا	فوقیت نیرانی ولقیت جنتی

یعنی مین نے اپنے خدا کو دیکھا جبکہ مین قبر مین آیا اور اپنے گھر والون اور پڑوسیون اور دوستون سے جدا ہوا تو اُس نے مجھسے فرمایا کہ مین تجھ کو بہتر جزا دیتا ہون بوجہ آپنے خوش ہونیکے اور لے میری رحمت اور جو عفو تیرے لئے ہے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر میری اس مسرت اور اپنے فائز ہونے پر غور کر کہ تو دوزخ سے بچا اور جنت مین آیا سبط ابن الجوزی کہتے تھے کہ مین جب بیدار ہوا تو بہت مرعوب تھا اور یہ سب اشعار مین نے لکھ لئے اور ایک شخص نے خواب مین دیکھا کہ یہ ایک بلند قلعہ پر ہین اُسنے ان سے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین اُنھون نے جواب مین کہا کہ خداوند عالم کی زیارت کرنے اور ایک شخص نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ کیا کیا تو اُنھون نے اُسکے جواب مین یہ آیت پڑھی یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین یعنی کاش میری قوم جانتی کہ کس بات سے خدا نے مجھے بخشدیا اور بزرگون مین سے مجھ کو قرار دیا شیخ عثمان مقدسی کہتے تھے کہ مین نے جناب باری کو خواب مین اسطرح دیکھا کہ یہ یعنی شیخ ابراہیم اُسکے داہنے جانب بیٹھے ہین اور انکا چہرہ مثل بدر کامل کے چمک رہا ہے اور ایسا لباس پہنے ہین کہ مین نے اسطرح کا لباس کبھی نہین دیکھا شیخ عبدالحمید مقدسی کہتے تھے کہ مین نے انکی قبر سے دو بار نفیس خوشبو سونگھی انھون نے

بھی حدیث بہت پڑھائی اور ایک جماعت حفاظ اور ائمہ نے ان سے حدیث سنی چنانچہ شیخ ضیاء مقدسی اور منذری بھی انھین لوگون سے تھے امام یافعی نے اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین انکا نام عماد مقدسی بھی لکھا ہے اور سنہ وفات بھی یہی لکھا ہے جو بیان کیا گیا انتہی واللہ اعلم فقط

حال حضرت شیخ محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی رضی اللہ عنہ

انکی ولادت سنہ پانسو اٹھائیس ہجری مین ہوئی کنیت انکی ابو عمر تھی یہ بہت بڑے محدث صالح زاہد عابد تھے اولاً انھون نے کلام اللہ یاد کیا اور حدیث ایک جماعت حفاظ زمانہ سے سنی اور خود حدیث پڑھائی اور ان سے بھی ایک جماعت کثیرہ نے حدیث پڑھی اور سنی چنانچہ انھین مین سے حافظ ضیاء الدین مقدسی و منذری وغیرہ تھے اور یہ بہت زود نویس شخص تھے اکثر ایک دن مین دو دو جزو بڑی تقطیع کے لکھ ڈالتے تھے حافظ ضیاء کہا کرتے تھے کہ انکے حافظہ کی قوت کا یہ حال تھا کہ جو دعا ایک بار سُن لیتے تھے وہ ان کو یاد ہو جاتی تھی اور اُسکو اپنے عمل مین کر لیتے تھے یا جو نماز کسی سے سن لیتے تھے اُسکو ضرور پڑھتے تھے یا جو حدیث سن لیتے تھے اُسپر عامل ضرور ہو جاتے تھے وفات کے وقت بھی عقدا نامل تسبیح پر بندھے تھے جب کسی کی موت کو سن لیتے تھے تو اُسکے جنازہ مین ضرور شریک ہوتے تھے یا اگر کسی مریض کو سُن لیتے تو اُسکی عیادت کو ضرور جاتے یا کہین جہاد ہوتا ہو تو وہان ضرور چلے جاتے ہر جمعہ کو بعد نماز عصر کے زیارت قبور ضرور کرتے اور کبھی بے وضو نہین سوتے تھے اور سونے وقت اذکار اور سنن کی بہت محافظت رکھتے تھے جمعہ کا غسل نہین ترک کرتے تھے کپڑا موٹا اور خشن پہنتے اور چٹائی پر سوتے ازار نصف ساق تک رکھتے تھے اور آستین پہونچون تک تمام قلوب مین انکی بہت ہیبت اور وقعت تھی ایک بار انھون نے نماز استسقا پڑھکر دعا مانگی صرف ایکبار دعا مانگی تھی کہ پانی برسنا شروع ہوگیا اور خوب برسا انکے کرامات بہت ہین جنکے سب کے لکھنے مین بڑی طوالت ہے سبط ابن الجوزی مرآۃ الزمان مین لکھتے ہین کہ یہ میانہ قد اور نورانی چہرہ کے شخص تھے انوار عبادت انکے چہرہ سے نمایان رہتے کبھی کسی پر خفا نہین ہوئے اور نہ کسی کا دل دکھایا خود کہا کرتے تھے کہ مین زاہد ہون دنیا اور دنیا والون سے زہد کرتا ہون اور بڑے مستجاب الدعوات تھے کبھی ایسا نہین ہوا کہ کسی کو بخار کے لئے تعویذ لکھ دیتے اور اُسکا بخار دفع نہو جاتا غرضکہ یہ صاحب فضائل عجیبہ و آثار غریبہ تھے ابو المظفر کہتے تھے کہ یہ سلف صالح کے متبع تھے اور خوش عقیدہ تھے ہمیشہ کتاب و سنت و آثار مرویہ

صحابہ رضی اللہ عنہم سے تمسک کیا کرتے تھے اور ائمہ دین و علماء مسلمین پر کبھی طعن نہین کرتے تھے لوگون کو ہمیشہ مبتدعین کی صحبت سے منع کیا کرتے تھے اور صالحین کی صحبت مین رہنے کی ترغیب دیا کرتے تھے انکی وفات کا واقعہ بھی عجیب ہے اٹھارہ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ چھ سو سات ہجری کو صبح کے وقت انھون نے اپنے گھر والون کو بلایا اور خود قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ گئے اور اُن لوگون سے خدا سے خائف رہنے اور تقوے اختیار کرنے اور سنت پر عامل رہنے کی وصیت کرکے سب سے آخر مین یہ آیت پڑھی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون اسکے بعد انتقال کر گئے **نقل** جب لوگ انکا جنازہ لیکر دفن کرنے کو لیچلے تو اُس روز سخت دھوپ تھی یکایک ابر آگیا اور اُس نے سب لوگون پر سایہ کر لیا اور وہی سایہ قبر تک رہا سب لوگ بلا کسی تکلیف کے وہان تک پہونچ گئے دنیوی چیزون مین یعنی روپیہ اشرفی کچھ نہین چھوڑا انکے جنازہ کے ساتھ تقریبًا بیس ہزار آدمی تھے کسی نے انکی قبر پر سورۂ کہف پڑھی تو اُسنے خود سُنا کہ انکی قبر سے لا الہ الا اللہ کی آواز آئی اسکے علاوہ اور بھی لوگون نے انکے متعلق بہت سے خواب دیکھے بعضے صالحین نے حضرت امام شافعیؒ کو خواب مین دیکھا کہ وہ کہین جا رہے ہین پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین اُنھون نے کہا کہ حضرت امام احمد بن حنبل کی زیارت کو یہ شخص بھی انکے ساتھ ہو لیا اس غرض سے کہ دیکھون یہ کیا کرتے ہین اتنے مین وہ ایک گھر مین چلے گئے اُنھون نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے اُنھون نے بتایا کہ یہ شیخ ابو عمر کا گھر ہے یعنی شیخ محمد صاحب تذکرہ کا علامہ امام یافعی نے اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین بھی انکا سنہ وفات یہی لکھا ہے

حال حضرت شیخ جمال الدین یونس قصار ہاشمی رضی اللہ عنہ

انکا لقب جمال الدین اور نام یونس تھا حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی بن محمد بن عربی حاتمی اپنے رسالہ خرقہ مین انکا نسبًا عباسی ہونا لکھتے ہین اس طور سے کہ یونس بن یحیی بن ابی الحسن بن ابی البرکات بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن احمد بن حمزہ بن اسمعیل بن محمد بن عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس عم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت شیخ نے اپنے ایک دوسرے رسالہ مین کہ جس مین اپنے مشائخ حدیث اور اساتذہ کے اسماء گرامی حسب فرمایش سلطان ملک مظفر بہاء الدین غازی بن ملک عادل مرحوم نیز شیخ ابی بکر بن ایوب تحریر فرماتے ہین اور ان دونون صاحبون کو اپنی طرف سے اجازت بھی تحریر کی ہے اور اُس رسالہ کا سنہ و تاریخ تصنیف غرہ محرم الحرام سنہ ۶۳۲ھ

لکھا ہے اور مقام تحریر دمشق لکھا ہے اُس مین تحریر فرماتے ہین کہ میرے شیوخ مین سے ایک شیخ یونس بن یحییٰ بن ابی الحسن عباسی ہاشمی نزیل مکہ معظمہ تھے اور اُن سے مین نے بہت کتابین حدیث اور رقاق کی سُنین اُنکے استاد ابی الوقت شیخ عبدالاول سجزی تھے اور اُنکے استاد داودی اور اُنکے حموی اور اُنکے علامۂ فربری اور اُنکے حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری صاحب صحیح بخاری شریف رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کبار علماء و سادات محدثین سے تھے صاحب مقامات عالیہ و کرامات متعالیہ زہد و عبادت و ریاضت و قناعت مین یکتائے زمانہ ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر مین خاص طور پر متوجہ رہتے اکثر حصہ عمر کا حرم شریف مین آپنے صرف کیا اور سوا علمی مشاغل کے اور کوئی مشغلہ نہین رکھا علوم طریقت مین آپ کو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتساب تھا اور اجازت و خلافت بھی تھی جیسا کہ علامۂ ابی المظفر سید ظہیر الدین قادری اپنی کتاب فتح المبین مین لکھتے ہین کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے اصحاب مین سے شیخ یونس قصار ہاشمی شیخ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی تھے اور انکے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات تھے آپ کے عارف باکمال ہونے کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے ایسے بزرگ نے خرقہ شریفہ غوثیہ آپ ہی سے پہنا چنانچہ سابقاً خرقہ کے بیان مین وہ واقعہ مفصل تحریر کیا جاچکا ہے۔ فقیر کاتب الحروف کو اس نہج سے بھی سلسلہ شریفہ قادریہ کی اجازت اپنے حضرات مشائخ کرام قدست اسرارہم سے حاصل ہے اور وہ اس طور سے ہے کہ فقیر حقیر کو اجازت و خلافت اپنے حضرت والد ماجد قدوۃ العلماء و زبدۃ الفضلا مولانا شاہ علی اکبر قلندر و حضرتین جدین مجدین اسوۃ الکملا و عمدۃ العرفا مولائی و استادی شاہ تقی علی قلندر و شیخی و سیدی شاہ حیدر علی قلندر قدس اللہ اسرارہم سے بواسطہ و بلاواسطہ ملی اور اُن دونون حضرات کو اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ الاصاغر والاکابر الجامع بین علمی الباطن والظاہر مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے اور اُنکو حضرت قدوۃ العارفین خواجہ حسن مودودی چشتی لکھنوی سے اور اُن کو حضرت سید العارفین خواجہ علی اکبر مودودی چشتی فیض آبادی سے اور اُنکو بطریق اویسیہ حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی بن محمد بن عربی حاتمی طائی اندلسی سے اور اُن کو حضرت امام العارفین شیخ جمال الدین یونس بن یحییٰ بن ابی الحسن عباسی قصار سے تاآخر سلسلۂ مذکورۂ بالا آپ کی سنہ و تاریخ ولادت و وفات و مدفن کا پتہ باوجود بہت تلاش کے کسی کتاب مین نہین ملا فقط

حال حضرت شیخ ابو البقاء عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ عکبری[1] بصری رضی اللہ عنہ

انکی ولادت سنہ پانچسو اڑتیس ہجری مین ہوئی کنیت انکی ابو البقا تھی یہ بہت بڑے فقیہہ مفسر لغوی نحوی تھے فرائض بھی خوب جانتے تھے انھون نے ابی زرعہ مقدسی سے حدیث کی سماعت کی اور ابن ہبیرہ وزیر سے بھی اور اُنھین سے کلام اللہ پڑھا اور علم نحو ابن خشاب سے پڑھی اور مختلف فنون مین کامل ہوے اور بہت سے تصانیف کئے اطراف و جوانب سے برابر طلبہ انکے پاس آتے تھے اور ایک نوع سے ابن جوزی کے بھی اُستاد تھے تو علوم مین برابر فتوے دیتے تھے دبیثی کہتے تھے کہ یہ بہت اچھے بزرگ تھے ابن النجار کا قول ہے کہ مین نے انکے مصنفات ان سے بہت پڑھے ہین اور طویل مدت تک انکی صحبت مین رہا انھون نے مجھ سے خود بیان کیا کہ رات کو میری بی بی ادب وغیرہ کی کتابین مجھ سے پڑھتی ہین اور یہ بھی بیان کیا کہ لڑکپن مین انکے چیچک نکلی تھی جب ہی سے انکی بصارت مین نقصان آگیا تھا اور یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک بار میرے پاس ایک جماعت شافعیہ آئی اور اُن لوگون نے آکر یہ کہا کہ اگر تم ہمارے مذہب مین آجاؤ تو مدرسہ نظامیہ مین علم نحو و لغت کی مدرسی ہم تم کو دیدین مین نے اُسی وقت اُنکے سامنے قسم کھا کر کہا کہ اگر تم مجھے اسقدر سونا دو کہ میرا پورا جسم اُس مین چھپ جائے تب بھی مین اپنا مذہب نہین چھوڑونگا یہ شاعر بھی تھے اور اچھا شعر کہتے تھے علوم عربیہ اور علم حدیث ان سے بہت لوگون نے حاصل کیا چنانچہ دبیثی اور ابن النجار اور ضیاء مقدسی اور ابن صیرفی انھین سے روایت حدیث کرتے ہین اور مجاز شخصون کی بھی ایک جماعت تھی کہ جن مین سے کمال بزاز تھے ابن رجب نے ان سے بہت سے فواید اپنے طبقات مین نقل کئے ہین انکا واقعہ ارادت و استرشاد صاحب بہجۃ الاسرار نے یہ لکھا ہے کہ یہ خود بیان کرتے تھے کہ ایک روز مین حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی مجلس کیطرف ہوکر گذرا اور اس سے قبل نہ مین کبھی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا تھا نہ آپ کا وعظ سنا تھا مین نے اپنے دل مین کہا کہ چلو اس مجلس مین بھی ہو لین اور اس عجمی کا کلام بھی سن لین چنانچہ مدرسہ مین داخل ہوا تو آپ کو وعظ کہتے پایا آپ نے فورًا وعظ موقوف کردیا اور مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے قلب و آنکھ دونون کے اندھے تو اس عجمی کا کلام سنکر کیا کریگا مجھ سے یہ سنتے ہی کسیطرح

[1] عکبری بضم مین مہملہ و سکون کاف و فتحہ با موحدہ بعدہ کے راء نسبت ہے عکبرا کیطرف جو ایک شہر ہے دجلہ پر بغداد سے دس

ضبط نہ ہو سکا ایسا کہ مین منبر پر چڑھ گیا اور ننگے سر ہو کر عاجزانہ مین نے عرض کیا کہ مجھکو خرقہ پہنا دیجئے آپ نے پہنا دیا اور فرمایا کہ اے شخص اگر خداوند تعالیٰ مجھے تیرے انجام سے نہ مطلع کر دیتا تو تو ہلاک ہو گیا تھا علامہ امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین وقایع سنہ چھ سو سولہ ہجری مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ مین انکی وفات ہوئی اور یہ بہت بڑے نحوی تھے انکے زمانہ مین کوئی انکا مثل نہین تھا انکی تصانیف بہت مفیدہ اور عمدہ ہین انھین مین سے شرح کتاب الایضاح مصنفہ شیخ ابی علی فارسی ہے اور شرح دیوان متنبی ہے اور اعراب القرآن الکریم ہے دو جلدون مین اور کتاب اعراب الحدیث ہے اور کتاب شرح اللمع مصنفہ ابن جنی ہے اور کتاب اللباب ہے علل النحو کے بیان مین اور کتاب اعراب شعر الحماسہ ہے اور کتاب شرح مفصل مصنفہ علامہ جار اللہ زمخشری ہے اور یہ بہت مفصل شرح ہے اور شرح خطب نباتیہ کی ہے۔ اور مقامات حریری کی اسکے علاوہ علم نحو و حساب مین بھی تصانیف ہین ایک بڑی جماعت انکی شاگرد تھی اور یہ اپنی حیات مین بہت مشہور ہوئے اور بہت لوگ ان سے فیضیاب ہوئے انکی وفات آٹھوین ماہ ربیع الآخر شب یکشنبہ سنہ چھ سو سولہ ہجری مین بغداد مین ہوئی اور باب حرب مین دفن ہوئے۔

حال حضرت شیخ حسن بن مسلم بن حسن جوزی رضی اللہ عنہ

انکی ولادت سنہ پانچسو چار ہجری مین ہوئی یہ بڑے محدث اور فقیہہ و زہاد وقت سے تھے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر رہتے تھے کثیر العبادت اور سلف کے طریقہ کے موافق اور بڑے صاحب کرامت تھے چنانچہ ابن دبیثی نے لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ انھون نے حدیث سنی اور ہمیشہ نہایت عمدہ طریقہ پر رہے انھین سے کرخی حدیث روایت کرتے ہین انکا مقولہ ہے کہ صفات کی خبرین بقفل بصندوق مین اور انکی کنجیان خدا کے ہاتھ مین ہین اور ابو شامہ لکھتے ہین کہ یہ گروہ ابدال سے تھے سلف کے طریقہ کے پابند اور یہ بھی لکھا ہے کہ درندے جانور انکے بہت مسخر تھے اور ابن القادسی لکھتے ہین کہ یہ چالیس برس تک دن کو روزہ رکھتے رہے اور رات بھر جاگتے رہے اس زمانہ مین کسی سے بات نہین کرتے تھے عبادت مین سرگرم رہتے تھے اور اکثر رویا کرتے تھے اور رقیق القلب و باذراست شخص تھے انکی وفات سنہ پانچسو چورانوے ہجری مین ہوئی امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین وقایع سنہ پانچسو چورانوے ہجری

مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ مین شیخ ابو علی حسن بن مسلم نے وفات پائی اور یہ عراق مین مشائخ البہ سمجھے جاتے تھے اور لوگون کا بیان ہے کہ یہ گروہ ابدال سے تھے خلیفہ ناصر الدین اللہ انکی ملاقات کو کئی بار گیا انھون نے فقہ ابی البہ رکرخی سے پڑھی اور مراقب بہت رہتے تھے اور تارک الدنیا مشہور تھے نوّے سال کی انکی عمر ہوئی۔

حال حضرت شیخ ابو العباس بن عریف[1] صنہاجی[2] اندلسی مُرّی رضی اللہ عنہ

انکا اصلی نام احمد بن محمد ہے اور ابو العباس کینت ہے یہ اکابر علماء مین سے تھے قرأت خوب جانتے تھے اور سب علوم مین اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے ارباب طلب وارادت کا مجمع انکی خدمت مین بہت رہتا تھا جب انکی مرجعیت بہت زیادہ ہوئی تو بادشاہ وقت کو انکی طرف سے خوف پیدا ہوا اُس نے انکو طلب کیا یہ وہان جارہے تھے کہ راستہ ہی مین وفات پاگئے بعضون کا قول ہے کہ بادشاہ کے پاس پہونچنے کے قبل ہی انکا انتقال ہوگیا اور بعضے کہتے ہین کہ وہان پہونچنے کے بعد ہوا شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مین اپنے شیخ ابو عبد اللہ غزالی سے ناقل ہین کہ وہ کہتے تھے کہ ایک روز مین انکے پاس سے چلا اور چلتے چلتے ایک جنگل مین پہونچا وہان سیر کرنے لگا تو جس درخت یا گھانس کے پاس سے ہوکر گذرتا تھا وہ کہتا تھا کہ مجھے لیلو مجھ سے فلان بیماری کو نفع ہوتا ہے اور فلان بیماری دفع ہوتی ہے مجھکو یہ حال دیکھکر سخت حیرت ہوتی تھی مین وہین سے انکی خدمت مین واپس آیا اور سارا حال بیان کیا انھون نے اس کے جواب مین کہا کہ مین نے اس لئے تمھاری تربیت نہین کی تھی کہ تم نافع وغیرہ نافع درختون کے کہنے کے مطابق آکر بیان کرو مین نے اُسیوقت توبہ کی تب اُنھون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری آزمایش کرتا ہے اور امتحان لیتا ہے ورنہ مین ہرگز تمکو خدا کی راہ نہ بتاتا اب تمھاری توبہ کی سچائی کی علامت یہ ہے کہ تم پھر وہین واپس جاؤ اور اب وہان کے گھانس و درخت تم سے کوئی بات نہ کرین چنانچہ مین پھر وہین گیا اور پھر کسی نے مجھ سے کوئی بات نہین کی مین نے شکرانہ کا سجدہ کیا اور وہان سے واپس پھر آپ ہی کی خدمت مین آیا اور سب حال بیان کیا تب آپ نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تمکو اپنے واسطے رکھا دنیا کی کسی چیز کے لئے

[1] عریف بالفتح اسکے معنی پہچاننے والے کے ہین اور بالکسر و تشدید را بہت پہچاننے والا اور رئیس اور سردار قوم کے معنی مین ہے اور کئی شخصون کا نام ہے ۱۲ [2] صنہاجی بالکسر منسوب بصنہاجہ ایک قوم کا نام ہے دیار مغرب مین صنہاجہ حمیری کی اولاد سے کذا فی منتہی الارب ۱۲

نہین رکھا پھر اُسی کتاب مین شیخ ابو عبداللہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین ایک روز اشبیلیہ مین انکے پاس بیٹھا ہوا تھا حاضرین مین سے ایک شخص نے کچھ صدقہ دینا چاہا تو اُس جماعت مین سے کہ جو صدقہ دینا چاہتے تھے ایک شخص نے کہا کہ عزیز قریب جو ہون وہ اسکے واسطے زیادہ اولے ہین فوراً آپ نے اُس کلام کے ختم ہوتے ہی ای۲ اللہ فرمایا اس ارشاد سے ایک ایسی خنکی معلوم ہوئی کہ جو بیان مین نہین آسکتی تھی اور یہ معلوم ہوا کہ اُسوقت جو کان مین آواز پڑی وہ حق ہی کی آواز تھی بلکہ یہ خیال پیدا ہوا کہ کلام اللہ مین بھی ایسا ہی ہے اور یہ مجھکو تنہا کیفیت نہین معلوم ہوئی بلکہ جتنے حاضرین تھے سب اسی کیفیت سے کیف تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نعمات الٰہیہ سوا اہل اللہ کے اور کوئی کہا نہین سکتا اور یہ انھین کے لئے بنے ہین اور اُنھین کو انکا کہانا زیبا ہے اور اور لوگون کو جو مل جاتی ہین وہ بھی انھین کے واسطہ سے ملجاتی ہین اور یہی لوگ نعمات کے اہل ہین تاریخ ابن خلکان مین ہے کہ انکی تصانیف سے کتاب المحاسن وغیرہ ہے ان سے اور قاضی عیاض بن موسی یحصبی سے مکاتبت بہت عمدہ ہوتی تھی انکو علم تجوید و قرأت اور اسکے متعلقہ روایتون کے جمع کرنے مین بہت شغف رہتا تھا انکی ولادت دوسری ماہ جمادی الاولی روز یکشنبہ سنہ چار سو اکاسی ہجری کو بعد طلوع فجر کے ہوئی اور وفات سنہ پانسو چھتیس مین مراکش مین ہوئی شب جمعہ مین اول وقت اور ۲۳ ماہ صفر یوم جمعہ کو دفن ہوئے اور والی مراکش کا نام علی بن یوسف ابن تاشفین تھا مری منسوب بہ مریہ بفتح میم و کسر را و تشدید یا اسکے بعد ہا ہوز ایک بہت بڑا شہر ہے اندلس مین اور یہی سنہ وفات انکا علامہ امام یافعی نے بھی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھا ہے اور یہ بھی کہ بادشاہ وقت کو مریدین و متبعین کی کثرت دیکھکر اس امر کا خوف ہوا کہ کہین یہ بادشاہ سے برسر مقابلہ نہون انکو مراکش بلایا اور وہان یہ جارہے تھے کہ راستہ ہی مین انکی وفات ہوگئی۔

حال حضرت شیخ اسحق بن احمد بن محمد بن غانم علثی رضی اللہ عنہ

انکی کنیت ابو الفضل تھی یہ بڑے محدث و فقیہ عالم زاہد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنیوالے شخص تھے حق بات کہنے سے کبھی کسی سے نہین ڈرتے تھے ایکبار خلیفہ وقت ناصر لدین اللہ سے بھی ایک معاملہ مین سخت گفتگو کر گئے بلکہ اسکے روبرو جا کر جو امر حق تھا وہ کہہ آئے عراق مین یہ شیخ وقت مانے جاتے تھے فقہا وغیرہ پر اکثر اعتراضات کیا کرتے تھے خصوصاً ان اُمور مین کہ

جن مین وہ رخصت تجویز کرتے تھے منذری کہتے تھے کہ لوگون کا یہ مقولہ تھا کہ اب اس زمانہ مین کوئی شخص ان سے زاید معترض اور منکر نہین ہے چنانچہ اسیوجہ سے یہ ایک مدت تک قید رہے علامہ ابن جوزی پر بھی معترض ہوتے تھے ایک بار انھون نے اُنکو ایک خط بھیجا جسمین اُن کے کلام پر کہ جس سے اُن کا میلان اہل تاویل کی طرف معلوم ہوتا تھا معترض ہوئے اور یہ لکھا کہ فلان ابن فلان کی جانب سے یہ خط فلان کی طرف ہے اللہ تعالی مجھکو اور اُس کو دونون کو نصیحتون کے قبول کرنے کی غرور سے بچاے اور سلف صالح کی پیروی کی توفیق دے اور سنت سنیہ کا بصر کرے اور الفاظ نبویہ کے ذریعہ سے ہدایت پانے سے محروم نہ رکھے اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نئی بات پیدا کرنے سے محفوظ رکھے وغیرہ وغیرہ اسی طرح کے بہت سے امور لکھکر اُن کے اقوال وافعال کی تردید کی اور فہمایش بھی بہت کی چنانچہ اس خط کو علامہ ابن رجب حنبلی نے اپنے طبقات مین لکھا ہے اُن کی تصانیف سے ایک مجموعہ حدیثیہ ہے ان سے ایک جماعت نے حدیث پڑھی اور سُنی ابن دبیثی لکھتے ہین کہ انھون نے بھی اُن سے حدیث سُنی انکی وفات غالباً علث مین سنہ چھ سو چونتیس ہجری مین ہوئی ہے

از رہگذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل در بیان فضل اصحاب و مریدان و محبان حضرت غوث مآب رضی اللہ عنہ

شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف بابن الحامی کہتے تھے کہ مین نے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ میرا خاتمہ کتاب اللہ اور آپ کے طریقہ پر ہو آپ نے فرمایا بے شک تمھارا خاتمہ کتاب وسنت پر ہوگا جبکہ تمھارے شیخ شیخ عبدالقادر ہین مین نے تین مرتبہ یہی عرض کیا آپ نے ہر بار یہی جواب دیا نقل صاحب بہجتہ الاسرار لکھتے ہین کہ مجھ سے شیخ ابو محمد سالم بن علی بن عبداللہ دمیاطی صوفی نے بیان کیا اور اُن سے شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف بابن الحامی نے بغداد مین اور شیخ ابوالحسن علی خبازا ور شیخ ابو عمر عثمان قصیر بھی وہان موجود تھے اور سنتے تھے کہ ابن الحامی کہتے تھے کہ مین نے نشئہ مین لڑکپن مین دمشق مین خواب مین دیکھا کہ ایک نہر کا پانی خون وریم ہوگیا اور اسکی مچھلیان سانپ اور بچھو اور وہ طغیانی پر ہے مین اُس سے بھاگتا جاتا ہون کہ کہین مین اس پانی مین ڈوب نہ جاؤن بھاگتا ہوا گھبراہو ا مذرے ایک شخص نے مجھے

ایک پنکھا دیا اور کہا کہ اسکو مضبوط پکڑ لو مین نے کہا کہ یہ مجھے نہین اُٹھا سکے گا اُس نے کہا کہ تیرا ایمان تجھ کو اُٹھائے گا مین نے اُس پنکھے کو ہاتھ مین مضبوط پکڑ لیا پھر اپنے آپ کو ایک بزرگ کے پاس پایا جو میرے گھر مین تخت پر بیٹھے تھے وہ خوف اور ڈر میرا جاتا رہا مین نے اُنسے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ کو اُس خدا کی قسم جس نے آپ کو مجھپر مہربان کیا کہ آپ کا کیا نام ہے اُنھون نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے مین ہیبت سے کانپ گیا اور عرض کرنے لگا کہ میرے لیے دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ میرا خاتمہ اپنی کتاب اور آپ کے طریقہ پر کرے آپ نے اسکے جواب مین تین مرتبہ فرمایا کہ تیری عاقبت بخیر ہے جبکہ تیرے شیخ شیخ عبدالقادر ہین مین نے بیدار ہوکر اپنے والد سے یہ خواب بیان کیا اور حضرت کی زیارت کے ارادہ سے چلا یہ وہ دن تھا کہ جس روز آپ رباط مین وعظ فرما رہے تھے وہان جب پہونچا تو بہت ہجوم کی وجہ سے سب کے پیچھے مجھے جگہ ملی آپنے قطع کلام فرما کر ارشاد کیا کہ تم دونون میرے پاس آؤ مین اور میرے والد لوگون کے سرون اور گردنون کو ناگھتے آپ کے قریب جا پہونچے آپ نے اور قریب بیٹھنے کو فرمایا میرے والد آپ کے سامنے گئے مین بھی اُن کے ساتھ تھا آپ نے میرے والد سے فرمایا اے احمق بغیر دلیل کے میرے پاس نہین آیا پھر اپنا کرتہ اتار کر میرے والد کو پہنایا اور کلاہ اُتار کر میرے سر پر رکھی مین اور وہ دونون وہین بیٹھ گئے بعد اسکے والد نے دیکھا تو جو کرتہ آپ نے پہنایا تھا وہ اُلٹا تھا چاہا کہ اُسکو سیدھا کرلین ایک شخص نے کہا کہ بھلا یہ کون وقت کرتہ سیدھا کرنیکا ہے جب ہجوم کم ہوے تب سیدھا کرلینا جب حضرت کرسی سے اُترے اور مجمع کم ہوا تو میرے والد نے کرتہ سیدھا کرنا چاہا دیکھا تو وہ خود بخود سیدھا ہو گیا تھا یہ دیکھکر میرے والد بیہوش ہو گئے اور حاضرین بھی اس حال سے متاثر ہوے آپ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ اور آپ اُسوقت قبۃ الاولیا مین تشریف رکھتے تھے اُسے قبۃ الاولیا اس لیے کہتے تھے کہ وہان اکثر اولیاء اللہ اور رجال الغیب آپکی زیارت کو حاضر ہوا کرتے تھے غرضکہ ہم دونون جب وہان حاضر ہوے تو آپنے میرے والد سے فرمایا کہ جسکے رہنما محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور پیر شیخ عبدالقادر ہون اُس سے کرامت کیسے نہ صادر ہو یہ تیری کرامت تھی جو لوگون نے دیکھی بعد اسکے دوات وقلم منگوا کر خرقہ شریفہ کی سند ہمارے واسطے تحریر فرما دی **نقل** شیخ ابو عبد اللہ محمد بن شیخ ابی العباس خضر بن عبد اللہ حسینی موصلی کہتے تھے کہ مجھ سے میرے والد بیان کرتے تھے اور اُن سے شیخ ابو النجیب عبد القاہر بن عبد اللہ سہروردی نے بغداد مین ۵۵۲ھ مین

نیز شیخ ابو علی اسحق بن علی بن عبد اللہ بن عبد الدائم ہمدانی صوفی نے اور اُن سے شیخ ابو محمد عبد اللطیف ابن شیخ ابو النجیب نے اور اُن سے اُن کے والد نے بیان کیا کہ ہر رات کو شیخ حماد کے حجرہ سے آواز شہد کی مکھی کی ایسی سنی جاتی تھی ایک روز اُن کے مریدین نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے جو اُسوقت تک اُن کے ہم صحبت تھے کہا کہ اسکی وجہ شیخ حماد سے پوچھیئے آپنے پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ میرے بارہ ہزار مریدین مین ہر شب کو اُن کو یاد کرتا ہون اور ہر ایک کے واسطے دعا کرتا ہون اور اگر کسی سے کوئی لغزش ہوجاتی ہے تو ایک مہینہ کے اندر یا وہ توبہ کر لیتا ہے یا مرجاتا ہے کیونکہ مین ڈرتا ہون کہ کہین ایسا نہو کہ ایک مدت اُسکی گناہون مین گذرے اور اُسپر عذاب ہو تب حضرت نے فرمایا کہ اگر مجھکو بھی خدا کی جناب مین قربت و منزلت حاصل ہوئے تو مین اپنے مریدون کے لیے قیامت تک عہد کرونگا کہ اُن مین سے کسی کی روح بغیر توبہ کے قبض نہو اور مین اُن کا ضامن ہونگا شیخ حماد نے فرمایا کہ عنقریب تمھارا یہ مرتبہ ہوگا اور تمھارا ظل کرامت اُن کے سرون پر ہوگا

نقل ایک جماعت مشائخ روایت کرتے ہین کہ حضرت اپنے مریدون کے قیامت تک ضامن ہوے ہین کہ کوئی اُن مین سے بغیر توبہ کے نہ مریگا اور بارگاہ الٰہی سے آپکو بشارت ملی کہ آپکے مرید بواسطہ و بلاواسطہ قیامت تک بہشت مین جائینگے اور آپ فرماتے تھے کہ مین اپنی سات پشتون کے مریدون تک کے کل امور کا ضامن ہون اور اگر میرے مرید کے حال مین نقصان ہو اور وہ مشرق مین ہو اور مین مغرب مین تو اُس کا نقصان مٹادون اور مین خداوند عالم کی طرف سے اس بات پر مامور ہون کہ اپنے مریدون کے حال و مرتبہ کا محافظ رہون لہذا خوشخبری ہو اُسے جس نے مجھے دیکھا یا اُسکو دیکھا جس نے مجھے دیکھا اور افسوس اُسپر جسنے مجھے نہین دیکھا کشف الاستار ترجمہ بہجۃ الاسرار مین ہے کہ سات سے مراد صرف کثرت ہے

نقل زبدۃ الآثار مین ہے کہ حضرت سے کسی نے عرض کیا کہ اگر کوئی آپ کا نام لیتا ہو اور اُسکو نوبت آپ سے بیعت کرنے یا خرقہ پہننے کی نہ آئی ہو تو وہ آپکے مریدون مین شمار ہوگا یا نہین فرمایا کہ جو میری طرف نسبت کرے اور میرا نام لے اور اعتقاد رکھے خداوند تعالیٰ اُسکو قبول کرے گا اور اُسے توفیق توبہ دیگا اگرچہ وہ بُری راہ پر ہو اور وہ میرے اصحاب سے ہوگا اور حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے دوست اور ہم مذہب کو بہشت مین رکھے گا ایک بار آپ سے کسی نے پوچھا کہ جس نے آپ کی طرف نسبت کی اُس کی کیا

فضیلت ہے فرمایا کہ جو بیضہ ہم سے ہو وہ ہزارون کی قیمت رکھتا ہے تو بھلا چوزے کی کیا قیمت پوچھتے ہو کہ اسکی تو قیمت ہی نہین اور فرمایا کہ اگر میرا مرید ننگا ہو جائے یا اُس کا عیب مغرب مین کھل جائے اور مین مشرق مین ہون تو اسکی عیب پوشی کرونگا اور فرماتے تھے کہ مجھے ایک کاغذ اسقدر لانبا دیا گیا کہ جہانتک نگاہ پہونچتی تھی اُس مین میرے یارون اور مریدون کے نام جو قیامت تک ہونگے لکھے تھے اور ارشاد ہوا کہ یہ سب تیرے سبب سے بخشے گئے اور مین نے مالک خازن دوزخ سے پوچھا کہ تمھارے پاس میرا کوئی مرید ہے اُس نے کہا نہین اور فرماتے تھے کہ قسم خدا کی میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین پر اور اگرچہ میرا مرید جید نہین ہے مگر مین جید ہون اور پروردگار کی عزت وجلال کی قسم کہ مین اپنے پروردگار کے سامنے سے نہین ہٹون گا جبتک کہ اپنے آپ کو اور اُن کو بہشت مین نہ لیجاؤن گا **نقل** آپکے خادم کو ایک رات مین ستر بار نہانے کی ضرورت ہوئی اور ہر بار وہ مختلف عورتون کو خواب مین دیکھتا تھا بعضون کو پہچانتا تھا اور بعضون کو نہین صبح کو اُس نے حاضر ہو کر یہ حال عرض کرنا چاہا آپ نے پہلے ہی جو کیفیت گذری تھی بیان کر دی اور فرمایا کہ اسکو مکروہ نہ جانو کیونکہ مین نے لوح محفوظ مین تمھارے نام پر لکھا دیکھا تھا کہ ستر مرتبہ تم سے زنا واقع ہوگی فلان فلان عورت سے سب کے نام لیے اور حالات بیان کیے تو مین نے خدا سے عرض کیا کہ اس فعل کو تم سے بیداری کی حالت سے خواب کی حالت پر پھیر دے **نقل** شیخ ابو محمد داؤد بن علی بن احمد بغدادی کہتے تھے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ شیخ معروف کرخی کے پاس لوگ حاضر ہو کر اپنے حالات عرض کرتے ہین اور وہ جناب باری سے عرض کرتے ہین ایک بار شیخ معروف نے مجھے دیکھکر فرمایا کہ اے داؤد تم بھی اپنا قصہ بیان کرو کہ اسکو بھی مین جناب باری مین عرض کرون مین نے کہا کہ کیا میرے شیخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی معزول ہو گئے اُنھون نے کہا خدا کی قسم وہ نہ معزول ہوے ہین نہ ہونگے جب مین بیدار ہوا تو صبح کو مدرسہ مین آیا اور دروازہ پر بیٹھکر چاہا کہ آپ سے بیان کرون کہ آپ نے خود ہی اندر سے مجھے طلب فرما کر قبل اسکے کہ مین کچھ عرض کرون فرمایا کہ مین معزول نہین ہوا ہون تم اپنا حال بیان کرو تو مین جناب باری سے عرض کرون اور خدائے عزوجل کی قسم کہ مین نے کبھی کوئی حال اپنے دوستون یا اغیار کا نہین عرض کیا کہ اُسکے بابت مجھکو خود پورا کرنے کا حکم نہین ملا اور وہ پورا نہین کر دیا گیا **نقل** امام حافظ تاج الدین ابو بکر عبدالرزاق حضرت کے صاحبزادہ فرماتے تھے کہ ایکبار میرے

والد نے میری دوسری والدہ یعنی حضرت یحییٰ کی والدہ سے فرمایا کہ چاول پکاؤ اُنھون نے چاول پکاکر ایک کاسہ مین بھر کر رکھدیے آدھی رات کو دیوار شق ہوئی اور اُس سے ایک شخص نکلا اُس نے سب کھاکر چلا جانا چاہا تب آپنے مجھ سے فرمایا کہ اس سے ملو اور کوئی دعا پوچھو مین جاکر دیوار کے باہر اُس سے ملا اُس نے کہا کہ مین تمھارے باپ کی دعا اور خرقہ کی برکت سے اس حال کو پہنچا ہون صبح کو مین نے یہ حال شیخ علی بن ہیتی سے بیان کیا اُنھون نے کہا کہ ہان میرے علم مین کوئی خرقہ متبرک کسی مرید کے لیے اور حال عنایت کرنے والا تمھارے والد کے خرقہ سے زائد نہین ہے اور اللہ تعالیٰ نے ستر آدمیون کو جنھون نے ان سے خرقہ پہنا بہت بڑی برکت اور کیفیت عنایت کی اور وہ وہ لوگ تھے کہ جن کے سرون پر اُنھون نے اپنا ہاتھ رکھا اور مین کسی دن کو بابرکت اُس دن سے زائد نہین سمجھتا کہ جس روز مین تمھارے والد کی زیارت کرتا ہون **نقل** شیخ علی بن ہیتی کہتے تھے کہ مین نے کسی بزرگ کے مریدون کو زائد نیکبخت آپکے مریدون سے نہین دیکھا اور مین نے شیخ ابو سعید قیلوی سے سُنا کہ وہ کہتے تھے کہ شیخ عبد القادر نے عالم اعلیٰ کی طرف جب عروج کیا تب خدا سے عہد لیا کہ جو اُن کا دامن پکڑے وہ نجات پائے اور بقا بن بطو کو کہتے سنا کہ تمام اصحاب شیخ محی الدین کو مین نے نیکبخت پایا **نقل** شیخ عدی بن مسافر کہتے تھے کہ جو مجھ سے خرقہ پہننے کی خواہش کرے تو پہنادون سوا اصحاب شیخ محی الدین عبد القادر کے کہ وہ تو دریاے رحمت مین ڈوبے ہوے ہین اُن کا میرے پاس خرقہ پہننے آنا ویسا ہے جیسے کوئی دریا کو چھوڑ کر تالاب یا گڈھے کے پاس آئے **نقل** ایک جماعت مشائخ کا بیان ہے کہ ہم بغداد مین شیخ ابی محمد علی بن ادریس یعقوبی کی خدمت مین حاضر تھے کہ وہان شیخ ابو حفص عمر معروف بہ ثریدہ آئے اُن سے شیخ علی نے کہا کہ ان لوگون سے اپنے خواب کا حال کہو اُنھون نے کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام انبیا علیہم السلام اپنی امتون کو اپنے اپنے ٹھکانے پر لائے تو بعضے نبیون کے دو مرد اور بعضون کے ایک پیرو تھے پھر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی امت مثل سیل کے تھی اُن مین بزرگان دین بھی تھے اور ہر بزرگ کے ساتھ مختلف اصحاب تھے پھر اُن مشائخ مین سے ایک بزرگ آئے جن کے ساتھ بہت سے لوگ تھے لوگون نے کہا کہ یہ شیخ عبد القادر اور اُن کے اصحاب ہین مین نے آگے بڑھکر عرض کیا کہ یا حضرت مین نے آپ سے زیادہ بابرکت اور عمدہ تابعین والا بزرگ نہین دیکھا آپ نے فرمایا کہ ہان ہر طویلہ مین ایک گھوڑا لاجواب ہے اور ہر جگہ ایک جماعت ہے جس سے کوئی

سبقت نہین کر سکتا اور ہر لشکر مین ایک بادشاہ ہے جسکی کوئی مخالفت نہین کر سکتا اور ہر منصب مین
ایک خلیفہ ہے جو کبھی معزول نہین ہوتا **نقل** صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ مجھ سے شیخ ابو عبد اللہ
محمد بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن قیمان بن علی ارزنی رومی حنفی بیان کرتے تھے کہ اُن سے شیخ
خلیل بن شیخ ابو العباس احمد بن علی صرصری نے سنہ چھ سو انتیس مین بیان کیا کہ ان کے والد
کہتے تھے کہ مین نے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کو فرماتے سُنا کہ جو مسلمان میرے
مدرسہ کے دروازہ پر ہو کر نکلے تو قیامت کے دن اُس سے عذاب کی تخفیف ہو گی **نقل** بغداد
مین ایک جوان نے آکر عرض کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا رات کو مین نے اُسے خواب
مین دیکھا کہ اُسپر قبر مین عذاب ہوتا ہے اُس نے مجھ سے کہا کہ تو شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ
کی خدمت مین حاضر ہو اور میرے لیے دعا کے واسطے عرض کر آپنے فرمایا کہ تیرا باپ میرے
مدرسہ سے کبھی گذرا ہے کہ نہین اُس نے عرض کیا کہ ہان آپ ساکت ہو گئے وہ جوان چلا
گیا اور دوسرے روز آکر عرض کیا کہ آج کی رات مین نے اپنے باپ کو بہت خوش اور سبز
خلعت پہنے دیکھا اور اُس نے کہا کہ بہ برکت حضرت شیخ عبد القادر مجھپر سے عذاب اُٹھا لیا
گیا اور یہ خلعت مجھے ملا تجھے چاہیے کہ تو حضرت ہی کی خدمت مین حاضر رہا کر حضرت نے فرمایا
کہ خداوند عالم نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو مسلمان میرے مدرسہ کی طرف سے گذرے گا
اُس سے عذاب کی تخفیف کی جائے گی **نقل** پھر انھین راوی کا بیان ہے کہ ایک دن مین
حاضر تھا لوگون نے بیان کیا کہ ایک شخص باب ازج کے قبرستان مین دفن ہوا تھا چند لوگون
سے اُسکے رونے کی آواز سنی جاتی ہو آپنے فرمایا کہ کیا اُس نے میرا خرقہ پہنا تھا حاضرین نے عرض کیا کہ معلوم نہین فرمایا کہ کیا
میری مجلس مین حاضر ہوا تھا عرض کیا معلوم نہین پھر فرمایا کہ کیا اُس نے میرے یہان کھانا کھایا تھا عرض
کیا کہ معلوم نہین پھر فرمایا کہ میرے پیچھے نماز پڑھی تھی کہ نہین عرض کیا معلوم نہین فرمایا کہ تقصیر کرنے والا
خاسر ہوتا ہے تھوڑی دیر سر جھکا کر کمال ہیبت اور وقار سے فرمایا کہ فرشتون نے
مجھے خبر دی کہ اُس نے تم کو دیکھا تھا اور تمھارا معتقد تھا اس لیے حق تعالیٰ نے اُسے بخشدیا
پھر اُس تاریخ سے پھر لوگ اُس کی قبر پر گئے مگر کوئی رونے یا چلانے کی آواز نہ سنی
نقل شیخ ابو حفص عمر بن شیخ ابو المجد مبارک بن احمد بن عیسیٰ النعیبی بیان کرتے
تھے کہ مجھ سے شیخ ابو عبد الرحیم عسکر نعیبی نے بیان کیا اور اُن سے شیخ ابو محمد
عبد الجبار حضرت کے صاحبزادے فرماتے تھے کہ جب میری والدہ اندھیرے

گھر مین جاتی یقین تو ایک شمع غیب سے اُن کے سامنے روشن ہو جاتی تھی اور وہ
مکان منور ہو جاتا تھا ایک روز اسی حالت مین میرے والد اُن کے یہان تشریف
لے گئے اور اُن کی نظر مبارک اُس شمع پر پڑی وہ گل ہو گئی اُنھون نے میری والدہ سے
فرمایا کہ شمع جو تم دیکھتی تھین شیطانی تھی اور شیطان ہی تمھاری خدمت کرتا تھا اب مین نے
اُس کو تم سے ہٹا کر نور رحمانی سے مبدل کر دیا اور اسیطرح جو مجھ سے نسبت درست رکھتا ہے اور
میری عنایت اُسپر ہوتی ہے تو مین اُسپر توجہ کرتا ہون پھر اُس تاریخ سے یہ ہوا کہ جہان وہ عصمت مآب
اندھیرے مین جلتین تو مہتاب کی سی روشنی وہان ہو جاتی تھی **نقل** شیخ ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن ابی بکر
ابھری ثم البغدادی کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو الحسن علی جناز نے بیان کیا اور اُن سے شیخ
ابو القاسم عمر بزاز نے بغداد مین کہ مین نے حضرت سے کئی بار سُنا کہ آپ نے فرمایا کہ حسین
بن منصور حلاج کا پیر پھسلا اسوقت کوئی نہ تھا جو اُن کا ہاتھ پکڑتا اگر مین اُس وقت ہوتا تو اُن کا
ہاتھ پکڑ لیتا اور میرے جس کسی یار یا مرید کا پیر قیامت تک پھسلے گا مین اُسکو سنبھالون گا صاحب
تحفۃ المحبین کا قول ہے کہ حضرت کا یہ ارشاد کہ اگر مین منصور کے وقت مین ہوتا تو اُن کی دستگیری
کرتا اسکے معنی یہ ہین کہ حضرت منصور مرتبہ اطلاق مین پابند ہو گئے اور کسی طرح اس مرتبہ سے ترقی
نہ کر سکے اگر مین ہوتا تو ترقی کرا دیتا یعنی مرتبہ صحو مین جو مرتبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے پہونچا دیتا
نقل شیخ ابو المعالی عبد الرحیم بن مظفر بن مہذب قرشی کہتے تھے کہ مجھے حافظ ابو عبد اللہ محمد بن
محمود بن النجار بغدادی نے بغداد مین پڑھ کر سُنایا اور کہا کہ یہ واقعہ عبد اللہ جبائی نے میرے
لیے لکھا تھا اور مین نے اُن کی تحریر سے نقل کر لیا تھا عبد اللہ لکھتے ہین کہ مجھ سے ہمدان مین
ایک شخص دمشقی سے ملاقات ہوئی جسکو لوگ ظریف کہتے تھے وہ بیان کرتا تھا کہ خوارزم یا نیشاپور
کے راستہ مین مجھ سے اور بشر قرطی سے ملاقات ہوئی اُسکے ساتھ چودہ اونٹ تھے جن پر شکر
لدی ہوئی تھی اُس نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز مین ایک ہولناک جنگل مین اُترا جہان
کمال خوف سے کوئی بھی نہین ٹھہرتا تھا شروع رات مین جب اونٹ لادے اور کوچ کرنے کا
ارادہ ہوا تو چار اونٹ معہ شکر کے گم ہو گئے ہر چند ڈھونڈھا نہ ملے مجبوراً اونٹون کو ٹھہرا کر
اُن کی تلاش مین چلا اور قافلہ سے علٰحدہ ہو کر اُس ہولناک جنگل مین تنہا رہ گیا جب صبح ہو گئی
تو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کا ارشاد یاد آیا کہ آپ کا ارشاد ہے کہ جو مصیبت
کے وقت مجھے یاد کرے گا وہ اُس سے نجات پائے گا لہذا مین نے کہا کہ یا حضرت

میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں مدد فرمائیے پھر مطلع کی طرف نظر گئی دیکھا کہ ایک سفید پوش پشتہ پر کھڑے اشارہ سے مجھے بلاتے ہیں میں اُن کی طرف دوڑا جب پشتہ پر پہونچا تو کسی کو نہیں پایا لیکن پشتہ کے نیچے چاروں اونٹ بندھے موجود تھے خدا کا شکر بجالا کر اُن کو قافلہ میں لے آیا شیخ ابوالمعالی کہتے تھے کہ میں نے اس حکایت کو شیخ علی خباز سے سُنا اور وہ کہتے تھے کہ میں نے شیخ ابوالقاسم عمر بزاز کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت کی زبان سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو کسی مصیبت کے وقت مجھ سے فریاد کرے تو میں اُسکو قبول کرونگا اور اُسکی محنت اُٹھاؤنگا اور جو حالت شدت میں میرا نام پڑھے گا بلا سے نجات پائے گا اور جو مجھے میرا نام لے کر کسی سختی کی حالت میں پکاریگا وہ سختی اُس کی دور ہوجائیگی اور جو کسی حاجت میں مجھے اللہ کے یہاں اپنا وسیلہ کرے گا وہ حاجت اُسکی روا ہوگی اور جو دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے قل ہو اللہ گیارہ بار پڑھے پھر بعد سلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے اور عراق کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے تو خدا کے حکم سے وہ حاجت روا ہوجائے گی کذا فی بہجۃ الاسرار رسالہ وسیلہ جلیلہ میں ہے کہ کشفت اور فرجت اور قضیت جو اصل عبارت کتاب ہے اگر مجہول کا صیغہ کہیں تو یہ معنے ہونگے اور اگر متکلم کا صیغہ کہیں تو یہ مطلب ہوگا کہ جو شخص مصیبت میں ہم سے استغاثہ کرے گا ہم اُسکی مصیبت دور کردینگے اور جو شخص تکلیف میں ہمارا نام لیکر پکارے گا ہم اُس کی تکلیف دور کردینگے اور جو شخص کسی حاجت میں اللہ کے ساتھ ہمارا توسل کرے گا اُسکی حاجت برلائیں گے چونکہ استغاثہ کرنے والے اور پکارنے والے اور وسیلہ ڈھونڈھنے والے کی حاجت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی دعا و وساطت سے برآتی ہے اس لیے حاجت روائی آپ کی طرف منسوب کیگئی ورنہ مختار حقیقی تو اللہ تعالی ہی ہے منکرین اس قسم کے توسل کے بارہ میں بہت کچھ کہتے ہیں مگر جہاں تک غور کیا گیا تو اس میں کسی قسم کا نقصان شرعی نہیں ہے قضائے حاجت کیلیے نماز پڑھنا تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور بعد نماز کے درود اور سلام بھی غیر مشروع نہیں بلکہ درود وسلام سے دعا قبول ہوتی ہے اور حضرت غوثیت مآب کا ذکر کرنا بھی ناجائز نہیں کیونکہ اولیاء کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے آمین نئی بات صرف یہ ہے کہ کھڑے ہو کر گیارہ قدم عراق کی طرف چلنا اور حضرت غوثیت مآب کو یاد کرنا اور اپنی حاجت کہنا اسکے عدم جواز کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں پائی جاتی ہے توسل اور تشفع ہر صورت

مین جائز ہے آدمی کھڑا ہو یا بیٹھا البتہ کھڑے ہوکر توسل کرنے مین زیادہ اہتمام مقصود ہوتا ہے اور
بغداد کی طرف چلنا صرف اسی خیال سے ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے توسل ہے
جنکا مزار مقدس بغداد مین ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ عبادت ہے تو غلط ہے گیارہ قدم نہ داخل
عبادت ہے نہ کسی عبادت کے مشابہ ہے صاحب بہجۃ الاسرار کے معتبر ہونے کا حال بھی ظاہر ہے اور
اس روایت کو علمار محدثین اور ایک جماعت فقہا نے اپنی کتابون مین لکھا ہے جیسے شیخ مجدالدین
فیروزآبادی نے روضۃ الناظرین مین اور شیخ محمد بن سعید زنجانی نے نزہۃ الخواطر مین اور شیخ
شہاب الدین قسطلانی صاحب مواہب لدینہ نے روض الزاہر مین اور امام یافعی نے خلاصۃ
المفاخر مین اور شیخ ابوبکر بن نصر نے انوار الناظر مین اور سید عبدالقادر عیدروس نے الدر المفاخر
مین اور شیخ محمد بن یحییٰ تاوفی نے قلائدالجواہر مین اور شیخ عبدالحق محدث نے زبدۃ الآثار اور
زبدۃ الاسرار مین بلکہ شیخ نے ایک رسالہ مستقلہ صلوٰۃ الاسرار کے بیان مین لکھا ہے معہ اُسکے
قواعد متعلقہ کے کذا فی حاشیہ زبدۃ الاسرار اور شاہ ابوالمعالی نے تحفہ قادریہ مین اور مولوی محمد
غوث نے انہار المفاخر مین اور قاضی الملک مدراسی نے نثرالجواہر مین اگر یہ شرک ہوتا تو یہ لوگ
اُسکو کیونکر جائز رکھتے ان علما وفقہا محدثین کا اُسکو معتبر جان کر نقل کرنا اُسکے جواز پر سند
کافی ہے اب اگر کوئی کہے کہ حضرت کے خود ملفوظ کے اُنتیالیسوین مجلس مین ہے کہ آپ فرماتے
تھے کہ سلوا اللّٰہ ولا تسئلوا غیرہ واستعینوا باللّٰہ ولا تستعینوا بغیرہ یعنی مانگو اللہ
سے اور نہ مانگو اُسکے غیر سے اور مدد چاہو اللہ سے اور نہ مدد چاہو اُسکے غیر سے تو اسکا جواب
یہ ہے کہ استعانت کبھی تعمیل اسباب کے معنون مین آتی ہے جیسے علمار عربیہ کا اتفاق ہے
اس پر کہ اس مثال کتبت بالقلم مین حرف با استعانت کے لیے ہے یعنی مین نے قلم کی
مدد سے لکھا یہان پر سوا اسکے کہ عمل بالقلم جو سبب وآلہ کتابت ہے مقصود ہو اور کچھ نہین
اس قسم کی استعانت غیر اللہ سے بالاتفاق اجازت شرعیہ سے جائز ہے اور کبھی اس معنی کے
ساتھ کہ زبان یا دل سے کہے کہ اے فلان فلانے کام مین میری مدد اور اعانت کرو تو کلام
جواز وعدم جواز مین ایسے ہی معنی استعانت سے ہے اور استعانت ان معانی کے ساتھ عقلا
اور صلحا کی رائے مین اُسوقت ہوتی ہے کہ جب تین باتین ہون ایک اُس شخص کا علم جس سے
استعانت چاہتا ہے استعانت چاہنے والے کیساتھ تو زید عمرو غائب سے نہین کہتا کہ میری مدد
کر مگر بطریق خط وکتابت یا بطریق پیغام وسوال کے تو حکم حضور اُسمین ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ مستعان کو

مستعین کی مدد کرنے پر قدرت ہو مثلاً ایک شخص بادشاہ سے کوئی نوکری مانگتا ہو اور اسمین اُسکے متوسلون سے مدد چاہتا ہو نہ اور شخصون سے جن کو اُس مدد کی قدرت نہین ہے تو متوسلون سے یہ نہین کہہ سکتا کہ مجھکو یہ منصب دو نیز تیسرے یہ کہ مستعان کو مستعین پر ایک طرح کی شفقت وعنایت ہو جیسے لڑکا ماں باپ سے اور دوست دوستون سے اپنے کام مین مدد چاہتا ہے تو یہ تینون معنی علم وقدرت ورحمت کے ماسوائے اللہ مین کم ہوتے ہین تو مدد چاہنا غیر اللہ یعنی مردون سے کاملین ہون یا غیر کاملین غیر معقول ہے اور اس سے یہ لازم نہ آئے گا کہ ان تینون امور کے لحاظ سے زندون کا باہم مدد چاہنا بھی ناجائز غیر معقول ہو اس لئے کہ اس کے جواب مین ہم کہین گے کہ زندون کا باہم مدد چاہنا قرآن شریف سے ثابت ہے اور اول معنی کے ساتھ ملحق ہے کہ جس مین اسباب کا عمل مین لانا مقصود ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ پس حضرت غوثیت مآب کا ارشاد جیسا کہ مطابق توحید طریقت کے ہے ویسا ہی مطابق توحید شریعت کے بھی ہے حدیث شریف مین ہے کہ جب تو سوال کرے تو اللہ سے اور جب مدد چاہے تو اللہ سے اور چونکہ مردے نظر سے غائب ہین جیسے اللہ بشر کی نظر سے بسبب اپنے علو وعظمت کے متعالی ہے یعنی دکھائی نہین دیتا لیکن قرب ومعیت مخلوقات کیساتھ اُسے حاصل ہے چنانچہ آیۂ شریفہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور واللہ معکم اینما کنتم مین باوجود اس معنی پر ایمان رکھنے کے کہ اللہ کے سوا غیرون سے جو ایک دوسرے کو نہین دیکھتے اور اللہ قریب سمیع بصیر قدیر رحیم ہے دوسرون سے مدد چاہنا ناجائز اور غیر معقول ہوگا تو حضرت کا ارشاد توکل پر مبنی ہے یہ اور بات ہے کہ توکل مین مقصود اسباب دُنیا اور اُسکے عوائق سے اعراض ہوتا ہے اور قطع التفات اُسکے عوائق سے جو اعلیٰ مرتبہ توکل ہے صاحب نہایہ نے متوکلون کی شرح مین لکھا ہے کہ توکل صفات اولیا سے ہے جو اسباب دنیا اور اُسکے عوائق سے اعراض کرتے ہین اور علائق دنیا سے کسی چیز کیطرف توجہ نہین کرتے اور یہ خواص کا درجہ ہے سوا اُنکے اسپر کوئی نہین پہونچ سکتا اسی وجہ سے عوام کو دوا وعلاج کرنے کی رخصت دیدی گئی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات مین فرماتے ہین کہ اولیائے امت اور اصحاب طرق مین قوی تر وہ ہے جنھنے بعد راہ جذب کے مضبوط تر طریقون سے تمام کرنیکے اس نسبت اویسیہ کے ساتھ

لـه مدد دو ایک دوسرے کو نیک کامون اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد دو گناہ اور سرکشی پر ۱۲ صنہ

اہل کیطرف میل کیا اور وہاں بخوبی پہونچا جیسے کہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی تھے جنکے
متعلق یہ منقول ہے کہ وہ اپنی قبر مین بھی زندون کی طرح تصرف کرتے ہین حضرت شیخ عبد الحق
محدث دہلوی شرح فتوح الغیب مین لکھتے ہین کہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ
کی حیات و ممات برابر ہے اور شیخ شہاب الدین ملک العلماء کے ملفوظ مین بھی یہی ہے کہ سیدنا
و مولانا شیخ ابو محمد سید عبد القادر جیلانی کی حیات و ممات برابر ہے اب رہی یہ عبارت یا شیخ
عبد القادر جیلانی شیئاً للہ چونکہ منکرین اس ترکیب سے توسل اور استغاثہ کو ناجائز
کہتے ہین لہذا اسے بھی کچھ سن لینا چاہیئے کہ یہ ترکیب مولدین عرب سے ہے اس کے
دو معنی خیال مین آتے ہین اوّل یہ کہ اے شیخ عبد القادر جیلانی خدا کے لئے دیجئے یہ معنی
صحیح نہین ہین اسلئے کہ خدا نہ عالم کسی کا محتاج نہین دوسرے معنی یہ کہ یا شیخ عبد القادر
اکراماً للہ کچھ دیجئے اس معنی مین کسی قسم کا فساد نہین بلکہ یہ حسب مفہوم عرف ہے اللہ تعالے
فرماتا ہے فان للہ خمسہ جب یہ معنی حسب مفہوم عرف ہوے تو اس جملہ کو اسی معنی پر حمل
کرنا چاہیئے نہ معنی اول پر کہ جو صحیح نہین ہین شامی مین ہے کہ معنی صحیح کے مراد لینے مین
ظاہراً کوئی مضائقہ نہین کیونکہ اکثر علماء محدثین اسکے مجوز ہین جیسے امام یافعی اور خیر الدین
رملی اور سید عمر بصری مکی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور شیخ زین الدین خوافی اور شیخ
حسین مکی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علامہ شامی اگر اس سے معنی اول مقصود
ہوتے تو یہ اکابر ہرگز اسکو جائز نہ سمجھتے یا یہ کہا جائے کہ یہ جملہ استمداد کے لئے ہے فتاوے
خیریہ مین جو کتب معتبرہ سے ہے اور مصنف اسکے صاحب درمختار کے استاد ہین لکھا ہے
کہ لوگون کا قول یا شیخ عبد القادر جیلانی ندا ہے جب لفظ شئے ملا دی گئی تو یہ طلب شئے
اکراماً للہ تعالے ہوئی اس سے حرمت کا کوئی منشا نہین پایا جاتا اور فتاوے علامہ سید
عمر بصری مکی مین ہے کہ شیئاً للہ یا فلان عام لوگون کا کہنا یہ عربی ہے عجمی نہین اور یہ ترکیب
مولدات اہل عرب سے ہے ائمہ سے اس کے نہی منقول نہین ہوئی یہ ترکیب ایسے محل پر
نہین مستعمل ہوتی جس سے حرام یا مکروہ لازم آتا ہو اس لئے کہ اس سے استمداد ایسے شخص
سے کی جاتی ہے جس سے حسن ظن ہوتا ہے اور یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ انبیا و اولیا
جب دار فانی سے رحلت فرماتے ہین تو انکے سمع اور بصر مین بہ نسبت زندون کے زیادہ قوت
آجاتی ہے اگر کسی خستہ حال نے ان سے ندا کی یا انکا توسل کیا تاکہ رنج و غم انکی دعا

سے دور ہو اور یون کہا یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ تو اس مین کسی قسم کا مضائقہ نہین یہ توسل اور شفاعت کا طریقہ ہے اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بعد موت کے سوا اللہ کے کوئی متصرف نہین ہوتا انبیا و اولیا سے صرف توسل کیا جاتا ہے اور توسل کا جواز احادیث و آثار سے ثابت ہے علامہ شیخ حسین مکی کشط الاہاب مین لکھتے ہین کہ جب یہ ثابت ہے کہ انبیا و اولیا بعد انتقال کے اس دنیا سے بہ نسبت زندون کے اسمع و ابصر ہین تو اگر اُن کو بعض ملہوفین نے پکارا یا اُن سے توسل کیا یا دعا اللہ سے واسطے اپنے غمون کے دور ہونے کے چاہی مثلاً یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کہا تو اس مین کوئی مضائقہ نہین ہوا اور نہ کوئی بُری بات ہوئی یہ تو طلب توسل اور شفاعت ہے کیونکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد کوئی کسی طرح تصرف نہین کر سکتا سوائے اللہ کے بلکہ کوئی عطا کرنے والا اور بخشنے والا بھی سوائے اللہ کے نہین ہے وہی نافع اور کریم اور ودود ہے اور اولیا سے وہی بات مانگی جاتی ہے جو کرنے کی ہوتی ہے وہ کیا ہے خدا سے توسل تصلے حاجات مین تو ایسا توسل جائز ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ مین فرماتے ہین کہ بعضے اصحاب طریقہ قادریہ حصول مہمات کے لئے اس طرح پر ختم کرتے ہین کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہین اُسکے بعد ایک سو گیارہ بار درود پھر ایک سو گیارہ بار کلمہ تمجید اور گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی اور ایک بار سورہ یسین پھر اگر بڑا ختم منظور ہوتا ہے تو سورہ الم نشرح ایک ہزار گیارہ مرتبہ اور اگر چھوٹا ختم تو یہی سورہ ایک سو چالیس بار بعد اسکے ہر صورت مین درود ایک سو گیارہ بار پڑھکر تمام کرتے ہین اور خدا سے حاجت عرض کرتے ہین اور یہی ہمعات مین بھی انواع علاج نفس مین لکھا ہے کہ ارواح طیبہ مشائخ کی طرف متوجہ ہو اور اُنکے لئے فاتحہ پڑھے یا اُنکی قبر کی زیارت کو جائے اور وہان سے استمداد کرے مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی اپنے رسالہ اسرار المحبۃ مین لکھتے ہین کہ محبت زندہ لوگون کی نافع ہے حالت عجلت و تاخیر دونون مین اور مُردون کی نافع ہے آیندہ کے لئے یقیناً بشرط المیث و ایمان کے اور عجلت مین بشرط دوام توجہ اور تخلیہ قلب کے خلوتون مین اور اُنکی یادگی مداومت اور کثرت ندا اور احسان کے ثواب بھیجنے کے ذریعہ سے یا اُن کے لڑکے بالون کے ساتھ سلوک و مراعات کرنے کے ساتھ اور اُسی سے دروازہ ادلیسیہ کھلتا ہے اور شفقت صحبت معلوم ہوتی ہے شفائے قاضی عیاض مین ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کا پیر ایک بار سن ہو گیا لوگون نے اُنسے کہا کہ آپ اپنے

دوست ترین لوگون مین سے کسی کو یاد کیجئے تا کہ یہ کیفیت دفع ہو جائے اُسیوقت آپ چیخے یا محمداہ بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ خلافت مین ایک سال قحط پڑا بلال بن حرث رضی اللہ عنہ نے مزار مقدس حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جاکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے خدا سے پانی مانگیے ورنہ وہ ہلاک ہوئی جاتی ہے آپ نے خواب مین ارشاد فرمایا کہ پانی برسے گا اور میری امت خشک سالی سے ہلاک نہین ہوگی یہان خواب سے استدلال نہین ہے اسواسطے کہ دیکھنے والے کا خواب گو بجا ہو لیکن اُسکے احکام ثابت نہ ہون گے اس لئے کہ ممکن ہے کہ دیکھنے والے کا کلام مشتبہ ہوگیا ہو بلکہ بلال بن حرث کی فعل سے استدلال ہے جو صحابی تھے اُنکا مزار مقدس پر حاضر ہونا اور حضرت کو پکارنا اور پانی مانگنا یہ دلیل ہے اسکی کہ یہ سب جائز ہے اور یہ از قبیل توسل وتشفع واستغاثہ آنحضرت کے ساتھ ہے اور یہی اعظم عبادات ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ نے حضرت کی وفات شریف کے دن مرثیہ کہا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

الا یا رسول اللہ انت رجاؤنا	وکنت برا ولم تک جافیا

یعنی یا رسول اللہ آپ ہمارے امید گاہ تھے اور ہم پر احسان کرنیوالے نہ ظلم کرنیوالے اسمین بھی ندا موجود ہے اور پھر اُنکا انت رجاءنا فرمانا اور اُس مرثیہ کو حضرات صحابہ نے بھی سنا تھا مگر کسی نے اس قول پر انکار نہین کی کذا فی خلاصۃ الکلام مولوی محمد غوث مدراسی نے انہار المفاخر مین لکھا ہے کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ دعوات عظیمہ اور اسرار فخیمہ مین ہے اور قضائے حاجت مین مجربات اور معمولات شیوخ سلسلہ عالیہ قادریہ سے بلکہ رسالہ غوثیہ مین رسالہ حقیقۃ الحقائق سے نقل ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسمی کاسم الاعظم یعنے میرا نام مثل اسم اعظم کے ہے تاثیر وانجاح حوائج مین اور اسکے پڑھنے کی ترکیبین متعدد بیان کی ہین باقی رہی نفس ندا تو وہ شرک نہین ہے یا حرف ندا ہے علامہ زمخشری کا مسلک ہے کہ یا ندا بعید کیلئے ہے جیسا کہ رضی شرح کافیہ مین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ قریب وبعید دونون مین مشترک ہے بعضون کا قول ہے کہ قریب اور بعید اور متوسط مین بھی مشترک ہے صاحب قاموس لکھتے ہین کہ یا حرف ندا بعید کے لئے ہے حقیقۃً یا حکماً اور کبھی اس سے ندا قریب کو تاکیداً کیجاتی ہے وہ مشترک ہے قریب بعید دونون مین یا قریب وبعید ومتوسط مین تو جب یا ندا قریب وبعید مین مستعمل

ہوئی بلکہ بعید کیونکہ اسلئے بھی لغتہً موضوع ہوئی تو اُسکے جواز مین کسیطرح کا شبہ نہین رہا اور جب
لغتہً جائز ہوا تو شرعًا بھی شرک نہین ہوسکتا اور کاملین اولیاء اللہ کی حیات و تصرف جب
ثابت ہے تو اُنکی ندا بھی نامشروع نہوگی بلکہ قبر کے سامنے کھڑے ہوکر پکارنا اور مدد چاہنا
انکا ایسا ہے جیسے کوئی زندہ کو پکارے یا مدد چاہے کشف الحجاب مین شیخ عبد الوہاب مصری نے
منقول ہے کہ جب کاملین کا زندہ ہونا معلوم ہے تو کچھ مضائقہ نہین اُنہین سے کسی کو قبر سے
پکارنے مین جسطرح کہ زندہ زندہ کو پکارتا ہے اور اُس سے استمداد کرنا جیسے کہ زندہ زندہ سے
استمداد کرتا ہے اور کوئی علماء اور جہلا سے اس کی انکار نہین کرتا اور ان مین کمل اولیا اور
صحابہ وغیرہ تھے شرح برزخ مین ہے کہ جب آدمی کسی مشکل کے وقت کسی ولی کو پکارتا
ہے تو اگر وہ ولی زندہ ہوتا ہے تو ایک پلک مارنے مین اُسکو یہ خبر پہونچ جاتی ہے یا کشف
قلب سے اسکی اطلاع ہو جاتی ہے اور اگر ولی کا انتقال ہوگیا ہے تو ملائکہ اُسکو یہ خبر
پہونچاتے ہین اور وہ ولی اُسکے لئے اللہ کی درگاہ مین شفاعت کرتا ہے اور یہی مشائخ کا مسلک
ہے تفسیر فتح العزیز مین ایاك نعبد وایاك نستعین کی شرح مین لکھا ہے کہ استعانت غیر
سے اسطرح پر کہ اس غیر پر اعتماد ہو اور اُسکو مظہر عون الٰہی نہ جانے حرام ہے اور اگر التفات
محض خدا کیطرف ہو اور اُسکو مظاہر عون سے ایک مظہر جان کر اور کارخانہ اسباب حق تعالیٰ اور
اُسکی حکمت پر نظر کرکے غیر سے استعانت ظاہری کرتا ہے تو یہ عرفان سے دور نہین اور شرع مین
بھی جائز ہے اور انبیا اور اولیا نے اس قسم کی استعانت غیر سے کی ہے اور درحقیقت اس قسم کی
استعانت استعانت بغیر نہین ہے بلکہ استعانت بحق ہے امام غزالی کا قول ہے کہ جس سے زندگی
مین استمداد کیجاتی ہے تو اُس سے مرنیکے بعد بھی استمداد کیجا سکتی ہے اور اسکو عوام بھی جانتے
ہین کہ اولیا و انبیا جو حاجت برآر و معین و مددگار ہین تو اس طرح سے ہین کہ اُنکو مظہر عون الٰہی
سمجھکر یہ خیال کرتے ہین کہ خداوند کریم نے اُنکو اپنی طرف سے بعض غیبی امور کا علم دیا ہے اور
اُنکو ایسے امور کا حاجت برآر بنایا ہے جو اُنکے اختیار مین ہین اور جو اُنکے اختیار مین نہین
ہین اُسمین یہ خداوند عالم کے جناب مین دعا کرتے ہین یہ کوئی نہین سمجھتا کہ نعوذ باللہ وہ اُن
اوصاف سے مستقل طور پر متصف ہین اور اُسکو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ شان جناب باری کے
سوا کسی کی نہین سب اُس کے بندہ اور تابعدار ہین جس سے اُسکو جو کچھ کرانا منظور ہوتا
ہے وہی اُس سے ہوسکتا ہے باقی مجال نہین کہ بغیر اُس کے حکم کے ذرہ بھی ہل سکے یہی

عقیدہ میرے اعتقاد مین ہر شخص رکھتا ہوگا اور کفار اور اجہل اور نا فہم محض قابل خطاب ہی نہین ہین اُسکا عذاب وثواب اُن کی گردن پر مگر جاننے والے کو اس کا بتلا دینا بھی ضروری ہے ع

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل در بیان معانی استمداد و استعانت

استعانت و استمداد لغت مین طلب مدد کو کہتے ہین اور استغاثہ فریاد چاہنا کذا فی الصراح مجمع البحار مین ہے ادعونی[۱] استجب لکم ای استغیثوا اذا نزل بکم شر اور اُسکو ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا مین کوئی ایسا نہوگا جسے بالطبع استمداد کی ضرورت نہو شیر خوار لڑکا بھوکھ مین دودھ کے لئے روتا ہے اور مونھ پھیر کر بار بار ماں کو دیکھتا ہے جس سے اُسکی ماں کو ایک جوش طبعی پیدا ہوتا ہے ع

تا نگرید طفل کے جوشد لبن	تا نگرید ابر کے خندد چمن
تا نگرید کودکے حلوا فروش	بحر بخشایش نمی آید بجوش

اگر نفس استمداد ممنوع ہوتا تو خداوند کریم ننھے بچون کو یہ طریقہ نہ سکھاتا یہ تعلیم جو انکو خاص مبدأ فیاض سے ہوئی ہے صاف کہے دیتی ہے کہ انسان کو بغیر استمداد کے چارہ نہین اور انسان چونکہ مدنی الطبع مخلوق ہوا ہے تو اُسکو ایک دوسرے سے استمداد کی ضرورت ہوتی ہے خاوند کو عورت سے انتظام خانگی مین کس قدر مدد پہونچتی ہے حتی کہ مشہور ہے ہر کہ زن ندارد آسایش تن ندارد اور عورت تو خاوند کی مدد کی ہر طرح سے محتاج ہے مریض جب نامی طبیب کے مطب مین جاتا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ حکیم صاحب متوجہ ہو کر ابتداے انتہا تک مرض کا حال سنتے اور کوئی نسخہ مجرب تجویز کرتے اگر حاکم مظلوم کے حال پر متوجہ نہوتا تو ظالمون کے ہاتھ سے دنیا کیونکر بچتی جب آدمی بڈھا یا ضعیف ہوتا ہے تو لاٹھی سے استمداد کرتا ہے کبھی لاٹھی پر زور دے کر چلتا ہے کبھی لاٹھی کے ذریعہ سے یہ دریافت کرتا ہے کہ راستہ ہموار ہے یا ناہموار اگر لاٹھی نہ رکھتا تو ایک قدم نہ چل سکتا ٹھوکر کھا کر مونھ کے بل گرتا غرض انسان بچپن سے آخر عمر تک اپنے ہر کام مین استمداد کا محتاج ہے انبیا علیہم السلام اور اولیا رضی اللہ عنہم سے توسل اور استغاثہ کی تین صورتین ہین پہلی

[۱] مجھسے دعا مانگو مین قبول کرونگا یعنی فریاد کرو جبکہ تمپر کوئی سخت بات نازل ہو ۱۲ منہ

صورت توسل واستغاثہ کی کسی امر مین بذریعہ جاہ و برکت انبیا یا اولیاء کے عام اس سے
کہ وہ مقدور بشر ہو یا نہو یہ صورت متعارف ہے بڑے لوگون کے سامنے جب اُن کے
کسی معزز کی جاہ و برکت کے ذریعہ سے اپنی حاجت روائی چاہتے ہین تو خواہ مخواہ اُن کی
حاجت روائی کی جاتی ہے جب باپ کے سامنے بیٹے کا نام لیتے ہین تو شفقت پدری
سائل کی حاجت روائی کی طرف فوراً متوجہ ہو جاتی ہے اگر یہ وسیلہ نہ ہوتا تو ہرگز اسقدر
اثر اُسپر نہ ہوتا جب کسی رئیس سخی کے سامنے اُس کے کسی معزز عہدہ دار کا نام لیا جاتا
ہے تو خواہ مخواہ اُسکا میلان طبعی بڑھتا ہے اس قسم کا توسل جس طرح دنیا مین رائج ہے
اسی طرح شاہنشاہ حقیقی کی بارگاہ عالی مین بھی ہے اس مین جہان تک غور کیا جاتا ہے تو
کسی قسم کی برائی نہین پائی جاتی ہے بیشک انبیا و اولیا خدا کے مقرب بندے ہین جنکا
توسل خدا کی دریائے رحمت کو جوش مین لاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب اس طور پر
توسل کیا جائے تو فرشتہ صاحب وسیلہ کو اُس پر مطلع کرتے ہون اور صاحب وسیلہ جناب
باری مین دعا کرتے ہون جو باعث حاجت روائی ہوتا ہو اس تقدیر پر صورت اول و دوم
کا مآل ایک ہے الحاصل یہ کہنا جائز ہے کہ الٰہی بحرمت یا وجاہت فلان نبی یا ولی کے
ہماری حاجت برلا اس لئے کہ انبیا و اولیا کی حرمت و وجاہت اللہ تعالی کی درگاہ
مین مسلم ہے اور یون بھی کہنا درست ہے کہ الٰہی بحق فلان نبی یا ولی کے ہماری حاجت
برلا دوسری صورت یہ کہ انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ سے سفارش یا دعا کی درخواست کی جائے
عالم اسباب مین سلاطین کی طرف سے وزراء و اہل خدمت جلیلہ کی ماموری اس لئے
ہوا کرتی ہے کہ یہ لوگ قواعد و ضوابط سلطانی کو عام رعایا تک پہونچائین تاکہ رعایا اُنکو
سمجھکر احکام بادشاہی کی پوری تعمیل کرین اگر وزیرون کا توسط نہوتا تو سخت دقت
واقع ہوتی اس لئے کہ عام رعایا کو نہ ایسی رسائی ہوتی ہے کہ جس سے بادشاہ کیخدمت
مین حاضر ہوکر اُسکے قوانین کو استفسار کرین نہ ایسی سمجھ کہ بطور خود ایسے قوانین کا استخراج
کرلین کہ قوانین سرکاری مین اور اُس مین سرمو فرق نہ ہو جس طرح ہمکو قوانین حاصل کرنے
یا سمجھنے مین وزراء و اہل خدمت کے توسط کی ضرورت ہے اسیطرح جب کسی بادشاہ
سے ملنا یا کسی مطلب کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے تو پہلے اُس کے وزیر یا کسی امیر
سے ملکر عرض کرتے ہین کہ مجھے بادشاہ کی خدمت مین تقرب حاصل کرنا ہے یا مجھے

منصب یا جاگیر کی خواہش ہے یا فلان قصور کا معاف کرانا ہے اسلئے چاہتا ہون کہ آپ مجھے بادشاہ تک پہونچادین یا کہہ سنکر جاگیر و منصب دلوادین یا میرا قصور معاف کرادین تو عموماً وزیر یا امیر اُس حاجت روائی کو ثواب وعزت کا ذریعہ جانتے ہین اور موقع پاکر بادشاہ کی خدمت مین عرض بھی کر دیتے ہین جسپر بادشاہ خواہ مخواہ لحاظ فرماتا ہے اور اُس غریب کا کام نکل جاتا ہے اُسکو جو دنیا دار ہین وہ خوب سمجھتے ہین تو نبوت اور رسالت بھی اُنھین اصول پر مبنی ہے اور انبیا و رسل اسی لئے مبعوث ہوئے ہین کہ خدا کے احکام مکلفین کو پہونچائین اگر ہم لوگون کی عقل تفاصیل احوال جنت و دوزخ اور طرق وصول واحتراز کو پوری طور پر سمجھ سکتی یا اوامر و نواہی کا استخراج کرسکتی تو رسالت کی ضرورت وحاجت ہی کیون ہوتی ہر شخص اپنی عقل کے زور سے خدا کے احکام کا پابند ہوتا اور اس صورت مین یہ بھی ضرور ہوتا کہ انسان مین عموماً سب کی عقلین یکسان ہوتین کیونکہ اگر اختلاف ہوتا تو وقت پڑتی کہ ایک چیز کو ایک عقل فرض کہتی اور دوسری واجب تیسری حرام چوتھی مندوب پانچوین مباح یا ایک ہی چیز کو ایک عقل حلال کہتی اور دوسری عقل حرام تو ظاہر ہے جو مشکلین پیش آتین اور ہڑبونگ مچ جاتا اسی حکمت سے جناب باری نے ہمکو ہر حکم مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج کیا ہے بغیر انکے ہم احکام نہین پہونچ سکتے اور نہ ہم اُنکو سمجھ کر تعمیل کرسکتے ہین یونہی ہماری حاجتون مین انبیا و اولیا کے توسط کی نہایت ضرورت ہوئی تاکہ اُنکی ارواح مقدسہ جناب باری مین ہماری انجاح مرام کی دعا و شفاعت چاہین اس توسط سے یہ حضرات بالاستقلال حاجت روا نہین خیال کئے جاتے ہین بلکہ مظہر عون الٰہی سمجھے جاتے ہین اور یہی امر مقتضاے قانون قدرت تصور کیا جاتا ہے تیسرے انبیا یا اولیا سے مطلب طلب کیا جاے اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری ہے تو اس قسم کا توسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاصتہً بلا خلاف جائز ہے اور اُنکے سوا اور انبیا و اولیاء سے بھی جائز ہے ارواح مقدسہ مدبرات ہین اللہ کے حکم سے وہ افعال اختیاریہ کو اچھی طرح کرسکتے ہین اور اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری نہین ہے تو اس طرح کے استغاثہ مین مسئول عنہ سے جناب باری کی درگاہ مین دعا مقصود ہوتی ہے اس توجیہ مین دوسری وتیسری صورت کا مآل ایک ہوا اور جب دونون کا مآل ایک ہوا تو اسکے جواز کیلئے علحدہ دلیل کی ضرورت نہ رہی لہذا یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ بھی اسی تیسری

صورت مین داخل ہے اب اصل مسئلہ توسل اولیا کے متعلق صاحب حصن حصین لکھتے ہین کہ
ان یتوسل الی اللہ تعالی بانبیائہ والصالحین من عبادہ ملا علی قاری انکی شرح مین
جسکا نام حرز الثمین ہے لکھتے ہین کہ صالحین سے عموما وخصوصا ماعداے انبیا وصدیقین وعلما
وشہدا واولیا مراد ہین اسواسطے کہ صالح وہ شخص ہے جو قائم بحقوق اللہ پورے طور پر ہو بہر
بحقوق العباد کیونکہ خداوند کریم ایسی دعا کو جلد قبول کرتا ہے جس مین صالحین سے توسل
ہو اس لئے کہ توسل بالصالحین آداب دعا سے ہے جیسا کہ حضرت عمر نے حضرت عباس سے
توسل کیا تھا جذب القلوب مین ہے کہ توسل آنحضرت کی جناب مین بشار حیات دنیوی مین
ظاہر ہے کہ آپ کے خصائص سے نہین ہے بلکہ بعضے آپ کے تابعین جو آپ کی شرف متابعت
اور نسبت قربت سے مشرف مین جیسے کہ آل واصحاب اور اولیا امت رضوان اللہ علیہم اجمعین
سے ثابت ہے اور ثبوت کرامت اور تصرف انکا کونات مین کہ جسکے متعلق ہمارا بیان ہے
اسکے افراد سے ایک فرد ہے جو اثبات مطلب کے لئے کافی ہے اور توسل حضرت عمر کا حضرت
عباس سے قصہ استسقا مین اس امر کے لئے دلیل وافی ہے اور علما مین سے کسی کو اس مین
اختلاف نہین آور یونہی توسل اور استمداد بوسیلہ شفاعت روز آخرت انبیا واولیا وصالحین سے
بھی جائز ہے جیسا کہ کتب عقائد مین مذکور ہے اور تبرک اور توسل عالم برزخ اور قبر مین
اسکے اختصاص مین حضرات انبیا کے ساتھ اگرچہ تردد ہے لیکن ظاہرا اسکا جواز معلوم
ہوتا ہے اولیا اور صلحاء امت سے بوجہ عموم جواز توسل کی حالت حیات مین ضمیمہ بقاے
روح میت وشعور وادراک وقرب ومنزلت کے ساتھ خدا کے نزدیک کہ جو بوجہ ایمان اور عمل صالح
اور شرف اتباع حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا ہے باوجود اسکے کہ معنی توسل اور
استمداد کے سوال دعا کے ہین جناب احدیت سے بوسیلہ اس محبت اور کرم کے کہ جو اس بندہ
خاص کے ساتھ وہ رکھتا ہے یا طلب التماس کرنا اس بندہ کی روحانیت سے اور دعا خواہش
حضرت حق سے کرنا کہ جو بوسیلہ اس قرب وکرامت کے جو اسکو خدا کے حضور مین حاصل ہے
اس بارہ مین نص صریح وارد ہونے کی ضرورت نہین کیونکہ ذات متوسل بہ کی بقا موجود ہے
بخلاف اول کے بلکہ عدم ورود اسکے معنی کے لئے کافی ہے ہان اگر یقینی دلیل اسکے اختصاص
بر حضرات انبیا مین قائم ہو تو البتہ منع درست ہے اور کوئی دلیل اسکی موجود نہین اگر یہ کہئے کہ
مورث ایمان برار حصول قرب الہی شخص غیر معصوم مین معلوم وتیقن نہین ہے تو اس کا جواب

یہ ہے کہ بقار اس کا اُن مین کہ جو مشر ہین خصوصًا اور عمومًا یقینی ہے تو پھر توسل جائز ہے آثار
و اخبار مشائخ کبار جو ارباب کشف و محرمان اسرار عالم مثال تھے اس بارہ مین وارد ہوئے
ہین اور انسے یہ شبہہ دفع ہوجاتا ہے البتہ بعضے فقہار کو اس مسئلہ مین ایک طرح کا اختلاف
ہے تو امر حق زیادہ قابل اتباع ہے واللّٰہ اعلم ابن قدامہ مغنی ذوی الافہام مین لکھتے
ہین کہ صالحین سے توسل کرنا مباح ہے عام اس سے کہ وہ زندہ ہون کہ مردہ پھر اس نے
اسپر علمار مذاہب اربعہ کا اتفاق لکھا ہے ابن احمد رعایتہ الکبرٰے کے باب الاستسقار مین
مین لکھتے ہین کہ توسل ایسے بزرگ سے مباح ہے جس کے ذریعہ سے دعا قبول ہونیکی توقع
ہو عام اس سے کہ وہ صلحار سے ہون یا علمار سے یا اُنکے علاوہ اور دور ہون یا قریب ہون
مگر اس جماعت مین شریک نہون ابن مفلح فروع مین لکھتے ہین کہ توسل صالحین سے جائز
ہے بعضے فقہا کا قول ہے کہ مستحب ہے برماوی نے دلائل واضحات فی اثبات الکرامات فی
الحیواۃ و بعد الممات مین لکھا ہے کہ مثبتین کرامت بعد الممات مین سے شیخ الاسلام ابن الشحنہ
حنفی تھے اور شیخ عبد الباقی حنفی رسالہ سیوف الصقال مین اور شیخ احمد غنجی اور شیخ حسن عدوی
حمزاوی نفحات النبویہ فی الفضائل العاشوریہ مین لکھتے ہین کہ شیخ الاسلام رملی سے سوال کیا گیا
کہ عوام شدائد کیوقت جو یا شیخ فلان کہکے استغاثہ کرتے ہین تو بعد موت کے جائز ہے یا نہین آپنے
فرمایا کہ استغاثہ انبیا و مرسلین اور اولیار صالحین سے اعانتہ جائز ہے کیونکہ استغاثہ حیات ہی کے
متعلق نہین ہے بلکہ بعد ممات کے بھی جائز ہے اسلئے کہ انبیا کا معجزہ اولیا کی کرامت ہے شوبری
محشی شرح منہج ایک سوال کے جواب مین لکھتے ہین کہ توسل جائز ہے اللہ کیطرف اور استغاثہ انبیار
اور مرسلین اور علمار اور صالحین کیساتھ بعد اُنکے مرنیکے کیونکہ معجزہ انبیار سے اور کرامت اولیار
سے اُنکے مرنیسے منقطع نہین ہوتی اور انبیا تو اپنے قبرون مین زندہ ہین نماز پڑھتے ہین اور
حج کرتے ہین جیسا کہ اخبار مین وارد ہے سید احمد حموی نے نفحات القرب والاتصال مین اس مسئلہ کو
خوب صاف کرکے لکھدیا ہے وہ یہ کہ بعد انتقال انبیا و اولیار کے جو کچھ تصرفات ہوتے ہین وہ سب
خدا کے حکم اور ارادہ سے ہوتے ہین اور خدا نے اُنکو اس تصرف سے بزرگی دی ہے انکا تصرف کبھی
بطور خرق عادت کے ہوتا ہے اور کبھی الہام سے اور کبھی دعا سے اور کبھی فعل و اختیار سے اور کبھی بغیر
اختیار کے اور کبھی اُنسے توسل سے عام اس سے کہ وہ زندہ ہون یا مُردہ اور جو لوگ اُن سے سوال
کرتے ہین وہ اُنکو مستقل سمجھ کے نہین کرتے یہ کسی مسلمان کا کام نہین عوام کے ذہن مین بھی یہ

بات نہین آتی تو خواص اس قسم کو کب جائز سمجھین گے پھر خواہ مخواہ یہ کہنا کہ خواص یا عوام خاصۃً
استغاثہ و توسل مین اُن کو مستقل بالذات سمجھتے ہین ایک قسم کا دینی فریب ہے اور موحدین کو
پریشانی مین ڈالنا ایسا شخص کیونکر کافر ہو سکتا ہے جس کا یہ خیال ہو کہ اُنکے تصرفات کا
مرجع خلقاً اور ایجاداً خداوند کریم ہی کا حکم ہے اگر یہ ناجائز ہوتا تو جمہور مسلمین اسکے جواز کا کیون
فتوے دیتے اور اُنکے تصرف مین کسی قسم کا شک نہین بلکہ یہ بدیہات مین داخل ہے اولیا کی
کرامات عام اس سے کہ وہ زندہ ہون یا مردہ آنحضرت کے معجزات سے ہین جو آپ کی نبوت
اور عموم رسالت پر دال ہین اور قیامت تک یہ طریقہ جاری رہے گا ابن امیر الحاج مدخل مین
لکھتے ہین کہ امام ابو عبداللہ بن نعمان کتاب سفینۃ النجا لاہل الالتجا مین لکھتے ہین کہ ارباب
بصیرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بزرگان دین کی قبور کی زیارت برکت و عبرت
کے لئے بہتر ہے کیونکہ اولیا کی برکت اُنکے انتقال کے بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسے
زندگی مین تھی اور علما و محققین کا طریقہ یہ ہے کہ اُنکی قبرون کے پاس جا کر دعا کرتے ہین اور اُنسے
توسل کرتے ہین توضیح الھدے باعمال التقی مین زیارت قبور کے آداب مین لکھا ہے کہ زیارت قبور
انبیا و اہلبیت و اتقیا کا التزام کرنا چاہیئے کیونکہ ایک جماعت نے اُنکی قبور کی زیارت کا التزام کیا اور
اس سے بہت کچھ برکت پائی اور اُنکے توسل سے جلب نفع اور دفع ضرر ہوتا ہے اور زیارت کی
برکت فی نفسہ اسقدر مشہور ہے کہ جس کے اثبات کی ضرورت نہین امام شعرانی طبقات الکبرے
مین شیخ ابو المواہب کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے اپنے شیخ ابو عثمان مغربی
سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص کسی ولی کے مزار کی زیارت کو جاتا ہے تو وہ اُسے
پہچانتا ہے اور جب یہ سلام کرتا ہے تو وہ اُسکے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ اُسکے مزار
پر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ولی بھی اپنے مزار مین اُسکے ساتھ ذکر کرنے لگتا ہے خصوصاً جبکہ
لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ ولی اپنے مزار مین اُٹھ بیٹھتا ہے اور اُسکے ساتھ ذکر کرنے
لگتا ہے پھر فرمایا عارفین کے قلوب سے بچتے رہو اور اُن کی کسی بات کو نغیر سمجھے ہوئے نہ کہو کیونکہ
یہ بات معلوم ہے کہ اولیا اللہ صرف ایک گھر سے دوسرے گھر کو منتقل ہو جاتے ہین مرتے
نہین ہین لہٰذا اُنکی حرمت وفات کے بعد ویسی ہی رہتی ہے جیسے کہ حیات مین تھی اور اُنکے ساتھ
وفات کے بعد بھی ادب ویسا ہی چاہیئے جیسا کہ زندگی مین کیا جاتا ہے اُن سے کسی طرح کی
بے ادبی نہین کرنا چاہیے نہ اُنکے مزارون پر بے تکلف چلنا چاہیے اور اُنکے حضور مین بعد دعا

اور زمانہ حیات دونون مین بادب رہنا چاہئے اور جب کوئی ولی مرتا ہے تو تمام ارواح انبیا و اولیا
اُسکی نماز پڑھتی ہین اور یہ جو میرے شیخ کا قول ہے یہی قول صاحب حقائق اور دقائق کا بھی ہے اور
ہرگز صوفی مرتا نہین ہے اب رہی یہ بات کہ مردون کو زندون کی زیارت کا حال معلوم ہوتا ہے یا نہین
اور زندون کی کیفیت پر اُنکو اطلاع ہوتی ہے یا نہین اور زندون کا وہ کلام سنتے ہین یا نہین
اور آپس مین ملتے ہین کہ نہین اُسکا جواب یہ ہے کہ آدمی مرنے کے بعد پتھر نہین ہو جاتا جس سے
حس و شعور بالکل جاتا رہے یا روح کا تعلق بدن سے جب نہ رہے تو وہ فنا ہو جائے جیسے
پانی کو گرم کرنے سے اسکی سردی جاتی رہتی ہے یا گرم پانی کو جھلنے سے اُسکی گرمی زائل ہو جاتی
ہے بلکہ روح جوہر ہے کہ جب اُسکا تعلق جسم سے جاتا رہتا ہے تو وہ اُسوقت بھی اسیطرح
موجود رہتی ہے جیسے بدن کے ہوتے ہوئے فرق اتنا ہے کہ اُسکی قوت دراکہ بڑھ جاتی ہے
اس صورت مین اُسکو زیارت کرنے والے کا حال اچھی طرح معلوم ہوتا ہے اور زندون
کی کیفیت پر بھی اُسکو اطلاع ہوتی ہے زندون کی بات چیت خوب سنتے ہین اور آپسمین
ملتے بھی ہین علامہ سیوطی کا ایک رسالہ خاص اس بحث مین ہے جسکا نام اللمعہ فی اجوبتہ
الاسئلتہ السبعہ ہے اُنھون نے ہر ہر بات کو احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے مختصر طور پر ہم
یہان کچھ اُس سے اخذ کر کے لکھتے ہین علامہ فرماتے ہین کہ **پہلا مسئلہ** عبدالبر استذ کار و تمہید
مین حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
شخص اُس مسلمان کی قبر سے ہو کر گذرتا ہے جس سے اُس سے دنیا مین ملاقات تھی اور
یہ شخص اُسپر سلام کرتا ہے تو وہ اُسکو پہچانتا ہے اور اُسکا جواب دیتا ہے اور ابن ابی الدنیا
نے کتاب القبور مین حضرت ابی ہریرہ سے روایت کی کہ اگر کوئی شخص اپنی ملاقاتی کی قبر سے
گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اُسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور
اگر ایسی قبر سے گذرتا ہے جس سے اُس سے دنیا مین جان پہچان نہین ہوتی تو بھی صاحب
قبر اُسکے سلام کا جواب دیتا ہے **دوسرا مسئلہ** مُردون کا علم زندون کے حال سے اور
جس حال مین وہ ہین یہ بھی ثابت ہے داؤد طیالسی اپنی مسند مین جابر بن عبداللہ سے
روایت کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمھارے اعمال تمھارے
اقربا پر قبر مین پیش کئے جاتے ہین اگر وہ اعمال نیک ہوتے ہین تو مردے خوش ہوتے ہین
ورنہ کہتے ہین کہ خداوندا اُنکو اپنی عبادت کی توفیق دے **تیسرا مسئلہ** یہ کہ آیا مُردے لوگون کی

باتین اور تعریفین سنتے ہین یا نہین تو یہ بھی ثابت ہے حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مردہ نہلانیوالے اور جنازہ اُٹھانیوالے اور قبر مین
رکھنے والے کو پہچانتا ہے ابن ابی الدنیا نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ وہ کہتے
تھے کہ روح ایک فرشتہ کے ہاتھ مین ہوتی ہے اور وہ فرشتہ جنازہ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور روح
سے کہتا ہے کہ سنو تم کو لوگ کیا کہتے ہین پھر جب قبر کے پاس پہونچتے ہین تو جسم کے ساتھ اُسے
بھی دفن کردیتے ہین **چوتھا مسئلہ** آیا روحین سب جمع ہوتی ہین اور بعضی بعضون کو دیکھتی ہین تو
یہ بھی ثابت ہے امام احمد نے اپنی مسند مین حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ دو مسلمانون کی
روحین ایک منزل سے ملاقات کرتی ہین پھر علامہ نے بہت سی احادیث و آثار لکھے ہین کہ
جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب روح کو آسمان کیطرف لیجاتے ہین تو ارواح اکٹھا ہو کر
اپنے ملاقاتیون کو پوچھتے ہین وہ روح جسکی نسبت کہتی ہے کہ اُسے ہم زمین پر چھوڑ آئے ہین تو
اُنکو خوشی ہوتی ہے اور اگر کسی کی نسبت کہتی ہے کہ وہ مرگیا تو وہ کہتی ہین کہ وہ ہمارے پاس نہین
لایا گیا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم مین داخل ہوا اور اس سے زیادہ طوالت نقل کرنے سے مجبور رہین
ان مباحث مین اور کتب متفرقہ مین و متاخرین موجود ہین اور جو اسکے متعلق مخالفین نے شبہات
وارد کئے ہین اُنکے جوابات بھی اُن مین مرقوم ہین یہ حال ارواح کا عموماً ہے اور بزرگان دین کا
حال یہ ہے کہ امام غزالی فرماتے ہین کہ ارواح طیبہ جب بدنون سے علیحدہ ہوتی ہین اور مماثل
اپنے کوئی ایسی روح باقی ہین جسکا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو مماثل اُسی بدن کے ہے کہ جسکے
ساتھ اس مبارک روح کو تعلق تھا تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح کو اُس بدن سے خاص تعلق
پیدا ہوجائے جس سے یہ مبارک روح اُس بدن کی روح کو اعمال خیر مین مدد دے۔ اسی معاونت
کو الہام کہتے ہین علی ہذا القیاس ارواح خبیثہ جب اپنے بدنون سے علیحدہ ہوتی ہین تو اُنکا تعلق
بھی ایسی ارواح سے ہوسکتا ہے جو پلیدی مین اُنکے مشابہ ہین اور اُنکو تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے
جو مشابہ اُس بدن کے ہین جسمین وہ خبیث روح ہے تو یہ خبیث روح اعمال خبیثہ مین اُس روح
کو خوب مدد دیسکتی ہے تفسیر کبیر مین ہے کہ جب بزرگان دین کی ارواح طیبہ اجسام سے علیحدہ
ہوجاتی ہین تو عالم ملکوت کیطرف دوڑتی ہین جسے سیاحت کہتے ہین اور ان ارواح کے مراتب
باہم مختلف ہوتے ہین بعض روحون کو بالکل دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالم علوی سے ملنے کا نہایت
درجہ شوق ہوتا ہے اور بعض روحون مین یہ دونون باتین کم ہوتی ہین اور بعض مین متوسط خلاصہ یہ کہ

جس روح مین یہ دونون حالتین کمال درجہ کو ہوتی ہین اُسکی سیر منازل قدس مین سب سے بڑھی ہوتی ہے اور جسکی حالت کم ہوتی ہے اُسکی سیر بھی کم ہوتی ہے اور جسکی حالت متوسط ہوتی ہے وہ سیر مین بھی متوسط ہوتی ہے اور جسکی سیر سب سے بڑھی ہوتی ہے وہ سب سے اشرف ہوتی ہے اس لئے ایسی روحون کی قسم کھائی گئی ان ارواح شریفہ کو بسبب اپنی قوت و شرافت کے عالم دنیا کے حالات سے ایک خاص تعلق ہوتا ہے اسیوجہ سے وہ مدبرات سمجھے جاتے ہین چنانچہ یہ امر وجدانیات سے ہے شاگرد جب کبھی اپنے اُستاد کو خواب مین دیکھا ہے اور امور مشکلہ پوچھتا ہے تو وہ اُسکو جواب تشافی دیتا ہے یا بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب مین دیکھتا ہے اور اپنی ضروریات ظاہر کرتا ہے تو باپ اُسکو خزانہ بتادیتا ہے اور جب بیٹا حسب نشاندھی زمین کھودتا ہے تو خزانہ پاتا ہے جالینوس کا قول ہے کہ مین ایکبار بیمار ہوا اور اپنا علاج خود کیا مگر اُس سے کچھ فائدہ نہین ہوا تب خواب مین دیکھا کہ ایک شخص نے علاج کا طریقہ بتایا جس سے مجھے صحت ہوگئی حضرت شیخ اکبر فتوحات مین لکھتے ہین کہ خداوند کریم جب ارواح کو اُنکے اجسام سے قبض کرتا ہے تو عالم برزخ مین صور جسمیہ عنایت فرماتا ہے کہ وہ اُن مین رہتے ہین پھر مرنیکے بعد جو آدمی عالم برزخ مین صورتونکو دیکھتا ہے تو وہ ادراک حقیقی ہوتا ہے عالم برزخ مین بعض صورتون مقید ہوتی ہین انکو کسی طرح کے تصرف کا اختیار نہین ہوتا اور بعض اپنے طور پر ہوتی ہین انھین تصرف کا بخوبی اختیار رہتا ہے تمام انبیاء اور شہداء کی ارواح طیبہ اسی قسم مین داخل ہین بعض روحون کو عالم دنیا کیطرف توجہ ہوتی ہے اور بعض خواب مین نظر آتے ہین چنانچہ ایسا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے اسمین خطا واقع نہین ہوتی البتہ معبر جب خواب کا مطلب نہین سمجھتے تو کچھ کا کچھ کہدیتے ہین تو یہ خطا معبر کی سمجھی جائیگی نہ اصل خواب کی اور اس تقریر سے صاف صاف ظاہر ہے کہ انبیاء و شہداء کی روحین عالم مین تصرف کرتی ہین اور بعض روحون کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے پھر جس طرح عالم حیات مین اُنسے استمداد ممنوع نہ تھا ویسے ہی موت کے بعد بھی ناجائز نہوگا بلکہ اس حالت مین بدرجہ اولی درست سمجھا جائیگا عالم ربانی حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات کے جلد ثانی کے مکتوب اٹھاون مین لکھتے ہین کہ جب جنون کو بہ تقدیر الٰہی یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلون سے متشکل ہوکر اعمال عجیبہ واقع کرتے ہین تو کاملین کی روحون کو بھی اگر یہ قدرت ہو تو کون محل تعجب ہے اور دوسرے بدن کی کیا ضرورت ہے اور اسی قبیل سے وہ واقعات ہین جو بعضے اولیاء اللہ سے منقول ہین کہ وہ ایک آن مین متعدد جگہون مین موجود ہوتے ہین اور افعال مختلفہ اُنسے ظاہر

ہوتے ہین تو وہان بھی اُنکے لطائف متجسد باجساد مختلفہ اور متشکل باشکال متباینہ ہوتے ہین علامہ
شیخ حسین مکی کشط الاہاب مین لکھتے ہین کہ کتب معتبرہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ
اولیاء اللہ کے نفوس متبرکہ جب اجسام سے علیحدہ ہو جاتی ہین تو جزو مکان سے اُن کو تعلق نہین
رہتا فوق آسمان اور قعر دریا اور زمین اُنکے نزدیک سب برابر ہوتا ہے بلکہ اس تجرد مین عامہ
مسلمین و یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ کے نفوس سب برابر ہین فرق اتنا ہے کہ کفار مشرکین
کے نفوس کو ایک قسم کی قید ہوتی ہے جیسے قبل موت کے اپنے اجسام کے تقید مین ہوتی
ہے تو اُسکی کیفیت اللہ کے سوا کوئی نہین جانتا اور انبیاء و صلحا کے نفوس کو کسی قسم کی قید
نہین ہوتی بلکہ وہ بطور خود مطلق العنان رہتے ہین زمین و آسمان مین جو کچھ واقعات
گذرتے ہین اُنکو اُنمین سے بعضے وقائع پر زندون کی بہ نسبت زیادہ اطلاع ہوتی ہے اسلیئے
کہ وہ عالم شہادت کی تنگ گلیون سے نکل کر عالم غیب کے فراخ میدان مین پہونچے
ہوتے ہین عالم غیب کی فراخی و وسعت لاکھ درجہ اس عالم سے بڑھی ہے اور اس عالم سے
لاکھ درجہ بہتر ہے اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس صورت مین اولیاء اللہ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے
مساوی ہوگا تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے دریاؤن کی روانی اور درختون کے
پتے اور گھاس کے حرکات اور بارش کے قطرات اور نفوس کے وسواس اور آنکھون
کی خیانت اور دلون کی حالت سے واقف ہے اور معدومات کو بھی جانتا ہے اور جو چیز
قیامت تک پیدا ہوگی اُسکا بھی علم رکھتا ہے ایسا علم محیط کسی ولی کو نہین ہوتا اگر کسی جزئی بات
کا علم اُنکو ہو بھی تو اس سے مساوات لازم نہین آتی مثلاً اگر انکو بعض حوادث یومیہ کا علم ہوا تو
اس سے یہ نہین کہا جا سکتا کہ انکا علم ویسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا ہے ورنہ لازم آئیگا کہ
اللہ کا علم بشر کے علم سے مساوی ہو کیونکہ بشر مین بھی فی الجملہ علم و سمع و بصر موجود ہے نعوذ باللہ
منہا یہ قیاس شیطانی ہے عقیدہ یہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حد درجہ کامل اور صفات
انسانی حد درجہ ناقص ہین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین کہ بعد
موت کے انسان کے علاقے ٹوٹ جاتے ہین اور وہ اپنے مزاج کیطرف رجوع کرکے فرشتون سے
ملجاتا ہے اور انھین مین سے ہو جاتا ہے اور اُسپر الہام ہوتا ہے جیسے فرشتون پر اور جس کام مین
فرشتے سعی کرتے ہین یہ بھی سعی کرتا ہے اور کبھی یہ لوگ اعلاء کلمۃ اللہ مین مشغول ہوتے ہین اور اللہ کے
گروہ کے مدد کرنے مین اور کبھی آدمیون کو خبر پہنچانے مین اور کبھی صورت جسمیہ اختیار کرنے مین بلحاظ

اصل خلقت کے جس سے اُسکو مشابہت ہوتی ہے اور ایک قوت اُسے روح ہوائی مین ملتی ہے کہ جس سے وہ جسم نورانی ہو جاتا ہے اور کوئی کھانے کا مشتاق ہوتا ہے سو وہ اُسکو دیا جاتا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتے والقبور مین لکھتے ہین کہ حق تعالی شہدا کے حق مین فرماتا ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون شاید مراد اس سے یہ ہو کہ حق تعالے نے انکی روحون کو بدنون کی ایسی قوت دی ہے کہ جہان چاہین سیر کرین اور یہ حکم مخصوص شہدا کے لئے نہین انبیاء و اولیاء و صدیق شہدا سے افضل ہین اور اولیا بھی شہدا کے حکم مین ہین کہ جنھون نے نفس سے جہاد کیا ہے اور یہی جہاد اکبر ہے اور رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر اسی سے کنایہ ہے اسیواسطے اولیا اللہ کا ارشاد ہے ارواحنا اجسادنا یعنی ہماری روحین بدنون کا کام کرتی ہین اور کبھی نہایت لطافت سے بدن روحون کے رنگ پر ہو جاتے ہین اسی سے کہتے ہین کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ تھا اور روحین انکی زمین و آسمان وبہشت مین جہان چاہتی ہین جاتی ہین اور دوستون اور معتقدون کی دنیا و آخرت مین مدد کرتی ہین اور دشمنون کو ہلاک کرتی اور اور روحون سے اویسیت کے طریقہ پر فیض باطنی پہونچتا ہے اور اسی حیات کی وجہ سے ان کے بدنون کو قبر مین مٹی نہین کھاتی ہے بلکہ کفن بھی رہتا ہے ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی کہ مومنین کی روحین جہان چاہتی ہین سیر کرتی ہین اور مومنین سے مراد کاملین ہین جن کے بدنون کو حق تعالے روح کی قوت دیتا ہے وہ قبرون مین نماز اور قرآن پڑھتے اور ذکر کرتے ہین تفسیر فتح العزیز مین سورہ اذا السماء انشقت کی تفسیر مین ہے کہ بعضے خواص اولیاء اللہ جن کو اللہ نے آلۂ جارحۂ تکمیل وارشاد اپنے بنی نوع کا کیا ہے اس حالت مین بھی انکو تصرف

لہ یہ حدیث فقہا کی زبانون پر بالفاظ متعددہ مذکور ہے بعضے یون کہتے ہین کہ رجعنا الی الغزوۃ الکبری من الصغری اور بعضے اسطرح جیسا کہ منقول ہوا ایک بار حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے فرمایا کہ وہ جہاد دل ہے حافظ ابن حجر الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف مین لکھتے ہین کہ یہ حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعضے غزوات سے پلٹے تو فرمایا کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کیطرف پلٹ آئے اسکو ثعلبی نے بلا سند ذکر کیا ہے پھر بیہقی نے کتاب الزہد مین حدیث جابر سے روایت کیا کہ جب حضرت کے حضور مین ایک قوم غزوہ کرکے آئی تو آپنے فرمایا کہ آئے تم بہتر آنا جہاد صغر سے طرف جہاد اکبر کے انھونے عرض کیا کہ جہاد اکبر کیا ہے فرمایا کہ مجاہدہ کرنا بندہ کا اپنی خواہش سے مگر اس حدیث مین ضعف ہے اور یہ روایت عیسی بن ابراہیم کی یحیی بن یعلی سے ہے جس نے روایت کی لیث بن سلیم سے اور یہ تینون ضعیف ہین اور نسائی مین ہے کہ یہ قول ابراہیم بن ابی عبلہ کا ہے جو تابعین اہل شام سے تھے اور سیوطی نے درمنثور مین لکھا ہے کہ اسکو خطیب نے اپنی تاریخ مین جابر سے روایت کیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ۱۲ منہ

دنیا دی عطا فرمایا ہے اور انکا استغراق کمال وسعت مدارک کی وجہ سے اس طرف توجہ کا مانع نہین ہوتا اور اویسی اُن سے کمالات باطنی حاصل کرتے ہین اور ارباب حاجات و مطالب اُن سے حل مشکلات چاہتے ہین اور پاتے ہین اور انکی زبان حال سے اُسوقت بھی یہ مضمون ادا ہوتا ہے کہ ؎ من آیم بجان گر تو آئی بہ تن ہ اور حکما کا مسلک یہ ہے کہ نفس کو جب عقل فعال سے ملکہ انصال حاصل ہوجاتا ہے تو ادراک کے لئے اُسے الآت کی ضرورت نہین رہتی اور آلات کے نہونے سے اُسکے ادراک کو کچھ ضرر نہین پہونچتا بلکہ وہ ایسی حالت مین بالذات ادراک کرتا ہے جسطرح اُسکے پہلے بذریعۂ آلات کے ادراک کرتا تھا اگر ادراک کا مدار آلات ہوتے تو جب آلات کو ضعف ہوتا تو بالضرور نفس کو سُستی حاصل ہوتی اور تجربہ اسکے خلاف ہے اس لیئے کہ اکثر قواے حسیہ و حرکتیہ کو انحلال ہوتا ہے اور قوت عقلیہ یا اپنی حالت پر ہوتی ہے یا اُس مین اور نمو و زیادتی ہوجاتی ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جب نفس کو معہ آلات کے سُستی ہو تو نفس کا فعل بھی باطل ہوجاے آدمی جب بوڑھا ہوتا ہے تو اُسکی عقل تیز ہوتی ہے حالانکہ الآت ضعیف ہوجاتے ہین و دماغ کثرت حرکات فکریہ سے کسی قدر ضعیف ہوجاتا ہے مگر نفس کے کمالات قوی و جوان رہتے ہین جیسا کہ اشارات اور اُسکی شروح مین یہ بحث نہایت بسط سے لکھی ہے اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ دلیل ادراک جزئیات مین اچھی طرح پائی جاتی ہے اسلیئے کہ آلات سے ادراک جزئیات ہوتا ہے اور یہان موزانہ و مقایسہ ادراک نفس کا بذریعہ آلات و بغیر ذریعہ آلات مین ہے ؎

اور بگذر ز خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل بیان طریقہ فاتحہ شریفہ اور اُسکے متعلقات مین

سید عبد الجلیل ابن سید شاہ غیاث الدین قادری تحفۃ الراغبین مین لکھتے ہین کہ میرے والد فرماتے تھے کہ اس سلسلہ عالیہ کے مرید و طالب کو چاہیئے کہ ساعت وصال شریف کو مغتنم جانکر آپ کی طرف متوجہ ہوکے آپ کے شجرہ متبرکہ کو پڑھکر توسل کرے کہ یہ بہت موثر ہے پھر جو چیز کھانے پینے کی ہو اُسکو تقسیم کرے اقتباس الانوار مین ہے کہ کشایش رزق کے لئے ہر شب پنجشنبہ و جمعہ کو شیرینی حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فاتحہ کیلئے اسطرح سے منگاے کہ پانچ پیسہ کی شیرینی سے شروع کرے اور ہر پنجشنبہ کو چار دام بڑھاے

اور اس پر فاتحہ اسطور سے کرے کہ سورۂ الحمد ایک بار اور سورۂ اخلاص معہ بسم اللہ گیارہ بار پڑھکر آپ کی روح مبارک کو بخشے اور شیرینی تقسیم کردے اور حاجت روائی کے واسطے بزرگان دین سے یہ طریقہ بھی منقول ہے کہ پہلے کیے کہ بر روح پاک قطب العالمین سلطان المحبوبین غوث الاعظم محی الدین ابو محمد سید عبد القادر الجیلانی العراقی پھر یہ گیارہ نام آپ کے پڑھے سید محی الدین شیخ محی الدین سلطان محی الدین قطب محی الدین غوث محی الدین مخدوم محی الدین خواجہ محی الدین درویش محی الدین غریب محی الدین ولی محی الدین مسکین محی الدین بعد اسکے آٹھ بار سورۂ فاتحہ اور گیارہ بار سورۂ اخلاص اور تین بار درود شریف پڑھے اور جو حاجت ہو وہ اللہ کی جناب مین عرض کرے اور گیارہ کوڑی یا گیارہ دمڑی کی شیرینی پر نیاز دے کر تقسیم کرے تحفتہ الراغبین مین ہے کہ فاتحہ شریفہ پڑھنے کی ترتیب شیرینی پر قضاے حاجت کے لئے اس طریقہ سے ہے کہ پہلے گیارہ بار گیارہ نام آپ کے پڑھے اُسکے بعد آٹھ بار الحمد پھر گیارہ بار قل ہو اللہ پھر تین مرتبہ درود شریف جو حاجت ہو وہ ضرور پوری ہو اور یہ عمل مجرب اور آزمودہ ہے اور یہ طریقہ بھی ہے کہ اول درود شریف گیارہ بار پڑھے پھر درود مبارک مولفۂ آنحضرت پڑھے جو یہ ہے اللھم صل علی محمد معدن الجود

والکرم منبع الحلم والحکم وعلی الہ واصحابہ بارک وسلم

بعد اُس کے آیۃ الکرسی ایک بار اور پھر قل ہو اللہ معہ بسم اللہ گیارہ بار پھر درود شریف گیارہ بار بعد اسکے یون کہے بارواح پاک جمیع انبیاء و رسل صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین خصوصًا بروح پر فتوح حضرت سرور کائنات خلاصہ و خاصہ موجودات رحمت عالمیان وصفوت آدمیان تتمۂ دور زمان احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر وہ اشعار جو آیندہ لکھے جائینگے پڑھے **ایضًا** اور حضرت مولوی شاہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا معمول جو اُنھون نے اپنے ایک مرید کو لکھوایا ہے یہ ہے کہ اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار اور سورۂ فاتحہ گیارہ بار اور سورۂ الھکم التکاثر گیارہ بار اور یہ اشعار ایک بار ؎

سید و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب	بادشاہ و شیخ و درویش و ولی مولانۂ
صالح فاطمہ ثانی اسامی والدین	بوسعید پیر ایشان مرد حق مردانۂ
زینب و بی بی نصیبہ خواہران حضرت اند	بعد ازین فرزند ایشان جملگی جانانۂ

ایضًا اور مناقب غوثیہ مین ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی روح مبارک پر فاتحہ

پڑھنے کا طریقہ حاجت بر آنے کے لئے بزرگان دین سے یون منقول ہے کہ او لا گئے بر روح پاک
حضرت قطب العارفین سلطان المحبوبین غوث الاعظم محی الدین ابو محمد سید عبد القادر الجیلانی العراقی
پھر وہ گیارہ نام آپ کے لے جو ان اشعار مین منقول ہین پھر آٹھ بار سورہ فاتحہ اور گیارہ بار
قل ہو اللہ اور تین بار درود شریف پڑھے اور جو حاجت ہو وہ اللہ سے مانگے بیشک وہ پوری
ہوگی اور گیارہ جتیل[1] کی شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر تقسیم کرے **ایضاً** اقتباس الانوار مین تحفۃ الراغبین
سے منقول ہے کہ جو شخص شیرینی کے نقد عدد اختیار کرنا چاہے تو اُسکے دو طریقہ ہین ایک کہ
گیارہ ٹکے یا گیارہ دونی یا گیارہ چونی یا گیارہ اٹھنی یا گیارہ روپیہ یا گیارہ اشرفی جو میسر ہو اس سے
فاتحہ کرے دوسرا یہ کہ اکٹھ ٹکے جس طرح کے ہو سکین یعنی کوڑی پیسہ وغیرہ نذر کرین جب حاجت
پوری ہو جائے تو مٹھائی منگا کر اُسپر فاتحہ کر دے اور حضرت کا توشہ بھی قضائے حاجات وکفایت
مہمات کے لئے بہت عمدہ ہے اُس مین بہتر یہ ہے کہ مطلب حاصل ہونے سے پہلے اُسکو ادا
کر دے اس تفصیل سے کہ سوا پانچ سیر مائدہ اور اُسی قدر شکر و گھی اور سوا سیر مغز بادام اور اتنے ہی
مغز پستہ اور کشمش اور نارجیل اور سوا پاؤ قرنفل اور اسیقدر دارچینی قلمی اور چھوٹی الائچی سب
کو ایک جا کرکے باحتیاط تمام ادب و طہارت سے حلوا بنا کر فاتحہ پڑھے اور سوا نمازیون اور
نیک آدمیون کے دوسرون کو نہ کھلائے اور نہ کسی کو گھر لیجانے دے اور سب کے سب بحضور
دل صاحب حاجت کے مطلب کیلئے دعا کرین بعد حاجت پوری ہونے کے تھوڑی شیرینی پر
فاتحہ کر دے اور اگر کسی کے لڑکا نہوتا ہو تو چاہئیے کہ آپ کے کندوری کی نذر کرے اور
چالیسوین یا چھٹے دن لڑکے کے پیدا ہونیکے اسکو ادا کر دے اسطرح پر کہ سوا گیارہ سیر پلاؤ
اور سوا پانچ سیر قلیہ اور سوا گیارہ سیر روٹی پکا کر آپ کا فاتحہ کرکے گیارہ فقیرون کو جو آپکے
سلسلہ کے مریدہون کھلا دے اور اگر زیادہ وسعت ہو تو ایک من پاؤ اور پلاؤ اور بیس سیر
قلیہ یعنی آدھا من اور ایک من پاؤ اوپر آٹا پکا کے نیک لوگون کو کھلا وے اور گیارہ ٹکہ یا گیارہ رومال یا
پگڑی جو توفیق ہو اُنکو دے اور خشکہ گیلانی یہ ہے کہ روغن زرد ۲۰ ہار دودھ ۲۰ ہار چاول ۲۰ ہار قند سفید

[1] جتیل بکسر یا معروف و فتح تائے فوقانی ایک قسم کی چاندی سکوک ہوتی ہے اور یہ لفظ ہندی ہے اور بعض لکھتے ہین کہ اسکے معنی دام کے ہین کہ جو پچیسوان حصہ فلس کا ہوتا ہے اور دام کہتے ہین چالیسوین حصہ روپیہ کو اور پچیسوین حصہ فلوس کو بھی اور دو دا اُن کے وزن مین دام پختہ اٹھارہ ماشہ کا ہوتا ہے اور بعضون کے نزدیک اکیس ماشہ کا اور دام خام بارہ ماشہ کا ہوتا ہے کذا فی غیاث اللغات ۱۲

ہار گنتش وبادام شمار موافق دستور کے بچھادے اور خوشبو شل کیوڑہ وغیرہ کے بھی ڈال کے اوپر
آپ کا فاتحہ کرے اب یہان پر چند مسئلہ بھی سُن لینا ضروری ہین مسئلہ اوّل تحقیق اور حکم
فاتحہ کے بیان مین جو عبادت انسان کی زبان یا جوارح یا ارکان سے صادر ہو اسکو
عبادت بدنی کہتے ہین جیسے قرآن و تسبیح و تہلیل وغیرہ اور جس عبادت مین مال خرچ ہو
اسکو عبادت مالی کہتے ہین جیسے روٹی گوشت اور روپیہ پیسہ کپڑا وغیرہ اللہ کی راہ مین دینا
تو اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ دونون طرح کی عبادت کا ثواب اگر مردہ کو بخشا جاوے
تو پہونچتا ہے ہدایہ مین ہے کہ انسان کے لیے یہ بات درست ہے کہ وہ اپنے نیک کام کا
ثواب دوسرے کو دے اور وہ عمل نیک روزہ ہو یا نماز یا صدقہ وغیرہ اور یہی مذہب اہلسنت
والجماعت کا ہے شرح عقائد نسفی مین ہے کہ زندون کی دعا مردون کے لئے یا اُنکا صدقہ مردہ
کے واسطے اس سے مردون کو نفع پہونچتا ہے اس مسئلہ کے مخالف معتزلہ ہین یعنی اُنکے نزدیک
نہین پہونچتا ہے حالانکہ یہ مسئلہ اکثر حدیثون سے ثابت ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ
تذکرۃ الموتے والقبور مین ان حدیثون کو نقل کر کے لکھتے ہین کہ اسی بنا پر اکثر اہل اسلام کی
یہ عادت ہے کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کھانا یا شیرینی دینا چاہتے ہین تو الحمد اور
درود شریف پڑھکر اُس میت کے لئے دعا کرتے ہین اور خدا سے درخواست کرتے ہین کہ
جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اور یہ جو کچھ خیرات دیجاتی ہے اس کا ثواب فلان مردہ کو پہونچے
عوام اُسکو فاتحہ کہتے ہین یون کہا کرتے ہین کہ آج فلان مردہ یا فلان بزرگ کا فاتحہ ہے تو
اصل مین فاتحہ سورۂ الحمد للہ ہے چونکہ یہ سورہ شریفہ اُسوقت پڑھی جاتی ہے اس لئے
اُس کل عمل کا نام فاتحہ قرار دیا گیا بطور تسمیۃ الکل باسم الجزء کے اور منکرین نے
اسکا نام فاتحہ مرسومہ رکھا ہے اب اس فاتحہ مین دیکھنا چاہئے کہ جو کچھ درود اور دعا اور
الحمد پڑھی گئی یہ تو عبادت بدنی ہے اور وہ ثابت الاصل ہے اور جو کچھ کھانا یا مٹھائی اسوقت
دی گئی یا دیجاویگی وہ عبادت مالی ہے وہ بھی فقہ و حدیث اور عقائد سے ثابت ہے اور ان دونون
عبادتون کا ثواب میت کو پہونچایا جاتا ہے تو منکرین کا یہ کہنا کہ اسکی کچھ اصل نہین اسکے کیا
معنی ہین اگر یہ کہا جاوے کہ عبادت بدنی علیحدہ کرو اور عبادت مالی علیحدہ لیکن دونون کا جمع کرنا
ثابت نہین تو یہ ویسے ہوگا کہ مثلاً کوئی مفتی شریعت حکم دے کہ بریانی کھانا جائز ہے اسلئے
کہ اسمین گوشت ہے اور گوشت حلال چیز ہے اور چاول مین وہ بھی حلال ہین اور رنگت زعفران کی

جو بعض چاولون پر ہوئی ہے وہ بھی حلال ہے تو مجموعہ ان مباحات کا مباح ہے اب اگر کوئی بیہودہ سر کھپوڑنے کو تیار ہو جاے اور کہے کہ صاحب سب علٰحدہ علٰحدہ تو بیشک ثابت ہین لیکن ہم تو جب مانین کہ جب اس مجموعہ کا ذکر قرآن یا حدیث مین ہو یہ الفاظ کہان لکھے ہین کہ بریانی کھانا درست ہے تو جس طرح اُس بیہودہ کو سب عقلا بیوقوف جانین گے ویسے ان منکرین کے متعلق بھی خیال کرینگے علاوہ برین جس طرح اثبات جمع کو صریح روایت کے ہونے پر موقوف رکھتے ہین اسیطرح چاہیے کہ منع کو بھی صریح روایت کے ہونے پر موقوف کھین یعنی اگر عبادت مالی اور بدنی جمع کرنے مین کسی حدیث یا آیت سے ممانعت ہو تو منع کرنا چاہیے ورنہ سکوت کرنا چاہئیے حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ کوئی حدیث یا آیت ممانعت جمع بین العبادتین مین نہین آئی ہے اب یہ بات کہ کھانا سامنے رکھکر اُسپر کچھ پڑھنا یہ ثابت ہے یا نہین تو ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ یہ ثابت ہے چنانچہ چند حدیثین مشکوۃ شریف کی باب المعجزات مین بخاری اور مسلم کی روایت سے موجود ہین ایک حدیث تو ام سلیم کی ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھوکھے ہونے کا حال معلوم کرکے جو کی چند روٹیان پکا کر دوپٹہ کے پلہ مین باندھ کر آپ کے حضور مین لائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن روٹیون کو ملیدہ کی طرح توڑ دایا اور جو کچھ اُنکے برتن مین گھی لگا ہوا تھا وہ بھی اُس مین ملوا دیا پھر چند الفاظ دعائیہ اُسپر پڑھے بعدم اُسکے دس دس آدمیون کو بلا کر کھلانا شروع کیا اور ستر یا اسّی آدمیون کو پیٹ بھر کھلایا پھر آنحضرت نے اور ام سلیم کے گھر والون نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا اُسمین کھانا سامنے ہونا اور اُسپر دعا یا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا اُس کا پڑھنا پایا گیا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات مین اسی حدیث کے ترجمہ مین لکھتے ہین کہ شراح حدیث کہتے ہین کہ دس دس آدمیون کو بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ جگہ تنگ تھی اور کاسہ بھی جس مین کھانا تھا اتنا بڑا نہ تھا جسکے گرد دس آدمیون سے زیادہ حلقہ کرکے بیٹھ سکتے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ اسوجہ سے تھا کہ اتنے بہت سے آدمی جو اسقدر کم کھانا دیکھین گے تو سمجھین گے کہ اتنے سے کھانے مین کیا پیٹ بھریگا اور حرص اور ناکافی ہونے کا وہم برکت کے اُٹھ جانے کا باعث ہوگا پھر ایک اور روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس آدمی بلوا کر کھلائے یہانتک کہ جب اسّی آدمی کھا چکے تب آپ اور ابو طلحہ کے گھر والون نے کھایا اور باقی چھوڑ دیا اور بخاری کی ایک روایت مین ہے کہ آپ نے دس دس آدمی کھلوائے یہان تک کہ چالیس

آدمیون کو کھلایا بعد اسکے خود نوش کیا مگر یہ روایت منافی انہی آدمیون کے کھلانیکی روایت کے نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ چالیس آدمیون کے بعد آنحضرت نے نوش کیا ہو اور آپکے نوش فرما چکنے کے بعد اور چالیس آدمیون نے کھایا ہو جیسا کہ مسلم کی ایک روایت مین ہے کہ پھر آپ نے باقی ماندہ کو لیکر جمع کیا اور برکت کی دعا کی وہ کھانا جتنا تھا اتنا ہی رہا اور حضرت انس کی حدیث بروایت مسلم و بخاری موجود ہے کہ حضرت انس فرماتے تھے کہ ایکبار میری والدہ نے ایک بڑے برتن مین کھانا کھجور اور گھی اور اقط سے بنا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین بھیجا (کھٹا دہی یا ٹپکائے ہوئے چھاچھ کے سکھا لینے کو عربی مین اقط کہتے ہین جیسے دودھ کو پنیر مایہ سے جما کر پنیر بناتے ہین جسے عربی مین جبن کہتے ہین) خلاصہ یہ کہ جب وہ کھانا آنحضرت کے حضور مین آیا تو آپ نے اُسپر کچھ پڑھا اور دس دس آدمیون کو بلا کر کھلاتے گئے تقریباً تین سو آدمیون نے کھایا پھر مجھ سے فرمایا کہ اے انس اپنا برتن اُٹھا لو مین نے جب اُٹھایا تو متحیر ہو گیا کہ جب مین لایا تھا اُسوقت زیادہ تھا یا اب یہ خلاصہ حضرت انس کی حدیث کے مضمون کا ہے اور یہ واقعہ زمانہ نکاح آنحضرت مین ہوا تھا حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ (جحش بفتح جیم و سکون حا مہملہ) اشعتہ اللمعات مین ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب کا ولیمہ حیس تھا جو ام سلیم نے بھیجا تھا اور مشہور روایات مین یہ ہے کہ اُنکے ولیمہ مین روٹی اور گوشت تھا اور خود حضرت انس کا قول ہے کہ آنحضرت نے حضرت زینب کا ولیمہ بکری کے گوشت اور روٹی پر کیا تھا اور اُس مین ہزار آدمیون نے کھایا تھا ممکن ہے کہ حیس بھی اُسوقت آگیا ہو اور ممکن ہے کہ روٹی اور گوشت ایک روز ہوا ہو اور حیس دوسری روز حیس کے معنی لغت مین ملانے کے ہین اور وہ چھوہارے جو دودھ اور گھی مین ملائے جائین اور گٹھلی اُس مین سے نکال ڈالی جائے اشعتہ اللمعات مین ہے کہ حیس بفتح حا مہملہ و سکون یا وہ کھانا ہے جو چھوہارے اور گھی اور اقط سے بنائین اور کبھی اقط کی جگہ آٹا یا ستو ڈالتے ہین اور احادیث مین سے غزوہ تبوک کی حدیث مشکوۃ شریف مین بروایت مسلم موجود ہے کہ جب لوگ بھوکے ہوئے تو حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کیواسطے خواہش کی آپ نے اُسی وقت دسترخوان بچھوا کر فرمایا کہ جو کچھ جس کے پاس کھانا بچا ہوا ہو سب لے آؤ تب کسی نے مٹھی بھر جوار اور کسی نے مٹھی بھر کھجور اور کسی نے ٹکڑا روٹی کا جسکے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا لا کر دیا بہت تھوڑا ذخیرہ جمع ہوا آپ نے اُسپر دعا فرمائی اور

فرمایا کہ اپنے برتن بھر لو پھر جس قدر لشکر تھا سب نے اپنے تمام ظروف بھر لئے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا شارحین کہتے ہین کہ اُسوقت لشکر مین لاکھ آدمی موجود تھے تو حدیث صحیح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لاکھ آدمی اس بات کے شاید تھے کہ کھانا سامنے رکھے ہوے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی رہی یہ بات کہ آنحضرت نے وہ دعا مانگی جس کی آپ کو ضرورت تھی اور صاحب فاتحہ وہ دعا کرتا ہے جس کی حاجت اُسکو اُسوقت ہوتی ہے تو دعا ہونے مین دونون برابر ہین یعنی دعا کے معنی شرع مین اللہ سے سوال کرنے کے ہین تو یہ دونون جگہ ایک ہین اور ان مقامات مین یہ بات کسی راوی نے نہین لکھی کہ آنحضرت نے دعا کرنے مین ہاتھ نہین اُٹھائے بلکہ یہ عادت مطلق حضور کی تھی کہ جب دعا کرتے ہاتھ اُٹھا کر کرتے جیساکہ جامع صغیر مین جلال الدین سیوطی نے نقل کیا ہے کان اذا دعا جعل بطن کفہ الی وجھہ یعنی آپ جب دعا کرتے تھے تو ہاتھ اُٹھانے مین ہاتھ کی ہتیلی مونھ کیطرف کرتے تھے اور ارشاد بھی یہی ہے کہ تم جب سوال کرو تو ہاتھ اُٹھاکر ہتھیلی پھیلاکر سوال کرو تو احادیث فعلیہ قولیہ ہر طرح سے دعا کیوقت ہاتھ اُٹھانے اور کھانے کی موجودگی مین دعا مانگنے پر موجود ہین اب ارباب انصاف کو چاہیئے کہ سخن پروری چھوڑ کر ان دلائل مین خوب تامل فرمائین اور اتباع حق کرین ورنہ فاتحہ پڑھنے والے کو ضلوا تین نہ سنائین کہ ع مرا بہ خیر تو امید نیست بد مرسان ۔ اور یہ جو بعضے آدمی زیادہ احتیاط کرتے ہین کہ قبلہ رو ہوکر بیٹھکر صاف اور پاک جگھہ پر فاتحہ پڑھتے ہین تو کچھ یہ فرض نہین ہے بلکہ آداب سے ہے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تعزیہ کے پاس درود و فاتحہ پڑھنے کے لئے سوالات عشرہ مین ارقام فرماتے ہین کہ فاتحہ اور درود فی نفسہ درست ہے لیکن اس قسم مین ایک طرح کی بے ادبی ہوتی ہے اسواسطے کہ نجاست معنوی رکھتا ہے فاتحہ اور درود پڑھنے کے لئے ایسی جگھہ ہونا چاہیئے جو نجاست ظاہری اور باطنی سے پاک ہو اور مولوی اسمعیل شہید دہلوی صراط المستقیم مین حسب تعلیم اپنے پیر و مرشد کے لکھتے ہین کہ پہلے طالب کو چاہیئے کہ باوضو دو زانو نماز کی طرح بیٹھے اور فاتحہ بزرگان سلسلہ کے نام پڑھکر خداے پاک کی درگاہ مین اُن بزرگون کے توسط سے التجا کرے اب سورہ فاتحہ کی تخصیص مقامات ایصال ثواب پر اس وجہ سے ہے کہ الحمد کی فضیلت کل سورتون پر بڑھی ہوئی ہے سیرۃ حلبی اور تفسیر عزیزی مین ہے کہ اگر سورہ الحمد کو ایک پلہ ترازو مین رکھین اور تمام قرآن دوسرے پلہ مین تو الحمد ہی کی سورۃ غالب

آدیگی سات حصہ زایدہ اور تفسیر روح البیان مین ہے کہ جس نے الحمد پڑھا اُسکو اسدایسا ثواب دے گا کہ گویا کل قرآن اُس نے پڑھا اور کل مومنین اور مومنات پر صدقہ دیا اسیطرح سورۂ قل ہو اللہ کے فضائل بھی ہین جو اپنے مقام پر مذکور ہین اور درود شریف کی خوبیان تو ظاہر ہین لہذا انکا فاتحہ مین اختیار کرلینا اُسکی مناسبت عاقل پر خود ہی ظاہر ہے رہی تخصیص تعیین مقدار سورتون وغیرہ کے پڑھنے کی جو خاص طور پر حضرات اکابرین سے منقول ہے تو اسکے بارہ مین فتاوے تنقیح الحامدیہ کے مسائل شتے باب الحظر والاباحتہ مین ہے کہ حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح مین باب الاذکار بعد الصلوٰۃ مین لکھاہے کہ ذکرون مین خاص عدد کی رعایت معتبر ہے ورنہ ممکن ہے کہ ذاکرین کلمہ لا الہ الا اللہ کو تینتیس بار سے زیادہ پڑھین اور بعضے علما کا قول ہے کہ حدیث مین جو عدد آئے ہین جیسے نماز کے بعد کے ذکر مین سو انپر ویسا ثواب مترتب ہوگا تو جسقدر کوئی ان سے اور زیادہ بڑھاکر پڑھے گا تو اُسے وہ ثواب حاصل ہونا نہین چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ مقررہ اعداد مین کوئی حکمت اور خاصیت ہو جو اس بڑہا دینے کے بعد فوت ہو جائے حضرت شیخ حافظ ابو الفضل نے شرح ترمذی مین لکھاہے کہ اس مین اعتراض ہے اسواسطے کہ وہ شخص اتنا تو پڑھ چکاہے جتنے پر اُسکو ثواب ملتا مثلاً تنتیس عدد مقرر ہین اس مین اُس نے چالیس پڑھی تو ان تنتیس کا ثواب تو اُسکو ملنا ہی چاہیئے اب رہے سات زیادہ تو وہ زیادتی اس ثواب خاص کو کیون زائل کرنے لگے اور ممکن ہے کہ اس مین نیت کا فرق ہو تو اگر یہ نیت ہے کہ مین جب اتنے خاص عدد مامور بہا کو پڑھ لون گا تو اتنے زایدہ اور پڑھونگا تو اس کا حکم وہی ہے جو شارح ترمذی نے لکھا اور اگر بلانیت بڑھا دیا مثلاً ثواب دس بار پڑھنے مین تھا اور اُس نے اُس کو سو مرتبہ پڑھا تو پھر وہی قول گذشتہ ہی غالب ہوگا بعض تہمت کرنے والون نے بھی قواعد مین مبالغہ کردیا ہے یعنی انکا قول ہے کہ مندوبات شرعیہ محدودہ پر زیادتی بدعات مکروہ سے ہے کیونکہ بزرگون کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی چیز کی حد بیان کردین تو اُسی پر قائم رہنا چاہیئے اور اُس پر زیادتی کو بے ادبی سمجھنا چاہیے علماء نے اسکی مثال یون لکھی ہے کہ مثلاً ایک دوا ہے کہ اُس کے ایک اوقیہ مین نفع ہے تو اگر اُس کو دو اوقیہ پیین تو اُس سے ہرگز نفع حاصل نہ ہوگا اور اگر ایک ہی اوقیہ پر کفایت کرین اور اتنے سے فائدہ لیکر پھر اور جتنا چاہین بڑھادین تو اُس دوا کا نفع نہ جائیگا چنانچہ اس کا موید یہ ہے

کرادکار تسخیر مین جب ہر ایک کے لئے خاص عدد ہو اور اس کے ساتھ وہ سب پیہم لائے جائین
تو وہان عدد خاص پر زیادتی بہتر نہوگی کیونکہ اس مین قطع موالاۃ ہے اور ممکن ہے کہ موالات کی
کوئی حکمت خاص ہو کہ جس کے فوت ہو جانے سے وہ حکمت بھی فوت ہو جائے اسیطرح
خاص چیزین فاتحون مین مقرر کرنا اس بارہ مین بھی ایک استفتا حضرت مولانا شاہ رفیع الدین
دہلوی کا ہے جو بجنسہ درج کیا جاتا ہے کہ خالی از فائدہ نہین ہے **سوال** کھانے کی تخصیص
بزرگون کے فاتحہ مین جیسے کھچڑا حضرت امام حسین علیہ السلام کے فاتحہ مین اور توشہ حضرت
شیخ عبدالحق کے فاتحہ مین اور سوا اسکے اور ایسے ہی تخصیص کھانے والون کی اسکا کیا حکم
ہے **جواب** فاتحہ اور کھانا بلاشبہ مستحبات سے ہے اور تخصیص یہ مخصص کا فعل اختیاری ہے
جو باعث منع نہین ہو سکتا اور ایسی تخصیصات عرف اور عادات کی قسم سے ہین جو خاص
مصلحتون اور پوشیدہ منشاؤن سے ابتداءً ظاہر ہو کر رفتہ رفتہ شایع ہو گئین اور کھچڑے
کے حق مین صاحب درمختار اور صاحب قنیہ اور اور فقہانے تصریح بھی کی ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے تخصیص جانورون کے ذبح اور انکے گوشت کے تقسیم مین صداقی[1] حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا مین بطریق صحیح ثابت ہے مولانا عبداللہ گجراتی جو اپنے وقت مین اعاظم
علما و صلحا سے تھے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہمعصر تھے اپنے وصیت نامہ مین لکھتے
ہین کہ یہ قیدین اور تخصیص وضعون اور ترکیبون ماکولات اور تعینات اور پڑھنے والی چیزون کی
بزرگون کے فاتحہ و نیاز مین یہ اتفاقات اور رسوم نیک سے ہین کیونکہ مشائخ کرام و اولیای عظام
کے معمولات سے ہین اور انکا کمال ظاہری اور باطنی متفق علیہ تمامی اہل اسلام کا ہے وہ اس پر
مقید تھے اور انھین نے انکا حکم دیا بلکہ بعضی مشہور ترکیبین کہ فاتحہ و نیاز فلان بزرگ کے اسطرح پر
اور ان چیزون پر ہونا چاہیئے یہ بزرگون کے رسائل و اوراد مین بھی دیکھے گئے جیسے اصحاب کہف
کے فاتحہ کی ترکیب وغیرہ گو اصل معلوم نہین لیکن انپر عمل کرنا مناسب ہے کیونکہ مجربات
سے ہین اور رقعے[2] مین اس قسم کی تخصیصات بطریق صحیحہ مروی ہین اور برکات اور آثار کا ظہور
ان تخصیصات مین یقینیات سے ہے مثل اور تمام تجربیات کے اس مین اور اسمین کوئی فرق نہین
ہے اب رہا فاتحہ مین ہاتھ اٹھانا تو اسوجہ سے ہے کہ فاتحہ مین دعا کیجاتی ہے اور دعا جو خارج
نماز کیجاتی ہے اس مین ہاتھ اٹھانا مستحب ہے حصن حصین مین ہے کہ دعا کے آداب سے

[1] بمعنی مہر ۱۲ [2] جمع رقیہ بمعنی افسون ۱۲

دو نون ہاتھون کا پھیلانا ہے اور یہ ترمذی اور حاکم کی روایت ہے اور صرف دونون ہاتھون کا
اُٹھانا اس کے راوی صحاح ستہ کے مصنفین ہین مشکوٰۃ شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا حکم ہے کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو ہاتھ اُٹھا کر سوال کرو اور یہ بھی مشکوٰۃ شریف مین ہے
کہ بیشک اللہ تعالیٰ شرم و لحاظ والا ہے اور کرم والا ہے اپنے بندے سے شرم رکھتا ہے کہ جب وہ اسکے طرف
ہاتھ اُٹھاوے تو وہ اُسکو خالی ہاتھ پھیر دے تو چونکہ فاتحہ مردہ کی امداد ہے اس لیے ہاتھ اٹھا کر
دعا کرتے ہین تاکہ خداوند تعالیٰ بموجب مضمون حدیث شریف کے اُن ہاتھون کو خالی نہ پھیر دے
بلکہ مراد سے بھرے اور مسائل اربعین مین مولوی اسحٰق صاحب نے بتیسوین مسئلہ کے جواب
مین کہ تعزیت میت مین ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہین تحریر فرمایا ہے کہ ہاتھ اُٹھانا
دعا کے واسطے وقت تعزیت کے ظاہراً اس کا جواز آیا ہے اس واسطے کہ حدیث شریف
مین دونون ہاتھون کا اُٹھانا مطلقاً دعا مین ثابت ہوا ہے تو اسوقت مین بھی مضائقہ نہین رکھتا
لیکن اس کی تخصیص دعا کے لیے تعزیت کے وقت یہ منقول نہین جامع الاوراد مین ہے کہ اگر
کھانے پر فاتحہ کرکے فقیرون کو دیدے تو البتہ ثواب پہونچتا ہے نیز اُسی مین ہے کہ جب قرآن
ختم کرے تو پہلے پنج آیۃ پڑھکر فاتحہ کے واسطے ہاتھ اُٹھاوے اور فاتحہ کا ثواب جن کی
روحون کو چاہے بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بخشے اور زبدۃ النصائح مین مولانا نورالدین
مغفور کی یہ عبارت صفحہ چھپن مین موجود ہے کہ یہی ہے مضمون فاتحہ مقررہ کا پس ثواب درود والحمد
و قل اور نیز ثواب مصارف طعام نذر اُن کی ارواح کو پہونچے گا اور اُسی کتاب کے
صفحہ ۱۳۲ مین حضرت شاہ ولی اللہ محدث کا جواب ایک استفتا کا ہے کہ اگر مالیدہ اور
شیر برنج کسی بزرگ کے فاتحہ مین بہ قصد ایصال ثواب کے اُنکی روح کے لیے پکائین
اور کھلائین تو مضائقہ نہین اور نذر اللہ کا کھانا اغنیا کو حلال نہین ہے اور اگر فاتحہ کسی
بزرگ کے نام دیا گیا تو وہ اغنیا کو بھی کھانا جائز ہے نیز شاہ صاحب انتباہ مین لکھتے ہین کہ پھر
دس مرتبہ درود پڑھین اور ختم تمام کرین اور تھوڑی مٹھائی پر عموماً خواجگان چشت کے نام
پر فاتحہ پڑھین اور خداوند تعالیٰ سے اپنی حاجت عرض کرین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث جواب
سوال نہم سوالات عشرہ مین تحریر فرماتے ہین کہ وہ کھانا جس کا ثواب حضرات امامین کی نیاز
کرین اور اسپر فاتحہ اور قل اور درود پڑھین تو وہ تبرک ہو جاتا ہے اُسکا کھانا بہت اچھا ہے
لیکن اُس کھانے کے تعزیہ کے آگے لے جانے اور اُس کے سامنے تمام رات رکھنے کی وجہ سے

کافرون اور بُت پرستون سے تشبہ ہوجاتا ہے اس لیے کراہت پیدا ہوجاتی ہے اور علی محمد خان
صاحب رئیس مرادآبادی کے نام جو خط لکھا ہے اُس مین تحریر فرماتے ہین کہ ماحضر
پر کھانا ہو یا مٹھائی فاتحہ پڑھ کر اُس کی تقسیم حاضرین مجلس کو ہوجاتی ہے اور مولوی
اسمعیل شہید صراط المستقیم مین فرماتے ہین کہ یہ نہ سمجھو کہ مردون کو نفع پہونچانا اور فاتحہ پڑھنا
اچھا نہین ہے کیونکہ یہ بات بہتر اور افضل ہے فقط اس کے علاوہ اور ثبوت بھی اس کے
متعلق کتب معتبرہ سے ممکن ہے مگر ناظر غیر مناظر کے لیے اتنا ہی کافی اور وافی ہے باایں ہمہ بھی
اگر کسی کو اس مسئلہ خاص کو معہ اُس کے جزئیات اور انواع کی تفصیل کے دیکھنا منظور ہو تو وہ
رسالہ انوار ساطعہ فی بیان المولود والفاتحہ مصنفہ عالم علوم عقلی و نقلی مولوی محمد عبد السمیع رامپوری
کو دیکھے کہ جسمین اُنھون نے نہایت عمدہ طور سے داد تحقیق دی ہے **مسئلہ دوم** حضرت
شیخ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ ماثبت بالسنہ مین لکھتے ہین کہ اگر کوئی پوچھے کہ یہ جو ہمارے
زمانہ مین شائع ہے کہ لوگ مشائخ کے عُرس اُن کی وفات کے روز کرتے ہین اس کی کوئی
اصل بھی ہے یا نہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک بار مین نے اپنے اُستاد شیخ عبد الوہاب
متقی مکی سے اسکے بارہ مین پوچھا تھا اُنھون نے فرمایا کہ یہ مشائخ کے طرق اور عادات
سے ہے اور اُن کی اس مین نیتین ہوتی ہین تب مین نے کہا کہ پھر دن کا تعین کیا فرمایا کہ
ضیافت تو مطلقاً سنت ہے تو اگر قطع نظر دن کے تعین سے کیا جاے تو اس کے اور نظائر
بھی ہین جیسے بعض مشائخ بعد نماز کے مصافحہ کرتے ہین یا عاشورہ کے دن سُرمہ لگاتے
ہین کہ یہ مطلقاً تو سنت ہے مگر من حیث الخصوصیت بدعت اور بعضے متاخرین مشائخ
مغرب کا قول ہے کہ جس دن یہ لوگ واصل بحق ہوے ہین اُس روز بہ نسبت اور دنون کے
زائد خیر و برکت اور نورانیت ہوتی ہے پھر آپ نے تھوڑی دیر سر جھکا کر فرمایا کہ زمانہ سلف مین
تو یہ کچھ نہ تھا مگر یہ مشائخ متاخرین کے مستحسنات سے ہے واللہ اعلم فتاوی رحمانی کے
باب زیارۃ القبور مین ہے کہ علما اور اولیا کی زیارت سنت ہے تولاً اور فعلاً اور تقریراً زندہ
ہون یا مردہ قاضی امام ابی زید دبوسی کا قول ہے کہ وفا نذر لازمی ہے وہ مزار مقدس
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو یا آپ کے سوا اور لوگون کی اور مسلک مختار یہ ہے کہ مردون
کے لیے لازمی ہے نہ عورتون کے لیے امام غزالی کا قول ہے کہ زیارت اولیا مستحب ہے اور
اس کے لیے جانا بھی صحیح ہے اور مردون اور عورتون مین اختلاط مانع زیارت نہین

ہان اگر اس مین کوئی فساد ہو تو البتہ اختلاط منع ہے نہ زیارت کیونکہ ایسا بھی کبھی ہوتا ہے جیسے کہ عرفہ کے دن اور مزدلفہ ومنا مین اور کوئی ان جگہون کے جانیوالون کو مناسک ادا کرنے کے لیے منع نہین کر سکتا اور بعضے اولیا کی زیارت ایک روز معین مین تو وہ ایک سر خاص ہے جو اللہ ولی مراد سے ظاہر کرتا ہے بطور اسکی کرامت کے اور یہ آخر زمانہ تک رہے گا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اُن کا یوم انتقال دار فنا سے دار بقا کے طرف ہوتا ہے اور وہ دن بہت بڑا ہوتا ہے اسکی تعظیم اور خوشی چاہیے کیونکہ ملائکہ اور اہل برزخ وجنت اُس ولی کی وفات سے خوش ہوتے ہین اور باہم خوش خبری دیتے ہین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات مین فرماتے ہین کہ یہین سے مشائخ کے عرسون کی حفاظت اور اُن کی قبرون کی زیارت اور اُن پر فاتحہ کا لزوم اور اُن کی طرف سے صدقہ دینے کا ثبوت تمام اور اُن کے آثار اور اولاد اور منتسبین کی تعظیم معلوم ہوتی ہے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ایک سایل کے جواب مین فرماتے ہین کہ قبرون پر بعد سال کے ایک دن معین کرکے جانا اسکی تین صورتین ہین **پہلی** یہ کہ ایک دن مقرر کرکے ایک دو آدمی بلا مجمع کثیر قبرون پر محض زیارت اور استغفار کے لیے جاتے ہین اسقدر تو روایات سے ثابت ہے چنانچہ تفسیر در منثور مین منقول ہے کہ ابتدا ہر سال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقابر مین تشریف لے جاتے تھے اور اہل قبور کے لیے مغفرت کی دعا فرماتے تھے **دوسری** صورت یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہون اور کلام اللہ ختم کرین اور مٹھائی یا کھانے پر فاتحہ کرکے حاضرین مین تقسیم کرین یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا راشدین کے زمانہ مین معمول نہ تھا لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہین کیونکہ کوئی برائی نہین ہے بلکہ زندون اور مردون دونون کا فائدہ ہے **تیسری** یہ صورت کہ لوگ ایک دن معین کرکے عمدہ کپڑے پہن کر عید کے دن کی طرح خوش خوش جمع ہون اور ناچ گانا اور دیگر بدعات ممنوعہ کرین جیسے قبرون کا سجدہ اور طواف تو یہ قسم حرام اور ممنوع ہے بلکہ بعضے حد کفر تک پہونچے

ہین اور یہی ان دونون حدیثون کا محل ہے کہ لا تجعلوا قبری عیدا اور اللہم لا تجعل قبری

وثنا اور یہ دونون حدیثین مشکوٰۃ شریف مین موجود ہین پھر جناب شاہ صاحب ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کے جواب مین تحریر فرماتے ہین کہ قولہ عرس الخ یہ طعن مبنی ہے احوال مطعون علیہ کے جہل پر کیونکہ سوائے فرائض مقررہ شرعیہ کے اور کسی امر کو کوئی شخص فرض نہین جانتا ہان زیارت اور تبرک بقبور صالحین اور انکی امداد ثواب اور تلاوت قرآن اور دعا خیر

اور تقسیم طعام یا شیرینی سے کرنا امر مستحسن اور بہتر باجماع علما ہے اور روز عرس کا تعین اسوجہ سے ہے کہ وہ دن اُنکے انتقال کا یاد دلانے والا ہوتا ہے دار العمل سے دار الثواب کی طرف ورنہ جب یہ عمل واقع ہو وہی فلاح ونجات کا باعث ہے اور اولاد کو چاہیئے کہ اپنے بزرگون کے ساتھ اسی طرح کی نیکی اور احسان کرین جیسا کہ احادیث مین مذکور ہے وولد صالح یدعوله بالخیر اور تلاوت قرآن اور ثواب رسانی کو عبادت قرار دینا کمال بلادت اور جہل پرمبنی ہے ہان اگر کوئی سجدہ یا طواف کرے یا دعا اسطرح پر کرے فلان ایسا کر دو یہ البتہ مشابہت بت پرستون سے ہوگی اور جو ایسا نہین ہے تو کیون محل طعن سمجھا جاے درمنثور سیوطی مین لکھا ہے کہ ابن المنذر اور ابن مردویہ حضرت انس سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال اُحد مین تشریف لیجاتے تھے تو جب مقابر پر جاتے تو شہدا کی قبرون پر یون سلام فرماتے کہ سلام علیکم بما صبرتم الخ اور ابن جریر کی محمد بن ابراہیم سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے شہدا کی قبرون پر ہر سال کے شروع مین اور فرماتے تھے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا اور تفسیر کبیر مین بھی یہی مروی ہے اور اُس مین بھی خلفاے اربعہ کا جانا لکھا ہے تو لانا شاہ رفیع الدین دہلوی ایک سوال کے جواب مین لکھتے ہین کہ زمانہ اگرچہ سیال اور غیر قار ہے لیکن اسکے متعلق اگر فرض کیا جاے کہ اسکے رات و دن اور مہینہ و سال کیلئے شرعا اور عرفا دورے مقرر ہین تو جب ایک دورہ تمام ہوتا ہے تو پھر نئے سر سے شروع ہوتا ہے اور حساب سے رمضان ماہ صوم اور ذی الحجہ ماہ حج ہے یون ہی ہر مہینہ کے دورہ کو حکم اتحاد اُسکے مثل کے ساتھ دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث مین ہے کہ ایک بار یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین عرض کیا کہ حق تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کو اس دن نجات دی اور فرعون کو ڈوبایا اُس کے شکریہ مین ہم روزہ رکھتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ مین اس روزہ رکھنے کا زیادہ حقدار ہون چنانچہ آپ نے عاشورہ کے دن خود روزہ رکھا اور اور لوگون کو بھی حکم دیا یا آنحضرت نے حضرت بلال سے وصیت کی دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کی اور فرمایا کہ مین اس مین پیدا ہوا اور اسی مین مجھ پر قرآن اُتارا گیا اور اسی مین مین نے ہجرت کی اور اسی مین مرونگا اور اسی وجہ سے اس تاریخ اور مہینہ کے لوگون مین یاد رکھنے کا رواج پڑگیا اور مکاشفہ سے یہ دریافت ہوا ہے کہ ایسے دن

دوستان خدا کی روحون کا عالم برزخ مین مجمع ہوتا ہے تو اُنکو مدد پہونچانا دعا یا ختم یا تقسیم طعام سے بدعت مباحہ ہوگی اور اس مین کوئی برائی نہین معلوم ہوتی اب محرمات کا ارتکاب جیسے چراغون کا جلانا اور قبرون کا ملبوس کرنا اور سرود بجانا وغیرہ یہ سب بدعات شنیعہ ہین اور ایسی مجلسون مین جانا ممنوع ہے اگر مقدور ہو تو حدیث گذشتہ من رای منکم منکرًا پر عمل کرنا چاہیے واللہ اعلم اور جلد ثانی فتاوے تنقیح الحامدیہ کے باب الحظر والاباحۃ کے صفحہ ۳۲۴ مین ہے کہ غلاف اور عمامے اور کپڑون سے نیک لوگون اور اولیا کے مزارون پر رکھنے کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے چنانچہ فتاوے حجتہ مین لکھا ہے کہ قبرون پر ستر کرنا مکروہ ہے الخ لیکن ہم کہتے ہین کہ اگر اس سے ارادہ اُس شخص کے عام لوگون مین وقعت اور عظمت بڑھانے کا ہوتا کہ وہ اُسکو حقیر نہ جانین یا خشوع اور تادیب قلوب غافلین کی ہو تو جائز ہوگا کیونکہ اگر ایسا نہوگا تو اُنکے دل حاضری کے وقت نفرت کرینگے حالانکہ اولیا کی ارواح متبرکہ اپنے مزارون مین موجود ہوتی ہین لہذا یہ امر جائز ہے اسکو منع کرنا مناسب نہین ہے اسواسطے کہ اعمال کا ثواب نیتون سے ہوتا ہے اور ہر شخص کو اپنی نیت کا پھل ملتا ہے تو یہ گو بدعت اس معنی سے ہے کہ سلف مین نہ تھی اور نہ یہ اُنکا طریقہ تھا لیکن یہ ویسے ہی ہے جیسے فقہا کا قول کتاب الحج مین ہے کہ حاجی بعد طواف اُلٹے پیرون پھر کر مسجد سے نکلے کیونکہ اس مین بیت اللہ کی تعظیم نکلتی ہے اور منہاج السالکین مین لکھا ہے کہ یہ جو لوگ اُلٹے پیرون بعد طواف الوداع کے پلٹتے ہین اسکے بارہ مین کوئی حدیث[1] نہین آئی ہے مگر ہمارے اصحاب کا یہ فعل ہے کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للشیخ عبد الغنی النابلسی اور عینی شرح صحیح بخاری مین ہے کہ مقامات متبرکہ کو بوسہ دینا بقصد تبرک اور صلحا کے ہاتھون پیرون کا چومنا باعتبار قصد و نیت تبرک بہتر ہے۔ اور مین نے اپنے جد محمد بن ابی بکر کے تعلیقات مین دیکھا ہے کہ اُنھون نے امام محمد سے نقل کیا کہ وہ جسوقت قرآن شریف دیکھتے تھے تو اُسکو چوم لیتے تھے بعد اسکے وہی سب بیان ہے جو اوپر نقل ہوچکا اور جب وہ صالحین کی قبرون کو دیکھتے تو بوسہ دیتے تھے اور ایسا کرنا بعید نہین اُن چیزون مین جن سے تعظیم الٰہی ظاہر ہوتی ہو واللہ اعلم رسالہ رحلۃ الصدیق الی بیت العتیق مین لکھا ہے کہ خشو کانی کہتے

[1] مولوی عبد الحی صاحب مغفور عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ مین کتاب الحج مین حاشیہ متعلقہ قول صاحب وقایہ ویرجع قہقری مین لکھتے ہین کہ اگرچہ اس بارہ مین کوئی حدیث مرفوع نہین آئی ہے لیکن علما کے نزدیک یہ مستحسن ہے بیت اللہ کے اجلال اور اکرام کیلئے اور اسواسطے تاکہ رخصت کیوقت بیت اللہ پر نظر زیادہ پڑے ۱۲ منہ

کہ بعضوں نے مشروعیت بوسۂ حجر اسود اور بوسہ محجن سے ہر اُس چیز کے بوسہ دینے کا جواز کہ جو
مستحق تعظیم ہو خواہ وہ آدمی ہو یا غیر آدمی استنباط کیا ہے اور ابی الصیف یمانی سے کہ جو علماء
شافعیہ مکہ معظمہ سے تھے منقول ہے کہ قرآن مجید اور اجزاء حدیث اور قبور صالحین کو بوسہ دینا
جائز ہے کذا فی الفتح اور ہاتھ پیر چومنے کا مسئلہ یوں تو اوپر مجملاً بیان ہو چکا ہے لیکن اب
یہان کسی قدر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سعید بن منصور اور
ابن سعید اور ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور احمد اور عبد بن حمید اور ابو داؤد اور بزار اور ابو امیہ
اور ابو یعلی اور ابن المنذر اور طحاوی مشکلات الآثار مین اور ابن ابی حاتم اور نحاس اور
طبرانی اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ اور ابو نعیم اور بیہقی معرفہ مین اور اشعث وغیرہم طرق کثیرہ سے
زید بن ابی زیاد سے راوی ہین کہ عبد الرحمن بن ابی لیلی بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ
بن عمر کہتے تھے کہ مین ایک لڑائی مین تھا اُسکے بگڑنے سے لوگ بھاگے اُسکے ساتھ میرے
بھی پیر اُکھڑ گئے مجھے سخت ندامت ہوئی اور خیال ہوا کہ اب غضب الٰہی مین گرفتاری ہوئی کیونکہ
لڑائی سے بھاگنا بڑا گناہ ہے پھر ہم نے کہا کہ چلو مدینہ مین چھپ کر رہین نہ ہم کسیکو دیکھین نہ
کوئی ہم کو دیکھے جب مین مدینہ مین پہونچا تو خیال پیدا ہوا کہ اپنی کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کرنی چاہیئے اگر توبہ قبول ہو گئی تو یہان رہین گے ورنہ چلے جاوینگے غرض آپ اور
اور صحابی جو بھاگ کھڑے ہوے تھے نماز صبح کے قبل حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کی تشریف آوری کے انتظار مین مسجد شریف مین آ بیٹھے جب آپ تشریف لائے تو سب
لوگ اُٹھ کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ میدان جنگ سے بھاگے ہوے
ہین آپ نے فرمایا کہ نہین تم بھاگنے والے نہین ہو تم تو میدان جنگ سے لوٹنے والے ہو ابن عمر
فرماتے ہین کہ ہم نے قریب جا کر آپکے دست مبارک کا بوسہ دیا آپنے فرمایا کہ مین تمام مسلمانون کا
حامی ہون اس سے یہ ثابت ہوا کہ بیعت توبہ کی بعد اپنے شیخ کا ہاتھ چوم لینا جائز ہے حضرت شیخ
شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف مین لکھتے ہین کہ بعد توبہ کے شیخ کے ہاتھ چومنے کے
واسطے صوفیہ کے لیے سند سنت سے ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین
کہ ابن مقری جابر کی حدیث سے نقل کرتے ہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہو کر آپکے دست مبارک کا بوسہ لیا اور سلف کا یہ طریقہ تھا کہ جن صحابہ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اُن کے ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے طبرانی اور

ابونعیم اور مزی نے تہذیب الکمال مین عبدالملک بن عبدالعزیز اور ابی نضرۃ الغمار سے
روایت کی کہ وہ دونون کہتے تھے کہ ہم سے عطاف بن خالد مخزومی نے بیان کیا اور
اُن سے عبدالرحمن بن زرین نے کہ جب مین ربذہ مین آیا تو لوگون نے کہا کہ یہان
سلمہ بن الاکوع ہین مین نے اُن کی خدمت مین جاکر سلام کیا اُنھون نے اپنا ہاتھ نکال
کر فرمایا کہ مین نے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے ہم نے اُسکو بوسہ
دیا اور اُنھون نے اسپر کچھ ممانعت نہین کی فصول عمادی مین ہے کہ اگر کسی عالم یا بادشاہ
عادل کا ہاتھ اُسکے علم وعدل کی وجہ سے چوم لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہین اور دوسرون کا
ہاتھ اگر بسبب تعظیم اسلامی یا ایسی کی تکریم کے چومے تو بھی مضائقہ نہین تو جہان حدیث مین بوسہ
کی ممانعت آئی ہے وہ محمول شہوت پر اور جہان اسکی مشروعیت پائی جاتی ہے وہ بوجہ اُس کی
تعظیم کے ہے چنانچہ شیخ ابوالمنصور ماتریدی نے اسی طور پر حدیث کی تطبیق کی ہے شیخ محمد عابد
سندی انصاری رسالہ التقبیل مین لکھتے ہین کہ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ صحابہ نے آپ کے
ہاتھ اور پیر بعض اوقات مین چومے ہین تو یہ اس امر پر قطعی دلیل ہے کہ عالم اور بادشاہ عادل
اور بزرگ کے ہاتھ اور پیر کا چومنا جائز ہے یہ امر کچھ آپ کے مختصات سے نہین ہے کہ آپنے
زید بن حارثہ کا بعد معانقہ کے بوسہ لیا تھا جب کہ وہ مدینہ مین آئے تھے اور آپ نے حضرت
ابوبکر صدیق کے مُنھ کا بوسہ لیا تھا بعد معانقہ کے چنانچہ بعد اسکے جناب امیر نے فرمایا تھا کہ
کیا ہم بوسہ دین ابوبکر کے مُنھ کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے جواب مین فرمایا تھا کہ وہ میرے
مرتبہ مین بجائے باپ کے ہین اس سے ثابت ہوگیا کہ یہ امر مختصات سے نہ تھا کہ جو دوسرون
کے لیے جائز نہ سمجھا جائے اور ابن ماجہ و ترمذی جو انس سے روایت کرتے ہین کہ لوگون نے
عرض کیا کہ یارسول اللہ بعضے ہم مین ایسے ہین جو اپنے دوستون اور بھائیون سے جب ملتے
ہین تو اُسکے سامنے جھک جاتے ہین فرمایا نہین عرض کیا کہ اگر اُن سے ملے اور بوسہ دے
فرمایا نہین الحدیث اس حدیث مین یحییٰ بن قطان راوی ہے جسکے متعلق محدثین کا قول ہے کہ
اسکو اختلاط ہوگیا تھا امام احمد اسکو ضعیف اور منکر الحدیث کہتے تھے اور یہ کہ وہ عجیب باتین بیان
کرتا ہے اور حضرت انس سے منکرات روایت کرتا ہے انا بجملہ یہ ہے کہ ایک تم مین سے
دوسرے کے سامنے جھک جائے اور ابن معین کا قول ہے کہ یہ آدمی اچھا نہ تھا آخر عمر مین اس کی
حالت بدل گئی تھی پھر دوسرے کا قول ہے لیس بثقة ولا ادون الثقة اور ابوحاتم اور

نسائی کہتے تھے کہ یہ قوی نہین ہے امام مالک بوسہ کو مکروہ سمجھتے تھے اور ابن قطان کہتے تھے کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ جب تکبر اور تعظیم کی وجہ سے ہو اور اگر قربت الی اللہ یا علم و شرف کے خیال سے ہو تو جائز ہے مذہب شافعیہ مین صلاح و زہد یا علم یا شرف وغیرہ سے یا ایسے امور سے جو متعلق امور دینیہ ہون بوسہ لینا مستحب ہے چنانچہ امام نووی نے اسکی تصریح کی ہے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم مبارک کا بوسہ بھی صحابہ لیا کرتے تھے چنانچہ قیصر روم کے قاصد نے بھی مہر نبوت کا بوسہ لیا تھا اُس کے راوی ابو یعلی وغیرہ ہین اور حاکم تاریخ نیشاپور مین ابو حامد عمش سے روایت کرتے ہین کہ مین نے سُنا کہ جب مسلم بخاری کے پاس آئے تو انکی دونون آنکھون کے درمیان مین بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے اجازت دیجیے تاکہ مین آپ کے دونون پیرون کا بوسہ لون اور مُردہ کا بوسہ بھی شرعاً جائز ہے ابن سعید و ابن ابی شیبہ اور بخاری اور ابن ماجہ اور ابو یعلی وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ایک جماعت نے جابر سے اور ابن ابی شیبہ اور بزاز نے ابن عمر سے اور ترمذی نے شمائل مین موسی ابن ابی عائشہ سے اور بیہقی نے دلائل مین عروہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپکی آنکھون کے درمیان اور پیشانی پر بوسہ دیا اور قبر پر بوسہ دینے کو جو لوگ مکروہ کہتے کہتے ہین اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مین نصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہے لیکن اہل کتاب کی مشابہت ہر شے مین مکروہ نہین ہے اس لیے کہ بہت سے کام ایسے ہین جنھین مسلمان اور اہل کتاب دونون کرتے ہین علامہ ابن نجیم بحرالرائق مین لکھتے ہین کہ تشبہ اہل کتاب ہر چیز مین مکروہ نہین کیونکہ ہم لوگ بھی کھاتے پیتے ہین اور وہ لوگ بھی اور تشبہ ایسی چیز مین حرام ہے جو مذموم ہو اور اُس مین تشبہ مقصود ہوا ور جسمین تشبہ مقصود نہو وہ مکروہ نہین ہے اور ایسا ہی قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین لکھا ہے یا جب حضرت عمر بیت المقدس کو فتح کرکے لوٹے تو حضرت بلال نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اُن کو شام مین رہنے کی اجازت دیجائے حضرت عمرؓ نے اجازت دی بلال شام مین رہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ اے بلال یہ کیا ظلم ہے تم میری زیارت کو کیون نہین آتے بلال مغموم و خوفناک اُٹھے اور مدینہ کو چلے جب مزار مقدس تک پہونچے تو رونے لگے اور اپنے مُنھ کو مزار اقدس پر ملنے لگے ابی الدردا سے جو اس باب مین حدیث مروی ہے اُس مین بھی ہے کہ بلال مزار اقدس کے پاس روتے تھے اور اپنا مُنھ ملتے تھے تو اگر قبر کا چھونا یا مُنھ کا ملنا ناجائز ہوتا تو حضرت بلال اُسکے مرتکب نہوتے بخاری شریف

مین قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ حضرت صدیق نے بعد وفات حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے چاہا کہ بلال آپ کی خدمت مین رہین اور جیسے حضرت کے وقت مین اذان دیا کرتے تھے ویسے ہی اب بھی دیا کرین چونکہ حضرت بلال کو حضرت ابوبکر نے کفار سے مول لے کر آزاد کیا تھا اسوجہ سے حضرت بلال نے یہ سُنکر حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ اگر آپ نے مجھے اپنے کام و خدمت کے لیے خریدا ہے تو اپنی خدمت مین رکھیئے اور اگر اللہ کے لیے مول لیا اور آزاد کیا ہے تو مجھے چھوڑ دیجیے کہ مین اللہ کا کام کرتا رہون اور خلق سے کچھ کام نہ رکھون اور بعضی روایتون مین ہے کہ حضرت بلال نے کہا کہ مجھے حضرت کی جگہہ خالی دیکھنے کی طاقت نہین ہے رباعی ؎

چہ مشکل تر ازین بر عاشق زار	کہ بے دلدار بیند جائے دلدار

پھر وہ ایک لشکر کے ساتھ جو شام کو جاتا تھا چلے گئے اور دمشق مین بیسوین یا اٹھارھوین برس ہجرت کے انتقال کر گئے اور بعضی روایتون مین ہے کہ بلال نے شام مین پہونچنے کے چھ مہینہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ یہ کیا ظلم ہے کہ تم میری زیارت کو نہین آتے۔ چنانچہ یہ اُٹھتے ہی فوراً مدینہ طیبہ روانہ ہوے اور وہان پہونچتے ہی پوچھا کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اور حضرات حسنین کا کیا حال ہے لوگون نے کہا کہ حضرت فاطمہ نے تو وصال فرمایا اور حضرات حسنین صحیح و سلامت ہین حضرت بلال یہ واقعہ سُن کر رونے لگے اور حضرات حسنین کی خدمت مین حاضر ہوے لوگون نے چاہا کہ بلال اذان دین تاکہ آنحضرت کا وقت یاد آئے مگر کسی کو مجال نہ ہوئی کہ اُن سے کہے لوگون نے کہا کہ اگر امام حسن فرماوین تو شاید وہ اذان کہین تب سب نے حضرت امام حسن سے کہلوایا بلال تعمیل ارشاد ضروری سمجھکر اُس مقام پر جہان آنحضرت کے وقت مین کھڑے ہوکر اذان دیتے تھے چڑھے اور اذان کہنا شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو لوگون کے دل مین ایک ہیبت پڑی اور سب رونے لگے اور جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اور زیادہ لوگ رونے اور چلانے لگے اور جب اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو گویا تمام در و دیوار شہر کانپنے لگے اور سب روتے روتے بے اختیار ہوکر گر پڑے نہ بلال کو اذان

۱ؔ اصابہ فی تمیز الصحابہ مین ہے کہ بلال ابن رباح حبشی مؤذن ان کی مان کا نام حمامہ تھا بخاری کہتے تھے کہ ان کی وفات شام مین حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ہوئی اور ابن بکیر کا قول ہے کہ ان کا انتقال طاعون عمواس مین ہوا اور عمرو بن علی کا قول ہے کہ اُن کا انتقال سنہ بیس مین ہوا اور ابن مندہ کے معرفہ مین ہے کہ یہ حلب مین دفن ہوے انتہی ملخصا ۱۲ منہ

کہنے کی طاقت رہی اور سُننے والون کو اذان سننے کے ہوش رہے اور اذان تمام نہین ہونی آگئی

ترجمۃ المشکوۃ للشیخ عبدالحق محدث دہلوی نی باب جامع المناقب اور خطیب نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر اپنے داہنے ہاتھ کو قبر شریف پر رکھتے تھے اور اسکو ایک جماعت نے اُن سے نقل کیا ہے زرقانی شارح موطا لکھتے ہین کہ بعضے علما نے مشروعیت حجر اسود کے چومنے سے یہ مستنبط کیا ہے کہ بوسہ ایسے لوگون کا جائز ہے جو تعظیم کے مستحق ہین امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ آپ کی قبر اور آپ کے منبر کا بوسہ جائز ہے اور ابن تیمیہ کو یہ سُنکر بڑا تعجب ہوا حنیف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ قرآن شریف اور اولیا اللہ کی قبر کا چومنا جائز ہے بات یہ ہے کہ بعض لوگ فرط محبت سے قبر کو چومتے ہین اور اُن کی محبت اسپر مجبور کرتی ہے تو ایسے شخص کو چومنا جائز ہے اور بعض مین اس قسم کی محبت اور ایسی مجبوری نہین ہوتی ہے وہ نہین چومتے ہین ایسے لوگ بھی قابل ملامت نہین ہوسکتے سمہودی نے خطیب سے نقل کیا ہے کہ مقصود اس سب سے احترام و تعظیم ہے اور لوگون کے حالات اس مین مختلف ہوتے ہین جیسے کہ اُسکے زمانہ حیات مین مختلف تھے بعضی بے اختیار محبت سے یہ کر گذرتے اور بعضے نہین کرتے اور دونون ٹھکانے سے ہین سچ تو یہ ہے کہ

امر علی الدیار دیار لیلی	واقبل بالجدار و ذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی	ولکن حب من سکن الدیار

یعنی جب مین اُس شہر مین جو لیلیٰ کا شہر ہے گذرتا ہون تو دیوار اور صاحب دیوار کا بوسہ لیتا ہون اور میرے دل کو شہر کی محبت نے نہین دیوانہ کر رکھا ہے بلکہ محبت صاحب شہر مین میرا یہ حال ہوگیا ہے شیخ جلال الدین سیوطی تو شیخ علی جامع الصحیح مین لکھتے ہین کہ بعضے علمار عارفین نے بوسہ حجر اسود کے جواز سے صلحا کی قبر کے بوسہ کا جواز استنباط کیا ہے صاحب نہایہ کا قول ہے کہ امام رملی نے اولیا اللہ کے چوکھٹ چومنے کو تبرکًا بلا کراہت جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے قنیہ مین ہے کہ ابو اللیث سمرقندی کہتے تھے کہ قبر پر ہاتھ رکھنا بدعت ہے نہ مستحب مگر میرے نزدیک اسمین کوئی مضائقہ نہین علاء الدین تاجری کہتے تھے کہ مین نے سلف کو اس بارہ مین منکر نہین پایا طوالع الانوار شرح در مختار مین ہے کہ چومنا غیر قرآن کا مثل قبور انبیا اور علما کے اس مین کلام ہے بعضے مکروہ کہتے ہین اور بعضے مستحسن لیکن اگر کسی عامی سے اسپر محذور شرعی نہوتا ہو امام شافعی نے تو ایسے وقت مین کہ تبرک کے لیے ہو مطلقًا مباح کہا ہے اور جو لوگ اسکو مکروہ کہتے ہین اسکی

وجہ یہ ہے کہ جب بوسہ سے ادب ملحوظ ہو چنانچہ جمال رملی شارح ایضاح نے بھی ایسا ہی لکھا ہے
کذا فی اصباح الحق الصریح غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار کے باب الحظر والاباحتہ کے صفحہ ۲۰۳ مین
جہان فتاوی عالمگیری سے یہ فائدہ کہ زیارت قبور مردون اور عورتون کو درست ہے نقل کرکے
کیفیت زیارت لکھی ہے اُس مین یہ بھی ہے کہ قبر پر ہاتھ رکھنا بعضون کے نزدیک درست ہے
اور بعضون کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہین کیونکہ یہ نصاری کی عادت تھی
لیکن والدین کی قبر چومنے مین مضائقہ نہین اور پھولون کا قبر پر ڈالنا بھی درست ہے لیکن اگر
پھولون کی قیمت خیرات کردے تو بہتر ہے اور شمعون کا مقابر پر لیجانا بدعت ہے حضرت شیخ
عبدالحق محدث دہلوی شرح سفرالسعادت مین مصنف کے اس قول کی شرح مین کہ قبرون پر مسجدین
بنانا اور چراغ جلانا منع ہے تنبیہ کرکے لکھتے ہین کہ جو کچھ مصنف نے لکھا ہے وہ حق ہے اور احادیث
صحیحہ اس مین وارد ہین اور اصل طریقہ زمان نبوت اور خلفاء راشدین اور صحابہ مین یہی تھا لیکن
اُسکے بعد یہ تکلفات جو مقابر مین پیدا ہوے اور مفاخرت اور مباہات ظاہر ہوے تو غالباً
آخر زمانہ مین کوتاہ بینی عوام کی نظر سے تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ عظام مین یہ چیزین بڑھا
دی گئین اور وہ اس وجہ سے تاکہ اہل اسلام اور ارباب صلاح کی شوکت و عظمت ظاہر ہو
خصوصاً ہندوستان مین کہ اعداے دین اور کفار بہت ہین اور اُن مقامات کی اعلی شان
اُن کی نظرون مین رعب و انقیاد کا باعث ہو اسیطرح بہت سے اعمال اور طریقے اسگلے
زمانہ مین مکروہ تھے مگر آخر زمانہ مین مستحسن ہو گئے اب اگر جاہل یا عوام کوئی چیز کرین تو غالباً بزرگون
کی روحین اُن سے راضی نہون گی حالانکہ اُن کا کمال اور دیانت اُن سے منزہ ہے اور دفن کرنا
صلحا کے جوار مین اور حضور و شہود اُن کے ساحت عزت مین برکت اور نورانیت اور صفائی کا
باعث ہے اور مقامات متبرکہ کی زیارت اور دعا کرنا وہان متوارث ہے امام شافعی کا قول ہے
کہ حضرت امام موسی کاظم سلام اللہ علیہ وعلی آباۂ الکرام کی قبر اجابت دعا کے لیے تریاق مجرب ہے
اور زیارت قبور مین احترام اہل قبر اور استقبال اور جلوس اور باادب رہنے کا وہی حکم ہے جو حالت حیات
مین ہو طیبی کا بھی ایسا ہی قول ہے اور بعضے ان امور مذکورہ مین بعض وجوہ سے متاخرین کی کتب
فقہیہ مین توسیع اور ترخیص بھی پاتے ہین واللہ اعلم اور مجمع البحار کی دوسری جلد مین شرف کے
معنی کی تحقیق مین قبر کی تعمیر کے بارہ مین لکھا ہے کہ منع ہے پھر لکھا ہے کہ علماء سلف نے بوجہ
مصلحت کے مباح کردیا اور اگلے بزرگون نے جائز رکھا ہے کہ مشائخ اور مشہور علماء کی قبرون پر

عمارت بنائی جائے تاکہ لوگ آکر اُن کی زیارت کرین اور وہان بیٹھکر آرام پائین اور صاحب
روح البیان نے شیخ عبدالغنی نابلسی کے رسالہ کشف النور سے نقل کیا ہے کہ بدعت حسنہ جو مقصود
شرع کے موافق ہوا اُسکو سنت کہتے ہین تو قبون کا علما اور صلحا اور اولیا کی قبرون پر بنانا جائز ہے
جب ارادہ صاحب قبر کی تعظیم کا ہو کہ عوام اُسکو تحقیر کی نگاہ سے نہ دیکھین فقط مسئلہ سوم روشنی کے
متعلق تحقیق یہ ہے کہ بمصداق آیہ کریمہ وزینا السماء الدنیا بمصابیح معلوم ہوتا ہے کہ چراغون
کا جلانا باعث زینت ہے لیکن غور کرنا چاہیے کہ اس زینت کی حرمت کے لیے کوئی نص
شرعی بھی وارد ہے یا نہین بظاہر تو زینت روشنی کی نفی ثابت نہین ہے ورنہ صحابہ کرام کیون
کرتے اور یہ بات مفسرین اصولی قرار دے چکے ہین کہ جس زینت کی نہی ثابت نہین وہ مباح
ہے سیرت حلبی کی دوسری جلد مین ہے کہ پہلے صحابہ ایسا کیا کرتے تھے کہ جب عشا کا وقت
آتا تو کھجور کی لکڑیان جلا کر اُجالا کر لیتے تھے جب حضرت تمیم داری مدینہ مین آئے اور قندیلین
اور رسیان اور زیتون کا تیل لاے تو مسجد نبوی کے ستونون سے قندیلین لٹکائین اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دعا دی کہ تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالی تم کو
روشنی بخشے اور بعض کتابون سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمیم داری یہ قندیلین ملک شام
سے لائے تھے اُنھون نے اپنے غلام کو حکم دیا تب اُس نے جمعرات کو رسی ستونون مین باندھکر
اُس مین قندیلین لٹکائین جب آنحضرت تشریف لاسے تو پوچھا کہ یہ روشنی کس نے کی حاضرین
بولے کہ تمیم داری نے آپ نے اُن سے فرمایا نورت الاسلام یعنی تو نے اسلام کو روشن
کردیا الحدیث اور غنیۃ الطالبین حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ مین ایک روایت لکھی ہے کہ
جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب روشنی کرنے کی طرف معلوم ہوتی ہے وہ روایت
یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی گھر مین اللہ کے گھرون سے قندیل
لٹکائی تو فرشتہ اُسکے لیے استغفار اور دعا کرتے ہین اور وہ ستر ہزار فرشتے ہوتے ہین اور
جب تک وہ قندیلین گل نہین ہو جاتین تب تک وہ دعا کرتے رہتے ہین اور سیرت حلبی کی
دوسری جلد مین ہے کہ مستحب ہے قندیلون کا مسجدون مین لٹکانا اور یہ کام پہلے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے کیا جب نماز تراویح کے لیے لوگون کو جمع کیا تو بہت سی قندیلین لٹکادین جب
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گذر اُس طرف ہوا اور دیکھا کہ مسجد روشنی سے جگمگا رہی ہے تو اُنھون نے
دعا کی کہ اے عمر بن خطاب تم نے ہماری مسجدون کو روشن کیا اللہ تعالی تمھاری قبر کو روشن کرے

اور فقیہہ ابو اللیث سمر قندی نے کتاب منیہ مین اور حضرت غوث الثقلین نے غنیہ مین لکھا ہے کہ
جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دعا دی اسیطرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی دعا دی
تو ان دونون حضرات کا خوش ہونا اور دعا دینا کس قدر اس فعل کی محبوبیت ظاہر کرتا ہے
اور سابقہ روایت سے جو معلوم ہوا تھا کہ تمیم داری نے پہلے قندیلین روشن کین اور دوسری
روایت سے معلوم ہوا کہ یہ فعل اولاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا اُسکی تطبیق علامہ حلبی نے
اس طرح کی ہے کہ اولیت حقیقی اس فعل کی تمیم داری رضی اللہ عنہ سے عہد رسالت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم مین ہوی بعد ازان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو آپکو جو اول قرار دیا وہ اولیت اضافی
ہے یعنی کثرت سے قندیلون کا روشن کرنا اول آپ سے واقع ہوا کیونکہ تمیم داری رضی اللہ عنہ
کی قندیلین گو کئی تھین لیکن زیادہ نہ تھین اور اس قصہ تمیم داری کو شیخ محمد سالم بصری نے
بھی رسالہ نور الایمان مین نقل کیا اور علامہ حلبی نے خلفاے عباسیہ کے زمانہ کا حال بھی
نقل کیا ہے کہ ایک عالم فرماتے تھے کہ مجھکو مامون رشید خلیفہ نے حکم دیا کہ ہماری مملکت مین لکھدو
کہ مسجدون مین کثرت سے روشنی کیا کرین لیکن میرے کچھ خیال مین نہ آیا کہ کس طرح لکھدون تب
مجھکو خواب مین بشارت ہوئی کہ لکھدو روشنی کثیر کے لیے اس لیے کہ اس مین تہجد پڑھنے والونکا
دل لگتا ہے اور مسجدین خانہ خدا ہین تو خانہ خدا سے اندھیرے کی وحشت دفع ہوتی ہے
جب مین نے یہ بشارت سُنی تب مین ہوشیار ہو اور یہ حکم لکھدیا حضرت خواجہ فرید الدین عطار
مولف تذکرۃ الاولیا حضرت شیخ احمد خضرویہ کے حال مین لکھتے ہین کہ ایک بار ایک فقیر اُنکے
یہان مہمان آیا اُنھون نے ستر شمعین روشن کین اُس فقیر نے کہا کہ مجھے یہ اچھا نہین معلوم ہوتا
ہے تکلف کو تصوف سے کیا نسبت شیخ احمد نے کہا کہ خیر جو شمع کہ مین نے اللہ کے لیے نہین
روشن کی ہے اُسکو بجھا دو وہ فقیر رات بھر خاک اور پانی اُن شمعون پر جھونکتا رہا مگر ایک بھی
نہ بجھی جب دوسرا دن ہوا تو ستر نصاری شیخ احمد کے ہاتھ پر مسلمان ہوے اور اُس رات کو
اُنھون نے خواب بھی دیکھا کہ حق تعالی فرماتا ہے کہ اے احمد تو نے میرے لیے ستر شمعین
جلائین مین نے تیرے لیے ستر دل نور ایمان سے روشن کردیئے غرضکہ کئی مقامات پر
اولیاء مقبولین مثل حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ و دیگر کاملین سے روشنی کا خالصاً للہ کرنا بروایت
امام غزالی و علامہ عبد الرحمن صفوری وغیرہ منقول ہے سب کی نقل مین بہت طوالت ہے صحیح یہی
ہے کہ روشنی کرنا ممنوع نہین ہے جن علما نے منع کیا ہے اُن کو وہ حدیث و آثار جو صریح

جواز پر دلالت کرتے ہین نہین پہونچے ناچار اُنھون نے اسی بنا پر بدعت اور کراہت کا حکم
اُسپر لگا دیا یا یون کہئے کہ فی الحقیقت کل علما کا قول ایک ہے جو مانع ہین وہ حد سے زیادتی کو منع
کرتے ہین اور جو جائز کہتے ہین وہ بقدر حاجت زینت جائز کہتے ہین رضی اللہ عنہم اور روشنی کے
تین درجہ ہین ایک بقدر حاجت ضروری وہ تو اس قدر مین حاصل ہے کہ جیسے صحابہ شروع اسلام
مین کہجور کی لکڑیان جلا دیتے تھے اُس مین مسجد کا فرش اور سجدہ کا مقام اور نمازی لوگ ایکدوسرے
کو نظر آجاتے تھے دوسرا زینت کے لیے وہ فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ تمام مسجد کثرت
قنادیل سے چمک اُٹھی غنیۃ الطالبین مین ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد کی طرف ہو کر گذرے
تو وہ قندیلون سے روشن تھی اور تنبیہ فقیہ ابو اللیث مین ہے کہ رأی قنادیل تزہر فی المساجد
اسی طرح حلبی وغیرہ مین بھی غرض کل روایتون مین لفظ تزہر صیغہ مضارع ہے اور یہ مشتق
ہے زہور سے جس کے معنی صراح مین روشن شدن آتش و بالا گرفتن آن کے لکھے ہین
فقط اسی بنا پر میرا خیال ہے کہ یہ فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بلا شک قدر حاجت ضروری
سے زیادہ تھا لیکن یہ بھی ہو کہ قدر حاجت زینت سے زیادہ نہ تھا تیسرے وہ کہ زینت بیکلان
تو متعدد قندیلون سے حاصل ہو چکی تھی لیکن کسی نے فضولی کر کے خواہ مخواہ نمود فخر وغیرہ کی
نیت سے روشنی حد سے زیادہ بڑھا دی تو اگر مانعین کی مراد یہ وجہ اخیر ہے تو کچھ اختلاف
باقی نہین رہا فتاوی قنیہ وغیرہ اگلی کتابون مین منع کے واسطے اسیطرح کے الفاظ
لکھے ہین کسی نے لکھا ہے کہ کثرۃ الوقید زیادۃ علی الحاجۃ اور کسی نے اسراج السرج
الکثیرۃ اس قدر کثیر کو کہ حاجت زینت سے بھی زیادہ ہو اگر منع کیا جائے تو کچھ برا ماننے کی
بات نہین ہان اس زمانہ مین جو لوگ ایک چراغ سے دوسرا چراغ زائد روشن کرنے کو
بدعت اور ضلالت اور حرام اور اسراف کہدیتے ہین یہ بڑی شوخی ہے اُن کو چاہیے کہ
تمیم داری اور حضرت عمر کے فعل کا ادب کرین کہ اول یہ فعل اُنھون نے زینت کے لیے کیا
کہ قدر حاجت ضروری سے زیادہ روشنی کی تعجب یہ ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے
ہون گے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کے گرداگرد جھاڑ
اور فانوس اور قندیل کثرت سے اس درجہ کہ یہان کسی کو میسر بھی نہین آتی روشن دیکھتے
ہون گے تو معلوم نہین کہ یہ لوگ آنکھین روشنی کی طرف سے بند کر لیتے ہون گے یا اُسکے
غصہ مین زیارت ہی ترک کر دیتے ہون گے اگر ترک کر دیتے ہین تو کچھ شکایت نہین

مسئلہ چہارم نذر و نیاز عرف مین جو مترادف ہین اس سے مراد طاعت مباح یا مستحب
ہے کہ جسکو کوئی مسلمان اپنے ذمہ واجب ٹھہرائے اور وہ طاعت مقصود بالذات ہو اور اُسکے
جنس سے کوئی دوسرا واجب شروع ہو اسی کو منت کہتے ہین اور یہی نذر و نیاز بھی ہے
جیسے یہ کہنا کہ اگر ہمارا فلان کام پورا ہو جائیگا تو ہم دو رکعت نماز پڑھین گے یا ایک روزہ
رکھین گے یا دس فقیرون کو کھانا کھلائین گے یا ہم اس کا ثواب فلان بزرگ کو بخشین گے
اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر ہمارا کام پورا ہو جائیگا تو ہم ناچ دیکھین گے یا ایک روز کا فرض روزہ
رکھین گے یا پنجوقتی نماز پڑھین گے یا غسل یا وضو کرینگے یا کسی مریض کی عیادت کرینگے
تو اُن پر نذر کی تعریف صادق نہ آئے گی اولیاء اللہ سے جو نذر ہوتی ہے اُسکی نسبت مولوی
عبدالحی صاحب دہلوی بعض استفتون کے جواب مین لکھتے ہین کہ نذر بزرگون کے نام کی
مقرر کرنا اس طور پر کہ للہ کھانا دونگا اور ثواب اس کا اپنی طرف سے فلان کی روح کو
پہونچاؤنگا یہ مشابہ اسکے ہے کہ صاحب کمال کو کھانا کھلائے فرق اسی قدر ہے کہ اُس
کھانیکو زندہ کھاتا ہے اور مردہ کو بدل اُس کھانے کا کہ جسکو ثواب کہتے ہین پہونچتا ہے اس طرح
کی نذر بزرگون کی جائز ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کھانا اور نقد اور جنس دینے کو للہ نہ سمجھے بلکہ
اس طرح جانے کہ دینا اور کھلانا صرف اُن کے نام پر بسبب اُن کی خوشی کا ہے یہ عمل اولاً خدا
کے واسطے ہوتا ہے اور خدا نے اپنے کرم سے جزاے نیک کا وعدہ فرمایا ہے اور ثانیاً وہ ثواب
کسی بزرگ کی روح کو پہونچائے اسی طرح کی نذر درست نہین لیکن وہ کھانا حرام نہین ہوتا بلکہ
حلال رہتا اور جس جنس پر ایسی نذر واقع ہو مآل ہر جنس کا یہی ہے کہ حلال ہے گو نذر جائز نہو
مولوی برہان الدین صاحب رسالہ نذر مین لکھتے ہین کہ نذر خاص خدا کے لیے ہے کیونکہ وہ
عبادت ہے اور عبادت خاص معبود حقیقی کی ہوتی ہے لیکن جو نذر کہ مسلمان لوگ بزرگون اور
مردون کے لیے مقرر کرتے ہین اس مین تاویل یہ ہے کہ نذر تو اللہ کی ہوتی ہے اور اس کا ثواب
اُن کے لیے حضرت ملا جیون صاحب نے تفسیر احمدی مین لکھتے ہین کہ معاملہ نذر کا یہ ہے
کہ نذر غیر خدا کے نام کی حرام ہے اور جو نذر کہ اولیاء اللہ کی مقرر ہوتی ہے اُسکی تاویل
یہ ہے کہ یہ نذر خدا کی ہے اور ثواب اس کا اولیا کی روح کو ہے یہان اضافت بادنیٰ
ملابست ہے نہ وہ کہ نذر مخصوص ان کے لیے ہے اور یہ معنی بالاقتضا بھی مراد ہوسکتے ہین
مراد یہ ہے کہ مسلمانان عاقل کی اصطلاح مین کسی چیز کو بمعنی نا مشروع حمل نہین کرسکتے ہین

اور یہی معنی شرعی ہین حاجی محمد رفیع الدین خان مرادآبادی ترجمہ بدر السافرہ مین لکھتے ہین کہ بزرگون کی نذر جو قضاے حوایج کے لیے معمول اور مرقوم ہی حقیقت اُس نذر کی یہ ہی کہ نذر بھیجنا کھانے کا اور مال کا خرچ کرنا میت کی روح پر یہ ایک امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے بخاری و مسلم مین حضرت سعد وغیرہ کے حال مین ہے اور اس نذر پر وہ ملزوم نہین ہوتے ہین تو خلاصہ یہ ہوا کہ میری نیت یہ ہے کہ مین ثواب اسقدر کا فلانے کی روح کو بخشون گا ولی کا ذکر تعیین عمل منذور کے لیے ہے مصرف کیواسطے اور اُس کا حکم یہ ہے کہ وفا واجب ہے کیونکہ وہ قربت معتبرہ ہے شرعاً ہان اگر اُس ولی کو حلال مشکلات بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد کرے تو یہ اعتقاد منجر بشرک وفساد ہو جائیگا یعنی اگر یہ اعتقاد کرے کہ وہ خواہ مخواہ میرا کام خدا سے بزور کرا دیگا تو یہ بھی نذر ممنوع ہے نہ مطلقاً اولیاء کے نام کی نذر اور کبھی نذر کو معنی نیاز لیتے ہین تو اگر کوئی یہ کہے کہ بشرط فلان کام پورے ہونے کے اسقدر کھانا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی نذر مین نے مقرر کی یعنی بطور صلہ اس کا ثواب اُن کی روح پرفتوح کو پہونچاؤن گا یہی مقصود فاتحہ مرسومہ کا ہوتا ہے تو ثواب درود والحمد و قل کا اور ثواب خرچ طعام منذور کا آپ کی روح پر پہونچے گا جسطرح زندون کو تحفہ و ہدیہ لیجاتے ہین اسیطرح عالم برزخ مین اُس کھانے کا ثواب پہونچیگا اور یہ بات نذر کرنے والا خوب سمجھتا ہے کہ کھانا مخصوص تو وہان پہونچتا نہین ہے لہذا سواے ثواب کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے یہ معنی قسم مجازی ہے یعنی ثواب طعام اور ایسا ہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے اور اس بزرگ کی تعظیم نذر کرنے والے کے خیال مین اس لحاظ سے ہوتی ہے کہ وہ مقربان درگاہ احدیت سے ہے نہ یہ کہ گمان بالاستقلال حاجت روا ہونے کا رکھتا ہو اور بالبداہت پہونچنا کھانیکا فقرا اور مسلمانون کو باعث ثواب کا آخرت مین ہے تو جب ثواب کسی دوسرے کی روح کو پہونچائین گے تو اللہ کی خوشنودی اسپر ہوگی اور میرے نزدیک اس قسم کی نذر واجب الادا نہین ہے اور اس کا دینا اغنیا کو بھی جائز ہے کیونکہ یہ وعدہ کے طور سے بطور صلہ کے ہے اور اشارۃً یہی بات حضرت محدث ممدوح کے کلام سے بھی سمجھی جاتی ہے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کا ایک رسالہ خاص اس بحث مین ہے اُس مین وہ لکھتے ہین کہ لفظ نذر جو یہان مستعمل ہوتی ہے وہ معنی شرعی پر نہین ہوتی کیونکہ عرف یہ ہے کہ جو کچھ بزرگون کے سامنے لیجاتے ہین اسکو نذر و نیاز کہتے ہین ہان نذر شرعی کبھی اُسکی قسمون مین سے ایک قسم ہوتی ہے اس نذر کا حکم یہ ہے کہ اگر محض اولیاء کے لیے ہے تو

حرام ہے کیونکہ صاف وارد ہوا ہے لا نذر لغیر اللہ اور قضاے حاجت بالاستقلال
کسی سے چاہنا اور اسکو اپنے نفع و ضرر کا مالک اعتقاد کرنا ایک نوع کا شرک ہے اور
اگر واقع مین ان تین صورتون مین سے کسی ایک صورت پر واقع ہے تو مباح ہے پہلی
صورت یہ ہے کہ نذر خالص خدا کے لیے ہو اور یہ بطور مصرف محض کے گویا کہے کہ الٰہی یہ
مراد میری حاصل ہو تو تیری نذر خدام مزار فلان ولی یا صالح کو پہونچاؤنگا دوسری صورت یہ ہے
کہ ان کو شفیع کرے یعنی کہے کہ یا حضرت خدا کی جناب مین آپ اس مشکل کے واسطے
دعا کیجیے اگر یہ مراد حاصل ہو گئی تو آپ کی طرف سے خدا کی جناب مین اس مشکل کے لیے
اسقدر کھانا یا اسقدر نقد پہونچاؤنگا تاکہ ثواب اُس کا آپکو ملے یہ جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے وصیت فرمائی تھی کہ جب تک زندہ
رہنا تو میری طرف سے قربانی کرتے رہنا اور سعد بن عبادہ سے فرمایا تھا کہ کنوان بناؤ اور
کہو کہ یہ ام سعد کے لیے ہے تیسری صورت یہ ہے کہ اس بزرگ کو خدا کی جناب مین وسیلہ
کرے یعنی کہے کہ الٰہی بہ برکت فلان بزرگ اور بحق اپنی عنایتون کے اُس پر جس نے اپنی عمر
تیری بندگی اور رضاجوئی مین گذرانی ہے اگر میری مشکل آسان کردے تو اسقدر مال تیرے
لیے دون اور اُس کا ثواب اُن بزرگ کی روح پر پہونچاؤن تاکہ اُن بزرگ کے ساتھ نیکی اور
احسان سے تو خوش ہو اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے کہ انسان اپنے نوافل کا ثواب جسکو چاہے
پہونچا سکتا ہے ہدیہ مکیہ مین ہے کہ خدا کے سوا نذر حرام ہے عام اس سے کہ نبی کی نذر ہو
یا ولی کی اور شے منذور از قسم حیوان ہو یا غیر حیوان لیکن میت کو ثواب پہونچانے کے لیے
صدقہ دینا درست ہے اور اسکی انکار محض جہل مرکب اور بیہودگی ہے سعد بن عبادہ کہتے
تھے کہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ میری مان مرگئی اُن کے لیے کون صدقہ افضل ہے آپ نے
فرمایا پانی تب مین نے کنوان کھدوایا اور کہا کہ یہ ام سعد کے لیے ہے اور نذر شرعی کہتے
ہین ایسی چیز کو اپنی ذات پر واجب کرنے کو جو قبل نذر کے واجب نہ تھی مثلاً یون کہنا کہ الٰہی
اگر تو ہماری حاجت پوری کردے تو ہم دس فقیرون کو کھانا کھلائینگے اس قسم کی نذر اللہ
تعالے کے لیے خاص ہے غیر کے لیے حرام ہے عام اس سے کہ ولی کے لیے ہو یا نبی کے
لیے مثلاً یہ کہنا حرام ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی اگر آپ ہماری حاجت برلائینگے تو ہم
دس فقیرون کو کھانا کھلائینگے اس نذر کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عالم مین مؤثر حقیقی اللہ

ہے سوا اُس کے کسی کا تصرف بالاستقلال عالم مین نہین ہے اور نذر حرام ہے شی منذور حرام نہین ہوتی بلکہ وہ بدستور حلال رہتی ہے اس لیے کہ شے منذور مین ناذر کے قول کا اثر نہین پہونچتا نذر صحیح مین منذور مالک کی ملک سے نکل جاتا ہے اور نذر باطل مین بدستور اُسی کی ملکیت مین رہتا ہے ناذر شے منذور مین ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے جیسے اپنی تمام مملوکات مین وہ تصرف کا مختار ہے اور اگر نذر اللہ کے لیے ہو اور نبی یا ولی کا ذکر بیان مصرف کے واسطے ہو یا بطور توسل کے تو جائز ہے مثلاً یون کہا جائے کہ الٰہی اگر تو ہماری حاجت پوری کردے تو ہم فلان نبی یا ولی کی قبر کے مجاورون کو دس روپیہ دینگے یا وہان کے فقرا کو کھانا کھلائین گے یا یون کہے کہ اگر ہماری حاجت ببرکت فلان نبی یا ولی کے برلائے تو ہم دس فقیرون کے کھانے کا ثواب اُن کو پہونچائین گے یا یون کہے کہ یا نبی اللہ یا ولی اللہ دعا کیجئے کہ ہماری یہ حاجت اللہ پوری کردے اور اگر یہ حاجت پوری ہوگئی تو ہم دو رکعت نماز کا ثواب آپکو پہونچائین گے تو ان کل صورتون مین نذر جائز ہوگی علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی سے پوچھا گیا کہ نذر اولیاء اللہ کے لیے صحیح ہے یا نہین اگر صحیح ہے تو در صورت حیات کے منذور منذور الیہم کو دینا چاہیے یا نہین اور اگر قضا کر گئے ہون تو کیونکر صرف کرنا چاہیے اگر کسی شخص نے یہ نذر کی کہ فلان ولی اللہ کی قبر یا چار دیواری پختہ بنائین گے تو اُسپر اُسکا ایفا واجب ہے یا نہین علامہ نے اس کا جواب یون تحریر فرمایا کہ نذر ایسی ولی کی جو زندہ ہون صحیح ہے شے منذور اُنھین زندہ ولی کو دیجائے دوسرے کو دینا جائز نہین اور جو نذر ایسے ولی کی کی جائے جو موجود نہون اُسکی کئی صورتین ہین پہلی صورت اگر نذر کرنے والے نے میت کی تملیک کا ارادہ کیا ہے تو نذر باطل ہے دوسری صورت اگر نذر کرنے والے نے یہ ارادہ کیا کہ منذور میت کی اولاد یا میت کے خلفا کو دیجائے گی یا ایسے فقیر کو جو اُس ولی کی قبر کے پاس ہے تو نذر صحیح ہے اور منذور کا صرف اُسی امر مین ہونا واجب ہے جسکا قصد نذر کرنے والے نے کیا تھا تیسری صورت اگر نذر کرنے والے نے نذر مین صرف کا کچھ قصد نہ کیا تو ایسی نذر صحیح نہوگی لیکن ایسی صورت مین صحیح ہوسکتی ہے کہ لوگون کی عادت یون جاری ہو کہ نذر تو عام کرتے ہون اور خاص مصرف مقصود ہوتا ہو ایسی صورت مین اس نذر عام کو اُسی خاص پر محمول کرینگے مگر اُس کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ نذر کرنیوالے کو اسکی عادت کی اطلاع بھی ہو اسکی نظیر وقف ہے کہ عادت کو قائم مقام شرط کے سمجھتے ہین

قبر کی گچ کے لیے اگر کوئی نذر کرے تو یہ نذر باطل ہے ہان اوزاعی اور زرکشی وغیرہ کے کلام
سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ انبیا اور علما اور اولیا کی مقابر کو گچ کرنا درست ہے علیٰ ہذا القیاس
اگر کسی شخص کی قبر ایسے مقام پر واقع ہو جہان یہ خوف ہو کہ اگر گچ نہ کی جائے تو نعش کو درندے کھا جاینگے
یا کفن نباش چورا لیجاینگے یا نعش کو کوئی مبتدع یا کافر نکال لے گا تو ایسی صورت مین قبر کا پختہ
بنانا درست بلکہ مستحب ہے تو اس مصلحت کے خیال سے نذر اور وصیت دونون جائز ہین یہ جواب
بہت بڑا ہے جس سے تھوڑی سی عبارت لکھی گئی غرضکہ عوام کی نذر مین جسقدر تتبع کیا گیا اور پرانے
مردون اور بڈھی عورتون سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ نذر کی سات قسمین ہین مین یہ نہین کہتا کہ
اسکے سوا اور کوئی قسم نہین ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ میری تحقیق مین یہی سات قسمین پائی
گئین پہلی قسم اگر اللہ ہماری فلان مراد بر لاے تو ایک روزہ اللہ کے لیے رکھونگا یا دو رکعت
نماز خدا کے لیے پڑھونگا یا اسکی خوشنودی کے لیے دس فقیرون کو کھلاؤنگا دوسری قسم یا اللہ
بحرمت اپنے رسول مقبول یا فلان ولی کے فلان کام ہمارا درست کردے تو تیرے لیے دو روزہ
رکھونگا یا دو رکعت نماز پڑھونگا یا دس فقیرون کو تیری خوشنودی کے لیے کھانا کھلاؤنگا تیسری
قسم کسی نبی یا ولی کی روح پر فتوح کی طرف متوجہ ہو کر کہے کہ یا نبی اللہ یا ولی اللہ ہمت فرمائیے
اور اللہ سے میری مراد چاہیئے اگر میرا مطلب بر آئے گا تو دو رکعت نماز نفل کا ثواب یا ایک
روزہ نفل کا ثواب یا دس فقیرون کے کھانا کھلانے کا ثواب آپ کی روح کو پہونچا دونگا چوتھی
قسم اگر ہماری فلان مراد فلان بزرگ کی توجہ سے حاصل ہو تو اس بزرگ کی درگاہ کے مجاورون
کو یا فقیرون کو اسقدر زر نقد دینگے یا اس قسم کا کھانا کھلاینگے یہ چارون صورتین جائز ہین اور نذر
کا ایفا واجب ہے صورت اولی کے جواز مین تو کسی طرح کا کلام نہین اور دوسری اور تیسری
صورتون مین نبی یا ولی کا ذکر بطریق توسل کے ہے چوتھی صورت مین ولی کا ذکر بطور توسل کے
ہے اور مجاورون اور فقیرون کا ذکر بیان مصرف ہے پانچوین قسم یا اللہ اگر میری حاجت بر آئی
تو فلان بزرگ کی درگاہ کی مسجد یا خانقاہ مین روشنی کے لیے تیل بھیجونگا یا فرش بنوا دونگا
تا کہ لوگون کو آرام ہو یہ صورت مختلف فیہ ہے اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ روشنی یا درستی فرش
خانقاہ شرعاً واجبات سے نہین تو نذر صحیح نہوگی اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ نذر اللہ کیلیے
ہے نفع اس مین فقیرون کا ہے اور بزرگ کا ذکر بیان مصرف کی وجہ سے تو جائز ہوگا چھٹی
قسم کسی بزرگ کو مستقل بالذات خدا کا شریک اور معبود حقیقی سمجھ کر یہ کہے کہ اگر تم ہم کو بیٹا دو یا

مالدار کر دو یا ہمارے فلان دشمن کی جان لے لو تو ہم اسقدر جنس یا نقد تمہاری نذر کرینگے ساتوین قسم کسی بزرگ کیطرف متوجہ ہو کر یہ کہے کہ اگر ہمارا یہ کام تم کر دو تو ہم تمہارے نام گائے یا بکرا ذبح کرینگے یہ دونون صورتین حرام ہین اور نذر کرنے والا کافر ہے بے شبہ بعضے جاہل اس قسم کی نذر کرتے ہین خداوند کریم اُن کو ہدایت دے ایسی صورت مین یہ چاہیے کہ ہم اقسام کو بیان کرکے جو قسم خاص حرام ہے اُس کی حرمت بیان کرین یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ ایک قسم کی حرام ہونے سے کل قسمین حرام کہی جائین جسطرح کسی ناشروع کو شروع سمجھنا گناہ ہے اسیطرح شروع کو ناشروع کہنا بھی ناجائز ہے مخالفین کی یہ عادت ہے کہ جزئیہ پر حکم کلی دیدیتے ہین جس سے مستحبات مباحات کی ارتکاب کو کفر و شرک جانتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کو توفیق خیر دے ؎

ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر اُفتاد	از رہگذر خاک سر کوے شما بود

خاتمہ آداب سلسلہ شریفہ جلیلہ جلیہ قادریہ علیہ کے بیان مین

شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الآثار مین لکھتے ہین کہ اس سلسلہ شریفہ کے آداب جو مین نے اس سلسلہ کے بزرگون کی کتابون سے حاصل کئے یا اُن بزرگون سے دیکھے یا سنے یا میرے شیخ سید جمال اللہ جمال الدین ابو حامد شیخ موسی بن شیخ حامد بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد بن شیخ شمس الدین بن شاہ میر بن شیخ علی بن شیخ مسعود بن شیخ احمد بن شیخ صفی بن حضرت سید عبدالوہاب بن شیخ الاسلام شیخ السموات والارض سید محی الدین عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ نے تیسری ماہ شوال روز شنبہ وقت صبح ۹۸۵ھ مین مجھکو بتائے اور اُن کی اجازت بھی دی اُن آداب سے بعضے یہ ہین کہ ظاہر شریعت پر التزام رکھنا اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک کرنا اور سلف صالح کے طریقہ کی پابندی اور اہلسنت والجماعت کا ایسا اعتقاد رکھنا اور نفس کو بیکار نچھوڑنا بلکہ اسکو ریاضت مین رکھنا اور طلب حق مین صبر جمیل اور بلا پر تحمل اور وجد دائم اور جہد قوی اور علوم دینی مین مشغولی رکھنا اور فقرا کی مصاحبت اور امراسے استغنا اور ہمیشہ شیطان رجیم کے مکرون سے بچنے کی اللہ سے التجا رکھنا اور خداوند کریم کے لطف پر امیدواثق رکھنا اور قلب مین حزن طویل رکھنا اور کشادہ رو اور خوش اور خرم اور اکثر ساکت رہنا اور فکر تیز رکھنا اور اخوان طریقت کے حال کا

تجسس رکھنا اور مسکین وغریب کے حال پر رحم کھانا اور سخاوت سے متصف ہونا اور بخل
سے محترز رہنا اور ہر امر کے حد کا لحاظ رکھنا اور ہزلیات سے احتراز اور کل امور مین طریقہ اعتدال
کی رعایت اور حب فی اللہ اور بغض للہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور نرم دل ہونا اور
دین مین سخت ہونا اور جھگڑے کی باتون سے پرہیز کرنا اور خوش مذاق اور خوش اخلاق
ہونا اور اپنے حالات ومقامات کا مخفی رکھنا اور افعال مین راسخ ہونا اور طریقہ توحید پر چلنا اور
اپنے اختیار کو چھوڑ کر راضی بقضاے الٰہی رہنا اور محبت شیخ مین مستغرق ہوکر ہمیشہ اُسی
طرف متوجہ رہنا اور اسکی معیت کو کل حالات مین ملحوظ رکھنا اور اسکے غیر سے اندھا ہونا اور
اسی مین مرنا اور بجز اُسکے کسی دوسرے سے استفادہ نہ کرنا اور عقیدہ مین مستحکم اور مطلب
مین یکتا اور محبت مین غیور رہنا اور مطلق محبت مین فنا سعہ وثوق رجا کے اور وسواس سے
دور رہنا اور اشتیاق دائم اور عشق کامل اور ایمان راسخ رکھنا اور خلق سے اعراض کرنا اور
کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا اور قلب کو اللہ کے ساتھ حاضر رکھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے سچی محبت رکھنا اور فضول باتون اور مخالف شریعت امور سے زبان کو بچاتے رہنا اور
مسلمانون کی خیر خواہی اور آپکے سلسلہ والون کے لیے دعا کرنا اور ظاہر و باطن مین اُن کی
بھلائی چاہنا اور اُن کی خدمت کرنا اور سامنے اور پیچھے یکسان رہنا اور اُن کے ساتھ زیادہ
خصوصیت رکھنا بہ نسبت اور لوگوں کے اور آپ کی کتابون کا یا جو آپ کی طرف منسوب ہین دیکھنا
اور آپ کے منتسبین کی صحبت غنیمت جاننا اور غیرون کی صحبت سے پرہیز کرنا اور تشویش دینے والی چیزون سے بچتے رہنا
اور سماع اختیار نہ کرنا اور نہ اُسکی عادت ڈالنا اور نہ بالکل اس سے پرہیز کرنا اور اگر اتفاق
سننے کا ہوجائے تو اُس مین دل کا حاضر رکھنا کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین مین ایک فصل
خاص صوفیہ کے آداب سماع کی بیان مین ہے جسمین لکھا ہے کہ سماع مین تکلف نہ کرے اور
نہ اختیار سے سنے یعنی جسوقت سماع کا اتفاق ہو تو سُن لے گر مودب بیٹھے اور اللہ کی یاد دل مین
رکھے اور دل کو غفلت ونسیان سے محفوظ رکھے اور آداب سلسلہ عالیہ سے قرآن شریف کی
تلاوت اور صلوۃ الاسرار کی ملازمت ہے جسمین گیارہ قدم چلنا ہوتا ہے اور عمدہ ترین احکام
شریعت کی محافظت اور آداب طریقہ کی رعایت اور محبت شیخ مین مستغرق ہونا اور اللہ تک
توسل اسی مین منحصر جاننا ہے اور اُس الامر شیخ مین فنا ہونا اور اُسی فنا مین مرنا ہے رزقنا اللہ
سلوک ہذہ الطریقۃ واقامنا فی محبتہ دائما اب میری خدا سے یہ آرزو ہے کہ میرا تحفہ

حضرت کے حضور مین قبول ہو اور اپنا حال زار جو اخوی محبی مولوی حبیب علی صاحب کی زبان سے عرض کر رہا ہون وہ گوش حق نیوش حضرت تک موصول ہوے

اے بہ نوردہ شام غریبان مددے
دل من گشتہ ہمہ مائل عصیان مددے
منبع جود و سخا مخزن احسان مددے
شافع روز قیامت شہ جیلان مددے

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

اے شہ زندہ کن دین مسلمان مددے
دستگیر ہمہ عالم شہ شاہان مددے
نائب فخر رسل خاصہ یزدان مددے
وقت امداد ہمین است احسان مددے

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

گرچہ غرق گنہم شوق حضوری دارم
خجل و منفعلم لیکن ہمہ دوری دارم
خاک بغداد شوم عزم حضوری دارم
وائے اکنون نہ تحمل نہ صبوری دارم

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

روے من قابل آن نیست کہ پیشت آرم
اینقدر ہست کہ من بندۂ این سرکارم
دل ہمانست کہ گر دست ذلیل و خوارم
رحم فرما کہ ز چشمت نظرے می دارم

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

نفس امارہ خود فتنہ و آفت دارم
دم بدم ذوق و تمناے طوافت دارم
لیکن از قلب بسوے تو انابت دارم
سینہ لبریز ز شوق مے صافت دارم

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

گرچہ من بندۂ عاصی و سیہ کارستم
بیکس و مونس و بے یار و مددگارستم
وز خرابی عمل سخت گرانبارستم
بکرم بخشی لطف تو سزاوارستم

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے

قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

محو در ذات خداوند تعالیٰ ہستی
قرۃ العین و جگر گوشۂ زہرا ہستی

نائب خاص شہ یثرب و بطحا ہستی
مرتضےٰ را دل و جان ہستی و اعلیٰ ہستی

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

حالت خود چہ توان گفت کہ گفتن مشکل
گل پژمردۂ دل راست شگفتن مشکل

طشت از بام فتاد ست نہفتن مشکل
بعد مردن بہ لحد رفتن و خفتن مشکل

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

جان بلب آمدہ ام رشک مسیحا مددے
بندہ ام عاجز و بیچارہ و تنہا مددے

از پئے حرمت شاہنشہ بطحا مددے
وقت امداد ہمین است خدا را مددے

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

عاصیان را تو شفیعی بخدائے سبحان
عاجزم سخت تباہم کہ درین ہندستان

وان ہمہ را تو پناہی و طبیب درمان
وور صد مرحلہ باشم ز سواد جیلان

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

عمر خود صرف باعمال پریشان کردم
ہر چہ کردم بخطائے دل نادان کردم

نامہ را صرف سیہ کاری و عصیان کردم
عقل را نیز سراسیمہ و حیران کردم

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

حسن اعمال ز من طرفہ نقابے دارد
عقل و دانش ز من شکر آبے دارد

چہرۂ عفو خدا نیز حجابے دارد
لیک شادم کہ دلم چون تو جنابے دارد

غوث الاعظم بمن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

دست در دست جناب شه جیلان دارم
لیکن از هول قیامت دل مضطر دارم
مرحبا طالع من بخت سکندر دارم
دست خود از سر دامان تو چون بردارم

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

از گناه سحر و شام سراپا خجلم
از هوای دل ناکام سراپا خجلم
وز سیه روزی ایام سراپا خجلم
هم در آغاز و در انجام سراپا خجلم

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

نفس امارهٔ من در پے آزار من ست
مخزن حسرت من دیدهٔ خونبار من ست
هر عذابے که نمایند سزاوار من ست
نه کسی یار من ست و نه مددگار من ست

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

تو سحاب کرمی من تر آتش ز گناه
برگزیدند ترا در صف خاصان آله
رشحهٔ رحمت تو هست مرا پشت پناه
بر لبم هست مناجات که شیئاً لله

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

بیدل و مضطر و آسیمه سرم یا حضرت
ناامیدی شده پیش نظرم یا حضرت
از الم‌هاست مشبک جگرم یا حضرت
میچکد خون دل از چشم ترم یا حضرت

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

آه آن دم که نکیرین به بالین آیند
صاف گویم چو رخ خوب ترا بنمایند
تاب ار روح و روان هوش ز سر بربایند
زان کسانم که برین پای جبین می سایند

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

از گرانباری عصیان بفغانست نهیب
رحم کن رحم برین بندهٔ ناچار و غریب

باد این نظم بے ابده نوازی تقریب	گر فتد چشم قبول تو زہے بخت و نصیب

غوث الاعظم بن بے سر و سامان مددے
قبلهٔ دین مددے کعبهٔ ایمان مددے

تمت

قطعه تاریخ تالیف کتاب مذا از نتیجه طبع رسا و فکر آسمان پیمای سر حلقهٔ شاعران باکمال دبیر خیل سخنوران عالی خیال فصاحت و بلاغت مقنن مولوی محمد محسن صاحب مغفور کاکوری

مولوی حافظ علی انور که غور فکر او ... در میان کعبهٔ ارباب باطن زمزم است
نونهالے صالحے پرہیزگارے نوجوان ... صوفی صافی طبیعت عالم است و اعلم است
از تراب پائے کاظم صافی آئینه اش ... وز لسان حیدری تیغ کمالش رادم است
خوش نوشت این در منظم از برائے اہل فقر ... در بیان حال مولائیم که غوث الاعظم است
شیخ عبدالقادر جیلی که در محراب قدس ... گردن صد اولیا بر پائے تسلیمش خم است
دفتر شاه ولایت را ست مهر خاتمه ... خاتم شان نبوت را نگین خاتم است
کثرت او در حقیقت خارج از وحدت کجا است ... هم بهار و هم نسیم و هم گل و هم شبنم است
نوشدار و خستگان گمرہی را رحمتش ... رافتش خونین دلان معصیت را مرهم است
بسکه مے بالد بخود از جوش معنیهائے شوخ ... می توان گفتن که هر حرفش همانا مدغم است
حرف حرفش خالی از سوز و گداز عشق نیست ... لفظ لفظ او دل پر داغ و چشم پر نم است
از مقالات و کمالات و کرامات عجیب ... بنگر و عارف که این عالم ورائے عالم است
ختم شد چون در دو سال اینک برائے هر دو سال ... محسن آن تاریخ بنگارم که شامل ادغم است
معنی واحد که تعبیر دو سالش می کند ... گوهر منظوم بسمہ یا حمدلہ در منتظم است

١٣١٢ه ١٣١١ه

قطعهٔ تاریخ تالیف از نتیجهٔ کلک جواهر سلک شاعر باکمال سخنور بلند خیال عالم ادیب فاضل اریب مولوی حکیم حبیب علی صاحب مغفور المتخلص به حبیب کاکوروی

عالم و فاضل و ادیب و فقیه	محو انوار عالم تنزیه

حضرت مولوی علی انور — صانه الله عن جمیع ضرر
این کتاب عجیب کرد رقم — در کرامات سید اعظم
حرف حرفش بیاض صبح یقین — لفظ لفظش سواد سرمهٔ دین
همه ز انوار قدسیان پرنور — و از مقامات اولیا معمور
دوشش بود ای حبیب خاطر من — از تماشای جلوه اش روشن
حیرتم در گرفت از جیب درست — کاین همه خوبی سخن ز کجا است
بهر تاریخ و بهر اطمینان — گفت دل فیض قادری سیدان
۱۳۱۰ھ

ایضاً

بصد تحقیق حال حضرت غوث — بهار گلشن دین زیب ایمان
نوشته باکمال شرح و توضیح — علی انور چراغ بزم عرفان
شده بر اولیا فضلش چو ثابت — بگو تاریخ۔ فضل شاه جیلان
۱۳۱۲ھ

قطعات تاریخ طبع الدر المنظم از رشحات خامهٔ گهربار سرخیل شعرای عالی مقدار سحبان زمان حسان نشان گلدسته بند خیالات رنگین طرز نوی

منشی نور الدین صاحب کیفی کاکوروی

چھپی وہ کتاب کمالات اب — تمنا تھی جسکی کہ چھپتی ہے کب
یہ تالیف ہے شاہ انور کی۔ وہ — کہ تھی ایک عالم کو جسکی طلب
یہ ہی غوث اعظم کے حالات مین — اِسے پڑھتے ہین اہل دل با ادب
حقیقت مین یہ دُرِّ منظم ہی ہے — نقاط و حروف اسکے گوہر ہین سب
پئے تشنگان طریقت سبیل — حقیقت کے ستون کو بنت العنب

لکھ اے کیفی با ادب سال طبع
کتاب کرامات محبوب رب
۱۳۲۵ھ

تاریخ ثانی

چھپی کیفی کتاب درِ منظم ۔۔۔ بحالِ پاکِ حضرتِ غوث الاعظم
حقیقت کا ہے یہ پیمانۂ راز ۔۔۔ بھری ہے اسمین صہبائے دو عالم
یہ ادنیٰ ہے نشانِ شانِ عظمت ۔۔۔ سرِ عرش بریں ہے اسکا پرچم
لآلی معارف سے بھری ہے ۔۔۔ مؤلف سرِ وحدت کا ہے محرم
شہ حافظ علے انور قلندرؒ ۔۔۔ سپہرِ قطبیت کا قطبِ اعظم
جہانِ علم مین علامۂ دہر ۔۔۔ مقامِ فقر مین شاہِ مفخم
توکل آپ کا سرمایۂ فقر ۔۔۔ تصرف آپ کا بر قلبِ عالم
عجب تالیف باتحقیق کی ہے ۔۔۔ کرے گا جہان مین ایسی کوئی کم
کئے حل عقدۂ حالاتِ لاحل ۔۔۔ نچھوڑی اک ذری سی بات مبہم
بہت ہین صاحبِ تصنیف لیکن ۔۔۔ عروج اس شان کا پایا بہت کم
لکھو ہمت مین کیفی سالِ تاریخ ۔۔۔ گرامی گوہرِ یکتا معظم
اگر مطلوب سالِ عیسوی ہو ۔۔۔ لکھو دل سے سوانحِ غوث اکرم (سنہ ۱۹۰۷ عیسوی)
سنہ ہجری اگر پوچھین مؤرخ ۔۔۔ لکھو زیبا کلام درِ منظم (سنہ ۱۹۰۷ عیسوی / سنہ ۱۳۲۵ ہجری)
سنہ بنگلہ و فصلی ہو جو مرغوب ۔۔۔ لکھو لے نور یہ ہے ساغرِ جم (سنہ ۱۳۲۳ بنگلہ و فصلی)
ذری دیکھو یہ تاریخ الٰہی ۔۔۔ درِ منظم ز چشم بحرِ قلزم (سنہ ۱۳۲۳ فارسی الٰہی)

قطعہ

حبیب حیدر شاہ ولایت ۔۔۔ مصنف کے ہین فرزندِ مکرم
انھین حضرت کی بیحد کوششون سے ۔۔۔ چھپی دو جلد مین یہ درِ منظم
انھین نے کی ہے تصحیح مضامین ۔۔۔ انھین نے کی ہے ترتیب انکی ہمدم

الٰہی آپ کو عمرِ خضرؑ دے
کرے چشمۂ فیضِ آپ کا دم

تاریخ ثالث

۱۳۴۵ھ

الحق یہ کتاب دُرِ منظم	ہے نادر خلق حسب حالات
کاتب نے رقم کیے ہین آئین	غوث الثقلین کے کمالات
اُن کا بھی لکھا ہے حال جنکو	تھی حضرت غوث سے ملاقات
کیا کام کیا ہے شاہ انور	واللہ ہے آپ کی بھی کیا بات
ہر حال لکھا ہے بعد تحقیق	بیکار ہوے غلط خیالات
انوار ہین حال اولیا مین	ہر ذکر ہے نوبار برکات
ہے فیض رسان زیارت انکی	اکسیر ہے حصول حاجات

زیبا ہے کہون جو اسکو کیفی
درگاہ تجلّی کرامات

۱۳۴۵ھ

قطعہ تاریخ طبع کتاب مستطاب درالمنظم

از مولوی محمد عالم صاحب قیصری کاکوروی

فروغ گرد روے شاہ انور
کہ شیرین شد سراسر خطہ خاک
زہے محبوب سبحانی خطابش
زہے پیر مغان و رند بیباک
زہے ذکر جمیلش در حقیقت
چہ فیض دل نوازش شیرہ تاک
ز تاکش روز و شب یارب فزون باد

سراپا نور شد دنیاے دراک
حدیث جان فزا از غوث اعظم
زہے والی سر ما عرفناک
زہے روے و زہے راے و زہے نور
بود شرح کمال شاہ لولاک
ہمہ مطبوع جان این در منظم
جنون قیصری سینہ صد چاک

حدیثے گفت آن لعل شکر ریز
بہار باغ دل بے خار و خاشاک
زہے عالم زہے صوفی زہے شیخ
کہ طوبیٰ من رآنی راست سکاک
چہ ذکر جانفزایش - در منظم
ہمہ مرغوب دل تاک فرحناک
میرسیدم زسال و واگرا رید

بود شیخ عبدالقادر پاک
۱۳۴۵ سنہ ہجری

صحت نامہ کتاب مستطاب الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۲۳	بازسر	بارزسر	۸۲	۲۴	الیاس	الباس	۲۰۳	۲	انہین	تہین
"	حاشیہ	ہو	ہوا	۸۴	۷	متفشقین	متقشفین	۲۰۶	۱۰	فقیہ ہوا	فقیہ ہو
۴	۲	گلشن	گلش	۸۵	۲۵	رہوتے	ہوتے	"	۱۶	لے	کے
۷	۶	موسی	موسیٰ	۸۹	۱۰	حکم نے	حکم سے	۲۰۸	۱۴	اسکا یعنی	اس کا بعض
"	۷	نسوب	منسوب	"	۲۱	ان ثقہ	ان کو ثقہ	"	۲۲	دیاگیا	دیا
۹	۱۷	اللذین	الذین	۹۲	۱۸	زوداؤ	دوداو	۲۲۷	۱۰	یہود	یہودہ
۱۲	۸	پورن	پوردن	۹۳	۲۵	کاظم اپنے	کاظم نے اپنے	۲۳۲	۱	ہمین	ہین
۲۱	۱۷	حضو	حضور	۹۴	۲۱	کورۃ	کوتو	۲۳۸	۷	عبدالقادر	عبدالقادر کی
۲۶	۲	جال	حال	۱۰۸	۶	قاموس کہ	قاموس مین ہو کہ	۲۴۳	۱۴	ومی	وحی
۲۷	۱۱	کرکے	کرتے	۱۲۳	۰	۱۴۳	۱۲۳	۲۴۵	۲۵	بریر	جریر
"	۱۹	ابوحامر	ابوعامر	۱۲۵	۸	سلسلہ	سلسلہ ۳۶	۲۴۶	۱۷	دن	دفن
"	۲۲	بناکے	بنائے	۱۳۳	۱۲	جزیرد	جزیرہ	۲۵۰	۱۶	متغات	مقامات
۳۴	۱	کہانس	گہانس	"	۱۴	فن	دفن	۲۵۱	۴	مطلب	طلب
"	۲۱	الضلام	الظلام	۱۳۹	۲۰	ور	اور	"	۷	ہان	اُن
"	"	"	"	۱۴۴	۲و۱۲	شروح	شرح	۲۶۳	۵	منع	صنع
۳۷	۱۹	علم	علوم	۱۴۵	۱۲	ـ	کہ	۲۶۶	۲۰	ور	اور
۳۹	۲۰	کاکوری	کاکوروی	۱۴۹	۲۵	سے	سے	۲۷۴	۸	ہ	وہ
۴۶	۲۳	اور	اورنہ	۱۶۳	۱۴	ہمین	مین	۲۸۵	۱۳	اورصاف	اوصاف
۵۰	۱۸	مین	مین نے	"	۲۵	تجاس	تجاہل	۲۸۷	۱۶	کیونکہ نہ	کیونکہ اذکو نہ
۵۶	۳	بہیجی	بھیجی	۱۶۵	۲۳و	نجار	نجارا	۲۹۴	۶	نہین	یقین
"	۴	فرشتون	فرشون	"	"	۱۲	۶۲	"	۹	حرفا	عرفا
۶۰	۲۰	مدرسہ	روز	۱۶۶	۹	بزدو	بزد	"	۱۰	مجددات	مجدد الف
۶۲	۱۰	کیاگیا	کیاکیا	۱۶۹	۱۵و	داو	داؤد	۲۹۴	۱۸	علم الیوقین	علم الیقین
۶۵	۱۳	لناشا	لباشا	۱۷۰	۲۰ج	سلم منذد	اسلم منذر	"	۹	بورنگ	بیرنگ
۶۸	۱۹	لباس	الباس	۱۷۱	۱۲	دواؤد	داؤد	۱۹۹	۳	ظلت	ظلمت
۷۳	۱۴	بد	بہ	۱۸۵	۲۱و	معروت	معرف	۳۰۵	۱	ہوکے	ہونے
۷۴	۲۴	حفس	حفص	۱۸۶	۲۴	عمش	اعمش	"	۲۰	لاقی	لایانی
۷۶	۲۵	انہین نے	انہین کے	۱۸۷	۱۸	تقدیر	تقدہونے پر	۳۰۷	۱۷	بدانات	مدانات
۸۲	۸	سے استباط	سے استنباط	۲۰۱	۱۴	اور امام ابوحنیفہ کو بھی حضرت انس	اور حضرت انس کو بھی حضرت امام ابوحنیفہ	"	۱۸	مشمات	متممات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۷	۱۹	عید	عمد
۳۱۰	۱۳	ہو	ہوا
۳۱۱	۱۳	اوراوق	اوادنی
۳۲۰	۱	یوجہ	یہ وجہ
"	۱۶ح	کے	نے
"	۲۱ح	کہ	کہ
"	۲۲ح	پڑھنے	رہنے
"	۲۵ح	سنہ	سنہ ۱۳۰۱
۳۲۲	۲۳ح	ماہ	راہ
۳۲۵	۸	سے	کسی
۳۲۸	۲۵	نہ آیا	نہ آیا یا
۳۲۹	۲۵	خلقیہ اور	خلقیہ
۳۳۱	۱۱	ردسرا	دوسرا
"	۱۳	ہمین	عین
۳۳۲	۸	نجاتا	نجانتا
"	۲۳	کور	نور
"	۲۴	فنا	خفا
۳۵۰	۱۶	یہ کہ یہ	یہ کہ
۳۵۲	۱۹	اصطلاح	اصلاح
۳۵۷	۱۴	جس کس	جس کسی
۳۵۹	۱۶	ور	اور
۳۶۱	۲۵	غزوت	غزوات
۳۶۲	۲۴ح	ابن احمد	احمد
۳۶۷	۱۶	پایا جاتا	جاتا
"	۱۸	حاصل	حامل
۳۷۵	۱	حسب	سب
۳۷۶	۱۱	آپ کہتے	آپ کہا کہتے
۳۷۷	۳	دلو	ولو
۳۷۸	۱۱	کہو	او
۳۷۹	۲۴	کی کی	کلی کی
"	۲۵ح	مسرے	زمرۃ
۳۸۰	۱۴	گوگون	لوگون
۳۸۳	۱۶	کون نے	کون ہے
۳۸۷	۸	ے	نے
۳۹۱	۲۵ح	بھی	معنی
۳۹۱	۲۵ح	سامے	سامنے
۴۰۰	۱۸	بر	جو
۴۰۴	۱۱	بیرہ	ہبیرہ
۴۰۸	۶	حضرت	حضرات
۴۰۹	۱۰	از	آواز
۴۱۱	۹	الشیطاطین	الشیاطین
۴۱۳	۱۴	ہوجاتے	ہوا ہوجاتی
۴۱۶	۲۳	رکو	رد
۴۲۰	۸	متمزج	ممتزج
"	۱۱	متمزجات	ممتزجات
"	۱۴	"	"
"	۲۲	متمزج	ممتزج
۴۲۲	۲	شرر	شر
"	۷	متمزجات	ممتزجات
"	۲۴	اوسط	وسط
۴۲۸	۲۰	ساتھ	ساتھ تھے
۴۳۵	۲۰	عجزدان	عجز اُن
۴۳۸	۱۱	آلے	آے
"	۲۴	یہ بچین	پانچسو پچین
۴۳۹	۲۰	بھی	یہی
۴۴۳	۷	پانسواٹھانوے	پانسواٹھاون
۴۴۵	۲۵ح	وہ لوکا	اور لوکا
۴۴۶	۱۹	ہوجاے	ہوجائے
"	۲۴	سے	سے
۴۵۳	۲۳	بھوٹا	چھوٹا
۴۵۵	۱۸	گودے جاگ	کودکے بھاگ
۴۵۶	۲۱	استدر	اسقدر
"	۲۴	برون آپ پرست	برون بشرست
"	۲۵	لوی قسیم	کوی قسیم
۴۵۹	"	ہرایک	ہرایک کی
۴۶۴	۲۱	دو	دون
۴۷۰	۱۳	سعید احمد	سعید بن احمد
۴۷۳	۲۶	محمد عبد الباقی	محمد بن عبد الباقی
۴۷۵	۲۴ح	بچارے	بچاے
۴۷۷	۳	خوشی	خوشش
۴۹۱	۹	عبد الغنی عبد الواحد	عبد الغنی بن عبد الواحد
۴۹۲	۲۳	خواب اللہ	خوب اللہ
۴۹۳	۱۴	سمای	اسمای
۴۹۴	۱۵	اللہ عنہ	رضی اللہ عنہ
۵۰۴	۴	علی	اعلی
۵۲۵	۱۱	رضی عنہ	رضی اللہ عنہ
۵۳۹	۲۴	فرماتے	فرماے
۵۴۳	۲	ناصر الدین اللہ	ناصر الدین اللہ
۵۴۵	۲۳	سنہ ۵۹۸ھ	سنہ ۵۹۵ھ
۵۶۱	۲۲	مین	ہمین
۵۶۵	۲	دقایق بہی	دقایق کا بہی
۵۶۷	۱۳	صور قون	صورتین
۵۶۹	سطر	درمنتشرہ	دررمنتشرہ
۵۸۱	۱۰	رسایل	سایل
"	۱۳	بن	ہمن
۵۹۱	۱۵	ہو	ہوا
۵۹۴	۲	مرقوم	مرسوم
"	۴	ملزوم	ملزم
"	۷	اعتقا	اعتقاد
"	۱۴	نذ	نذر
۵۹۹	۱۸	سنے	سننے
"	۲۴	اُنس	رأس
۶۰۲	۲۱	ار	اثر
۶۰۴	۲۴	بادب	باادب
۶۰۵	۱۶	درر منظم	درر منتظم

हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या..

पुस्तक संख्या..

क्रम संख्या..........2870......................